سیرت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام — لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

محمد

علی مشکل کشا

حسن — اول دوم — حسین

چشتی کتب خانہ
جھنگ بازار فیصل آباد

حضرت علامہ صائم چشتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا فَتٰی اِلَّا عَلی لَا سَیفَ اِلَّا ذُو لفِقَار

سیرتِ سیّدنا حیدرِ کرّار علیہ السلام

مُشکل کُشاء اوّل

مصنف

محقق العصر حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد

03006674752 - 03007681230

Chishtikutabkhana@gmail.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	مشکل کشاء اول
موضوع	سیرت حضرت علی رضی اللہ عنہ
مصنف	علامہ صائم چشتی
پہلی مرتبہ	جمادی الاول ۱۴۰۰ھ
اٹھویں بار	جون 2012ء
تعداد	ایک ہزار
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز
ہدیہ	

ناشر

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 0300667475_0300768123

انتساب

امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین، وصی واخیٔ رسول، تاجِ سرِ بتول

جناب حیدرِ کرار، تاجدارِ ہل اَتیٰ، مُرتضےٰ مشکل کُشاء

شیرِ خُدا سیّدنا ومولانا ومُرشدنا

حضرت علی علیہ السلام

کے لامتناہی روحانی فیضان سے

فیضیاب ہونے والے تمام محبانِ حیدرِ کرار

کے نام

گدائے پنجتن، سگِ دربارِ شیر یزدان، ناچیز و ہیچمدان

صائم چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

تعارف مترجم

مفسر قرآن، محققِ دوران، فنافی الرسول، بانی شہر نعت

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

از:۔ محترم جناب نورالزماں نوری فاضل منہاج القرآن یونیورسٹی

حضرت علامہ صائم چشتی اردو اور پنجابی کے معروف نعت گوشاعر، ادیب، محقق اور مترجم تھے وہ تمام عمر علم وادب کے فروغ واشاعت کیلئے مصروف عمل رہے بڑے بڑے نامور نعت گوشاعران کے شاگرد رہے ہیں۔

ولادت !

علامہ صائم چشتی کی پیدائش دسمبر 1932ء میں ضلع امرتسر کے قصبہ ''گنڈی ونڈ'' میں ہوئی آپ کا تعلق شیخ برادری سے تھا۔ والدِ گرامی شیخ محمد اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ تجارت پیشہ کے ساتھ ساتھ مذہبی لگاؤ بھی رکھتے تھے اور گاؤں کی مسجد میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے تھے۔

تعلیم !

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی اور اپنے گاؤں ہی سے حاصل کی قرآن پاک ناظرہ کے علاوہ عربی اور فارسی کی بنیادی تعلیم بھی اپنے والد گرامی سے حاصل کی آپ چونکہ اپنے والدین کی پہلی نرینہ اولاد تھے اس لئے والد نے آپ کی تعلیم کی طرف خاص توجہ دی۔ آپ نے پرائمری گنڈی ونڈ سے حاصل کی آپ کی سکول کی تعلیم لوئر مڈل سے آگے نہ جاسکی۔

علامہ صائم چشتی نے دینی تعلیم کا آغاز جامعہ رضویہ فیصل آباد کے مولانا سیّد منصور شاہ صاحب سے صرف ونحو پڑھتے ہوئے کیا۔ موصوف ہی سے آپ نے علوم متداولہ کی تمام کتب پڑھیں اور آٹھ سالہ درس نظامی کا کورس اپنی ذہانت وفطانت کی بنا پر دوسال میں مکمل کرلیا۔ پھر دورۂ حدیث شریف جامعہ رضویہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا غلام رسول رضوی سے مکمل کر کے 1970ء میں دستارِ فضیلت اور سند حاصل کی دینی تعلیم کے علاوہ آپ نے طبیہ کالج سے طب یونانی میں ڈپلومہ بھی حاصل کیا۔

سلسلہ چشتیہ میں بیعت !

۱۹۸۴ء میں آپ سلسلہ چشتیہ صابریہ کے عظیم روحانی پیشوا پیر طریقت حضرت پیر سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پر بیعت ہو کر خلافت واجازت سے نوازے گئے اور اس وقت سے چشتی کی نسبت آپ کے نام کے حصہ کے طور پر معروف ہو گئی۔ اس کے علاوہ آپ نے حضرت بابا جی محمود شاہ رحمۃ اللہ علیہ، پیر سید علی حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور شریف اور سیال شریف سے بھی اکتساب فیض کیا

علامہ صائم چشتی قیام پاکستان کے بعد رسولپور کلی میں رہتے تھے، وہاں سے کاروبار کے سلسلہ فیصل آباد آنا جانا رہتا تھا، 1953ء میں فیصل آباد میں اپنے کچھ رشتہ داروں کے ساتھ مل کر کارخانہ بازار میں سوپ میٹریل کا کاروبار شروع کیا اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی پھر 1955ء میں کتابوں کے اشاعتی کاروبار سے منسلک ہو گئے اس کاروبار میں ترقی ہوئی اس طرح 1955ء میں آپ کا سارا خاندان رسولپور جتاں (شیخوپورہ) سے فیصل آباد منتقل ہو گیا۔ یہاں پھر 1964ء میں جامعہ رضویہ کے باہر ارشد مارکیٹ میں چشتی کتب خانہ قائم کیا جو اب تک علم و ادب اور مذہب وملت کی اشاعتی خدمات انجام دے رہا ہے۔

شاعری میں مقام !

آپ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت میں نعت لکھتے تھے آپ کے اس جوہر کو فیصل آباد کے مذہبی ماحول میں اور جلاء ملی آپ کی لکھی ہوئی نعتیں شہر میں ہونے والی محافل میلاد اور عرسوں کی تقریبات میں پڑھی جانے لگیں اس سے آپ کا نام شہر میں گونجنے لگا جو جلد ہی پورے ملک میں نعتیہ شاعری کے اعتبار سے مقبول و معروف ہو گیا فیصل آباد میں ہونے والے پنجابی اور اردو کے مشاعروں میں شرکت کی تو ہر طرف سے داد پائی۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو مختلف زبانوں اردو، فارسی، عربی، پنجابی اور سرائیکی پر مکمل عبور تھا وہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں ہونے والی ادبی تقریبات، محافل، میلاد، محافل نعت اور سیرت النبی کانفرنسوں میں شریک ہوتے اور اپنا کلام سنا کر داد حاصل کرتے۔ آپ نے فیصل آباد 1960ء کی دہائی میں ہنگامہ خیز ادبی تحریک شروع کی پنجابی بزمِ ادب کے وہ بانی تھے اس بزم کے پلیٹ فارم سے آل پاکستان مشاعرے، طرحی مشاعرے اور نعتیہ محافل ان کا طرۂ امتیاز تھا 1965ء کی پاک بھارت جنگ کے بعد دھوبی گھاٹ کے گراؤنڈ میں ہونے والا ملک گیر مشاعرہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا ادبی کارنامہ تھا اس اجتماع میں ایک لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی اس سے پہلے یا اس کے بعد آج تک اتنی بڑی محفل مشاعرہ اس شہر میں منعقد

نہیں ہو سکی آپ مشہور نعت گو شاعر دائم اقبال دائم کی مناسبت سے اپنا تخلص صائم لکھتے تھے۔

آپ کی نعتیہ شاعری اور شاگرد

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے نہ صرف نعتیہ شاعری کی بلکہ ملک میں نعت گو شاعروں اور نعت خوانوں کی اچھی بھلی جماعت تیار کی کئی شاعر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے اصلاح لیتے تھے اردو اور پنجابی زبان کی اپنی لکھی ہوئی کتب کی تعداد ایک سو سے زائد ہے آپ پورے پاکستان کے شاعروں سے نعت لکھواتے اور ان کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ان کے مجموعوں کو شائع کرتے،، آپ کے چشتی کتب خانہ پر ہر سال منعقد ہونے والی محفلِ نعت پاکستان بھر میں خصوصی شہرت کی حامل تھی اس محفل میں نعت پڑھنے کے لئے ملک کے سینکڑوں نعت خواں منتظر رہتے اور سٹیج پر آ کر نعت پڑھنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔

شاعری میں آپ کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں میں ہے جن میں خاص طور پر درج ذیل اسماء گرامی محتاج تعارف نہیں ۔☆ جناب الحاج یوسف نگینہ صاحب ☆ الحاج طاہر رحمانی المعروف حافظ بجلی ☆ جناب عبدالستار نیازی ☆ جناب سید ناصر حسین چشتی ☆ جناب محمد مقصود مدنی ☆ جناب یٰسین اجمل ☆ جناب جمیل چشتی ☆ جناب اقبال شیدا ☆ جناب قائد شرقپوری ☆ جناب سید خضر حسین شاہ ☆ جناب واصف بڈیانوی ☆ جناب صدف جالندھری ☆ جناب بری نظامی ☆ محمد دین سائل ☆ کوثر علی چشتی ☆ محمد دین پروانہ گوجروی ☆ دلکش فیصل آبادی ☆ محمد یعقوب سفر ☆ محمد امین برق فیصل آبادی ☆ حکیم مشتاق احمد مشتاق ٹوبہ ☆ محمد اسلم شاہ کوٹی ☆ عبدالخالق تبسم ☆ محمد گلزار چشتی ☆ نذیر احمد راقم ☆ عبدالرشید ارشد ☆ محمد رمضان راشد ☆ عاشق علی حق اور ڈاکٹر محمد یونس ملتانی

آپ کی نعتوں میں غنائیت اور نغمگی آپ کے مزاج کا خاصہ ہے آج کل اکثر بڑے بڑے نعت خواں بڑی بڑی محافل میلاد میں آپ کی نعتیں پڑھ کر داد حاصل کر رہے ہیں۔

تصنیفی و تحقیقی خدمات

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ صرف ایک شاعر ہی نہ تھے بلکہ اردو اور پنجابی زبان کے نامور ادیب، جید عالم اور محقق تھے انہوں نے کئی موضوعات پر تحقیقاتی کتب لکھیں کئی عربی اور فارسی کتب کے تراجم کئے خاص طور پر تفسیر، حدیث تصوف اور عربی منظور کتب کے اردو میں تراجم کر کے اردو دان طبقہ کے لئے بڑا احسان کیا۔

آپ کی کتب کی تعداد 500 کے لگ بھگ ہے آخر میں چند اہم کتب اور تراجم کے نام لکھے جائیں

گے آپ نے بے شمار علمی وادبی موضوعات پر تنِ تنہا بے سروسامانی کے عالم میں کسی سرکار گرانٹ کے بغیر انتہائی تحقیقی کام کیا جو انسان کو حیرت میں ڈال دیتا ہے خاص طور پر تفسیر کبیر اور تفسیر ابن عربی کا ترجمہ، ایمانِ ابی طالب، مشکل کشا، شہید ابن شہید، گیارہویں شریف اور دیوان حضرت ابوطالب کا ترجمہ قابل ذکر ہے۔

جب آپ نے اپنی کتاب ایمانِ ابی طالب لکھی تو بڑے بڑے علماء کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تنگ نظروں نے پر تنقید کرتے ہوئے رفض کی پھبتی بھی کسی۔ آپ نے ان کی پراہ نہ کرتے ہوئے امام شافعی کے اس قول کے مطابق اعلان کرتے ہوئے اہل بیت کی محبت میں اپنا تحقیقی سفر جاری رکھا۔ اگر اہل بیت کی محبت رفض ہے تو دنیا بھر کے جنوں اور انسانو گواہ ہو جاؤ سب سے بڑا رافضی میں ہوں۔

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک وسیع ذاتی کتب خانہ تھا جس میں کم وبیش ایک لاکھ کے لگ بھگ مختلف عنوانات پر مختلف زبانوں میں کتب موجود ہیں یہ کتب خانہ محققین اور طلباء کے لئے کھلا رہتا۔

وصالِ پاک

علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے بھرپور زندگی گزارتے ہوئے 22 جنوری 2000ء چودہ شوال المکرم 1420ھ کو رات کے وقت اپنی جان خالقِ حقیقی کے سپرد کی آپ کی نمازِ جنازہ میں شہر کے ممتاز علماء، شعراء، ادباء اور نعت خوانوں کے علاوہ کثیر تعداد میں عامۃ الناس نے شرکت کی۔

اولاد

آپ کو اللہ تعالیٰ نے چار بیٹیوں کے علاوہ تین بیٹوں کی نعمت سے نوازا بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

1 صاحبزادہ محمد لطیف ساجد چشتی

2 صاحبزادہ محمد شفیق مجاہد چشتی

3 صاحبزادہ محمد توصیف حیدر چشتی

آپ کی اولاد کے علاوہ کثیر تعداد میں نعت خواں اور شعراء آپ کے نام اور کام کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔

عرس مبارک

ہر سال چودہ شوال المعظم کو آپ کا عرس مبارک نہایت تزک و احتشام سے جامع مسجد سیدنا حیدرِ کرار رحمت ٹاؤن غلام محمد آباد فیصل آباد میں منایا جاتا ہے۔ مزار مبارک کو غسل دیا جاتا ہے، رسمِ چراغاں ہوتی ہے، چادر پوشی، ختم شریف کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ محفلِ سماع، نعت خوانی اور علمائے کرام کے خطابات ہوتے ہیں ان مبارک تقاریب میں ملک اور بیرون ملک سے مشائخ عظام شرکت فرماتے ہیں۔

فہرست

باب
تزویجِ مقدس

حرفِ آغاز

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم وَآلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡن

مشیتِ ایزدی کی حکمتوں اور اسرارِ الٰہیہ کو سمجھ لینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔ بلکہ اِس منصب جلیلہ پر خداوندِ قدوس کی بارگاہِ اقدس سے خاص خاص لوگوں کو ہی متمکن کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہماری ہر خواہش اُسی وقت پوری ہو جائے جب وہ ہمارے دل و دماغ میں کروٹ لیتی ہے، مگر ارادہ مصمم اور عزمِ راسخ ہو تو یقیناً یقیناً اللہ تبارک وتعالٰی ہماری آرزوؤں کو پورا فرما دیتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اِس میں کچھ تاخیر واقع ہو جائے۔ اور یہ تاخیر عربی کے اِس مقولہ "اَلتَّاخِیۡرُ مِنَ الرَّحۡمٰن" کے مِصداق یقینی طور پر بہتر سے بہتر نتائج پر مبنی ہوتی ہے۔

کتاب ہذا بھی قارئین کی خدمت میں کچھ تاخیر سے پیش کی جارہی ہے، مگر

ہے اگر تاخیر تو کچھ باعثِ تاخیر بھی تھا

حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرتِ مقدسہ ایک ایسا بحرِ ناپیدا کنار ہے جس کا کماحقہ احاطہ ناممکن الامر ہی نہیں بلکہ محال ترین ہے۔

ہم نے اِس موضوع پر جو کتاب پہلے تصنیف کی تھی وہ باوجود ایک ضخیم کتاب ہونے کے موجودہ کتاب کا کچھ حصہ ہی قرار دی جاسکتی ہے، اُس کی طباعت میں تاخیر ہوئی تو قدرت خداوندی کی پوشیدہ حکمتوں نے تحقیق تجسس کی مزید نئی راہوں پر ڈال دیا اور پھر یہ سلسلہ زُلفِ محبوب کی طرح طویل سے طویل تر ہوتا گیا اور کتاب کا مسودہ تین ہزار سے بھی زیادہ صفحات پر پھیل گیا۔

ہماری خواہش بھی یہی تھی اور کوشش بھی یہی تھی کہ کتاب مختصر اور جامع ہو مگر اِس خواہش کا صرف ایک حصہ ہی پورا ہو سکا یعنی کتاب جامع تو ہو گئی مگر مختصر نہ رہ سکی۔

اختصار نہ کر سکنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ذات ستودہ صفات شروع ہی سے متنازعہ فیہ رہی ہے۔ سرکارِ دوعالم حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد بھی اِس پر شاہدِ عدل ہے، کہ

"یا علی تم مثالِ مسیح" ہو، انہیں کی طرح ایک گروہ تمہاری شان میں غلو و مبالغہ سے کام لیکر راستہ

کھو بیٹھے گا اور ایک گروہ تمہارے ساتھ عداوت اور دُشمنی کے سبب تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

دورانِ تصنیف ہمیں اس گروہ کے چند نام نہاد محققین کی تحقیق دیکھنے کا بھی موقعہ ملا اور یہ ایسی معاندانہ تحقیق تھی جس نے ہمارے راہوارِ قلم کو ایک ایسی طرف موڑ دیا جس میں ہر مقام متعینہ منزل معلوم ہوتا مگر جب اس مقام تک رسائی ہو جاتی تو محض نشانِ منزل بن کر رہ جاتا اور یوں ہی یہ سفر کٹتا رہا، راستہ بھی دُشوار گذار تھا اور قدم قدم پر مشکلات کا بھی سامنا تھا، ایسی مشکلات جنہیں صرف محسوس کیا جا سکتا ہے سمجھا یا نہیں جا سکتا مگر ہمارے مرکبِ خیال کی زمام مشکل کشاء کے ہاتھوں میں تھی، ہم مشکلات کے سامنے سپر کیسے ڈال سکتے تھے، خداوندِ تعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا فضل شاملِ حال تھا۔

محبوبِ خدا علیہ التحیۃ والتسلیم کا دامانِ رحمت سایہ کئے ہوئے تھا اور تاجدارِ ھل اتیٰ شیر خدا مشکل کشاء علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہر ہر گام پر رہنمائی حاصل تھی پھر منزل مقصود کیوں نصیب نہ ہوتی"

یہ الگ بات ہے کہ ہمیں اِس قدر دُشوار گذار راہوں اور پُر پیچ وادیوں سے ہو کر گذرنا پڑا جہاں تاریخ کی بھول بھلیاں ایمان وایقان کا جنازہ نکال کر رکھ دیتی ہیں۔

بہر حال! یہ راستے نہائت ہی عجیب و غریب تھے جنہیں انتہائی خوشگوار بھی کہا جا سکتا ہے اور نہائت صبر آزما بھی، اِن عجیب راہوں میں اگر چند لحات کے لیے اذیت اور تکلیف برداشت کرنا پڑتی تو چند قدم چلنے پر سامانِ راحت بھی موجود ہوتا۔ اگر کچھ وقت کے لئے دامانِ دل ونگاہ خاردار جھاڑیوں میں اُلجھ کر رہ جاتا تو جلد ہی مشامِ جان کو معطر کر دینے والی مشکبار ہوائیں قریب ہی کسی مہکتے ہوئے گلشنِ محبت کی نشاندہی کر دیتیں۔

اِس حقیقت سے شاید کسی کو انکار نہ ہو کہ وادیٔ تحقیق میں قدم رنجا فرمانے والے بڑے بڑے محققین سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔

بلکہ راستہ کی ناہمواریاں متعدد لوگوں کے ذہن ماؤف کر کے رکھ دیتی ہیں اور ایسے لوگ بالآخر تھک ہار کر خود کو سپردگی کے عالم میں حالات کے دھارے پر چھوڑ دیتے ہیں اور طوعاً وکرہاً کسی ایک راستہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ خواہ انکی اُبھرتی ہوئی شخصیت ان کے متبعین کے لئے ہدائت وسلامتی کا مینارۂ نور ثابت ہو یا ضلالت وگمراہی کا اندھا کنواں۔

ہم نے اپنی حیاتِ مستعار کا معتد بہ حصہ ان حالات کا تجزیہ کرنے میں بھی صرف کیا ہے جن کے تحت محققین کی جماعت کا کچھ حصہ راہِ مستقیم کو چھوڑ کر آڑی ترچھی پگڈنڈیوں پر گامزن ہو جاتا ہے جبکہ اُن کے پاس علم اور عقل کی روشنی بھی ایک خاص مقدار میں موجود ہوتی ہے اور پھر یہ حقیقت پر مبنی نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ اِس قسم کے لوگوں کے پاس علم وعقل کی روشنی تو ضرور ہوتی ہے مگر ان کے قلوب واذہان عشق ومحبت کے انوار و تجلیات سے یکسر محروم ہوتے ہیں۔

حالانکہ علم وعقل کی روشنی کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسا کہ ایک بند کمرے میں ایک لیمپ روشن کر رکھا ہو اور اُس کا مخصوص دائرۂ کار کمرے کے در و دیوار سے آگے نہ بڑھ سکے اور جب وہ شخص اندھیری شب میں اس کمرے سے باہر جھانک کر دیکھے تو اُسے سوائے اندھیروں کے تہہ در تہہ پردوں کے اور کچھ بھی نظر نہ آئے جبکہ اسکے برعکس، عشق کا نورِ دِل کے آسمان پر آفتاب جہاں تاب کی صورت میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے طلوع کر کے نہ صرف یہ کہ اپنے دل و دماغ ہی کو منور کرتا ہے بلکہ اِس کی ضیاء پاش کرنیں اس کے گرد و پیش کو بھی درخشاں کر دیتی ہیں۔

عشق ایک ایسا لافانی اور لازوال نور عطا فرماتا ہے جس کی روشنی میں آگے پیچھے یسار و یمین اور تحت و فوق کی ہر چیز کا باآسانی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ علم اور عقل انسان کو صرف نورِ بصارت ہی عطا کرتے ہیں جبکہ عشق ''اتقوا فراسۃ المومن'' کی تفسیر بن کر اُسے نورِ بصیرت کے لامتناہی فیضان سے بہرہ ور کر دیتا ہے

عقل تو ہے ہی سرابوں میں اُلجھ کر رہ جانے والی چیز علم کی روشنی بھی بالعموم دھوکا دے جاتی ہے اِس لئے محدود بھی ہوتی ہے اور عارضی بھی، علم کی کمی اور زیادتی کی وجہ سے اِس کا کم اور زیادہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔

علم کے بے شمار مراحل بھی ہیں اور لاتعداد مدارج بھی اور عقل بھی تو ایک جیسی نہیں ہوتی اسکی بھی قسامِ ازل نے درجہ بندی کر رکھی ہے یہی وجہ ہے کہ اِن کو اکثر طور پر زوال و انحطاط کا ہی شکار ہونا پڑتا ہے۔

مگر عشق کا نور عشق ہی کی طرح لازوال اور غیر فانی ہے اِس میں فراوانی تو آسکتی ہے مگر کمی کا گمان نہیں کیا جاسکتا اِس لئے کہ اس کا اُجالا تجربات و مشاہدات کی پیداوار نہیں، اسکا نور اکتسابی نہیں بلکہ وہبی ہے اور جو چیز وہبی ہو وہ دھوکا بھی نہیں دیتی اور اس میں کمی واقع ہونے کا بھی ہرگز ہرگز امکان نہیں ہوتا۔

علم جب تک حدودِ عرفان میں داخل ہو کر آگہی حاصل نہیں کرتا روشنی کا ایک ایسا محدود دائرہ رہتا ہے جو کبھی رہنما کے فرائض انجام دیتا ہے اور کبھی خود اپنے لئے ہی پردہ بن جاتا ہے اور ایسے ہی علم کو ''العلم حجاب اکبر'' کہا گیا ہے۔ اسی طرح جس عقل کا رہنما عشق نہ ہو وہ بجائے حقائق کی کنہ تک پہنچنے کے خود فریبی کا شکار ہو جاتی ہے اور پھر خود اس قابل بھی نہیں رہتی کہ وہ کسی دوسرے کی راہنمائی قبول کرلے۔ بلکہ وہ اپنی خود فریبی کو چھپانے کیلئے گرگٹ کی طرح متعدد رنگ بدلنا شروع کر دیتی ہے ''عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے'' مگر گوہرِ مقصود حاصل کرنا اِسکے بس کا روگ نہیں رہتا۔

اِس لئے کہ اسرار و رموزِ الٰہیہ اور فرامینِ مصطفویؐ کو بھی اپنے معیار پر پرکھنا شروع کر دیتی ہے، جز ہو کر بھی اپنے کل کا احاطہ کرنے کے درپے ہو جاتی ہے، حالانکہ جز کل پر کبھی محیط ہو ہی نہیں سکتا، قطرہ سمندر کی تہہ میں جا کر جزِ و سمندر تو بن سکتا ہے لیکن سمندر سے باہر رہ کر سمندر کی بیکراں وُسعتوں کا نہ تو تعین کر سکتا ہے اور نہ ہی احاطہ کر سکتا ہے۔ جز کے لئے اس میں ہی بھلائی ہے کہ وہ اپنے کل میں خود کو فنا کر کے حیاتِ دوام

حاصل کرلے۔ ترجمانِ اہلسنت علامہ اقبال'' جبھی تو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ:۔

عقل قرباں کن بپیش مصطفیٰ

اور پھر فرماتے ہیں کہ:۔

موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

یہ کوئی منطقی استدلال اور فلسفیانہ اشارات نہیں جن کا سمجھنا دُشوار ہو بلکہ یہ ایک بالکل سامنے کی بات ہے قرآن مجید کے حقائق و معارف جاننے کے لئے صاحبِ قرآن کا دامن جھٹک کر آگے بڑھنے کی کوشش تباہی اور بربادی کے سوا کیا دے گی۔

اِسلام کی لطافتوں، نظافتوں اور سربلندیوں سے آگاہی حاصل کرنا ہے تو بانیٔ اسلام کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا ہوگا اور بے چون وچرا اس کے سرمدی احکام کے حضور سرِ نیاز جھکانا پڑے گا۔

احکامِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو اپنی محدود اور بیمار عقل کی کسوٹی پر پرکھنا علمی جہالت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پڑھا لکھا جاہل ان پڑھ جاہل سے کہیں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ ان پڑھ جاہل صرف اپنی ذات تک گم کردہ راہ ہوتا ہے جبکہ پڑھا لکھا جاہل اپنے علاوہ دوسرے بے شمار لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

وہ ایسے مرض کا شکار ہوتا ہے جسکی بیماری کے جراثیم نہائت آسانی سے اس کے قریب آنے والوں میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اُن کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ وہ کیسی مہلک مرض کا شکار ہو چکے ہیں۔

خارجیت کی وبا بھی ایسی ہی متعدد مرض کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ جس کے اثرات اِسقدر تیزی سے پھیل رہے ہیں کہ اگر بروقت ان مہلک جراثیم کو ختم نہ کیا گیا تو ان پر قابو پانا مزید دُشواریوں میں مبتلا کردینے کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔

اور ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ خارجیت کے جراثیم ہمارے ملک میں ایک خاص منصوبے اور سوچی سمجھی سکیم کے تحت درآمد کیے گئے ہیں اِن خوفناک جراثیم کی درآمدگی کا ذکر ہم نے محض مفروضے کے طور پر ہی نہیں کیا بلکہ ہمارے پاس اس کے واضح ترین شواہد موجود ہیں اور ایسی مطبوعہ تحریریں موجود ہیں جن میں بعض نام نہاد اسلامی ریاستوں کے سربراہ اس سلسلہ میں خرچ کرنے کے مقر ہیں۔

اور ہمارے ملک کے خارجیت زدہ لوگ بڑے طمطراق سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ اِن ایمان کش جراثیم پھیلانے کا اہتمام فلاں ''شاہ'' نے اپنے ذاتی خرچہ سے کیا ہے۔

کسقدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ اسلام کی علمبردار کہلانے والے لوگ ہی اسلام کی بیخ کنی پر تلے ہوئے ہیں۔ اور مسلمانوں کا رُوحانی اثاثہ لوٹنے کے ساتھ ساتھ انہیں مادیت کے زہریلے انجکشن بھی دے رہے ہیں۔

بات کہاں سے کہاں تک چلی گئی ہے بتانا یہ تھا کہ ہم اِس کتاب کو محض صاحبِ وجدان اور اہلِ محبت حضرات کے لئے ترتیب دینا چاہتے تھے ہماری یہ خواہش تھی کہ ہم رُوحانیت کے تاجدار کی ضربِ ید اللّٰھی کو اِس انداز میں پیش کرتے کہ موجودہ نسل کے نوجوانوں میں اسلام کے ناقابلِ تسخیر مجاہد بننے کا جذبہ اُجاگر ہوتا۔ مگر جب موجودہ خارجیوں کی شرمناک اور سرتاپا فریب عبارتیں سامنے آئیں تو ہمیں اپنے قلم کا رُخ تھوڑا سا تبدیل کرنا پڑا۔

اگرچہ ہمارا منتہائے مقصود اب بھی وہی ہے تاہم منزل تک پہنچنے کے لئے دُوسرا راستہ اختیار کرنا پڑا ایسا راستہ جو مشکلات سے اٹا پڑا ہو۔ ایسا راستہ جس پر چلنے کے لئے ہر قاری مشکل سے ہی تیار ہوتا ہے۔ اِس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ لطیف اذہان بحث ومناظرہ جیسے مضامین سے اجتناب ہی میں عافیت سمجھتے ہیں مگر افسوس کہ عقلِ ناتمام کی راہنمائی میں چلنے والے زر خرید غلاموں اور قلم کی طہارت بیچنے والے کمینہ خصلت اور کینہ توز نام نہاد محققین نے ہمیں مجبور کر دیا ہے کہ نشانِ منزل کی راہنمائی کرنے کے ساتھ ساتھ راستے کے روڑے ہٹانے کا فریضہ بھی انجام دیں۔ اِس سلسلہ میں ہمیں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

حالانکہ ہمیں یقین ہے کہ اللہ جلّ مجدہٗ الکریم اِس کوشش کو رائیگاں نہیں فرمائے گا۔

اور آج نہیں تو کل ایک وقت ایسا ضرور آئیگا جب اِس کتاب کی افادیت سے کسی کو بھی مجالِ انکار نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہم نے جس قدر بھی سعی وکاوش کی ہے اس میں کسی مقام پر بھی خلوص ودیانت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور ہماری طمانیت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم نے قلم کے تقدس کو فروخت نہیں کیا ہے اور نہ ہی اپنے ایمان کی قیمت وصول کی ہے۔ جس بات کو حق سمجھا ہے اُسے بغیر کسی قسم کا پیچ وخم دیئے تحریر کر دیا ہے اور حق...... اگر حق ہے تو اُس کے سامنے باطل نہیں ٹھہر سکتا، اس لئے کہ !

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿۸۱﴾

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے اور خدا تعالیٰ کے فرامین تغیر وتبدل سے پاک ہیں، زمانے کے تغیرات خداوندِ قدوس کے کسی بھی فرمان پر اثر انداز نہیں ہوسکتے۔

دُعا کریں کہ اللہ جل مجدہٗ الکریم اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے اِس کتاب کو قبول ومنظور فرمائے اور آنے والے ہر دَور کیلئے مشعلِ راہ بنائے۔ آمین ثم آمین۔

نیاز کیش

صائم چشتی

۱۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

باب

والدین مشکل کشاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

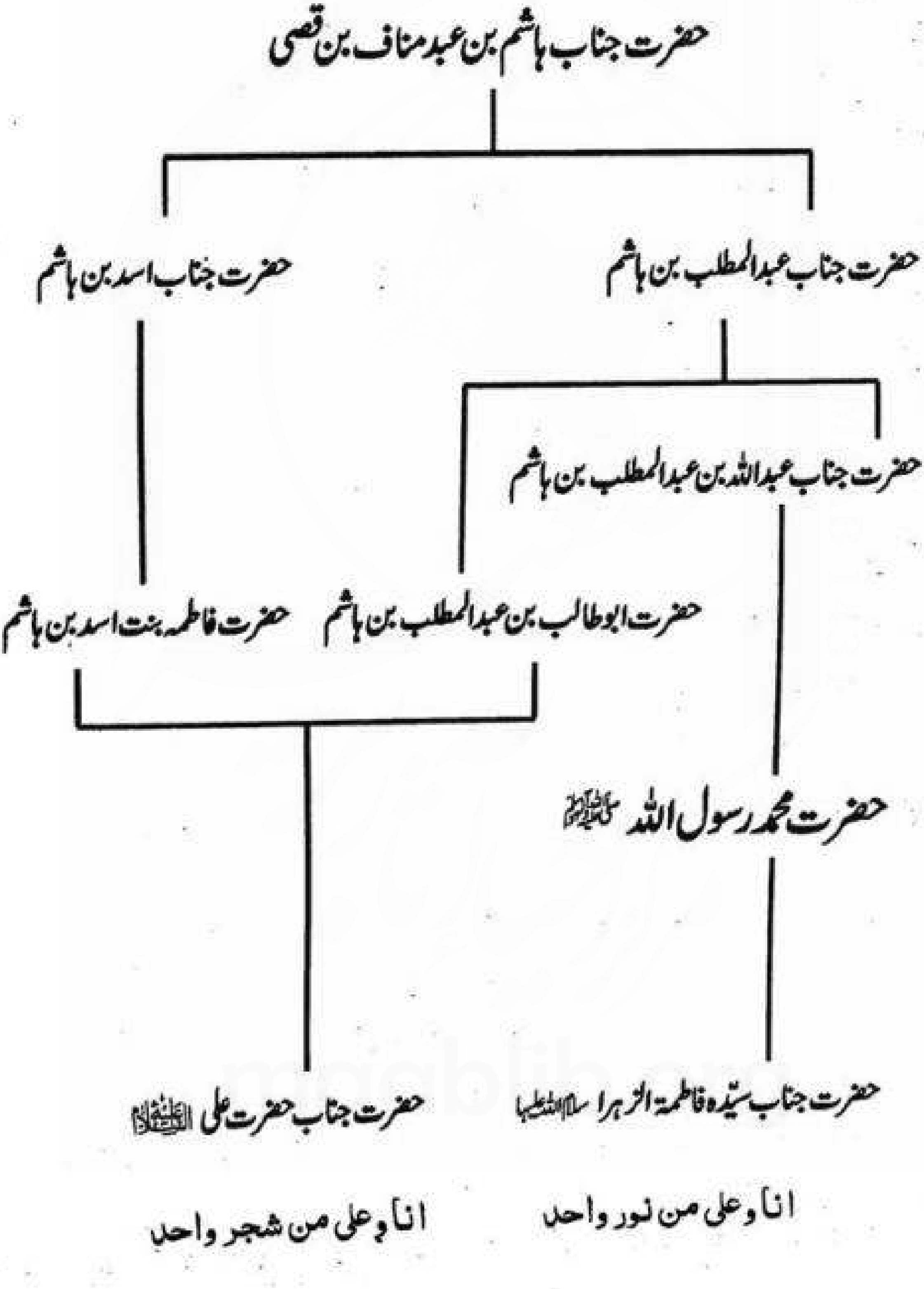
نسب نامہ

جیسا کہ ہم "حرفِ آغاز" میں بتا چکے ہیں کہ ہماری خواہش یہ تھی کہ ہمہ اقسام کی مباحث سے کلیۃً احتراز کرتے ہوئے مولائے کائنات، تاجدارِ ولایت، سیدنا حیدر کرار مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرت طیبہ نقل کی جاتی مگر اِس خواہش کے پورا نہ ہو سکنے کی سب سے بڑی وجہ خوارج ونواصب کی بڑھتی ہوئی شاطرانہ قلمکاریاں ہیں۔

ارضِ پاک میں خاندانِ بنوہاشم کے خلاف جو ڈرامہ اِن خارجیوں نے رچا رکھا ہے اس کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرت طیبہ کے ساتھ ساتھ اِن اعتراضات کا بھی سدِ باب کر دیا جاتا جو آئے دن یہ لوگ اُٹھائے رہتے ہیں اور کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں۔

چنانچہ آغازِ کتاب سے ہی یہ سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ کیونکہ دُشمنانِ اہلبیت نے حضرت علی علیہ السلام کے والدین کے متعلق بھی عجیب عجیب باتیں وضع کر رکھی ہیں جن کی تفصیل جلد ہی پیش کی جا رہی ہے فی الحال آپ کا نسب نامہ ملاحظہ فرمائیں۔

شجرۂ نور


حضرت جناب ہاشم بن عبد مناف بن قصی
حضرت جناب عبدالمطلب بن ہاشم
حضرت جناب اسد بن ہاشم
حضرت جناب عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم
حضرت ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم
حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم
حضرت محمد رسول اللہ ﷺ
حضرت جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا
حضرت جناب حضرت علی علیہ السلام
انا و علی من نور واحد
انا و علی من شجر واحد

پاکیزگیٔ نسب

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والدِ گرامی حضرت ابوطالبؓ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ دونوں کے دادا حضرت ہاشم بن عبد منافؓ ہیں۔ یعنی آپکا باپ جناب ہاشمؓ کا پوتا ہے اور آپ کی ماں جناب ہاشمؓ کی پوتی ہے اور جناب ہاشمؓ اگر حضرت علیؑ کے والدین کے دادا ہیں تو امام الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی دادا ہیں۔ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب نامہ عالیہ محتاج تعارف نہیں"

آپ کے آباؤاجداد کی پاکیزگی وطہارت منصوص بالنص ہے۔ اگرچہ کچھ ایسی روایات ذخیرۂ حدیث میں موجود ہیں جن کی اُتباع کرتے ہوئے بعض لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤاجداد کے بارہ میں مشرک وغیرہ ہونے کا گمان کیا ہے مگر جمہور علماء نے ایسے گمان کو غلط قرار دیا ہے اور حضور سرورانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کے پیش نظر کہ ہم طیب وطاہر اصلاب وارحام میں منتقل ہوتے رہے ہیں ثقہ محدثین کی ایک جماعت نے اُن روایات کا نسخ کیا ہے جن میں اس کے خلاف پایا جاتا ہے اور اِس پر مزید اللہ تبارک وتعالیٰ کے اِس فرمان کو بھی شاہد بنایا ہے کہ محبوبؐ ہم تمہارا ساجدین میں منتقل ہونا ملاحظہ فرمارہے ہیں۔

بہرحال! یہ مسئلہ کبھی متنازعہ رہا بھی ہو تو اب نہیں ہے کیونکہ بعض علمائے وہابیہ بھی اِس سے اتفاق کرتے ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤاجداد کفر وشرک وغیرہ کی نجاستوں سے مطلق طور پر پاک ہیں۔ اِس پر فرمانِ رسولؐ شاہد ہے ہم نے اِس موضوع پر ایک مستقل کتاب "والدین رسول الثقلین" تصنیف کی ہے جو انشاء اللہ العزیز عنقریب طبع ہوجائیگی۔

اب جبکہ علماء اُمت کی کثیر تعداد کا فیصلہ ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤاجداد کرام طیب وطاہر ہیں تو ظاہر ہے کہ جناب سیدنا حیدر کرارؓ کے آباؤاجداد بھی وہی ہیں جو جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں۔

نُور کیسے منتقل ہوا ؟

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور علی کو دو نور بنا کر اپنے عرش کے سامنے پیدا فرمایا۔ تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل ہم خدا تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ہمارا نور اُن کی

پشت میں جاگزیں فرمایا۔ جو اصلاب وارحام طیبات وطاہرات میں منتقل ہوتا ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ٹھہرا اور وہاں سے پاکیزہ صلبوں اور ارحامِ طاہرہ میں پھرتا ہوا حضرت عبدالمطلبؓ کی پشت میں جلوہ افروز ہوا۔ وہاں سے دو تہائی حصہ حضرت عبداللہؓ کو اور ایک تہائی حصہ حضرت ابوطالبؑ کو ملا۔ پھر وہ نور مجھ سے اور علیؑ سے فاطمہ میں آکر مجتمع ہو گیا پس حسنؑ اور حسینؑ پروردگار عالمین کے دو نور ہیں۔ متن ملاحظہ ہو۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ان اللہ خلقنی وخلق علیاً نورین بین یدی العرش نسبح اللہ و نقدسہ قبل ان یخلق آدم بالفی عام فلما خلق اللہ آدم اسکننا فی صلبہ ثم نقلنا من صلب طیب وبطن طاھر حتی اسکننا فی صلب ابراھیم ثم نقلنا من صلب ابراھیم الی صلب طیب و بطن طاھر حتی اسکننا فی صلب عبدالمطلب ثم افترق النور فی عبدالمطلب فصار ثلثاہ فی عبداللہ و ثلثہ فی ابو طالب ثم اجتمع النور منی ومن علی رضی اللہ عنہ فی فاطمہ رضی اللہ عنہا فالحسن رضی اللہ عنہ والحسین رضی اللہ عنہ نوران من رب العلمین۔

(نزھۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ مطبوعہ مصر للعلامہ عبدالرحمن الصفوریؒ)

ایسی ہی ایک روایت حضرت علامہ مولانا محمد جعفر اپنی مشہور کتاب "تذکرۃ الواعظین" میں نقل فرماتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ! اے علی ہم اور تو اصلاب وارحام طیبات طاہرات میں منتقل ہوتے رہے ہیں اور ہمیں جہالت کا زمانہ نہیں چھو سکا۔ عربی متن ملاحظہ ہو!

عن ابی العاص انہ قال قال رسول اللہ ﷺ لعلی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم یا علی انا وانت نقلنا من اصلاب الطاھرات الی الارحام الزاکیات وما مسنا عھد الجاھلیۃ

(تذکرۃ الواعظین باب الخامس والاربعون صفحہ ۱۶۹)

ان روایات سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جس طرح حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کفر اور شرک کی نجاستوں سے پاک اور طاہر تھے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کے والدین بھی شرک وکفر کی نجاستوں سے پاک طیب وطاہر تھے۔

کیا ابو طالب مشرک تھے ؟

بعض ایسی مشہور روایات کتبِ احادیث میں موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو طالبؑ نہ صرف یہ کہ کافر ہی تھے بلکہ مشرک بھی تھے لیکن یہ روایات غیر معتبر بھی ہیں اور غیر صحیح بھی اِس لئے کہ اُن ہی روایات میں ایک جملہ یہ بھی موجود ہے کہ آپ اپنے باپ دادے کے دین پر فوت ہوئے تھے چونکہ یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد کا فرو مشرک نہیں تھے۔ لہٰذا اُن روایات کو باطل قرار دینا پڑے گا۔ جن میں ہے کہ آپ اپنے باپ دادا کے دین پر بھی تھے اور مشرک بھی تھے۔

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایسی ایک روایت بھی کسی کتاب میں موجود نہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ حضرت ابو طالبؑ نے دنیا کے دورِ جہالت میں کبھی اصنام پرستی کی ہو یا قبیحات ومنکرات کو پسند فرمایا ہو۔ بلکہ ایسی روایات بکثرت ملتی ہیں کہ آپ اپنے والدِ گرامی جناب عبد المطلبؑ کی تقلید میں اُن چیزوں سے ہمیشہ احتراز فرماتے تھے جو عقیدۂ توحید کے برعکس ہوں یا جن میں قباحت کا کوئی پہلو ہو حتیٰ کہ آپ اپنے باپ ہی کی طرح شراب کو بھی اپنے اوپر حرام قرار دیتے تھے حالانکہ دورِ جہالت فی الحقیقت دورِ شراب تھا۔ چنانچہ سیرتِ حلبیہ میں ہے !

وکان ابی طالب ممن حرم الخمر علی نفسه فی الجاهلية كابيه عبد المطلب۔

(انسان العیون سیرۃ حلبیہ جلد اول ص ۱۳۴)

ہم نے سیدنا ابو طالبؑ کے متعلق ضخیم کتاب "ایمان ابو طالب" کے نام سے لکھی ہے اور وہ طبع بھی ہو چکی ہے۔ اِس کتاب میں ہم نے مضبوط ترین دلائل وبراہین سے ثابت کیا ہے کہ آپ دورِ جاہلیت میں بھی اپنے والد گرامی کی طرح توحید پرست تھے اور آپ کو شرک کی نجاست نے چھوا تک نہیں، اور آپ نے وقت احتضار اظہارِ اقرارِ رسالتِ محمدیہ بھی کر دیا تھا۔ اگرچہ باطنی طور پر اظہارِ رسالت ونبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے قائل تھے۔

ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے

جب ہم نے کتاب "ایمانِ ابی طالب" تصنیف کی تو ہمارے ایک بزرگوار نے ہمیں مشورہ دیا کہ اِس کتاب کا نام ایمانِ ابو طالب کی بجائے "خدماتِ ابو طالب" رکھیں، کیونکہ ایمانِ ابو طالب نزاعی مسئلہ ہے

جبکہ خدماتِ ابوطالب اظہر من الشمس ہیں جن سے انکار کی کسی کو مجال ہے ہی نہیں۔ اب اِن بزگوار کو کون سمجھائے کہ حضرت آپ کے نزدیک خدمات ابوطالب نزعی مسئلہ نہ ہوگا مگر ان لوگوں کا کیا کرو گے جن کے سینوں میں خاندان ہاشمی کے خلاف بغض و کدورت کے لاوے ابل رہے ہیں اور وہ کسی بھی قیمت پر یہ برداشت کرنے کو تیار نہیں کہ کسی قسم کا کوئی کریڈٹ خاندانِ علویہ کے حصے میں آجائے۔

ابوطالب نے حضور کی کفالت نہیں کی

اگر چہ تمام کتبِ تواریخ و سیر اور تفاسیر و حدیث میں بالاتفاق اور بالاجماع یہ حقیقت مرقوم ہے کہ حضور سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے مشفق دادا کی رحلت کے بعد اپنے شفیق چچا حضرت ابوطالبؑ کی آغوش رافت میں پروان چڑھے۔ مگر خارجی مصنف عباسی نے اِس نمایاں حقیقت کو جھٹلا کر جو نیا شگوفہ چھوڑا ہے وہ یہ ہے !

> واضح ثبوت ہے اِن وضعی رواتیوں کے بے اصل اور بے حقیقت ہونے کا جو "ابوطالب" کی آپؐ کی ذاتِ اقدس سے بے انتہا محبت تھی اور آپ کے ایامِ طفولیت میں کفالت و پرورش کرنے کی عام طور سے مشہور ہیں"
>
> ابوطالب کے سگے بھائی زبیر بن عبدالمطلب تھے وہ ہی اپنے پدر بزگوار عبدالمطلب کے وصی و جانشین تھے۔ وہی بارہ تیرہ برس ہاشمی خاندان کے سربراہ و سرپرست رہے۔ اُنہوں نے ہی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور آگے تفصیلاً آتا ہے اپنے محبوب چھوٹے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب کے اِن نادرۂ روزگار فرزندِ ارجمند محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پرورش و کفالت غیر معمولی محبت و شفقت سے کی تھی۔
>
> زبیر کے مرنے کے بعد جب ابوطالب سربراہ خاندان ہوئے تو آنحضرت کا سن شریف بائیس تیئس برس تھا۔ آپ خود کفیل تھے اور تجارت ذریعہ معیشت تھا۔ کسی دوسرے چچا کی اعانت سے مستغنی تھے۔

(وقائع زندگانی ام ہانی مصنفہ محمود احمد عباسی خارجی صفحہ ۱۲)

کیا فرماتے ہیں ؟

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب کا نام "ایمانِ ابوطالبؑ" کی بجائے "خدماتِ ابوطالبؑ" رکھا جائے تو کس طرح، کیونکہ اب تو خدمات ابوطالب کا بھی پتہ کٹ چکا ہے

اور عیار لوگوں نے ایک ایسی تاریخ مرتب کرنا شروع کر دی ہے جس میں اِس قسم کے عنوان ہوا کریں گے۔
جنگِ بدر کربلا کے میدان میں لڑی گئی تھی...... خیبر کا قلعہ امیر معاویہ نے فتح کیا تھا...... کعبہ کی بنیاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رکھی تھی...... ابن عبدود کو ابو سفیان نے قتل کیا تھا...... مکہ معظمہ ایران کا دارالخلافہ ہے اور بیت المقدس کوہ ہمالیہ پر واقع ہے۔

یہ تاریخ ہے ؟

خارجی عباسی کی جس کتاب سے ہم نے مندرجہ بالا اقتباس پیش کیا ہے اس میں اِس قسم کی اور بھی تاریخ بازیاں کی گئی ہیں مثلاً اس میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ تاجدارِ دو جہاں سیاحِ لامکاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسمانی معراج ہرگز نہیں ہوئی بلکہ بیت الحرام سے بیت المقدس تک جانا بھی محض روحانی طور پر تھا۔
چہ جائیکہ لامکاں تک مع الجسم تشریف لے جانا بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ معراج تو محض، ایک خواب تھا جسے قصہ گو اور کذاب راویوں نے ایک من گھڑت افسانہ بنا کر پیش کیا ہے
اِسی کتاب میں تاریخ کا حلیہ یوں بھی بگاڑا گیا ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلانِ نبوت فرمایا تو اُن کے سب سے زیادہ دشمن اور ایذا دینے والے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تھے۔
خاص طور پر سخت دشمنی رکھنے والے ابو طالب کے لواحقین اور قریبی رشتہ دار تھے۔ اور یہ کہ فتح مکہ تک آپ سے جنگیں لڑنے والے تمام کے تمام بنو ہاشم تھے۔ اِن دشمنانِ اسلام میں بنو امیہ کا نام ہرگز نہیں آتا۔ وہ تو سب کے سب آپؐ کے جانثار تھے۔
اور اِس بات پر تو انتہائی زور صرف کیا ہے کہ ابو طالب بن عبدالمطلب نے نہ تو کبھی سرکارِ دو عالم کی کفالت ہی کی اور نہ ہی کسی قسم کی اعانت اور مدد کی اور جن روایات میں ان کی کفالت کا ذکر آتا ہے وہ سب کی سب وضعی، مصنوعی اور بناوٹی ہیں جنہیں کذاب راویوں نے افسانوں کی صورت میں جمع کر رکھا ہے۔
اِس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد نہ تو ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچیں اور نہ ہی انہوں نے اسلام قبول کیا۔
مندرجہ ذیل واقعات اگر تاریخ قرار دیئے جا سکتے ہیں تو یہ باور کرانا کونسا مشکل ہے کہ قرآنِ مجید انگلش زبان میں نازل ہوا تھا جسے مستشرقین اور شعرائے عرب نے مل کر عربی میں منتقل کر دیا تھا اور انگلش میں نازل ہونے والا اصلی قرآن مہاتما بدھ کے مجسمے میں مدفون ہے۔
مندرجہ بالا اقتباسات خارجی کی اصل عبارتوں کی صورت میں ہم اُن کے مواقع پر بلفظہٖ ہدیہ

قارئین کریں گے۔ دیکھنا تو یہ ہے کہ پاکستان میں اسلام کی یہ تاریخ اگر ایسے ہی مرتب ہوتی رہی تو نئی پود (New genration) کا کیا انجام ہوگا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ کفالتِ مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کا شرف حاصل کرنے والی ذات کا نام ابوطالب بن عبدالمطلبؑ ہے زبیر بن عبدالمطلب نہیں خارجی عباسی کی مزید چند تحریریں قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں جن میں اس کے برعکس یہ زور دیا گیا ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت ابوطالبؑ نے نہیں کی، بلکہ زبیر بن عبدالمطلب نے ہی کی ہے۔ ملاحظہ ہو !

ابوطالب نہیں زبیر بن عبدالمطلب

سیدہ آمنہ کی ناگہانی وفات کے بعد سے کوئی دو برس شفیق دادا کے آغوش محبت میں رہے۔ اِن ایام میں کفالت و پرورش عملی طور پر جناب زبیر کے ذمہ رہی جیسا ابھی ذکر ہوا عبدالمطلب کی کبیر سنی میں جملہ حوائج وضروریات اِن کے فرزند زبیر پوری کرتے تھے اور آنحضور بھی صغیر سنی میں ہی تایا زبیر سے زیادہ مانوس بھی تھے۔ بارہ تیرہ برس انہی کی آغوشِ محبت و مشفقانہ محبت میں رہے اور پھر انساب الاشرف بلاذری کا یہ حوالہ داغ دیا۔

بل اختیا رہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم علی الذبیر وکان الطف عمیہ بہ و یقال اوصاہ عبد المطلب بان یکفلہ بعدہ۔

(الانساب والاشراف جلد ا صفحہ ۸۵)

ترجمہ :۔

بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی زبیر کے پاس رہنا پسند کیا وہ ہی آپ کے چچوں میں سب سے زیادہ شفیق تھے کہتے ہیں کہ عبدالمطلب ہی کو وصیت کی تھی۔ کہ میرے بعد تم ہی اِن کی کفالت کرنا۔

دوسری دلیل

خارجی عباسی انساب الاشرف بلاذری کی عبارت کا یہ ٹکڑا نقل کرنے کے بعد دوسری دلیل اپنے موقف میں یہ دیتا ہے کہ قدما کی روایتوں میں صراحتاً بیان ہے کہ آنحضور کو صغیر سنی میں زبیر تایا اپنے گلے سے لگائے رہتے گودوں لئے پھرتے، ہاتھوں پر جھلاتے اور یہ لوری گنگناتے جاتے جسے دیگر مؤلفین کے علاوہ

ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ ۲/۳۰۸ میں بضمن تذکرہ عبداللہ ابن زبیر عبدالمطلب یوں درج کیا ہے۔

یقال ان الزبیر بن عبد المطلب یرقص النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وهو صغیر و یقول محمد بن عبد م عشت بعیش انعم فی عز فرع اسلم۔

ترجمہ !

کہتے ہیں کہ زبیر بن عبدالمطلب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب آپ صغیر سن تھے اپنے ہاتھوں پر جھلایا کرتے اور یوں کہتے۔

"یہ محمد میرے عبداللہ بھائی کی نشانی ہے خوب عیش و آرام سے جیے اور بڑی اعلیٰ منزلت و توقیر پائے۔"

کتاب المنمق کے قدیم ترین مؤلف ابوجعفر محمد بن حبیب الہاشمی متوفی ۲۴۵ھ نے بھی جناب زبیر کی یہی لوری دو بول کے اضافے سے یوں لکھی ہے !

قال الزبیر ابن عبد المطلب یرقص النبی ﷺ

محمد بن عبدم، عشت بعیش انعم لانات فی عیش عم ودولة ومغنم یفیک عن الکل انعم وعشت حتی تهرم۔

(کتاب المنمق ص ۴۳۵ مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن)

اِن عبارات میں کیا ہے ؟

ہم نے خارجی مصنف عباسی کے مندرجہ بالا حوالہ جات اسکی کتاب "وقائع زندگانی ام ہانی" کے صفحہ ایک سو تیس اور ایک سو اکتیس سے بلفظہ نقل کر دیئے ہیں تاکہ اس کے وضاحتی بیان میں کوئی کسر باقی نہ رہ جائے۔

اِن عبارات میں ایک عبارت تو بلاذری کی ہے جس میں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد حضور نے زبیر بن عبدالمطلب کی کفالت میں رہنا پسند کر لیا۔

کیونکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب زبیر ہی جناب عبدالمطلب کے وصی و جانشین تھے۔

الاصابہ وغیرہ کی عبارت میں ہے کہ جناب زبیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن میں لوری دیا کرتے تھے۔

بلاذری اور اس کی انساب الاشراف کے متعلق وضاحت کے لئے تو ہماری کتاب ''شہید ابن شہید حصہ دوم'' کا مطالعہ کریں۔ اِس میں نہایت شرح و بسط کے ساتھ بتایا گیا ہے کی بلاذری کس بلا کا نام ہے حالانکہ خارجی مصنف نے اس کی بیان کردہ روایت کا محض ایک ٹکڑا نقل کر کے اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی ہے۔

بلاذری کی بیان کردہ پوری روایت ہماری تصنیف ''ایمان ابوطالب'' میں ملاحظہ کریں۔

رہا الاصابہ وغیرہ کی اِس روایت کو دلیل کے طور پر استعمال کرنا کہ چونکہ حضرت زبیر بن عبدالمطلب سرور انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچپن ہی میں ہاتھوں پر اُٹھا کر لوریاں سنایا کرتے تھے۔ لہٰذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد انہی کی کفالت میں رہنا پسند کر لیا تو یہ محض ایک فریب ہے اور دلیل بھی قطعاً بے جان ہے خدا تعالیٰ جب کسی کا ایمان زائل کرنے کا ارداہ فرماتا ہے تو اُس کی عقل بھی چھین لیتا ہے۔ ہم اِس فاتر العقل بڈھے کھوسٹ اور احمق الناس محقق سے پوچھتے ہیں کہ اے بدطینت اور دشمنِ اہلبیت یہ تو بتا کہ بچوں کو لوری کس عمر میں دی جاتی ہے ؟

کیا جنابِ زبیر آپ کو آٹھ نو سال کی عمر میں بھی لوری سنایا کرتے تھے جس سے متاثر ہو کر آپ نے انہی کی کفالت میں رہنا پسند فرمایا۔ محض اپنی انانیت کی تسکین کے لئے واقعات کا حلیہ بگاڑ دینا تحقیق نہیں تلبیس ابلیس ہے۔ اِس سے بڑھ کر بے ایمانی اور بے حیائی اور کیا ہو سکتی کہ تمام تر ذخیرۂ کتب اسلامیہ اِس سفاکی سے ٹھکرا دیا جائے اور محض عداوتِ اہلبیتؑ کے پیشِ نظر تصوراتی مکروہات اور تخیلاتی خرافات کا نام تحقیق رکھ دیا جائے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اگر جناب زبیر بن عبدالمطلبؓ لوریاں سنایا کرتے تھے اور ہاتھوں پر اٹھائے پھرتے تھے ''چشمِ ماروشن دلِ ماشاد'' ہمیں جناب زبیر بن عبدالمطلب سے کوئی دشمنی تو نہیں۔ وہ ہاشمی شہزادے ہیں۔ وہ حضرت عبدالمطلبؓ کے فرزندِ ارجمند ہیں۔ وہ سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سگے تایا ہیں۔ جناب ابوطالبؓ اور جناب عبداللہؓ کے سگے بھائی ہیں مگر تمہیں ان سے کیا نسبت۔ تمہیں تو بنوہاشم سے دشمنی ہے۔ اولادِ عبدالمطلب سے بیر ہے خاندانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عداوت ہے۔ تمہارا ہاشمی خاندان کے کسی فرد یا ہستی سے یہ لگاؤ ظاہر کرنا خارجیانہ چالاکی اور ناصبیانہ سفاکی ہے۔ اور یہ تم محض اس لئے کرتے ہو کہ کبھی ایک کی تعریف کر کے دوسرے کی تنقیص کر لی اور کبھی دوسرے کی تنقیص کر کے پہلے کی تعریف کر لی۔ بات تو نیت کی ہوتی ہے اور نیت تمہاری قطعی طور پر نادرست اور غیر صحیح ہے۔

حقیقت اِس کو کہتے ہیں

اِن خارجیانہ چالاکیوں کی نقاب کشائی کے بعد ہم معتبر کتب سے چند ایسی ناقابل تردید روایات

پیش کرتے ہیں جن سے آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو جائیگا کہ سیدنا عبدالمطلب ؓ کے وصال کے بعد حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عم محترم جناب ابو طالب ؓ کی کفالت میں ہی رہنا پسند کیا اور آپ ہی کی آغوشِ رافت میں پروان چڑھے۔ اس کے برعکس تفسیر و حدیث اور تاریخ و سیر کی کسی کتاب میں کوئی روایت موجود نہیں سوائے بلاذری کی اس عبارت کے جس کا ایک ٹکڑا نقل کرکے باقی عبارت گول کرلی ہے"

چونکہ جناب زبیر کی لوری وغیرہ کا واقعہ خارجی رائٹر نے الاصابہ فی تمیز الصحابہ سے نقل کیا ہے اس لئے سب سے پہلے الاصابہ کی عبارت پیش کی جاتی ہے جس میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت و پرورش کا سہرا جناب ابو طالب ؓ کے سر پر ہی بندھا تھا۔

جناب ابوطالب رضؓ اور کفالتِ مصطفیٰ

الاصابہ فی تمیز الصحابہ

ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الھاشمی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شقیق ابیہ امھا فاطمة بنت عمر وبن عائذالمخزومیه بکنیة و اسمه عبد مناف علی المشھور و قیل عمران وقال الحاکم اکثرالمتقدمین علی ان اسمه کنیة ولد قبل النبی بخمس و ثلا ثین سنة ولما ما ت وعبد المطلب اوصی بمحمد صلی اللہ علیه وآله وسلم الی ابی طالب فکفله واحسن تربیته وسافربه صحبة الی الشام وھو شاب ولما بعث قام فی نصرة وذب عنه من عاداه ومدحه عدة مدائح۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۱۱۵)(علامہ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ ھجری)

ترجمہ ! ابوطالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن قصی، قریشی ہاشمی عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے والدِ گرامی ؓ کے سگے بھائی تھے۔ والدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عائذ مخزومیہ ہے۔ اپنی کنیت سے مشہور ہیں جبکہ آپ کا اصل نام عبد مناف ہے اور بعض نے عمران بھی کہا ہے۔ حاکم نے کہا ہے متقدمین سے اکثر نے کنیت ابوطالب ہی کو نام سمجھا۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارکہ سے پینتیس برس پہلے پیدا ہوئے اور جب حضرت عبدالمطلب پر وقتِ احتضار آیا تو انہوں نے ابو طالب کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی کفالت میں رکھنے کی وصیت فرمائی" چنانچہ ابوطالب ؓ نے حضور کی کفالت کی اور بہترین تربیت کی اور جب شام کے سفر پر گئے تو آپ کو ساتھ لے کر گئے حتی کہ آپ جوان ہو گئے اور جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا تو ابوطالب ؓ آپ کی نصرت وحمایت پر مکمل طور پر قائم رہے۔ اور دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرتے نیز آپ کی مدح وستائش میں متعدد قصائد لکھے۔ انتھی

یہ ہے الاصابہ کی عبارت کا اُردو ترجمہ جس کو پوری کی پوری گول کر کے خارجی مصنف نے جناب زبیر کی لوری والی روایت بیان کر کے یہ تاثر قائم کرنے کی کوششِ ناتمام کر ڈالی کہ چونکہ وہ بچپن میں آپ کو لوری سنایا کرتے تھے اِس لئے انہوں نے ہی حضور کی کفالت بھی کی مگر حقائق کو بدل ڈالنا آسان نہیں۔

اب آپ اس ضمن میں چند معتبر کتب کے مزید حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاستیعاب فی اسماء اصحاب

انه تو فی جده عبدالمطلب وهو ابن ثما ن سنین فاء وصی به الی ابی طا لب فصار فی حجر عمه ابی طالب لوجا هته فی بنی هاشم و کا ن مع ذالک شفیق ابیه و خرج النبی صلی الله علیه و آله وسلم عمه ابی طالب فی تجا رة الی الشام سنة ثلاث عشره من ا لفیل فر اه بحیرة الرا هب فقال احتفظوا به فا نه نبی۔

(الاستیعاب فی اسماء اصحاب جلد اول صفحہ ۱۴۰) (مؤلفہ ابی عمر یوسف بن عبداللہ بن عبداللہ متوفی ۴۶۳ھ)

ترجمہ ! جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد کا وصال ہوا تو اس وقت آپ کی عمر مبارک آٹھ سال تھی حضرت عبدالمطلب نے جناب ابوطالبؓ کو آپ کی کفالت کی وصیت فرمائی اور آپ ابو طالبؓ کی آغوش رافت میں آ گئے جناب ابوطالبؓ بنی ہاشم میں صاحب وجاہت بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی کے سگے بھائی بھی تھے چنانچہ اصحاب فیل کے واقعہ کے تیرہویں سال میں آپؐ نے اپنے چچا ابو طالبؓ کی معیت میں شام کا سفرِ تجارت کیا۔ اور بحیرہ راہب نے جناب ابوطالب کو بتایا کہ ان کی حفاظت کرو یہ نبیؐ ہیں۔ (انتہی)

طبقات ابن سعد

حضرت عبدالمطلب جب مشرف بموت ہوئے اور آپ کا وقت رحلت قریب آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت واحتیاط کے لئے جناب ابوطالبؓ کو وصیت فرمائی۔

(طبقات ابن سعد مترجم جلد ا صفحہ ۱۸۰) (مؤلفہ ابوعبداللہ محمد بن سعد البصری متوفی ۲۳۰ھ)

اسی کتاب میں مزید اس طرح لکھا ہے کہ !

جب عبدالمطلب ؓ انتقال کر گئے تو ابو طالب ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے پاس رکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کے ساتھ رہنے لگے۔ ابو طالب ؓ مال و دولت والے نہ تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت ہی چاہتے تھے، حتی کہ اپنی اولاد سے بھی اتنی محبت نہ تھی۔ سوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ سوتے۔ باہر نکلتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ساتھ ہوتے۔ یہ گرویدگی اتنی بڑھی اور اس حد تک پہنچی کہ کسی شے کے ابو طالب ؓ اتنے گرویدہ نہ ہوئے۔ آپ کو خاص طور پر اپنے ساتھ کھانا کھلاتے حالت یہ تھی کہ ابو طالب ؓ کے عیال و اطفال خود ایک ساتھ یا الگ الگ کھانا کھاتے تو سیر اور آسودہ نہ ہوتے مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے میں شرکت فرماتے تو سب کے سب آسودہ ہو جاتے۔ لڑکوں کو کھلانا چاہتے تو ابو طالب ؓ فرماتے "

کما انتم حتی یحضر ابنی "یعنی" تم جیسے بھی ہو ظاہر ہے۔ ٹھہرو میرا بیٹا آلے۔ پھر کھاتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۸۲

اس مضمون کا عربی متن چند دیگر کتابوں سے ملاحظہ کیجئے۔

خصائص کبریٰ للسیوطی

(باب ماظہر من الآیات وھو فی کفالۃ عمہ ابی طالب)

وکان ابوطالب یقرب الی الصبیان بصحفتھم فیجلسون وینتھبون ویکف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یدہ لا ینھب معھم فلما رأی ذالک عمہ عزل لہ طعامہ علی حدۃ۔

واخرج ابن سعد وابو نعیم وابن عساکر من طریق مجاھد وغیرہ قالو اکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا أفرادی لم یشبعوا ما ذا اکل معھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شبعوا فکان اذا ارادان یغدیھم اولعیشیھم قال کما انتم حتی یحضرا ابنی فیاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاکل معھم۔

(خصائص کبری جلد اول ص ۸۲)

طبقات ابن سعد ہی سے ملتی جلتی عبارت کا عربی متن دلائل النبوۃ سے بھی ملاحظہ کریں۔

دلائل النبوّۃ

لما توفی عبد المطلب قبض ابو طالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیہ فکان یکون معہ وکان ابوطالب لامال لہ وکان یحبیہ حبا شدیدا لا یحبہ ولدہ وکان لا ینام الی جنبہ ویخرج فیخرج معہ و صبہ بہ ابو طالب صبابۃ لم یصعب بمثلھا بشیء قط وکان یخصہ بالطعام وکان اذا اکل عیال ابی طالب جمیعا او فرادی لم یشبعوا واذا اکل معھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیاکل معھم فکان یفضلون من طعامھم۔

(دلائل النبوۃ جلد ا ص ۱۱۵)

اسی کتاب دلائل النبوۃ شریف کے صفحہ ۱۵۳ پر مزید ہے کہ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوطالبؓ کی معیت میں منزل شباب پر رونق افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام تر امور جاہلیت سے محفوظ رکھا"

عربی متن یہ ہے !

وشب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع ابی طالب یکلاہ اللہ ویحفظہ من الامور الجاھلیۃ۔

سلسلۃ الذہب قہستانی میں ہے کہ آپ ﷺ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تھے کہ آپ ﷺ کے داداؓ کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ اپنے والدؓ کے سگے بھائی ابوطالبؓ کی کفالت میں آ گئے۔ ابوطالبؓ آپ کے دستر خوان پر تشریف لائے بغیر اپنے گھر والوں کو کھانا نہیں کھانے دیتے تھے کیونکہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے کھانے میں خیر و برکت ہو جاتی اور تمام لوگ سیر ہو جاتے۔ بارہ سال کی عمر میں آپؐ نے ابوطالبؓ کی ہمراہی میں شام کا سفر کیا۔ عربی متن یہ ہے !

سلسلۃ الذہب

الی تمام ثمان سینین فمات جدہ وکفلہ عمہ ابوطالب

وکان شفیق ابیه علیه السلام وکان یری عمه منه علیه السلام الخیر والبرکة کشبع عیاً له اذا اکل علیه السلام معهم وعدم شبعهم اذا لم یاکل معهم ولما بلغ عمره علیه السلام اثنتی عشرة سنة سافر ابوطالب به علیه السلام الی الشام۔

(سلسلۃ الذھب لصوفیہ صفحہ ۱۱ مؤلفہ السید محمد نور بخش قہستانی)

جناب ابوطالبؑ کا حضور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت اور حمایت ونصرت فرمانا ایک ایسی ناقابل تردید حقیقت ہے جسے جھٹلا دینا ناممکن ہی نہیں بلکہ امرِ محال ہے اور یہ مضمون ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے جسے ہزاروں صفحات پر بکھیرا جا سکتا ہے۔

ہمارے خیال میں دنیا کا سب سے بڑا جھوٹ یہ ہے کہ کوئی شخص یہ باور کرانے کی کوشش کرے کہ حضرت عبدالمطلبؑ کے وصال کے بعد حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت حضرت ابوطالبؑ کے علاوہ کسی اور نے کی ہے اور اس قسم کا ننگا جھوٹ سوائے کسی فاتر العقل ناصبی اور مردود وملعون خارجی کے اور کوئی بک بھی نہیں سکتا۔

بہر حال بتانا یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اپنے مؤقف میں ہزارہا حوالہ جات پیش کر سکتے ہیں جبکہ خارجیوں کے کارخانہ کذابیت میں اس کے برعکس ایک بھی صحیح حوالہ موجود نہیں۔ البتہ بے پر کی اڑاتے جانا اور بات ہے۔

اب ہم محض قارئین کی معلومات کے لئے چند معتبر کتب کا عربی متن پیش کرنے پر اکتفا کریں گے کیونکہ ان عبارات کا مفہوم اور مطالب و معانی وہی ہیں جو آپ مختلف عبارتوں کے ترجموں کی صورت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اسلئے بخوف طوالت ترجے سے گریز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

سیرت ابنِ ھشام

وذکر کون النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فی کفالة عمه یکلوه ویحفظه فمن حفظ اللّٰه له فی ذالک انه کان یتیماً لیس له أب یرحمه ولا أم ترامه لانها ماتت وهو صغیر وکان عیال ابوطالب ضغفا وعیشم شظفا فکان یوضع الطعام له وللصبیة من اولاد ابوطالب۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ا صفحہ ۲۱۳) (للامام ابی محمد عبدالملک بن ھشام متوفی

روض الانف

و کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بعد عبدالمطلب مع عمہ ابوطالب وکان عبدالمطلب فیما یزعمون یوصی بہ عمہ ابوطالب وذالک لان عبداللہ أبا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وأبا طالب اخوان لأب دام امہا فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عبد بن عمران بن مخزوم۔

(روض الانف علی سیرۃ ابن ھشام جلد ۱ صفحہ ۱۱۹)
(للامام الفقیہ المحدث ابی القاسم عبدالرحمن الخثعمی السہیلی متوفی ۵۸۱ھ)

الوفاء فی احوال المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عن ابن عباس قال لما توفی عبدالمطلب قبض ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الیہ فکان یکون معہ وکان ابوطالب لامال لہ ان کان یحبہ حباً شدیداً لا یحبہ ولدہ وکان لاینام الا الی جنبہ۔

(الوفا فی احوال المصطفیٰ صفحہ ۱۳۱) (للامام ابی الفرج عبدالرحمن بن جوزی متوفی ۵۹۷)

انوار محمدیہ من مواہب اللدنیہ

وکفلہ ابوطالب واسمہ عبدمناف وکان عبدالمطلب قد اوصاہ بذالک لکون شفیق عبداللہ ولما بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اثنتی عشرہ سنۃ خرج مع ابی طالب الی الشام۔

(انوار المحمدیہ لامام نبہانی) (من المواہب الدنیہ للامام قسطلانی صفحہ ۳۵)

شواہد النبوۃ

عبدالمطلب ؓ کی وفات کے بعد حضور علیہ السلام کی کفالت جناب ابوطالب ؓ کے سپرد ہوئی،

اس وقت آپ کی عمر شریف آٹھ سال تھی جناب ابوطالب ؑ کو آپ سے بڑی محبت تھی۔

(شواہد النبوۃ مترجم امام عبدالرحمٰن جامی صفحہ ۷۳)

مدارج النبوۃ

ابوطالب کہ عم اعیانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بود در عہد کفالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درآوردہ اگرچہ زبیر بن عبدالمطلب نیز اعیانی بود لیکن میان عبداللہ و ابوطالب زیادت محبت وارتباط بود۔ درروائت آمدہ کہ آں حضرت رامخیر ساختند کہ کفالت کدام یکے از اعمام خود رامیخواہی ،آنحضرت ابو طالب را اختیار کرد وابوطالب باقصی لغائت واحسن وجوہ محافظت آنحضرت قبل از ظہور نبوت و بعد ازاں بتقدیم رسانید و بے دے طعام نمی خورد جامہ خواب آنحضرت پہلوئے خود راست میکرد درون وبیرون خانہ اوراہمراہ داشتی"

(مدارج النبوۃ الشاہ عبدالحق محدث دہلوی جلد ۲ صفحہ ۲۴)

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ تمام ترکتب تواریخ وسیر اور تفاسیر واحادیث میں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح ظاہر وباہر ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کا شرف حضرت عبدالمطلب ؑ کے وصال مبارک کے بعد جناب ابوطالب ہی کو حاصل ہے اور اس حقیقت سے آج تک کسی کو مجال انکار نہیں ہوسکی۔ چنانچہ ان چند سیرت کی کتابوں کے بعد"مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر نہایت اختصار کے ساتھ محض چند تفاسیر کے حوالہ جات عربی متن کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اگرچہ کتب تفاسیر میں متعدد مقامات پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے لیکن ہم صرف تیسویں پارے کی سورت "والضحیٰ" کی آیت مبارکہ "اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی" کے تحت آنے والی عبارتوں کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

تفسیر ابن عباس

"یتیما" بلااب وبلا امر "فاواک عمک ابی طالب

(تنویر المقباس تفسیر ابن عباس صفحہ ۳۶۷) (از حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ)

تفسیر کبیر الرازی

وکان عبدالمطلب یوصی اباطالب بہ لأ عبداللہ اباطا

كان من ام واحدة فكان ابو طالب هوالذی یکفل رسول الله

بعد جده۔

(تفسیر کبیر للامام فخرالدین رازی جلد ۱۳ صفحہ ۱۴۴)

تفسیر غرائب القرآن

فکفل ابو طالب رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم

الی ان ابتعثه الله للرسالة فقام بنصرته مدة مدیدة

وعطفة الله علیه فأحسن تربیته۔

(تفسیر غرائب القرآن المعروف نیشاپوری جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷)

(للعلامہ نظام الدین الحسن بن محمد القمی النیشاپوری)

تفسیر جمل علی الجلالین

و کان عبد المطلب اوصی أبا طالب به لأن عبد الله

وأباطالب کان من ام واحدة فکان ابوطالب هو الذی کفل

رسول الله صلی الله علیه وآلہ وسلم بعد جده الی ان بعثه

الله نبیا۔

(تفسیر جمل جلد ۴ صفحہ ۵۴۹)

تفسیر صاوی

ومات جده عبدالمطلب وهوابن ثمان سینین فکفله

عمه ابوطالب لانه کان شفیق ابیه۔

(تفسیر صاوی للامام احمد صاوی مالکی جلد ۴ صفحہ ۲۷۸)

تفسیر جلالین

بان ضمک الی عمک ابی طالب

(تفسیر جلالین مع صاوی جلد ۴ صفحہ ۲۷۸)

تفسیر کشاف

وماٰت جده وهو ابن ثماٰن سنین فکفله عمه ابو طاٰلب وعطفه الله علیه فأحسن تربیته۔

(تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۵۵۰ مولفہ محمود بن عمر زمخشری)

معالم التنزیل

وضمک الی عمک ابی طاٰلب حتی أحسن تربیتک وکفاک المونة۔

(تفسیر معالم التنزیل جز ہفتم صفحہ ۲۱۶)

(مولفہ ابی محمد الحسین الفراء البغوی متوفی ۵۱۶ ھجری)

تفسیر ابن کثیر

وله العمر ثماٰن سنین فکفله عمه ابو طاٰلب ثم لم یزل یحوطه وینصره والاحوی ویرفع من قدره ویوقر ویکف عنه اذی قومه۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۵ صفحہ ۲۴۶)

تفسیر خازن

فلما ماٰت عبدالمطلب کفله عمه ابو طاٰلب الی ان اقوی واشته وتزوج خدیجة۔

(تفسیر خازن جز ہفتم جلد ۴ صفحہ ۲۱۶)

(مولفہ علی بن محمد بن ابراهیم البغدادی المعروف خازن فوغ من تالیف ۷۲۵ ھجری)

تفسیر فتح البیان

وقیل بماٰل خدیجه بنت خویلد وتربیت ابو طاٰلب

(تفسیر فتح البیان جلد ۵ صفحہ ۲۹۹ مولفہ نواب صدیق حسن بھوپالی)

تفاسیر کے بعد تاریخ کی مستند کتاب تاریخ کامل کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

توفی عبدالمطلب بعد الفیل ثمان سنین واوصی أبا طالب برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فکان ابوطالب ھوالذی قام بأمر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد جدہ۔

(تاریخ کامل ابن الاثیر جزری متوفی ۶۳۰ ھجری جلد ۲ صفحہ ۳۳)

اگرچہ اس ضمن میں دیگر بے شمار کتب معتبرہ کے حوالہ جات بھی پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اہل علم و دانش حضرات کے لئے یہی کیا کم ہے جواب تک پیش کیا جاچکا ہے۔

اب آخر پر بلاذری وغیرہ کے وضعی ٹکڑے کی حیثیت بھی ملاحظہ فرمالیں۔ سیرت کی مشہور و معروف کتاب زرقانی علی المواہب کا خلاصہ ہے کہ حضور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق حضرت ابوطالبؑ نے ہی فرمائی اور یہ ان کے لئے مخصوص تھی اور زبیر بن عبد المطلب کی شرکتِ کفالت کے متعلق جو کہا جاتا ہے تو انہوں نے اسلام کا زمانہ نہیں پایا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب عبدالمطلب نے ابوطالبؑ اور زبیرؑ کے لئے قرعہ اندازی کی مگر قرعہ فال بنام ابوطالبؑ ہی نکلا۔

اسد الغابہ میں عزالدین ابن اثیر نے لکھا ہے کہ ابوطالبؑ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت فرمائی۔ کیونکہ وہ حضورؐ کے والد حضرت عبداللہؑ بن عبدالمطلب کے سگے بھائی تھے۔ جیسا کہ زبیرؑ بھی حضرت عبداللہؑ کے سگے بھائی تھے۔ مگر کفالت حضرت ابوطالبؑ ہی نے فرمائی کیونکہ ان کے لئے حضرت عبدالمطلب نے وصیت فرمائی تھی۔ اور جو کہا جاتا ہے کہ ابوطالبؑ سے پہلے زبیرؑ بن عبدالمطلبؑ کفالت کرتے تھے اور ان کے فوت ہونے کے بعد ابوطالبؑ کفیل بنے تو یہ غلط محض ہے کیونکہ زبیر بن عبدالمطلب حلف الفضول کے واقعہ میں حاضر تھے اور آخر پر لکھا ہے کہ یہ دلیل ہے اس بات پر کہ حضرت ابوطالبؑ نے ہی آپ کی کفالت فرمائی اور ابوطالبؑ کو آپ سے شدید محبت تھی اور ایسی محبت وہ اپنی اولاد سے بھی نہیں کرتے تھے۔

متن کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

وکان عبد المطلب اوصاہ بذالک لکون شفیق عبد اللہ والدہ دون الحرث ونحوہ فالقصر اضافی فلا یرد أن الذبیر شقیقۃ ایضاًوقد قیل اقرع عبد لمطلب بینھما فخرجت القرعۃ لأبی طالب وفی اسدالغابہ لحافظ عزالدین ابن الاثیر کفلہ ابو طالب شفیق ابیہ وکذا لک الذبیر لکن کفالۃابی طالب امألوصیۃ عبدالمطلب واما لان الذبیر کفلہ

حتیٰ مات ثم کفله ابو طالب هذا غلط لأن الزبیر شهد حلف الفضول و للمصطفٰی نیف وعشرون سنة واجمع العلماؤ علی انه شخص مع ابی طالب الی الشام بعد موت ابی طالب بأقل من خمس سنین فهذا یدل علی أن أبا طالب هوالذی کفله انتهی وکان ابوطالب یحبه حباً شدیداً لا یحب اولاده۔

(زرقانی علی المواهب ۱۸۹)

(الامام العلامہ محمد بن عبدالباقی)

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شفیق عم محترم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے والد گرامی جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ کے متعلق اس وضاحتی بیان کے بعد، اب آپ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی والدہ مکرمہ محترمہ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق معلومات حاصل کریں"

حیدر کرّار کی والدہ

آئندہ اوراق میں حضرت ابوطالب کے متعلق مختصر طور پر یہ بھی بتایا جائے گا کہ انہوں نے اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کون کونسی خدمات سرانجام دیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے کس قسم کی محبت تھی مگر پیش ازیں باب مدینۃ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مکرمہ سیّدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق حسب سابق پہلے خوارج کی دریدہ دہنی ملاحظہ کریں اور پھر ان الزامات واتہامات کا ردبلیغ پیش کیا جائے گا۔

حضرت علی کی والدہ مسلمان نہیں تھیں

خارجی عباسی نے جونئی تاریخ اسلام مرتب کرنا شرع کی ہے اس کا ایک ورق یہ بھی ہے کہ !

فاطمہ بنت اسد سے نہ کسی حدیث کی روایت ہے اور نہ آنحضرتؐ کے زمانہ قبل نبوت کے حالات کے متعلق کوئی ایک لفظ اور نہ ان کا نام ہاشمی خاندان کی عورتوں کی فہرست میں شامل ہے جو اسلام سے مشرف ہوئیں اور ہجرت کی۔ حالانکہ ان کی بیٹیوں تک کے نام رسول اللہ صلعم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بیعت کرنے والی ہاشمیہ عورتوں میں شامل ہیں۔ الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۸۰ میں ان کا ہجرت سے پہلے فوت ہوجانے کا بھی ذکر ہے اس سے ظاہر ہے کہ ان کے مسلمان ہونے اور ہجرت

کرنیکی روایت صحیح نہیں''

(وقائع زندگانی ام ہانی صفحہ ۴۲ مئولفہ نامحمود عباسی)

جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے متعلق خارجی عباسی کی پوری کی پوری عبارت نقل کردی گئی ہے تا کہ کسی قسم کی تاویل کی گنجائش باقی نہ رہے۔

قارئین جان گئے ہوں گے کہ پہلے تو خارجی مصنف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ فاطمہ بنت اسدؓ کے اسلام لانے اور ہجرت کرنے کی کوئی روایت سرے سے موجود ہی نہیں اور پھر الاصابہ کی مختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کردیا کہ ان کے ہجرت کرنے اور اسلام لانے کی جو روایت موجود ہے وہ صحیح نہیں''

سچ کہا ہے دانا لوگوں نے کہ ''دروغ گورا حافظہ نباشد''

حقیقت یہ ہے کہ یہ کذب سرائیاں اور قلمی بددیانتیاں محض اور محض خاندان ہاشمی کے ساتھ مستقل بغض وعداوت اور کینہ پروری کا نتیجہ ہیں۔ ورنہ اتنا بڑا جھوٹ بولتے وقت تو شیطان کی روح بھی کانپ جاتی ہوگی۔

بہرحال یہ خارجیوں کی کمینگی اور شرانگیزی کی ایک زندہ مثال ہے کہ یہ لوگ مسلسل جھوٹ بکنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور پھر ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے ہزاروں جھوٹ تراشتے جانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے حالانکہ ہزاروں جھوٹ گھڑ کر بھی کسی ایک جھوٹ کو نہ کبھی سچ ثابت کیا جاسکا ہے اور نہ ہی آئندہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت ثابت کیا جاسکے گا۔

چنانچہ سب سے پہلے الاصابہ ہی کی پوری عبارت ہدیہ قارئین کی جاتی ہے جس کا ایک ٹکڑا خارجی عباسی نے نقل کر کے جناب فاطمہ بنت اسدؓ کا ہجرت نہ کرنا ثابت کرلیا ہے۔

الاصابہ کی پوری عبارت

فاطمة بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف الهاشميه والدة علی واخو ته قيل انها توفيت قبل الهجرة والصحيح انها هاجرت وماتت بالمدينة وبه جزم الشعبي قال اسلمت وهاجرت وتوفيت با لمدينة.واخرج ابن عاصم من طريق عبد الله بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابيه ان النبی ﷺ كفن فاطمة بنت اسد فی قميصه وقال لم نلق بعد ابی طالب ابربی منها وقال الأعمش عن عمروبن

مرةعن ابی البحتری عن علی قلت لا می اکفی فاطمة
سقایةالماء والذ هاب فی الحا جة وتکفیک الطحن والعجن
وقال الذبیر بن بکارھی اول ھاشمیة ولدت خلیفة ثم بعد ھا
فاطمة الزھرا ﷺ وسیئا تی لھاذکر فی فاطمة بنت حمزة یدل
علی انھا ما تت بالمدینة قال ابن سعد کانت أمراة صا لحة
وکان النبی ﷺ یزورھاویقیل فی بیتھا

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۶۸ مؤلفہ ابن حجر عسقلانی)

ترجمہ ! فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ہاشمیہ حضرت علی اور انکے بہن بھائیوں کی والدہ ہیں۔ کہا کہ وہ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر صحیح یہ ہے کہ آپ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں وفات پائی اسی سے جزم کیا شعبی نے اور کہا کہ آپ نے اسلام قبول کیا اور ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

اور روایت بیان کی عاصم نے کہا محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب نے اپنے باپ سے کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنی قمیص کا کفن پہنایا اور فرمایا کہ ہمارے ساتھ ابو طالب کے بعد سب سے بہتر سلوک کرنے والی تھیں۔

اور کہا اعمش نے روایت بیان کی عمر بن مرہ نے ابی البختری سے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی امور پانی وغیرہ لانے میں حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت کریں اور وہ گھریلو کام آٹا گوندھنے اور چکی وغیرہ پیسنے میں آپ کی مدد کریں۔

زبیر بن بکار نے کہا کہ آپ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جس نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا پھر ان کے بعد فاطمۃ الزہرا ہیں عنقریب ان کا ذکر فاطمہ بنت حمزہؓ کے ذکر میں ہوگا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ آپ نہائت صالح عورت تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انکی زیارت کو آتے اور انکے گھر میں آکر آرام فرماتے تھے۔

یہ تھی الاصابہ کی پوری عبارت معہ ترجمہ جس کا ایک ٹکڑا نقل کرنے کے بعد خارجی مصنف کے ہاتھوں پر رعشہ طاری ہو گیا۔ کیونکہ ملحقہ عبارت میں پہلے قول کی نفی کرتے ہوئے واضح ترین صورت میں تحریر تھا۔ کہ صحیح روایت یہ ہے کہ آپ اسلام بھی لائیں اور ہجرت بھی کی، سرکار مدینہ نے ان کو اپنی قمیص مبارک کا کفن بھی عطا فرمایا اور آپ مدفون بھی مدینہ منورہ میں ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی زیارت کے لئے ان کے گھر بھی جاتے تھے۔ اور ان کے پاس آرام بھی کرتے تھے آپؐ نے انکی شفقت و محبت کا ذکر بھی فرمایا اور یہ بھی فرمایا میرے چچا ابو طالبؓ کے بعد سب سے زیادہ ہمارا خیال رکھنے والی فاطمہ بنت اسد تھیں

اگرچہ الاصابہ کی پوری عبارت نقل کر دینے کے بعد مزید کوئی حوالہ پیش کرنیکی خاص ضرورت باقی نہیں تاہم برکت حاصل کرنے اور خارجیوں کے منہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بند کر دینے کیلئے چند معتبر کتب کے مزید حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

پہلے آپ الاصابہ کی ہی ایک اور روایت ملاحظہ فرمائیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ ہجرت کر کے تشریف لائیں اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاطمہ کے نام سے کس قدر محبت ہے۔

یہ محبت یہ نوازش

واخرج ابن ابی عاصم من طریق ابی فاختة عن جعدة بن هبیرة عن علی قال اهدی الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم حلة استبرق فقال اجعلها خمرا بین الفواطم فشققتها اربعة اخمرة خمار الفاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم وخمار الفاطمة بنت اسد وخمار الفاطمة بنت حمزة ولم یذکر الرابعة (قلت) ولعلها امراة عقیل الاتیته قریبا۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۰)

ترجمہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیان فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ریشمی کپڑے کا ہدیہ آیا تو آپ نے فرمایا اس کے ٹکڑے کر کے فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کر دو چنانچہ اس کے چار ٹکڑے کئے گئے اور ایک ٹکڑا فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور ایک ٹکڑا جناب فاطمہ بنت اسدؓ کو اور ایک ٹکڑا جناب فاطمہ بنت حمزہؓ کو عطا کیا گیا۔ چوتھے ٹکڑے کے متعلق حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ حضرت عقیل ابن ابی طالبؓ کی بیوی کو عطا فرمایا گیا۔

اس واقعہ کے بعد ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں جناب فاطمہ بنت اسدؓ والدہ مکرمہ جناب علی المرتضیٰؓ کی ہجرت اور مدینہ منورہ میں مدفون ہونے کے متعلق چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ کریں۔

الاستیعاب

فاطمة بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف ام علی بن ابی طالب

واخوته رضی اللہ عنهم قیل انهاماتت قبل الهجرة ولیس بشئ والصواب انها هاجرت الی المدینه بها ما تت .عن الشعبی قال ام علی بن ابی طالب رضی اللہ عنها فاطمة بنت اسد بن هاشم اسلمت وهاجرت الی المدینه وتوفیت بها وقال الذبیر هی اول هاشمیه ولدت ها شمی . قال و قد اسلمت وهاجرت الی اللہ ورسوله وماتت بالمدینه فی حیاۃ النبی ﷺ وشهدهارسول اللہ ﷺ۔

وقال ابو عمر روی سعدان بن الولید السابری عن عطاء بن ابی رباح عن ابن عباس قال ماتت فاطمة ام علی بن ابی طالب البسهارسول اللہ ﷺ قمیصه واضطجع معهافی قبرها فقالو اما رائنک صنعت ما صنعت بهذه؟ فقال انه لم یکن احد بعدابی طالب أبر بی منها .انما البستها قمیصی لتکسی من حلل الجنة واضطجعت لیهون علیها۔

(الاستیعاب مع الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۳۷۰)

ترجمہ !

اسد بن ہاشم بن عبد مناف کی بیٹی فاطمہؓ علی ابن ابی طالبؓ اوران کے بہن بھائیوں کی والدہ ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین) روایت ہے کہ آپ ہجرت سے پہلے فوت ہوئیں مگر یہ غلط ہے اورکوئی شے نہیں صحیح وصواب یہ ہے کہ آپ نے مدینہ منورہ کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منورہ ہی میں فوت ہوئیں۔ شعبی کہتے ہیں کہ فاطمہ بنت اسد بنت ہاشم اُمّ علی بن ابی طالبؓ مشرف بہ اسلام ہوکر مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آئیں اور وہیں فوت ہوئیں۔ زبیر کہتے ہیں کہ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا ۔کہا اور بے شک آپ نے اسلام قبول کیا اور اللہ ورسول کے لئے ہجرت کی اور مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا ''

اور کہا ابو عمر نے کہ روایت بیان کی سعدان بن ولید نے سابری سے انہوں نے عطا بن ابی رباح سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سےکہ جب فاطمہ اُمّ علی بن ابی طالبؓ کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک کا کفن عطا فرمایا اوران کی قبر میں لیٹے ،پس جب آپ سے پوچھا گیا کہ اس

سے پہلے آپ نے کبھی کسی سے یہ سلوک نہیں فرمایا۔ یا ایسا نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ وعلیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابو طالبؑ کے بعد ہمارے ساتھ ان سے زیادہ حسن سلوک بھی کسی نے نہیں کیا۔ ہم نے اپنی قمیص اس لئے پہنائی ہے کہ انہیں جنت کے حلے ملیں اور قبر میں ساتھ اس لئے لیٹے ہیں کہ ان پر قبر کی تنگی نہ ہو۔

طبقات ابن سعد

حضرت فاطمہؑ آپ اسد بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی کی صاحبزادی ہیں، اور آپ کی والدہ فاطمہ بنت قیس بن حرم بن رواحہ بن حجر بن عبد بن بغیض بن عامر بن لوی ہیں آپ زائدہ بن اصم بن حرم بن رواحہ جوام المومنین حضرت خدیجہ بنتِ خویلد کے دادا ہیں کی چچا زاد اخیانی بہن ہیں

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابو طالبؑ نے نکاح کیا جن سے آپ کے طالبؑ، عقیلؑ جعفرؑ اور علیؑ چار بیٹے اور ام ہانی، جمانہ، اور ریطہ تین بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

جناب فاطمہؑ مسلمان ہو گئی تھیں اور ایک نیک دل خاتون تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر ان سے ملتے جلتے رہتے اور دو پہر کو ان ہی کے گھر میں آرام فرمایا کرتے۔

(طبقات ابن سعد مترجم باب بیعت کرنے والی خواتین جلد ۸ صفحہ ۳۰۴)

المستدرک للحاکم

کانت فاطمة بنت اسد بن هاشم اول هاشميه ولدت من هاشمي وكانت بمحل عظيم من الاعيان فى عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وتوفيت فى حياة رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وكان اسم على اسد ولذالك يقول (انا الذى سمتنى امى حيدره) لما ماتت فاطمة بنت اسد بن هاشم كفنها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فى قميصه وصلى عليها وكبر عليها سبعين تكبيرة و نزل فى قبرها فلما ذهب قال له عمر بن الخطاب رضى الله عنه يا رسول الله رائتك فعلت على هذ المراة شيالم تفعله على احد ؟ فقال ياعمران هذ المراة كانت امى التى ولدتنى ان ابا طالب كان

يصنع الصينع و تكون له ائما دبة وكان يجمعنا على طعامه فكانت هذه المراة تفضل منه كله نصيبنا فا عود فيه و ان جبريل عليه السلام اخبرني عن ربي وعزوجل انهامن اهل الجنة وا خبرني جبريل عليه السلام ان الله تعالى ام سبعين الفامن الملائكة يصلون عليها۔

(المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۰۸

ترجمہ:۔فاطمہ بنت اسدؓ بن ہاشم پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک زمانہ میں نہایت عظیم المرتبت اور بلند شان والی ہوئیں ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں فوت ہوئیں اور آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اُنہوں نے حضرت علیؑ کا نام اسد (شیر) رکھا تھا یہی وجہ تھی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ میں وہ ہوں میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے حضرت فاطمہ بنت اسدؓ بن ہاشم کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی قمیص میں کفنایا اور ان کی نماز جنازہ ستر تکبیروں کے ساتھ پڑھی اور ان کی قبر میں لیٹے۔جب آپ ان کی قبر میں اترے تو عمر بن خطابؓ نے عرض کی یارسول اللہ آپ نے جو سلوک اس عورت کیساتھ فرمایا ہے کبھی کسی کے ساتھ نہیں کیا۔

تو آپ نے فرمایا! اے عمر یہ عورت وہ عورت ہے جو ابوطالبؓ کی اولاد کی والدہ ہے اور جب کھانا تیار کرلیتی تو دسترخوان پر ہم سب کھانے کیلئے جمع ہوتے تو یہ عورت سب سے زیادہ ہمارا حصہ نکالتی اور جبرائیل علیہ السلام نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ رب العزت کی طرف سے یہ اہل جنت سے ہے اور جبریل نے یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ تعالی نے انکی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو حکم فرمایا ہے۔

نورالابصار

فاطمة بنت اسد بن هاشم بن عبد مناف تجتمع مع ا بي طالب في هاشم جد النبي ﷺ اسلمت وهاجرت مع النبي ﷺ۔(الخ)

وھی اول ھا شمیة ولدت ھا شمیه ولما ماتت کفنھاصلی اللہ علیه وآله وسلم بقمیصه لا نھاکانت عندہ بمنزلة امه وامر رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم اسامه بن زید و ابا ایوب انصاری وعمر بن الخطاب وغلاما اسود فحفروا قبرھا بالبقیع فلمابلغو الحد ھا حضرة رسول اللہ ﷺ بیدہ واخرج ترابه فلما فرغ اضطجع فیه وقال "الھم اغفرلی لامی فاطمة بنت اسد ولقنھا حجتھا و وسع علیھا مدخلھابحق نبیک محمد و الا نبیاء الذین من قبلی فأنک ارحم الراحمین فقیل ثیاب الجنة واضطجعت فی قبر ھا یخفف عنھا من ضغطة القبر لا نھاکانت من احسن الخلق اللہ تعالی صنعا الی بعد ابی طالب۔

(نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار صفحہ ۸۶)

فاطمہ بنتِ اسدؓ بن ہاشم بن عبد مناف ے کا سلسلہ نسب حضرت ابوطالبؓ کیساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت ہاشمؓ سے مل جاتا ہے انہوں اسلام قبول کیا اور حضورؐ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔ آپؓ پہلی ہاشمیہ ہیں جنہوں نے ہاشمی کو جنم دیا۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی قمیص مبارک کا کفن پہنایا آپؐ کے نزدیک وہ بمنزلہ ماں کے تھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری عمر بن خطاب اور سیاہ غلام کو ارشاد فرمایا کہ ان کیلئے جنت البقیع میں قبر تیار کرو اور پھر جب قبر تیار ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لحد کو اپنے مبارک ہاتھوں سے کھود کر درست کیا اور مٹی نکالی جب اس کام سے فارغ ہوئے تو قبر میں لیٹ کر خدا تعالیٰ کے حضور میں دعا کی، الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسکو اسکی حجت القا فرمادے اور اِسکی قبر کو کھول دے بحق اپنے نبی محمد کے اور انبیا کے جو مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ پس تو نہایت رحم کرنے والا ہے۔ اور فرمایا کہ ہم نے اپنی قمیص کا کفن اس لئے دیا ہے کہ انہیں جنت کا حلہ نصیب ہو اور قبر میں اس لئے لیٹے ہیں کہ قبر کی تنگی دور ہو جائے۔ یہ میرے ساتھ ابوطالبؓ کے بعد سب سے بہتر سلوک کیا کرتی تھیں۔

سلسلة الذہب

وھاجر علی کرم اللہ وجھہ الکریم بعد ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وابی بکر بثلاثۃ ایام ولحقھما بقباء ومعہ امہ فاطمۃ بنت اسد رضی اللہ عنھا وانھا کانت اسلمت من قبل ثم ھاجرت مع ابنہ علی رضی اللہ عنھا الی المدینہ و لما ماتت کفنھا البنی صلی اللہ علیہ وسلم بقمیصہ فلما حضر قبرھا بالبقیع و بلغ لحدھا حضرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ واخرج ترابہ فلما فرغ اضطجع فیہ وقال الھم اغفر لامی فاطمہ بنت اسد ولقنھا حجتھا و وسع علیھا مدخلھا اوقال علیہ الصلوٰۃ والسلام انھا کانت من احسن خلق اللہ صنعاً الی بعد أبی طالب ۔

(سلسلۃ الذھب الصوفیہ صفحہ ۴۷)

ترجمہ:۔اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نبی صلی اللہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے تین دن بعد ہجرت فرمائی اور آپ سے قبا میں ملاقات کی اور آپ کے ہمراہ آپکی والدہ مکرمہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا بھی تشریف لائی تھیں آپ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں مگر ہجرت اپنے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کی۔جب انکا انتقال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکو اپنی قمیص مبارک میں کفن دیا۔بعد ازاں جب جنت البقیع میں انکی قبر کھودی جا چکی اور لحد تیار ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے لحد کو درست فرمایا اور اسکی مٹی نکالی، جب لحد سے فارغ ہو گئے تو آپ خود اس میں لیٹ گئے اور بارخداوندی میں عرض کی یا اللہ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور اسکی حجت اسے سکھادے اور اسکی قبر کو فراخ فرمادے اور پھر فرمایا کہ ابو طالبؓ کے بعد میرے ساتھ سب سے بہتر سلوک یہی کیا کرتی تھیں"

کتب احادیث میں آتا ہے ایک دفعہ حضرت علیؑ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا فاطمہ نام کی عورتوں میں تقسیم کرنیکا حکم فرمایا چنانچہ اس کا ایک حصہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ کو بھی ملا

علاوہ ازیں ایک حصہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزاہرا سلام اللہ علیہا کو ملا اور ایک حصہ جناب فاطمہ بنت حمزہؓ کو عطا فرمایا گیا یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اس لئے یہ کہنا کہ آپ نے ہجرت نہیں فرمائی محض شرانگیز پراپیگنڈہ ہے چنانچہ اس ضمن میں بھی ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

ودر روایتے بجائے بین النساء بین الفواطم آمدہ وفواطم فاطمہ کہ چند فاطمہ در خانہ امیر المؤمنین جمع بودند اول فاطمہ زہرا بتول بنت رسول اللہ وبضعۃ وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیہا ودوم فاطمہ بنت اسد بن ہاشم زوجہ ابی طالب اُمِ علی وجعفر وعقیل وطالب وآں حضرت درشان وے فرمودہ امی بعد امی ووے را فضائل جمہ است ووے اول ہاشمیہ است کہ زائید ہاشمیین را بہاشمی سوم فاطمہ بنت حمزہ بن عبد المطلب سید الشہداء وبعضے گفتہ اند کہ ثالث فاطمہ بنت ولید بن عتبہ بن ربیعہ است کہ از مکہ مہاجرت نمودہ بمدینہ آمدہ بودو اول صحیح تر است چہ اعطائے آنحضرت با اہلبیت نبوت سلام اللہ علیہم اجمعین قریب تر وظاہر تر است۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۵۳۹)

اس واضح ترین عبارت کے بعد جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے ہجرت فرمانے اور اسلام قبول کرنے کے بارے میں آخر پر مزید ایک فیصلہ کن عبارت پیش کی جاتی ہے جس سے قطعی طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ وہ روایت یقینی طور پر واہی اور وضعی ہے جس میں ہے کہ آپ نے ہجرت نہیں فرمائی۔ ملاحظہ ہو

اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ

فاطمة بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف القرشية الهاشمية ام علی بن ابی طالب واخوته طالب وعقيل وجعفر قيل انها توفيت قبل الهجرة وليس بشئی والصحيح انها هاجرت الی المدينة وتوفيت بها

یعنی فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف قرشیہ ہاشمیہ جناب علی ابن ابی طالبؑ اوران کے برادران طالب وعقیل وجعفر کی والدہ ہیں'' کہتے ہیں کہ وہ ہجرت سے پہلے وفات پا گئیں مگر یہ کوئی چیز نہیں بلکہ صحیح یہ

ہے کہ آپ مدینہ منورہ میں ہجرت فرما کر گئیں اور وہیں آپ کا انتقال ہوا مزید لکھا ہے کہ !

قال الشعبی اُم علی فاطمہ بنت اسد اسلمت وھاجرت اِلی المدینة وتوفیت بھاوروی الاعمش عن عمر بن مرة عن ابی البحتری عن علی قالت قلت لامی فاطمة بنت اسد اکفی فاطمة بنت رسول اللہ ﷺ سقایة الماء والذھاب فی الحاجة وتکفیک الداخل الطحن والعجن وھذا یدل علی ہجرتھالان علیا انما تزوج فاطمة بالمدینة۔

(اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۵۱۷)

ترجمہ:۔ شعبی کہتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام کی والدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنھا نے اسلام قبول کیا اور مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی اور مدینہ منورہ ہی میں فوت ہوئیں۔

ابوالبحتری سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا کہ آپ بیرونی کام پانی وغیرہ لانے میں فاطمہ بنت محمد صلوٰۃ اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا سے تعاون کریں اور وہ امور خانہ داری چکی وغیرہ پیسنے میں آپ کی کفایت کریں۔

یہ دلیل ہے اس بات پر کہ آپ نے ہجرت فرمائی۔ کیونکہ سیدہ فاطمۃ الزہرا ؓ کا نکاح مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مدینہ منورہ میں ہوا تھا۔

اسی کتاب میں مزید یہ روایت بھی نقل فرمائی ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے آپ کی لحد مبارک کو فراخ بھی فرمایا اور آپ اُن کی قبر میں بھی لیٹے اور اپنی قمیص مبارک بھی انکے کفن کے لئے عطا فرمائی جیسا کہ اس ضمن میں آپ متعدد عبارات سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ یہاں پر بھی اس عبارت کا پورا پورا عربی متن نقل کیا جاتا ہے تاکہ خارجیوں کے خیالی قلعے نیست و نابود ہو جائیں"

عن ابی بکر بن ابی عاصم حدثنا عبد اللہ بن شبیب بن خالد القیسی حدثنا یحیی بن ابراھیم بن ھانی اخبرنا حسین بن زید بن علی بن عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی عن ابیہ ان رسول اللہ ﷺ کفن فاطمة بنت اسد فی قمیصہ واضطجع فی قبرھا و جزاھا خیراً وروی عن ابن عباس نحو ھذا وذاد فقالو اما رائبنا نک صنعت بأحد ما

قال انه لم یکن بعد ابی طالب أبر بی منها انما البستها قمیص لتکسی من حلل الجنة واضطجعت فی قبر ها لیهو ن عذاب القبر۔

(اسد الغابہ فی معرفت الصحابہ جلد ۵ ص)

یہ اعزازات

قارئینِ کرام! اچھی طرح جان چکے ہیں کہ خارجی عباسی کو خاندان مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کس حد تک عداوت ہے۔ کیونکہ یہ مخبوط الحواس انسان نما حیوان یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ اس خاندان کے عظیم افراد کا نام مسلمانوں کی فہرست میں آجائے۔

اگر ہم چاہیں تو اس ضمن میں بھی سینکڑوں حوالے پیش کر سکتے ہیں مگر کیا احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے یہ کافی نہیں جواب تک بیان کیا جاچکا ہے؟ اور حدیث وسیر کی ان ثقہ کتب کے بعد کوئی سر پھرا ہی ہوگا جو عباسی کی خرافات کو درست تسلیم کر کے اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکلوالے۔ مگر متلاشیان حق کیلئے اس کے بعد حق جلوہ فرما ہو چکا ہے۔

گذشتہ حوالہ جات کی روشنی میں امیر المومنین، خلیفۃ المسلمین سیدنا ومولانا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ مکرمہ کی شان وعظمت کا جو مقام متعین ہوتا ہے وہ بہر صورت واضح ہے۔ سیدہ فاطمہ بنت اسد کی عظمت وبزرگی اور عزت ووقار کے اظہار کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر آپ کو ملنے کے لئے تشریف لے جاتے ہیں اور اکثر انہیں کے گھر دوپہر کو آرام فرماتے ہیں۔ اور یہ اعزاز کسی اور کو مل بھی کیسے سکتا تھا جب کہ آپ کو بچپن میں ماں کی ممتا دینے والی فاطمہ بنت اسدؓ ابھی مدینہ منورہ میں بقید حیات تھیں، ماں کی آغوشِ راحت کو چھوڑ کر اور کہاں آرام کیا جاسکتا ہے اور ماں بھی ایسی جو اپنے سگے بچوں سے زیادہ حصہ آپ کا نکالتی ہو۔ اور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت اس وقت کرتی ہو جب ابھی آپ نے اعلان نبوت بھی نہیں فرمایا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منہ بولی ماں کے متعلق بدگمانیاں پھیلانا مسلمان کا کام نہیں بلکہ کارِ شیطان ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو امِ علیؓ کو اپنی قمیص کا کفن عطا فرماتے ہیں۔ ان کی لحد خود اپنے مقدس ہاتھوں سے کھودتے ہیں ان کے ساتھ ان کی قبر میں لیٹتے ہیں۔ قبر میں ساتھ لیٹنے میں یہ حکمت بھی درست ہے کہ آپ کی قبر جنت کا باغ بن جائے مگر اس حقیقت سے بھی کیسے انکار کیا جاسکتا ہے کہ سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری بار ماں کی آغوشِ رافت میں لیٹنے کی کیفیت حاصل کرنا چاہتے تھے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ کسی مسلمان کے لئے اِس سے بڑھ کر بھی کوئی اعزاز ہو سکتا ہے کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسکے اِحسانات کا اِس انداز سے تذکرہ فرمائیں۔ اور صحابہ کرام میں اعلان فرمائیں کہ یہ عورت کوئی عام عورت نہیں ہے بلکہ ہمارے ساتھ ہمارے چچا ابوطالب کے بعد دُنیا میں سب سے زیادہ حسنِ سلوک سے پیش آنے والی یہ عورت ہے اگرچہ یہ اعزاز بھی کم نہیں کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے جناب فاطمہ بنت اسدؓ کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستر ہزار فرشتوں کو مقرر فرمایا۔ مگر سب سے بڑا اعزاز تو یہ ہے کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفن کے لئے اپنی قمیص عطا فرما کر لحد بھی خود تیار کریں اور قبر میں ساتھ بھی لیٹیں اور نماز جنازہ بھی خود پڑھیں۔

یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ سوائے سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے دنیا کے کسی شخص کو یہ اعزاز حاصل نہیں کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے مرنے کے بعد قبر میں لیٹے ہوں۔

اِنہی الفاظ پر سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنھا کا مقدس تعارف ختم کیا جا رہا ہے" اگرچہ ضمناً آپ کا ذکر آئندہ صفحات میں بھی آئے گا۔

باب

پیدائش وطفولیت

ولادت باسعادت

ولدته فی حرم المعظم آمنة طابت و طاب ولیدھا والمولد

السیّد الحمیری بحوالھا نور الابصار وغیرہ

ترجمہ !

آپ کی والدہ مکرمہ نے آپ کو حرم معظم میں جنا، جننے والی بھی طیب اور پاک ہے اور بیٹا بھی طیب اور پاک ہے۔

کسے را میسّر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت ، بمسجد شہادت

معتبر اور مشہور روایت کے مطابق سلطان الاولیاء تاجدار ہل اتی امیر المومنین، امام لسلمین، صاحب ذوالفقار، حیدرِ کرار، مرتضےٰ مشکل کشاء شیر خدا، سیدنا و مولٰنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم عین جوف کعبۃ اللہ میں سید الایام جمعۃ المبارک کے دن ۱۳ رجب المرجب کو تیس عام الفیل میں اپنی والدہ مکرمہ حضرت جناب سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی آغوش رافت میں بصد کر و فر تشریف لائے۔

فی الحقیقت کعبہ معظمہ میں پیدا ہونے کا شرف سوائے آپ کے کسی دوسرے کو حاصل نہیں بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے عمرو بن حزام کی ولادت بھی کعبہ معظمہ میں ہوئی لیکن یہ روایت نہ تو تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور نہ ہی اِسے ثقہ لوگوں نے قبول کیا ہے اور اگر کسی نے یہ روایت قبول کی بھی ہے تو وہ اسے ایک اتفاقی اَمر قرار دیتا ہے جیسا کہ نزہۃ المجالس شریف میں ہے۔

واما عمرو بن حزام فولدته امه فی الکعبة اتفاقاہ لا قصدا۔

بہر حال ثقہ محدثین اور سیرت نگار اِس پر متفق ہیں کہ کعبہ شریف میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولادت مبارکہ ان کا خاصہ ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔

چنانچہ نزہۃ المجالس میں بھی حضرت علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت امام ابوالحسن مالکی علیہ الرحمۃ کی مشہور تالیف "فصول المہمہ فی معرفت الائمۃ" کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں کہ!

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شکمِ مادر سے جوف حرم یعنی کعبۃ اللہ زادہا اللہ شرفہا کے اندر پیدا

ہوئے تھے اور یہ فضیلت خاص طور پر آپ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مخصوص فرما رکھی تھی، جب جنابِ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا پر زچگی کا عالم طاری ہوا جناب ابوطالب رضی اللہ عنہ آپ کو حرم محترم کے اندر لے گئے اور وہیں پر آپ تیس عام الفیل رجب المرجب میں جمعۃ المبارک کے دن پیدا ہوئے اس وقت امام الانبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ام المومنین محبوبہ محبوبِ رب العالمین جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح مبارک ہوئے تین سال ہو چکے تھے۔ متن ہے۔

عن علیاً رضی اللہ عنه ولد ته امه بجوف الکعبة شرفها اللہ وهی فضیلة خصه اللہ تعالی بها وذالک ان فاطمة بنت اسد رضی اللہ عنها اصابها شدة الطلق فادخلها ابو طالب الی الکعبة فطلقت طلقة واحدة فولد ته یوم الجمعه فی رجب ثلاثین من عام الفیل بعد ان تزوج النبی خدیجة بثلاث سینین۔

(نزہۃ المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۰۵)

علامہ شبلنجی اپنی مشہور تالیف "نورالابصار فی مناقب آل بیت النبی المختار" میں واضح طور پر بیان فرماتے ہیں کہ جناب حیدرِ کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بیت الحرام زادہا اللہ شرفاً وتعظیماً میں جمعۃ المبارک کے دن تیرہ رجب الحرام کو پیدا ہوئے اور اس سے قبل یہ سعادت آپ کے سوا کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔"

ولد رضی اللہ تعالیٰ عنه بمکة داخل البیت الحرام علی قول لیوم الجمعة ثالث عشر رجب الحرام ، ولم یولد فی بیت الحرام قبله احد سواه ،

(نورالابصار صفحہ ۸۵)

مورخ جلیل علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کعبہ شریف کے اندر پیدا ہوئے تھے۔

(وکان مولدہ فی الکعبة)

(مروج الذہب مسعودی مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸۵)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی عظیم تالیف ازالۃ الخفاء میں رقمطراز ہیں !

متواتر اخبار سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت اسد کے ہاں کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔

ولدۃ امیر المومنین علیاً فی جوف الکعبۃ

(ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

علاوہ ازیں اسی مفہوم کی عبارت سیرتِ حیدر کرار پر مشہور کتاب اسد اللہ کے صفحہ ۱۴ پر بھی موجود ہے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیت اللہ شریف میں ولادت کے متعلق علامہ قہستانی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف "ذہب الصوفیہ" میں رقمطراز ہیں۔

ان امیر المو منین علی ابن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم ولد بمکۃ فی جوف بیت الحرام یوم الجمعۃ ثالث عشر من الرجب۔

(سلسلۃ الزہب الصوفیہ قہستانی ص ۴۶)

امام العاشقین مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اپنی مشہور تالیف شواہد النبوۃ شریف میں فرماتے ہیں!

آپ کی ولادت مکہ معظمہ میں اور بقولِ بعض آپ کی ولادت خانہ کعبہ شریف میں ہوئی ہے۔

(شواہد النبوۃ صفحہ ۲۸۰)

علاوہ ازیں متعدد کتب تواریخ وسیَر میں ولادت مرتضوی کے متعلق معمولی اختلاف سے مندرجہ بالا روایت موجود ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ جناب سیدہ فاطمہؓ بنت اسد طواف کعبہ میں مصروف تھیں کہ آپ کو درد زہ کی خفیف سی تکلیف محسوس ہوئی تو آپ بے حد پریشان ہوگئیں کیونکہ سوائے خانہ کعبہ کے قریبی مقام پر باپردہ مکان موجود نہیں تھا۔ آپ ابھی پریشانی اور خفت کے عالم میں سوچ ہی رہی تھیں کہ معاً کعبۃ اللہ کی دیوار خود بخود شق ہوگئی اور آپ کے اندر تشریف لے جانے کے بعد دیوار کا شگاف از خود بند ہوگیا۔ آپ ابھی خانۂ کعبہ کے اندر پہنچی ہی تھیں کہ ولایت وامامت کا درخشندہ آفتاب آپ کی جھولی میں آگیا اور بعض روایتوں میں جیسا کہ ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اس طرح مرقوم ہے کہ طواف کعبۃ اللہ کے دوران میں حضرت ابوطالب بھی آپ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ اُن سے آپ نے اپنی پریشانی کا اظہار فرمایا تو وہ آپ کو کعبہ شریف کے دروازے کے راستہ سے اندر چھوڑ کر باہر تشریف لے آئے تو سید العرب مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام والدہ ماجدہ کی گود میں تشریف لے آئے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آپ کی ولادتِ معظمہ کعبہ معظمہ کے اندر ہوئی ااور یہ آپ کا خاص اعزاز ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے آپ کے لئے مخصوص تھا اور اس میں کوئی شخص بھی آپ کا شریک و

سہیم نہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

شرف کس کو ملا ؟

عام طور پر یہی خیال کیا جاتا ہے کہ مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتی شیرِ خدا مشکل کشاء حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حرم محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کے لئے شرف و کرامت کا باعث ہے۔ بلاشبہ یہ خیال کسی حد تک درست بھی ہے۔ کیونکہ کعبۃ اللہ زادشرفاً تعظیما کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ اسلام کے لئے نہایت ہی محترم مقام قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں کعبہ معظمہ کی عظمت و بزرگی کے متعلق متعدد آیات نازل فرمائی ہیں۔

کعبہ شریف وہ مقدس گھر ہے۔ جسے بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔

کعبہ محترم وہ منارۂ نُور ہے جوانوار و تجلیاتِ الٰہیہ کا مرکز ہے۔

کعبۃ اللہ وہ طیب و طاہر مقام ہے جو تمام تر اہل اسلام کا قبلہ ہے

کعبہ معظم وہ مقدس خانہ خدا ہے۔ جس کی دیواروں کی زیارت کرتے رہنا عبادت ہے۔

کعبہ وہ ہے جس کی دیوار میں جنت کا پتھر نصب ہے۔

کعبہ وہ ہے جس کی بنیادیں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبروں نے استوار فرمائیں۔

کعبہ وہ ہے جسے حرم محترم کہا جاتا ہے اور جس کے گرد گھومنے سے اہل اسلام کی نجات ہو جاتی ہے۔

کعبہ معلیٰ وہ باعظمت مقام ہے جس کا طواف کئے بغیر حج جیسے رُکنِ عظیم کی تکمیل نہیں ہوتی۔

کعبۃ اللہ وہ مقام تقدیس و عظمت ہے کہ جب حج کے دیگر ارکان ادا کر کے اِس کا طوافِ زیارت کیا جاتا ہے تو اِنسان گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

"من طاف بالبیت سبعاً وصلی خلف المقام رکعتین وشرب من ماء زمزم غفرت له ذنوب کله۔

(درمنثور جلد اول ۱۲۰)

بہرحال کعبۃ اللہ شریف خیر و برکت کا منبع بھی ہے اور انوار الٰہیہ کا مرکز بھی۔ کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونا فی الواقع جنابِ حیدر کرار کا عظیم ترین اعزاز ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کعبہ شریف کے اندر جنابِ حیدر کرار کی ولادت کعبہ شریف کے لئے بھی بہت بڑا اعزاز ہے۔ اس لئے کہ مقام مرتضےٰ بہر طور کعبۃ اللہ سے بلند و بالا ہے۔"

اگر کعبۃ اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے تو جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کے چہرہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

اگر کعبۃ اللہ انوار و تجلیات کا مرکز ہے تو جنابِ علی علیہ السلام کا دِل اللہ تعالیٰ کا عرش اور منبع نور ہے۔

اگر کعبہ کو بیت اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے تو علی کو کرم اللہ اور اسد اللہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

اگر کعبۃ اللہ میں پتھر نصب کرنے والے خلیل و ذبیح علیہما السلام ہیں تو علی کو گود میں اٹھانے والے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

اگر کعبہ کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہے۔ تو علی کا نام اللہ تعالیٰ کے نام سے مشتق ہے۔

کعبہ کی دیواروں اور حجرِ اسود کے چومنے سے تو انسان کے گناہ ہی دھلتے ہیں مگر علی کے قدم چومنے سے مقام غوثیت و قطبیت حاصل ہو جاتا ہے۔

کعبہ فی الواقع معظم و مکرم ہے لیکن اس میں یہ قوت نہیں کہ اپنے اندر رکھے ہوئے بتوں کو اٹھا کر باہر پھینک دے۔ یہ علی کا کام ہے۔ کعبہ اگر بت خانہ بن جائے تو علی اسے انجاس و ارجاس سے پاک کر کے پھر کعبہ بنا دے۔

کعبۃ اللہ کا طواف کرنے سے ارکانِ حج کا ایک رُکن ادا ہوتا ہے جبکہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت ہزاروں حجوں کے ثواب کے مترادف ہے۔

کعبۃ اللہ کو دیکھنے سے کعبے والے کی یاد آتی ہے۔ مگر علی کو ملنے سے کعبے والا مل جاتا ہے۔ لوگ دُور دُور سے کعبہ شریف کی زیارت کو حاضر ہوتے ہیں مگر کعبہ علیؑ کے غلاموں کا استقبال کیا کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کعبہ بھی محترم ہے اور علیؑ بھی محترم ہے۔ مولد بھی محترم ہے اور پیدا ہونے والا بھی محترم ہے۔ کعبہ بھی مکرم ہے اور علیؑ بھی مکرم ہے۔ کعبہ بیت اللہ ہے اور علیؑ اسد اللہ ہے۔ کعبہ بھی عظیم ہے اور علیؑ بھی عظیم ہے۔ کعبہ شریف میں پیدا ہونے کا اعزاز جو جنابِ حیدر کرار کو حاصل ہوا اُس سے کہیں بڑھ کر شرف کعبے کو علیؑ کی ولادت سے حاصل ہوا، علیؑ کی عزت افزائی کعبے نے کی اور کعبے کو معزز علیؑ نے کیا۔ علیؑ کو شرف ولادت کعبہ میں حاصل ہوا۔ اور اس سعادت سے مشرف کعبے کو علیؑ نے کیا۔ کعبے کا اعزاز علیؑ ہے اور علیؑ کا اعزاز کعبہ ہے۔ علیؑ خدا کے گھر میں پیدا ہوتا ہے اور خدا علیؑ کے گھر سے ملتا ہے۔

بصد تلاش نہ کچھ وسعتِ نظر سے ملا
نشانِ منزلِ مقصود راہبر سے ملا
علیؑ ملے تو ملے خانۂ خدا سے ہمیں
خدا کو ڈھونڈا تو وہ بھی علیؑ کے گھر سے ملا

سُوئے اَدب

ہم یہاں جنابِ حیدر کرار کے اِس اعزاز کے بارے نہایت ہی لطیف قسم کے چند نکتے اہل وجدان حضرات کے لئے پیش کرنا چاہتے تھے کہ ذہن اس قسم کی ایک تحریر کی طرف مبذول ہو گیا" کہ ولادت کے بارہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تقابل کرنا سوئے ادب اور اہانت انبیاء کے مترادف ہے ؟

جہاں تک ہم نے اِس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے ہمیں تو اس میں ہر گز کوئی قباحت نظر نہیں آئی" بلکہ یہ تمثیل کمالات اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ایک عظیم اور درخشاں دلیل ہے۔

اور اِس میں ہر گز اہانتِ عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی پہلو نہیں۔ اِس سے پہلے کہ ہم اپنے موقف کی تائید میں چند ایک واقعاتی مثالیں پیش کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت مبارک کا واقعہ پیش کرتے ہیں۔

ولادتِ عیسیٰ علیہ السلام

اِس میں شک نہیں کہ مقدس مریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے وہ عظیم اعزاز عطا فرمایا جو بہر نوع ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِنہیں بتول کے لقب سے ملقب فرمایا اور اِنہیں بغیر کسی مرد کے چھونے کے وہ عظیم بیٹا عطا فرمایا جسے روح اللہ کہا جاتا ہے۔ دورانِ حمل اِنہیں جنت کے پھل کھانے کو دیئے اور وضع حمل سے قبل تک مسجدِ اقصیٰ کی محراب کو اُن کا مسکن بنایا اور نہایت اعزاز کے ساتھ اُن کا ذکر قرآن مجید فُرقانِ حمید میں بایں الفاظ فرمایا !

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بیشک اللہ تعالیٰ نے تجھے چُن لیا اور خوب پاکیزہ فرمایا اور آج سارے جہان کی عورتوں سے تجھے پسند کیا۔

(آلِ عمران آیت ۴۲)

پھر جب جنابِ مریم کو جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کی بشارت دی گئی تو جناب مریم علیہا السلام نے بارگاہ ایزدی میں عرض کی کہ الٰہی میرے ہاں بچہ کہاں سے ہوگا جب کہ مجھے کسی شخص نے ہاتھ ہی نہیں لگایا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ ایسے ہی پیدا فرماتا ہے۔ جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اُس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

آیت کریمہ ہے۔

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝

(آل عمران آیت ۴۷)

جناب مریم علیہ السلام کو دورانِ حمل جنت کے اور بے موسم کے پھل عطا فرمانے کا ذکر خداوندِ قدوس قرآنِ مجید میں اس طرح فرماتے ہیں۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(آل عمران آیت ۳۷)

سبحان اللہ یہ ہے شان مریم علیہ السلام کی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی پاکیزگی اور طہارت پر مہر لگائے، فرشتے انہیں روح اللہ کی پیدائش مبارکہ کی بشارت دیں، دوران حمل اُن کی غذا کے لئے جنت کے پھلوں کا انتخاب کیا جائے۔

مگر اس طیب وطاہر اور مقدس مریم علیہا السلام پر جب وضع حمل کا وقت آتا ہے۔ تو آپ بیت المقدس کی محراب کو چھوڑ کر کسی اور مقام پر تشریف لے جاتی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝

(سورہ مریم آیت ۲۲)

پھر آپ چالیس روز بعد اپنی قوم کی طرف جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کو گود میں لے کر واپس تشریف لائیں۔ مفسرین کرام نے زیر آیت ''فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ'' لکھا ہے کہ آپ اس مقام پر نفاس کی وجہ سے چالیس روز قیام پذیر رہیں۔

چنانچہ تفسیر دُر منثور میں ہے کہ۔

اخرج سعید بن منصور وابن عساکر عن ابن عباس فی قولہ ''فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ'' قال بعد اربعین یوما بعد ما تعالت من نفاسها۔

(تفسیر در منثور للسیوطی جلد ۴ صفحہ ۲۷۰ مطبوعہ تہران)

دیگر متعدد تفاسیر میں بھی یہ وضاحت موجود ہے کہ جناب مریم ؑ کو وضع حمل کے بعد چالیس روز مدت نفاس تک نہ صرف یہ کہ مسجد اقصیٰ کی محراب سے بلکہ بستی سے باہر رہنا پڑا۔

چونکہ ہمیں اس واقع کو پھیلانا مقصود نہیں اس لئے کنایتہً یہی بتانے پر اکتفا کیا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایک ایسی صالحہ، عابدہ، زاہدہ اور طیبہ وطاہرہ بندی پر جب وضع حمل کا وقت آتا ہے اور اس کے بطن اطہر سے ولادت بھی ایک ایسے عظیم الشان پیغمبر کی ہونے والی ہے تو اُسے مسجد اقصیٰ کی محراب چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر جانا پڑتا ہے جبکہ ان کی پوری مدت حمل اسی مقدس محراب میں گزری۔

مگر اس طرف معاملہ اس کے کتنا برعکس ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسدؓ اپنے حمل کی پوری مدت تو اپنے گھر میں رہتی ہیں مگر جب اُن کے مقدس بیٹے کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے تو آپ بیت الحرام کے طواف کو تشریف لے جاتی ہیں حالانکہ عام طور پر عورتوں کو اس خاص وقت کے ظہور کا کچھ دیر پہلے ضرور پتہ لگ جاتا ہے مگر یہاں تو مشیت اپنے کسی خاص پروگرام کی تکمیل کی خواہاں ہے۔ قدرت الٰہیہ ایک خاص مقصد کو پورا فرمانا چاہتی ہے۔

قدرت کا یہ اہتمامِ خاص بلاوجہ یا اتفاقی واقعہ نہیں بلکہ اس میں بے شمار اسرارِ الٰہیہ پوشیدہ ہیں جن کا ذکر ہم کسی دُوسرے مقام پر کریں گے یہاں تو صرف یہ بتاتا ہے کہ جناب مریم علیہا السلام کا جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بیت المقدس کو چھوڑ دینا اور جناب حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کی ولادت کعبۃ اللہ میں ہونا ایک بدیہی حقیقت اور قرار واقعی اَمر ہے اِن ہر دو واقعات کو یکجا جمع کر کے بیان کرنے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تحقیر کا ہرگز کوئی پہلو نہیں نکلتا، اور نہ ہی مقامِ ولائت ونبوت میں کوئی تصادم واقع ہوتا ہے، بلکہ یہ اپنا اپنا اعزاز ہے۔

مثال دینا

امام الانبیاءِ سرکارِ دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں کہ!

"علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل"

"یعنی ہماری اُمت کے علماء ایسے ہیں جیسے بنی اِسرائیل کے انبیاء"

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں کہ وہ اُن کی مثل نہیں بلکہ اُن جیسے کام کریں گے۔ تو اِس سے بھی حدیث شریف کے متن پر کیا اثر پڑا، انبیاءِ بنی اسرائیل جیسے کام کرنا کوئی معمولی بات تو نہیں" بات تو تشبیہ دینے کی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔

علی مثیلِ عیسیٰ

حضور پرنور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کو اِرشاد فرماتے ہیں کہ علی تمہاری مثال عیسیٰ

علیہ السلام جیسی ہے۔ چنانچہ کتب احادیث میں آتا ہے۔

عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیک مثل من عیسٰی علیہ السلام۔

(مسند احمد بن حنبل مشکوۃ المصابیح مترجم ص ۶۲۵ جلد ۲)

(المستدرک حاکم جلد سوم صفحہ ۱۲۳) (صواعق المحرقہ ۱۲۳)

یہ تو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بات ہے کتابوں میں آتا ہے کہ شبِ معراج حضرت موسٰیؑ علیہ السلام نے حضور سرور دوعالمؐ کی خدمت اقدس میں عرض کیا کہ آپؐ نے جو یہ ارشاد فرمایا کہ ہماری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے تو کیا آپؐ مجھے کسی ایسے عالم سے ملاقات کا موقع فراہم کریں گے؟ تو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن پر امام غزالی کی روح پیش فرمائی۔

مکالمہ موسیٰؑ وغزالی

وذکر فی حرز العاشقین وغیرہ من الکتاب ان نبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقی لیلۃ المعراج سیدنا موسی علیہ السلام فقال موسی مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح انت قلت "علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل" ارید ان یحضر احد من علماء امتک لیتکلم معی فاحضر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روح الغزالی رحمۃ اللہ الی موسی علیہ السلام وسلما علی بعضھما فسألہ موسی علیہ السلام عن اسمہ فقال محمد بن محمد محمد ن الغزالی فقال موسی علیہ السلام سئالتک عن اسمک وما سئالتک عن اسم والدک وجدک؟

فقال الغزالی فی جوابہ حین سأل اللہ عنک عما بیدک بقولہ عزوجل وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى﴿۱۷﴾ "(سورۃ طٰہ آیت۱۷) لم قلت فی جوابہ"

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ فاذا قلت ھی عصای اماکان کانیا۔ (الخ)

(تفریح الخاطر مطبوعہ مصر صفحہ ۹)

ترجمہ:۔ حضور سرورِ کونین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی شب سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات فرمائی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا مرحبا اے صالح نبی اور صالح اَخی آپ کا اِرشاد ہے کہ "میری اُمت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں" میری خواہش ہے کہ آپ کی اُمّت کے کسی ایک عالم سے ہم کلامی ہوجائے تو اِمام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزالی علیہ الرحمۃ کی رُوح کو حاضر فرمایا۔ ہر دو نے ایک دوسرے کو سلام کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تمہارا کیا نام ہے تو امام غزالی نے عرض کیا۔ محمد ابن محمد ابن محمد غزالی

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہم نے تو صرف تمہارا نام پوچھا ہے تمہارے باپ دادا کا نہیں تو جنابِ غزالی نے عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ سے پوچھا تھا کہ اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے تو آپ نے جواب دیا تھا کہ یہ میرا عصا ہے میں اس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اس سے میں اپنی بکریوں کے لئے پتے جھاڑتا ہوں اور اس سے اور بھی کام لیتا ہوں کیا آپ کا یہ کہہ دینا ہی کافی نہ تھا کہ یہ میرا عصا ہے؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم علیہ الصلوۃ والسلام کی اُمت کا اگر ایک عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہوسکتا ہے یا اُن جیسے کام کرسکتا ہے اور اِس قسم کے واقعات بیان کرنے سے اُن کی اہانت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو پھر اِس اُمت کے علماء کے سرتاج جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کسی واقعہ کی حضرت عیسیٰ کے واقعہ سے تمثیل بیان کردینے میں کون سی قباحت ہے؟

غوثِ اعظم کا یہ فرمان

جناب حیدر کرارؓ کی بات چھوڑیئے جناب حیدر کرارؓ کی اولاد مقدس میں سے ایک برگزیدہ شخصیت جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند واقعات سامنے لے آیئے، یہ وہی واقعات ہیں جن کی ثقاہت پر اہلسنت وجماعت کے سوادِ اعظم کا قطعی اتفاق ہے۔ مثلاً سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

خضنا بحرا لم یقف علی ساحلہ الانبیاء

کہ ہم ایسے سمندر میں غوطہ زن ہیں جس کے کنارے پر انبیاء علیہم السلام کو کھڑے ہونا نصیب ہوا حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑوی اس جُملہ کی تاویل یوں بیان فرماتے ہیں کہ بحر و دریا سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، یعنی ہم کو کمال اتباع ظاہری وباطنی شریعت وطریقت ذات پاک محمدیؐ میں کامل فنا

حاصل ہے۔ بخلاف سائر انبیاء علیہم السلام کے کہ وہ اپنی اپنی شرائع میں رنگین ہونے کے باعث اس فنا کامل سے عاری ہیں۔ سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی یہ وضاحت انتہائی مناسب ہے تاہم تقابل اپنی جگہ پر برقرار ہے۔

مزید دیکھیے کہ حضرت خضر علیہ السلام پیغمبر ہیں۔ اگر چہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پہ ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رسول ہیں۔ مگر آپ نبی ہیں۔ بعض نے آپ کو ولی بھی لکھا ہے لیکن درست یہی ہے کہ آپ نبی ہیں ورنہ ولی ثابت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک جلیل قدر پیغمبر نے ایک ولی کی متابعت کا ارادہ فرمایا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کا مکالمہ

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا ساتھی اس جگہ کو بھول گیا جہاں مچھلی رکھی ہوئی تھی تو آپ اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے پیچھے کو پلٹے۔

تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ انہیں ملا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ میں تمہارے ساتھ اس شرط پر رہنا چاہتا ہوں کہ تم وہ اچھی بات جو تمہیں معلوم ہے سکھادو گے تو اُس نے کہا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور اس بات پر کیسے صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ عنقریب آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کے خلاف نہیں کروں گا۔

آیات کریمہ ہیں !

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا
مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا
عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ
رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا
لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّ لَآ اَعْصِىْ
لَكَ اَمْرًا ﴿٦٩﴾

(سورہ الکھف آیت ۶۴ تا ۶۹

قرآن پاک میں حضرت خضر علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات اور ان کے اکٹھے سفر کا واقعہ تفصیل سے موجود ہے محدثین ومفسرین کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس شخص

رفاقت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی تھی وہ حضرت خضر علیہ السلام ہی تھے اور اس واقعہ میں کسی قسم کا نزاع ہرگز نہیں۔

مندرجہ بالا آیات قرآنیہ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک خاص علم عطا فرما رکھا تھا جس سے متاثر ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام اُنکے ساتھ کچھ وقت گزارنا چاہتے تھے مگر حضرت خضر علیہ السلام اپنے اس علم ہی کی بنا پر بار بار فرماتے ہیں کہ آپ سے صبر نہیں ہو سکے گا۔

اگر مزید تفصیل میں نہ بھی جائیں تو حضرت خضر علیہ السلام کے اَرفع و اعلیٰ مقام کی نشاندہی کے لئے یہی کافی ہے کہ اُن کا ایک ہم عصر اور برگزیدہ پیغمبر اُن کی رفاقت میں رہنے کی اَشد خواہش کا اِظہار کرتا ہے اب آپ انہیں حضرت خضر علیہ السلام اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

خضر علیہ السلام غوث اعظمؓ سے اسم اعظم سیکھتے ہیں

قرآن مجید کی نصوص صریحہ کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے علم لدنی عطا فرما رکھا تھا ایسا علم جس کا احاطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی نہیں کر سکے تھے۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام اُس خاص الخاص علم کے حامل ہونے کے باوجود "اِسم اعظم" جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے سیکھنے کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ تفریح الخاطر میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت بہاؤالدین نقشبند سے فرمایا کہ میں تمہیں انتباہ کرتا ہوں کہ حضرت غوث اعظم کی طرف متوجہ ہو جاؤ کیونکہ میں نے بھی اِسم اعظم اُنہیں سے سیکھا ہے۔

عربی متن ہے۔

فرای الخضر علیه السلام جائیا الیه فاستقبله الشیخ
وسلم علیه فقال له الخضر یا بهاؤالدین ان الاسم الاعظم
وصلی من الغوث الاعظم۔ (تفریح الخاطر مطبوعہ مصر)

جناب غوث اعظمؓ اور حضرت خضر علیہ السلام

اب آپ یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ حضرت خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں در ذیل واقعہ ملاحظہ فرمائیں ہمارے خیال میں اس واقع کے بعد کسی اور مثال کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔ سیرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر مشہور کتاب قلائد الجواہر میں ہے کہ حضور غوث پاکؓ نے فرما

میں نے اپنے منبر کے سامنے فضاء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف فرما دیکھا تو فرط مسرت میں فضا ہی میں چھ سات قدم آگے بڑھا تو جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے میرے منہ میں سات بار لعاب دہن اس طرح ڈالا جیسے تھکارا جاتا ہے آپ کے بعد جناب حضرت علی تشریف لائے انہوں نے میرے منہ میں چھ بار اپنا لعاب دہن ڈالا۔ (الخ)

ان فتوحات کے بعد میری زبان میں گویائی پیدا ہوگئی اور میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرنے لگا۔ اس کے بعد میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکو گے۔ میں آپکو کہتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکیں گے۔

اگر آپ اسرائیلی ہیں تو ہوں گے اور میں محمدی ہوں۔ آپ میرے ساتھ رہنا چاہیں تو رہیں۔ میں بھی موجود ہوں اور آپ بھی موجود ہیں۔ یہ معرفت کی گیند ہے اور یہ میدان ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم ہیں اور یہ خدا تعالیٰ ہے۔ یہ میرا کسا ہوا گھوڑا ہے اور یہ میرے تیر و کمان ہیں، اور یہ میری تلوار ہے۔

(حیات جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواہر ص ۳۵)

یہ چیلنج

اگر چہ مندرجہ بالا واقع ہمارے موقف کی صحت کیلئے حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ جناب حیدر کرار کے ایک صاحبزادے کا بنی اسرائیل کے پیغمبر کو یوں مخاطب فرمانا اور یہ بتانا کہ آپ نے حضرت موسی علیہ السلام کو یوں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے جبکہ ہمارا اعلان ہے کہ آپ اُن تمام علوم و معارف کے ہوتے ہوئے بھی جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے تھے ہمارے ساتھ نہیں چل سکو گے۔

اسی طرح متعدد ثقہ کتابوں میں یہ روایت بھی موجود ہے۔

کہ حضور غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعظ فرما رہے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام کو ہوا میں گزرتے ہوئے مشاہدہ فرمایا تو آپ نے بھی چند قدم فضا میں جا کر ارشاد فرمایا !

''قف یا بنی اسرائیل فاسمع کلام المحمدی''

(بہجۃ الاسرار ص ۱۱۴) (زبدۃ الآثار صفحہ ۷۶ شاہ عبدالحق محدث دہلوی

(اخبار الاخیار شاہ عبدالحق محدث دہلوی ص ۱۹)

(حیات جاودانی قلائد الجواہر ص ۹۶)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آرزو

علاوہ ازیں دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا فرماتے ہیں کہ الٰہی مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی بنادے۔

قال تلک امة احمد قال رب اجعلنی من امة احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(تفسیر درمنثور جلد سوم صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ تہران)

عیسیٰ علیہ السلام جیسے کام غوث اعظم نے کیے

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ بھی ثقہ کتابوں میں موجود ہے کہ آپ نے ایک عیسائی کو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فضیلت دیتا تھا فرمایا کہ اس فضیلت دینے کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے اس نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کردیا کرتے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اگرچہ ہم نبی نہیں بلکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں، اگر ہم مردہ زندہ کردیں تو تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ چنانچہ آپ نے مُردہ کو زندہ فرمایا اور وہ عیسائی مسلمان ہوگیا۔

فقال العیسوی ان نبینا کان یحی الموتی فقال الغوث انی لست بنبی بل من اتباع محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان احییت میتاتو من نبیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم فقال نعم۔

(تفریح الخاطر صفحہ ۲۱)

قم باذن اللہ اور قم باذنی

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردہ کو زندہ فرماتے وقت ارشاد فرماتے "قم باذن اللہ" مگر حضرت غوث اعظم نے مُردہ زندہ فرمانے کیلئے ارشاد فرمایا "قم باذنی" اُٹھ میرے حکم سے، متن ہے:۔

قال قم باذنی فانشق القبر وقام المیت حیا مغنیا۔

(تفریح الخاطر ص ۱۶ مطبوعہ مصر)

یہ تقابل

اب جبکہ اِس عجیب وغریب تقابل میں اہانت عیسٰی علیہ السلام کا کوئی پہلو موجود نہیں اور یہ واقعہ بیان کرنے سے ولایت نبوت کے درجہ سے بُلند نہیں ہوتی تو پھر کیا وجہ ہے کہ جناب حیدر کرارؓ کی ولادت مبارکہ کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت مبارکہ سے مثال دے کر بیان کرنے سے سُوئے اُدب کا پہلو نکل آنے کا گمان پیدا ہو جاتا ہے۔

ملائکہ کا رسول اور غوث اعظم

حضرت عزرائیل علیہ السلام رسول الملائکہ ہیں۔ مگر بایں ہمہ شان وعظمت حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ اُن سے قبض شدہ اُرواح چھین لیتے ہیں۔ جن کی شکایت جناب ملک الموت بارگاہِ خداوندی میں کرتے ہیں تو انہیں حکم ہوتا ہے کہ تم نے ہمارے محبوب ومطلوب کے حکم کو کیوں نہ مانا۔

نبقوة المحبوبية جرالزنبيل واخذه من يده فتفرقت
الارواح ورجعت الى ابدانها فناجى ملك الموت عليه السلام
ربه الخ
فخاطبه الحق جل جلاله بأملك الموت ان الغوث الاعظم
محبوبي لم لا اعطيته روح خادمه''

(تفریح الخاطر ص ۱۸)

امیر المومنین سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ کی سیرت کے ضمن میں لکھی جانے والی کتاب کے مضامین کا اقتضاء تو یہی تھا کہ ان میں صرف وہی واقعات مندرج ہوتے جو آپ کی حیات مبارکہ سے متعلق ہوتے اور اُن واقعات کو قلمبند کرنے سے اعراض کیا جاتا جن کا تعلق براہ راست آپ کی سیرت سے نہیں ہے مگر ہم جن حالات سے گزرے ہیں بلکہ اب بھی جن حالات کا سامنا ہے وہ اس قدر خوفناک اور پیچیدہ ہیں کہ بغیر مندرجہ بالا قسم کے واقعات سے اِستدلال کرنے کے دورِ حاضر کے اُن مفتیان کرام کے فتووں کی زد سے بچنا انتہائی مشکل ہے جن کے فرائض میں شامل ہے کہ اول تو اہلِ اسلام سے خارج کرنے کی کوشش کریں اور اگر آسانی سے ایسا نہ ہوسکتا ہو تو کم از کم زُمرۂ اہلسنت وجماعت سے ضرور باہر نکال پھینکیں۔

چنانچہ سابقہ تجربات کی روشنی میں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہر ممکن طریقہ سے قارئین کو ذہنی الجھنوں سے بچانے کے ساتھ ساتھ خود کو بھی ہدفِ تنقید بننے سے محفوظ کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ لہٰذا اب چند عبارات امام

ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف سے اُن کی اپنی ہی ذات مبارکہ کے متعلق پیش کی جاتی ہیں تاکہ سند رہے۔

انبیاء کرام کے ہم مرتبہ

اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے اس لئے حضور کی اُمت کے علماء کو انبیاء کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد کیا گیا۔

(مکتوبات ۳۶۲/۱ مکتوب ۲۰۹)

صحابہ کرام جیسے کمالات

حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی اُمت کے جو اولیاء ظاہر ہوں گے اگرچہ وہ قلیل ہوں گے مگر اکمل ہوں گے، خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات اصحاب کرام رضوان اللہ عنہم کے کمالات جیسے ہیں۔

(مکتوبات ص ۳۶۲ ج ا مکتوب ۲۰۹)

ان اولیاء پر صحابہ کو فضیلت نہیں دے سکتے

اگرچہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت اور بزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ ایسا مقام ہے کہ کمال مشابہت کے باعث ایک کو دُوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے۔

(مکتوب ۲۰۹)

اُمّتِ مُصطفٰی کا وہ کمال جو انبیاء کو نہیں ملا

سوال :

وہ کون سا کمال ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے وابستہ ہے اور وہ انبیاء علیہم

الصلوٰۃ والسلام کو باوجود نبی ہونے کے حاصل نہیں ہوا ؟

جواب: وہ کمال حقیقۃ الحقائق سے وصول واتحاد ہے جو کہ تبعیت اور وراثت سے وابستہ ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے کمال فضل پر موقوف ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں اخص الخواص کا حصہ ہے اور جب تک اُمت میں سے نہ ہو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا اور توسط کا حجاب نہیں اُٹھ سکتا جو کہ اتحاد کے وسیلہ سے قائم ہوتا ہے شائد اللہ تعالیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے۔ کُنْتُمْ خَیرَ اُمَّۃٍ۔

(مکتوبات حصہ دوم دفتر سوم ص ۱۴۸ مکتوب ۱۲۲)

اُمتی پیغمبر سے اُوپر جا سکتا ہے

اگر اُمتوں میں سے کوئی فرد اپنے پیغمبر کی تبعیت کے طفیل سے بعض پیغمبروں کے اُوپر بھی چلا جائے تو خادمیت اور تبعیت کے عنوان سے ہوگا۔

(مکتوب ۱۲۲ ص ۱۴۸ ج ۲)

خیر القرون قرنی سے بہتر لوگ

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہوں گے پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کیساتھ کیسے مشابہ ہوگا؟

تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن (الف ثانی) کا اس کے طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا اور یہ اُمر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء کرام سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی "

میں نے ولایت محمدی اور ولایت ابراہیمی کو ملا دیا ہے

حضور کی شانِ محبوبی میں اضافہ

میرا گمان ہے کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایتِ محمدی ولایتِ ابراہیمی علیہما الصلوات والتحیات کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور اس ولایت کا حسنِ ملاحت اس ولایت کے جمالِ صباحت کے ساتھ مل جائے اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیت محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔

(مکتوب ۶۔ مکتوبات ۱/۴۲)

دو سمندروں کو یکجا کر دیا

اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے میرے علم میں پورا ہو گیا ہے اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اُس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے دو سمندروں کے درمیان رابطہ اور دو گروہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔

(مکتوبات ۱/۴۲ مکتوب ۶)

نسبت محبوبیت کا غلبہ

فقیر چونکہ ولایت محمدی، موسوی علیٰ صاحبہما الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ دونوں کا پروردہ ہے اس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے ولائت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے غلبہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔

(مکتوبات ۶)

کمالات وخصائص نبوّت کا حصّہ

اے فرزند اس معاملے کے باوجود جو میری پیدائش سے والسطہ کیا گیا ہے ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے مجھے پیری مریدی کیلئے دُنیا میں نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل وارشاد نہیں ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز ''انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت یہی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات وخصائص سے انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے ان کے کامل پیروکاروں کو بھی حصہ ملتا ہے۔

(مکتوبات حصہ اول دفتر دوم ص ۴۲ مکتوب ۶)

امامِ ربانی مجدد الف ثانی کے اِن اِرشادات عالیہ کا اِدراک چونکہ ہر شخص نہیں کرسکتا۔ اس لئے کسی صاحب نے اس قسم کا سوال کردیا ہوگا کہ حضور یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اُمتی ہو کر اپنے نبیؐ کی ولایت کو ولایت ابراہیمی کے رنگ میں رنگ سکیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ ملاحتِ مصطفائی اور صباحتِ خلیلی کا امتزاج کر کے محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقامِ محبوبیت کو بلند تر کرسکیں۔

تاجدارِ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ شہنشاہ سرہند امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں اِس قسم کا سوالنامہ آیا تو آپ نے اِس کی جو وضاحت فرمائی اُسکی تفصیل آپ کے مکتوبِ گرامی ستانوے میں اِس طرح ہے۔

''آپ نے سوال کیا کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے جو مکتوبات ششم میں واقع ہے کہ میں خیال کرتا ہوں کہ میرے پیدا ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ولایت محمدی ولایت ابراہیمی علیہما الصلوٰۃ والتسلیمات کے رنگ میں رنگی جائے اور اس ولایت کی ملاحت اس ولائت کی صباحت سے مل جائے اور رنگین اور امتزاج سے محبوبیت محمدیہ کا مقام بلند تر ہو جائے (تو اس کا جواب یہ ہے کہ)

دلالی منع نہیں

دلالی ؎ اور مشاطگی کا منصب منع اور نا جائز نہیں، دلاّلہ اپنے فن کی خوبی کی وجہ سے دو صاحب جمال وکمال کو آپس میں ملاتی ہے اور ہر ایک کے حسن کو دوسرے کے قریب کرتی ہے یہ تو اس کی انتہائی خدمت گزاری ہے۔

اس لحاظ سے اس کی سعادت اور بزرگی انتہاء کو پہنچتی ہے، اور اس سے دونوں صاحب جمال کی شان میں کوئی نقص اور قصور لازم نہیں آتا۔

زینت رسالت بڑھانا

اسی طرح اگر مشاطگی دکھا کر ان دونوں صاحب جمال کے حسن وکمال کو بڑھاتی ہے اور ایک نئی تازگی اور زینت پیدا کرتی ہے تو یہ اس کی سعادت اور شرافت ہے اور ان میں کوئی قصور لازم نہیں آتا۔

بدنصیب مخدوم کون ہے ؟

مختصر یہ کہ وہ نفع یا فائدہ جو صاحب دولت لوگوں کو غلاموں اور خادموں کی راہ سے میسر آتا ہے وہ ممنوع اور ناجائز نہیں۔ کیونکہ وہ قصور اور نقصان کو مستلزم نہیں جبکہ صاحب دولت کو کمال غلاموں اور خادموں کی خدمت میں ہے۔ وہ بدنصیب ہوتا ہے جو خادموں کی خدمت سے نفع نہ اُٹھائے۔

بادشاہ نوکروں کے محتاج ہیں

یہ اسرار و معارف بیان کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی مزید استدلال پیش فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور اُمراء نوکروں کے محتاج ہیں۔ اس لئے وہ اُن سے فائدہ حاصل کرنے کے لئے مجبور ہیں علاوہ ازیں بڑوں کا چھوٹوں سے نفع حاصل کرنا کمال کا باعث بنتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس چھوٹوں کا بڑوں سے فائدہ حاصل کرنا موجب نقصان وزیان ہے۔ آپ فرماتے ہیں !

یہ تو ظاہر ہے کہ چھوٹے اور نچلے لوگوں کی خدمات بڑے لوگوں کے مرتبہ میں بزرگی پیدا کرتی ہیں۔ اور اگر بدیہی بات کسی کی سمجھ میں نہ آئے تو عبارت کا کیا قصور ہے۔

بادشاہ اور اُمراء اپنی خوبصورتی اور تسلط میں خادموں اور نوکرں کے محتاج ہیں اور اپنے کمالات کو اُن سے وابستہ سمجھتے ہیں اور اس معنی سے کوئی نقصان اور قصور ان کی شان میں پیدا نہیں ہوتا۔

بڑوں سے استفادہ باعث نقصان ہے

اس کے بعد تاجدار وشہریار مملکت نقشبندیت امامِ ربانی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ

۱۔ فاضل مصنف نے دلالی کا ترجمہ قوسین میں راہنمائی کیا ہے۔ ممکن ہے یہ بھی درست ہو ویسے کسی امتی کا رسول ﷺ کی رہنمائی کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے

ہمارے اِرشادات میں شکوک وشبہات کے پیدا ہونے کا سبب چھوٹے اور بڑے سے فائدہ اور نفع اُٹھانے میں امتیاز نہ کرنا ہے۔ اور اب تو یہ ظاہر ہے کہ چھوٹے سے نفع لینا کمال بخشتا ہے اور بڑے سے فائدہ لینا نقصان پیدا کرتا ہے پس پہلا یعنی "چھوٹوں سے استفادہ کرنا" جائز ہوگا اور دوسرا یعنی "بڑوں سے فیض حاصل کرنا" ممنوع ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی درست بات کا الہام کرنے والا ہے۔

(مکتوبات شریف حصہ ہفتم جلد دوم ص ۱۳۶ مکتوب ۹۷)

معاندین بھی ہوتے ہیں؟

ہوسکتا ہے کہ امام ربانی کی اِن تصریحات کے باوجود کچھ لوگ اِس اِستدلال کو مسترد کردیں اور یہ تصور کرلیں کہ اِن عبارتوں سے خدا تعالیٰ جل مجدہ الکریم کے جلیل القدر پیغمبروں کی اہانت اور توہین کا پہلو نکلتا ہے مگر مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقام اَرفع واعلیٰ اور جلالت علمی کے سامنے اُن لوگوں کی حیثیت ہی کیا ہے اور کس محتسب کو مجالِ دم زدنی ہے کہ اِس مقبولِ بارگاہ اور صاحبِ اِستقامت بزرگ کے ارشادات عالیہ سے اِختلاف کرکے ناقابلِ معافی جرم کا مرتکب ہونے کی جرأت کرسکے۔ تاہم معاندین تو ہر دور میں ہوتے ہیں اور محاسبے کا عمل جاری رہتا ہے۔

حصولِ منزل کے لئے

اگرچہ پیش کردہ چند عبارات ہمیں جانبِ منزل لانے کے لئے کافی ممد ومعاون ثابت ہوسکتی ہیں تاہم منزل کے انتہائی قریب آنے کیلئے ہمیں ایک اور طویل چکر کاٹنا پڑے گا۔ اگرچہ ہماری کوشش یہی ہوگی کہ ہر ممکن حد تک مسافت کو کم کیا جاسکے، چنانچہ قافلہ سالارِ نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چند مزید ارشادات ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں۔

تاجدار سرہند" ولائت محمدی اور ولائت ابراہیمی کے اِتصال وقربت بلکہ اِن میں اِمتزاج اور ہم آہنگی پیدا کرنے کے سلسلہ میں اپنے مقام اور اپنی خدمات کا تذکرہ مکتوبات شریف کے دوسرے حصہ کے مکتوب چورانوے میں مزید وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں۔ جس کے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

اَنبیاء کو اُمتی کے وسیلے کی ضرورت

چونکہ ولایت محمدی کا طبعی مقام دائرۂ خلیلی کا مرکزی نقطہ ہے "علیہم الصلوٰۃ والسلام" الخ

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت سے کوئی فرد واسطہ چاہیے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی وجہ سے اس مرکز کے عین میں ہو اور دوسرے طریقے سے اس دائرہ کے محیط سے مناسبت رکھتا ہو۔ تاکہ وہ اس مرتبہ کے کمال حاصل کرے اور اس مرتبہ کی حقیقت سے متصف ہو۔

معمہ حل ہو گیا

اس فرد کے وصول کے ذریعہ سے ان کمالات سے بھی متصف ہوتا ہے اور مراتب خلیلی پورے کرتا ہے۔ اس معمہ کا راز جو اس فقیر پر ظاہر کیا ہے کہ دائرہ خلت کے مرکز کا نقطہ جو کہ اس تمام نقاط میں سے محبت کے ساتھ ممتاز ہوا ہے اگرچہ بسیط ہے لیکن چونکہ وہ محبیاور محبوبیت کے اعتبار کا متضمن ہے لہٰذا دائرہ کی صورت پیدا کرتا ہے اور اس مرکز سے دائرہ پیدا ہوتا ہے جو کہ اس اعتبار محبیت کا محیط ہے اور اس محبوبیت کے اعتبار کا مرکز ہے اور ولائت موسوی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا اعتبار محبیت ہے جو کہ اس دائرے کا محیط ہے اور ولایت محمدی کا منشا اعتبارِ محبیت ہے جو کہ اس دائرہ کا مرکز ہے۔ حقیقت محمدی کا حصول اسی جگہ تصور کرنا چاہیے اور ہزار سال کے بعد اس دائرہ ثانی کے نقطہ نے بھی جو کہ حقیقت محمدی اس کے ساتھ وابستہ ہے وسعت پیدا کی اور اس میں دو اعتبار ظاہر ہوئے۔ اور دائرہ کی صورت میں باہر آیا کہ وہ اس محبوبیت خالص کا مرکز ہے اور اس محبوبیت کا محیط محبیت سے ہوا ہے اور ولایت احمدی کا منشا اس دائرہ کا مرکز ہے۔

امتی کے وسیلے سے حضور کو کمال حاصل ہوا

تاجدار سلطنت نقشبندیہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی مندرجہ بالا عبارات کے بعد مزید کئی دقیق اور ناقابل فہم نکتہ آفرینیوں کے بعد اپنے مقصد کی کھلے طور پر وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"اب ہم اصل بات پر آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس دائرہ کا محیط جو محبوبیت ہے اور محبیت سے ملا ہوا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے افراد میں سے کسی فرد کی ولایت کا منشاء ہے اور اس کے کمالات کو بھی حاصل کیا ہے، اور معلوم ہوا کہ دولت ثانی اس کو ولایت موسوی سے حاصل ہوئی ہے اور وہ دو عظیم ولایتوں کی طفیل سے مرکز و محیط کے کمالات کا جامع ہوا۔

اور یہ تو طے شدہ بات ہے کہ وہ ہر کمال جو اُمت کو میسر آتا ہے وہ کمال اس اُمت کے نبی کو بھی حاصل ہے، بحکم من سن سنۃ حسنۃ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اس فرد کے ذریعہ سے اس دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل ہوئے۔

وہ امتی کون ہے؟

قارئین یہ جاننے کے لئے بے تاب ہونگے کہ وہ خوش نصیب اور عظیم المرتبت اُمتی کون ہوسکتا ہے جو نہ صرف یہ کہ ولایتِ محمدی اور ولایتِ ابراہیمی کے حسین امتزاج کا وسیلہ وذریعہ ہے۔ بلکہ ولایتِ محمدی اور ولایتِ موسوی کا بھی جامع ہے ؟

اور اُس کو بیک وقت مرکز اور دائرے کے ساتھ ایک ہی جیسا اتصال بھی نصیب ہے اور صرف یہی نہیں کہ اُس کی ولایت کی سرحدیں ایک ساتھ مرکز ومحیط کے ساتھ ملتی ہیں بلکہ تمام تر کمالات کے جامع پیغمبر سلطان الانبیاء امام المرسلین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کے ذریعہ سے دائرہ کے محیط کے کمالات حاصل کرتے ہیں" بلکہ اُن کے وسیلہ ہی سے اپنی ولائت کو ولائتِ ابراہیمؑ سے ہمرنگ کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

قارئین کو زیادہ تجسس فرمانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس خوش نصیب اور بلند ہمت اُمتی کی وضاحت بھی مکتوبات شریف کی سابقہ تحریروں کی اگلی سطور میں صاف صاف موجود ہے تاجدار سرہند جامع ولائت انبیاء حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی اپنی ہی ذات مبارکہ ومعظمہ ہے۔

کمالات انبیاء سے الحاق

تبعیت کے طور پر یہ ولایتِ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات کے اکابر صحابہ میں پائی جاتی ہے۔ اور قلت وندرت کے طور پر غیر اصحاب میں بھی متحقق ہے اور فی الحقیقت یہ شخص گروہ صحابہ میں شامل اور کمالات انبیاء علیہم الصلوٰت وبرکات سے ملحق ہے۔ شائد ایسے ہی شخص کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے "لایدری خیر آخرھم یعنی معلوم کیا جاسکتا کہ ان کے پہلے بہتر ہیں یا پچھلے"

(مکتوب ۲۹ دفتر دوم حصہ اول ص ۱۴۷)

تاجدار سرہند شریف حضرت مجدد الف ثانی کی ان توجیہات کو جان لینے کے بعد اگر کوئی شخص یہ گمان کرتا ہے کہ انبیاءِ سابقین کے کمالات سے اِس اُمت کے کمالات کا موازنہ کرنا غلط ہے اور یہ اُمر عقیدۂ اہلسنت کے مطابق نہیں تو اُس کے اپنے ذوق کی بات ہے، ہم تو اِس پر صرف یہی ایک راز منکشف کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ہیں وہ دیوانے جو دیوانہ سمجھتے ہیں مجھے
ٹھوکریں دو چار دانستہ بھی کھا لیتا ہوں میں

مذہبِ صوفیاء کرام

جیسا کہ ہم اوراقِ سابقہ میں بتا آئے ہیں کہ ہمیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے ایک لمبا چکر کاٹنا پڑے گا۔ علمائے ظواہر کی ریشہ دوانیوں نے ہمیں انتہائی تلخ تجربات کے دور سے گزار کر اس مرحلہ پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سوائے پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے چارۂ کار نہیں یہاں تک کہ چند رازہائے سربستہ بھی کھل گئے۔

ہم اپنے قارئین پر واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اہلِ سنت و جماعت ہی وہ فرقہ ناجیہ ہے جن کا مذہب عین صوفیا کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مطابق ہے اور اگر کوئی شخص صوفیاء کرام کے دامن کو جھٹک کر اپنے ظاہری علم کے محدود دائرہ کار میں رہتے ہوئے کوئی بات منوانا چاہتا ہے تو کم از کم ہم اس کی یہ پابندی ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

اس لئے کہ اگر یہ درست ہے کہ اہل سنت و جماعت کا وہی مسلک ہے جو مسلک صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کا ہے تو پھر یہ ضروری ہے کہ ایسے کسی بھی شخص کے تخیلات و تصورات پر اولیاء کرام کے ارشادات کو ترجیح دی جائے کیونکہ اولیائے کرام ہی اُس مقدس طائفہ کے لوگ ہیں جس کو ظاہری علوم کے ساتھ علوم باطنی کا حصہ بھی بقدر ظرف حاصل ہوتا ہے۔ اور یہی وہ مقدس گروہ ہے جو روایات کیساتھ ساتھ مشاہدات اور مکاشفات کی دولت سے بھی مالا مال ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی یہ جان لینا بھی ضروری ہے کہ بعض اصحابِ طریقت کی ان باتوں کے تو اہلِ طریقت مکلف ہیں اور نہ ہی مذہبِ مہذّب اہلِ سنت و جماعت کے علماء شریعت انہیں دین کا درجہ دیتے ہیں جو شریعت مطہرہ کی اساسی ہیئت میں تبدیلی رونما کر دینے کا موجب ہوں، یا وہ شریعت کے بنیادی اصولوں سے ایسی صورت میں متصادم ہوں کہ ان باتوں کی قریب یا بعید کی تاویل کی کوئی بھی گنجائش موجود نہ ہو۔ اس قسم کی گفتگو ان دو صورتوں میں سرزد ہوتی ہے -

اول : سالک پر ارتقائی مراحل طے کرتے وقت مختلف قسم کی ایسی کیفیات کا ورود ہونا جو اُسے تحیر کی وادیوں میں لے جائے۔

دوم : غلبۂ حال واستغراق یا حالت سکر کے انکشافات۔

تاہم اِن صورتوں میں وارد ہونے والی ہر بات کو تشکیک واشتباہ کی نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ کیونکہ اِن نظائر کا معتدبہ حصہ باعتبار حقیقت و ماہیت درست ہوتا ہے۔ کیونکہ اِن کیفیات کو الفاظ و معانی کا جامہ نہیں پہنایا جاسکتا اس لئے ضروری ہے کہ اِنہیں قلم بند نہ کیا جائے۔ بایں ہمہ یہ اُمر مسلّم ہے کہ جس بات کی

تاویل نہ ہو سکتی ہو اُسے وہ بزرگ خود ہی مسترد کر دیتا ہے جس نے غلبہ حال و استغراق میں وہ بات کہی ہو گی یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کے اقوال و اعمال و احوال میں بھر پور قسم کی یکسانیت موجود ہوتی ہے۔

اندریں حالات ان لوگوں کو ہر گز راہ راست پر قرار نہیں دیا جا سکتا جو بعض بزرگوں کی غلبہ سکر میں کہی ہوئی باتوں کو جزو ایمان بنائے رہتے ہیں۔ اس وضاحت کے بعد ہم قارئین کرام کو پھر اس گلستان کرم کی طرف لے جاتے ہیں جس کا ہر پھول خوشبوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رچا بسا ہے۔

سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی شان و عظمت اور شکوہ و تہور کی چند ایسی دلآویز تصویریں جن کا عکس آپ قرآن وحدیث کی پاکیزہ تحریروں کے آئینے میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔

اہل باطن کے بیان کردہ وہ مشاہدات و شواہدات جو انہوں نے اپنے لئے نہیں بلکہ کمالات مرتضوی کے اظہار کیلئے بیان فرمائے۔ قطب الاقطاب خواجہ محمد حسینی گیسودراز خلیفہ اعظم سلطان الاصفیاء خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی مولائے کائنات علیہ السلام کے حضور میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں !

پیاس نہیں بجھے گی

قیامت کے روز حضرت علیؑ ساقی ہونگے جب تک لوگ آپ کے ہاتھ سے جام کوثر نہیں پیئیں گے پیاس نہیں بجھ سکے گی۔

(آداب المریدین مصنفہ حضرت گیسودراز ص ۴۸)

انبیاء کی نبوت کا خاندان

ایک دفعہ خواجہ گیسودراز نے ارشاد فرمایا، اگر جناب علی المرتضیٰؑ کے مناقب کا ایک شمہ ظاہر کر دوں تو آفتاب کا سب جمال محو ہو جائے۔ اور جو کچھ میں نے آنجناب سے مشاہدہ کیا ہے اگر اُسکو بیان کر دوں تو آدمؑ سے لے کر عیسیٰ تک تمام انبیاء کی نبوت کا خاندان اسی جناب سے خیال کرے۔

(بحر المعانی تصنیف خواجہ گیسودراز بحوالہ کوکب الدری ص ۱۰۴)

حضرت داودؑ علیؑ کا نام لیتے

حضرت امیر خسروؒ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ معظم عالی جناب حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء نے ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں مہتر داؤد علیہ السلام کی بابت بیان ہو رہا تھا کہ آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا اور پھر آپ اس سے زرہ تیار کر لیتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام ہاتھ میں لوہا لیا کرتے تھے تو علیؑ کا نام لیا کرتے اور آپ کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا۔

(افضل الفوائد جلد اول ص ۷۴)
(ملفوظات خواجہ نظام الدین دہلویؒ خلیفہ اعظم بابا فرید الدین گنج شکرؒ)

اٹھارہ ہزار عالم کلاہِ علی میں

چہار تر کی کلاہ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولائت مآب، امیر المومنین، امام الاشجعین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سر اقدس پر رکھی وہ صوفی سادات اور مشائخ پہنتے ہیں۔ اس سے مراد دولت وسعادت ہے اور جو کچھ اٹھارہ ہزار عالم میں ہے، سب اس میں رکھا گیا ہے۔

(افضل الفوائد جلد اول ص ۴ مرتبہ خواجہ خسروؒ)

مثالِ مصطفےؐ

علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانیؒ اپنی تالیف مبارکہ جواہر البحار میں نقل کرتے ہیں کہ، ابن عساکر حضرت انس سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کوئی نبی نہیں جس کی نظیر میری اُمت میں موجود نہ ہو،

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر ہیں اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظیر ہیں۔

اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت ہارون علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظیر ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود میری نظیر ہیں۔

اور جو کوئی چاہتا ہو کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کو دیکھے، تو وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی زیارت کرے،

اخرجه ابن عساكر عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم مامن نبی الا له نظير فی امتی ابو بكر نظير ابراهيم و عمر نظير موسٰی وعثمان نظير هارون وعلی نظيری ومن سره ينظر عيسٰی ابن مريم فلينظر الی ابی ذر۔

(جواہر البحار للعلامہ النبہانی مطبوعہ مصر ص ۳۶۲)

غور تو کریں

ابو سعید ''شرف النبوۃ'' میں روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکریم کو فرمایا ''تمہیں تین چیزیں ایسی عطا کی گئی ہیں جو نہ تو اور کسی کو عطا کی گئیں اور نہ ہی مجھے عطا فرمائی گئیں

اول یہ کہ : تمہیں مجھ جیسا سسر عطا کیا گیا لیکن مجھے ایسا سسر نہیں ملا جو میری مثل ہو۔

دوم یہ کہ : تمہیں میری بیٹی جیسی صدیقہ بیوی عطا کی گئی ہے لیکن مجھے اس کے مثل بیوی نہیں ملی۔

سوم یہ کہ : تمہاری صلب سے حسنین جیسے شہزادے پیدا ہوئے جبکہ میری صلب سے ان کی مثل پیدا نہیں ہوئے لیکن تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں''

روی ابو سعید فی ''شرف النبوۃ'' ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لعلی ثلاثا لم یوتھن احد ولا انا اوتیت صھرا مثلی ولم اوت انا مثلی واوتیت زوجۃ صدیقۃ مثل ابنتی ولم أوت مثلھا زوجۃ و أوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم أوت صلبی مثلھما ولکنکم منی وانا منکم

انہیں معنوں کی ایک حدیث ابن موسیٰ رضا نے بھی اپنی مسند میں نقل فرمائی ہے اور اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ ''یا علی'' تم میں تین چیزیں ایسی جمع فرمائی گئی ہیں جو تمہارے سوا کسی دوسرے کو عطا نہیں ہوئیں میں تمہارا سسر ہوں اور فاطمہ تمہاری بیوی ہے اور حسنین تمہارے بیٹے ہیں اور چوتھی چیز یہ کہ اگر تم نہ ہوتے تو مومنین کی پہچان ہی نہ ہوتی، کیونکہ مومنوں کی پہچان یہی ہے کہ وہ علی سے محبت رکھتے ہیں اور جو علی سے بغض رکھتا ہے وہ مومن نہیں منافق ہے۔

واخرج معناہ ابن موسٰی الرضا فی سندہ وزیادۃ فی لفظہ یا علی اعطیت ثلاثا لم یجتمعن بغیرک مصاھرتی وزوجک ولدیک والرابعۃ لولاک ماعرف المومنون۔

(الریاض النضرہ فی مناقب عشرہ مبشرہ ج ۲ صفحہ ۲۶۸)

بات دور چلی جائے گی

ہم اگر اس قسم کی مثالیں پیش کرتے جائیں تو بات دور نکل جائے گی اور ہمارا موضوع بہت پیچھے رہ

جائے گا۔ لہٰذا اہل دانش حضرات کے لئے یہی چند واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادتِ مبارکہ اور جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ولادت مبارکہ کا ظہور جس جس انداز سے ہوا بیان کر دینے سے ہرگز ہرگز جناب عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

بلکہ مقصود یہ ہے کہ حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کی برگزیدہ شخصیات کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کون کون سے عظیم ترین اعزازات سے نوازا ہے۔

اخی رسولؐ زوجِ بتولؓ کاسر الاصنام امام المسلمین امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جو اعزاز خاص بھی دربارِ خدا و مصطفےٰ سے ملا وہ اُن ہی کا حصہ ہے اور کوئی دُوسرا اس میں شامل ہونے کا دعویدار نہیں ہوسکتا اور مخصوص اعزازات کے بارے میں ہم بالوضاحت آئندہ اوراق میں متعدد ناقابل تردید شواہد پیش کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز۔

جانبِ منزل

جیسا کہ ہم بالوضاحت عرض کر چکے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا حرم محترم کے اندر پیدا ہونا آپ کا اعزاز خاص ہے، اور یہ آپ کا ایسا خاصہ ہے۔ جس میں کوئی دوسرا خواہ کوئی بھی ہو شریک نہیں اور نہ ہی اس خصوصیت کو توڑنے کا کسی کو حق حاصل ہے۔

محدثین کرام کعبہ شریف کے اندر پیدا ہونے والے دوسرے شخص کے نام سے بھی متفق نہیں اور وہ عمرو بن حزام کی بجائے حکیم بن حزام بتاتے ہیں۔ جبکہ حضرت علیؓ تو خود ہی کعبہ ہیں۔

علی مثلِ کعبہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ لکریم سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علیؓ! تم کعبہ شریف کی مانند ہو۔ جس کو آنا ہے تمہارے پاس چل کر آئے تم کو کسی کے پاس چل کر جانے کی ضرورت نہیں"۔

عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انت بمنزلہ کعبۃ توتی ولا تاتی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ مطبوعہ بیروت جلد چہارم)

خوارج ونواصب اگر جناب حیدر کرار کے ساتھ بغض رکھنے کی وجہ سے روایات کو توڑنے مروڑنے

میں اپنی مہارت تامہ کا ثبوت فراہم کرتے ہیں تو یہ اُن کا الگ مسئلہ ہے۔ اُن سے ہم انشاء اللہ العزیز احسن طریقہ سے نپٹنا جانتے ہیں اور ان کے دلائل کو توڑنے کے لئے ہمارے پاس جو حربے ہیں وہ اُنہی کیلئے مخصوص ہیں۔

اُن کیلئے مخصوص حربوں میں سے کوئی ایک حربہ نہ تو ہم اپنوں پر استعمال کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ہمیں اس کی مجال ہے۔ اِس لئے اُس قسم کے دلائل کا سہارا لیا گیا ہے جو اہلسنت و جماعت کے لئے قابل قبول ہوں؛ اِس بحث کو یہیں پر ختم کرتے ہوئے ہم جناب حیدر کرار کی ولادتِ مبارکہ کے متعلق مزید وضاحت پیش کرتے ہیں۔

پہلے کیا دیکھا ؟

جناب حیدر کرار کی والدہ کی گواہی

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت اسد ارشاد فرماتی ہیں۔ کہ میرا بیٹا علیؑ میرے شکم میں تھا۔ مگر کبھی نہ تو مجھے کسی قسم کا ثقل یا بوجھ محسوس ہوا اور نہ ہی وقتِ ولادت ایسی تکلیف کا احساس ہوا۔ جیسا کہ عورتوں کو عام طور پر اس وقت میں ہوتا ہے۔ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی کہ اچانک خفیف سا درد محسوس ہوا اور میں (حرم محترم کے اندر) بیٹھ گئی، اور پھر علیؑ میری گود میں تھے اور کتابوں میں آتا ہے کہ جناب فاطمہ بنت اسد حیدر کرار کی والدہ مکرمہ نے ارشاد فرمایا کہ جب میرا بیٹا علیؑ میری گود میں آیا تو اس کی آنکھیں بالکل بند تھیں، اور دیر تک باوجود میری کوشش کے آنکھیں نہ کھولنے سے مجھے گمان ہونے لگا کہ شائد یہ کبھی بھی آنکھیں نہ کھولے۔ مجھے اِس بات کی سخت پریشانی تھی اور جب میں نے اس بات کا تذکرہ ابوطالبؓ سے کیا تو وہ بھی پریشان نظر آنے لگے میں اپنے بچے کو اُٹھا کر خانہ کعبہ سے واپس گھر آ گئی تو میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میرا منتظر ہے۔ میں نے بیٹے کا بتایا تو انہوں نے مسرت کا اظہار فرمایا تو پھر میں نے یہ کہتے ہوئے علیؑ کو ان کی گود میں دے دیا کہ شائد اِسکی آنکھوں کی بینائی معدوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکرا کر بچے کو گود میں لے لیا اور اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر پیار سے چمکارا تو بچے نے فوراً اپنی خوبصورت آنکھیں کھول کر اپنے بھائی کے چہرے پر گاڑ دیں اور مسکرانے لگا۔ میں یہ معاملہ دیکھ کر متحیر رہ گئی۔

(اسد الغابہ ص ۱۴)

اس واقعہ سے صاف طور پر واضح ہے، کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ دنیا میں آنے کے بعد اپنی

پہلی نگاہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخِ انور کے سوا کسی اور چیز پر ڈالنا گوارا ہی نہ کرتے تھے اور یہ بھی جناب علی علیہ السلام کو ایک مخصوص اعزاز ہے جس میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔

اُن کی صائم ہے ولادت کی جگہ حرمِ کعبہ
آنکھ کھولی ہے تو چہرۂ محمد دیکھا

پہلا اور آخری غسل

سلطان العاشقین امیر الملت والدِ خواجہ امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے شیخ معظم حضور خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ جب حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ پیدا ہوئے تو جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیئے گئے تا کہ آپؐ اپنے دست مبارک سے غسل دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؓ کو غسل دیا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت ابو طالبؓ کی گود میں دے کر رونے لگے۔

جناب ابو طالبؓ نے عرض کیا اِس خوشی کے موقع پر آنسو کیسے؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چچا جان علیؓ کو پہلا غسل میں نے دیا ہے مگر مجھکو آخری غسل یہ دے گا۔

(افضل الفوائد مترجم حصہ اول ص ۴)
(ملفوظات گرامی حضرت خواجہ نظام الدین مرتبہ حضرت خواجہ امیر خسروؒ)

القابات حیدرِ کرارؓ

مولائے کائنات امام الائمہ سلطان الاولیاء امیر المومنین سیدنا حیدر کرار حضرت علی علیہ السلام کے القابات کا حصر واحاطہ کرنا ناممکنات سے ہے اسی طرح آپ کی بے شمار کنیتیں ہیں۔ جن میں سے آپ کو کنیت ابوتراب بے حد پسند تھی کیونکہ ایک دفعہ آپ مسجد نبوی کے کچے صحن میں ننگی پشت اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی پشت مبارک گرد آلود تھی آپ غنودگی کے عالم میں تھے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری ہوگئی۔ آپ نے آپ کی پشت پر مٹی کی تہہ دیکھ کر فرمایا قم یا اباتراب اُس دن سے آپ یہی کنیت پکارے جانے پر بے حد خوش ہوتے تھے۔ لفظ ابوتراب کے معانی کے متعلق صوفیائے کرام نے جو اَسرار ظاہر فرمائے ہیں اُن کی تفصیل اور یہ الفاظ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کس ضمن میں ارشاد فرمائے، کی تشریح انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی یہاں صرف آپ کے مشہور و مستند القابات کی مختصر نشاندہی کی جاتی ہے۔ جو آپ کو وقتاً فوقتاً حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعض مقتدر صحابہ کرام کی طرف سے دیئے گئے۔

ابوالحسن	ابوالحسین	ابوالحسنین
ابوالسبطین	ابوالرحانتین	ذوالقرنین
صاحب ذوالفقار	شیخ المہاجرین والنصار	حیدر کرار
قسیم الجنۃ والنّار	یعسوب الدّین	یعسوب المؤمِنین
امام المتقین	ولی المؤمنین	ولی المتقین
سیدالمسلمین	قائدالغرلمحجلین	صالح المؤمنین
سیدالمؤمنین	قاتل الکفار والمشرکین	قاتل الناکثین
الحلشروالقاسطین	سیدالرّکعین	اول المصلین
شیخ المہاجرین	سیدالنّاصحین	العالم
ولی المؤمنین	رایۃ المہتدین	نورالمطیعین
امام العادلین	زینت العارفین	دفع النّاکثین
وضع القاسطین	رمغ المارقین	قاتل المارقین
اول المؤمنین	اوّل المُسلمین	سیدالسّاجِدین

العاقب	وصئی رسول	اخیِ رسول
زوج بتول	تیغ مسلول	قاضی دینِ رسول
صاحبِ رسول	نفسِ رسول	وزیرِ رسول
حبیبِ رسول	رفیقِ رسول	علمبردارِ رسول
محب رسول	خلیفۃ رسول	ناصرِ رسول
محبوبِ رسول	الصَّفِی	اَسَدُاللّٰہ
وجہُ اللّٰہ	یَداللّٰہ	حُجَّۃ اللّٰہ
نُور اللّٰہ	ولی اللّٰہ	مموس فی ذاتِ اللّٰہ
محب اللّٰہ	قائم بِامرِ اللّٰہ	اعظم عِند اللّٰہ
اوفا بعہد اللّٰہ	مَعَ اللّٰہ	سَیف اللّٰہ
لاخش فی ذات اللّٰہ	النَّاصح	المؤمن
الشَّاقی	المُرتضیٰ	الحَبیب
الفاتح	خاصف النمل	بلب مدینۃ العلم
بلب دار الحکمۃ	سید العرب	صدیق الاکبر
فاروق اعظم	بلب الحطۃ	خیر البشر
ذابۃ الجنۃ	امیر المؤمنین	امیر النحل
کوکب الصبح فی اہل الدنیا	رایۃ المہدی	امام الاولیاء
مثلِ عیسیٰ	مثل ہارون	ولی فی الدنیا والاخر
صاحب اللواء	بیضۃ البلد	لحود النہی
ایلیاء	ذوالبرقۃ	قرآن ناطق
المہدی	کاسر الاصنام	الصّدّیق
الطَّاہر	الہادی	الولی
المَولا	الشَّاہد	الصَّادق
الشَّہید	الرَّاکع	السَّاجِد
العَابِد	الزَّاہد	النَّاصر
القاری	القرم	العادل

شانِ حیدر بزبانِ حیدر

یوں تو جناب علی علیہ السلام کے سینکڑوں خطابات ایسے ہیں جن میں آپ نے اپنی ذات والا صفات کا تعارف انتہائی خصوصی ضرورت کے وقت کرایا ہے ۔ یہ سب کلام آپ کے خطبات کے ضمن میں آیئگا۔ یہاں صرف مضمون کی مناسبت سے آپ کے ارشادات کا ایک حصہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

امام کمال الدین ابی سالم محمد بن طلحہ حلبی شافعی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مناقب کی کتاب الدر المنظم میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تو ایک شخص سوید بن نوفل ہلالی نے اُٹھ کر عرض کیا اے امیر المؤمنین جس باب کا آپ تذکرہ فرمارہے ہیں آپ اُس کو جانتے بھی ہیں؟

تو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ غضبناک ہو گئے اور اُس کو متوجہ کر کے فرمایا !

تجھ کو رونے والیاں روئیں پیٹیں اور تم پر مصائب کا نزول ہو' اے بزدل کے بیٹے بیعت توڑنے والے اور جھٹلانے والے خبیث عنقریب طویل عرصہ ختم ہو جائے گا اور تم کو غول بیابانی ہلاک کر دیں گے اور پھر آپ نے اپنے متعلق یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

''میں رازوں کا راز ہوں،

میں اَنوار کا درخت ہوں'

میں آسمانوں کا رہنما ہوں،

میں مسبحات کا انیس ہوں،

میں میکائیل کا صفی ہوں،

میں بادشاہوں کا قائد ہوں،

میں آسمانوں کا شہباز ہوں،

میں صراحت کا تخت ہوں،

میں لوح کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں تاریکی کا قطب ہوں،

میں بیتِ معمور ہوں،

میں بادلوں کا اُبر نیساں ہوں،

میں غیاہب کا نور ہوں،

میں لَوحوں کی حفاظت کرنے والا ہوں،

میں حج کی کشتی ہوں،
میں حج کی حجت ہوں،
میں مخلوق کی اصلاح کرنے والا ہوں،
میں حقائق کو قائم کرنے والا ہوں،
میں تاویل کو بیان کرنے والا ہوں،
میں انجیل کا مفسر ہوں،
میں کساء والوں کا پانچواں ہوں،
میں نساء کے لئے تبیان ہوں،
میں اُلفت والوں کی اُلفت ہوں،
میں اعراف والوں سے ایک ہوں،
میں سرِ ابراہیم ہوں،
میں اژدہائے کلیم ہوں،
میں ولی الاولیاء ہوں،
میں انبیاء کا وارث ہوں،
میں زبور کا نغمہ ہوں،
میں غفور کا پردہ ہوں،
میں جلیل کی صفوۃ ہوں،
میں اِنجیل کا ایلیاء ہوں،
میں شدید القوی ہوں،
میں حامل لواء ہوں،
میں محشر کا امام ہوں،
میں ساقی کوثر ہوں،
میں قاسم جناں اور نار تقسیم کرنے والا ہوں،
میں دین کا باشاہ ہوں،
میں امام المتقین ہوں،
میں وارث مختار ہوں،
میں کمزوروں کا مددگار ہوں،

میں کفار کی جڑ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں نیک اماموں کا باپ ہوں،

میں دروازہ اُکھاڑنے والا ہوں،

میں گروہوں کو متفرق کرنے والا ہوں،

میں قیمتی جوہر ہوں،

میں بابِ مدینہ ہوں،

میں مفسّرِ براہین ہوں،

میں ظاہر طور پر مشکلات کو حل کرنے والا ہوں،

میں نون والقلم ہوں،

میں تاریکی کا چراغ ہوں،

میں مُتّجی کا سوال ہوں،

میں ممدوحِ ہل اتی ہوں،

میں بنیادِ عظیم ہوں،

میں صراطِ مستقیم ہوں،

میں اُصداف کا موتی ہوں،

میں قاف کا پہاڑ ہوں،

میں حروف کا راز ہوں،

میں ظروف کا نور ہوں،

میں جبلِ راسخ ہوں،

میں بلند پرچم ہوں،

میں غیبوں کی کنجی ہوں،

میں دلوں کا چراغ ہوں،

میں نورارواح ہوں،

میں مکرر حملہ آور ہونے والا سوار ہوں،

میں مددگاروں کی مدد ہوں،

میں ننگی تلوار ہوں،

میں مقتول شہید ہوں،

میں قرآن جمع کرنے والا ہوں،

میں بیان کی دیوار ہوں،

میں برادرِ رسول ہوں،

میں زوج بتول ہوں،

میں اسلام کا ستون ہوں،

میں کاسر الاصنام ہوں،

میں صاحب اذن ہوں،

میں جن کا قاتل ہوں،

میں صالح المؤمنین ہوں،

میں فلاح پانے والوں کا امام ہوں،

میں سخاوت کرنے والوں کا امام ہوں،

میں اسرار نبوت کی کان ہوں،

میں اوّلین کی خبروں سے آگاہ کرنے والا ہوں،

میں آخرین کو پیش آنے والے وقائع کی خبر دینے والا ہوں،

میں قطب الاقطاب ہوں،

میں حبیب الاحباب ہوں،

میں مہدی عصر ہوں،

میں عیسٰی زمان ہوں،

خدا کی قسم میں وجہ اللہ ہوں،

خدا کی قسم میں اسدُ اللہ ہوں،

میں سید العرب ہوں،

میں مصیبتوں کو دور کرنے والا ہوں،

میں وہ ہوں جسے لافتیٰ کہا گیا ہے،

میں وہ ہوں جسے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰؑ کے لئے ہارونؑ،

میں بنو غالب کا شیر ہوں،

میں علی ابن طالبؑ ہوں"

متن ملاحظہ کریں !

فقال یاامیرالمؤمنین انت حا ضر لما ذکرت وعالم به ؟فالتفت الیه بعین الغضب وقال له ثکلتک الثواکل ونزلت بک النوازل،

یاابن الحبان الخبائث والمکذب الناکث الطول ویغلیک والغول،

انا لاسرار ،اناشجرةالانوار ،انا دلیل السماوات ،انا انیس المسبحات ،انا خلیل جبرائیل ،اناصفی مکائیل انا قائد الاملاک ،اناسمندل الا فلاک ،اناسریر الصراح ،انا حفیظ ا لالواح،اناقطب الد یجور انابیت المعمور ،انامزن السحائب ، انانورالغیاهب انافلک الحجج ،اناحجة الحجج انامسددالخلائق ،انانحقق الحقائق اناماؤل التاویل ،انامفسر الانجیل ،اناخامس الکساء ،اناتبیان النساء ،ناالفته الایلاف انارجال الاعراف ،اناسرِ ابراهیم ، اناثعبان لکلیم ، اناولی الاولیاء ،انا ورثة النبیائ، انااوریالذ بور ،اناحجاب الغفور ، اناصفوة الجلیل ،انا ایلیاء الانجیل اناشدیدالقویٰ ،انا حامل اللوائ،اناامام المحشر،اناساقی الکوثر ،انا قسیم الجنان ،اناشاطر النیران ،انایعسوب الدین ،انااما‌م المتقین ، اناوارث المختار ،انا ظهیرالاظهار، انا مبیدالکفرة،انا ابوالا ئمة البررة ، اناقالع الباب ، انامفرق الاحزاب ،اناالجوهرة الثمینة ،اناباب المدینة ، انامفسر البینات ،انامبین المشکلات اناالنون والقلم ، انامصباح الظلم ،اناسؤال متٰی ،انامحدوح هل اتٰی ،اناالنباء العظیم ،اناصراط المستقیم ،انالؤ لؤ الاصدا ف ،اناجبل قاف ،اناسر الحروف ،انانورالظروف ،ناالجبل الراسخ ،اناعلم الشامخ، انامفتاح الغیوب ،انا مصباح القلوب انانورالا

رواح۔انا روح الاشباح ۔انا فارس الکرار ۔انا نصرة الانصار انا السیف المسلول ۔انا شہید المقتول ۔انا جامع القرآن ۔انا بنیان البیان ۔انا شفیق الرسول ۔انا بعل البتول ۔انا عمود الاسلام ۔انا مکسر الاصنام ۔انا صاحب الاذن ۔انا قا تل الجن ۔انا صا لح المؤمنین۔ انا امام المفلحین ۔انا امام ارباب الفتوة۔ انا اسرار النبوة ۔انا المطلع اخبار الاولین ، انا المخبر عن وقا ئع الآخرین انا قطب الاقطاب ۔انا حبیب الاحباب ، انا مهد الاو ان ۔انا عیسٰی الزمان ۔انا واللہ وجہ اللہ۔ انا واللہ اسد اللہ ، انا سید العرب۔ انا کاشف الکرب ۔ انا الذی قیل فی حقة لا فتی الا علی ۔انا الذی قال فی شانة انت منی بمنزلة ھارون من موسی انا لیث بنی غالب انا علی بن ابی طالب۔

(قال فصاح السائل صیحۃ عظیمۃ وخر میتاالدر المنظم)

(مؤلفہ علامہ کمال الدین شافعی مع ینابیع المودۃ جلد دوم ۲۰۶، ۲۰۷)

تاجدار ہل اتی شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبان فیض ترجمان سے ہی جب ان کا اپنا یہ تعارف سنا تو سوال کرنے والے نے بلند آواز سے چیخ ماری اور مر گیا۔

اسم گرامی

معتبر روایات کے مطابق آپ کے ابتدائی اسمائے گرامی یہ ہیں اسد حیدر، علی، پہلا نام اسد آپ کی والدہ مکرمہ جناب فاطمہ بنت اسد نے رکھا تھا جس کے متعلق مشہور روایت یہ ہے کہ جب حضرت ابو طالب نے ان سے پوچھا کہ بچے کا نام کیا ہو تو آپ نے کہا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر اسد رکھا ہے۔ تو جناب ابو طالب نے فرمایا کہ میں اس کا نام علی رکھتا ہوں" اس روایت کی تفصیل "اسم علی" کی بحث میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کا دوسرا نام حیدر بھی آپ کی والدہ ماجدہ ہی نے رکھا ہے، جس کا اظہار آپ نے غزوہ خیبر میں اپنے حریف مرحب کے سامنے بایں الفاظ کیا۔

انا الذی سمتنی امی حیدرة

ضرغام اجام ولیث قسورة

ترجمہ:۔ میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا، اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔"

پنگھوڑے ہی میں زورِ ید اللّٰہی

اس نام کے رکھنے کی وجہ کتابوں میں اس طرح مرقوم ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پنگھوڑے ہی میں تھے آپکی والدہ آپ کے پاس موجود نہیں تھیں کہ ایک سانپ نے آپ کو ڈسنا چاہا کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کھلونے کی طرح اس کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور اتنی زبردست قوت سے دبایا کہ سانپ نے ہاتھ ہی میں دم توڑ دیا، جب آپ کی والدہ ماجدہ واپس آئیں تو آپ کے ہاتھ میں کچلے ہوئے سانپ کو دیکھا تو فرمایا کہ میرا بچہ "حیدر" یعنی شیر ہے۔ عالم شیر خوارگی میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زورِ یدالٰہی کے اس مظاہرہ کے بعد کون انہیں ایک عام بچہ سمجھنے کی جسارت کر سکتا ہے۔ بہر حال اس واقع کا عربی متن ملاحظہ کریں۔

"فسمته امه حيدرة لان عليا كان رفيعا وهو فى البيت وحده وكانت امه خارجة فى بعض الحاجات وكان منزلهم لجنب جبل مكة فنزلت حية وهمت لقتل على . فمد يده واخذ الحية وامسكها فماتت فى يده فدخلت امه ورأت الحية مقتولة فى يده فقالت حياك الله يا حيدره لذالك سمى حيدره"

(مناقب الاصحاب بحوالہ ارجح المطالب ص ا
(الشیخ الاسلام نجم الدین المتلانی)

آپ کے تیسرے اسم گرامی کے متعلق صاحب تفسیر حسینی ملا حسین واعظ کاشفی نے روضۃ الشہدا میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ عنہ نے جب اپنی زوجہ محترمہ سے پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے تو اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس کا نام اپنے باپ کے نام پر "اسد" رکھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس کا نام ہمارے جد اعلیٰ قصی کے نام پر زید ہوگا (قصی جو خاندان بنو ہاشم کے جد اعلیٰ ہیں کا نام زید تھا)

ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ تاجدار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تشریف لے آئے اور استفسار فرمایا کہ کیا معاملہ ہے، تو جناب ابو طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ آپ کی چچی بچے کا نام "اسد" اور میں "زید" رکھنا چاہتا ہوں اس اختلاف پر مطلع ہو کر جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ

''میں اسکا نام ''علی'' رکھنا چاہتا ہوں'' علی نام سنتے ہی آپ کی والدہ ماجدہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ''خدا کی قسم میں نے ایک روز ہاتف کو یہ ندا کرتے سنا تھا کہ جو بچہ تمہاری گود میں آنیوالا ہے اس کا نام علی رکھنا۔

(روضۃ الشہداء ص ۶۱)

ایک روایت میں ہے کہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اِس دُنیا میں تشریف لائے تو جناب ابوطالبؑ نے غلاف کعبہ کو تھام کر بارگاہِ رب العزت میں عرض کی کہ اے شب تاریک اور درخشاں صبح کے مالک مجھ پر اِس بچے کا نام القا فرما، ابھی جناب ابوطالبؑ اپنی اِس التجا سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ سروش غیبی کی ندا آئی، کہ آسمان پر اس کا نام ''علی'' ہے اور وہ ''العلی'' سے جو خداوند قدوس کا بلند مرتبہ اور عظمت و بزرگی والا اسم گرامی ہے سے مشتق ہے تمام دنیائے ہست و بود میں سب سے پہلے صرف آپ کا اِسمِ مبارک ہی ''علی'' یعنی عالی مرتبت اور علوشان والا رکھا گیا۔ جیسا کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا گیا آپ سے پہلے کسی کا نام بھی محمد یا احمد نہیں تھا۔

کان فاسم ''علی'' حین یظھر فی حیاۃ الجاھلیۃ وحین ید خل فی مجال الحیاۃ اللنبویۃ ویضاف الی النبی ''محمد'' لا ینظر بینھما ناظر من تلک الجھۃ الاوجد بینھما قرابۃ قریبۃ ودلالۃ دالۃ علی انھما من معدن متخیر ممسوس بألطاف اللہ محفوف برحماتہ

(ینابیع المودۃ ۱ / ۹۲)

بہر حال یہ ایک واضح ترین حقیقت ہے کہ نہ تو تاجدارِ رسالت سے پہلے کسی کا نام محمد تھا اور نہ ہی تاجدارِ ولایت سے پہلے کسی کا نام علی تھا۔

مذکورہ بالا واقع حضرت ابوطالبؑ کے اشعار سے بھی واضح ہوتا ہے جنہیں متعدد سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے۔ یہ اشعار ہم کسی دوسرے موقع پر نقل کریں گے۔

ھذا ویحدث المؤرخون ان اباء طالب کان غائباً حین ولو لہ ھذا الغلام وان امہ سمتہ 'اسد'' فلمارجع لم یرض لہ اسم ''اسد'' وسماہ علیاً۔

(ینابیع المودۃ ۱ / ۹۲)

باب

انوارِ نامِ علی علیہ السلام

اسم علی علیہ السلام

حضرت سید علی بن شہاب ھمدانی جو مقتدر اولیاء کبار میں سے ہیں اور جن کا ذکر دیگر تذکرہ نگاروں کے علاوہ عاشق مصطفےٰ علامہ عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب " نفحات الانس " میں نہائت احترام سے کرتے ہوئے آپ کے شرف وکمالات وولائت پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ اپنی عظیم تالیف مبارکہ " مودۃ فی القربا " میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کا نام " علی " رکھنے کے بارے میں درج ذیل عجیب روایت بیان فرماتے ہیں کہ،

حضرت عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب فاطمہ بنت اسد صلوۃ اللہ علیہا کی گود مبارک میں علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لائے تو آپ نے نومولود کا نام اپنے باپ کے نام پر " اسد " رکھا۔ لیکن حضرت ابوطالبؑ نے اس نام پر اظہار رضامندی نہ فرمایا اور اپنی زوجہ محترمہ جناب فاطمہ بنت اسدؑ کو ارشاد فرمایا کہ ہم آج شب جبل ابوقبیس پر بسر کریں اور خالق آسمان سے دعا کریں کہ وہ ہمیں اس بچہ کے نام سے آگاہی عطا فرمائے۔

چنانچہ دونوں مقدس ہستیاں سرشام ہی کوہ ابوقبیس پر تشریف لے گئیں، اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں مصروف دعا ہو گئیں۔

جناب ابوطالبؑ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کے لئے منظوم قطعہ کہا !

اے اس تاریکی اور درخشندہ روشنی کے پروردگار ہمیں اپنے فیصلہ کئے گئے
حکم سے آگاہی عطا فرما کہ ہم اس بچے کا کیا نام رکھیں ؟

چنانچہ اچانک ہی آسمان سے ایک جھنکار کی صدا بلند ہوئی جناب ابوطالبؑ نے اپنی نگاہوں کو اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ زبرجد کی ایک سبز تختی ہے۔ جس پر چار سطور مرقوم ہیں" جناب ابوطالبؑ نے اس تختی کو دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور پھر مضبوطی سے اپنے سینہ اطہر سے لگالیا۔ اس تختی پر رقم شدہ سطور کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

" میں نے تم کو پاکیزہ طیب وطاہر اور برگزیدہ فرزند ارجمند سے مختص فرمایا ہے اس کا نام نامی اور اسم گرامی " اللہ تعالیٰ " قاہر علیٰ " نے " علیؑ " رکھا ہے جو علیٰ سے مشتق ہے "

جناب ابوطالبؑ نے یہ تحریر دیکھی تو انتہائی مسرت اور شادمانی کا اظہار فرمایا اور اظہار تشکر واطمینان

کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور سجدے میں گر گئے۔ پھر دس اُونٹ ذبح کر کے عقیقہ کی رسم ادا کی گئی، اور وہ تختی بیت اللہ شریف میں لٹکا دی گئی۔ جس کی وجہ سے بنو ہاشم دوسرے قریش پر فخر ومباہات فرماتے تھے حتیٰ کہ جب حجاج بن یوسف نے حضرت عبداللہ ابن زبیر کو شہید کر کے انہدام کعبہ کیا تو وہ تختی بھی غائب ہو گئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عباس بن عبد المطلب رضی الله عنه قال لما ولدت فاطمة بنت اسد علیا سمه باسم ابیه اسد ولم یر ض ابوطالب بهذا لا سم فقال هلم حتی نعلوا اباقبیس لیلاوند عم خالق الخضراء فلعله ینبئانی اسمه فی اسمه امسیا خرجاء وصعدا اباقبیس و داعیاالله تعالی فانشاء ابوطالب شعراء

یا رب الغسق الدجی
والفلق المبتبلع المفی

بین لناعن امرک المقضی
لما نسمی لذالک الصبی

فاذاخشخشة من السماء فرفع ابوطالب طرفه فاذا الوح مثل زبر جد خضرفیه اربعة اسطر فاخذ ه بکلتایدیه وضمه الی صدره ضما شدید ا فاذامکتوب۔

صصتما با لولد الزکیٰ
والطاہر المنتخب الرضیٰ

واسمه من قاہر العلی
علی اشتسق من العُلیٰ

فصرا ابو طالب سرور اً عظیما وخرساجد الله تبارک وتعالیٰ وعق بعشرة من الابل وکان اللوح معلقاً فی بیت الحرام یفتخر به بنو ہاشم علی قریش حتی غاب زمان قتال الحجاج ابن الزبیر۔

(مودۃ القربیٰ للعلی بن شہاب ہمدانی مطبوعہ مصر مع ینابیع جلد دوم ص ۲۵۵)

اس کے ساتھ ہی ملتی جلتی ایک روایت کتابوں میں یہ بھی موجود ہے کہ جناب ابوطالبؑ نے کعبہ کے

دروازہ کو تھام کر اللہ کے حضور میں دعا کی تھی کہ اے رب کعبہ مجھے تو مولود کا نام القا فرما چنانچہ اُن پر آپ کا نام علی القائی صورت میں ظاہر فرما دیا گیا۔ "واللہ اعلم بالصواب"

علاوہ ازیں کتب سیر میں یہ روایت بھی آتی ہے کہ:۔

ای فان ام علی کرم اللہ وجهه سمته اسد ابا سم ابیها وکان ابره ابو طالب غائبا۔ فلما قدم کره ذالک وسماه علیا۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم ص ۳۸۷ ریاض النظرہ المناقب العشرہ جلد ۲ ص ۱۰۵)

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام علی جناب ابو طالبؓ نے رکھا تھا کیونکہ آپ کی غیر موجودگی میں آپ کی زوجہ محترمہ حضرت فاطمہ بنت اسدؓ نے اپنے باپ کے نام پر "اسد" نام رکھا تھا۔ لیکن جب حضرت ابو طالبؓ کو بتایا گیا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا اس کا نام "علی" ہے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام "علی" رکھنے کے متعلق درست روایت یہی ہے کہ یہ نام خود تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمایا تھا۔ اور یہ اُن روایات سے متعارض بھی نہیں جن میں ہے کہ آپ کا نام آپ کے والدین کو القا کیا گیا تھا" کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں "علی" نام رکھنے کا مشورہ دیا تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ فوراً قبول کر لیا بلکہ بتایا کہ ہم پر بھی یہی نام القاء کیا گیا ہے۔

بہر حال دیگر سیرت نگاروں کی ہمنوائی میں عبدالکریم خطیب بھی اپنی کتاب "بقیۃ النبوۃ وخاتم الخلافۃ" میں بالوضاحت اس موضوع پر یوں رقمطراز ہے۔

اور اسم "علی" اسم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے معانقے کی صورت میں ملا ہوا ہے اور ان دو خاص اسمائے کریمین میں ایک خاص ربط باہمی ہے اور جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِسم گرامی مرقع حسن ولطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص نے اپنے بچے کا نام "محمد" نہیں رکھا اسی طرح علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نام "علی" پیکر حسن ولطافت ہے اور آپ سے پہلے کسی شخص کا نام علی نہیں تھا۔ تاریخ عرب میں بھی آپ سے پہلے کسی کا نام علی نہیں تھا۔ سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیدر کرارؓ کا نام اِس لئے علی تجویز فرمایا کہ جناب علی علیہ السلام نبوت کی خوشبوؤں سے ایک خوشبو اور رسالت کی برقبار تجلیات سے ایک تجلی تھے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نو مولود کے رخ انور کو دیکھا تو جان لیا کہ یہ بچہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں میں اعلیٰ ترین مقام کا حامل اور یقینی طور پر اسلام میں اعلیٰ وبلند مقام پر فائز ہوگا"۔

اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہی اپنے چچا جان حضرت ابو طالبؓ اور ان کی زوجہ

محترمہ کو نومولود کا اسمِ گرامی "علی" رکھنے کا مشورہ مرحمت فرمایا ہے۔

اور مزید لکھا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس سے پوری حیات طیبہ میں خلاف اسلام کوئی واقعہ نہ تو ظاہر میں اور نہ ہی باطن میں سرزد ہوا۔ خواہ وہ دور اسلام سے پہلے کا ہو یا اسلام آنے کے بعد کا۔ گویا آپ قبل اَز زمانہ اسلام مسلمان ہی تھے۔

واسم علی یلتقی مع اسم "محمد" لقاء اخاء و معانقة " فاسم علی "لم یکن مما تتسمی بها العرب فی جاهلیتها ، ولم یحفظ التاریخ الجاهلی من تسمی به قبل صاحبه "علی ابن طالب" كان كاسم "محمد" فی لطفه وحسنه۔

ان اختیار هذا الاسم "لعلی" كان نفحة من نفحات النبوة ولمحة من لمحاتها حین نظر محمد الی وجه هذا الولید وقع فی نفسه انه فی الاعلین من عباد الله وان جدیر بأن یكون فی المقام الاعلی فی الاسلام ۔ اما علی كرم الله وجهه ، فكانت حیاته فی الجاهلیة والاسلام علی سواء لم یغیر منه الاسلام شیئا فی ظاهرا وباطن اذوله سلما قبل الاسلام فلعل "محمد" هوالذی اختیار لابن عمه الولید هذا الاسم واشار علی عمه وزوج عمه ان یسموا ولید هم به۔

(بقیۃ النبوۃ خاتم الخلافہ مطبوعہ بیروت ص ۱۹۱)

اِن کے علاوہ بھی فاضل مصنف نے "اسم علی" کے متعلق نہائت کارآمد اور خوبصورت توجیہات پیش کی ہیں جنہیں طوالت کی وجہ سے قلم انداز کردیا گیا ہے۔ کیونکہ پیش ازیں دیگر متعدد کتب سیر کے حوالہ جات سے وضاحت کی جا چکی ہے۔

یہاں ہم قارئین کی معلومات میں اضافہ کے لئے یہ وضاحت کردینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ عبد الکریم خطیب صاحب جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم گرامی سے رفاقت اور دونوں اسمائے مقدسہ کی رفعت وعظمت کے متعلق اپنے اِس حسین استدلال کے بعد جو بات سامنے لائے ہیں وہ نہ صرف یہ کہ بے محل ہے بلکہ خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے طبعی خلجان کی بھی منہ بولتی تصویر ہیں۔

وہ لکھتے ہیں کہ غالی شیعان علی۔ محمد وعلی کے اسمین کریمین کی اس موافقت اور حضرت علی علیہ السلام کی اس شان پر ہی اکتفاء نہیں کرتے بلکہ وہ اس میں غلو سے کام لیتے ہوئے اس موافقت کو آسمانی اَمر قرار

دیتے ہیں، اور اس وضعی حدیث کو نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منسوب کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا'' کہ مجھ کو اور علیؑ کو نور سے پیدا فرمایا گیا ہے اور ہمارا نور تخلیق آدم سے دو ہزار سال قبل عرش کی داہنی طرف موجود تھا پھر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ہمارا نور لوگوں کی صلبوں میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ صلبِ عبدالمطلبؓ میں جا گزین ہوا۔ پھر ہمارے ناموں کو اللہ تعالیٰ کے اسماء سے مشتق کیا گیا۔

پس اللہ تعالیٰ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ تعالیٰ اعلیٰ ہے اور علی علی ہے۔

متن ملاحظہ کریں !

. ولهذا التوافق بين هذين الاسمين الكريمين ، محمد و علي ، ولقائهما ـ ما قبل ان تتداولهما العرب وتتعامل بهمة نظر بعض الغلاة من شيعة علي في هذا وعده شهادة على فضل علي ، ولم يكتفوا بهذا ، بل جعلوا هذا التوافق امراسماويا ، فوضعوا الذلك حديثا نسبوه الى النبي ''خلقت انا وعلي من نور ، وكنا على يمين العرش قبل ان يخلق آدم بالفي عام . ثم خلق الله آدم فانتقلنا في اصلاب الرجال ثم جعلنا في صلب عبدالمطلب . ثم شق اسماءنا من اسمه فالله محمود ، وانا محمد ، والله الاعلى ، وعلي علي .

(علی ابن ابی طالب عبدالکریم خطیب مطبوعہ بیروت ص ۹۲

علی نور نہیں؟

خطیب صاحب مندرجہ بالا مضمون کی حدیث کو غالی شیعوں کی من گھڑت اور وضعی قرار دینے کے لیے جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ کے خصوصی خوشہ چین اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی کی تعلیقات کی یہ عبارت ہے۔

قال الشوكاني في تعليقه على هذا لحديث ''وهو موضوع'' وضعه جعفر بن احمد بن علي بن بيان وكان رافضا وصاعا''

(علی ابن ابی طالب بقیۃ النبوت وخاتم خلافت ص ۹۲ مطبوعہ بیروت)

(مؤلفہ عبدالکریم الخطیب)

اور وہ موضوع ہے اسے جعفر بن احمد بن علی بن بیان نے وضع کیا ہے اور" وہ حدیثیں وضع کرنے والا رافضی تھا۔"

کیا یہ حدیث وضعی ہے ؟

اس سلسلہ میں ہم گذشتہ اوراق میں جناب رسول کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالی عنہ کے نور مبارک کے متعلق "تذکرۃ الوعظین" اور نزہتہ المجالس کے دو حوالے ہدیۂ قارئین کر چکے ہیں جو اہل محبت کے لئے بہر صورت کافی ہیں مگر جناب "عبدالکریم خطیب" کے ذہنی خلجان کے دور کرنے اور عوام الناس کی معلومات میں اضافہ کرنے کے پیش نظر مزید چند حوالے اس ضمن میں پیش کیے جاتے ہیں۔

مشہور محدث اور فقیہ علامہ محب طبری رحمتہ اللہ علیہ اپنی لا جواب تصنیف لطیف "ریاض النظرہ فی مناقب العشرہ مبشرہ" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص کے باب میں امام احمد بن حنبل کی کتاب المناقب کے حوالہ سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ

عن سلمان قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول کنت انا وعلی نورا بین یدی اللہ تعالی قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشر الف عام فلما خلق اللہ آدم قسم ذالک النور جزاین فجز انا وجزٔ علی

(ریاض النظرہ جلد دوم ص ۲۱۷)

(خرجہ احمد فی المناقب)

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالی عنہ نے روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

"میں اور علی تخلیق آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار برس پہلے ایک نور کی صورت میں اللہ تبارک وتعالی کے حضور میں موجود تھے۔ پھر جب اللہ تعالی نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو دو اجزا میں تقسیم فرمایا چنانچہ ایک جز میں اور ایک جزء علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں"

"ریاض النضرہ" کی اس حدیث کے علاوہ مفتی اعظم قسطنطنیہ سید سلمان حنفی قندوزی رحمتہ اللہ علیہ بنی مشہور زمانہ کتاب "الینابیع المودۃ" میں اس روایت سے ملتی جلتی حدیث متعدد کتب احادیث ومناقب سے نقل فرماتے ہیں"

آپ نے اس پہلی روایت کو ابو الحسن علی بن محمد المعروف ابن مغازلی واسطی شافعیؒ کی ''کتاب المناقب'' اور علامہ دیلمی کی مشہور زمانہ کتاب ''الفردوس'' سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ سند کے ساتھ نقل کرتے ہیں کہ !

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حدیث بیان فرمائی کہ میں نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے آپ نے فرمایا کہ میں اور علی خلقت آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور کی صورت میں موجود تھے اور ہمارا یہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تقدیس بیان کرتا تھا

جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو (ہمارے) اس نور کو صلب آدمؑ میں ودیعت فرمادیا چنانچہ میںؑ اور علیؑ ہمیشہ واحد چیز کی صورت میں رہے۔ حتی کہ صلب عبد المطلب میں آکر متفرق ہو گئے اور میرے لئے نبوت اور علیؑ کے لئے ولایت مقرر ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں،

اخرج ابو الحسن علی بن محمد المعروف بابن المغازلی الواسطی الشافعی فی کتابه المناقب بسنده عن سلمان الفارسی قال سمعت حبیبی محمد (صلی الله علیه وآله وسلم) یقول کنت انا وعلی نورا بین یدی الله عزوجل یسبیح الله ذالک النور ویقدسه قبل ان یخلق آدم باربعة عشرة الف عام فلما خلق آدم اودع ذالک النور فی صلبه فلم یزل انا وعلی شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی انبوة وعلی الامامة۔

(ایضا الدیلمی اخرج ھذا الحدیث فی کتابہ ''الفردوس'' ''عن سلمان'')

(''الینابیع المودة'' جلد اول ص ۱۰)

علامہ سلمان حنفی قندوزی دوسری روایت حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے ابن المغازلی کی کتاب ''المناقب'' سے بھی اسطرح نقل فرماتے ہیں !

اخرج ابن المغازلی ایضاً عن سالم بن ابی جعد عن ابی ذر قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول کنت انا وعلی نوراً یمین العرش بین یدی الله عزوجل یسبح الله ذالک النور ویقدسه قبل ان یخلق الله آدم باربعة عشر الف عام فلم یزل اناو علی شئی واحد حتی

افترقنا فی صلب عبد المطلب فجزء انا وجزء علی۔

(ینابیع المودۃ ۱؍۱۰)

نیز ابن المغازلی سالم ابن جعد سے وہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ !

میں اور علیؑ نور کی صورت میں عرش کے دائیں طرف آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل اللہ تعالیٰ عزّوجل کے حضور میں موجود تھے۔

ہمارا یہ نور اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح وتقدیس بیان کیا کرتا تھا۔ میں اور علیؑ ہمیشہ ایک ہی نور کی صورت میں رہے حتیٰ کہ ہمیں صلبِ عبدالمطلبؓ میں علیحدہ علیحدہ کر دیا۔ چنانچہ ایک جز میں اور ایک جز علیؑ ہیں۔

تیسری روایت علامہ سلمان رحمتہ اللہ علیہ "امام حموینی کی مشہور تالیف مبارکہ "فرائد السمطین" سے اسناد اہلبیت کے ساتھ نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ !

اخرج الحموینی فی کتابہ فرائد السمطین بسندہ عن زیا د بن المنذر عن ابی جعفر الباقر عن ابیہ عن جد ہ الحسین عن علی ابن ابی طالب سلام اللّٰہ علیہ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم قال کنت انا وانت یا علی نوراً بین ید ی اللّٰہ تبارک وتعالیٰ من قبل ان یخلق آدم باربعۃ عشرۃ الف عام فلما خلق آدم سلک ذالک النور فی صلبہ فلم یزل اللّٰہ ینقلہ من صلب الی صلب عبد المطلب ثم قسمہ قسمین فاخرج قسماً صلب ابی عبد اللّٰہ وقسماً صلب عمی ابی طالب " فعلی منی وانا منہ " " لحمہ لحمی " " ودمہ دمی "۔

(ایضا اخرج لہذ الحدیث بلفظہ موافق الخوارزمی) (ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۱)

"فرائد السمطین" میں حموینی نے زیاد بن منذر سے انہوں نے ابوجعفر امام محمد باقر سے امام محمد باقر نے اپنے باپ (امام علی بن حسین زین العابدین) سے روایت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے دادا امام حسین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "ہمارے والد ماجد" حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "

اے علی میں اور تو دونوں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال قبل ایک نور کی شکل میں موجود تھے جب اللہ

تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارے اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں جاگزیں فرمایا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس نور کو مسلسل ایک سے دُوسری پشت میں منتقل فرماتا رہا حتیٰ کہ یہ نور صلب عبدالمطلبؓ میں جاگزیں فرمایا گیا، پھر اس کو دو حصّوں میں تقسیم فرما کر ایک حصہ میرے والد عبداللہؓ اور دوسرا حصہ میرے چچا حضرت ابو طالبؓ کے اصلاب میں مقرر فرمایا۔

چنانچہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اس کا گوشت میرا گوشت اور اس کا خون میرا خون ہے۔

علامہ سلمان حنفی فرماتے ہیں کہ "فرائد السمطین" میں آنے والی یہ حدیث بعینہٖ "موافق خوارزمی" نے بھی نقل فرمائی ہے۔

حیرت ہے کہ اہلسنت کی مشہور کتابوں میں اس قسم کی روایات کی موجودگی کے باوجود عبدالکریم خطیب صاحب نے یہ کیسے ثابت کر لیا۔ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ" آپ کی حدیث ہی نہیں بلکہ غالی شیعوں کی من گھڑت روایت ہے۔

حالانکہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک نور ہونا دیگر متعدد طرائق سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے

ہوسکتا ہے کہ خطیب صاحب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ہی نور ماننے سے گریز کرتے ہوں جیسا کہ آج کل متعدد نام نہاد محققین "اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ" کی آڑ لے کر قرآن وحدیث کی دوسری تمام تر نصوص کو نظر انداز کر دیتے ہیں، جن میں واضح طور پر حضور رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا نورِ اوّل ہونا روز روشن کی طرح درخشندہ وتابندہ ہے۔ ہم نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور بلکہ اصل نور ہونے کے بارے میں ایک ہزار ثقہ حوالوں پر مشتمل کتاب "نور مبین" مرتب کی ہے جو انشاء اللہ العزیز آئندہ سال زیور طبع سے آراستہ ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی اس کتاب میں نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضمن میں باالتفصیل ایسی روایات بھی پیش کی گئی ہیں۔ جن سے حضور فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر خانوادہ مقدس کا نورٌ علیٰ نور ہونا قطعی طور پر ثابت ہے۔

بہر حال ہم اس مضمون کو اس مقام پر طوالت کے سپرد نہیں کرنا چاہتے اس لئے مزید چند حوالے پیش کرنے پر اکتفاء کریں گے۔ پہلے تو آپ "ینابیع المودۃ" ہی کے دو مزید حوالے ملاحظہ فرمائیں۔ جن سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نور واحد ہونا اور تخلیق آدم سے قبل ایک ساتھ رہنا ثابت ہوتا ہے۔

اخرج الحموینی بسندہ عن سعید بن جبیر عن ابن

عباس قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی خلقت انا وانت من نور اللہ عز وجل۔

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۱۱ مطبوعہ مصر)

علامہ حموینی ''فرائد السمطین'' میں سند کے ساتھ سعید بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ !

یا علی! اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو نور سے پیدا فرمایا ہے''

موفق بن احمد خوارزمی سند کے ساتھ روائت بیان کرتے ہیں کہ روایت بیان کی اعمش نے اُنہوں نے ابو وائل سے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تبارک تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور اُن میں رُوح کو پھونکا تو جناب آدم علیہ السلام کو چھینک آ گئی جس پر انہوں نے کہا کہ ''الحمد للہ'' اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام پر وحی کی کہ تو نے میری حمد بیان کی ہے۔ مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم اگر مجھے اپنے دو بندوں کو پیدا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو تمہیں ہرگز پیدا نہ فرماتا۔

آدم علیہ السلام نے عرض کی! الٰہی کیا وہ دونوں مجھ سے ہوں گے فرمایا ہاں تمہیں سے پیدا ہوں گے'' پھر فرمایا کہ اے آدم اپنی نظر کو اُوپر اُٹھاؤ اور دیکھو...... حسب الحکم جب آدم علیہ السلام نے اُوپر نظر اٹھائی تو عرش پر دیکھا'' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد اللہ کے رسول اور نبی رحمت ہیں اور علیؑ حجت کو قائم کرنے والے ہیں۔ متن ملاحظہ کریں !

اخرج موفق بن احمد الخوارزمی بسندہ عن الاعمش عن ابی وائل عن ابن مسود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما خلق اللہ آدم ونفخ فیہ من روحہ عطس فقال الحمد للہ فاوحی اللہ الیہ انک حمد تنی وعزتی وجلالی لو لاالعبد ا ن الذان ارید ان اخلقھما ماخلقتک قال آلھی ایکونا منی؟

قال نعم یا آدم ارفع بصوک وانظر فنظر فاذامکتوب علی العرش لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ ھو نبی رحمۃ وعلی مقیم حجۃ۔

(ینابیع المودۃ ۱/۱۱)

نور کے مزید حوالے

قدوۃ السالکین امام العارفین حضرت جناب سید علی بن شہاب ہمدانی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تالیف مبارکہ ''المودۃ فی القربیٰ'' میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک نور سے ہونے کے متعلق آٹھویں مودۃ کے تحت باب مقرر فرما کر روایت نقل فرماتے ہیں کہ:۔

''حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور علی ایک نور سے ہیں۔ اور تخلیق آدم سے چار ہزار سال قبل ہمارا نور موجود تھا۔

پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارا یہ نور ان کی صلب اطہر کا راکب بنا اور پھر یہ نور ہمیشہ ایک ہی شکل وصورت میں موجود رہا حتیٰ کہ ہم دونوں حضرت عبد المطلبؓ کی پشت انور سے متفرق ہو گئے''۔ پس میرے لئے نبوت اور علی کے لئے وصیت مقرر فرمائی گئی۔

المودۃ الثامنۃ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیاً من نور واحد'' عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''رفعہ ''خلقت انا وعلی من نور واحد قبل ان یخلق اللہ آدم باربعۃ آلاف عام فلما خلق آدم رکب ذالک النور فی صلب فلم یزل شئی واحد حتی افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ وفی علی الوصیۃ۔

(المودۃ القربیٰ مؤلفہ سید علی بن شہاب ہمدانی مع ینابیع المودہ جلد دوم صفحہ ۲۵۶)

اِس ضمن میں سید علی بن شہاب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری حدیث براہِ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سند سے بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا کتاب میں رقمطراز ہیں کہ !

عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 'یا علی خلقنی اللہ وخلقت من نورہ فلما خلق آدم علیہ السلام اودع ذالک النور فی صلبہ فلم یزل انا وانت شئی واحد ثم افترقنا فی صلب عبد المطلب ففی النبوۃ والرسالۃ وفیک الوصیۃ والامامۃ۔

(المودۃ فی القربیٰ ص ۲۵۶)

حضرت علی روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا !

"یا علی! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھ کو اور تجھ کو اپنے نور سے پیدا فرمایا پھر جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ہمارے اِس نور کو اُن کی صُلب میں ودیعت فرمایا گیا پھر ہمیشہ میں اور تو ایک چیز کی حیثیت سے رہے۔ پھر یہ میرا اور تیرا نور صلب عبدالمطلبؓ میں متفرق ہو گیا تو مجھ سے نبوت و رسالت کا ظہور ہوا اور تیرے لئے وصیت اور امامت قائم کی گئی۔

تیسری روایت متذکرہ بالا کتاب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرّار علیہ السلام کے شجر واحد ہونے کے ضمن میں اس طرح مرقوم ہے کہ !

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اور علی ایک درخت سے پیدا ہوئے ہیں جبکہ دوسرے لوگ مختلف اشجار سے پیدا ہوئے" اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اور علی کو ایک درخت سے پیدا کیا میں اُس درخت کی اصل ہوں اور علی اُس کی فرع ہیں۔

(المودۃ فی القربیٰ صفحہ ۲۵۴)

مادہ پرستی کا یہ دور

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں بڑھتی ہوئی مادہ پرستی نے محققین کے ایک گروہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے اور وہ ایسی روایات جن کا تعلق آسمانی اور روحانی دنیا سے ثابت ہوتا ہے کا انکار کر دینے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں"۔

اُن کا خیال ہے کہ اگر ہم نے اس واقعہ کی صحت پر اتفاق کر لیا جو آسمانی دنیا سے متعلق ہے تو مادیت نواز لوگ انہیں رجعت پسند اور روایت پرست متصور کرنا شروع کر دیں گے۔

حالانکہ مذہبِ اسلام خالصتاً رُوحانی اَقدار کا سرچشمہ اور آسمانی کتاب قرآن مقدس کی تعلیمات کا مجموعہ ہے۔ قرآن مجید ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ، واعظم برہانہ، نے کس طرح اَزل کے دِن اَرواح کو جمع فرما کر" اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ " کا اقرار لیا اور پھر یومِ میثاق میں کس طرح اَرواحِ اَنبیاء سے اپنے مقدس محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اور آپ کی عزت وتوقیر کا عہد لیا۔

بایں ہمہ اگر مادہ پرستوں کی تنقید کا خوف خود پر مسلط کر کے تحقیق کا فریضہ ادا کیا جائے گا تو پھر روز جزا و سزا کا تصور کس طرح پیش کیا جائے گا؟ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ کا تصور کیسے قائم رکھا جائے گا اور جنت وجہنم جیسی حقیقتوں کو تسلیم کروانے کا کونسا طریقہ معرضِ وجود میں لایا جائے گا؟

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ اوّلین ہونے پر جمہور اہلِ سنت کا اجماع ہے اور اس پر قرآن مجید کی متعدد آیات بھی شاہدِ عدل ہیں جیسا کہ "قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ" اور آپ کا لقب سراجاً منیرا وغیرہ۔

علاوہ ازیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ عالیشان "اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ وَكُلُّ خَلَائِقَ مِنْ نُوْرٍ" اور اس قسم کی دوسری احادیث جنہیں شارح بخاری علامہ قسطلانی جیسے محدث نے "مواہب الدنیہ" وغیرہ میں دُرست تسلیم کیا ہے۔ اِس حقیقت کی غماز ہیں کہ اِسلام اور بانیٔ اسلام کا تعلق آسمانی دنیا سے قائم کرنے سے کوئی شخص غالی شیعہ نہیں ہوسکتا بلکہ یہ ایک مسلّمہ اَمر اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے جسے مادہ پرستوں کے خوف سے تبدیل کرنے کی کوشش کرنا سراسر ضلالت وگمراہی اور صداقت سے اِنحراف کرنے کے مترادف ہے۔

لہٰذا اس قسم کی ناکام کوششیں نہ تو اسلام کی خدمت کے زُمرہ میں آتی ہیں اور نہ ہی حقِ تحقیق ادا کرنے کا فریضہ سرانجام دیتی ہیں۔ مشکوۃ شریف وغیرہ کتب احادیث میں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ "کُنْتُ نبیاً وآدم بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْن" یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

علاوہ ازیں یہ امر تو ویسے ہی ایک بدیہی حقیقت ہے کہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شجرۂ نسب بھی ایک ہی ہے اور آپ کے نور کا اصلاب وارحامِ طیبات وطاہرات میں منتقل ہوتے رہنا دیگر بیشمار اَحادیث رسولؐ سے بھی قطعی طور پر ثابت ہے۔ اور اس پر قرآن مجید کی آیت کریمہ "وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْن" بھی شاہدِ عدل ہے۔ اس مسئلہ میں مزید تفصیل کے لئے ہماری تحقیقی کتاب "والدینِ رسول الثقلین" ملاحظہ فرمائیں۔

اب رہا روایت کا آخری حصّہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ میرا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نام محمود سے مشتق ہے اور علی کا نام اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظیم اعلیٰ سے مشتق ہے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کونسی نص مانع ہے اور اس میں رافضیت کا کونسا پہلو پوشیدہ ہے؟ حضرت ابوطالب بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وشق له من اسمه المتحد

فذوالعرش محمود هذا محمد

اس شعر پر تضمین کرتے ہوئے شاعرِ دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابتؓ یوں رقمطراز ہیں۔

واشتق له من اسمه ليجله

فذوالعرش محمود هذا محمد

الم تران اللّٰہ ارسل عبدہ
باٰ یا تہ والله اعلی امجد

حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم عظیم وکریم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ عظیم محمود سے مشتق ہے اور یہ بالکل سامنے کی بات اس میں ایسی کوئی بات نہیں جس کی وجہ سے روایت کو وضعی قرار دیا جائے۔

اسی طرح جناب ولائت مآب حیدرِ کرّار کے نام علیؑ (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسم عظیم اعلیٰ سے مشتق ہونے پر بھی معترض کے پاس کوئی وجہ جواز نہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا اسمِ گرامی اعلیٰ بھی ہے اور علی بھی جیسا کہ "سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلیٰ ، وَھُوَ العَلِیُّ الکَبِیر" وغیرہ لہٰذا علی کا نام اگر اللہ تعالیٰ کے اسم سے مشتق نہیں تو پھر اس نام کے دوسرے ایسے کون سے معانی ہیں جو اعلی اور علی سے الگ ہیں۔

زیر بحث روایت کے علاوہ علامہ جلال الدین سیوطی "تفسیر دُر منثور" میں علامہ عبدالرحمن صفوری "نزہتہ المجالس" میں علامہ ابن المغازلی "المناقب" میں زیر آیت "فَتَلَقّٰی آدَمُ مِن رَّبِّہٖ کَلِمَاتٍ" رقمطراز ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو جنت میں ایک قبہ پر لکھے ہوئے دیکھا تھا۔ "انا المحمود ھذا محمد انا الاعلی وھذا علی" (الخ) مزید تفصیل عنوان قرآن اور علی زیر آیت ملاحظہ فرمائیں۔

المختصر یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تعلق وربط باہمی ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

شوکانی کون ہے ؟

اِن متعدد حوالہ جات کے بعد ہم بغیر عبدالکریم خطیب صاحب کو مخاطب کئے اپنے قارئین کو اِس حقیقت سے رُوشناس کرانا ضروری سمجھتے ہیں کہ جہاں تک "شوکانی" اور اس کے ہمنواؤں کا شانِ اہلبیت میں آنے والی روایات کو وضعی قرار دینے کا تعلق ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں" کیونکہ اُن کی تحقیق کا مرجع ومحور" ان کے پیشوا ابن تیمیہ کی وہی "منہاج السنۃ" کتاب ہے جس کا تذکرہ ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اس وحشت انگیز کتاب کی متعدد عبارات ہم آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں جو ہمارے اِس خیال کی مکمل ترین تائید پر مبنی ہوں گی، اِن عبارات سے آپ نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکیں گے کہ تحقیق کا یہ انداز کسی بھی صورت میں منصفانہ اور غیر جانبدارانہ قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ واضح طور پر معاندانہ پراپیگنڈہ

ہے، جس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ اہلبیت مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف وتوصیف میں آنے والی ہر روایت کو خواہ وہ کتنی ہی ثقہ کیوں نہ ہو۔ غالی رافضیوں کی فسانہ طرازیوں کا کرشمہ بنا دیا جائے۔ علاوہ ازیں ''شوکانی'' کی جرح کا انداز اپنا ہی تیار کردہ اور خود ساختہ ہے وہ ہر روایت کو اپنے معیار پر پرجانچنے کا عادی ہے وہ ایک طرف تو'' اصحابی کالنجوم '' والی روایت کو وضعی، باطل اور واہی قرار دیتا ہے اور دوسری طرف اُسی روایت سے استدلال بھی کرتا ہے۔

اگر ''شوکانی'' کے معیار روایت کا ٹھیک ٹھیک تجزیہ کرنا مقصود ہو تو اس کی کتاب ''نیل الاوطار'' وغیرہ کا مطالعہ کریں جن میں اُس کے مطلق العنان محدث ہونے کی قلعی واضح طور پر کھل جاتی ہے۔

وہ کسی بھی مسئلہ میں اجتہاد کرتے وقت ہر قسم کی من گھڑت اور محدثین کی مسترد کردہ روایات سے بلا جھجک دلیل پکڑتا ہے اور من چاہا نتیجہ اخذ کرنے میں ید طولیٰ رکھتا ہے۔

''اور سب سے بڑی بات یہ کہ وہ اپنے گروہ کے سرخیل ابن تیمیہ کی ہر غلط بات کو دُرست ثابت کرنے کے لیئے نصوصِ صریحہ سے صرف نظر کرنے میں بھی باک نہیں سمجھتا۔ اس صورت میں اُس کا کسی ایک روایت کو وضعی ثابت کر دینا اُس کیلئے کوئی خاص مشکل امر نہیں''

حالانکہ مذکورہ روایت نہ صرف اس کی بتائی گئی اُن اسناد سے ہی ثابت ہے جن کے ایک راوی کو اس نے حدیثیں وضع کرنے والا رافضی قرار دیا ہے بلکہ دیگر ثقہ راویوں کی اسناد اور مختلف طرق سے ثابت ہے جیسا کہ قارئین کرام گزشتہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

اب اگر اِس ضمن میں پیش کردہ تمام تر روایات سے اِعراض بھی کر لیا جائے تو جب بھی سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ

''خلقت انا و علی من نور''

''یعنی اللہ نے مجھے اور علی کو نور سے پیدا فرمایا''

آپؐ کے دوسرے کئی فرامین سے قطعی طور پر ثابت ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں!

''انا و علی من نورٍ واحد''

''یعنی میں اور علی ایک نور سے ہیں''

''انا و علی من شجرٍ واحد''

''میں اور علی ایک درخت سے ہیں''

''اَنَا وَ عَلِی مِن نفسٍ وَاحد''

''میں اور علی ایک جان سے ہیں''

''علی منّی وانا منہ''

''علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں'' وغیرہ وغیرہ۔

اِن تمام احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل ہم کسی دوسرے باب میں پیش کریں گے یہاں تو یہ بتانا ہے کہ جبکہ اُصولِ حدیث کے مطابق'' حدیث بالمعنی خواہ وہ اعمال کے متعلق ہی کیوں نہ ہو قابل قبول ہے تو فضائل میں آنے والی حدیث کو معمولی تغیرِ لفظی کی وجہ سے موضوع قرار دے دینا محض تحکم اور تعصب نہیں تو اور کیا ہے؟

اِنہی الفاظ پر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم اور آپ کے نور ہونے کی بحث کو ختم کیا جاتا ہے۔

اسمِ علی سراپا حُسن ولطافت ہے

اہلِ محبت نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ مقدس کے متعلق نہایت ہی حسین وجمیل اُسرار ورموز کا انکشاف کیا ہے۔ جن کو حیطۂ تحریر میں لانے کے لیے عمرِ خضر درکار ہے، تاہم محض برکت حاصل کرنے کے اور محبانِ حیدرِ کرار کی معلومات کے لیے ''مشتے نمونہ از خروارے'' کے طور پر درج ذیل مضمون پیشِ خدمت ہے۔

ہر چیز میں علی ہے

علی یابی ، زہر لفظ معیّن ! ! !
بکن تشش چند اعدادش دریں فن
بیفزا یک. ربکن با عشر مضروب
بطرح بست دہ بر یازدہ زن

یعنی تاجدار مملکت روحانیت امیر المومنین سیدنا ومولانا ومرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ''اسم پاک'' علی '' اپنے اعداد کے اعتبار سے ہر چیز اور ہر لفظ میں پوشیدہ ہے، اور اگر تو چاہے کہ ہر متعینہ لفظ سے اسم علی کے اعداد تجھ پر ظاہر ہوں تو کسی بھی لفظ کے عدد لے کر اِس کو چھ سے ضرب دے کر اُس میں مزید ایک ہندسہ جمع کر لیں پھر سب حاصل ہونے والے ہندسوں کو دس سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر لے تقسیم کے بعد جو ہندسہ نا قابل تقسیم ہو اس کو گیارہ سے ضرب دے لیں، تو ایک سو دس عدد ظاہر ہوں گے جو ابجد کے حساب سے لفظ'' علی'' کے عدد ہیں۔

حروف ابجد کے حساب سے "علی" کے عدد اس طرح ہیں۔

ع ل ی حاصل جمع ایک سو دس

110 = 10 + 30 + 70

اَب آپ مندرجہ بالا رُباعی کے مطابق چند مثالیں ملاحظہ کریں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم پاک "محمد" کے عدد بانوے ہیں یعنی

م ح م د حاصل جمع بانوے

40 + 40 + 8 + 4 = 92

ان اعداد معظمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم کے ایک سو دس اعداد کا ظہور ہوتا دیکھیں۔

92 x 6 = 552 + 1 = 553

اب اِسے دس سے ضرب دے کر حاصل ضرب آنے والے "5530" کے ہندسہ کو بیس پر تقسیم کریں تو دو سو چھہتر پر تقسیم ہو کر باقی دس بچیں گے

553 x 10 = 5530 ÷ 20 = 10

اس باقی بچنے والے دس کے ہندسہ کو گیارہ سے ضرب دیں تو ایک سو دس کا ہندسہ حاصل ہو جائے گا جو اسم علی کے اعداد کے برابر ہے۔

10 x = 110

دوسری مثال یہ سمجھ لیں کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عرش کا نام "احمد" ہے احمد کے عدد یہ ہیں۔

ا ح م د

53 کل عدد 4 + 40 + 8 + 1

53 x 6 = 318 + 1 = 319

319 x 10 = 3190

اِس ہندسہ 3190 کو 20 پر تقسیم کرنے کے بعد باقی بچنے والا ہندسہ دس ہے۔ جسے گیارہ سے ضرب دینے پر ایک سو دس کا ہندسہ برآمد ہوگا"

تیسری مثال یوں سمجھ لیں کہ اللہ جل مجدہ الکریم کے ذاتی اسم پاک کے اعداد چھیاسٹھ ہیں۔

ا ل ل ہ

5 + 30 + 30 + 1 = 66

اب ان اعداد پر مذکورہ بالا عمل دوہرائیں۔

66 x 6 = 396 + 1 = 397 x 10 = 3970

اب 3970 کو 20 پر تقسیم کرلیں باقی دس بچیں گے اور دس ناقابلِ تقسیم ہے اب اس دس کو گیارہ سے ضرب دیں گے تو حضرت علی کے اعداد کے مطابق 110 اعداد حاصل ہو جائیں گے

اس طرح آپ دنیا کی کسی بھی چیز کے اعداد لے کر مذکورہ بالا عمل دہرائیں تو دنیا کی ہر چیز سے ''جناب حیدر کرارؑ کے نام ''علی'' کے ایک سو دس عدد برآمد ہوں گے۔

علاوہ ازیں جناب حیدرِ کرّار رضی اللہ تعالیٰ کا اسم عظیم وکریم ''علی'' بے شمار اسرار و رموز کا سرچشمہ ہے۔جیسا کہ بتایا گیا ہے آپ کے نام ''علی'' کے عدد بحساب ابجد ایک سو دس ہیں۔انہی اعداد میں آپ کے دونوں صاحبزادگان والاشان جناب حسنین کریمین طیبین و طاہرین علیہما السلام کی عظیم ترین شہادتوں کے سنہ ہجری بھی پوشیدہ ہیں۔جناب حسن علیہ السلام کی شہادت کا سال ''۵۰ھ'' ہے اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا سال ۶۰ھ ہے جب ۵۰ + ۶۰ کیا جائے گا تو حاصل جمع جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ''۱۱۰'' آئے گا۔

عاشق اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سلطان العارفین حضرت علامہ عبدالرحمن جامی اپنے اشعار میں نہایت پُراسرار طریقہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم عظیم کو زینت کلام بناتے ہیں'' آپ کا ایک شعر ہے۔

صبحے بخواب بودند ناگاہ دلبر آمد
گفتا مرا نگاہ کن خورشید بر آمد

مزید انکشاف ہوا کہ لفظ صبحے کے اعداد بھی اسم علی کے مطابق ہیں

ص	ب	ح	ے
۹۰	۲	۸	۱۰

''بظاہر تو اس شعر کا مطلب ہے کہ صبح کے وقت میں محو خواب تھا کہ اچانک میرے محبوب نے آکر فرمایا کہ میری طرف نظر کر سورج طلوع ہو کر سر پر آ گیا ہے۔''

لیکن بباطن آخری مصرعہ میں لفظ'' مرا '' اور ''خورشید'' سے مراد جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس ہے جسے حضرت مولانا عبدالرحمن جامی نے اپنی خداداد صلاحیتوں سے مترادف الفاظ میں پوشیدہ کر رکھا ہے۔''مرا کا مترادف عربی زبان میں ''لی'' اور ''خورشید'' کا مترادف ''عین'' ہے۔چنانچہ آپ نے ''عین'' اور لی کو دوسرے معنوں میں استعمال کرنے کے باوجود'' اپنے جس محبوب کا تعارف کرانا چاہا ہے وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وجودِ اقدس ہے جو طلوع آفتاب کی صورت میں آپ کے خواب میں جلوہ فگن ہوا۔

علاوہ ازیں بھی حضرت مولانا جامی علیہ الرحمۃ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ اپنے قلبی تعلق کے اظہار کے لیئے آپ کا نام نامی "علی" مختلف استعاروں کی صورت میں استعمال کر کے اپنے اشعار کو مزین کرتے ہیں۔ جن کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم گرامی کے اسرار و رموز اور حکمتوں کے اظہار کیلئے کئی دفاتر درکار ہیں آپ کے نام کا پہلا حرف عین ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ:۔

آپ علم کے طلاطم خیز سمندر ہیں، عقل کل کا جوہرِ خاص ہیں، عشق کی سرفرازیوں کی انتہا ہیں، عزم وہمت کا پیکر ہیں، عظمت وسربلندی کا آسمان ہیں، عرش علیٰ کے ساکن اور وعلوم ومرتبت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔

آپ کے نام کی عین سے ظاہر ہوتا ہے
آپ علیم بھی ہیں اور عظیم بھی
آپ عاشق بھی ہیں اور عقیل بھی
آپ عادل بھی ہیں اور عدیل بھی
آپ عامل بھی ہیں اور عاقل بھی
آپ عالم بھی ہیں اور عارف بھی
آپ عابد بھی ہیں اور عالی بھی
آپ عارض بھی ہیں اور عارج بھی
آپ عازم بھی ہیں اور عاصم بھی
آپ عاطر بھی ہیں اور عاطف بھی
آپ عاقب بھی ہیں اور عاکف بھی
آپ عالی جناب بھی ہیں اور عالی مرتبت بھی
آپ عتیق بھی ہیں اور عزیز بھی
آپ عربی بھی ہیں اور عدیم النظیر بھی

علی کے نام کی عین کی وضاحت کیا کی جاسکتی ہے جو عین شریعت بھی ہے اور عین طریقت بھی عین حقیقت بھی ہے اور عین معرفت بھی علی کے نام کی عین تو اس لامتناہی اور لامحدود علم کی نشاندہی کرتی ہے جس پر باب مدینۃ العلم ہونے کی مہر ثبت ہے اور آپ کے نام میں عین کے بعد لفظ لی تو سراپا گنج اسرار و معرفت ہے جو کبھی لی مع اللہ وقت کی تفسیر بن جاتا ہے اور کبھی اپنے اعداد کے اعتبار سے آپ کا سال وصال بن جاتا ہے کیونکہ آپ کا وصال سنہ ۴۰ھ میں ہوا جبکہ ل اور ی کے عدد بھی چالیس ہی ہوتے ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم اس ضمن میں ایک پُر حکمت اور تفصیلی مضمون ہدیۂ قارئین کریں اس فارسی ''رباعی'' کا مفہوم اردو قطعہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے تا کہ جو حضرات فارسی زبان پر کامل عبور نہیں رکھتے شعروں کی صورت میں ہی اس حساب کو اپنی زبان میں یاد کرلیں۔

فارسی رباعی کا اُردو مفہوم
علی ہر چیز میں ہے

قطعہ

ہر ہندسہ کر لو چھ گنا اور جمع ایک بھی
دو ضرب دس سے پھر کرو تقسیم بیس کی
تقسیم سے جو بچ رہے گیارہ گنا کرو
صائم ملے گا اس طرح ہر چیز سے علی

علی علی ہے

اَب آپ نہایت ہی معلومات افزاء سُرور انگیز کیف آور اور گنجینۂ اَسرار و رموز وہ مضمون ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے یہ مضمون جس کا عنوان علی علی ہے تجویز کیا گیا ہے مخض اور محض محبان حیدر کرار کے لئے ترتیب دیا ہے اپنے مقام پر ایک تحقیقی دستاویز ہونے کے باوجود معاندین کے لئے حجاب ہی بنا رہے گا بہر حال ملاحظہ فرمائیں۔

جدھر بھی دیکھو علی علی ہے

بطورِ خاص مُحبانِ علی کیلئے

اُردو قطعہ کی صورت میں ہم نے جس فارسی رُباعی کا مفہوم ہدیہ قارئین کیا ہے وہ بہر صورت ایک نادر و نایاب چیز ہے اور اہلِ محبت کیلئے اُس میں ایک کیفیت خاص بھی پوشیدہ ہے تاہم اس رُباعی کی تشریح کے بعد ہمارے دِل میں خواہش شدت سے چٹکیاں لینے لگی کہ جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک کے اعداد

کریمہ جن ہندسوں سے برآمد ہوں وہ ہندسے پنجتن پاک اور دوازدہ آئمہ اہل بیت کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھی متعلق ہوں تو کیا ہی اچھا ہو۔

مستعانِ حقیقی اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی ذاتِ اقدس کسی بھی سائل کو مایوس ومحروم نہیں رکھتی چنانچہ اُس کے خاص الطاف وکرم نے نہ صرف یہ کہ میری اِس خواہش کو پورا فرمایا بلکہ جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک اور آپ کے اسم پاک کے اعداد کے بارے میں مزید کئی اسرار ورموز اور پوشیدہ حکمتوں سے بھی آگاہی عطا فرما دی جنہیں صرف محبانِ حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے اُمید ہے اہلِ محبت حضرات اپنے وجدانِ ذوق کی مزید جلا وبقا کے لئے اس مضمون سے خاص طور پر لطف اندوز بھی ہوں گے اور دُعائے خیر سے بھی یاد فرمائیں گے۔

وما توفیق الا باللہ

اب پہلے تو آپ وہ حساب ملاحظہ فرمائیں جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اور پھر آپ اسم علی کے دیگر رموز واسرار سے آشنائی حاصل کریں۔

پنجابی قطعہ

دے ہِند سے نوں ضرب باراں دی اک وِچ ہور ملاؤ
پنج دی ضرب دیو مڑ ویہہ دے ہند سے نال اُڑاؤ
ضرب بائی تھیں دے دیو مُڑ کے جو ہند سہ بچ جاوے
اِنج ہر چیز دے وچوں صائم ''علی'' دا نام بناؤ

یعنی کسی بھی نام یا چیز کے اعداد لے کر پہلے انہیں بارہ سے ضرب دے کر حاصل ضرب میں مزید ایک ہندسہ جمع کرلیں پھر حاصل جمع کو پانچ سے ضرب دے کر بیس پر تقسیم کر دیں آخر پر جو ہندسہ بچ جائے اُس کو بائیس کے ہندسہ سے ضرب دے دیں تو جناب علی کریم کے اسم عظیم کے اعداد کے برابر یعنی ایک سو دس عدد حاصل ہو جائیں گے۔

چند مثالیں

مثال کے طور پر شہزادئ رسول سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا کے ذاتی اسم مقدس فاطمہ سلام

اللہ علیہا کے عدد ایک سو پینتیس ہیں یعنی،

فاطمہ		ہ		م		ط		ا		ف
135	=	5	+	40	+	9	+	1	+	80

اب ان اعداد سے مذکورہ بالا فارمولا کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے نام اقدس کے ایک سو دس اعداد حاصل کریں۔

135 x 12 = 1620 + 1 = 1621

1621 x 5 = 8105 ÷ 20 = 5

5 x 22 = 110

خاص نکتہ

اس حساب میں ایک خاص نکتہ یہ بھی ہے کہ تقسیم کے بعد بچنے والا ہندسہ بھی پانچ کا ہی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجتن پاک کا نور نا قابل تقسیم ہے اور یہ پانچوں نفوس قدسیہ کبھی علیٰحدہ علیٰحدہ نہیں ہونگے۔

دوسری مثال

آپ یوں سمجھ لیں کہ امام مظلوم شہید زہر سید الشباب اہل الجنۃ سیدنا و مرشدنا امام برحق حضرت امام حسن علیہ السلام کے اسم پاک کے اعداد ایک سو اٹھارہ ہیں یعنی۔ ح 8۔س 60۔ن 50 حسن 118 اب آپ ایک سو اٹھارہ کے اس ہندسہ سے اسم علی کے برابر ایک سو دس عدد برآمد کریں۔

118 x 12 = 1416 + 1 = 1417

1417 x 5 = 7085 ÷ 20 = 5

5 پانچ تقسیم کے بعد بچنے والا نا قابل تقسیم ہندسہ ہے

5 x 22 = 110

تیسری مثال

شہزادۂ گلگوں قبا سید الشہداء امام مظلوم شہسوار کربلا سیدنا و مرشدنا امام عالی مقام حضرت امام حسین علیہ السلام کے اسم مقدس کے اعداد مبارک ایک سو اٹھائیس ہیں یعنی،

ح س ی ن حسین

128 = 50 + 10 + 60 + 8

اب مذکورہ بالا عمل دہرائیں۔

128 x 12 = 1536 + 11537

1537 x 5 = 7685 ÷ 20 = 5

اَب تقسیم کرنے کے بعد جو ہندسہ نا قابلِ تقسیم باقی بچا وہ پانچ ہے اور اِس کو بائیس سے ضرب دینے سے حضرت علی کے اعداد کے مطابق 110 حاصل ہو جائیں گے

5 x 22 = 110

دے ہندسے نوں ضرب باراں دی اک وچ ہور ملاؤ
پنج دی ضرب دیو مڑ ویہہ دے ہندسے نال اُڑاؤ
ضرب بائی تھیں دے دیو مُڑ کے جو ہندسہ بچ جاوے
اِنج ہر چیز دے وچوں صائم ''علی'' دا نام بناؤ

اِن تین عدد مثالوں کے بعد اب آپ ان اعداد کی متعدد حکمتوں اور بے شمار اَسرار و رموز سے آگاہی حاصل فرمائیں جن کو ضرب جمع تقسیم کی صورت میں استعمال کر کے ہم نے علی علیہ السلام کے اسم پاک کے ایک سو دس عدد برآمد کرنے کا طریقہ وضع کیا ہے۔

حکمتیں ہی حکمتیں

پہلی حکمت اِس حساب میں یہ ہے کہ اس کی پہلی ضرب بارہ کے ہندسہ سے ہے جس کو دوازدہ آئمہ اہل بیت کرام علیہم السلام سے نسبتِ خاص حاصل ہے کیونکہ بارہ کا تصور کرتے ہی خانوادہ رسول کی یاد آجاتی ہے اور پھر ہر سال کے مہینے بھی بارہ ہوتے اور سال کو عربی زبان میں ''سن'' کہتے ہیں اور لفظِ ''سن'' کے عدد بھی جنابِ علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہوتے ہیں۔

س + ن = سن

۱۱۰ = ۵۰ + ۶۰

علاوہ ازیں ماہرینِ فلکیات کے مطابق نظامِ شمسی کا انحصار بھی بارہ برجوں پر ہے جبکہ بظاہر نظامِ شمسی ہی سے پورے نظامِ کائنات کی تنظیم بھی ہے۔

بارہ کے ہندسے میں مزید بھی کئی متعدد حسین نسبتیں پوشیدہ ہیں مثلاً ''لا الٰہ الا اللہ'' کے بھی حروف

بارہ ہیں اور ''محمد رسول اللہ'' کے حروف بھی بارہ ہیں۔

''اللہ'' ''محمد'' ''زہرا'' کے حرف بھی بارہ ہیں اور ''حیدر کرار زہرا'' کے حروف بھی بارہ ہیں۔

''محمد، علی، فاطمہ'' کے حروف بھی بارہ ہیں۔

اور ''علی، زہرا، حسنین'' کے حرف بھی بارہ ہیں۔

''امام المسلمین'' کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور ''امیر المؤمنین'' کے حرف بھی بارہ ہیں۔

''فاطمہ، علی، حسین'' کے حروف بھی بارہ ہیں۔

فاطمۃ بضعۃ منی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور النظر علی عبادۃ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

حق علی مشکل کشا کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور حق علی ولی اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

وصی واخی مصطفیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور مولود بیت اللہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

قاتل المارقین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور قاتل الناکثین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المھتدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور سید المجتہدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

سلطان المتقین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام العارفین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام المھدیین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام الواصلین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امیر المجاہدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام العابدین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مولائے کائنات کے حرف بھی بارہ ہیں۔

ابو الرحانتین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

علی ہادی ومھدی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام برحق بدر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

علی منی انا منہ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور فاتح غزوہ خیبر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

فاتح غزوہ خندق کے حرف بھی بارہ ہیں

قرآن مع العلی کے حرف بھی بارہ ہیں

اور علی مع القرآن کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام حسن مجتبیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام برحق حسین کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام عابد سجاد کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام محمد باقر کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام جعفر صادق کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام موسیٰ کاظم کے حرف بھی بارہ ہیں۔

یا امام علی رضا کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور حق امام علی تقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

حق امام علی نقی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور امام حسن عسکری کے حرف بھی بارہ ہیں۔

امام محمد مہدی کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور آل محمد مصطفیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

مودۃ فی القربیٰ کے حرف بھی بارہ ہیں۔

اور آیت تطہیر آل کے حرف بھی بارہ ہیں۔

الغرض جدھر بھی غور سے توجہ کرو بارہ ہی کا عکس جمیل نظر آتا ہے اور خدا تعالیٰ ہی اپنی حکمتوں کو بہتر طور پر جانتا ہے۔

دوسری حکمت

ہمارے پیش کردہ حساب میں دوسری حکمت یہ ظاہر ہوتی ہے کہ پہلی ضرب جو بارہ کے ہندسہ سے دی گئی ہے کے بعد اور دوسری ضرب جو پانچ سے دی گئی ہے کہ پہلے ایک کا ہندسہ جمع کرنا پڑتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی وحدانیت واحدیت پر بھی دلالت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی بھی تفسیر معلوم ہوتا ہے کہ نہیں سرگوشی کرتے پانچ مگر وہ چھٹا ہوتا ہے۔

وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ

(سورۃ المجادلہ آیت ۷ پ ۲۸)

یعنی خداوند قدوس فرماتے ہیں کہ جہاں پانچ ہو چھٹا میں ہوتا ہوں۔

تیسری حکمت

ان مضروب و مجموع اعداد کو ضرب دینے والے تیسرے ہندسے پانچ میں خاص بات یہ ہے کہ یہ ہندسہ پنجتن پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر خیر کا مظہر ہے اور جہاں پانچ ہوں وہاں چھٹا خداوند جل وعلیٰ ہوتا ہے علاوہ ازیں یہ ہندسہ اس قدر وسیع تر مضامین کا حامل ہے جس کا حصر ممکن ہی نہیں۔

چوتھی حکمت

اس حساب میں استعمال ہونے والے چوتھے ہندسے کی ایک حکمت کے ذیل میں بے شمار حکمتیں ہیں جن میں سے چند قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہیں۔

(الف) مذکورا حساب میں چوتھے نمبر پر بیس کا ہندسہ ہے جس سے اب تک کہ جمع شدہ ہندسوں کو تقسیم کیا جاتا ہے بیس کو عربی زبان میں عشرین کہتے ہیں جو اِن حروف کا مجموعہ ہے "ع۔ش۔ر۔ی۔ن" چنانچہ پہلی بات تو یہ ہے کہ،

عشرین کی ع علی کے نام کا پہلا حرف بھی ہے اور آپ کے علم و عرفان پر بھی دلالت کرتا ہے دوسرا حرف بھی اس لفظ کا شین ہے جو علی کی شجاعت اور شہادت کا آئینہ دار ہے تیسرا حرف رہے ہے جو علی کی رفعت و ریاضت پر دال ہے چوتھا حرف اس میں "ے" ہے جو علی کی یکتائی اور یدُ الٰہی قوت کا مظہر ہے آخری اور پانچواں حرف "نون" ہے جو علی کے ناصتا اور نامتناہی اور ناصر ہونے کی درخشندہ دلیل ہے۔

(ب) لفظ عشرین کے آخری حروف "ی" اور "ن" ہیں اگر دونوں حرفوں کے عدد لئے جائیں تو بالترتیب دس جمع پچاس کل ساٹھ عدد ہوتے ہیں جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادے سیدنا امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ۶۰ھ کے مترادف ہیں اور اگر ان دونوں حرفوں میں سے آخری حرف "ن ۵۰" سے پہلے حرف "ی ۱۰" کے اعداد کی نفی کردی جائے تو باقی چالیس بچتے ہیں جو تا جدار ہل اتی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شہادت کے سال ۴۰ھ پر دلالت کرتے ہیں اور اگر اس لفظ کے صرف آخری حرف "ن" کے عدد لئے جائیں تو وہ امام حسن علیہ السلام کی شہادت کے سال ۵۰ھ کی نشاندہی کرتے ہیں علاوہ ازیں عشرین کے آخر پر بھی حرف "نون" ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صاحبزادگان والا

شان جناب حسنین کریمین علیہما السلام دونوں کے اسمائے گرامی کے آخر میں بھی حرف ''نون'' ہی آتا ہے۔

(ج) لفظ ''عشرین'' میں ایک خاص ذوق کی بات یہ بھی ہے کہ اس کا مترادف عشرون قرآن مجید میں صرف ایک ہی بار آتا ہے اور وہ بھی اس مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ مجاہدین اسلام کے لئے ارشاد فرماتا ہے کہ اگر تم میں سے بیس صبر والے ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے۔

اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ ۚ

(پ ۸ سورۃ الانفال آیت ۶۵)

(د) لفظ ''عشرین'' میں ایک خاص انتہائی حکمت یہ بھی پوشیدہ ہے کہ اس لفظ کے اعداد سے اللہ تبارک وتعالیٰ اور پنجتن پاک کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ع ش ر ی ن عشرین

70 + 300 + 200 + 10 + 50 = 630

اس لفظ کے کُل چھ صد تیس ۶۳۰ ہیں اور ان اسماء عالیہ کے اعداد بھی اس کے مطابق ہیں۔

الٰہی محمد علی فاطمہ حسن حسین

47 + 92 + 110 + 135 + 118 + 128 = 630

علاوہ ازیں یہ جملہ بھی ظہور میں آتا ہے۔

والی محمد علی فاطمہ حسن حسین

47 + 92 + 110 + 135 + 118 + 128 = 630

مزید یہ کہ لفظ محبانِ پنجتن پاک پر بھی صادق ہے۔

محمد علی فاطمہ حسن حسین والے=630

92 + 110 + 135 + 118 + 128 47 = 630

عدد جو ''عشرین'' کے ہندسہ کے اعداد کے برابر ہیں۔

علاوہ ازیں اگر آپ لفظِ عشرین کے اعداد سے اس کی اپنی پوری قیمت بیس کا ہندسہ پورے کا پورا بھی نکال دیں تو بھی باقی بچنے والے چھ صد دس اعداد سے ان اسماء عالیہ کے اعداد کا ظہور ہوتا ہے۔

اللہ احمد علی فاطمہ حسن حسین

60 + 53 + 110 + 135 + 118 + 128 = 610

نیز انہی چھ سو دس اعداد سے محمد و علی علیہما الصلوٰۃ والسلام کے اسمائے گرامی مع صفات عالیہ کے ظہور میں آتے ہیں۔

محمد رسول اللہ علی ولی = چھ صد دس

610 = 46 + 110 + 66 + 296 + 92

اس جملہ میں ایک خاص الخاص یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ محمد رسول اور علی ولی کے درمیان جو لفظ آتا ہے وہ معبودِ حقیقی کا ذاتی اسم پاک اللہ ہے یعنی رسالتِ مصطفیٰ اور ولایت علی اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ ہے اور ہر دو طرف اُسی کی صفاتِ کاملہ کا ظہور ہے اور اگر اس جملہ کو اِس ترتیب سے لکھ دیں کہ لفظ اللہ پہلے آجائے یعنی اللہ محمد رسول علی ولی تو اس میں مزید وجدانی نکات پیدا ہو جاتے ہیں اول یہ کہ خدا تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا اسم ذاتی اللہ ہے اور اس اِسم کا اطلاق سوائے خدا کے کسی دوسرے پر ہو ہی نہیں سکتا اس لئے یہ لفظ اپنے معانی کے اعتبار سے بذاتِ خود ایک تعارف ہے "اللہ" یعنی معبود اس کے بعد دوسرا جملہ "محمد رسول" ہے جو رسالتِ محمد یہ کی نشاندہی کرتا ہے اور تیسرا جملہ علی ولی ہے جس سے واضح طور پر نہ صرف یہ کہ علی کی ولایت کی تصدیق ہوتی ہے بلکہ یہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے کہ ولایت جس کو بھی ملے گی علی علیہ السلام سے ہی ملے گی۔

دوسری بات اس ترتیب سے یہ واضح ہوتی ہے کہ ولی کا تعلق علی سے ہے اور علی کا تعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہے اور محمد رسول اللہ کا تعلق براہِ راست اللہ تعالیٰ سے ہے۔

اب جمع کرلیں

ان روح پرور حکمتوں سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد آپ عشرین کے اعداد چھ سو تیس میں اس ہندسہ کی قیمت یعنی بیس اعداد مزید شامل کرلیں تو یہ اعداد چھ صد پچاس ہو جائیں گے اور ان اعداد سے جو دوسرا جملہ ظہور میں آئے گا وہ یہ ہے کہ پنجتن پاک خدا کا ہاتھ ہیں۔

یعنی یدِ حق پنجتن پاک ۶۵۰ اور پھر انہی اعداد سے یہ اسمائے نورانیہ ظہور میں آتے ہیں۔

محمد علی اہلبیت = ۶۵۰

650 = 448 + 110 + 92

یہاں اِس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے " علی اہل بیت محمد " اور انہی اعداد سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا تعلق اہل بیت کرام سے اس طرح ظاہر ہوتا ہے " ربِّ اہل بیت " بہر حال ان اعداد میں بھی خدا اور رسول علی اور اہل بیت کرام کا مخصوص تعلق متعدد صورتوں میں پوشیدہ ہے۔

پانچویں حکمت

پانچویں حکمت اُس پانچویں ہندسہ میں پوشیدہ ہے جو خود بھی پانچ ہے اور تمام مجموعی تعداد کو تقسیم کرنے کے بعد ہمیشہ باقی رہتا ہے یہ ہندسہ اس سے پہلے تیسرے نمبر پر ضرب دینے کی صورت میں بھی

موجود ہے اس کے بارے میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس میں اس قدر مضامین کے سمندر موجزن ہیں جن کا حصر و احاطہ ناممکن الامر ہے اگر خدا تعالیٰ کو منظور ہوا تو کسی دوسرے مقام پر اس بحرِ بیکراں سے حاصل شدہ اسرار و رموز کے چند قطرات ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں گے مختصر یہ سمجھ لیں کہ یہ ہندسہ پنجتن پاک کی مقدس نسبت کی وجہ سے کسی بھی صورت سے تقسیم نہیں کیا جا سکتا اعداد خواہ کروڑوں اور اربوں کی صورت اختیار کر گئیں مذکورہ طریقہ سے مضروب و مجموع کرنے کے بعد باقی بچنے والا یہی پانچ کا ہندسہ ہوگا اور اس کی بقا بجا طور پر پنجتن پاک کے دوام و ابدیت پر دلالت کرتی ہے۔

آخری ہندسہ چھٹی حکمت

اِس حساب میں شامل سب سے آخری ہندسہ بائیس ہے اور اس میں بھی متعدد اسرار و رموز پوشیدہ ہیں اول یہ کہ یہ اپنے پہلے ہندسہ پانچ سے منسلک ہے اور پانچ سے پہلے بیس کے ہندسہ سے بھی اس کی کئی قدریں مشترک ہیں۔

پانچ کے اشتراکِ ضرب سے تو یہ ہندسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسم پاک کے ایک سو دس اعداد برآمد کرتا ہے اور بیس کے ہندسہ ہی سے مل کر اس کی یہ چند صورتیں سامنے آتی ہیں۔

اوّل یہ کہ اگر بیس کا صفر اس کے آخر پر لگا کر باقی بچنے والے دو کے ہندسہ تقسیم کر دیں تو حضرت علی کے اسم پاک کے ایک سو دس عدد حاصل ہو جاں گیں گے کیونکہ یہ ہندسہ دو سو بیس کی صورت اختیار کر جائے گا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صفاتی نام مصطفیٰ کے عدد بھی دو صد بیس ہوتے ہیں علاوہ ازیں اگر اس ہندسہ کے دونوں اجزاء علیٰحدہ علیٰحدہ کر دیں تو یہ دو اور دو کی صورت اختیار کر جائے گا اور ان سے پہلا دو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا کے رشتہ ازدواج کی دلیل بن جاتا ہے اور دوسرا دو امام حسن علیہ السلام اور امام حُسین علیہ السلام کی اخوت اور اُن کے جوڑا ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ مزید یہ کہ اِس ہندسہ کے دونوں اجزاء سے کوئی ایک جزء لے کر اُس کو تقسیم کر دیا جائے تو گیارہ کا ہندسہ حاصل ہوگا جو جنابِ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے وصال پاک ۱۱ھ کے مترادف ہے

اور اگر اِس ہندسہ سے ناقابلِ تقسیم ہندسہ پانچ منہا کر دیں تو پہلی دونوں ضربوں کے ہندسے 5+12=17 جو دوازدہ امام اور پنجتن پاک کی مجموعی تعداد کے برابر ہے اور اگر اِس سے دونوں ضربوں کے اعداد نفی کر دیں تو باقی 5=17-22۔ بچیں گے جو پانچ تن پاک کی تعداد کے مترادف ہیں۔

آخری نکتہ

آخر پر اِس حساب میں استعمال ہونے والے تمام ہندسوں کی مجموعی صورت اور متفرقات کو جمع

کرنے سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے اُس کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

ضرب جمع اور تقسیم کرنے والے ہندسے بالترتیب یہ ہیں۔ بارہ ، ایک ! پانچ ، بیس ، بائیس

" اب اِن ہندسوں کو جمع کریں

12+1+5+20+22=60

اور یہ ساٹھ کا ہندسہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سال ساٹھ ہجری کا مترادف ہے۔

اب تقسیم کرنے والے بیس کے ہندسہ کو چھوڑ کر جمع کریں

12+1+5+22=40

بارہ جمع ایک جمع پانچ جمع بائیس تو حاصل جمع چالیس ہے جو جناب حیدر کرار علیہ السلام کی شہادت کے سال چالیس ھجری کے برابر ہے۔ اگر آپ تمام ہندسوں کے مجموعہ ساٹھ کو پہلی ضرب یعنی بارہ سے تقسیم کریں تو باقی بچنے والا ہندسہ پانچ ہوگا۔ جو پانچ تن پاک سے متعلق ہے اور اگر اِسی ہندسہ ساٹھ کو دوسری ضرب یا آخر پر بچنے والے پانچ کے ہندسہ سے تقسیم کریں گے تو باقی بچنے والا ہندسہ بارہ ہوگا جو بارہ اماموں کی تعداد سے منسوب ہے

اِنہیں الفاظ پر اِس پُرحکمت کیف آگین اور وجد آفرین مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور اِسمِ علی کے تینوں حروف عین لام اور یے کے متعلق چند دلچسپ حقائق قارئین کی خدمت میں پیش کئے جاتے ہیں۔

علی کی عین

امیر المومنین جنابِ علی علیہ السلام کے اسمِ پاک میں پوشیدہ حقائق و دقائق کا احاطہ وحصر کرنے کی طاقت کس انسان میں ہوسکتی ہے جبکہ یہ نام براہِ راست اللہ تعالیٰ ہی کے اسمائے گرامی سے ایک ہے۔

اسمِ علی اپنے معنی کے اعتبار سے بھی اِس قدر بلند و بالا ہے کہ انسانی عقل و فکر کی وہاں تک رسائی ممکن الامر اور محال قطعی ہے۔ اِس لئے مجھے اِس سلسلہ میں اپنے تہی دامن ہونے کا مکمل طور پر احساس بھی ہے اور اعتراف بھی۔

چنانچہ محض حصولِ برکت کے لئے "اسمِ علی" کے متعلق چندوہ اسرار و رموز ھدیۂ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو خود اُن کے اپنے ہی عطا فرمودہ ہیں۔ جو علم و عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اور علم کے شہر کا دروازہ ہیں" کیونکہ اس خاندانِ عالیہ کی خاندانی روایت ہی یہ ہے کہ !

خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

بہر حال سب سے پہلے آپ، علی المرتضیٰ علیہ السلام کے نامِ مقدس کے پہلے حرف "عین" کے متعلق چند حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

حروفِ ابجد کے اعداد کے مطابق "ع" کے عدد ستر ہوتے ہیں اور اِسی حساب سے لفظ "کُن" کے عدد بھی ستر ہی ہوتے ہیں یعنی "ک" بیس اور "ن" کے پچاس اِن دونوں کا مجموعہ ستر ہے۔

"عین" اور "کُن" کے اعداد کے برابر ہونے سے قارئین اپنے ذوق کے مطابق نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں" کہ "عین" "ظہورِ" "کُن" ہے یا" "کُن" "ظہورِ" "عین" ہے یا اِن میں سے کوئی ایک تصور کرلیں کہ عین کن ہے یا کن عین ہے اور اگر مجھ سے پوچھنا ہے تو پھر میرا خیال یہ ہے کہ عین کن ہے اور کن عین ہے۔

علی کی عین ظاہر کرتی ہے کہ آپ ظہور کن فکاں ہیں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور علی میرے نور سے ہیں اس حقیقت کے پیشِ نظر یہی حقیقت سامنے آتی ہے کہ حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم وجہ کُن فکاں ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ظہورِ کن فکاں ہیں۔

لیکن اس حقیقت کو بھی پیشِ نظر رکھنا ہوگا کہ ارشاد کن کے وقت شان علی کا ظہور ہوا ہے نہ کہ ذات علی کا کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وجود کُن فرمانے سے پہلے بھی موجود تھا اور اگر ایسا نہ ہوتا تو جناب علی کریم کی اولاد در اولاد ہونے کے باوجود پیر گولڑہ یہ نہ فرماتے کہ،

کُن فیکون تے کل دی گل اے اساں اگے ای پریت لگائی

بہر حال یہ حقیقت ہے کہ "کُن" کا زمانہ شانِ علی کے ظہور کا زمانہ ہے اور آپ اُس وقت بھی ذکر کئے جاتے تھے جب انسان ناقابل ذکر چیز تھا اور لَمْ یَكُنْ شَیْئًا مَّذْكُوْرًا کے زُمرہ میں آتا تھا آیتِ کریمہ ہے

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ①

(سورۃ الدہر آیت ا پ ۲۹)

یعنی بے شک آدمی پر ایک ایسا وقت بھی گزرا ہے جب کہ کہیں اُس کا ذکر ہی نہ تھا۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ

"انسان سے مراد حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس ہے"

گذشتہ اوراق میں اس قسم کی متعدد روایات نقل کی جا چکی ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور علی نور کی صورت میں تخلیق آدم سے چودہ ہزار برس پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تحمید و تقدیس بیان کرتے تھے اس روایت کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کو سامنے لے آئیں۔

فَاذْكُرُوْنِیٓ اَذْكُرْكُمْ
یعنی تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا

اب اس بدیہی حقیقت کو تسلیم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار ہی نہیں اگر مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نورِ مقدس اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر اُس وقت کرتا تھا جب انسان ابھی لَم یَکُن شَیئاً مَذکُوراً تھا تو یقینی بات ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ بھی اپنی سنت کے مطابق اپنا ذکر کرنے والوں کا ذکر کرتا ہوگا۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ ''سورۃ الدھر شریف'' کی پہلی آیت ہے اور اس آیت کا پہلا دو لفظی جملہ ھل اتیٰ ہے اور لفظ ''ھل'' عام طور پر سوالیہ فقروں کی ابتداء کرتا ہے جبکہ اِس مقام پر جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لفظ قد کے معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی یقیناً یا بے شک انسان پر ایک ایسا وقت گزرا ہے کہ اس کا کہیں ذکر نہیں تھا۔

اور یہ جملہ ''ھل اتیٰ'' سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ پاک سے منسوب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ علی کریم علیہ التحیۃ والثناء کی ذاتِ بابرکات وہ ذات ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش ہی نہیں۔

اگرچہ بظاہر اس سورۂ مقدس کی چند آیات جناب حیدر کرار اور آپ کے خاندانِ مقدس کے بارے میں نازل ہوئی ہیں لیکن علماء کے نزدیک یہ سورۃ پاک ابتداء سے ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات سے منسوب ہے جس کی تفصیل کسی دُوسرے مقام پر پیش کی جائے گی یہاں صرف دو شعر پیش کئے جاتے ہیں پہلا شعر ترجمانِ اہل سنت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کی جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی شان میں لکھی گئی نظم کا ہے

بانوئے آں تاجدارِ ''ھل اتیٰ''
مُرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا

(مثنوی اسرار و رموز اقبال)

دوسرا شعر اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ کا ہے جو آپ نے جناب حیدر کرار کے حضور میں استغاثہ کی صورت میں پیش کیا ہے

اے تنت را جامہ پُر زر جلوۂ باری عبا
اے سرت را تاجِ گوہر ''ھل اتیٰ'' امداد کُن

بہر حال بتانا یہ تھا کہ آپ اس لئے ہی تاجدارِ ''ھل اتیٰ'' ہیں کہ اُس وقت بھی صورتِ مذکور موجود تھے جب انسان لم یکن شیئاً مذکوراً کے زمرہ میں آتا تھا اور کُن کا زمانہ آپ کی ''عین'' کے ظہور کا زمانہ ہے جبکہ ذاتِ علی اس زمانہ سے پہلے بھی موجود تھی لہٰذا یہی درست معلوم ہوتا ہے کہ شانِ علی کے ظہور کے زمانہ کے وقت کُن کے پورے اعداد آ کے نام پاک کی عین میں موجود ہیں اور یہ عین اپنے اعداد کے اعتبار سے اُس

زمانہ کی نشاندہی کرتی ہے جب آپ کی شانِ علیؑ کا ظہور ہوا۔

علی کی لام

اگرچہ علی کی عین میں چھپے ہوئے متعدد حقائق ومعارف اور اسرار ورموز بیان کرنا ابھی باقی ہیں تاہم ترتیب مضمون کے لحاظ سے ضروری تھا کہ پہلے جناب علی علیہ السلام کے اسم پاک میں آنے والے دوسرے حرف ''لام'' کے متعلق بھی تھوڑی سی وضاحت کردی جائے۔

علی کے نام میں ''عین'' کے بعد آنے والے حرف ''لام'' کے اعداد بحساب ابجد تیس ہوتے ہیں اور یہ اعداد آپ کے اُس زمانہ کی نشاندہی کرتے ہیں جس زمانہ میں آپ اِس دُنیا میں تشریف لائے کیونکہ حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پیدائشِ علی علیہ السلام کے وقت تیس سال تھی۔

ان ہر دو حروف ''ع اور ''ل'' سے جواب تک ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ذات علی کُن سے پہلے موجود تھی ظہورِ شانِ علی کُن کے وقت ہوا اور ولادتِ علی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے تیس سال بعد ہوئی

علاوہ ازیں ''علی'' کے اسمِ پاک میں آنے والی یہ ''لام'' متعدد جہتوں سے آپ کی ذات سے وابستہ معلوم ہوتی ہے مثلاً آپ کے القاباتِ مبارکہ میں دو مشہور لقب یداللہ اور وجہ اللہ آتے ہیں اگر ان ہر دو القابات میں لفظ علی کی ل کے اعداد شامل کردیئے جائیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسمِ پاک علی کے ہی اعداد مبارک بن جاتے ہیں مثلاً یداللہ کے اعداد یہ ہیں۔

ی د ا ل ل ہ یداللہ

80 = 5 + 30 + 30 + 1 + 4 + 10

اب ان میں لام کے تیس عدد شامل کرلیں تو ایک سو دس عدد بن جائیں گے جو جناب علی علیہ السلام کے نام کے اعداد کے برابر ہیں اسی طرح آپ کے دوسرے لقب وجہ اللہ کے متعلق دیکھیں۔

و ج ہ ا ل ل ہ = وجہ اللہ

80 = 5 + 30 + 30 + 1 + 5 + 3 + 6

اب اس لام کے تیس عدد جمع کریں تو علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہو جائیں گے اور اگر فاطمہ کے پہلے حرف ف میں اسی حرف لام کے عدد جمع کردیں تو جب بھی ف ۸۰۔ ل ۳۰۔ ایک سو دس اعداد حضرت علی کے اعداد کے برابر بن جائیں گے۔

اس قسم کی بے شمار حکمتیں اور بھی آپ کے نام کے حرف لام میں موجود ہیں جن کا آپ کی ذات سے

بھی گہرا تعلق ہے آپ اس حرف لام کے تیس اعداد اگر آپ کے نام کے حرف "عین" سے منہا کر دیں تو آپ کی شہادت کا سال ظاہر ہو جاتا ہے۔ ع ۷۰۔ ل ۳۰ سنہ ۴۰ھ

اور اگر اس حرف "لام" کو علی کے آخری حرف "ی" سے ملا دیا جائے تو لفظ "لی" ظہور میں آجائے گا جو اپنے اعداد کے مطابق جناب علی کریم کی شہادت کے سال سنہ ۴۰ھ کے مترادف ہے اور اگر اس "لی ۴۰" کے اعداد آپ کے اسم گرامی کی عین کے اعداد سے نکال دیں تو آپ کی ولادت کے سال کا ظہور ہو جاتا ہے یعنی ولادتِ مصطفیٰ سے تیس سال بعد اور اس لفظ لی کے اعداد سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ظاہر طور پر اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا جس وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ہوئی کیونکہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر مبارک اس وقت ٹھیک چالیس برس کی تھی جب آپ کو ظاہر طور پر خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا گیا جب کہ لفظ لی کے عدد بھی چالیس ہی ہیں۔

علاوہ ازیں حرف "لام" کو جناب علی علیہ السلام کے لقب وَجْہُ اللّٰہ کی ابتداء میں شامل کریں تو لِوَجْہِ اللّٰہ بن جائے گا جس کا مطلب ہے کہ کائناتِ عالم میں جو کچھ بھی ہے وَجْہُ اللّٰہ کے لئے یعنی علی علیہ السلام کے لئے ہے اور اگر وجہہ کے ضمہ کو کسرہ میں تبدیل کر دیا جائے تو لِوَجْہِ اللّٰہ کے عدد بھی نام علی کے اعداد کے برابر ایک سو دس ہیں جبکہ لِوَجْہِ اللّٰہ کے عدد بھی اتنے ہی ہوتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا جو کچھ ہے وہ علی کے لئے ہے اور علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جو کچھ ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

علی کی "ی"

جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک کے آخر میں آنے والا حرف "ی" ہے اور بحسابِ ابجد اس کے عدد دس ہیں اور دس کے ہندسہ کو ہی قرآن مجید کے مطابق کامل ہندسہ قرار دیا جاتا ہے جیسا کہ عَشَرَۃٌ کَامِلَۃٌ اس ہندسہ سے بھی یہ وضاحت ہوتی ہے کہ جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ ہوئی تو حضرت علی کی عمر مبارک اس وقت دس سال تھی جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے تینوں حروف کی اس تشریح کے پیشِ نظر جو نتیجہ سامنے آیا وہ یہ ہے کہ "ع" سے ظاہر ہے کہ آپ کی ذات اقدس زمانہ کن سے پہلے موجود تھی اور کن کے وقت آپ کی شان کا ظہور ہوا "ل" سے ظاہر ہے کہ آپ کی ولادت حضور سرورِ کونین کے تیس سال بعد ہوئی "ی" سے ظاہر ہے کہ بعثتِ مصطفیٰ کے وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔

ل اور ی دونوں کے مجموعہ سے آپ کی شہادت کے سال کا ظہور ہوا کہ چالیس ہجری تھا۔

عین کی مزید وضاحت

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اسم علی کی "ع" کی مزید وضاحت کی جائے گی چنانچہ اہلِ محبت حضرات کے

لئے مزید چند نکات پیشِ خدمت ہیں۔

اوّل یہ کہ حرف عین اعداد کے اعتبار سے کُن کا مترادف ہے اور کُن کے وقت ہی ظہور کائنات ہوا اور ظہور کائنات دَر حقیقت ظہورِ ربوبیت ہے اور اس ظہور ربوبیت کا سبب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نُورِ اقدس ہے اور اس نور کی فرع جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا نور مبارک ہے اور مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ کے نور کے سبب سے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ربوبیت کا اظہار فرمایا اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ محمد ۹۲ اور علی ۱۱۰ کے اعداد بحساب ابجد دوسودو ہیں جبکہ لفظ ''رب کے عدد بھی دوسودو ہیں۔

(دوئم) یہ کہ عین ''آنکھ'' کو بھی کہتے ہیں اور جب تک اس عین یعنی آنکھ کا تعلق علی کی عین سے نہیں ہوگا رموز واسرارِ خداوندی کا مشاہدہ نہیں ہوسکے گا اور عجیب بات ہے کہ آنکھ کو عربی میں عین کہتے ہیں جبکہ ہندی اور پنجابی وغیرہ میں نین کہتے ہیں اور جب کہ لفظ ''نین'' کے اعداد بحروف ابجد عین اسمِ علی کے مطابق یعنی ایک سودس ہیں۔

ن ی ن نین

110 = 50 + 10 + 50

(سوئم) یہ کہ لفظِ ''عین'' اپنے ایک معنےٰ کے اعتبار سے غیریت کی ضد بھی ہے لہٰذا ''علی'' اور حق میں مغائرت کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا کیونکہ علی عین حق ہے اور حق عین علی ہے اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان اس پر شاہدِ عدل ہے کہ حق اُدھر ہی ہوگا جدھر علی ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ علی مع الحق اور حق مع العلی ہے۔

یعنی علی حق کے ساتھ اور حق علی کے ساتھ ہے اور اگر ہم حق کی اس معیت ومع کے بجائے ''ب'' کے صورت میں لے آئیں تو لفظ ''بحق'' بن جائے گا۔

کیونکہ ''ب'' کے معنی بھی ساتھ کے ہیں یعنی حق کے ساتھ اور جب اِس لفظ بحق کے اعداد حاصل کریں گے تو جناب علی علیہ السلام کے اعداد کے برابر ایک سودس بن جائیں گے۔

ب ح ق بحق

110 = 100 + 8 + 2

(چہارم) یہ کہ اسمِ محمد کے پہلے حرف ''میم'' کے اور ''علی'' کے پہلے حرف ''ع'' کے اعداد کے اشتراک سے بھی حضرت علی کے اسم پاک کے اعداد کے برابر ایک سودس عدد حاصل ہوتے ہیں۔

۴۰ + ۷۰ =۱۱۰

م ع

اور یہ حقیقت ان ہر دوم عظیم ترین ہستیوں کی ازلی اور ابدی معیت پر دال ہے۔

اگر اسی "م" کو "علی" کے آغاز میں لگا دیں تو "معلی" بن جاتا ہے اور اگر آخر پر لگائیں تو "علیم" بن جائے گا جبکہ اسی "میم" کو علی کی "عین" اور "لام" کے درمیان لگانے سے تصویر "عمل" بن جاتی ہے اور یہی "میم" "عین" اور "لام" کے بعد شامل کر لیں تو ظہورِ "علم" بھی ہو جائے گا اور علی کا علم بھی مل جائے گا اور اگر آخری دونوں لفظوں کی اسی صورت کے ساتھ علی کے آخری حرف "ی" کو بھی ملا لیں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی "عملی" دنیا اور "علمی" دسترس کا عکسِ جمیل سامنے آجائے گا۔

نیز یہ کہ اگر علی کے عین اور لام کو محمد کی دونوں میموں کے درمیان لے آئیں تو معلم بن جائے گا اور اگر علی کے عین اور لام کے درمیان محمد کے حرف دال کو لگا دیں تو عدل کی صورت اختیار کر جائے گا اور اگر محمد کے حرف دال کو علی کے حرف لام سے ملا دیں تو ایمان کا دِل بن جاتا ہے۔

اگر محمد کے م اور ح کے آخر پر علی کا لام لگا دیں تو محل نبوت کی صورت بن جائے گی اور اگر علی کی یہی لام محمد کی ح اور میم کے درمیان لے آئیں تو "حلم" رسالت کا مظہر اتم بن جائے گا۔

اگر محمد کی ح اور م کے درمیان علی کے دونوں آخری حروف کا مجموعہ ل اور ی لی لگا دیں تو حلیم بن جائے گا اور اگر علی کے اسی لفظ لی کے اعداد جمع کر لیں تو محمد کا میم ۴۰ بن جائے گا۔

مدارجِ تصوّف

شریعتِ مطہرہ تصوّف کا پہلا زینہ بھی ہے اور تصوّف کے تمام تر مدارج کا مخزن ومحور بھی۔ بغیر شریعت مطہرہ کی پابندی کے امرِ محال ہے کہ انسان اپنے مالک ومعبود تک رسائی حاصل کر سکے۔

کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ طریقت وحقیقت ہو یا معرفت ان سب مقامات ومدارج کی طرف راہنمائی شریعت ہی کرتی ہے۔

اور اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طریقت وحقیقت اور معرفت کا حصول شریعتِ مطہرہ کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر ہی ہوگا۔

تاہم شریعت نے انسان کو قُربِ خداوندی کے حصول کے لئے جن منزلوں سے آگاہ کیا ہے اس میں پہلی منزل طریقت دوسری حقیقت اور تیسری معرفت ہے اور صوفیائے کرام کا اس بات پر اجماع ہے۔

اب آپ ان تمام مدارج کے ساتھ جناب علی علیہ السلام کا مخصوص تعلق کا مشاہدہ فرمائیں۔

شریعت

اس میں جناب علی کریم علیہ السلام کے اسم پاک کے دو حرف ی اور ع درمیان میں آئے ہیں اور

اپنے لاحقے سابقے میں پوشیدہ ہیں یہی وجہ ہے کہ اہلِ شریعت جناب علی علیہ السلام کی واضح اور کھلی کھلی معرفت حاصل کرنے سے معذور ہیں۔

طریقت

لفظ طریقت میں بھی جناب علی علہ السلام کے اسم پاک کے مکمل ترین اعداد ایک سو دس طریقت کی ی اور ق (ی ۱۰) اور (ق ۱۰۰) میں موجود ہیں لیکن یہ بھی اپنے لاحقے سابقے کے حروف میں پوشیدہ ہیں تاہم اس مقام پر انسان کو عرفانِ علی علیہ السلام حاصل کرنے کی لگن پیدا ہو جاتی ہے۔

حقیقت

لفظ حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کے اسم گرامی کے ایک سو دس اعداد صرف ایک حرف ''ح'' کے پردے میں پوشیدہ ہیں جبکہ طریقت میں آپ کے نام کے ان اعداد والے حروف سے پہلے دو حرف آئے ہیں۔

لہٰذا اس مقام پر مزید ایک حجاب اُٹھ جاتا ہے اور معرفت علی علیہ السلام کی منزل قریب ہو جاتی ہے اس لفظ میں اعداد والے حروف ق ۱۰۰ اور ی ۱۰ ہیں اور ان سے بھی ایک سو دس عدد برآمد ہوتے ہیں۔

معرفت

یہ وہ مقام ہے جو اپنے عرف کی وجہ سے بھی معرفت علی پر دلالت کرتا ہے تاہم اس کے پہلے دونوں حروف ''م ۴۰'' اور ''ع ۷۰'' میں واضح طور پر اسم علی کے اعداد موجود ہیں اور ان حروف سے ابتداء میں آنے والے کسی ایک حرف کا بھی حجاب نہیں اور یہ معرفت ہی معرفت ہے۔

اعترافِ حقیقت

اس اظہارِ حقیقت کے بعد ہم اعترافِ حقیقت کے طور پر اپنے قارئین کو واضح طور پر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اس مضمون میں جو دلچسپ اور معلومات افزا نکتہ آفرینیاں کی ہیں یہ جناب علی علیہ السلام کے اسمِ پاک میں پوشیدہ اسرار و رموز اور لطائف و معارف کے سمندر سے ایک قطرہ بھی نہیں اور یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس مضمون میں ہمارا مقصد محض الفاظ سے کھیلنا نہیں تھا بلکہ ہمارا مقصد فی الحقیقت صرف اہلِ محبت حضرات کے لئے چند ایسے لطائف پیش کرنا تھا جن سے محبانِ حیدرِ کرار کے دلوں کو نور اور آنکھوں کو

سرور حاصل ہوتا رہے۔

آخر پر صرف یہ عرض کرنا ہے کہ جب اسمِ علیعَلَیہِ السَّلام کی پوشیدہ حکمتوں سے مکمل آگاہی نا ممکنات سے ہے تو پھر آپ کی ذات کی معرفتِ تامہ حاصل کر لینے کا دعویٰ کون کر سکتا ہے۔ بس؛ وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

تربیت

علی آغوشِ مصطفیٰ میں

قسیم الجنۃ والنار، ابوالحسنین، امام المشارق والمغارب، غالب علیٰ کل غالب، سید العربِ والعجم، اخی رسول، زوجِ بتول، منبعِ امامت مرکزِ کرامت۔ تاجدارِ ولایت، امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی تربیتِ مبارکہ آپ کی پیدائش مبارکہ سے لے کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک تک آپ ہی کی آغوش رحمت ورافت میں اور آپ کے زیرِ سایہ ہوئی ہے خداوندِ قدوس جل مجدہٗ الکریم نے ازل ہی سے جناب شیرِ خدا سیدنا علی عَلَیْہِ السَّلام کے لئے یہ اعزاز مخصوص کر رکھا تھا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا عطا کردہ یہ اِتنا بڑا اعزاز ہے کہ سوائے مولا مشکل کشا عَلَیْہِ السَّلام کے کسی دوسرے کو نصیب نہیں تاجدارِ ھل اتیٰ عالم دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو سب سے پہلے زیارت محبوب ہی کے لئے آنکھیں کھولتے ہیں اور عالم دنیا میں آکر سب سے پہلے اگر کسی چیز سے کام ودہن کی تواضع کرتے ہیں تو وہ محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا لعابِ دہن مبارک تھا۔

علی کے دہن میں زُبانِ نبی ہے

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر مولائے کائنات کے عالمِ شیر خوارگی میں اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈال دیتے اور تاجدارِ ولایت بڑے مزے سے محبوب اقدس کی زبان مبارک کی شیرینی سے لطف اندوز ہوتے رہتے جناب امام الانبیاء امام الاولیاء کو آغوشِ رحمت میں لے کر لوریاں سنا رہے ہوتے اور وہ لذات وکیفیات میں ڈوب کر جھوم رہے ہوتے۔

میرا بھائی میرا ناصر

سبحان اللہ کس قدر ارفع واعلیٰ مقام ہے جناب حیدر کرار کا جن کو کھیلنے کے لئے آغوشِ مصطفیٰ اور چوسنے کے لئے زبانِ مصطفیٰ ملی ہو کتابوں میں آتا ہے کہ جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنی آغوش رافت میں لیتے تو سینے سے چمٹا کر یہ ارشاد فرماتے۔

یہ میرا بھائی اور ولی ہے یہ میرا ناصر اور صفی ہے۔

ویحملہ علیٰ صدرہ ویقول اخی وولی وناصری وصفی۔ (الخ)

عبارت ملاحظہ فرمائیں !

وقال امه اجعلی مهده بقرب فراشی وکان یلی اکثر تربیته و یطهره فی وقت غسله و یوجره اللبن عند شربه و یحرک مهده عند نومه ویناغیه فی ایقظتهو یحمله علیٰ صدره ویقول اخی وولی وناصری وصفی۔

(ماخوذ ینابیع المودۃ اور سیرت حلبیہ وغیرہ)

علی کا دل ہیں بہلاتے محمد

حضور تاجدار انبیاء سید المرسلین رحمۃ للعالمین تاجدار دو عالم جناب حیدر کرار شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ بچپن ہی سے مخصوص قسم کی محبت فرمایا کرتے وہ خاص محبت جو صرف اور صرف والدین ہی اپنی اولاد سے کر سکتے ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حضور تاجدار انبیاء علیہ تحیۃ والثناء جس قسم کی شفقت و محبت حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے اس قسم کی محبت والدین کی طرف سے بھی کم ہی بچوں کو نصیب ہوتی ہوگی چنانچہ کتب تواریخ و سیر میں آتا ہے کہ !

نشا امیر المؤمنین علی علیه السلام فی حجر رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وتادب بآدابه وربی تربیة و ذالک انه لماولدا حبه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم حباً شدیدًا

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اکثر معمول تھا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں اٹھا کر مکہ معظمہ کے پہاڑوں کی گھاٹیوں پر لے جاتے اور وہاں جا کر اُن کا دل بہلاتے رہتے۔

وکان یحمله دائما ویطوف به جبال مکة و شعابها۔

متذکرہ بالا روایت سیرت حلبیہ کے علاوہ دیگر متعدد کتب سیر میں بھی موجود ہے بہر حال قارئین اندازہ فرمائیں کہ تمام کائنات ارضی وسماوی میں کون ایسا خوش نصیب ہوگا جسے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی آغوشِ رحمت میں اُٹھا کر بچپن کا پورا زمانہ ہر روز سیر کراتے رہے ہوں۔

یہ درست ہے کہ دنیا بھر کے سلاطین وامراء کے بچے اعلیٰ سے اعلیٰ کھلونوں کے ساتھ کھیلتے ہونگے ان کی سیر و تفریح اور کھیلنے کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ گاڑیاں بھی بنوائی جاتی ہوں گی مگر آغوشِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کھیلنے کی راحت وسعادت کا موازنہ دُنیا کی کس چیز سے کیسے کیا جاسکتا ہے؟

نیند کیسے آتی تھی

راحتہ ذی الصلابہ فی محبۃ الصحابہ میں ہے کہ جناب حیدر کرار بچپن پاک میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک چوستے چوستے ہی سو جاتے تھے بلکہ جب آپ کے لئے دایا کا انتظام کیا گیا تو جناب حیدر کرار نے اُس کے پستان کی طرف سے منہ موڑ لیا اتنے میں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو اپنی زبان مبارک اُن کے منہ میں ڈالی تو انہوں نے زبان مبارک کو چوسنا شروع کر دیا اور سو گئے اور پھر اکثر ایسا ہی ہوتا رہا جب تک خدا تعالیٰ نے چاہا۔

ثم اتت القسمه لسا نه فما ذال علی یمصه حتی نام فلما کان من الغد طلبنا لا تطیر فا بیٔ ان یقبل ثد یا فد عو نا محمد صلی اللہ علیه وآلہ وسلم فا لقمه لسا نه فنام فکان کذا لک ما شاء اللہ۔

سوالِ ابوطالب

ایمان وحکمت کے خزانے

موفق احمد بسندہ روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد بن کعب نے روایت بیان کی ہے۔

علامہ سلیمان حنفی قندوزی علیہ الرحمۃ موفق بن احمد کی سند سے روایت لائے ہیں کہ محمد بن کعب نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابوطالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دہن مبارک میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال رہے تھے یہ دیکھ کر حضرت ابوطالب نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کی کہ اے میرے بھائی کے بیٹے آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان میں اپنے لعاب دہن مبارک کے ذریعہ سے علی کو ایمان وحکمت کے خزانے ودیعت فرما رہا ہوں!

اگرچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اس وقت چھوٹی تھی تاہم جناب ابوطالب نے جناب حیدر کرار کو ارشاد فرمایا کہ اے بیٹے اپنے ابن عم کے ناصر اور وزیر بنے رہنا۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن موفق بن احمد بسنده عن محمد بن كعب قال رأى ابو طالب النبي صلى الله عليه وآله وسلم يتفل في فم علي اي يدخل لعاب فمه في فم علي، فقال ما هذا يا ابن اخي؟ فقال ايمان وحكمة ، فقال ابو طالب لعلي يابني انصر ابن عمک ووازره

(ينابيع المودة ج ١ ص ٧٣)

کیا یہ اعتراض ہوسکتا ہے ؟

متشددین کے فرسودہ اذہان اس مقام پر یہ اعتراض وارد کر سکتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بچپن کے اس زمانہ میں جناب ابو طالب نے اس قسم کی نصیحت کیوں فرمائی جبکہ ابھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بظاہر اعلان نبوت رسالت بھی نہیں فرمایا تھا۔

اگر تنقید برائے تنقید کرنا ہی مقصود ہو تو پھر کوئی ایک روایت بھی ایسی نہیں مل سکتی جسے ہدف تنقید نہ بنایا جا سکتا ہو البتہ اگر کوئی شخص حقائق کی جستجو اور اطمینان قلبی کے لئے آمادۂ تحقیق ہو تو اسے بغیر کسی الجھن کے گوہرِ مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

بہر حال زیبِ عنوان روایت میں حضرت ابو طالب نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بچپن میں جو ناصحانہ الفاظ کہے یہ وہی الفاظ ہیں جو حضور سرکار دو عالم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو گود میں لیتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرا بھائی ناصر اور ولی ہے۔

علامہ سلیمان حنفی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ جنابِ شیر خدا حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ایک خطبہ نقل فرماتے ہیں کہ آپ نے لوگوں سے فرمایا !

تم اس قدر و منزلت اور قربت و قرابت خصوصی کو جو مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھی اچھی طرح جانتے ہو میں وہ ہوں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت سینے سے لگایا اور گود میں کھلایا جب میں بچہ تھا آپ بستر پر مجھے اپنے ساتھ سلاتے اور میری حفاظت فرماتے آپ کا جسدِ اطہر میرے جسم سے مس ہوتا تھا میں آپ کا مشک بیز و معطر پسینہ سونگھا کرتا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پہلے غذا کو خود چباتے اور پھر مجھے کھلاتے تھے آپ نے نہ تو کبھی میری کسی بات کو جھٹلایا اور نہ ہی میرے کسی کام میں دھوکہ دیکھا۔

میں وہ ہوں جسے اللہ تبارک و تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے اُس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

ساتھ ملا دیا جب میرا شیر خوارگی کا زمانہ ختم ہی ہوا تھا اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے پیچھے اس طرح چلتا تھا جس طرح اپنی ماں کے نقش قدم پر چلنے والا وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو"

(ینابیع المودۃ ص ۱۲۱)

گذشتہ روایت صاحب سیرت حلبیہ نے علامہ زمخشری کی کتاب خصائص سے اس طرح نقل فرمائی ہے۔

وفی خصائص العشرۃ للزمخشری ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تولی تسمیۃ بعلی وتغذیۃ ایامًا من ریقہ المبارک بمص لسانہ فعن فاطمۃ بنت اسد ام علی رضی اللہ عنہا انہا قالت لما ولدتہ سماہ علیا وبصق فی فیہ ثم انہ القمہ لسانہ فما ذال یمصہ حتی نام۔

قالت فلما کان من الغد طلبنا لہ مرضعۃ فلم یقبل ثدی احد فدعونا لہ محمدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فالقمہ لسانہ فنام فکان کذالک ماشاء اللہ عزوجل۔

(سیرت حلبیہ جلد اول ص ۳۳۲ مطبوعہ مصر)

محبت کی عظیم مثال

علی ہذا القیاس مشیت کا یہ پروگرام ازل ہی سے مرتب شدہ تھا کہ جناب حیدر کرار کی مکمل ترین تربیت تاجدار انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہی زیر سایہ ہو لہذا تقریبا ہر روز امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کو دیکھنے کے لئے جناب ابوطالب کے گھر تشریف لاتے چونکہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سے نکاح کے بعد حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے گھر ہی تشریف لے گئے تھے لہذا آپ کو حضرت ابوطالب کے گھر آنا پڑتا تھا مگر آپ کی خواہش یہ تھی کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی لحہ بھی آپ کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہیں چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک تقریبا پانچ سال کی تھی آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک ایسا موقع فراہم کر دیا کہ حضرت علی ہمہ وقت آپ ہی کی زیر نگرانی اور زیر تربیت آ گئے۔

قدرت الٰہیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بہتری اور خیر کا جو ارادہ فرما چکی تھی اسے پورا فرمانا چاہتی تھی اور ان کو اپنے خاص انعامات واکرامات سے نوازنا چاہتی تھی۔

عن مجاہد بن جبیر بن ابی الحجاج قال کان من نعمۃ اللہ علیٰ علی ابن ابن طالب رضی اللہ عنہٗ و مما صنع اللہ لہ و ارادہ من الخیر۔

(روض الانف شرح سیرت ابن ہشام للسہیلی جلد اول ص ۱۶۶)

حضرت عباس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد

اور پھر خالق کائنات جل مجدہٗ الکریم نے مصطفیٰ و مرتضیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و کرم اللہ وجہہ الکریم کو ایک ہی گھر میں جمع فرمانے کے جو اسباب پیدا فرمائے اُن کے متعلق اَحادیث دسیرَ کی متعدد معتبر کتابوں میں اس طرح آتا ہے کہ ایک دفعہ مکہ معظمہ زاد اللہ شرفھا میں انتہائی شدید قحط پڑا خشک سالی اور قحط سالی کی وجہ سے کثیر العیال لوگوں کی تو کمر ہی ٹوٹ گئی اور انہیں اس قحط نے انتہائی کمزور کر دیا تھا چونکہ حضرت ابوطالب بھی کثیر العیال تھے لہٰذا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس ابن عبدالمطلب جو کہ بنو ہاشم میں امیر ترین شخص تھے سے فرمایا کہ عم محترم قحط کی وجہ سے جو مصیبت لوگوں پر پڑی ہے وہ آپ پر ظاہر ہی ہے آپ کے برادرِ مکرم جناب ابوطالب کثیر العیال ہیں چلئے ان کے گھر چل کر ان کا کچھ نہ کچھ بوجھ ہلکا کر دیں ایک بچہ آپ لے آئیں اور ایک بچہ ہم لے آتے ہیں اور ان دونوں بچوں کی پرورش ہم دونوں کے ذمہ ہوگی حضرت عباس رضی اللہ عنہٗ نے آپ کے ارشاد عالیہ کو بخوشی تسلیم کر لیا چنانچہ آپ اُن کو ساتھ لے کر حضرت ابوطالب کے پاس تشریف لائے اور اپنا مطلب بیان فرمایا جناب ابوطالب نے کہا کہ جیسے آپ کی مرضی آپ عقیل اور طالب کو میرے پاس رہنے دیں اور دوسروں کو جیسے چاہیں لے جائیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اپنے ساتھ ملا لیا اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حضرت جعفر رضی اللہ عنہٗ کو اپنے گھر لے گئے۔

اور یوں سیدنا حیدر کرار رب ذوالجلال والاکرام کی توفیق اور فضل و کرم سے باپ کے گھر سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیر تربیت آ گئے حتیٰ کہ آپ نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت علی نے آپ کی اتباع کی اور آپ پر ایمان لائے۔

وذالک انہ لما اصاب اہل مکۃ جدب و قحط اجحف بذی المروۃ واُضرب ذی العیال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لعمہ العباس رضی اللہ عنہٗ وکان من السیر بنی ہاشم یا عم ان اخاک ابا طالب کثیر العیال و قد اصاب الناس

ماترى فانطلق بنا الى بيته لنحفف من عيا له عنه فتأ خذ انت رجلا و انا آخذ رجلا فنكفلهما عنه فقال العباس افعل فانطلقا حتیٰ أتيا ابا طالب اذا تركتهما عقيلا وطالبا فا صنعا ما شئتما فا خذ رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم علياً فضمه اليه و اخذ العباس جعفر افضمه اليه فلم يزل على رضى الله عنهٗ مع رسول الله صلى الله عليه وآلہٖ وسلم حتى بعث النبى صلى الله عليه وآلہٖ وسلم فاتبعه على رضى الله عنهٗ و آمن بہٖ وصدقه۔

(زرقانی علی المواہب جلد ا ص ۲۴۱ روض الانف سہیلی ج ا ص ۱۶۳)
(مشجر الاولیاء قہستانی (نور الابصار ص ۸۶)

دربارِ رسالت کا انعام

اب جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکمل طور پر حضور امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی سپردگی میں آچکے تھے تو پھر کونسا کرم تھا جو آپ نے اُن پر نہیں کیا ہوگا اگرچہ ابھی آپ نے اعلان نبوت نہیں فرمایا تھا تاہم آپ کے اخلاقِ حسنیٰ تو پہلے ہی مکہ معظمہ کے تمام شعوب وقبائل میں ضرب المثل تھے۔

حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر سایہ پروان چڑھنے لگے ہر دو جانب خلوص و محبت اور انسیت و یگانگت کا رنگ لحہ بہ لحہ گہرے سے گہرا ہوتا جاتا ہے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی جناب علی پر بیحد مہربانی اور شفقت فرماتی تھیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی اُن کا بے حد احترام فرماتے تھے۔

حضور سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام لحہ بھر کے لئے بھی جناب علی علیہ السلام کو علیحدہ نہیں فرماتے تھے اور جہاں کہیں بھی آپ تشریف لے جاتے جناب علی آپ کے ساتھ ہوتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی توجہات ظاہری و باطنی سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں بچپن ہی سے ان تمام عادات وخصائل کا ظہور ہو چکا تھا جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں دیکھنا چاہتے تھے۔

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حیات طیبہ کا ایک دور بھی ایسا نہیں ملتا جہاں اُنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت سے طویل عرصہ کے لئے محروم رہنا پڑا ہو ہم نے سیرت کی کتابوں کا عمیق نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ علی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائی تھے ہی خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی علی علیہ السلام سے علیحدگی گوارا نہیں فرماتے تھے اگر آپ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کسی مہم پر بھیج بھی دیتے تو پھر اُن کے اُس وقت تک منتظر رہتے جب تک وہ حاضر خدمت نہ ہو جاتے ہم آئندہ صفحات میں اس کی متعدد مثالیں ہدیہ قارئین کریں گے۔

علی حجر و شجر کی زبان سمجھتے ہیں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مکہ معظمہ کے گرد و نواح میں جا رہا ہوتا تو کوئی پہاڑ اور درخت ایسا نہیں ہوتا تھا جو یہ نہ کہے کہ السلام علیک یا رسول اللہ۔

وعن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنت مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بمکۃ فخرجنا فی بعض نواحیھا فما استقبلہ جبل و لا شجر الا ہو یقول السلام علیک یا رسول اللہ۔

(سیرت حلبیہ جلد اول ص ۳۶۱)

تشریح

صاحب سیرۃ حلبیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام پڑھنا آپ کی بعثت سے پہلے کا ہے جیسا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اِس سے استدلال کیا ہے۔

أقول ! والی تسلیم الحجر قبل البعثۃ یشیر الامام السبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فی تائیہ بقولہ وما جزت با لا حجار الا وسلمت علیک بنطق شاہد قبل بعثۃ۔

(سیرت حلبیہ ج ا ص ۳۶۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے قبل یقینی طور پر حضرت علی علیہ السلام کے لڑکپن کا زمانہ ہے مگر جس تاجدارِ ولایت کے وسیلہ سے آدم سے لے کر قیامت تک کے اولیائے کرام کو ولائت نصیب ہوئی اور ہو گی اُس کی عقل کی پختگی اور ذہنی بلوغت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

ازل سے ہے جاری ولایت علی کی
ابد تک ہے قائم حکومت علی کی
جہاں تک ہے ختم الرسل کی رسالت
وہاں تک ہے صائم امامت علی کی

باب

نمازِ علی علیہ السلام

سلطان الاولیاء سرتاج الاصفیاء امام الاتقیاء دامادِ مُصطفیٰ نفس مُصطفیٰ ، جان مُصطفیٰ ،روحِ مُصطفیٰ ، نائبِ مُصطفیٰ سِرِّ مُصطفیٰ ،اخیٔ مُصطفیٰ، وصیٔ مُصطفیٰ وارثِ مُصطفیٰ ، رازِ مُصطفیٰ نورِ مُصطفیٰ تصویر مصطفی ،محبوب مصطفی ، پرتو مُصطفیٰ

عکسِ مصطفی ظلِّ مصطفی ،تنویرِ مُصطفیٰ، فنافی المصطفیٰ، عاشقِ مصطفیٰ، طالبِ مصطفےٰ ، جانثارِ مصطفیٰ ،یارِ مصطفیٰ ،بہارِ مصطفیٰ، شیرِ خدا، سیف خدا ، رازِ خدا ، منبعِ فیض و عطا ، مرکزِ مہر و وفا ، نیر برجِ سخا شمعِ بزمِ ہُدیٰ ،مرتضیٰ مشکل کشاء ، قاتل الکفار ،حیدرِ کرار، مرکزانوار ،مطلعِ انوار ، کا سر الا صنام، بر حق امام خلیفہ رسول سرتاج بتول ، امام الثقلین ،ابو الحسنین ،

امیر المومنین ، سید المسلمین امام المتقین قائد الغر المحجلین یعسوب الدین ۔ قاضی دین، مفتی دین، محافظ دین، حافظ قرآن، منار الایمان قرآن ناطق، حجۃ اللہ، ہادی ومہدی، مثیل مسیح وہارون، ابوتراب، عالی جناب، حیدر وصفدر، ساقی کوثر، وارث فقر وغنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شرف نماز بیان کرنے کے لئے ہزاروں برس کی زندگی بھی اتنی ہی حیثیت رکھتی ہے جیسے کہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے بحر ناپیدا کنار کے سامنے پانی کے ایک کوزہ کی۔ ان حالات میں چند صفحات پر کیا کچھ لکھا جاسکتا ہے ہزاروں برس کی زندگی اور صفحات کی کمی زیادتی کی بات بھی چھوڑ دیئے دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ کو کروڑوں برس کی زندگی بھی مل جائے تو کیا وہ آفتاب کی عظمتوں کو بیان کرسکتا ہے کیا قطرہ اربوں سال کی حیات ابدی لے کر بھی سمندر کے عرض وطول اور گہرائی و پنہائی کا احاطہ کرسکتا ہے اور اگر یہ ناممکن ہے تو اس سے کہیں بڑھ کر یہ ناممکن ہے کہ مجھ سا حقیر ذرہ آفتاب ولایت کی سجدہ ریزیوں کے تمام پہلو بیان کرسکے تاہم آپ کی مقدس نماز کے مختصر حالات پیش کئے جاتے ہیں۔

پہلا مومن پہلا نمازی

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ رافت میں ہی آنکھ کھولی اور مکمل طور پر آپ ہی کے زیر سایہ تربیت حاصل کی اور پروان چڑھے اور دورانِ تربیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

اور اس قربتِ خاص ہی کا نتیجہ تھا کہ جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے رسالتِ محمدیہ علی صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق کرنے کا شرف جس ہستی پاک کو حاصل ہوا وہ سرتاج الاولیاء جناب حیدرِ کرار ہی تھے

چنانچہ امام ابن حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی عظیم ترین تالیف مبارکہ الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں نقل فرماتے ہیں۔

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف القرشی الہاشمی ابو الحسن اول الناس اسلاما فی قول کثیر من اہل العلم ولا قبل البعثة بعشر سنین علی الصحیح فربی فی حجر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یفارقه۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۵۰۱)

یعنی علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف قرشی ہاشمی ابوالحسن اہل علم حضرات کی کثیر تعداد کے قول کے مطابق سب سے پہلے ایمان لائے صحیح روایت کے مطابق حضور کے اعلان نبوت سے دس سال قبل آپ کی ولادت ہوئی اور آپ کی تربیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی گود مبارک میں ہوئی اور آپس میں کبھی مفارقت نہیں ہوئی۔

سیرت کی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد میں ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ علی ابن ابی طالب ہیں نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگوں میں خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد جو سب سے پہلے ایمان لائے وہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(طبقات ابن سعد مترجم جلد سوم ص ۲۰۶)

مناقب کی مشہور کتاب ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ المبشرۃ میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو فرمایا کہ تو اس پر خوش نہیں کہ تیرے شوہر نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

متن ہے۔

قال او ما ترضین انی زوجتک اقدمھم اسلاماً

(ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۵۵)

حدیث کی مشہور کتاب المستدرک للحاکم میں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چار وہ خصائل ہیں جو کسی دوسرے میں خواہ وہ عربی ہو یا عجمی نہیں ہیں اول یہ ہے کہ، آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز ادا فرمائی۔

عربی متن ملاحظہ ہو !

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لعلی اربع خصال لیست احد ہو اول عربی و اعجمی صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔

(المستدرک للحاکم ج سوم ص ۱۱۱ ریاض النضرہ ج دوم ص ۲۰۸)

فضائل المناقب کی مشہور ترین اور ثقہ کتاب حلیۃ الاولیا میں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یا علی سات چیزیں تجھ میں ایسی ہیں کہ جن میں سے ایک بھی قریش کو نہیں ملی اور پہلی یہ ہے کہ تم سب سے پہلے اللہ پر ایمان لائے۔

عربی متن ہے !

تخصم الناس بسبع ولا یحاجک فیھا احد من قریش اولھم ایماناً باللہ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۶۶

المستدرک للحاکم میں سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ !

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے حوض کوثر پر آنے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے علی ہیں۔

عربی متن ملاحظہ ہو !

عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اولکم واردا علی الحوض اولکم اسلاما علی ابن ابی طالب۔

(المستدرک جلد سوم صفحہ ۱۳۶)

سیرت کی معتبر کتاب سیرت ابن ہشام اور اس کی شرح روض الانف سہیلی میں ہے۔

لوگوں میں سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے والے اور آپ کے ساتھ نماز ادا کرنے والے اور آپ پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا اس کی تصدیق کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں اور یہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے کہ وہ قبل از اسلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آغوشِ رحمت میں تھے۔

عربی متن ملاحظہ ہو !

قال ابن اسحاق ثم کان اول ذکر من الناس آمن برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وصلی و صدق بما جاء من اللہ تعالیٰ علی ابن ابی طالب علیہ السلام ابن عبد المطلب بن ہاشم وھو ابن عشر سنین یومئذ و کان مما انعم اللہ علیٰ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ انہ کان فی حجر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبل الاسلام۔

(روض الانف جلد اول ص ۱۶۳)

وذکر ان اول ذکر آمن باللہ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

(سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۱۶۳)

حدیث کی مشہور کتب مسند احمد شریف، طبرانی شریف اور ابن ماجہ شریف میں ہے کہ !

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سب لوگوں سے پہلے سات نمازیں ادا فرمائیں

عربی متن ملاحظہ ہو !

لقد صلی قبل ان یصلی الناس سبعاً

(مسند احمد جلد اول ص ۹۹ طبرانی حدیث ۱۸۸، ۶۷۸، ۱۲۷۵ ابن ماجہ ص ۱۱)

مسند احمد اور ترمذی شریف وغیرہ میں مزید یہ روایت موجود ہے کہ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ متن ہے !

ھو اول رجل صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم

(مسند احمد اول ص ۱۴۱ ترمذی مترجم جلد دوم ص ۷۶۰)

مشہور ثقہ محدث علامہ ابن عبدالبر اپنی معروف تالیف الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر میں متعدد اسناد اور مختلف طرق سے سیدنا حیدر کرار کے مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے کی جو روایات لائے ہیں اُن میں سے چند ایک یہ ہیں،

سلمان ابی ذر مقداد جناب جابر ابوسعید خدری اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام سب سے پہلے اسلام لائے اور یہ فضیلت آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔

روی عن سلمان و ابی زر والمقداد و خباب و جابر و ابی سعید الخدری و زید بن الارقم ان علی ابن ابی طالب رضی اللّٰہ عنہٗ اول من اسلم و فضلہ ہو لاء علی غیرہ۔

(الاستیعاب جلد سوم ص ۲۷)

ابن اسحٰق سے روایت ہے کہ سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مردوں میں سے ایمان لانے والے حضرت علی ہیں،

اور ابن شہاب کا یہ قول ہے کہا کہ خدیجہ الکبریٰ کے بعد مردوں میں سے یہ شرف حضرت علی کو ہی حاصل ہے۔

قال ابن اسحق اول آمن باللّٰہ و رسولہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم من الرجال علی ابن ابی طالب وھو قول ابن شھاب الا انہ قال من الرجال بعد خدیجہ۔

(الاستعیاب ج ۳ ص ۲۷)

حضرت عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا کہ حضرت علی کے لئے چار خصائل ایسے ہیں کہ وہ کسی عربی یا عجمی کو نہیں ملے اول یہ کہ آپ نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی

عن عکرمہ عن عباس قال لعلی اربع خصال لیست لا حد غیرہ ھو اول عربی و عجمی صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ

علیہ وآلہ وسلم (الخ)

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۷)

اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حوض کوثر پر اس اُمت میں سے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو ملاقات کرے گا اور جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

وروی عن سلمان انه قال اول هذه والا مت ورود اعلیٰ نبیها علیه الصلوٰة والسلام الحوض اولها اسلا ما علی ابن ابی طالب رضی الله عنهٗ۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۷)

اور تحقیق یہ حدیث سلمان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مرفوعاً روایت کی فرمایا کہ اس اُمت میں سب سے پہلے حوضِ کوثر پر آنے والے اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

وقد روی هذا الحدیث مر فوعاً عن سلمان عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم انه قال اول هذه الامة ورود اعلی الحوض او لها اسلا ما علی ابن ابی طالب رضی الله عنهٗ۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آپ نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ تو میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے اور کہا کہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد سب سے پہلے نماز علی ابن ابی طالب نے پڑھی۔

عن ابن عباس ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال لعلی ابن ابی طالب انت ولی کل مومن بعدی وبه عن ابن عباس قال من صلی مع النبی صلی الله علیه وآله وسلم بعد خدیجة علی بن ابی طالب۔

(الاستیعاب جلد ۳ ص ۲۸)

حضرت ابن عباس ہی سے روایت ہے فرمایا کہ علی ابن ابی طالب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بعد تمام لوگوں سے پہلے ایمان لائے۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان علی بن ابی طالب اول من آمن من الناس بعد الخدیجۃ۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۸)

ابن شہاب اور عبداللہ بن محمد بن عقیل اور قتادہ ابن اسحق سے روایت ہے کہ علی علیہ السلام مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے اور متفقہ علیہ ہے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سب سے پہلے اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا اس کی تصدیق کی ان کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

قال ابن شہاب و عبد اللہ بن محمد بن عقیل و قتادہ ابن اسحق اول من اسلم من الرجال علی واتفقوا علی ان خدیجۃ اول من آمن باللہ ورسولہ وصدقہ فیما جاء بہ ثم علی بعدھا

(الاستیعاب ج ۳ ص ۲۹)

سلمہ بن کھیل حبہ بن جریر عرفی سے روایت کرتے ہیں کہا میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن سلمہ بن کھیل عن حبۃ بن جریرا العرفی قال سمعت علیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول انا اول من صلی مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۳۱)

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن مبعوث ہوئے اور منگل کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز ادا کی

عن انس بن مالک قال استنبئ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم الاثنین وصلی علی یوم الثلاثا۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۳۱)

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے والے علی ابن ابی طالب ہیں۔

قال زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اول من آمن باللہ بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن ابی طالب۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۳۲)

علاوہ ازیں بھی مذکورہ بالا کتاب میں متعدد روایات ایسی ہیں جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سابق الاسلام ہونا اور اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا روزِ روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔

علامہ ابن جوزی اپنی سیرت کی معتبر تالیف الوفا میں نقل کرتے ہیں،

کہ عفیف کندی روایت کرتے ہیں کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ میرے مقدر میں پہلے اسلام قبول کرنا کر دیتا تو جس وقت حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے تو میں علی کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

لو ان اللہ رذقنی الاسلام یومئذ فاکون ثانیا مع علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ

(الوفا با حوال المصطفیٰ ص ۱۲۷)

علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفا میں رقمطراز ہیں کہ ابن عباس انس بن مالک زید بن ارقم سلمان فارسی اور دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ حضرت علی ہی سب سے پہلے اسلام لائے اور بعض کا اجماع ہے کہ آپ ہی سب سے پہلے اسلام لائے،

(تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۹۵)

حاصل کیا ہوا؟

حضرت علی علیہ السّلام ہی اوّلین مسلمان ہیں

ان تمام تر روایات کی روشنی میں جو بات کھل کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اظہارِ نبوت فرمایا تو سب سے پہلے اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے آپ کی تصدیق فرمائی اور آپ پر ایمان لاکر اسلام قبول فرمایا۔

اور جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے فوراً بعد حضرت شیرِ خدا مولا مشکل کشا سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصدیقِ رسالت فرمائی اور اسلام قبول کرلیا۔

علاوہ ازیں جن مقتدر ہستیوں اور برگزیدہ شخصیات کو سوابق الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے وہ سب سے کے سب ان دونوں کے بعد ہی مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔

خاص وجہ یہ ہے

اس کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افرادِ خانہ تھے اور جس وقت آپ کو بظاہر خلعت نبوت سے سرفراز کیا گیا تو آپ نے سب سے پہلے اپنے ہی گھر میں یہ واقعہ اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا سے بیان کیا تو آپ نے فوراً آپ کی نبوت کی تصدیق کردی۔

اگرچہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصلحتاً کیفیات وحی کا تذکرہ اس انداز سے فرمایا کہ جناب خدیجہ کے دل میں شکوک وشبہات پیدا ہوسکتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے ان شبہات کی اسی وقت بذاتِ خود تردید فرمادی کیونکہ آپ تو آپ کے اعلان نبوت سے پہلے ہی آپ کی نبوت ورسالت پر کامل یقین رکھتی تھی اور ان آیات وآثار کا مشاہدہ کرچکی تھیں جن کے لئے مزید کسی برہان و دلیل کی ضرورت ہرگز نہیں تھی یہی وجہ تھی کہ مشیتِ الٰہیہ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوتِ عالیہ کے اظہار کے لئے ایسی ہستی کا انتخاب فرمایا جو بغیر کسی پس وپیش اور ذہنی اضطراب واضطرار کے فوراً آپ کی تصدیق فرمادے۔

پھر ان کے بعد اُس عالی مرتبت ہستی کا انتخاب عمل میں لایا گیا جس کو فنافی المحبوب کا درجہ حاصل تھا جس کی اپنی رائے کوئی رائے ہی نہیں تھی جس کا مقصدِ حیات ادائے محبوب پر مرمٹنا اور فرمانِ محبوب پر بلا تامل عمل کرنا تھا"

چنانچہ جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کے بعد جب علی المرتضیٰ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو آپ نے بھی بغیر کسی پس وپیش کے آمنّا وصدقنا کہہ دیا حالانکہ بعض لوگ یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر جب اسلام پیش کیا گیا تو آپ نے عرض کی کہ میں اپنے والد جناب ابوطالب سے پوچھ کر بتاؤں گا مگر اس قسم کی روایات کی کوئی اصل نہیں۔

بہرحال تاجدارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے کہ یہ دونوں میری کسی بات کی تکذیب وتردید کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے اس لئے ان دونوں ہی کے دامن کو سب سے پہلے دولتِ اسلام سے مالا مال کیا گیا۔

اِن دونوں کے بعد جس مقتدر ہستی کو اس لازوال دولت کو سمیٹنے کے لئے چنا گیا وہ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق جنابِ رسالت مآب کے کمالات کے اعلان نبوت سے پہلے بھی مکمل طور پر معترف تھے اور اُن پر بھی رسالتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کئی ایک نشانیاں پہلے ہی واضح تھیں۔

چنانچہ جناب خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بعد جب ان پر اسلام پیش کیا گیا تو انہوں نے بھی بگیر کسی ذہنی اضطراب اور بغیر اس مسئلہ پر غور وفکر کرنے کے فوراً ہی تصدیق رسالت فرمادی۔

بہرحال امرِ واقعہ یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے افرادِ خانہ ہونے کی وجہ سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی علیہما السلام ہیں اور اُن میں بھی پہلا نمبر حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا اور دوسرا جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہما کا ہے۔

فقہاء ومحدثین کی تطبیق

فقہاومحدثین کی یہ تطبیق بھی قابل قبول اور قرینِ قیاس ہے کہ سابق الاسلام پانچ ہیں چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اِس کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں۔

کہ شیخ ابن صلاح نے فرمایا کہ زیادہ محتاط قول یہ ہے۔

مردوں میں ابوبکر صدیق نوعمروں میں علی المرتضیٰ عورتوں میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ موالی میں زید بن

حارث اور غلاموں میں بلال حبشی رضی اللہ عنہم سابق الاسلام ہیں۔

(مدارج النبوت مترجم جلد دوم ص ۵۸

بہر حال اس تطبیق کا مطلب بھی سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ دُوسرے لوگوں سے قبل یہ حضرات اِسلام لائے اور اِن پر جس وقت بھی اسلام پیش کیا گیا انہوں نے فوراً بغیر کسی تامل کے قبول کر لیا مگر اس تطبیق کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ اِن سب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی وقت میں دعوتِ اسلام دی تھی اور انہوں نے ایک ہی وقت میں اِس کو قبول کر لیا تھا۔

کیونکہ ایسا تصور کر لینا خلاف واقعہ اور غیر حقیقی ہوگا حقیقت صرف یہ ہے کہ اِن سب کو جس جس وقت بھی دولتِ اِسلام پیش کی گئی اِنہوں نے اُسے اُسی وقت بغیر کسی حیل و حجت کے اپنے اپنے دامن پھیلا دیئے اور اس حقیقت سے کسی فقیہہ ومحدث اور سیرت نگار نے انکار نہیں کیا کہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور اُن کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے اسلام قبول کیا۔

یہ تطبیق کیوں؟

محدثین نے سابق الاسلام حضرات کو یاک ہی صف میں کھڑا کر کے جو مطابقت پیدا فرمائی ہے اس سے فوری طور پر جو بات ذہن میں پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ سابق الاسلام ہونے میں یقیناً کوئی نہ کوئی وجہ فضیلت ضرور پوشیدہ ہے جسے انتہائی غیر محسوس انداز میں قاری کے ذہن میں اتار دیا جاتا ہے بصورتِ دیگر اس قسم کا شاخسانہ تیار کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کہ۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے۔

بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ مسلمان ہوئیں۔

موالی میں سب سے پہلے حضرت زید کو دولتِ ایمان ملی

اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلال نے اسلام قبول کیا۔

متذکرہ تطبیق کے مطابق اگر سابق الاسلام ہونا کسی خاص فضیلت کی نشاندہی کرتا ہے تو اس فضیلت میں ان پانچوں حضرات القدس کے لئے ایک ہی مقام کا تعین کرتے ہوئے سب کو ایک ہی طرح سے شاملِ تذکرہ کرنا چاہیے تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے اس مقام پر یہ تطبیق دے لینے کے حالات دُوسرا رُخ اختیار کر لیتے ہیں اور اس فارمولا کو قطعی طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔

بلکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سابق الاسلام ہونے کو تو موضوعِ بحث بنالیا جاتا ہے اور باقی تینوں مقتدر ہستیوں جنابِ خدیجۃ الکبریٰ جناب زید بن حارثہ جناب بلال بن رباح رضی اللہ عنہم اجمعین کے سابق الاسلام ہونے کا تزکرہ تک نہیں کیا جاتا

ہم اس منطق کو سمجھنے سے قطعی طور پر قاصر ہیں کہ اگر سابق الاسلام ہونے میں کوئی وجہ فضیلت وافضلیت موجود ہے تو پھر صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے ہی خاص طور پر یہ اہتمام کیوں کیا جاتا ہے کہ مردوں میں سے سب سے پہلے اسلام آپ لائے اور بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی نے اسلام قبول کیا اور یہ کہ اگر چہ حضرت علی نے حضرت ابوبکر صدیق سے پہلے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن انہوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسی وقت اپنا اسلام ظاہر کر دیا۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ ثابت کریں کہ مولائے کائنات حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہرگز ہرگز اپنے اسلام کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا قارئین کی خدمت میں یہ التماس ضرور کریں گے کہ اگر سابق الاسلام ہونا بھی

وجہ افضلیت ہے تو ترتیب خلافت کے لحاظ سے یہ افضلیت کیسے قائم رہے گی جبکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ عرصہ بعد مشرف بہ اسلام ہوئے اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعثت مصطفیٰ کے پانچ سال بعد اسلام لائے۔

بہر حال جناب علی علیہ السلام کے بعد حضرت ابو بکر صدیق کا اسلام قبول کرنا تسلیم کر لینے کے بعد دونوں برگزیدہ ہستیوں کے اخفاء اظہار اسلام کے بارے میں جو روایت پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے۔

فیقال اول من اسلم مطلقاً خدیجة بنت خویلد و اول ذکر اسلم علی ابن ابی طالب وھو صبی لم یبلغ کما تقدم فی سنه و کان مستخفیاً باسلامه و اول رجل عربی بالغ اسلم و اظھر اسلامه ابو بکر بن ابی قحافة۔

(ریاض النضرہ ج ا ص ۷۵)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ سب سے پہلے مطلق طور پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا اور ان کے بعد سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اسلام کا ذکر کیا گیا ہے اور وہ بچے تھے اور بالغ نہیں تھے جیسا کہ پہلے اُن کی عمر بتائی جا چکی ہے اور انہوں نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا اور پہلے بالغ عربی شخص ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اظہار اسلام کیا۔

متذکرہ بالا روایت بے شمار کتابوں میں موجود ہے چونکہ اس کو قبول کرنے میں عام طور پر تردد نہیں پایا جاتا اس لئے دیگر حوالہ جات پیش کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

ہم اس بحث کو بھی ہرگز موضوع سخن نہ بناتے اگر اس قسم کی عبارات کا سہارا لے کر ابن تیمیہ اور اس کے پس خوردہ عباسی وغیرہ نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اس قسم کے اہانت آمیز جملے نہ تحریر کئے ہوتے کہ علی تو اُس وقت اسلام لائے جب اُن کی عمر دس سال سے بھی کم تھی اور وہ تمیز ہی نہیں کر سکتے تھے کہ اسلام درحقیقت کیا چیز ہے؟

نیز یہ کہ علی نے اگر اسلام قبول کر بھی لیا تو وہ اِس عمر میں اسلام کی کونسی خدمت کر سکتے تھے اور اسلام کو اُن سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا جبکہ حضرت ابو بکر صدیق کے اسلام نے اس دور میں اسلام اور بانیٔ اسلام کی پورے طور پر امداد و استعانت فرمائی۔

خوارج کی ان خرافات کی فہرست انتہائی طویل ہے جسے ہم نہایت وضاحت کے ساتھ اس کتاب کی دوسری جلد میں آگ ہی آگ کے زیر عنوان پیش کر رہے ہیں۔

علامہ مسعودی اپنی کتاب تاریخ مسعودی التنبیہ والاشراف میں اس قسم کے خارجی مولفین کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ بعض لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر اسلام کے وقت پانچ چھ سال

ثابت کرتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو آپ کے فضائل کو مٹا دینا چاہتے ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ اُن کے اسلام کو ایک چھوٹے سے لڑکے اور نادان بچے کا اسلام بنا دیں جو نہ تو کمی اور زیادتی کے مابین فرق کر سکے اور نہ ہی شک و یقین کے درمیان امتیاز رکھتا ہو نہ حق کو پہچانتا ہو کہ اس کو طلب کر سکے اور نہ باطل کو جانتا ہو کہ اُس سے بچ سکے۔

(التنبیہ والاشراف مسعودی ص ۲۱۴)

بہر حال اگر ذہنی اختراعات اور پیچیدہ عبارات سے اجتناب کیا جاتا تو ادوارِ سابقہ کے خارجیوں کی شیطانی عبارتوں میں مزید شاطرانہ رنگ آمیزیاں کر کے موجودہ دور کے خوارج حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اُقدس کو یوں نشانہ ستم نہ بناتے جس کی نشان دہی ہم نے کی ہے۔

اب جبکہ ہمارے سامنے خوارج کی فتنہ انگیزیوں کی طویل فہرست اس ضمن میں موجود ہے کہ جناب حیدر کرار کے لڑکپن کے اِسلام میں اسلام کی وہ عظمت موجود نہیں جو ابوبکر صدیق کے اسلام میں تھی تو ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم اُن عبارات کا مکمل ترین تجزیہ ہدیہ قارئین کر دیں جو محض میلانِ طبع اور جوشِ محبت کی پیداوار ہیں۔

اگرچہ ہمیں یہ ناخوشگوار فریضہ ادا کرتے ہوئے کوئی خاص خوشی حاصل نہیں ہو رہی کیونکہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں تاہم فتنہ خوارج کے کامل ترین اِنسداد کے لئے اِس قسم کی دشوار گذار راہوں سے گذرنا بھی از بس ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی ہمیں یہ بھی اعتراف ہے کہ حقائق سے کسی بھی صورت گریز کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں۔

حالانکہ یہ اٹل حقیقت بدستور موجود ہے کہ موجود حالات کا اقتضا یہی ہے کہ خارجیت کے شجرِ ممنوعہ کو مزید پھلنے پھولنے اور برگ و بر پیدا کرنے سے پہلے پہلے پوری قوت سے روک دیا جائے بلکہ اس کی زیرِ زمین جڑوں کو بھی کھود کھود کر نکال لیا جائے خواہ اس کے لئے ہمیں بعض ذی حیثیت اور مقتدر ہستیوں کے دلنشین تصورات اور حسین تخیلات کو ہی کیوں نہ بھینٹ چڑھانا پڑے۔

علی نے کب اسلام ظاہر کیا؟

چنانچہ اس ضمن میں مزید چند ایسی ثقہ روایات پیشِ خدمت کی جا رہی ہیں جن میں یہ مسلمہ حقیقت پوری تابانیوں سے جلوہ گر ہے کہ اُم المومنین طیبہ طاہرہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد اور دیگر تمام مسلمانوں سے پہلے اسلام قبول کرنے والے اور اپنے اسلام کو سب سے پہلے ظاہر کر دینے والے صرف اور صرف جنابِ حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

سب سے پہلے مجددِ مأۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی چند عبارتیں ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں۔

نماز شروع روزِ بعثتِ شریفہ سے مقرر و شروع ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اول بار جس وقت وحی اُتری اور نبوت کریمہ ظاہر ہوئی اسی وقت حضور نے بہ تعلیم جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نماز پڑھی اُسی دن بہ تعلیم اقدس حضرت اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے نماز پڑھی دُوسرے دن امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے نماز پڑھی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۱۸۰)

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک حدیث کے ساتھ موازنہ کے دوران شاہ احمد رضا خاں بریلوی مزید یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،

عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں مکہ معظمہ آئے کعبہ کے سامنے بیٹھے تھے دن خوب چڑھ گیا تھا کہ ایک نوجوان تشریف لائے اور آسمان کو دیکھ کر روبکعبہ کھڑے ہو گئے ذرا دیر میں ایک لڑکے تشریف لائے وہ اُن کے داہنے ہاتھ پر کھڑے ہوئے تھوڑی دیر میں ایک بی بی تشریف لائیں وہ پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر جوان نے رکوع فرمایا تو یہ دونوں رکوع میں گئے پھر جوان نے سرِ مبارک اٹھایا اُن دونوں نے بھی سر اٹھایا جوان سجدے میں گئے تو یہ دونوں بھی گئے۔

(عفیف کندی) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حال پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ جوان میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور یہ لڑکے میرے بھتیجے علی ہیں اور یہ بی بی خدیجۃ الکبریٰ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما میرے بھتیجے یہ کہتے ہیں کہ آسمان و زمین کے مالک نے انہیں اِس دین کا حکم دیا ہے اور اِن کے ساتھ ابھی یہ دو مسلمان ہوئے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۸۳)

طبقات ابن سعد

باخبار یحییٰ بن فرات بتحدیث سعید بن خثیم ہلالی از اسد بن عبیدہ بجلی از ابن یحیی بن عفیف عفیف کندیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں مکہ معظمہ میں اپنی بیوی کے لئے کپڑے اور عطر خریدنے کے لئے آیا تھا اور حضرت عباس کے گھر ٹھہرا ہوا تھا اور حضرت عباس کے گھر سے بیت اللہ شریف کو دیکھ رہا تھا اور سورج کے اردگرد حلقہ تھا اور وہ بلند ہو گیا تھا اتنے میں ایک نوجوان تشریف لائے انہوں نے کعبہ اقدس کے قریب جا کر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور پھر کھڑے کھڑے قبلہ رخ ہو کر نیت باندھ لی حتیٰ کہ ایک نوعمر لڑکا

تشریف لایا اور نوجوان کے دائیں طرف کھڑے ہو کر اس نے بھی نیت باندھ لی تھوڑی دیر بعد ایک خاتون تشریف لائیں، اور دونوں کے پیچھے کھڑی ہو گئیں پھر نوجوان نے رکوع کیا تو وہ دونوں بھی رکوع میں چلے گئے پھر نوجوان رکوع سے اُٹھے تو وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے پھر نوجوان سجدے میں گئے تو وہ دونوں بھی سجدہ ریز ہو گئے۔

عفیف کندی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ میں بڑی عجیب بات دیکھ رہا ہوں حضرت عباس نے پوچھا کیا تم اس نوجوان کو جانتے ہو؟

میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں پھر پوچھا کیا تم اس نوعمر لڑکے کو جانتے ہو ؟

میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ بھی میرے بھتیجے علی ابن ابی طالب ابن عبدالمطلب ہیں پھر فرمایا کیا تم اس خاتون کو جانتے ہو میں نے کہا نہیں تو حضرت عباس نے فرمایا یہ میرے بھتیجے محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہلیہ خدیجہ بنتِ خویلد ہیں میرے اس نوجوان بھتیجے کا خیال ہے کہ اِن کے پروردگار نے جو زمین وآسمان کا پروردگار ہے اِنہیں اِس دین کا حکم فرمایا ہے وہ اس پر قائم ہیں خدا کی قسم میرے علم میں روئے زمین پر اِس دین کو ماننے والے صرف یہی تین اشخاص ہیں۔

عفیف کندی کہتے ہیں اس کے بعد مجھے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ کاش میں ان میں چوتھا ہوتا۔

(طبقات ابن سعد جلد ہشتم ص ۳۴)

اس روایت کا عربی متن اور "فتاویٰ رضویہ" کے علاوہ دیگر کتابوں کے اسماء اور صفحات وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابن عفیف الکندی عن ابیه عن جده قال کنت امراء تا جراً فقدمت للحج فاتیت العباس بن عبد المطلب لا تباع منه بعض التجارة قال انی فو اللہ لعنده بمنی اذا رجل خرج من حباء قریب منه ینظر الی الشمس فلما رآها قام یصلی ثم خرجت امرأت من ذالک الخباء الذی خرج منه ذالک فقام معه یصلی الرجل فقاعت خلفه تصلی ثم خرج غلام حسین راهق الحلم من ذالک الخباء۔

قال فقلت للعباس یا عباس ما هذا ؟ قال محمد بن عبد اللہ من عبد المطلب ابن اخی۔

قلت من هذه المرأة؟ قال امرأت خدیجة بنت خویلد فقلت

من هذا الافتیٰ قال علی بن ابی طالب ابن عمه
قلت فما هذا الذی یصنع ؟ قال یصلی وهو یزعم انه نبی و لم
یتبعه علی امره الا امرأة و ابن عمه هذا الفتی وهو یزعم انه
تفتح علیه کنوز کسریٰ وقیصر۔
وکان عفیف وهو ابن عم رالاشعث بن قیس یقول و اسلم
بعد ذالک فحسن اسلامه لو ان الله رزقنی الاسلام یومئذ
فاکون ثانیا مع علی ابن ابی طالب رضی الله تعالیٰ۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ ابن جوزی ص ۱۶۸) (فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۱۸۷

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۰۹

(ذخائر العقبیٰ مع ینابیع مطبوعہ تہران ج ۱ ص ۲۰۲

(الاستعیاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۲)

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ مطبوعہ بیروت ج ۴ ص ۱۸

(تاریخ کامل ابن اثیر مطبوعہ بیروت ج ۲ ص ۳۷)

(خصائص نسائی مطبوعہ مصر ص ۸) (مسند احمد بن حنبل ج ۵ ص ۱۱۸

(ینابیع المودۃ مطبوعہ تہران ج ۱ ص ۴۶) (طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۴)

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۳۶) (تاریخ الامم والملوک طبری ج ۲ ص ۱۳۲

علاوہ ازیں بھی یہ روایت حدیث وسیر کی بے شمار کتب میں موجود ہے جن کے نام بخوف طوالت قلم انداز کر دیئے گئے ہیں مندرجہ بالا روایت کا مزید مفہوم یہ ہے کہ حضرت عفیف کندی اشعث بن قیس کے چچا زاد بھائی تھے وہ جب بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے تو یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد کہتے کہ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اس وقت اسلام کی دولت نصیب فرما دیتا تو میں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ دوسرا ہوتا۔

اگرچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ مل کر بیت الحرام میں نماز ادا کر رہے تھے تو اُس وقت آپ کے لئے متعدد کتابوں میں لفظ غلام جس کا معنی لڑکا ہوتا ہے استعمال کیا گیا ہے تاہم مندرجہ بالا علامہ ابن جوزی کی کتاب الوفا کا جو متن پیش کیا گیا ہے اُس میں سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اُس وقت بجائے غلام کے لفظ فتیٰ استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب نوخیز یا نوجوان ہی ہو سکتا ہے اور یہ لفظ بھی لفظ غلام سے متعارض نہیں کہ کیونکہ جناب شیر خدا ہاشمی شہزادے تھے اور آپ نے پنگھوڑے ہی میں زبردست اژدہے کو مٹھی میں جکڑ کر ختم کر دیا تھا ان حالات میں

اُس وقت یعنی دس گیارہ سال کی عمر میں بھی اگر نوجوان معلوم ہوتے تھے تو یہ بعید از قیاس نہیں۔

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تربیت اور ہاشمی وجاہت تو آپ کو اس وقت میں بلوغت کی تمام تر پختگیاں عطا فرما چکی تھی بلکہ آپ عزم و استقلال اور علم و عرفان کی تمام تر منازل تو روزِ ازل سے ہی طے کئے ہوئے تھے۔

بہر حال آپ کے لئے لفظ غلام اور لفظ فتیٰ دونوں ہی استعمال ہوئے ہیں جن سے آپ کا نوخیز ہونا تو لیا جا سکتا ہے لیکن پانچ چھ سال کا بچہ مراد لینا سراسر ناانصافی اور تحکم ہے کیونکہ اگر آپ کی عمر پانچ چھ سال کی ہوتی تو آپ کے لئے لفظ ''صبی'' استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ بعض لوگ یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ آپ اُس وقت صبی اور نابالغ تھے۔

اندریں حالات اس قسم کے تخیلات بھی خود بخود دم توڑ دیتے ہیں کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس وقت اسلام تو قبول کر لیا تھا مگر چھپائے چھپائے پھرتے تھے جبکہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسی وقت اظہار اسلام کر دیا تھا۔

اِس قسم کے خود ساختہ تصورات کا خاتمہ اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ کی اُس روایت سے بھی ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ۔

جب محمد بن کعب قرظی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے پہلے اسلام علی نے قبول کیا تھا یا ابو بکر نے تو آپ نے (از راہ تعجب) فرمایا کہ سبحان اللہ!

علی نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور لوگوں کا یہ شبہ کہ علی نے اسلام تو پہلے قبول کیا تھا لیکن اپنے باپ سے چھپا رکھا تھا اور ابو بکر نے اسلام قبول کرتے ہی فوراً اظہار کر دیا تو یقیناً ہم یہاں اس کے جواب میں عفیف کندی کی وہ حدیث بیان کریں گے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے اور ظاہر کرنے والے علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

وسئل محمد بن کعب القرظی من اول اسلم علی او ابو بکر؟ قال سبحان اللہ علی اولهما اسلاما وانما اشتبه علی الناس لان علیا اخفی اسلامه عن ابی طالب واسلم ابی بکر واظهر اسلامه وقد ذکرنا حدیث عفیف الکندی فی ان اول من اسلم علی۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد چہارم ص ۱۸ مطبوعہ بیروت)

صاحب اسد الغابہ نے محمد بن کعب قرظی کا جو استدلال پیش کیا ہے اُسے کسی بھی صورت میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کیونکہ حضرت عفیف کندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آنکھوں دیکھا حال اُن تمام تر تخیلاتی اور

تصوراتی قلعوں کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے جنہیں محض اور محض رافضیوں کی بعض اُلٹی سیدھی باتوں کی تردید کے لئے تعمیر کیا گیا ہے حالانکہ حقائق کو ٹھیک ٹھیک مقام پر تسلیم کرتے ہوئے بھی تردید روافض کا فریضہ سرانجام دیا جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ اَمر ہے کہ جناب حیدرِ کرار مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عین اُس وقت سب سے پہلے اسلام قبول کیا جب آپ ہر بھلے اور بُرے میں اچھی طرح امتیاز فرما سکتے تھے۔

اوراس کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے سب سے پہلے اظہار اسلام فرما بھی دیا اور اظہار بھی ایسے مقام پر کیا جہاں نہ صرف اہلِ مکہ ہی موجود تھے بلکہ دور دراز سے آئے ہوئے لوگ بھی اِس نظر نواز نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

جنابِ عفیف کندی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوست بھی تھے اور آپس میں کاروباری تعلق بھی تھا اور اکثر خوشبوؤں اور دیگر سامان کی خرید و فروخت کے سلسلے میں آپ کے پاس ٹھہرا کرتے تھے ان دنوں بھی وہ اسی قسم کے کاروباری سلسلہ میں مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا میں حاضر تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مہمان تھے اور حضرت عباس کے گھر سے ہی ان کے ساتھ بیت الحرام میں ہونے والے واقعات دیکھ رہے تھے۔

اب جبکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ عفیف کو بتا رہے ہے کہ میرے ایک بھتیجے خود کو اللہ کا رسول کہتے ہیں دوسرے بھتیجے علی بن ابی طالب ہیں اور تیسری خاتون میرے بھتیجے کی اہلیہ خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور ابھی اِس خاتون اور بھتیجے علی ابن ابی طالب کے سوا کوئی تیسرا شخص مسلمان نہیں ہوا تو کیا حضرت عباس پر حضرت علی کا اِسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا یا نہیں؟

اِس واقعہ کو ذرا دل کی گہرائیوں میں اتار کر تجزیہ کریں تو مزید وضاحت ہوتی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معیت میں جنابِ خدیجۃ الکبریٰ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم بعثتِ مصطفیٰ کے دُوسرے ہی دن عین کعبۃ اللہ میں رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ سورج طلوع ہونے کے بعد نماز ادا فرما کر سب لوگوں پر اپنا اسلام ظاہر کر رہے تھے تو سیدنا عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما پر اس سے بھی پہلے حضرت علی کا اسلام قبول کرنا ظاہر ہو چکا تھا جبھی تو آپ نے عفیف کندی کے استفسار پر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اظہارِ رسالت اور آپ پر ایمان لانے والوں کی تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ سید الاولیاء والاصفیاء جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سید الانبیاء والمرسلین تاجدارِ عرب وعجم حضور رحمۃ للعٰلمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع کا ملہ کرتے ہوئے بغیر کسی قسم کے ڈر اور خوف کے عین جوف مکہ میں کعبۃ اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر پورے وقار کے ساتھ اپنے اسلام کو ہر دیکھنے والی آنکھ پر واضح کر دیا تھا۔

اگرچہ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمازِ چاشت کعبۃ اللہ میں ادا فرماتے اور نماز عصر کے لئے پہاڑوں کی گھاٹیوں کو منتخب فرماتے کیونکہ کفارِ مکہ چاشت کی نماز کی مخالفت نہیں کرتے تھے جبکہ عصر کی نماز پر انتہائی غیظ وغضب کا اظہار کرتے تھے۔

اور یہ روایت بھی موجود ہے کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو نمازیں پڑھنے کے یہ واقعات چند روز بعد میں معلوم ہوئے اور جب انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو حضور کے ساتھ نماز پڑھتے دیکھ کر پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو تو جناب حیدر کرار نے بغیر کسی قسم کے اضطراب کے اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ اور اپنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں وضاحت کے ساتھ سب کچھ بتا دیا۔

اس روایت میں مزید یہ بھی ہے کہ حضرت ابو طالب نے یہ سب کچھ جان لینے کے بعد قطعی طور پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حوصلہ افزائی فرماتے ہوئے کہا کہ تمہارے بھائی سچی بات کہتے ہیں اُن کے ہر حکم کی تعمیل کرتے رہنا اور پورے طور پر حق غلامی ادا کرنا اس روایت کا عربی متن کسی دوسری جگہ پیش کیا جائے گا۔

تاہم اس قسم کی روایات سے حضرت عفیف کندی کی بیان کردہ روایت سے ہرگز تعارض پیدا نہیں ہوتا اس لئے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کافی بے تکلف تھے جبکہ اس کے برعکس جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ساتھ آپ کی بے پناہ شفقت اور بزرگی کی وجہ سے اکثر طور پر بات کرتے ہوئے حجاب فرماتے تھے۔

قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ نے نہایت بے تکلفی کے ساتھ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اس بات پر رضامند کر لیا تھا کہ چچا جان قحط اور غربت کی وجہ سے چچا ابو طالب بہت پریشان ہیں اس لئے اُن کے ایک بچے کو آپ اپنے گھر لے آئیں اور ایک بچے کو ہم اپنے پاس لے آتے ہیں تو اُنہوں نے بلا حیل وحجت آپ کے فرمانِ اقدس کو مانتے ہوئے جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنی سپرداری میں لے لیا تھا۔

اس قسم کے دیگر بھی متعدد شواہد ہم اپنے مؤقف میں پیش کر سکتے ہیں مگر ایسا کرنے سے موضوع کے قریب نہیں رہا جا سکتا اہلِ فہم اس ایک واقعہ سے ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ پر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا فوراً ہی مطلع ہو جانا بعید از قیاس نہیں اور نہ ہی حضرت ابو طالب کے لئے چند روز کا اخفا خلافِ عقل ہے۔

اس کے باوجود بھی اگر بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جناب حیدرِ کرار علیہ السلام مکمل طور پر تاجدارِ انبیاء رسولِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے کنٹرول میں تھے اور اپنے اسلام کے اظہار واخفاء کے لئے بھی اتباعِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پابند تھے۔

اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ خود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثِ مبارکہ بھی جناب ابو طالب کے علم میں اس وقت تک نہیں آئی تھی جس لمحے تک اُن کی نگاہوں سے جناب حیدر کرار کا اسلام پوشیدہ رہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خواہش فرمائی کہ اے علی حرم محترم کی زمین روزِ ازل سے ہی ہماری جبینوں کو بوسہ دینے کے لئے تڑپ رہی ہے آؤ اپنے سجدہ ہائے شوق سے اس کو عزت و آسودگی عطا کریں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک معمول کی طرح آپ کے شانہ بشانہ اس وقت کھڑے ہو گئے جب سورج پوری طرح طلوع ہو کر اپنی ضیاء پاش کرنیں حرم محترم پر نچھاور کر رہا تھا رات کی تاریکی میں یہ نماز ادا کی جاتی تو احتمالِ اخفا ہو سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا عین چاشت کے وقت جب دوسرے متعدد لوگ بھی اس نور بار منظر کو دیکھ رہے تھے جنابِ رسول خدا اور آپ کی زوجہ مطہرہ کے ساتھ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی فریضۂ اظہار اسلام ادا کر دیا۔

حضرت علی کیسے چُھپ کر نماز پڑھتے تھے

اور جب تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیال فرمایا کہ کفار و مشرکین مکہ مسلمانوں کو عصر کی نماز کعبۃ اللہ میں نہیں پڑھنے دیتے تو آپ نے حکم فرمایا کہ سب لوگ فرداً فرداً ایک ایک دو دو ہو کر مکہ معظمہ کے گرد پھیلی ہوئی پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کریں تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی شعابِ مکہ میں چھپ چھپ کر نمازیں پڑھنا شروع کر دیں۔

اس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کیسے چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر تمام مسلمان کیسے اور کس طرح نماز ادا کرتے تھے چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ،

کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یخرج الی الکعبہ اول النہار فیصلی صلاۃ الضحیٰ لا تنکرھا قریش و کان صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم واصحابہ اذا جاء وقت العصر تفرقوا فی الشعاب فرادی ومثنی۔

(سیرت حلبیہ جلد اول ص ۴۳۰)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اس روایت کو یوں بیان کرتے ہیں۔

فرضیت پنجگانہ سے پہلے مسلمان چاشت اور عصر پڑھا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام جب آخر روز کی نماز پڑھتے گھاٹیوں میں متفرق ہو کر تنہا پڑھتے۔

رواہ ابن سعد عن عزیزۃ بنت تجراۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ
ذکرہ فی ترجمتہا من الاصابہ۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۱۷۹)

عربی متن ہے !

اذا صلوا آخر النہار تفرقوا فی شعاب فصلوھا فرادی۔

(فتاوٰی رضویہ ج ۲ ص ۱۰۹)

اس روایت کے علاوہ اہل اسلام کا چھپ چھپ کر اور متفرق ہو کر نمازیں ادا کرنا دیگر متعدد روایات میں بھی موجود ہے جن میں سے صرف ایک روایت مزید پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

اور وہ روایت اس طرح ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے اسلام میں کافر کا خون بہایا آپ کے اس قول کی شرح میں شارحین اور سیرت نگار حضرات پورا واقعہ اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چھپ چھپ کر پہاڑوں کی گھاٹیوں میں نماز ادا کیا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت سعد بن ابی وقاص چند مسلمانوں کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے کہ اچانک کفار و مشرکین کا ایک جتھا اُدھر سے گذرا ان لوگوں نے جب اہل اسلام کو حالتِ نماز میں دیکھا تو برا بھلا کہنے اور خرافات بکنے لگے حتیٰ کہ معاملہ ہاتھا پائی تک پہنچ گیا اسی عالم میں جناب سعد بن ابی وقاص نے وہاں پڑا ہوا اونٹ کا جباڑا اٹھا کر اس زور سے ایک کافر کے سر پر مارا کہ اس کا سر پھٹ گیا اور وہ اسی وقت واصلِ جہنم ہو گیا یہ تھا پہلے کافر کا خون جو اسلام میں حضرت سعد بن ابی وقاص کے ہاتھوں بہایا گیا متن ہے۔

وذالک انہ کانت الصحابۃ رضی اللہ عنہم اذا صلوا ذھبوا فی الشعاب واستخفوا صلاتھم فبینما سعد فی منھم فی شعب اذ طلع نفر من المشرکین وھم یصلون فناکروھم وعابوا علیھم صنعیھم حتیٰ تقاتلوا فضرب سعد رجلاً منھم بلحیٰ بعیر فشجہ شجۃ فکان اول دم اھریق فی الاسلام۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۹ سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۵۶) (الوفائی حوال المصطفیٰ ابن جوزی ص ۱۹۰)

ان روایات کا واضح مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اظہارِ اسلام بھی کر چکے تھے لیکن نمازیں وہ چھپ کر ہی پڑھتے تھے اس لئے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے سے یہ مطلب اخذ کر لینا کہ انہوں نے اپنے باپ کے ڈر سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا محض خوش فہمی اور تحکم ہے جبکہ ثقہ روایت کے مطابق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے ساتھ اُس وقت نماز ادا کی تھی جب سوائے آپ کے اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہما کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہیں لایا تھا۔

اس وضاحت کے بعد اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے چھپ کر نماز پڑھنے میں کون سی انفرادیت اور خصوصیت تھی جس کے لئے ہم نے یہ عنوان قائم کیا ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں سب صحابہ کرام کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد تھا کہ سب لوگ علیٰحدہ علیٰحدہ ہو کر مختلف گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر نمازیں ادا کیا کریں مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ آپ نے اکثر طور پر یہ خصوصیت برقرار رکھی کہ جب بھی نماز کا وقت ہوتا آپ علی المرتضیٰ کو ساتھ لیتے اور پہاڑ کی کسی گھاٹی کی طرف تشریف لے جاتے اور پھر دونوں عظیم المرتبت ہستیاں یوں نماز ادا فرماتیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرائضِ امامت ادا فرماتے اور علی علیہ السلام مقتدی ہوتے چنانچہ امام الانبیاء کی مکی زندگی کا کثیر حصہ اسی صورت میں ہی گزرا۔

معتبر ترین اور ثقہ کتب سیر کے مطالعہ سے صاف طور پر پتہ چل جاتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کے لئے مکی زندگی میں ممکن ہی نہیں رہا تھا کہ وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ خداوندِ قدوس کی عبادت کر سکتے صحابہ کرام خاص طور پر عصر کی نماز گھروں میں چھپ کر ادا کرتے یا پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ چھپا کر اس فریضہ کی ادائیگی فرماتے اور اس انتہائی حفاظت واخفاء کے باوجود بھی اگر کفار ومشرکین کسی مسلمان کو حالتِ نماز میں دیکھ لیتے تو اس پر اینٹوں اور پتھروں کی بارش شروع کر دیتے اور اگر پتھر برسانے کا موقع میسر نہ آتا تو فحش کلامی کرنے اور گالیاں بکنے سے تو قطعاً احتراز نہ کرتے تھے۔

چند مزید روایات

مناقب کی مشہور کتب خصائص نسائی میں امام نسائی ریاض النضرہ میں محب طبری صواعق محرقہ میں ابن حجر مکی ہیتمی ینابیع المودۃ میں سید سلیمان حنفی قندوزی اور اسد الغابہ میں علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس ضمن میں مزید یہ روایات بیان کرتے ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات سال کا پورا عرصہ فرشتے مجھ پر اور علی پر درود بھیجتے رہے اور سات سال کے اس عرصہ میں سوائے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے میرے ساتھ دوسری کسی شخص نے نماز ادا نہیں کی۔

حدثنا اسحق بن ابراہیم بن عبد الرحمن بن الاسود عن

محمد بن عبید اللّٰہ بن عبد الرحمن بن مسلم عن ابیہ
عن ابو ایوب الا نصاری قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وآلہٖ وسلم لقد صلیت المائکة علی وعلی سبع سنین و ذالک
انہ لم یصل معی رجل غیرہ۔

(ینابیع المودة ج ۱ ص ۳۴) (اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۸)
(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۸) (ذخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲)

علاوہ ازیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ
ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس امت میں مجھ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہو اور میں نے تمام لوگوں سے پانچ سال یا سات سال قبل اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

عن قال لم احد من حذہ الا مة عبد اللّٰہ قبلی لقد عبد تہ
قبل ان یعبدہ احد منھم خمس سنین او سبع سنین۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۷) (خصائص نسائی ص ۳)
(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۹) (ذخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲)
(ینابیع المودة ج ۱ ص ۴۶)

حبۃ العرنی سے جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہی دوسرا ارشاد اس طرح مروی ہے کہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔

عن حبة العر نی قال سمعت علیاً یقول انا اول من صلی مع
النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۷) (خصائص نسائی ص ۳)
(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۹) (ذخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲)

نیز یہ روایت امام نسائی وغیرہ حضرت زید بن ارقم کی سند سے اس طرح بیان کرتے ہیں

عن زید بن ارقم اول من صلی مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ
وآلہٖ وسلم علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ۔

(خصائص نسائی ص ۲) (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۸)
(ذخائر العقبیٰ ج ۲ ص ۲۰۲) (ینابیع المودة ص ۱۶)

اس ضمن مین مذکورہ بالا مزید چند روایات پیش کرنے کے بعد ہم اپنے قارئین سے التماس کریں گے کہ وہ خود بھی پورے خلوص و دیانت اور نہایت غور وخوض کے ساتھ ٹھیک نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش

فرمائیں۔

ہم نے دانستہ طور پر اس مضمون کو ہر ممکن حد تک سمیٹنے کی کوشش کی ہے تاہم ابھی بے شمار ایسی روایات ثقہ ترین کتابوں میں موجود ہیں جن سے امیر المومنین امام المسلمین سید الاولیاء والاصفیاء تاجدار ہل اتی سیدنا ومرشدنا حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اُمت محمدیہ میں اول المسلمین اور اول المصلین ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے اور ان تمام تر روایات کو ہم قلم انداز بھی نہیں کر سکتے بلکہ وہ سب کی سب دیگر عنوانات کے تحت پیش خدمت کی جائیں گی کیونکہ اُن میں سے ہر روایت آپ کے اول المسلمین ہونے کے ساتھ ساتھ آپ کے فضائل ومناقب پر بھی مشتمل ہے اس لئے انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔

وجدان کی بات

اس واضح ترین استدلال کے بعد کہ اسلام قبول کرنے والوں میں دوسرا نمبر سیدنا حیدر کرار علی المرتضیٰ علیہ السلام کا ہے اور پہلا حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کا خدا اور رسول پر ایمان لانا اور قبولِ اسلام کرنا اعزازی طور پر ہے اور ظاہر طور پر ایسا کرنا اشد ضروری بھی تھا مگر باطنی طور پر تو آپ نے ازل ہی سے ایمان و اسلام کے سوا کسی چیز کو دیکھا ہی نہیں۔

جس طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بعثت مبارکہ سے پہلے بھی تختِ رسالت و نبوت پر متمکن تھے بلا تشبیہ اسی طرح امام الاولیاء حضرت شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بظاہر اسلام قبول کرنے سے پہلے ہی سلطنتِ ولایت کے تاجدار تھے۔

ہم گذشتہ اوراق میں متعدد ثقہ کتب احادیث وسیر کے حوالہ سے ایک روایت نقل کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ پر ایمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے اور پھر ان کے فرمان کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خدا تعالیٰ پر ایمان لائے۔

حالانکہ یہ سب کچھ ظاہر طور پر ہے ورنہ حضور تاجدارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی بعثت مبارکہ سے پہلے بھی بلکہ ازل ہی سے خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے اور اس کے خلاف تو سوچنا بھی سراسر گمراہی اور راہ ضلالت ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو تمام انبیاء سے بھی پہلے ایمان لانے والے ہیں اور تمام انبیاء میں سے پہلے مسلمان ہیں کتب احادیث میں بے شمار ایسی روایات موجود ہیں جن میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ انا اول المسلمین اور پھر الست بربکم کے جواب میں سب سے پہلے بلیٰ فرمانے والے بھی تو آپ ہی ہیں۔

بلکہ یہاں تھوڑا سا غور وفکر کیا جائے تو صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ ایمان اور اسلام تو خود حضور ہی کی ذات مبارکہ ہے ایمان اور اسلام تو محبتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے ایمان اور اسلام تو بنے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے لئے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نہ صرف یہ کہ ایمان و اسلام ہیں بلکہ ایمان تو اسلام کی بھی جان ہیں اور حیدر کرار اسی جانِ ایمان اور روحِ اسلام کی آغوشِ مبارکہ میں آنکھ کھولتے ہیں پھر کفر و شرک کا تصور کہاں۔

حقیقتِ اسلام تو مولائے کائنات کے رگ وریشہ میں رچی ہوئی تھی بلکہ آپ کی تو پرورش ہی باقی اسلام کی آغوشِ راحت میں ہو رہی تھی۔

علی کی غذائے مبارک ہی جانِ ایمان کا لعاب دہن مبارک تھا پھر علی کا دل ایمان سے کیسے خالی ہوتا علی کو تو ابتداء ہی سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل ایمان اور کامل اسلام بنا دیا تھا یہی وجہ تھی کہ جناب علی جنگ احزاب میں ابن عبدود کے مقابلہ پر تشریف لے جاتے ہیں تو حضور سرورانبیاء نے فرمایا کہ مکمل ایمان مکمل کفر سے ٹکرانے والا ہے علی اگر حقیقت اسلام وایمان سے ناآشنا ہوتے تو اس چھوٹی سی عمر میں اتنی بڑی دولت کو کس طرح سمیٹ سکتے تھے علی اظہار ایمان سے قبل بھی مکمل ترین مومن تھے۔

حقائق سے گریز

اس مقام پر بعض حضرات یوں بیان کر دیتے ہیں کہ سب سے پہلے تو اسلام سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی قبول کیا ہے کیونکہ حضرت علی تو پہلے ہی مسلمان تھے اسلام تو وہ قبول کرتا ہے جو کبھی کافر و مشرک رہا ہو مگر علی نے تو کفر و شرک کو دیکھا ہی نہیں اس لئے ان کے اسلام قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چنانچہ اگر اول المسلمین کسی کو کہا جا سکتا ہے تو وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

بظاہر تو یہ استدلال پر کشش معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں اس قسم کی باتیں کرنا پٹری سے اتر جانے کے مترادف ہے بلاشک وریب جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے کسی ایک لمحہ میں بھی کفر و شرک نہیں کیا مگر اس کا مطلب ہرگز نہیں ہو سکتا کہ انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول ہی نہیں کیا کیونکہ مندرجہ بالا تاثر دینے سے تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ چونکہ آپ ازل ہی سے مسلمان تھے اس لئے وہ اسلام کیوں قبول کرتے اور اسلام تو وہ لاتا ہے جو پہلے مسلمان نہ ہو۔

ایسی باتیں کرنا عشق ومحبت کی وادیوں سے گزر کر گمراہی کے غاروں میں گر پڑنے کے مترادف ہے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ازل ہی سے نبی ہیں اور اس وقت بھی نبی تھے جب جناب آدم علیہ السلام بین الماء والطین تھے مگر آپ اعلان نبوت اپنی چالیس برس کی عمر میں فرماتے ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جا سکتا ہے کہ چونکہ آپ تو ازل ہی سے نبی ہیں اس لئے انہوں نے چالیس برس کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا ہی نہیں۔

بلاتشبیہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ازل ہی سے مقام ولایت پر فائز ہونے اور کفر و شرک کی تمام آلودگیوں سے منزہ ومبرّہ ہونے کے باوجود سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اظہار ہوتے ہی ظاہری طور پر بھی مشرف باسلام ہوئے اور اوّل المسلمین واول المصلین کے اعزاز خاص کے مصداق قرار

پائے۔

مزید ذہنی ہیر پھیر سے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا انصاف پسندی کے خلاف ہے حق تو بنفسہٖ بے حد پرکشش ہوتا ہے اس کے حسن میں تاویلوں کی پیچ کاری سے کیا اضافہ ہوسکتا ہے صداقت ذہنی اختراعوں ا کی محتاج نہیں صداقت ہی رہتی ہے خواہ اُسے کتنی ہی سادگی سے بیان کردیا جائے۔

صداقت کے اثرات اتنی ہی زیادہ قوت سے ذہنوں پر ثبت ہوتے چلے جاتے ہیں جتنا اسے تاویلات کی غنودگیوں سے پاک رکھ کر سامنے لایا جائے۔

مبالغہ آرائی کی ضرورت تو جب پیش آتی ہے جب تھالی میں کچھ نہ ہو اور جب ہر دو جانب لاحصر و لا تعداد فضائل و مناقب کے انبار لگے ہوں تو پھر ادھر ادھر کے شاخسانے تیار کر کے صداقتوں کو زیر نقاب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

انہی الفاظ پر یہ مضمون ختم کرتے ہوئے اب ہم حیدر کرار رضی اللہ عنہٗ کے نمازی ہونے کے بارے میں ایک نصیحت آمیز مضمون پیش خدمت کرتے ہیں ہوسکتا ہے کچھ الجھے ہوئے ذہن اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل کرلیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ

اہم ترین سوال

آپ بھی سوچئے

تاجدار انبیاء حضور رحمتہ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں جناب خدیجۃ الکبریٰ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا تمام لوگوں سے پہلے نمازیں ادا کرنا معمولی سی بات نہیں یہ اس قدر عظیم اعزاز ہے جس کا ذکر رسول امین علیہ السلام اپنی عالی مرتبت صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے فخریہ طور پر کرتے ہیں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے اس اعزاز خاص پر ناز فرماتے ہیں، نماز معمولی چیز ہوتی تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اِس کو اپنے لئے ہرگز باعثِ فخر ومباہات نہ سمجھتے یہ درست ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ادا کی جانے والی نمازیں خصوصی امتیاز اور مخصوص نوعیت کی حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ دوسرے مسلمانوں سے زیادہ نمازیں حضور کے ساتھ ادا کرنا جناب حیدر کرار کی جزوی فضیلت قرار پاتا ہے۔

مگر علی علیہ السلام تو ہر زمانہ میں نماز کے شیدائی رہے ہیں ہمارا چیلنج ہے کہ اگر کوئی شخص یہ ثابت کردے کہ پوری زندگی میں جناب حیدر کرار نے ایک بھی نماز ترک کی ہے تو ہم اسے مبلغ یکصد روپیہ نقد انعام دینے کے لئے تیار ہیں۔

یہ علی کے خون اور فاطمہ کے دودھ ہی کا تو اثر تھا کہ شرِ لعین کے پاؤں تلے دبی ہوئی گردن کو موڑ کر بھی زخموں سے چور چور حسین علیہ السلام نے آخری سجدہ ادا کرلیا۔

اور پھر حق سجدہ ادا کرنے والے اِسی سرِ اقدس کو سرفرازی عطا ہوئی

جبھی تو کٹ کے بھی کربل میں سر اس کا رہا اونچا
کہ تھی شبیر میں غیرت علی کی آن زہرا کی

نمازی اور غازی

اسلامی تعلیمات کی روح دو ہی تو چیزیں ہیں اور وہ ہیں نماز اور جہاد مسلمان کی تو پہچان ہی یہی ہے کہ وہ نمازی بھی ہو اور غازی بھی یہی دونوں چیزیں حقیقت میں اسلام کی روح بھی ہیں اور جان بھی پورے

فلسفۂ اسلام کا نچوڑ انہی دونوں چیزوں کو قرار دیتے ہوئے ترجمانِ اہل سنت علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضربِ یداللّٰھی اک سجدۂ شبیری

بیٹے میں باپ کے اسرار نمایاں ہوتے ہی جناب شبیر علیہ السلام کو ذوقِ سجدہ کے ساتھ ضربِ یداللّٰھی بھی حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ آپ کی دردناک شہادت کا یہ عظیم پہلو بھی آفتاب نصف النہار کی طرح درخشاں اور تابندہ ہے کہ آپ نے ظاہری اسباب کی انتہائی قلت کے باوجود ظلم و جبر کی شدید ترین قوتوں سے ٹکرا کر جاہ و جلال حیدری اور زورِ یداللٰھی کے وہ جوہر دکھائے کہ آپ کے ساتھ کربلا کا وہ قطعہ زمین بھی سرخرو ہو گیا جہاں آپ کی شہادت ہوئی۔

کربلا تو کربلا خونِ حسینؓ نے تو دم توڑتے ہوئے اسلام کو دوبارہ زندگی دے دی اور لا الہ الا اللہ کی لرزتی ہوئی بنیادوں کو از سرِ نو استوار کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مضبوط اور مستحکم کر دیا۔

اور دوسری طرف جناب علی علیہ السلام کو ضربتِ یداللٰہی کے ساتھ ساتھ لذّتِ سجود سے بھی مکمل طور پر آشنائی تھی۔

حیدر کرارؓ کے ذوق سجدہ ریزی کی عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس نے اپنی شہادت کے لئے بھی سجدہ گاہ ہی کا انتخاب فرمایا۔

کیا مساجد قتل گاہیں ہیں؟

بعض لوگ مساجد کو قتل گڑھ اور قتل گاہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے تصورات ذوقِ علیؓ کی توہین کے مترادف ہیں کعبۃ اللہ میں پیدا ہو کر مسجد میں شہید ہونا ہی تو مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا خصوصی اعزاز و امتیاز اور ذوقِ سجدہ ریزی کی تکمیل ہے پھر مساجد کو قتل گاہیں کیسے قرار دیا جا سکتا ہے مومن کا سامانِ تسکین تو ہے ہی مساجد میں پھر مسجدوں سے منہ کیوں پھیرا جاتا ہے مومن کی تو نشانی ہی یہ ہے کہ اُسے مسجد میں سکون و راحت نصیب ہو جسے مسجد میں تسکین نہ حاصل ہو وہ تو منافق ہوتا ہے۔

المومن فی المسجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المسجد کا
لطیر فی القفس۔

مساجد تو مومنوں کے لئے مقامِ فرحت و انبساط ہے جبھی تو امام المسلمین امیر المومنین اور تمام مومنوں کے مولا جناب علی علیہ السلام نے مسجد میں شہادت کو پسند فرمایا۔

کیا مساجد سے نفرت کر کے آپ نادانستہ طور پر علی علیہ السلام کی شہادت گاہ سے نفرت کرنے کے

جرم کے مرتکب تو نہیں ہو رہے سوچئے اور خوب غور کیجئے اور اگر عقل ساتھ دینے سے اِنکاری ہے تو آیئے ایک مثال سامنے لے آیئے۔

شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں میری بات

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جب جبریل علیہ السلام نے کربلا کی مٹی پیش کی تو آپ نے فرمایا اس سے رنج و مصیبت اور کرب و بلا کی بُو آتی ہے جناب حیدر کرار جنگِ صفین کے دوران دشتِ نینوا میں تشریف لائے تو آپ نے بھی فرمایا کہ یہ مقام کرب و بلا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ جو جگہ نصوص صریحہ کے مطابق آلام و مصائب کی جگہ اور مقامِ کرب و بلا ہے اب اُسے مصیبت کدہ اور بلاؤں کا گھر کہا جاسکتا ہے یا نہیں۔

یہ درست ہے کہ وہاں حاضری دیتے وقت غمِ حسین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اشکوں کے سیلاب کی روانی بڑھ جاتی ہے مگر وہاں پر سجدۂ شبیری کی عظمت کا احساس بھی تو شدت اختیار کر جاتا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مقام کرب و بلا اب جنت کے قطعے کی صورت اختیار کر گیا ہے اور کربلا تو کربلائے معلّٰی بن چکی ہے۔

یہ خونِ حسین علیہ السلام کا ہی کرشمہ تو ہے کہ،

جنگل کو مصطفیٰ کا مدینہ بنا دیا

شہادت گاہِ حسین اور شہادت گاہ علی

شہادت حسین کی برکت سے دکھوں بلاؤں اور آلام و مصائب کی جگہ رشکِ جنت الفردوس بن چکی ہے اور اب اسے کوئی بھی کرب و بلا کی زمین کہنے کا مجاز نہیں۔

اور جنت تو اسے ہی کہا جاسکتا ہے جہاں سکون ہی سکون ہو تسکین ہی تسکین ہو قرار ہی قرار ہو اب جبکہ خونِ حسین کی رنگینیوں نے ایک مصیبت کدہ کو جنت زار بنا کر عشاق کی زیارت گاہ بنا دیا ہے تو مسجدوں کو جو پہلے ہی سکون و راحت کی جگہ ہیں حیدر کرار کے خون نے کیوں قابل نفرت بنا دیا ہے

شہادت گاہ حسین کی شبیہ بنا کر تو اس کا احترام کیا جاتا ہے مگر شہادت گاہ علی کی شبیہ کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے آخر کیوں؟

مسجدوں سے نفرت در حقیقت علی علیہ السلام کے ذوقِ سجدہ ریزی سے ناآشنائی کا نتیجہ ہے اگر شہادت گاہ حسین کا احترام ضروری ہے تو شہادت گاہ علی کا احترام بھی اشد ضروری ہے۔

علی سے آشنائی حاصل کرنا ہے تو علی کے ذوق کا احترام کرو علی کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرو یہ تو سراسر نفس کی چالاکی اور شیطان کی چال ہے کہ یہ خیال پیدا کر دیا گیا کہ مسجدوں میں نہ جاؤ یہ قتل گاہیں ہیں

شیطان مساجد سے نفرت کرتا ہے اس لیے سکھاتا ہے کہ تمہیں علی کے نقشِ قدم پر چلنے سے روک دے کیونکہ جب سجدہ گاہ ہی سے نفرت ہوگی تو پھر سجدہ ریز ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

مولا علی کو اپنا آقا و مولا سمجھتے ہو تو علی کی طرح نماز سے عشق پیدا کرو مسجدوں سے محبت کرو مسجدوں کو حقارت سے قتل گاہ کا نام دینا توہینِ حیدرِ کرار ہے مسجد میں شہید ہونا حیدرِ کرار کا اعزازِ عظیم ہے اِس اعزاز کا اِنکار نہ کرو مسجد کی تحقیر شہادت گاہِ حیدر کی تحقیر اور علی کی سعادت کا انکار کردینے کے مترادف ہے حالانکہ نادانستہ طور پر یہ بھی کہہ دیتے ہو کہ،

کسے را میسر نہ شُد ایں سعادت
بمسجِد شہادت بکعبہ ولادت

اگر مسجد میں شہید ہونا مرتضیٰ مشکل کشا شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے وجہ سعادت ہے تو مساجد کو بنظرِ تنفر و حقارت دیکھنے کا کیا جواز ہے۔

نمازِ علیؑ کیلئے سُورج کی واپسی

علی کا ذوقِ نماز تو دیکھئے کہ آپ کی نمازوں کو وقت پر ادا کروانے کو خاطر دوبارہ سورج کو واپس لوٹنا پڑتا کہ پوری کی پوری زندگی میں علی کی ایک نماز بھی قضا نہ ہو جائے۔

چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبیٔ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نماز کے لئے سورج کو لوٹایا اور ایک دفعہ خود مولائے کائنات نے نمازِ عصر کو قضا ہوتے دیکھ کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کر کے سورج کو واپس لوٹایا۔

پہلی روایت حسن اسناد کے ساتھ جناب اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس طرح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ظہر کی نماز ادا فرمائی اور پھر علی کو کسی کام کے لئے بھیج دیا اور واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمازِ عصر ادا فرما چکے تھے اور پھر آپ علی کی گود میں سرِ اقدس رکھ کر آرام سے سو گئے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا (پھر آپ بیدار ہوئے) تو آپ نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا کہ الٰہی تیرا یہ بندہ علی تیرے نبی کی خدمت پر مامور تھا تو اس کے لئے سورج کو واپس لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں پھر سورج طلوع ہو گیا اور پہاڑوں اور زمین پر اس کی روشنی پھیل گئی اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو فرما کر نماز ادا فرمائی تو سورج دوبارہ غروب ہو گیا اور یہ مقامِ صہبا کا واقعہ ہے۔

باسناد حسن عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا ولفظہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلی الظہر بالصھبا

ثم ارسل علیاً فی حاجته فرجع وقد صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم العصر فوضع صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم راسہ فی حجر علی و نام فلم یحرکہ حتیٰ غابت الشمس فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اللھم ان عبدک علیاً احتبس بنفسہ علیٰ نبیک فرد الشمس قالت اسماء فطلعت علیہ الشمس حتیٰ دقعت علی الجبال وعلیٰ الارض وقام علی فتوضا وصلی العصر ثم و ذالک بالصھبا۔

اسی مضمون کی دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جناب اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی کی گود میں سر رکھ کر لیٹے ہوئے تھے اور آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نمازِ عصر ادا نہ کر سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا الٰہی علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج کو لوٹا دے جناب اسماء فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور پھر میں نے دیکھا کہ طلوع ہوا غروب ہونے کے بعد حتیٰ کہ پہاڑ اور زمین روشن ہو گئے اور یہ واقعہ مقامِ صہبا کا ہے جو کہ خیبر کے علاقہ میں ہے۔

عن اسماء بنت عمیس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھا ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کان یوحی الیہ وراسہ فی حجر علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ فلم یصل العصر حتیٰ غربت الشمس فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم انہ کان فی اطاعتک وطاعۃ رسولک فاردو علیہ الشمس قالت اسماء فرایتھا غربت ثم طلعت بعد ما غربت و دقعت الجبال والارض وذالک فی الصھبا فی خیبر۔

(کنز الاعمال ج ۲ ص ۲۷۷) (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۸)
(شواہد النبوۃ ص ۲۹۰) (موضوعات کبیر ج ۲ ص ۸۹) (تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۰)
(تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۳۰) (شرح مسلم نووی ج ۲ ص ۸۵)
(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۹۸)

نمازِ علی کیلئے

سورج کی دوبارہ واپسی

دوسری بار سورج کا لوٹنا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بابل کی طرف جارہے تھے کہ مع رفقاء کے فرات کے پار جا کر نماز کا ارادہ فرمایا آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے سواریاں گزارنی شروع کردیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اوران کی نماز قضاء ہوگئی آپ کے ساتھی چہ میگویاں کرنے لگے تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے سورج لوٹانے کی التجاء کی تاکہ آپ اور آپ کے ساتھی وقت پر نماز ادا کرلیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کی دُعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور آفتاب واپس لوٹ آیا اور عصر کا وقت ہوگیا جب آپ نے (نماز پڑھ کر) سلام پھیرا تو سورج غروب ہوگیا اور اس میں سے ہولناک آوازیں آنے لگیں جس سے لوگوں پر خوف وہراس چھا گیا اور وہ تسبیح وتحلیل میں مصروف ہوگئے۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۹۲)

آج کل وہابیہ وغیرہ میں سے بعض لوگ بالعلوم اور مودودی اور اس کے متبعین بالخصوص ردِ شمس کے معجزہ وکرامت کا نہایت سختی سے انکار کرتے ہیں اس کا جواب ہم آئندہ اوراق میں کسی مقام پر دوبارہ اس واقعہ کو بیان کرکے دیں گے یہاں تو صرف یہ کہنا ہے کہ مولائے کائنات حیدرکرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو نماز سے کس قدر شغف تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی نماز کو کس قدر قیمتی متاع سمجھتے تھے کہ اُن کی نماز کے لئے سورج کو واپس لوٹانا پڑا اور پھر خود مولائے کائنات نے بھی اپنی اور اپنے ساتھیوں کی نماز کو قضا سے بچانے کے لئے بارگاہِ ایزدی میں عرض کرکے سورج کو واپس لوٹایا کاش مسلمان اور خاص طور پر محبتِ علی کے دعویدار مساجد اور نماز سے انحراف نہ کرتے "

اظہارِ اسلام اب ہوتا ہے

جیسا کہ ہم سابقہ مضمون میں بالوضاحت بتا چکے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

ہی چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے بلکہ خود حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر تمام صحابہ کبھار بھی کفار ومشرکین سے چھپ چھپا کر ہی یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔

البتہ اس میں یہ امتیاز ضرور تھا کہ چھپ کر نماز پڑھنے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام کو ہی حاصل تھی جبکہ دوسرے تمام عالی قدر حضرات اپنی اپنی ٹولیوں کی صورت میں مختلف پہاڑوں کی گھاٹیوں میں چھپ کر اس ارشادِ خداوندی کی تعمیل فرماتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اخفاء و پوشیدگی عین منشاء خداوندی کے مطابق تھی اور ابھی تک اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی فرمان صادر نہیں ہوا تھا جس کے پیشِ نظر مسلمان اپنے اسلام کا اظہار علی الاعلان کرتے

یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے پوشیدہ طور پر ہی اس نعمتِ غیر مترقبہ سے اپنے دامانِ قلب ونظر کو آسودہ کرتے تھے اور پوشیدہ طور پر ہی دوسرے ہم نوا لوگوں کو اسلام کی طرف راغب کرتے تھے۔

بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حضور سرورِ کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی فریضہ رسالت و نبوت کو انتہائی رازداری کے ساتھ ادا فرماتے تھے۔

اور یہ اس لئے تھا کہ تا حال اللہ تبارک وتعالیٰ نے اعلانیہ طور پر دعوت الی الحق دینے کے لئے حکم ہی نہیں فرمایا تھا۔

فرمانِ اعلان

اخفائے اعلان کے اس دور کو جب تین برس گذر گئے۔

عن ابن اسحق ان مدۃ ما اخفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امرہ ای المدۃ التی صار یدعوا لناس فیھا خفیۃ بعد نزول (یا ایھا المدثر) ثلاث سنین۔

(سیرت ابن ہشام ج ا ص ۱۶۸) (سیرت حلبیہ ج ا ص ۲۵۶)
(تاریخ کامل ج ۲ ص ۴۲) (تفسیر درِ منثور ج ۴ ص ۹۶)
(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲)
(تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰۵) (تفسیر معالم التنزیل ج ۲ ص ۱۰۵)
(الوفاء ابن جوزی ص ۱۹۰) (روض الانف ج ا ص ۱۶۸)

تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعہ وحی اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار ومشرکین سے

اعراض فرمانے کے ساتھ ساتھ اعلانیہ طور پر دعوت اسلام دینے کا حکم فرمادیا اور یہ بھی فرمادیا۔ کہ اپنے اقرباء کو بھی انذار فرمائیں چنانچہ اس ضمن میں یہ آیات بینات نازل ہوئیں۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾

(القرآن ۱۵۔ ۹۴)

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

(الشعرا آیت ۲۱۴)

یعنی محبوب آپ اپنے کنبہ والوں کو ڈرائیں۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم صادر ہوتے ہی اس کی تعمیل شروع کردی اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ساتھ ہی یہ فرمایا کہ تم جن بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ لائق عبادت نہیں بلکہ تم نے خود ہی ان کو بنا کر ''الٰہ'' کا درجہ دے رکھا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی لائقِ عبادت ہے وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں وہی حق ہے اور تمہارے یہ معبود جنہیں تم پوجتے ہو قطعی طور پر باطل ہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں میری پیروی کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنے مندرجہ بالا موقف کی وضاحت پہلے بیت اللہ شریف میں جمع شدہ لوگوں میں فرمائی مگر کسی شخص نے بھی آپ کی صداقت آفرین گفتگو سے کوئی استفادہ نہ کیا۔

بعد ازاں آپ بیت الحرام کے نزدیک ہی کوہِ صفا کے اُوپر تشریف لے گے اور لوگوں کو جمع کرنے کی غرض سے تمام اہل مکہ کو بالعموم اور اپنے قبیلہ والوں یعنی بنو عبدالمطلب وغیرہ کو بالخصوص بلند آواز سے نام لے لے کر پکارا۔

جب لوگ مجمع کی صورت میں جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو ! اگر میں تمہیں یہ خبر دوں کہ ایک لشکر اِس پہاڑ کے نیچے موجود ہے تو کیا تم لوگ میری تصدیق کرو گے۔

لوگوں نے کہا ہاں کیونکہ آپ پر نہ تو کبھی جھوٹ کی تہمت آئی ہے اور نہ ہی ہم کو آپ کے کذب کا کبھی تجربہ ہوا ہے۔

عوام الناس کا یہ جواب سن کر آپ نے فرمایا کہ !

اگر یہ بات ہے تو سنو میں تمہیں ایک عذاب شدید سے ڈرانے والا ہوں اے بنو عبدالمطلب اے بنی عبدالمناف اے بنو زہرہ یہاں تک کہ آپ نے قبیلہ قریش کی شاخوں کو گن ڈالا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنے سب سے قریبی رشتہ داروں کو ڈراؤں اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيْتُ اِلٰی آخر الآیۃ۔

آپ کا فرمان سب لوگ خاموشی سے سن رہے تھے کہ ابولہب نے اس قسم کی خرافات بکنا شروع کردیں کہ تمہاری سارادن بربادی ہو (معاذ اللہ) اس لئے ہم کو جمع کیا تھا۔

تبالک سائر الیوم الهذا جمعتنا (معاذ اللہ)

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۹۷) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۰)

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۰) (سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷)

(روض الانف مع سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۶۷)

علاوہ ازیں بھی تفاسیر واحادیث اور سیرت کی تمام کتابوں میں یہ واقع مرقوم ہے۔

ابولہب لعین کی اس بے باکی اور بد کلامی کا بدلہ غیرت الٰہیہ نے فوراً ہی لے لیا اور قیامت تک کے لئے اس کی بربادی کے لئے قرآن مجید میں پوری سورۃ نازل فرمادی کہ جب تک دنیا میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے موجود ہیں ابولہب کی بربادی کا ذکر ہوتا رہے اور اہلِ ایمان کہتے رہیں تبت یدا ابی لہب یعنی ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔

بہر حال حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے بعثتِ مبارکہ کے ٹھیک تین سال بعد کھلم کھلا اعلانِ نبوت فرما کر لوگوں کو اسلام کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش فرمائی۔ اور اس کوشش کا اسی وقت جو ثمر حاصل ہوا وہ انتہائی مایوس کن تھا کیونکہ ابولہب کی بکواس سن لینے کے بعد وہاں کوئی شخص بھی نہ رکا تھا اور نہ ہی کسی نے دعوتِ اسلام کو قبول کیا اس صورتِ حالات سے حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہایت غمزدہ اور محزون وطول خاطر ہو کر گھر تشریف لے آئے۔

علی انتظام دعوت کرو

آپ اہلِ مکہ کے رویہ پر اظہارِ غم کرتے ہوئے گھر تشریف لائے تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مل کر تمام صورتِ حالات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا کہ !

یا علی ! حالات انتہائی مخدوش اور ناساز گار ہیں اور خداوندِ قدوس کا حکم آگیا ہے کہ دعوتِ اسلام کا سلسلہ علی الاعلان شروع کردیا جائے۔

حالانکہ کفار ومشرکین مکہ اخفائے اسلام کی صورت میں بھی کوئی نہ کوئی مصیبت کھڑی کرتے ہی رہے ہیں اور اب جبکہ نہ صرف یہ کہ اظہارِ اسلام ہی کیا جارہا ہے بلکہ دوسروں کو بھی کھلم کھلا دعوتِ اسلام دینا ہے تو یہ لوگ ہمیں مزید دشواریوں میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی اذیت دینے سے بھی گریز نہیں کریں گے۔

آپ کی گفتگو کا سلسلہ ابھی یہاں تک ہی پہنچا تھا اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بھی ابھی اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کا یہ فرمان گوش گزار کر دیا کہ،

محبوب آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اُس کی تعمیل کریں اِس کا خلاف آپ کے لئے آپ کے رب کی ناراضگی کا سبب ہوگا۔

(تفسیر دُرِ منثور ۵ ص ۲۲۰) (تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰۵)

(تفسیر معالم التنزیل ج ۵ ص ۲۲) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۰)

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۱)

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۶۲)

(''جمع بنی عبدالمطلب فی دار ابی طالب وہم اربعون'' سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس فرمانِ خداوندی کے بعد مجھے فرمایا کہ علی میرے لئے دعوت کا انتظام کرو اور ایک صاع (سوا دو سیر) اناج اور قدرے گوشت پکاؤ اور ایک پیالہ دودھ بھی لاؤ۔

ایک روایت کے مطابق سوا دو سیر آٹا ایک پیالہ دودھ اور ایک بکری ذبح کرنے کے متعلق بھی آیا ہے بہر حال فرمانِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ کے مطابق حضرت ابو طالب کے گھر میں اس دعوت کا انتظام کیا گیا اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کھانا وغیرہ تیار کر لیا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تم تمام بنو عبدالمطلب کو بلا لاؤ۔

جناب حیدر کرار فرماتے ہیں کہ بحکمِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فرزندانِ عبدالمطلب کے تمام گھروں میں گیا اور اپنے تمام چچاؤں اور چچا زادوں کو جنابِ ابو طالب کے گھر میں آنے کی دعوت دے کر واپس آ گیا۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اہل خاندان جن کی تعداد چالیس افراد پر مشتمل تھی اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا ابو طالب حمزہ عباس اور ابولہب اور ان کے بیٹے وغیرہ تھے جمع ہو گئے تو آپ نے مجھے کھانا لانے کا حکم دیا میں نے فوراً تعمیل ارشاد کر دی تو آپ نے اس کھانے میں سے گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اس سے قدرے چکھنے کے بعد دوبارہ برتن میں رکھ دیا اور تمام حاضرین کو فرمایا کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔

چنانچہ وہ کھانا تمام لوگوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا اور اس دودھ کے ایک پیالہ سے بھی سب لوگوں نے حسبِ ضرورت دودھ پیا،

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ وہ کھانا

جسے چالیس افراد نے جی بھر کے کھایا صرف میں اکیلا کھا سکتا تھا یا یہ کہ اُسے کوئی بھی اکیلا آدمی کھا سکتا تھا۔

بہر حال جب سب لوگ کھانا کھا چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکلم فرمانے کے لئے لب کشائی فرمائی ہی تھی کہ ابولہب نے فوراً آپ کی بات چھین لی اور جناب علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہا کہ برخوردار ہو سکتا ہے کہ تم میں سے کسی پر تمہارے ساتھی نے جادو کر دیا ہو۔

پھر ابولہب نے ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے کہا کہ ہم میں یہ ہمت نہیں کہ تمہاری وجہ سے تمام قبائلِ عرب کو اپنا دشمن بنا کر اُن سے لڑائی مول لے سکیں اور یہ بھی کہا کہ قبائل عرب سے جنگیں لڑنے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ تمہیں کسی کمرے میں بند کر دیں۔

> ابولہب لعین بسخن مبادرت جست وگفت برخوردار مباد ااز شما کسے کہ محمد را (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سحر کردہ است ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را گفت قوم تو یعنی قریش راطاقت مقاومت جمیع قبائل نیست وسرانجام ایں مہام براں قیام میگیرد کہ در مجسے حبس کنیم کہ ہرگز روئے عیش نہ بینی وایں برما آسان تر است کہ ہمہ قبائل عرب بخاصمہ ومقابلہ ما برخیزند،

(معارج النبوت رکن سوئم ص ۲۱)

اور اس کے ساتھ ہی تمام لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر اگرچہ اُن لوگوں نے زبردست چوٹ لگائی تھی مگر آپ نے باوجود شدید غمزدہ ہونے کے ہمت نہ ہاری اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی کل اِن لوگوں کی دعوت کا پھر انتظام کرنا کہ میں دعوتِ تبلیغِ حق کا فریضہ سرانجام دے لوں آج تو ابولہب نے مجھے بات ہی نہیں کرنے دی۔

حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگلے روز میں نے پھر اسی قدر کھانے کا انتظام کیا اور سب اہلِ خاندان کو جناب ابوطالب کے گھر آنے کی دعوت دے آیا۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۲) (درِ منثور ج ۳ ص ۲۲)

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۴) (معارج النبوت ج ۳ ص ۲۲)

(ینابیع المودۃ ج ا ص ۱۰۵)

عربی متن ہے۔

> وقال علی ابن ابی طالب لما نزلت (وانزر عشیر تک الا قر بین) دعانی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقلا یا علی ان اللہ امرنی ان عشیر تی الاقربین فضقت بذا لک ذرعا وعلمت انی

متی ابا یھم بھذا الا مر ادمی منھم ما اکرہ فصمت الیہ حتیٰ
جاء نی جبریل فقلا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انک
لا تفعل ما تو مر یہ یعذبک ربک فقال محمد صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم یا علی فا صنع لنا صا عا من طعام واجعل علیہ
رجل شاۃ واملأ لنا عسا من لبن واجمع لی بنی عبد المطلب
حتیٰ اکلمھم وابلغھم ما امرت بہٖ ففعلت ما امرنی بہٖ
دعوتھم لہٗ وھم یومئذ اربعون رجلا یز ید و ن رجلا
اوینقصو نہ فیھم اعما مہ ابو طالب و حمزہ والعباس
وابولھب فلما اجتمعوا الیہ دعا نی باالطعام الذی صنعت لھم
فلما وصنعۃ تنا ول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جزۃ
من اللحم ما فنتقفھا با سنا نہ ثم القا ھا فی نوا حی الصفحۃ
ثم قال خذ وا با سم اللہ فاکل القوم حتی ما لھم بشی من حا
جۃ وما اری الا مواضع اید ھم وایم اللہ الذی نفس علی
بیدہ ان کان الرجل الوا حد منھم لیا کل ما قد مت جمیعھم
ثم قال اسق القوم فجعتھم بذالک العس فشر بوا منہ حتی
رو وا جمیعا وایم اللہ ان کا ن الر جل الوا حد ان یکلمھم
بدرہ ابو لھب الی الکلام فقال لکما سحر کم بہٖ صاحبکم
فتفرق القوم ولم یکلمھم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فلما کان
الغد قال یا علی ان ھذا ان رجل سبقنی الی ما سمعت من
القول فتفر قوا قبل ان اکلمھم فعد لنا من الطعام بمثل ما
صنعت ثم اجمعھم لی ففعل مث ما فعل با لا مس فا کلوا
وسقیتھم ذا لک العس یشر بوا حتی رو وا جمعیا و شبعوا ثم
تکلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال یا بنی عبد
المطلب انی واللہ ما ء علم شا با نی العرب جاء قوم با فضل مما
قد جئتکم بخیرا الدنیا والآخرۃ وقد امر نی اللہ تعالیٰ ان اد
عوکم الیہ فا یکم یوا ذر نی علی ھذا الا مر
علی ان یکون اخی صی خلیفتی فیکم فاحجم القوم عنھا

جمیعا وقلت وانی لا احدثهم سناو ارمصهم عینا واعظمهم بطنا واحمشهم ساقا انا یا نبی اللہ اکون وزیرک علیہ فاخذ برقبی ثم قال ان ھذا اخی ووصیی وخلیفتی فاسمعو الہٗ واطیعوا قال فقام القوم یضحکون فیقولون لابی طالب قد امرک ان تسمع لابنک وتطیع۔

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۱۔۴۲ مطبوعہ بیروت)

باب

خلافتِ حیدرِ کرار علیہ السلام

کون ہے جو خلیفہ بنے؟

جب سب لوگ جمع ہو گئے تو پہلے ہی دن کی طرح اُن سب کو کھانا پیش کیا گیا سب لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا اور دودھ بھی پیا کھانے کا دور ختم ہوتے ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یوں آغازِ کلام کیا کہ،

اے فرزندانِ عبدالمطلب خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی شخص اپنی قوم کے لئے اِس سے بہتر چیز لے کر آیا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں۔

میں یقیناً تمہارے لئے دُنیا اور آخرت کی بہتری لے کر آیا ہوں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے کہ تمہیں اِس بھلائی کی طرف بلاؤں۔

(تفسیر دُرِ منثور ج ۴ ص ۹۷) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲)

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۴۱) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۲)

پس تم میں ایسا کون ہے جو اِس کام میں میری معاونت کرے اور دعوت و تبلیغ میں میرا ساتھ دے تا کہ میں اُسے اپنا ''بھائی'' بناؤں اپنا ''وصی'' بناؤں اور تم میں اپنا '' خلیفہ '' بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس فرمان کو سب نے سنا لیکن جب کوئی بھی اِن اعزازات کو حاصل کرنے کے لئے نہ اُٹھا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اُس وقت اُن میں عمر میں بھی سب سے چھوٹا تھا اور اُس وقت میری آنکھیں کمزور پیٹ بھاری اور پنڈلیاں پتلی پتلی تھیں میری گذارش سن کر آپ نے مجھے فرمایا کہ علی بیٹھ جاؤ۔

بعد ازاں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پھر اپنا جملہ دُہرایا لیکن پھر بھی کوئی نہ اُٹھا میں نے کھڑے ہو کر عرض کی ! یا رسول اللہ میں ہوں آپ نے پھر مجھے ارشاد فرمایا علی ! بیٹھ جاؤ۔

تیسری بار پھر آپ نے اپنی بات دُہرائی تو پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو میں کھڑا ہو گیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں ہوں اِس دفعہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بکمالِ شفقت میری گردن پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا کہ یہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ ہے اور میں اِس کی سمع اور اطاعت کا حکم فرماتا ہوں۔

جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ سب لوگ استہزائیہ انداز میں ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے

ہوئے اور جناب ابو طالب کو کہنے لگے کہ،

تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ اپنے بیٹے کا حکم مانو اور اِس کی اطاعت کرو۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بنو عبدالمطلب نے جناب ابو طالب کا تمسخر اڑاتے ہوئے کہا کہ اب اپنے برادر زادے کی اطاعت کرو اور ان کے حکم کی تعمیل کیا کرو۔

معارج النبوۃ وغیرہ میں آتا ہے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے حضرت ابو طالب نے اسلام قبول کرنے کے علاوہ دیگر ہر قسم کی حمایت و نصرت اور تعاون کا یقین دلایا جسے سن کر ابولہب بھڑک اٹھا اور اُلٹی سیدھی ہانکنے لگا جس کے جواب میں حضرت ابو طالب نے بلیغ گفتگو فرما کر اس کی سیاست ناکام بنادی پہلے آپ یہ پورا واقعہ ملاحظہ فرمالیں اور اِس کے بعد مختلف لوگوں کی وہ قیاس آرائیاں ملاحظہ فرمائیں جو مذکورہ بالا روایت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلیفہ مقرر ہونے پر کی گئی ہیں۔

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد دوم ص ۴۲)

(تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان جلد سوم ص ۱۹۳۔ ۱۹۲)

(سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۴۶۱)

(معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۲)

خیال اپنا اپنا

مکالمہ ابو طالب رضؓ وابولہب

حضرت جعفر بن عبد اللہ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے آپ کے والدِ ماجد حضرت ابو طالب ؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے جواب میں عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں کوئی بات اور کوئی کام آپ کی اعانت وحفاظت سے زیادہ عزیز اور محبوب و مطلوب نہیں ہم سب آپ کی قبولِ صحبت کے لئے حاضر ہوئے ہیں یہ سب آپ کے والدِ گرامی کے برادر وعم زاد ہیں۔

اگر یہ آپ کی بات ماننے اور آپ کی رسالت کے احکامات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں تو میں اِن سب سے پہل کرنے کو تیار ہوں اور اگر یہ انکار کرتے ہیں تو میں عبد المطلب اور اپنے دیگر آباؤ اجداد کے مذہب پر رہوں گا البتہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جس کام کے لئے مامور فرمایا ہے اُس پر قائم رہتے ہوئے آپ پوری دلجمعی کے ساتھ اپنی ملت کے اظہار اور تبلیغ رسالت کا فریضہ اعلانیہ طور پر سرانجام دیں اور اپنے ساتھیوں میں دن بدن اضافہ فرمائیں۔

خدا کی قسم جب تک میری جان میں جان ہے آپ کی حفاظت کروں گا اور آپ کی طرف آنے والے ہر تیر کو روکنے کے لئے اپنے جسم وجان کو سپر بنائے رکھوں گا۔

حضرت ابو طالب ؓ کی یہ گفتگو سُنی تو ابولہب نے یہ سیاسی شعبدہ بازی دکھانے کی کوشش کی اے فرزندانِ عبد المطلب واللہ اگر ابو طالب کی اس بات پر عمل کیا گیا تو یہ ہمارے لئے اِنتہائی نقصان کا موجب اور زیان کا سبب بن جائے گا اور تم لوگ محمدؐ کی حمایت سے خود کو اُس وقت تک الگ رکھو جب تک کہ دُوسرے لوگ اِس کے دفاع اور حمایت کے لئے سامنے نہیں آجاتے۔

حضرت ابو طالب ؓ نے ابولہب کی یہ مکارانہ گفتگو سُنی تو اُس کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے ٹیڑھے انسان اِس حماقت مآبی سے باز آ تو دوستی کے پردے میں دشمنی کرتا ہے اور خود کو یوں سمجھتا ہے کہ گویا مادرِ گیتی نے تیرے سوا کسی دُوسرے کو پیدا ہی نہیں کیا جس کو تجھ سے بڑھ کر عقل ودانش عطا کی گئی ہو۔

خدا کی قسم جب تک میں زندہ ہوں حمایتِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں کوئی فروگذاشت نہیں کروں گا اور اِس کو دُشمنوں کے ہاتھ میں نہیں جانے دوں گا اور اگر مجھے عبدا ✱ کی اِتباع مقصود نہ ہوتی تو بہر صورت میں

ان کی تصدیق کرتا اور اُن کے بتائے ہوئے راستہ پر گامزن ہوتا۔

اور ہاں! اے فرزندانِ عبدالمطلب اگر تم اِنصاف کی بات کرو تو تمہیں آپ کی رسالت پر ایمان لے آنا چاہیے اور اگر تم ایمان نہیں لانا چاہتے تو آپ کی معاونت کے سلسلہ میں کوتاہی نہ کرو تا کہ آپ اعلانیہ طور پر دعوتِ اسلام دے کر اُس غرض وغایت کی تکمیل کر سکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں مامور فرمایا ہے۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وبروایت جعفر بن عبداللہ چناں است کہ پیش از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم ابوطالب بجواب مبادرت نمود وگفت اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مارا امرے از اعانت تو محبوب نیست وہیچ کارے از رعایت تو مطلوب تر نیست ہم از برائے قبول بہ صحبت آمدہ ایم وایں ہمہ ابنائے اعمام پدر تو اند ومن یکے از ایشانم اگر قبول مقالت تو کنند وتسلیم احکام رسالت تو نمایند من برھما سابقت می نمایم اگر ابا نمایند من نیز بر دین عبدالمطلب وسائر آبائم وتو ہر چہ باں مامور شدہ قیام نمائی در افشائے ملت وابلاغ رسالت روز بروزی افزائے واللہ کہ تا زندہ باشم بمحافظت تو پردازم ودر حمایت تو جان شیریں سپر تیر سازم، بعد ازاں گفت ابولہب کہ اے فرزندانِ عبدالمطلب واللہ کہ آنچہ او اختیر کردہ است سبب معرفت وموجب مفرت ست وشمادست از و باز یدارید پیش از آنکہ دیگراں بمدافعت او برخیزند، ابوطالب گفت اے احول ازیں کلمہ احمقا باز آئی وخصومت بصورت دوستی منمائی گویا مادرِ روزگار بغیر از تو فرزندے نازادہ دعقل آفریں غیر تر ادانش نادادو واللہ کہ تا من زندہ ام جانب او فرو نگذارم واورا بدست اعادے نسپارم واگر چنانچہ غرض اتباع عبدالمطلب نبودے ہر آئینہ من تصدیق او نمودمی وراہ او پیودی گر انصاف دارید ایمان آرید واگر بایمان نمی گرائید معاونت او فرو مگذارید تا غایت کہ حق تعالیٰ بتقید حکم او کند و اعلائے اعلام او نماید۔

(معارج النبوۃ رُکن سوم ص ۲۲)

علی خلیفۂ رسول کیسے؟

اگرچہ بے شمار ثقہ کتابوں میں یہ روایت پوری آب وتاب کے ساتھ موجود ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب اپنے اہلِ خاندان میں سے کسی ایک کو اپنا وصی و برادر اور خلیفہ بنانے کی پیشکش کی تو اُن سب میں سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی شخص بھی یہ اعزازات حاصل کرنے کے لئے نہ اُٹھا اور یہ اعزاز بھی حضرت علی کریم نے ہی حاصل کیا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے برادر وصی اور خلیفہ مقرر ہوئے۔

مگر بعض حضرات نے اس روایت کو محض اِس وجہ سے مسترد کر دینے کی سعی لاحاصل کی ہے کہ چونکہ اِس روایت سے حضرت علی المرتضیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ ثابت ہوتے ہیں اس لئے یہ غلط محض ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔

بعض نے اس روایت کو نقل کرتے وقت نہایت احتیاط سے لفظ خلیفہ کو ہی حذف کر دیا ہے اور صرف یہ لکھا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا تا کہ تم میں سے میں اُس کو اپنا بھائی اور وصی بناؤں۔

تعجب خیز

اِس سے پہلے کہ ہم اِس روایت کی وہ مختلف صورتیں قارئین کے سامنے عبارت کی صورت میں پیش کریں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے یہ تعجب خیز اور حیرت انگیز واقعہ بیان کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ علامہ علی بن برہان حلبی صاحب سیرت حلبیہ جیسے بزرگ نے بھی اس روایت کو ہدف تنقید بنایا ہے۔

سب روایات قبول ہیں

حالانکہ آپ ہی وہ بزرگ ہیں جو اپنی کتاب "سیرت حلبیہ" کے مقدمہ میں سیرت نگاری کے بارے میں ایک واقعاتی کلیہ بیان فرماتے ہیں اور اس پر نہایت فراخ دلی سے عمل بھی کرتے ہیں اور وہ کلیہ یہ ہے۔

اور سیرت نگاروں کے متعلق یہ ڈھکی چھپی بات نہیں کہ وہ کتب سیر میں موضوع روایت کے علاوہ ہر قسم کی احادیث صحیح و سقیم، ضعیف و بلاغ، مرسل و منقطع اور معضل وغیرہ کو قبول کر کے جمع کرتے ہیں۔

ولا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف و المر
سل والمنقطع والمعفل دون الموضوع۔

(مقدمہ سیرت حلبیہ ج اول ص ۳)

اور پھر دلیل کے طور پر شارح احیاء علامہ زین عراقی کا یہ شعر پیش کیا ہے۔

ولیعلم الطالب ان السیر
تجمع ما صح و ما قد انکرا

یہی نہیں بلکہ مؤلف مذکور بیان کردہ متذکرہ فارمولا کی مزید تقویت کے لئے امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ ودیگر آئمہ کرام کا یہ قول بھی پیش کرتے ہیں کہ ہم حلال وحرام کے مسائل میں روایت کو سخت چھان بین کے بعد قبول کرتے ہیں جبکہ فضائل ومناقب میں آنے والی روایات کو آسانی سے قبول کر لیتے ہیں اور تساہل سے کام لیتے ہیں۔

وقد قال الامام احمد بن حنبل وغیرہ من الآئمہ اذا روینا فی الحلال و الحرام شددنا واذ روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔

(سیرت حلبیہ مطبوعہ مصر ص ۴)

بلاشبہ صاحب سیرت حلبیہ نے اپنی اس بے مثال تصنیف میں زبردست علمی خزانہ جمع کر رکھا ہے اور سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بے شمار مسائل پر بھی سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور آپ ہر قسم کی روایتوں کو جمع کرنے میں کسی بھی سیرت نگار سے پیچھے نہیں بلکہ آپ کے تیز وطرار قلم سے رنگا رنگ بوقلمونیوں کا ظہور ہوتا ہے۔

اور یہ حقیقت بھی ہر قسم کے شک وریب سے بالاتر ہے کہ آپ جب کسی واقعہ کو بیان فرماتے ہیں تو اس کے ضمن میں اس قدر علمی ادبی اور معلوماتی شگوفوں کا انبار لگا دیتے ہیں کہ اصل قصہ کسی بے بس مصرعہ کی طرح اپنی تضمین میں گم ہو کر رہ جاتا ہے تاہم آپ کے اکثر مضامین قارئین کو بے شمار معلومات فراہم کرتے ہیں اس لئے باوجود اصل واقعہ سے غیر متعلق ہونے کے ان کی افادیت کا **انکار نہیں کیا جاسکتا۔**

مگر ایسا کیوں؟

غرضیکہ موصوف اکثر طور پر ہر قسم کی روایات کو بغیر کسی قسم کی جرح وتعدیل نقل فرما کر شرف قبولیت سے نوازنے میں انتہائی وسیع القلبی کا ثبوت دیتے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

کے فضائل میں آنے والی اکثر روایات کو آسانی سے قبول نہیں فرماتے۔

تعجب ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق روایات نقل کرتے وقت آپ اپنے مخصوص رویہ کو کیوں ترک فرمادیتے ہیں آپ کا یہ اندازِ تحقیق قطعی طور پر نا قابل فہم ہو کر رہ گیا ہے ہم باوجود کوشش کے نہیں سمجھ سکے کہ آپ نے روایات کے بارے میں اِس سوتیلے پن سے کیوں کام لیا ہے۔

قارئین زیرِ نظر روایت کے علاوہ آئندہ بھی متعدد واقعات کے ضمن میں صاحب سیرت حلبیہ کے اس اختصاص کی متعدد جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں گے جس کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

تاہم یہاں پر ایک یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق آنے والی ہر روایت کو نقل بھی کر دیتے ہیں اور اس پر جرح بھی ضرور کرتے ہیں۔

اور اس جرح کے لئے وہ جس کتاب سے استعانت کرتے ہیں وہ ابن تیمیہ کی وہی منہاج السنۃ کتاب ہے جس کے بل بوتے پر موجودہ دور کے خارجی عباسی وغیرہ اہانتِ اہل بیت کرنے کی جسارت کر رہے ہیں۔

ہمیں حیرت ہے کہ اگر ابن تیمیہ ہی اُن کے نزدیک معیار تھا تو پھر انہیں اتنی بڑی سیرت کی کتاب لکھنے کی کیا ضرورت تھی جس میں سیرت کے واقعات کم اور دیگر اِدھر اُدھر کے مسائل زیادہ ہیں۔

ہم یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ اور اس کی تصانیف کو معیار بنا لینے کی صورت میں سیرت حلبیہ کا اسی فیصد حصہ موضوعات اور من گھڑت واقعات کا پلندہ ثابت ہوگا یہی نہیں بلکہ ابن تیمیہ کے نزدیک اس کتاب کی اکثر عبارتیں کفریہ اور شرکیہ بن کر رہ جائیں گی نہ صرف یہی بلکہ جناب مصنف خود بھی ابن تیمیہ کے فتویٰ کفر و شرک کی زد میں آنے کے بغیر نہیں رہیں گے۔

مثلاً آپ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی طرف ایک قول منسوب کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ ان کا یہ فرمانا کہ، میں حق ہوں اور وہ میں ہوں اِس قول میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے اُن کا دعویٰ حلول کرنا ثابت کیا جا سکے۔

وقوله انا الحق وهو انا هو ليس من دعوى الحلول فى شئ

(سیرت حلبیہ جلد اول ص ۳۱۱)

حالانکہ اسی قول کو نقل کرنے اور اِسے درست ثابت کرنے کی پاداش میں ابن تیمیہ نے سیدنا شیخ الاکبر امام محی الدین ابن العربی قدس سرہٗ العزیز کو کافر و مشرک اور دائرۂ اِسلام سے خارج ثابت کرنے کی کوشش میں پورا رسالہ لکھ مارا تھا۔

چنانچہ اِس حقیقت کا اعتراف ابن تیمیہ کے گروہ کے موجودہ لوگوں کو بھی ہے ابن تیمیہ نواز عبدالعظیم شرف الدین مصری کی کتاب حیات ابن قیم مترجم میں لکھا ہے۔

انا من اھوی ومن اھوی انا

یعنی میں وہی ہوں جسے محبت کرتا ہوں اور جسے محبت کرتا ہوں وہی میں ہوں

ابن تیمیہ اس پر رائے زنی کرتے ہیں کہ کتاب "فصوص الحکم" (اللا بن العربی) میں جو اس قسم کا کلام مذکور ہے وہ ظاہری اور باطنی دونوں طریقوں سے کفر ہے بلکہ اس کا باطن ظاہر سے بھی بدتر ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر کفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے۔

(حیات ابن قیم ص ۷)

یہ حدیث موضوع ہے

ہمارا مقصد یہاں "سیرت حلبیہ" کے مؤلف کو موضوع سُخن بنانا ہرگز نہیں ہے یوں ہی بات سے بات پیدا ہوتی چلی گئی ورنہ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا تھا کہ اگر ابن تیمیہ کے افکار و آراء کو بنیاد بنا کر کوئی شخص شان اہل بیت میں آنے والی کسی روایت کو مسترد کرتا ہے تو اس صورت میں ہم اس کی تحقیق کو مبنی بر اخلاص قرار نہیں دے سکتے۔

چونکہ ایسا ہی معاملہ متذکرہ مؤلف کی کتاب میں موجود ہے لہٰذا اس کی نشاندہی ناگزیر تھی اب زیر نظر روایت کے متعلق مؤلف مذکور نے جو طبع آزمائی فرمائی ہے وہ پیش خدمت ہے۔

جہاں تک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں دو روز دعوت کا انتظام کرنا اور بنو عبدالمطلب کو بلا کر لانا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انہیں کھانا وغیرہ کھلا کر انہیں دعوت الی الحق دینا ہے تو یہ سب ٹھیک ہے لیکن بعض لوگوں نے اس میں مزید یہ اضافہ کر دیا ہے کہ آپ نے اُن لوگوں کو فرمایا کہ میں تم میں سے ایسے معاون کا طلب گار ہوں جسے میں اپنا بھائی وزیر اور وارث بناؤں جو میرے بعد میرا خلیفہ بنے؟ جب کوئی شخص بھی اس کے لئے تیار نظر نہ آیا تو حضرت علی اٹھے اور عرض کی میں یارسول اللہ، تو آپ نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ۔ پھر آپ نے دوسری بار سب کو مخاطب کر کے اپنی بات دہرائی مگر پھر بھی کوئی نہ اُٹھا تو حضرت علی نے کہا کہ میں یارسول اللہ حضور نے پھر اُن سے فرمایا کہ علی تم بیٹھ جاؤ۔

چنانچہ تیسری بار پھر جب آپ نے اپنے ارشاد کا اعادہ فرمایا تو پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو حضرت علی نے اٹھ کر عرض کی کہ میں یارسول اللہ تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تم میرے بھائی میرے وزیر میرے وصی میرے وارث اور میرے خلیفہ ہو۔

وزاد بعضھم فی الروایۃ یکن اخی وو زیرا وورثی وخلیفتی من

بعدی فلم یجبہ احد منھم فقام علی وقال انا یا رسول اللہ
قال اجلس ثم اعاد القول علی القوم ثانیا فصمتوا فقام علی
وقال انا یا رسول اللہ قال اجلس ثم اعاد القول علی القوم
ثالثہ فلم یجبہ احد منھم فقام علی فقال انا یا رسول اللہ
فقال اجلس فانت اخی ووزیری ووصیتی ووارثی وخلیفتی۔

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۱)

اور پھر اس روایت کو اضافی واقعہ قرار دینے کے بعد آپ حق تحقیق یوں ادا فرماتے ہیں کہ امام ابو العباس ابن تیمیہ نے مذکورہ اضافے کے بارے میں کہا ہے کہ یہ جھوٹ اور موضوع حدیث ہے اور جو شخص علم حدیث کے متعلق معمولی واقفیت بھی رکھتا ہے وہ اس بات کو جانتا ہے۔

قال الامام ابو العباس ابن تیمیہ ای فی الزیادۃ المذکورۃ
انھا کذب و حدیث موضوع من لہ ادنی معرفۃ فی الحدیث
یعلم ذلک

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۴۶۱)

اگر چہ صاحب "سیرت حلبیہ" ابن تیمیہ کا یہ حکم نامہ نقل فرمانے کے بعد معاملہ ختم کر چکے ہیں لیکن حقیقت تو پھر بھی اپنے مقام پر حقیقت کے روپ میں ہی موجود ہے اسے کیسے تبدیل کیا جائے گا۔

ابن تیمیہ کے مطابق علم حدیث سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ وہ سب عبارت اضافی اور الحاقی ہے جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں لیکن اس کے برعکس علمائے حدیث میں بے شمار ایسی مقتدر ہستیاں موجود ہیں جنہوں نے بغیر کسی قسم کی رد وقدح کے اس روایت کو قبول بھی کیا اور اپنی کتابوں کی زینت بھی بنایا۔

سیرت کی مشہور کتب النہایہ اُسد الغابہ اور تاریخ کامل کے مؤلف عظیم مؤرخ مشہور محدث اور حافظ الحدیث علامہ ابن اثیر اپنی تاریخ کی مشہور زمانہ کتاب "الکامل" میں یہ روایت جسے ابن تیمیہ بزعم خویش اضافی قرار دیتا ہے۔

اس طرح نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میرے ساتھ معاونت کا وعدہ کرے تاکہ میں اُسے اپنا بھائی اپنا وصی اور اپنا خلیفہ بناؤں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد پر جب کسی شخص نے بھی حمایت کا اعلان نہ کیا تو میں نے اُٹھ کر عرض کی یارسول اللہ میں آپ کا ساتھ دوں گا حالانکہ میں اس وقت اُن سب میں چھوٹی عمر کا تھا اور آشوبِ چشم کے علاوہ میری پنڈلیاں پتلی اور پیٹ بڑا تھا۔

تاہم جواب میں حضور نے میری گردن پر دستِ شفقت رکھ کر اُن لوگوں کو فرمایا کہ،

یہ میرا بھائی ہے میرا وصی ہے اور میرا خلیفہ ہے اس کی اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔

آپ کا یہ فرمان سن کر سب لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب کو کہنے لگے کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی فرمانبرداری اور اتباع کیا کرو۔

علاوہ ازیں ابن تیمیہ کے گروپ کے ایک بہت بڑے مؤرخ مفسر اور محدث حافظ ابن کثیر باوجود ابن تیمیہ کی مکمل ترین حمایت میں ہر ممکن طریقہ سے رجال حدیث کی خامیاں تلاش کرنے کے بعد بالآخر ایک طریقہ سے اس روایت کو وضعی ثابت کرنے سے اظہار معذوری فرماتے ہوئے صرف ضعیف روایت کہنے پر اکتفاء کرتے ہیں جبکہ فضائل ومناقب میں ضعیف روایت محدثین کے نزدیک قابل قبول ہے۔

اگرچہ وہ لکھتے ہیں کہ آئمہ حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے تاہم متنازعہ فیہ عبارت کو وہ معمولی ترمیم سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ۔

جب لوگ اکل وشرب سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم میں کون ہے جو دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تا کہ وہ میرے خاندان میں میرا خلیفہ بنے، لیکن وہ سب لوگ خاموش رہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ میں نے جب اُن لوگوں کو خاموش دیکھا تو میں نے اُٹھ کر عرض کیا کہ میں یارسول اللہ، حالانکہ اُس وقت میں اُن سب سے کمزور تھا میری آنکھیں خراب اور پنڈلیاں زخمی تھیں۔

وضعفه الائمة رحمهم الله فی طریق اخریٰ قال ابن ابی حاتم حدثنا ابی اخبر نا الحسین عن عیسیٰ بن میسرة الحارثی حدثنا عبد الله بن میسرة الحا رثی حد ثنا عبد الله بن عبد القدوس عن الا عمش عن المنهال بن عمرو بن عبد الله بن الحرث قال قال علی رضی الله عنهٗ فلما اکلوا وشر بو ا با د رهم رسول الله صلی الله علیه وآلهٖ وسلم الکلام فقال ایکم یقضی عنی دینی ویکون خلفتی فی اهلی۔

فسکتوا ، فلما رایت انا ذالک قلت انا یا رسول الله قال وانی یومئذ لا سواهم هیئة اعمش العینین ضخم البطن خمش الساقین۔

(تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان ج ۳ ص ۱۹۳

یہ روایت نقل کرنے کے بعد اس پر مجموعی طور پر حافظ ابن کثیر نے جو تبصرہ کیا وہ یہ ہے کہ یہ روایت متعدد طرق سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے مروی ہے۔

اور پھر آخر پر حق تبصرہ یوں ادا کیا گیا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنے اعمام اور اُن کی اولاد سے پوچھنے کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اُن کا قرض ادا کر کے خاندان میں اُن کی نیابت کریں۔

فهذه طرق متعددة لهذا الحديث عن علی كرم الله وجه ومعنى سؤاله صلى الله عليه وآله وسلم لا عمامه واولادهم ان يقضوا عن دينه ويخلفوه فی اهله۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۹۴)

اگرچہ حافظ ابن کثیر نے صرف اُس روایت کو ضعیف ثابت کر کے قبول کیا ہے جس میں " خلیفتی فی اھلی " کے ہی الفاظ موجود ہیں اور باقی اعزازات اخی وصی اور وارث وغیرہ کے الفاظ موجود نہیں اور اس میں لفظ خلیفہ کو بھی محض گھر والوں تک محدود کیا ہوا ہے تاہم یہ بات تو بہر طور ثابت ہوگئی کہ یہ واقعہ اضافی اور الحاقی بھی نہیں اور کسی شیعہ کا من گھڑت بھی نہیں اور ابن تیمیہ کا یہ قول بذاتِ خود خرافات اور جھوٹ کا پلندہ ہے کہ حدیث کا علم رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ یہ روایت اضافی اور جھوٹی ہے۔

اِس معاملہ میں سیرتِ حلبیہ کے مؤلف سے تو حافظ ابن کثیر ہی بازی لے گئے جو باوجود ابنِ تیمیہ کے شاگرد ہونے کے اور اُسی کے مقرر کردہ اُصولوں پر اپنی تفسیر کی اساس رکھنے کے تھوڑی بہت سچی بات کہہ گئے خواہ بعد میں تاویلوں کا سہارا ہی لینا پڑا بہر حال ابنِ کثیر کی روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والا صرف ایک اعزاز ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو خاندانِ بنو عبدالمطلب پر خلیفہ مقرر کیا گیا۔

اب اسی طائفہ کے ایک اور بزرگ اور ابنِ تیمیہ کے اساتذہ کے بھی اُستاد اور ابنِ تیمیہ کے تمام گروہ کے نزدیک ثقہ اور معتمد علیہ محدث علامہ ابنِ جوزی کی بیان کردہ روایت میں وہ جملے ملاحظہ فرمائیں جنہیں ابنِ تیمیہ الحاقی قرار دیتا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاندانِ عبدالمطلب کو فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں بلاؤں تو تم میں کون ہے جو میری دین کے کام میں معاونت کرے تاکہ میں اُسے اپنا بھائی بناؤں مگر سب لوگ خاموش رہے۔ میں اگرچہ اُن سب میں عمر کے لحاظ سے چھوٹا تھا مگر میں نے اُٹھ کر کہا میں یارسول اللہ، یہ دیکھ کر تمام لوگ ہنستے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

وقد امرنی ربی ان ادعوكم اليه فايكم يوازرنی علی هذا الامر علی ان يكون اخی ؟ فاحجم القوم فقلت وانا احدثهم سنا يانبی الله. فقام القوم يضحكون۔

(الوفاء باحوال المصطفیٰ ص ۱۸۵ ابن جوزی)

محدث ابن جوزی نے اگرچہ روایت میں سے لفظ "خلیفہ" حذف کر دیا ہے اور وصی و وارث کے الفاظ بھی اڑا دیئے ہیں۔

تاہم ابن تیمیہ کے اس قول کی تردید تو بہر حال ہو گئی جس میں اس نے واقعات کی ان کڑیوں کو وضع اور کذب پر محمول قرار دیا ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپ نے اُس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھائی بھی کہا تھا جب کہ ابن کثیر نے صرف اہل خاندان کے لئے خلیفہ بننا تسلیم کیا ہے۔

یعنی اِن لوگوں کے گھر سے ہی دو مختلف روایتوں کی صورت میں خلیفہ ہونا بھی اور بھائی ہونا بھی ثابت ہو گیا موجودہ پوزیشن کے مطابق مضمون ابھی مزید طویل ترین بحث کا متقاضی ہے لیکن ہم باوجود دیگر بے شمار حوالے موجود ہونے کے انتہائی اختصار سے کام لیتے ہوئے اِسے انہی الفاظ پر ختم کرتے ہیں اور صرف لفظ "خلیفہ" کے بارے میں پیدا شکوک وشبہات کو دُور کرنے کے لئے چند کارآمد باتیں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

علی شیرِ خدا خلیفہ رسول ہیں

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ اوراق میں بیان کی گئی متنازعہ فیہ عبارت اگر کتب احادیث و سیر میں نہ بھی موجود ہوتی تو جب امیر المومنین شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خلیفہ رسول خیر الانام ہونا دیگر بے شمار شواہد وروایات کی روشنی میں قطعی طور پر ثابت ہے۔

اب جبکہ تاجدارِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیگر بیسیوں ایسے فرامین موجود ہیں جن میں آپ نے جناب علی علیہ السلام کو خلیفہ اور وارث قرار دیا ہے تو پھر اس ایک روایت کو ضعیف ثابت کرنے کی کوشش سوائے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے اور کیا ہے۔

مخالفین کا یہ رویہ ہماری سمجھ سے بالکل بالاتر اور ناقابل فہم ہے کہ فضائل ومناقب میں آنے والی کسی روایت کے رواۃ سے محض اس لئے دست وگریبان ہونا کہ کسی طرح روایت کا ضعف ثابت ہو سکے اُن کے حق میں کہاں تک سود مند ہے اور اُن کو سوائے اظہارِ عناد کے حاصل کیا ہوا جبکہ انہیں معلوم ہے ضعیف روایت فضائل کی صورت میں قطعی طور پر مقبول ہے جبکہ اِس کا خلاف صحیح روایت میں موجود نہ ہو۔

رہا اِن لوگوں کا یہ متصور کر لینا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ رسول مان لینے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو جاتا ہے تو یہ محض شرارتِ نفسانی اور وسوسہ شیطانی ہے۔

اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کو خلیفہ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام مان لینے سے حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت قطعی طور پر متاثر نہیں ہوتی اور وہ اِس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں ہی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفۂ اول ہونے کا شرف حاصل ہے البتہ اِن دونوں خلافتوں میں ایک انتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام خلفائے راشدین سے پہلے جو خلافت عطا ہوئی وہ سلطنتِ اسلامیہ کے نظم و نسق سنبھالنے اور شرعی حدود کے تحفظ و نفاذ سے عبارت ہے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ بھی کہ خلافتِ ابوبکر صدیق عین خداوندِ قدوس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی منشاء کے مطابق عدل و انصاف اور ایمان و دیانت کے لازوال اُصول و ضوابط کی آئینہ دار اور حق و صداقت پر مبنی ہے اور آپ اِس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحیح جانشین اور برحق خلیفۂ اوّل ہیں۔

جبکہ اِس کے بالعکس جو خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم کو عطا فرمائی گئی وہ سلطنتِ رُوحانیہ کا نظم و نسق چلانے اور حدودِ طریقت کے نفاذ و تحفظ سے عبارت ہے اور بلا شک و ریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی مملکتِ طریقت کے تاجدار اور سلطنتِ رُوحانیہ کے شہریار قرار پائے ہیں اور آپ رُوحانی طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفۂ برحق بلافصل اور جانشینِ اوّل ہیں۔

اس حقیقت کے اعتراف سے مذہب حقہ اہل سنت و جماعت کے کسی فرد کو بھی شائد انکار نہ ہو خاص طور پر جو حضرات کسی نہ کسی سلسلۂ طریقت سے وابستہ ہیں وہ اِس کے خلاف سوچ بھی نہیں سکتے خاص طور پر وہ لوگ جو طریقت کے اِن تین بڑے سلسلوں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ سے وابستہ ہیں اس پر متفق ہیں کہ انہیں یہ روحانی دولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دربار سے براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہ سے عطا ہوئی ہے اور حضرت علی علیہ السلام کا فیضانِ ولایت کے حصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغیر کسی دوسرے واسطہ و وسیلہ کے براہِ راست تعلق ہے اور کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی ذی حیثیت اور عظیم و مقتدر کیوں نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے درمیان حائل نہیں اور آپ کی اِس رُوحانی خلافت کا سلسلہ محض تیس سال کی قلیل ترین مدت تک ہی قائم نہیں بلکہ تا قیام قیامت جاری و ساری ہے۔

اگر اِس لحاظ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اوّل بلافصل اور جانشینِ اوّل تسلیم نہیں کیا جائے گا تو سلسلہ ہائے طریقت کی وہ تمام تر خلافتیں جو شیخ سے مریدوں کی طرف منتقل ہوتی رہیں اور آج تک مروج ہیں سب کی سب باطل اور غلط محض قرار پائیں گی۔

یہاں قارئین کے ذہن میں یہ داعیہ سر اُبھار سکتا ہے کہ اگر تمام کی تمام خلافت روحانیہ کا بار جناب علی علیہ السلام کے کندھوں پر ہی ڈالا گیا تھا تو پھر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا کیا بنے گا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ربط و تعلق رُوحانی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے ہے۔

اس کے کئی جوابات ہیں۔

اوّل یہ کہ !

بلاشبہ بعض روایات سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد بار تنہائی میں حضرت ابو بکر صدیق کو روحانی علوم میں تعلیم فرمائی اور آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی خلیفہ ہیں مگر اس میں اولیت کی شرط نہیں ہے۔

دوئم یہ کہ !

اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا روحانی خلیفہ مان لیا جائے تو یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی ضد نہیں کیونکہ خلافتِ شرعیہ جسے خلافتِ راشدہ کہا جاتا ہے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاروں خلفاء کے علاوہ حضرت امامِ حسن علیہ السلام بھی شریک ہیں یہ سب کے سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہی خلفائے کرام ہیں یہی وجہ ہے کہ اُن کی خلافت کو خلافتِ حقہ اور اُن میں سے ہر خلیفہ کو خلیفہ برحق تسلیم کیا گیا ہے۔

علاوہ ازیں مزید آسانی سے یوں سمجھ لیں کہ ان خلفاء کبار کی خلافت کو خلافتِ علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے اور اس میں کبھی یہ امتیاز روا نہیں رکھا گیا کہ فلاں شخص کی خلافت تو علیٰ منہاج النبوت ہے اور فلاں کی نہیں اور نہ ہی کبھی یہ سوال اٹھایا گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت تو منہاج نبوت پر ہے کیوں کہ وہ خلیفہ اول اور جانشین رسول ہیں مگر حضرت فاروق اعظم کی خلافت نبوت کی نہج پر نہیں کیونکہ وہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ اور جانشین نہیں بلکہ حضرت ابو بکر صدیق کے خلیفہ اور جانشین ہیں۔

سوئم یہ کہ !

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے خلیفۃ اللہ کے لقب سے حضرت آدم علیہ السلام کو سرفراز فرمانے کے باوجود حضرت داؤد علیہ السلام کو بھی خلیفۃ اللہ ہی کے لقب سے ملقب فرمایا مگر آج تک کبھی کسی نے اس خلافتِ الٰہیہ کو متضاد و متصادم قرار دینے کی جرأت نہیں کی اور نہ ہی کبھی کوئی قیامت تک ایسی حماقت کا ارتکاب کرنے والا پیدا ہوگا۔

علاوہ ازیں اولیائے کرام میں سے اکثر مشائخ استحقاق خلافت رکھنے والے کئی کئی افراد کو خلافت تفویض فرماتے رہے ہیں اور اب بھی فرماتے ہیں مگر اُن میں سے کسی ایک کی خلافت دوسرے کی ضد نہیں ہوتی تاہم یہ قطعی طور پر ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ان سب میں اولیت کسی ایک کو ہی حاصل ہوگی اور سلطنت روحانی کی خلافت بلاشک وریب سب سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی عطا ہوئی ہے اِذا اِس

خلافتِ رُوحانیہ کے لحاظ سے آپ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانشینِ اوّل اور خلیفہ بلا فصل ہیں

چہارم یہ کہ !

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ولایت کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ ہونا بالاصالت ہونے کے باوجود بھی بالنیابت ہے اور اس پر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے ممتاز بزرگ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر شاہدِ عدل ہے کہ "اہل بیت" ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قطب ہیں پہلوں اور پچھلوں میں سے کوئی شخص بھی اُن کے وسیلہ کے بغیر درجہ ولایت تک نہیں پہنچ سکتا۔

اُن میں پہلا نمبر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا ہے پھر اُن کے صاحبزادگان ہیں جن کا سلسلہ حضرت حسن عسکری علیہ السلام تک ہے دُوسرے مقام پر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب تفسیر مظہری مزید وضاحت کرتے ہیں کہ،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہِ ولایت ہیں گذشتہ اُمتوں میں سے کوئی بھی آپ کی روحانی وساطت کے بغیر ولایت کو نہیں پہنچ سکا پھر آپ کی اولاد سے آئمہ کرام اِس منصب پر فائز ہوئے۔

اِن مبنی بر صداقت تحریروں کے آئینہ میں دیکھنے سے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجاتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نہ صرف یہ کہ روحانی خلیفہ ہیں بلکہ خلیفہ وجانشین اوّل ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس سے حصول فیض کے لئے کسی دُوسرے وسیلے کے محتاج نہیں جبکہ دُوسرے تمام لوگ حصولِ فیضانِ ولایت وروحانیت کے لئے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہی محتاج ہیں۔

اگر یہاں کسی شخص کے دل میں یہ خیال چٹکیاں لینے لگے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تو براہِ راست فیضان نبوت ورسالت سے مستفیض ہوتے تھے لہٰذا حصولِ روحانیت کے لئے اُن کا کسی دوسرے شخص کو وسیلہ بنانا کیسے درست ہوگا ؟

تو ہم اُسے صرف یہی یاد دلانے پر اکتفاء کریں گے کہ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ باوجود فیضانِ رسالت سے مستفید ہونے کے روحانی طور پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے خلیفہ اوّل ہیں اور یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو خاندانِ اہل بیت کی غلامی کے علاوہ حصول روحانیت کے لئے جناب شیرِ خدا باب مدینۃ العلم سیدنا ومرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذِ ارشد ہونے کا شرف بھی حاصل ہے۔ اور ان کو جانبین کی تربیت نے ہی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مقتداء اور پیشوا بنا دیا۔

ہاشمی خلیفہ

اِن حقائق کے اظہار کے بعد ہم قارئین کی توجہ پھر مضمونِ سابقہ کی طرف مبذول کرواتے ہیں کہ زیرِ بحث روایت میں صاف طور پر اس حقیقت کا اظہار کیا گیا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دعوت میں خاص طور پر خاندان عبدالمطلب کے ہی افراد کو مدعو کیا تھا اور اُن میں سوائے آپ کے اپنے افرادِ خانہ کے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے قبیلے کا موجود نہیں تھا۔

چنانچہ آپ نے اپنے قبیلہ والوں کو یہ ارشاد فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص اس وقت اشاعتِ دین کے معاملہ میں میری معاونت کرے تو میں تم میں سے اُسے اپنا خلیفہ اپنا وصی اپنا بھائی اور اپنا وارث بناؤں اور پھر یہ اعزازات جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کر لئے۔

چنانچہ ظاہر طور پر بھی خلافت علیٰ منہاج النبوت میں خاندانِ عبدالمطلب سے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کوئی دوسرا شخص خلیفہ رسول نہیں ہوا جیسا کہ قارئین کرام جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمہ بنتِ اسد سلام اللہ علیہا کے حالات میں پڑھ چکے ہیں کہ آپ ہی وہ پہلی ہاشمیہ عورت ہیں جنہوں نے ہاشمی خلیفہ کو جنم دیا۔

رہا ابن کثیر وغیرہ کا اِس روایت سے یہ مطلب نکالنا کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے محض فرزندان عبدالمطلب پر ہی خلیفہ بنایا تھا تو یہ سراسر خلاف واقعہ اور تحکم ہے کتبِ احادیث وسیر میں اس امر کی کہیں تصدیق موجود نہیں۔

علی خلیفہ بلا فصل ہیں

حضرت علی شیرِ خدا علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خلیفہ اعظم اور جانشینِ اول جس صورت میں ہم نے بیان کیا ہے قطعی طور پر دُرست ہے اور اس کے لئے ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں مگر امورِ سلطنتِ اِسلامیہ اور حدودِ شرعیہ کے نفاذ کے لئے جس مسندِ خلافت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ متمکن ہوئے اُس میں یقیناً وہی خلیفہ اوّل بلا فصل اور جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔

اِس حقیقت کو جھٹلانے کے لئے جس قدر ہاتھ پاؤں مارے جائیں گے اُسی قدر انسان فریب خوردگیوں کا شکار ہوتا جائے گا اور اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے استحقاق خلافت چھین کر ان پر غصب کی تہمت لگائی جائے گی تو یہ براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علومِ رسالت کی کھلی توہین کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کو بھی مشکوک بنا کر رکھ دے گا۔

کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ مقدس کے مطابق خلافت راشدہ علیٰ منہاج النبوت کا دور تیس سال کے عرصہ میں متعین شدہ ہے اور یہ تیس سالہ دور عین خلافتِ الٰہیہ کا مظہر کامل اور خلافتِ مصطفائی کا عکس جمیل ہے۔

شارحینِ حدیث کے مطابق یہی وہ زمانہ ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہی زمانے میں شامل فرما کر ''خیر القرون قرنی'' کا ارشاد فرمایا ہے۔

اہل محبت ''قرنی'' کے لفظ کو بھی استدلال کے طور پر پیش کر کے ثابت کرتے ہیں کہ چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ہے۔

آپ بھی اس حقیقت افروز استدلال پر غور کریں کہ اس لفظ کے حروف کی ترتیب ق۔ ر۔ ن۔ ی۔ ہے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ق ہے جو اس لفظ کا پہلا حرف ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آخری حرف ر ہے جو اس لفظ کا دُوسرا حرف ہے اور جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ آخری حرف ن ہے جو قرنی کا تیسرا حرف ہے اور جناب علی علیہ السلام کا آخری حرف ی ہے جبکہ اس لفظ کا آخری اور چوتھا حرف بھی ی ہے۔

اور اس میں نکتے کی بات یہ بھی ہے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا آخری حرف ق ہے اور لفظ قرنی کا پہلا حرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بھی آخری اور قرنی کے بھی آخری حرف ی کو باہم ملا کر بحساب ابجد اعداد حاصل کئے جائیں تو بالکل وہی عدد حاصل ہو جائیں گے جو حضرت علی علیہ السلام کے اسم پاک کے ہیں یعنی ق ۱۰۰ ی ۱۰ ایک سو دس ۱۱۰ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خلافت ایک طرف تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کے مقدمہ کی حیثیت رکھتی ہے اور دُوسری طرف واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت حضرت علی کی خلافت کی نقیض اور ضد نہیں بلکہ خلافت ابوبکر صدیق عین خلافتِ علی علیہ السلام ہے اور آپ ہی کے پر از حکمت مشوروں کی مرہونِ احسان ہے۔

یہی نہیں بلکہ اِس سے مزید یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ''ق'' سے شروع ہو کر ہی ''ی'' پر ختم ہونے والا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اپنا زمانہ جسے آپ نے ''قرنی'' کے نام سے موسوم فرمایا ہے پورے کا پورا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اپنا بھی زمانہ ہے کیونکہ اس کے پہلے اور آخری حرف کے ایک سو دس اعداد اس پر شاہد عدل کی حیثیت رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس دور کے اپنے علاوہ تینوں خلفاء کے سب سے بڑے مشیر حضرت علی علیہ السلام ہی تھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تو اس پورے دور میں چیف جسٹس آف سپریم کورٹ یعنی ''قاضی القضاۃ'' کے عہدے پر بھی فائز تھے اور اکثر عدالتی فیصلے آپ ہی کی ذات سے منسوب ہیں۔

بہر حال دیکھنا تو یہ ہے کہ اگر اس زمانہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنا زمانہ قرار دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطنی نائب ہونے کے علاوہ ظاہری طور پر بھی حضرت علی کا زمانہ بھی یہی ہو تو پھر کیسے گمان کیا جاسکتا ہے کہ یہ ارتداد کا دور تھا جبکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِسی دور کو تمام ادوارِ عالم سے بہترین دور قرار دیتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ گمان سراسر ضلالت اور گمراہی کے قعرِ مذلت میں پڑنے کے مترادف ہے کہ معاذ اللہ اس دور میں گنتی کے چند ایک افراد کے علاوہ سب لوگ مرتد ہو گئے تھے۔ ایسی صورت میں تو صحابہ کرام کی وہ کثیر جماعت بھی اس منحوس فتویٰ کی زد میں آنے سے نہیں بچ سکے گی جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دستِ حق پرست پر بیعتِ خلافت بھی کی تھی اور آپ کا ہر مقام پر پورا پورا ساتھ بھی دیا تھا۔

علاوہ ازیں جب یہ ناقابلِ تردید اور ٹھوس حقیقت موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے ہیں اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہما نے اِس ذمہ داری کو سنبھالا اور اِن اصحاب ثلاثہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاتم خلافت کے لقب سے ملقب ہوئے تو پھر اِس تخیلاتی اور تصوراتی خلافت کا وجود کس طرح قائم کیا جائے گا جو محض تعصب اور دیوانگی کی پیداوار ہے۔

ہم اہل عقل و دانش حضرات کی خدمت میں پوری ہمدردی سے درخواست کریں گے کہ وہ من چاہے مفروضوں کو توڑ کر اُن حقائق کے قریب تر ہونے کی کوشش کریں جنہیں صدیاں گذر جانے کے بعد بھی تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔

محبت علی کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پسندیدہ لوگوں سے نفرت کا اظہار نہ کیا جائے اور اس بنیاد اور اساس کو غلط قرار دینے کی کوشش نہ کی جائے جس پر حضرت علی کی اپنی خلافت کا قصر تعمیر ہونا تھا اس لئے کہ اگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کو خلافتِ حقہ متصور نہیں کیا جائے گا تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا دورِ خلافت بھی جانشینانِ رسول کے دور میں شامل نہیں ہوسکے گا اس لئے کہ،

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سیاسی حریف ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جناب علی علیہ السلام نے اُن سب کی خلافتوں کو صدقِ دل سے قبول کر لیا تھا اور کسی ایک کے ساتھ بھی سیاسی حریفوں جیسا سلوک نہیں کیا تھا بلکہ اُن سب کو اپنے نیک مشوروں سے نوازنے کے علاوہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیاسی بلوائیوں سے بچانے کے لئے اپنے صاحبزادگان کو اُن کی

حفاظت کے لئے مامور فرمایا تھا۔
بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ جس قسم کا سیاسی تصور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ارفع و اعلیٰ ذات اقدس کے لئے قائم کیا جاتا ہے وہ آپ کی شان کے قطعی طور پر منافی ہے اور آپ کے منصبِ ولایت وخلافت کی توہین کے مترادف ہے۔

خلافت اِس کو کہتے ہیں

جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بلا شک و ریب روحانی طور پر تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اول ہیں اور اہل طریقت کے نزدیک یہ مسئلہ قطعی طور پر اجماعی ہے۔
اگر کوئی شخص بزعمِ خویش متصور کرتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی روحانی طور پر بھی آپ کے خلیفہ اوّل ہیں تو یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا اولیائے کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کثیر گروہ اِس اَمر پر متفق ہے کہ ولایت وقطبیت کبریٰ کے اعلیٰ ترین مقام پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مقدس ہستی کو متمکن فرمایا وہ آپ کی اہل بیت کرام ہی ہے اور اِن تمام آئمہ اہل بیت میں سب سے پہلی شخصیت تاجدار اولیاء واصفیاء امیر المومنین سیدنا حیدر کرار علیہ السلام ہیں۔
علمی وراثت اور روحانی خلافت جناب شیر خدا سے پہلے کسی دُوسرے کے لئے ثابت کرنا محض حقائق سے اعراض اور صداقت سے انحراف کے مترادف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اخی رسول زوج بتول سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سلطنت روحانیت کے تاجدار اول ہیں اور آپ کی اس اوّلیت میں کوئی بھی آپ کا شریک و سہیم نہیں“
ہم اپنے اس مؤقف کی تائید میں پہلے تو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی مبسوط اور واضح ترین عبارت نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد چند دیگر عبارات اکابر واولیاء کی پیش کریں گے جن کی روشنی میں متعدد الجھنوں سے نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

محبت کیوں واجب ہے

اس امت مرحومہ کے لئے وہ ظروف لطیفہ (جو ذریعہ نجات) ہیں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کرام علیہم السلام ہیں اہل بیت کرام کی محبت ومتابعت اُمتیوں پر اس لئے واجب کی گئی ہے تاکہ ان کے مبارک قبول میں اس محبت ومتابعت کی وجہ سے کسی کی جگہ پیدا ہو۔
چونکہ اہل بیت کرام کے مقدس قلوب خدائے بزرگ وبرتر جل مجدہٗ الکریم کے نور لطیف سے معمور و

مملو ہیں اور ان کی مشارکتِ ظروف قربتِ مکانی سے ایسی مناسبت پیدا ہو جائے کہ وہ گناہوں کی کثافت کو دور کرنے کے لئے تریاق کا حکم رکھے۔

کہا جاتا ہے کہ ایک چیونٹی نے آرزو کی کہ وہ کعبہ شریف پہنچ جائے آخر اس نے اپنا ہاتھ کبوتر کے پاؤں پر رکھ دیا تو فوراً منزل پر پہنچ گئی۔

کشتیٔ نوح کیا ہے؟

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ میری اہل بیت علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسی نوح علیہ السلام کی کشتی جو آپ کی پناہ میں آ گیا وہ طوفان سے بچ گیا اور جس نے اس سے علیحدگی اختیار کر لی وہ غرق ہو گیا۔

اہل بیت علیہ السلام کی اس خصوصیت کی وجہ اُن کی فضیلت اور مخصوص مرتبہ ہے کیونکہ کشتیٔ نوح علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالِ عملی کی صورت تھی اور حضرات اہل بیت کرام کو بھی حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالِ عملی کی صورت بنا دیا کہ اس سے مراد طریقت ہے۔

اہل بیت ہی کیوں؟

اور یہ بات اس لئے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کمالِ عملی بغیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصی مناسبت کے جو کہ روحانی قوتوں اور عصمت وعفت اور حفظ وفتوت وشجاعت سے متصف ہو کسی دوسرے میں اس کا جلوہ گر ہونا متصور نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اس مناسبت کا بغیر ولادت اور تعلق اصلیت وفرعیت کا حاصل ہونا ناممکن ہے۔

برائے ایں اُمت مرحومہ آں ظروفِ لطیفہ اہل بیت مصطفوی اند کہ محبت ایشاں ومتابعت ایشاں موجب آں گردد کہ دردلہائے آنہا ایں کس راجائے پیدا میشود چوں آں دلہارا کہ از نور لطیف حضرت باری جل اسمہٗ معمور مملو است،

بہ سبب مشارکت ظرف ومجاورت مکاں باآنجناب مناسبتے پیدا آید کہ در دفع ثقل طبعی گناہاں ہم تریاق دارد۔ ونعم ما قیل مور بے چارہ ہوس کہ در کعبہ رسد دست درپائے کبوتر زد وناگاہ رسید ولہٰذا در حدیث شریف وارد است کہ مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق دو وجہ تخصیص اہل بیت علیہ السلام را بایں مراتب وفضیلت آں است کہ کشتی حضرت نوح علیہ السلام صورت کمال عملی آنجناب بدوں مناسبت شخص

اس کے بعد شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اہل بیت کرام اور حضرت علی علیہ السلام کو عطا ہونے والی امامت کبریٰ کی مزید وضاحت اس طرح فرماتے ہیں

امامت کہاں ہے؟

پس یہ کمالِ مصطفوی ان تمام ترشعبوں میں جو ولایت مختلفہ کا معدن ہے انہی "اہل بیت کرام" سے جاری وساری ہوتا ہے اور امامت کے یہی معنی ہیں کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو اپنا وصی بنایا۔ اور یہی سِرّ اور راز ہے کہ وہ بزرگانِ اہل بیت جمیع اولیائے امت محمدیہ کے تمام سلسلوں کے مرجع و منبع ہوئے اور جو شخص بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی رسی سے منسلک ہونا چاہے۔ اس کی سند اور فیض اہل بیت کرام کے انہی بزرگوں پر منتہی ہوتا ہے اور اس کو اپنی نجات کے لئے اسی کشتیٔ اہل بیت کے دامن میں پناہ لینا پڑتی ہے اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا (وتعیھا) یعنی وہ اس کشتی کو یاد رکھیں اور مومنین سفینۂ اہل بیت کو ذریعہ نجات سمجھیں کہ گناہوں کے طوفان کی زد سے بچنے کی یہی یاک تدبیر ہے۔

علی کو امام کیوں بنایا؟

بعد ازاں شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی اس آیت کا آخری جملہ نقل فرما کر اس کی واضح تفسیر بیان کرتے ہیں (أذن واعیۃ) یعنی وہ کان جو ان اُمور کو یاد رکھیں" الآیۃ۔

باجناب درقوائے روحیہ در عصمت وحفظ وقوت وسماحت متصور نیست کہ در کسے جلوہ گر شود وایں مناسبت بدوں ولادت وعلاقۂ اصلیت وفرعیت ممکن الوصول نیست۔

(تفسیر فتح العزیز سورۃ الحاقۃ ص ٧٦)

پس ایں کمال را با جمیع شعب آنکہ معدن ولایات مختلفہ است دریں مجری جاری کردند وازہمیں تاؤ دال ریختند و ہمیں است معنی امامت کہ یکے مر دیگرے را از ایشاں ہاں وصی ساخت وہمیں است سرآں کہ ایں بزرگواران مرجع سلاسل اولیائے امت شدند وہر کہ تمسک بحبل اللہ نماید چارو ناچار سند استفاضہ او باین بزرگوران منتھی می گردد وریں کشتی می نشیند ولہذہ فرمودہ اند (وتعیھا) یعنی وبیاد آرایں قصہ کشتی را کیفیت نجات از غرق طوفان را کہ مومنین را ہمیں تدبیر حاصل است۔

(تفسیر فتح العزیز پ ٢٩ ص ٧٦)

چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے تیرے لئے سوال کیا ہے کہ تو جو بھی سن لے اُسے ہمیشہ یاد رکھے لہٰذا حضرت علی کے لئے یہ تخصیص اسی شرف اور مرتبے کی وجہ سے ہے اور اس میں نکتہ یہ ہے کہ بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اہل بیت کا کشتی کے معنوں میں آنا متصور ہی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ اس طریقہ کی امامت کے قابل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (صلبی) اہل بیت ہی ہو سکتے تھے مگر اس وقت وہ کمسن تھے اور ان کی تربیت سوائے حضرت علی کے کسی دوسرے کے سپرد کرنا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ کمال کے منافی تھا یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمت کو گناہوں سے نجات دلانے کے طریقے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو القاء فرمائے اور پھر ان کو امام بنایا اور اپنے کمالِ عملی کو صورتِ حیدر کرار میں متصور کرنا ضروری ہو گیا"

اور بحکم "ابوت" اپنا یہ کمال عملی حضرت علی کے ذریعہ شگفتہ و تر و تازہ اپنے صاحبزادگان والا شان کو پہنچانا پڑا اور اس طرح ولایت کا یہ مقدس سلسلہ حضرت علی کے وسیلے اور توسط سے قیامت تک کے لئے جاری وساری ہو گیا

حضور کی علی سے مناسبت کلی

یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یعسوب المومنین یعنی شہنشاہ امت کا

بعد ازاں شاہ عبد العزیز علیہ الرحمۃ قرآن مجید کی اس آیت کا آخری جملہ نقل فرما کر اس کی واضح تفسیر بیان کرتے ہیں (اذن واعیۃ) یعنی وہ کان جو ان اُمور کو یاد رکھیں" الآیۃ۔

اذن واعیۃ یعنی گوشے کے یاد دارندہ از قسم ایں امور است و در حدیث شریف وارد است کہ چوں ایں آیت نازل شد آں حضرت مرتضیٰ علی را فرمودند سالت اللہ ان یجعلھا اذنک یا علی و تخصیص حضرت امیر المومنین بایں شرف و مرتبت برائے ہمیں نکتہ است کہ معنی کشتی بودن اہل بیت بدوں توسط حضرت امیر متصور نہ بود زیرا کہ اہل بیت آں حضرت کہ قابل امامت ایں طریق بودند دراں وقت صغیر السن بودند و تربیت ایشاں بدیگرے حوالہ کردن منافی شانِ کمال آں حضرت بود دیدلا جرم قواعد نجات از نقل گناہاں را حضرت امیر المومنین القاء فرمودن و ایشاں را امام ساختن و کمالِ عملی خود را بصورت ایشاں متصور نمودن ضرور افتاد کہ ایشاں بحکم الوتاں کمال را تر و تازہ بصاحب زادہا رسانند (مسلسل) دریں سلسلہ تا قیام قیامت بوسط ایشاں جاری ماند

(تفسیر

خطاب دیا گیا اور اس وجہ سے بھی کہ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آغوش رافت میں پرورش پائی تھی۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رشتۂ دامادی بھی آپ کو حاصل تھا اور آپ زمانہ طفولیت سے ہی ہر امرِ خاص میں سرور کائنات کے رفیق اور شریک کار تھے اور آپ خاص طور پر حکمِ فرزندی میں بھی داخل تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس قرابت قریبیہ کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روحانی قوتوں میں مناسبت کلی حاصل تھی۔

گویا جناب امیر المومنین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظل مبارک اور آپ کے کمالات عملی کی صورت تھے کیونکہ ولایت وطریقت کا مطلب اور مراد بھی یہی ہے۔

اور سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعائے مبارک سے الٰہی علی جو بھی یاد رکھے اسے بھی نہ بھولے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی استعداد اور لیاقتِ طبع اور بھی ظاہر ہوگئی اور آپ اس سے مرتبۂ کمال کی انتہا کو پہنچ گئے اور آج تک اس کے آثار ہر طریقہ کے اولیاء اللہ کے ظاہر و باطن میں ہویدا ہیں۔

حضرت مُجدد الف ثانی کا عقیدہ یہ بھی ہے

اہل بیت کرام اور علوم باطنیہ کے متعلق حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز جو وضاحت فرماتے ہیں وہ یہ ہے۔

اس واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ

ے ولہذا حضرت امیر المومنین را یعسوب المومنین خطاب دادہ اند معہذا جناب امیر بسبب آنکہ درکنار آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پرورش یافتہ بودند وعلاقہ دامادی با آنجناب داشتند واز طفلی در ہر امر رفیق وشریک ماندہ وحکم فرزند گرفتہ بودند وبسبب قرابت قریبیہ کہ داشتند وحکم مناسبت کلی در قوائے روحانی با آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایشاں را حاصل بود۔

پس جناب امیر گویا ظل وصور کمال عملی آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بودن کہ عبارت از ولایت و طریقت است وبدعائے آں حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آں استعداد وایشاں تضاعف پذیرو بنہایت مرتبہ کمال رسید چنانچہ آثار آں در ظاہر و باطن واولیاء اللہ از ہر طریقہ وہر سلسلہ ظاہر وہویدا است۔

(تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۷۷ شاہ عبدالعزیز ی شورۃ الحاقہ)

الصلوٰۃ والسلام کی مشارکت اس کے حاصل ہونے کی موکد ومؤید ہے کیونکہ آں حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں۔

وعلم آدم الاسماء کلھا سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام،

حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہل بیت الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔

(مکتوبات ج ۱ ص ۱۷۴ مکتوب ۲۱۲)

خاندان سادات کے ایک بزرگ کے گرامی نامہ کے جواب میں جناب مجدد رقم فرماتے ہیں۔

آپ سے اپنی محبت کا اظہار کرنا مناسب اور بہتر خیال کیا اور اس محبت کے سبب جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقرباء سادات کرام سے پیدا ہو چکی ہے امیدواری کا رشتہ پورے طور پر ہاتھ میں لا چکا ہے اللہ تعالیٰ ان سادات کرام کی محبت پر استقامت نصیب فرمائے۔

(مکتوبات ج ۱ ص ۱۹۳ مکتوب ۵۵)

حضور مجدد الف ثانی نے ایک مقام پر فرمایا!

سادات کرام کی ذوات جو کثیر البرکات ہیں سرور دین ودنیا سے جزئیت کی بنا پر اس سے بلند تر ہیں کہ یہ فقیر زبان قاصر کے ساتھ ان کی فضیلت اور صفت وثناء کرے صرف اپنی سعادت کا ذریعہ جانتے ہوئے اس باب میں جرأت کی ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنی ستائش کرتا ہے اور ان کی دوستی کا اظہار کرتا ہے جس کا مامور ہے اے اللہ ہمیں بطفیل حضور سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ وسلم علیہم الصلوٰۃ والسلام سادات کرام کے ساتھ محبت کرنے والوں میں کر

(ص ۱۹۳ ج ۱ مکتوب ۵۶)

اب دیکھو

باوجود اس کھلی وضاحت اور خاندان اہل بیت کی امامت کبریٰ کا اقرار کر لینے کے مجدد الف ثانی طریقہ نقشبندیہ کی تمام روحانی سلاسل عالیہ پر فوقیت ثابت کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ چونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام امت محمدیہ میں افضل ہیں لہٰذا ان سے منسوب ہونے کی وجہ سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ تمام سلسلوں سے افضل ہے ملاحظہ ہو۔

طریقہ نقشبندیہ سب سے کیوں افضل ہے؟

اس بلند طریق کے سر حلقہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیق طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔

کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہٖ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت حضور ہے اور اس طرح میں نہایت اس کی ابتداء میں ہے۔

(مکتوب ۲۲۱ مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۲)

اس کے آگے حضرت مجدد الف ثانی مزید فرماتے ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جو مدح و ستائش ہم نے کی ہے اس خاندان کے خلفاء کو سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق بھی حاصل نہیں ہوئی چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کا طریق ثابت کیا ہے اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے اور اس طریق عالی کے بزرگوں کی مدح اس طور پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق بھی نہیں ہوئی۔

(مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۱ مکتوب نمبر ۲۲۹)

اس سلسلہ عالیہ کے متعلق مزید فرمایا۔

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

(مکتوبات ج ۲ ص ۵۱۹)

پھر فرمایا!

ہماری نسبت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی نسبت شریف ہے پھر اس طریق (نقشبندیہ) سے بڑھ کر عالی اور کون سا طریق ہے اور اس نسبت سے بہتر اور کون سی نسبت ہے۔

(مکتوبات ۲۲۹ مکتوبات ج ۲ ص ۵۳۰)

ایک مقام پر ایک مرتبہ فرمایا۔

سبحان اللہ وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں اگر بہت سے لوگ

جمع ہو کر ان کی تصاویر پیش کرنے کی کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ انہیں میسر ہو سکے۔

فقیر کا یقین ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہوگا۔

(مکتوبات ج ۲ ص ۵۴۲ مکتوب ۲۳۴)

ایک دفعہ آپ نے فرمایا۔

اس طریقہ علیہ کو ابتداء میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں جو انتہا والوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک متشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال والوں کے درمیان سوائے نظر بصیرت رکھنے والے عارف کوئی بھی فرق نہیں کر سکتا۔

(مکتوبات ج ۲ ص ۵۲۶ مکتوب ۲۲۵)

علی کیوں افضل نہیں

جناب مجدد الف ثانی کے مذکورہ بالا تصورات کو اگر درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر اولیائے اُمت کے اس فرمان کی تکذیب کرنا پڑے گی جن کا دعویٰ ہے کہ سلسلہ عالیہ قادریہ تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے حالانکہ اولیاء کبار کا یہ ارشاد قطعی طور پر درست ہے کیونکہ سلسلہ عالیہ قادریہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ پر منتہی ہونے کے ساتھ ساتھ جناب غوث اعظم سے منسوب ہے اور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے کمالات روحانیہ جو انہیں جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر آئمہ اہل بیت کی وساطت سے حاصل تھے ان کا عشر عشیر بھی کسی ولی کو نصیب نہیں اور جناب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان شاہد عدل ہے کہ ہمارا یہ قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔

اب وضاحت طلب امر یہ ہے کہ اگر حضرت مجدد صاحب کی یہ دلیل درست ہے کہ وہی روحانی سلسلہ افضل و اعلیٰ ہے جو امت کے افضل ترین شخص پر منتہی ہوتا ہے تو پھر بغیر کسی اضطراب و اضطرار کے تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب شیر خدا سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے افضل و اعلیٰ ہیں کیونکہ جناب شیر خدا پر منتہی ہونے والا سلسلہ عالیہ قادریہ اولیائے کبار کے فرامین کے مطابق تمام تر سلاسل روحانیہ سے افضل و اعلیٰ ہے یہی وجہ ہے کہ مجدد مأۃ حاضرہ شاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ تفضیل حیدر کرار کو رفض قرار نہیں دیتے۔

تفضیل رفض نہیں

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ وہابی مولوی نذیر احمد دہلوی کے ایک واعظ کی تردید فرماتے ہوئے مسئلہ تفضیل اور رفض و تشیع کا فرق واضح فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

یہ بکف چراغ قابل تماشا کہ ابن فضیل کے منسوب برفض ہونے کا دعویٰ کیا اور ثبوت میں عبارت تقریب رمی بالتشیع،

ملا جی کو بایں سال خوردی و دعویٰ مُحدّثی آج تک اتنی بھی خبر نہیں کہ محاورات سلف اور اصطلاح محدثین میں تشیع و رفض میں کتنا فرق ہے۔

زبانِ متاخرین میں شیعہ روافض کو کہتے ہیں خذلھم اللہ تعالیٰ جمیعاً بلکہ آج کل کے بیہودہ مہذبین روافض کو رافضی کہنا خلاف تہذیب جانتے ہیں اور انہیں شیعہ ہی کے لقب سے یاد کرنا ضروری مانتے ہیں خود ملا جی کے خیال میں اپنی ملائی کے باعث یہ تازہ محاورہ تھا یا عوام کو دھوکا دینے کے لئے تشیع کو رافضی بنایا حالانکہ سلف میں جو تمام خلفائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ عقیدت رکھتا اور حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان میں افضل جانتا شیعی کہا جاتا ہے۔

بلکہ جو صرف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تفضیل دیتا اسے بھی شیعی کہتے حالانکہ یہ مسلک بعض اہل سنت کا تھا اسی بنا پر متعدد ائمہ کوفہ کو شیعی کہا گیا۔ بلکہ کبھی محض غلبہ محبت اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شیعت سے تعبیر کرتے حالانکہ یہ محض سنیت ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۲۴۵)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفضیل کے بارے میں نہایت واضح ترین فیصلہ فرماتے وقت حقیقت کو یوں رونما فرماتے ہیں۔

اور جاننا چاہیے کہ پہلے شیعہ کے لقب سے ملقب ہونے والے لوگ سنی اور تفضیلی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے لیکن جب غالی رافضیوں اور زیدیوں اور اسمعیلیوں نے خود کو شیعہ کہنا شروع کر دیا اور ان کے عقائد سے شر و فساد اور قباحتوں کا صدور ہونے لگا تو سنیہ تفضیلیہ نے حق و باطل کے تلبس کے خوف سے شیعہ کے لقب کو ترک کر کے خود کو اہل سنت و جماعت کہلانا پسند کیا قدیم کتب تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلاں شیعوں میں سے ہے اور فلاں شیعہ ہے وہ لوگ اہل سنت و جماعت کے سرداروں میں سے ہیں اور راہِ راست پر ہیں۔

نیز باید دانست کہ شیعہ اولی کہ فرقہ سنیہ و تفضیلیہ اند در زمان سابق بشیعہ ملقب بودند و چوں غلاۃ روافض و زیدیان و اسمعیلیہ بایں لقب خود را ملقب کردند و مصدر قبائح و شرور اعتقادے و عملے گردیدند (خوفا عن التباس الحق و الباطل) فرقہ سنیہ و تفضیلیہ ایں لقب را برخود نہ پسندیدند و خود را اہل سنت و جماعت ملقب کردند حالا واضح شد کہ آنچہ در کتب تاریخ قدیمہ واقع شود کہ فلاں من شیعۃ او من شیعۃ علی حالانکہ او از روسائے اہل سنت و جماعت است راست۔

(تحفہ اثنا عشریہ مولفہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ص ۱۱)

نظر اپنی

غیر نبی کی نبی پر فضیلت

ایک دفعہ جناب مجدد الف ثانی ایک ایسے رنگین مقام پر تشریف لے گئے جو حضرت صدیق اکبر سے بھی بلند تر تھا۔

پھر آپ نے اپنے بیان کے خلاف شکوک وشبہات کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا۔

علمائے کرام نے اِس کا ایک حل بھی تجویز کیا ہے کہ جزئیات میں ایک جزئی میں غیر نبی کو اگر نبی پر فضیلت لازم آجائے تو کچھ حرج نہیں مکتوب ۱۹۲ اور پھر اس مکتوب شریف کے آخر پر فرمایا۔

" تو جب غیر نبی کو نبی پر جزئی فضیلت جائز ہے تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ فضیلت جزئی ثابت ہو سکتی ہے لہٰذا ہمارے اس کلام میں بالکل کوئی اشکال نہیں"

قارئین کو مندرجہ بالا روایت پر دعوت غور وفکر دیتے ہوئے ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں علی خیر البریہ ہیں

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝

بیشک جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں۔

مفسرین کرام زیر آیت رقم طراز ہیں کہ آیت کریمہ خیر البریہ کا جملہ جس کا مطلب بہترین انسان ہے حضرت علی شیرِ خدا کرم اللہ وجہ الکریم کی شان میں ہے اور خیر البریہ سے مراد آپ ہی کی ذات والا صفات ہے۔

تفسیر دُرِ منثور میں ابن عساکر کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ روایت بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے اسی اثنا میں حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہ اور اس کے محب یعنی حضرت علی اور اس کے حبدار قیامت کے دن فائز المرام ہوں گے اور آیت نازل ہوئی "بیشک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں"

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس جب بھی

جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لاتے تو صحابہ کرام فرماتے کہ خیر البریہ تشریف لے آئے۔

اخرج ابن عساکر عن جابر ابن عبد اللہ قال کنا عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والذی نفسی بیدہ ان ھذا و شیعۃ لھم الفائزون یوم القیامۃ و نزلت اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝

"س بینہ آیت ۷"

فکان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذا قبل علی قالوا جاء خیر البریۃ

خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ دوسری روایت اس ضمن میں اس طرح لائے ہیں کہ ابن عساکر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت بیان کرتے ہیں کہ علی خیر البریہ ہیں۔

اخرج ابن عدی و ابن عساکر ان ابی سعید مرفوعا علی خیر البریۃ۔

تیسری روایت میں فرمایا کہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی تو اور تجھ سے محبت کرنے والے قیامت کے دن خوش و خرم اور شاد باد ہوں گے۔

عن ابن عباس قال لما نزلت (اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ) قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ہو انت وشیعتک یوم القیامۃ راضین و مرضین۔

(الدر المنثور ج ۶ ص ۳۷۹)

یہی روایت خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بھی مروی ہے ابن مردویہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے میرے لئے فرمایا کیا تم نے اپنے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ؟

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ۝

اس سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں۔
اور یہ ہماری اور تمہاری وعدہ کی گئی جگہ حوض کوثر پر آئیں گے اور جب امتیں حساب کے لئے آئیں گی تو یہ روشن پیشانی والوں کے نام سے پکارے جائیں گے۔

واخرج ابن مردویہ عن علی رضی اللہ عنہ قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الم تسمع قول اللہ (اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝) انت و شیعتک و موعدی و موعدکم الحوض اذا جیت الامم للحساب تدعون غرا المحجلین۔

(درمنثور ج ۶ ص ۳۷۴)

ابن الکواء فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے آیت مذکورہ بالا کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہم اور ہمارے تبع ہیں اور ان کی پیشانیاں قیامت کے دن درخشاں ہونگی اور وہ حوض کوثر سے سیراب ہوں گے اور یہ لوگ اپنی درخشندہ جبینوں کی وجہ سے پہچانے جائیں گے۔

(جواہر العقدین مع ینابیع المودۃ جلد اول ص ۷۵)

معراجِ مصطفیٰ

اور شانِ مرتضیٰ

خرقۂ مصطفیٰ برائے مرتضیٰ

تاجدار اولیاء شیخ الاسلام والمسلمین قطب الواصلین فرید الحق والدین باوا فرید الدین گنج شکر قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی شب خرقہ عطا ہوا آپ نے ایک دفعہ صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا مجھے میرے پروردگار نے خرقہ عطا فرمایا ہے اور حکم ہے کہ تم میں سے کسی ایک کو دوں اب میں تم سے اک بات پوچھوں گا جس کا جواب درست ہوگا اُسے خرقہ عطا کر دیا جائیگا۔

چنانچہ آپ نے ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمانِ غنی رضی اللہ عنہم سے الگ الگ پوچھا کہ اگر تمہیں یہ خرقہ دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟ لیکن کسی نے بھی وہ جواب نہ دیا جو خرقہ کے حصول کا باعث بنتا۔

پھر آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا تو آپ نے عرض کیا کہ میں پردہ پوشی کروں گا اور بندگانِ خدا کے عیب پوشیدہ رکھوں گا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علی یہ خرقہ میں تجھے دیتا ہوں کیونکہ میرے پروردگار کا یہی حکم تھا کہ یاروں میں سے جو شخص یہ جواب دے گا اسے یہ خرقہ دینا۔

تاج الاولیاء زری زربفت حضور سیدنا نظام الحق والدین خواجہ نظام الدین دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مندرجہ بالا واقعہ بیان فرما کر زارو قطار روتے روتے بے ہوش ہو گئے ہوش میں آئے تو زبانِ مبارک سے فرمایا معلوم ہوا کہ درویشی پردہ پوشی کا نام ہے۔

(راحت القلوب مترجم ملفوظات گرامی خواجہ فرید الدین گنج شکر مرتبہ خواجہ نظام الدین ص ۹)

شبِ معراج تھی آواز کس کی

دیلمی نے سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ

میں نے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا جب آپ سے ایک شخص نے پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے آپ کے ساتھ معراج کی شب کس زبان میں گفتگو فرمائی؟

تو اُس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے معراج کی رات مجھ سے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں گفتگو فرمائی تھی۔

دورانِ گفتگو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے یہ الہام فرمایا کہ میں یہ سوال کروں کہ یا اللہ مجھ سے تیری ذات ہم کلام ہے یا کہ علی گفتگو کر رہا ہے۔

اسی اثناء میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے ارشاد فرمایا یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بے مثال ہوں اور وہ ہوں جس کی مثل کوئی چیز نہیں۔

میرا لوگوں کے ساتھ قیاس نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی میرا وصف تشبیہات سے بیان کیا جاسکتا ہے۔

(یا محمد) میں نے تمہیں اپنے نور سے پیدا فرمایا اور تمہارے نور سے علی کو پیدا فرمایا اور جب میں نے تمہارے دل کو تمام لوگوں سے علی کی محبت میں زیادہ سرشار پایا تو تمہارے ساتھ علی کی زبان اور اسی کے لب ولہجہ میں گفتگو کرنا مناسب سمجھا تا کہ تمہیں اطمینان قلبی نصیب ہو۔

الدیلمی بسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقد سئل بای کفت خاطبک ربک لیلۃ المعراج فقال یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناشی لا کالاشیاء و لا اقاس بالناس ولا اوصف بالشبہات خلقتک من نوری و خلقت علیا من نورک و اطلعت علیٰ قلبک احب الیک من علی فخاطبک بلسانہ کیما یطمئن قلبک

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۸۳ مطبوعہ تہران)

علامہ سلیمان حنفی قندوزی مندرجہ بالا روایت بیان کرنے کے بعد دلیل کے طور پر سلطان الاولیاء شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پیش کرتے ہیں۔

مصطفیٰ اسرار حق از وے شنفت
ہم از وبشنود ہم با او گہفت

(شیخ عطار)

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسرار خداوندی علی کی زبان میں سماعت فرمائے اور پھر وہی اُسرار ورموز علی کو تلقین فرمائے۔

یہ اعزاز

مندرجہ بالا روایت سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو جو تعلق جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ صرف اور صرف اُنہی کے لئے مخصوص تھا اور خداوند قدوس جل جلالہ کا زبان حیدر کرار میں گفتگو فرمانا اِس اَمر کی بھی نشاندہی کرتا ہے کہ علیؓ کی بات خدا کی بات اور خدا کی بات علی کی بات ہے

عرش پر نام علی

ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ میں محب طبری ''الماء'' کی سیرت کے حوالے سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابی حمراء سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں معراج کی شب آسمانوں کی طرف گیا تو میں نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پائے پر یہ لکھا ہوا پایا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور انہیں علیؓ کے ذریعہ سے امداد و نصرت فرمائی گئی۔

عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لیلۃ اسریٰ بی الی السماء نظرت علی ساق العرش فرایت کتابہ فھمۃ محمد رسول اللّٰہ اید تہ بعلی و نصر تہ بہ۔

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷)

مندرجہ بالا روایت کے دیگر حوالہ جات غزوہ بدر و احزاب کے ضمن میں پیش کئے جائیں گے فی الحال آپ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے اسم عظیم کے متعلق ہی مزید ایک روایت ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کا نام عرشِ علی کی زینت بھی ہے اور طائرانِ خوش نوا کی قوت پرواز بھی۔

نامِ علی کہاں کہاں

صاحب ریاض النضرہ دوسری روایت ابوالخری قزوینی حاکمی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک پرندہ آیا جس کے منہ میں سبز بادام تھا اُس نے وہ بادام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں پھینکا تو آپ نے اُسے اُٹھا کر چوما اور پھر اُسے توڑا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اُس کے اندر ایک سبز کپڑا ہے جس پر سنہری حروف میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے اور اُس کے ساتھ ہی یہ بھی تحریر ہے کہ میں نے علی کے ذریعہ

آپ کی مدد کی ہے۔

وعن ابن عباس قال کنا عند النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فاذا بطائر فیہ لوۃ خضرا فالقاہ فی حجر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فاخذ ھا النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فقبلھا ثم کسر ھا فاذا فی جوفھا دوہرۃ خضرا مکتوب فیھا بالا صفرٔ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ نصرۃ بعلی

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ ج ۲ ص ۲۲۷)

اَسَدُ اللہ آسمانی خطاب ہے

درج ذیل روایت سے واضح ہوتا ہے کہ جناب شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے اسد اللہ کا لقب مبارک بھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شبِ معراج میں ہی عطا ہوا تھا۔

جناب امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ خواجہ نظام الدین علیہ الرحمۃ نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسد اللہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کو یہ خطاب آسمان سے حاصل ہوا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا علی میرا شیر ہے اور پھر فرمایا کہ علی نعرہ لگاتے تو اس نعرے کی ہیبت سے چرند پرند اور درند ہلاک ہو جاتے۔

(افضل الفوائد ص ۷۴)

نعرہ حیدری کی قوّت

حکائت! امیر خسرو فرماتے ہیں کہ میرے آقائے نعمت نے پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک مرتبہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف چڑھائی کی تو کامیابی کے آثار نہ دیکھ کر آپ نے نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت میں تہلکہ مچ گیا اور فرشتے تسبیح بھول گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض پرداز ہوئے کہ الٰہی یہ کیسی واز ہے جس سے ہمارا کام بھی چھوٹ گیا فرمانِ الٰہی ہوا کہ یہ علی رضی اللہ عنہ کا نعرہ ہے جو ہم سے امداد کا طالب ہے جا کر اس کی معاونت کرو۔

(افضل الفوائد ص ۷۴)

متذکرہ واقعہ توضمناً آ گیا حقیقت یہ ہے کہ تاجدارِ دو عالم امام الانبیاء احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ نبی کرام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے معراجِ مقدس کے ساتھ جناب حیدر کرار کے دیگر بھی متعدد واقعات موجود

ہیں تاہم فی الحال ان سے صرف نظر کرتے ہوئے قارئین کے سامنے صرف وہی چند واقعات لائیں گے جن میں جناب حیدر کرار کی خلافتِ رُوحانیہ کا تصور بھی موجود ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ملنے والے مخصوص انعامات کا بھی ذکر ہو چنانچہ پہلے تعلیم غوثیہ کا ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں۔

تعلیم غوثیہ میں جواہر غیبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ،

ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس فکر میں مغموم بیٹھے تھے کہ احکامِ شریعت تو ہر شخص دریافت کرتا ہے مگر اسرارِ باطن سے کوئی سوال نہیں کرتا۔

اُس وقت حضور اسد اللہ الغالب شمس المشارق والمغارب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے دل میں معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ بموجب فرمانِ الٰہی ظاہر شرع کے احکام میں تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی لیکن آپ نے اپنے اسرار باطن سے کچھ خبر نہ دی اگر خبر دیتے تو شائقین متابعت اسرار باطن سے بھی متنفع ہوتے پس کمال صدق واخلاص سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور وہی سوال عرض کیا۔

آپ نے فرمایا مجھ کو بھی یہی حکم تھا کہ راز مخفی بجز طالب صادق کسی پر ظاہر نہ ہو چنانچہ جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو وہ اسرار تعلیم فرمائے پس اسرار ربانی بوسیلہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فرقہ صوفیائے کرام میں پہنچے اور قیامت تک ان سے یہ فیض جاری رہے گا ''العلماء ورثۃ الانبیاء'' سے یہی لوگ مراد ہیں جو انبیاء علیہم السلام کے علومِ ظاہری وباطنی کے جامع ہیں۔

(تعلیم غوثیہ ص ۶۹ مراۃ الوحدت) (تعلیم حضرت غوث علی شاہ قلندر پانی پتی)
(تالیف سید شاہ گل حسن قادری قلندری)

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جناب حیدر کرار کی امامتِ کبریٰ کے متعلق درج ذیل روایت نقل کرتے ہیں جس سے نہ صرف یہ کہ آپ کی امامت اور خلافتِ روحانیہ کا اثبات ہوتا ہے بلکہ آپ کا آئمہ طاہرین کا باپ اور اللہ کی تلوار ہونا بھی واضح ہو جاتا ہے۔

اللہ کی تلوار

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ ایک روز حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت مرتضیٰ سلام اللہ علیہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منورہ کے بعض نخلستانوں کی طرف تشریف لے گئے تو اچانک ایک درخت سے آواز آئی

هذا محمد سيد الانبياء وهذا على سيد الاولياء و ابو الائمة الطاهرين۔

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کے سردار ہیں اور ائمہ الطاہرین کے باپ ہیں۔

بعدازاں دوسرے درخت سے آواز آئی۔

هذا محمد رسول الله وهذا علی سيف الله

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ علی اللہ تعالیٰ کی تلوار ہیں۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۲۸ مترجم)

امامتِ کبریٰ

اگرچہ اس ضمن میں صوفیائے کرام رضوان اللہ اجمعین کے سینکڑوں اقوال و آثار مزید بھی پیش کیے جاسکتے ہیں جن میں جناب شیرِ خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامتِ کبریٰ کے متعلق واضح تصور موجود ہے لیکن اگر یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا تو ہم اپنے مقصد سے بہت دور رہ جائیں گے کیونکہ آپ کے فضائل و مناقب کے ساتھ انتہائی ضروری امر یہ بھی ہے کہ آپ کے حالاتِ زندگی کا عکس جمیل بھی قارئین کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔

چنانچہ فی الحال انہی الفاظ پر جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کی امامتِ کبریٰ اور خلافتِ رُوحانیہ کے متعلق حوالہ جات کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے آپ کی حیاتِ طیبہ میں پیش آنے والے واقعات کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔اُمید ہے قارئین کرام گزشتہ اوراق پر پھیلی ہوئی متعدد ثقہ تحریروں کے آئینہ میں جناب شیرِ خُدا، تاجدارِ ھل اتیٰ امیر المومنین سیدنا علی علیہ السلام کی بلافصل خلافتِ رُوحانیہ کا واضح ترین عکس ملاحظہ فرما چکے ہیں"

باب

دَورِ اَلم

اعلانیہ تبلیغ کے بعد

سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادربانی کی تعمیل میں کھلم کھلا تبلیغ اسلام شروع فرمائی تو کفار ومشرکین مکہ نے پوری قوت سے آوازِ حق وصداقت کو دبا دینے کی کوششیں تیز کردیں اُن کا منشا ومقصود یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے سرکاردوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (معاذ اللہ) قتل کردیا جائے۔

اپنے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے جو ناتمام کوششیں کی گئیں ان کی تفصیل طویل تر ہے۔ وہ لوگ جناب ابوطالب اور بنوہاشم کے خوف سے براہ راست ایسا اقدام کرنے سے بھی مجبور تھے تاہم وہ وقتاً فوقتاً چھپ چھپا کر اس قسم کی حرکات کرتے رہتے تھے جن سے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں مگر قدرت تو اس نور کو پورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی تھی۔

بعثت مبارکہ کے پانچویں سال ابوجہل لعین نے حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچائی سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس وقت دولتِ اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے تاہم غیرت ہاشمی اور خاندانی حمیت کو اس وقت تک قرار نہ آیا جب تک ابوجہل لعین سے شدید انتقام نہ لے لیا۔

حضور کے دشمن کون تھے

خارجی عباسی کا دعوٰی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ اذیتیں اور تکلیفیں پہنچانے والے بنوہاشم ہیں اور سب سے زیادہ آپ کی اعانت ومعاونت بنوامیہ نے کی ہے وہ اس مقام پر ابولہب کی مثال بھی پیش کرتا ہے۔

کہ وہ حضور سرورِ کائنات کا سگا چچا تھا اور آپ کو مصائب میں مبتلا کرنے میں پیش پیش تھا لیکن وہ بھول جاتا ہے کہ ابولہب کی بیوی اُم جمیل جسے اسلام میں اُم قبیح کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابوسفیان کی سگی بہن تھی ابولہب کا ہر کام اُسی کے مشورے سے تکمیل پذیر ہوتا تھا یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ کے ساتھ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کا بھی اُسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔

یہ سوال حضرت عقیل ابن ابی طالب پر امیر معاویہ نے بھی کیا تھا کہ تمہارا چچا ابولہب ہے تو جناب عقیل نے جواب میں فرمایا کہ اس کی بیوی تمہاری پھوپھی ہے اور سوار اپنی سواری سے بہر طور بہتر ہوتا ہے۔

عباسی کی اس خرافات کا جواب ہم نے اس کتاب کی دوسری اور تیسری جلد کے لئے مخصوص کر رکھا ہے اس لئے یہاں تفصیل میں نہیں جائیں گے۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام

ابو جہل کی شرارت کی سزا دینے کے بعد سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اپنی خدمات کا ذکر کیا تو حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا چچا جان مجھے تو سچی خوشی اور حقیقی مسرت اس وقت حاصل ہو گی جب آپ اسلام قبول کر لیں گے تاجدار انبیاء کا یہ جملہ خدا جانے کن اثر انگیزیوں سے بھرا ہوا تھا عرب کے جری ترین بہادر پر رقت طاری ہو گئی اور جناب حمزہ بن عبدالمطلب کا سر نیاز بارگاہِ رسالت میں پوری عقیدت اور مکمل احترام کے ساتھ خم ہو گیا۔

ابھی آپ کو حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ کفار و مشرکین مکہ نے عرب کے ایک اور جری ترین انسان کو بھی اسلام کی نذر کر دیا۔

رسالت کا عظیم شہکار جسے فاروق اعظم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ابو جہل وغیرہ سے سو اونٹ یا کوئی دوسرا انعام لینے کا وعدہ کر کے رسالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کرنے کی غرض سے چلا اور اپنی ہمشیرہ کے گھر چند لمحوں کے لئے رک کر آیات قرآنیہ کی تلاوت سُنی تو مقتل میں پہنچنے سے قبل ہی شہیدِ غمزہ ناز ہو گیا۔

محمد شمعِ محفل بود

مسلمانوں کے اجتماعات دار ارقم میں ہوتے تھے محمد شمع محفل ہیں اور پروانے گرداگرد بیٹھے ہوئے دلوں سے طواف کر رہے ہیں عرب کا چاند جلوہ ریز ہے اور ستاروں کا جھرمٹ لگا ہوا ہے۔

جناب عمر ابن خطاب نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنی آمد کی اطلاع دی چند صحابہ کرام نے آمدِ فاروقی کو خطرے کا پیشِ خیمہ سمجھتے ہوئے اظہارِ تشویش کیا تو غیرت ہاشمی جوش میں آگئی اللہ اور رسول کے شیر سیدنا حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دایاں ہاتھ تلوار کے قبضہ پر رکھے ہوئے فرمایا دروازہ کھول دو اور وہ جس بھی ارادے سے آیا ہے آنے دو۔

اعلانیہ نماز کی ادائیگی

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو آئے ہی سر دینے کے لئے تھے لہٰذا یہ کام تلواروں کی جھنکار پیدا ہوئے بغیر ہی ہو گیا چند لمحوں بعد عمر فاروق کی گردن بھی قلادہ اسلام سے مزین ہو گئی اسلام قبول کرتے ہی فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو پہلی پیش کش کی وہ وہ بیت الحرام میں کھلم کھلا نماز پڑھنے کی تھی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی درخواست کو شرف قبولیت عطا فرمایا چنانچہ ایک روایت کے مطابق

اُسی روز اور ایک اور روایت کے مطابق دوسرے دن حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس شان سے حرمِ محترم میں تشریف لائے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے دائیں طرف اور حضرت حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بائیں طرف شمشیر برہنہ ساتھ ساتھ چل رہے تھے ہراول کے باڈی گارڈ کے طور پر جناب شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار سونتے ہوئے چل رہے تھے اور ان کے آگے حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ننگی تلوار لئے جا رہے تھے دیگر گروہ اسلام صف بستہ آپ کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔

وگویند ہمہ روز و بروایتے روزِ دیگر حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را بیرون آوردا بو بکر صدیق بریمین وحمزہ دریسار وعلی درپیش وعمر درپیش علی ہمہ شمشیر ہا برکشیدہ وباقی مسلمانان ہمہ درقفائے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صف زدہ میرفتند۔

(معارج النبوۃ رکن سوم ص ۵۲)

عمر فاروق کا اعلان اسلام

کافروں کا گمان تھا کہ عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ معاذ اللہ شمعِ رسالت کو گل کر کے آ رہا ہوگا مگر ادھر تو پانسہ ہی پلٹ چکا تھا اور قتل کے ارادہ سے جانے والا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس شمع رسالت پر پروانہ وار نثار ہونے کے لئے پر تول رہا تھا تاہم بعض کفار کے دل میں ابھی یہ خیال باقی تھا کہ عمر ابن الخطاب مسلمانوں کو قتل کرنے کے ارادے سے مقتل کی طرف لایا ہے چنانچہ انہوں نے اپنے خیال کا اظہار بلند آواز سے کیا تو فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے معاشرِ قریش جان لو کہ میں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا قلادہ اپنی گردن میں ڈال لیا ہے تم لوگ بھی اسلام قبول کر لو ورنہ میری تلوار تمہارے سروں پر ہوگی۔

کفار کا حملہ علی نے روکا

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کافروں سے محوِ گفتگو تھے کہ اُن لوگوں نے مایوسی اور تحیر کے جذبات سے مغلوب ہو کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حملہ کر دیا چونکہ یہ حملہ اچانک ہو گیا تھا اس لئے ممکن تھا کہ کوئی تکلیف دہ امر ظہور میں آ جاتا مگر ہر وقت آنکھیں کھلی رکھنے والے ہاشمی عقاب سیدنا حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بروقت امداد فرماتے ہوئے دشمنوں کو تلوار کی باڑھ پر رکھ لیا۔

ہمہ یکبار حملہ برعمر آوردند وعمر نیز متوجہ ایشاں شد وعلی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بامداد عمر رضی اللہ عنہ تیغہا برکشیدند وکفار را رارند۔

(معارج النبوۃ رکن سوم ص ۵۳)

بعد ازاں ایک طویل قامت شخص کو گرانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس کی آنکھوں میں انگلیاں گھسیڑ دیں اور جب کوشش بسیار کے باوجود اس کی گلوخلاصی نہ ہو سکی تو چلانے لگا کہ بچاؤ مجھے عمر نے مار ڈالا اُس کے شور مچانے پر مزید لوگ جمع ہو گئے تو اسے آپ سے چھڑا لیا۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو رکعت نماز نفل ادا فرمائی اور بعض روایتوں کے مطابق نماز ظہر باجماعت ادا کی تھی۔

پھر آگ بھڑک اُٹھی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثتِ مبارکہ کے چھٹے سال حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول فرمایا تو اسلام کے خلاف مسلسل پکنے والا لاوا کفار کے پتھر جیسے دلوں کے کناروں سے بہہ نکلا اُن لوگوں کو جنابِ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا اس قدر شاق گزرا جیسے انہیں بجلی کا شاک لگ گیا ہو۔

فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے سے ایک طرف تو اُن کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا اور دوسری طرف اُن کی آتشِ انتقام شدت سے بھڑک اُٹھی یہ اُسی آتشِ انتقام کا نتیجہ تھا کہ اُنہوں نے تمام ابلیسی حربوں سے لیس ہو کر مسلمانوں پر ستم آرائیوں کی یلغار کر دی نتیجۃً اہل اسلام پر عرصہ حیات تنگ ہونا شروع ہو گیا۔

ہجرتِ حبشہ کا اعلان

اور بالآخر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فیصلہ فرمانا پڑا کہ کفار کی بڑھتی ہوئی ایذا رسانیوں سے بچانے کے لئے مسلمانوں کو اُن کے نرغہ سے نکال دینا چاہیے

چنانچہ مسلمانوں کے کثیر گروہ کو آپ نے حبشہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا"

اِن مہاجرین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عالی قدر صاحبزادی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا بھی اپنے شوہر سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ تشریف لے گئیں حبشہ کے بادشاہ سیدنا نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اہل اسلام کی تشریف آوری پر اُن کا نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا اور ہر قسم کی

اعانت ومعاونت کی پیش کش کی۔

شاہِ حبشہ کا قبولِ اسلام

اگرچہ شاہ حبشہ اُس وقت عیسائی مذہب کا پیروکار تھا مگر جناب جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید فرقانِ حمید کی چند آیات مبارکہ جو حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی شان میں تھیں سننے کے بعد زاروقطار رونے لگا اور اسلام کی حقانیت کو دل سے قبول کرنے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

کفار مکہ کا ایک وفد شاہِ حبشہ کے پاس بھی پہنچ گیا اور مہاجرین کی واپسی کا مطالبہ کیا اور کہا کہ یہ لوگ ہمارے بھاگے ہوئے مجرم ہیں اس لئے اِنہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے۔ مگر شاہِ حبشہ نے اُن کی اِس درخواست کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ ہماری پناہ میں ہیں اِس لئے واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اِنہی مہاجرین اسلام میں سیدہ اُم حبیبہ بنتِ ابوسفیان بھی اپنے شوہر کے ساتھ تشریف لے گئی تھیں وہیں پر ہی آپ کے شوہر کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شاہِ حبشہ کو پیغام بھیجا کہ اُم حبیبہ کا نکاح ہمارے ساتھ کر دیا جائے چنانچہ نجاشی نے اپنے خزانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے حق مہر ادا کر کے جناب اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح آپ سے کر دیا اور آپ اُم حبیبہ بنت ابوسفیان سے اُمہات المومنین کے زمرہ میں شامل ہو کر اُمّ المومنین سیّدہ اُم حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بن گئیں سلام ہو آپ کی ذات پر اور آپ کی خوش قسمتی پر۔

مشرکینِ مکہ کی کوشش

بہر حال مسلمانوں کی کثیر تعداد کا حبشہ کو ہجرت کر جانا اور کفار مکہ کا شاہ حبشہ کو اُن کے خلاف بھڑکانے کے باوجود ناکام ونامراد رہنا اُن کے حسد وبغض میں مزید اضافے کا سبب بنا اور کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مترادف وہ لوگ بار بار حضرت ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آنے لگے"

کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں یا انہیں روک دیا جائے کہ ہمارے بتوں کی تکذیب نہ کریں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور ایک ہاتھ پر سورج بھی لا کر رکھ دیں تو جب بھی دعوت وتبلیغ کا یہ سلسلہ بند نہیں کروں گا کیونکہ! یہ بت جھوٹے ہیں میں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتا

المختصر بات بڑھتی گئی مکہ معظمہ میں اس وقت آپ کے صرف چند ساتھی باقی تھے جبکہ کفارِ مکہ کی ریشہ دوانیاں اور آتشِ انتقام کی شعلہ باریاں اِنتہائی عروج پر پہنچ گئی تھیں تاہم ان کے جواب میں تاجدارِ انبیاء

والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت و صیانت کے لئے جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے کمال حکمتِ عملی سے کام لیتے ہوئے خاندانِ بنو ہاشم کی عصبیت وحمیت کا ناقابل تسخیر حصار قائم کر رکھا تھا جس کو توڑ کر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کرنے کی جرأت کرنا پورے عرب کے بھی بس کا روگ نہیں تھا کیونکہ بنو ہاشم کے حلیف قبیلوں کا بھی ایک جال پھیلا ہوا تھا چنانچہ کفارِ مکہ نے ہر طرف سے مایوس و نامراد ہو کر ابوجہل اور ابوسفیان وغیرہ کی سرکردگی میں اپنے ہمنواؤں کا ایک اجتماع کیا اور اس میں فیصلہ کیا گیا کہ یا تو بنو ہاشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے سپرد کردیں تاکہ ہم اُنہیں قتل کردیں یا پھر تمام بنو ہاشم کا اِس طریقہ سے سوشل بائیکاٹ کردیا جائے کہ نہ تو ان کی مجالس میں جاؤ اور نہ ہی اُن سے اختلاط اور میل جول رکھو نہ اُن سے خرید و فروخت کرو اور نہ ان کے گھروں میں جاؤ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردینے کا مطالبہ تسلیم کرلیں۔

شعب ابی طالب

چنانچہ کفارِ مکہ نے اپنے فیصلہ پر عمل درآمد کرنے کے لئے آپس میں بنو ہاشم کے بائیکاٹ کا معاہدہ کیا اور پھر اس معاہدہ کی تحریری دستاویز تیار کر کے کعبہ شریف میں لٹکا دی گئی اور بنو ہاشم کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کردیا کہ تم لوگوں سے قطعی طور پر مقاطعہ کردیا گیا ہے۔

خاندان ہاشمی کے تمام افراد ابولہب کے سوا جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے کنٹرول میں تھے خاندانی عصبیت رکھنے کے باوجود ابولہب کی سرکشی اور محرومی کی سب سے بڑی وجہ اُس کی بیوی ام جمیل تھی چونکہ وہ ابوسفیان کی سگی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ تیز طرار بھی تھی اس لئے وہ بالعموم اپنی ہر بات ابولہب سے منوا کر ہی دم لیتی تھی۔

اِس مقام پر بھی اُس نے اُموی عصبیت کو ہاشمی عصبیت پر فوقیت دینے کے لئے ابولہب کو مجبور کردیا کہ وہ خود کو ہاشمیوں سے الگ تھلگ رکھنے کا اعلان کرے اور ابوسفیان وغیرہ سے مل کر خاندان ہاشمی کے خلاف کئے جانے والے معاہدہ کی توثیق کرے۔ چنانچہ اُسے اپنی نامراد بیوی اور سسرالی رشتہ داروں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اپنی خاندانی روایت کو توڑنے ہی میں عافیت نظر آئی۔

حضرت ابوطالب کا پہرہ

بہر حال حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع اپنے عظیم خاندان کے مردوں عورتوں اور بچوں کے ساتھ اُس گھاٹی میں محصور ہو کر رہ گئے جسے "شعب ابی طالب" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

خاندانِ ہاشمی میں اس وقت اسلام لانے کی تعداد انتہائی کم تھی بلکہ بعض روایات کے مطابق سوائے جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اور سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے مردوں میں کھلم کھلا اسلام قبول کرنے والا کوئی دوسرا شخص نہیں تھا بایں ہمہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی موجودگی نے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر غم سے آزاد کر رکھا تھا جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بستر استراحت پر ہوتے تو حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شمشیر گردن میں حمائل کئے آپ کا طواف شروع کر دیتے اور یوں چکر کاٹتے رہتے جس طرح شمع کے گرد پروانہ طواف کرتا ہے۔

علاوہ ازیں عام طور پر حق حفاظت اس طرح بھی ادا کیا جاتا کہ رات کے وقت آپ کے سونے کی جگہ کو تبدیل کر دیتے اور جہاں آپ سوئے ہوتے وہاں اپنے کسی بھائی، بھتیجے یا بیٹے کو سلا دیتے اور آپ کو کسی اور جگہ منتقل کر دیتے۔

شعب ابی طالب کا زمانہ

شعب ابی طالب میں پیش آنے والے جانگداز واقعات کی تفصیل انتہائی طویل ہے جسے ہم نے شرح وبسط کے ساتھ اپنی کتاب ایمان ابی طالب میں درج کر رکھا ہے یہاں صرف اس کا اجمالی خاکہ ہی پیش کیا جاتا ہے۔

(۱) شعب ابی طالب کے محصورین کو کئی کئی دن فاقہ کشی کرنا پڑتی تھی کیونکہ سامان خورد ونوش جو جمع کیا گیا تھا وہ انتہائی ناکافی تھا اور کفار مکہ نے وہاں مزید خوراک پہنچنے کی مکمل طور پر ناکہ بندی کر رکھی تھی

(۲) سال بھر کے بعد صرف حج کے موقع پر ہاشمی خاندان کو بازار دیکھنا نصیب ہوتا تھا مگر وہاں پر بھی کفار مکہ اپنے خبثِ باطنی کا پورا پورا مظاہرہ کرتے"

اول تو وہ کوشش کرتے کے کوئی دوکاندار اِن کے ہاتھ کوئی چیز فروخت ہی نہ کرے اور اگر کوئی باہر سے آیا ہوا دکاندار اُن کی بات ماننے سے انکار کر دیتا تو فوراً اُس سے وہ چیز مہنگے داموں یا منہ مانگی قیمت ادا کر کے خرید لیتے۔

(۳) کفار مکہ نے غیر ہاشمی مسلمانوں کو جو معدودے چند مکہ معظمہ میں موجود تھے اُن کو بھی منع کر رکھا تھا کہ وہ کسی بھی قسم کی کوئی چیز شعب ابی طالب میں نہیں پہنچا سکتے۔ نہ ہی کسی شخص کو محصورین سے ملاقات کی اجازت تھی حالانکہ اِن مسلمانوں میں پروانۂ شمع رسالت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے اور جمال مصطفیٰ کے عاشق سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے مگر یہ بھی شائد عشق کا ہی کوئی

امتحان تھا کہ جن لوگوں کے لئے محبوب کی ایک لمحہ کی جدائی بھی ناقابل برداشت اور وجہ اذیت تھی اُنہیں قریب رہتے ہوئے بھی تین سال کا طویل عرصہ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمال جہاں آراء کی جلوہ آفرینیوں سے محروم کر دیا، اور جو لوگ اپنے گھر کا سارا سامان محبوب کے حکم پر نچھاور کر دینا باعث سعادت دارین خیال کرتے تھے انہیں اس قدر مجبور کر دیا گیا کہ وہ چند سیر جو یا نان جویں بھی اس جلوہ گاہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہ پہنچا سکے جہاں بچے بوڑھے عورتیں تو ایک طرف کڑیل جوان بھی بھوک کی شدت سے مغلوب ہو کر کٹے ہوئے شہتیروں کی طرح گر پڑتے تھے۔

رحمتِ الٰہی جوش میں

بہر حال اِسے مشیت الٰہیہ کے علاوہ اور کچھ نہیں کہا جا سکتا اتنا سمجھ لیجئے کہ اسلام کا یہ دور ابتلاء و آزمائش کا سنگین دور تھا دائرہ اسلام میں آنے والا ہر شخص بالعموم اور خاندان ہاشمی کا ہر فرد بالخصوص انتہائی کسمپرسی کے عالم میں اُس وقت کا انتظار کر رہا تھا کہ کب اِن صبر آزما اور اذیت ناک لمحات کا خاتمہ ہو اور کب وہ اس قید و بند سے نجات حاصل کر کے آزادی کا سانس لے سکے پھر جب تین سال کا کٹھن اور طویل عرصہ گزر گیا تو رحمتِ الٰہی جوش میں آ گئی۔

حضور نے بشارت دی

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مشفق و مہربان اور امین و شفیق چچا جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر بشارت دی کہ چچا جان اب تکلیف و مصیبت اور قید و بند کی صعوبتوں کا خاتمہ ہونے والا ہے۔

مجھے میرے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ کفار نے ہمیں محصور کرنے کے معاہدہ کی جو دستاویز تیار کی تھی اس کی پوری تحریر کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم مقدس کے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔

آپ کفار کے پاس جا کر اُن کو اِس اَمر سے مطلع کر دیں کہ تمہارے معاہدے کو اللہ تعالیٰ نے ختم کر دیا ہے لہٰذا اب ہمیں آزاد کر دو پیمبر رسول آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ پیغام لے کر کفار مکہ کے پاس چلے گئے۔

اُن کے سر کردہ لوگوں کو حقیقت حال سے مطلع فرمایا تو انہوں نے اس بات کو انتہائی بے یقینی کے عالم میں سنا اور بے بنیاد تصور کیا جناب ابو طالب رضی اللہ نے پوری قوت اور پورے وثوق سے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات میرے بھتیجے نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے مطابق ارشاد فرمائی ہے۔

اور یہ قطعی طور پر درست ہے کیونکہ میرے بھتیجے نے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں البتہ میں اُن کی صداقت پر مکمل طور پر یقین رکھتے ہوئے تمہارے ساتھ یہ معاہدہ کرنے کو تیار ہوں کہ اگر میرے بھتیجے کے فرمان کے مطابق تمہاری دستاویز ضائع ہو چکی ہو تو ہمیں آزاد کر دو بصورت دیگر میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا جس کے لئے تمہیں اختیار حاصل ہوگا خواہ انہیں زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔

کفار کا تو شروع سے ہی یہ مطالبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن کے سپرد کر دیا جائے چنانچہ اُنہوں نے فوراً ہی حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ فیصلہ مانتے ہوئے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو آپ نے ہمارے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے لہٰذا ہمیں آپ کی یہ شرط منظور ہے۔

پروانۂ نجات

چنانچہ سب لوگ بیت اللہ شریف میں آئے تو چمڑے وغیرہ میں رکھی ہوئی دستاویز کو اتار کر کھولا گیا تو رسول صادق و امین کے فرمان کے مطابق سوائے اللہ تعالیٰ کے اسم پاک کے پوری کی پوری تحریر دیمک کی نذر ہو چکی تھی۔

کفار مکہ نے اپنی تحریر کا یہ حشر دیکھا تو اُن کے سر شرم و ندامت سے جھک گئے اور انہوں نے حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے نگاہیں ملائے بغیر یہ اعلان کر دیا کہ بنو ہاشم کا حصار توڑ دیا جائے اور اِن کے بائیکاٹ کا فیصلہ واپس لیا جاتا ہے۔

جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ پروانۂ نجات حاصل کرنے کے بعد خوشی خوشی واپس تشریف لے آئے اور تمام ماجرا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کر دیا آپ نے سنا تو انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا اور مصیبت کے اس تکلیف دہ زمانہ سے رہائی پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں تشکر و امتنان کے آنسوؤں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے سجدۂ شکر ادا کیا۔

مصیبت میں رفاقت

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی صرف اسی ایک سعادت کا ذکر کیا جائے جو آپ کو اس مصیبت اور پریشانی کے وقت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رفاقت کے سلسلہ میں حاصل ہوئی تو سینکڑوں دفتر درکار ہیں حقیقت یہ ہے کہ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اور......سایہ اُٹھ گیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

شعب ابی طالب کی صعوبتوں اور اذیتوں سے رہائی حاصل ہوئے ابھی تھوڑا عرصہ ہی گزرا تھا کہ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مبارک سروں سے اُس ہستی مقدس کا سایہ بھی اُٹھ گیا جس کے دم قدم کی برکت سے کفارِ مکہ باوجود اپنی پوری قوت خرچ کرنے کے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی انتقامی کارروائیوں کا شکار نہ بنا سکے وہ عظیم المرتبت اور عزت مآب ہستی جسے تاریخ میں ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اپنے آخری سانس تک حضور رسالت مآب سے حق وفاداری ادا کرنے کے بعد خالقِ حقیقی سے جا ملی جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا اولادِ بنو ہاشم کو آخری خطبہ یہ تھا کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے معاونت بھی کرتے رہنا اور اِن کی اتباع بھی کرنا اِن کی اطاعت و فرماں برداری تمہیں دونوں جہان کی نعمتوں سے سرفراز کردے گی اور پھر اس کے بعد فرمایا کاش مجھے زندگی کے کچھ اور لمحات بھی میسر آجاتے تو میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مزید خدمت کرنے کا شرف حاصل کر لیتا۔

روایات کی دبیز تہیں آپ کے تشخص کو دھندلانے کا فریضہ انجام دیتی رہی ہیں مگر جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نام آج بھی اِسی طرح تابندہ و درخشندہ ہے جس طرح شعب ابی طالب کے زمانہ میں تھا۔

حضور کا اظہارِ غم

آپ کی وفاتِ حسرت آیات کا حضور کو کس قدر صدمہ ہوا ہوگا اِس کا عکس حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان میں آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں !

جب تک ہمارے چچا ابو طالب بقیدِ حیات رہے ہم کفار و مشرکین کے شر و فساد اور اذیت ناکیوں سے محفوظ رہے ہمارے چچا ابو طالبؑ کی آنکھیں بند ہونے کی دیر تھی کہ ہم پر آلام و مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے چند روز پہلے محبوبہ محبوبِ خدائے پاک اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال بھی ہو چکا تھا۔ اِس دوہرے غم واندوہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کو تصویرِ غم بنا کر رکھ دیا، اور اِن مقدس و محترم ہستیوں کے یک لخت بچھڑ جانے کا آپ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ آپ نے اُس سال کا نام "عام الحزن" یعنی غم کا سال رکھ دیا جس میں اِن دونوں نے وصال فرمایا تھا۔

اِس مقام پر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے مگر ہم اپنے مضمون کو طوالت سے بچانے کے لئے اِختصار کے طور پر یہی بتانے پر اِکتفا کریں گے کہ جنابِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جنابِ حیدرِ کرار علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کس انداز سے اظہارِ غم فرمایا،

پیامِ غم واَلم

جب جنابِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال مبارک ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے روتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اس کوہِ الم کے ٹوٹنے کی اطلاع دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چشمان مبارک اشکبار ہوگئیں آپ نے روتے ہوئے فرمایا !علی جو ہونا تھا ہو چکا اور یہ وہ غم ہے جس کا مداوا کبھی نہیں ہو سکے گا"

اللہ تعالیٰ کی رضا کو بہر طور قبول کرنا ہی پڑے گا صبر سے کام لو اور تجہیز و تکفین کی تیاری کرو اور یاد رکھو ہمارے چچا کو غسل خود اپنے ہاتھ سے دینا۔

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانِ رسالت کے مطابق آپ کو غسل وغیرہ دے کر تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد حضور رسالت مآب کی خدمت اقدس میں روتے ہوئے حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا علی اب خود بھی غسل کر لو تاکہ جنازہ لے جانے کی تیاری کی جائے۔

دعائے محمد برائے علی

چنانچہ فرمانِ محبوب کے مطابق جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی غسل فرما کر بارگاہِ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے جناب حیدر کرار علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب میں غسل کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اس قدر دعائیں دیں کہ وہ میرے لئے دنیا و مافیہا سے بدرجہا بہتر ہیں۔

غم نے اظہارِ محبت کر دیا

وفاتِ ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر فوراً ہی پوری وادیٔ بطحا میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی ہاشمی خاندان کے اکثر افراد پہلے ہی آپ کے پاس موجود تھے بہر حال جب کثیر لوگ جمع ہو گئے تو آپ کا جنازہ مبارک اٹھایا گیا۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روتے ہوئے اور یہ جملے ادا فرماتے ہوئے جنازہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے میرے غم گسار چچا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے اور آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے آپ نے میرے حق میں کبھی کوئی تقصیر نہیں کی اور پھر بطحائے مکہ کے سردار اور نبوت و رسالت کے ناقابل تسخیر حصار سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وادی حجون جسے جنت المعلیٰ کہا جاتا ہے جناب خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چند گز آگے جناب عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے مبارک میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

حضور روتے رہتے

تدفینِ ابوطالب کے بعد جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود کو حجرۂ مبارک میں بند کر لیا اور آپ کے غم میں ہمہ وقت روتے رہتے اور سوائے نماز کے دوسرے کسی بھی کام کی طرف توجہ نہ فرماتے اور یہ سلسلہ کئی دنوں تک جاری رہا۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ ساتھ جناب شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام بھی غم والم کی تصویر بنے ہوئے تھے آپ کو اپنے والدِ گرامی کے وصال مبارک کا جو صدمہ ہوا اس کے اظہار کے لئے الفاظ کا دائرہ انتہائی ناکافی نظر آتا ہے علاوہ ازیں ان واقعات کو یہاں مختصراً بیان کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جناب ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ پر ہماری ایک مبسوط کتاب موسومہ بہ ایمان ابی طالب پہلے ہی چھپ چکی ہے جس میں آپ کے ایمان پر وارد شدہ اعتراضات کا ایمان افروز ردِ بلیغ بھی کر دیا گیا ہے

مرثیہ وسلام

اس مقام پر جناب شیرِ خدا مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وہ چند اشعار نقل کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جو آپ نے اپنے والدِ ماجد سیدنا ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال پر ملال پر اپنے غم واندوہ کے اظہار کے لئے انشاء فرمائے پہلے اُن اشعار کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جناب حیدر کرار فرماتے ہیں !

اے میرے والد ابوطالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اے پناہ چاہنے والوں کی جائے پناہ اور اے خشک سالی کے پانی اور تاریکیوں کے اجالے آپ کی موت نے غیرت مندوں کو شکستہ دل کر دیا ہے اور آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بہترین چچا تھے۔

میں رات کے آخری حصہ میں بلند آواز سے نوحہ کرنے کے لئے بیدار رہا اور میری یہ نوحہ خوانی اُس امیر کے لئے تھی جسے سردار بنایا گیا تھا اُس سردار اور امیر سے میری مراد میرے والدِ گرامی حضرت ابوطالب

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو صاحب جود و سخا اور غربا و مساکین کے ملجا و ماویٰ ہیں۔

میرے والد گرامی ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپاہج اور ناخلف نہیں تھے بلکہ حلیم الطبع اور صاحب حلم ہیں اس صاحب حکومت نے اپنی (بے وقت) موت سے ایک ایسا خلا پیدا کر دیا ہے جسے یا تو بنو ہاشم بند کر دیں یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی جانے والی زیادتیوں کی آگ کو خود اللہ تبارک و تعالیٰ ٹھنڈی کرے گا۔

(افسوس) قریش (کفار مکہ) ان کی موت پر خوشیاں مناتے ہیں کہ اب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آزادانہ ظلم و تشدد کر سکیں گے حالانکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو زندہ رہنے والا ہو۔

ابا طالب عصمة المستجیں
وغیث المحول و نور الظلم

لقد ھد فقدک اہل الحفاظ
وقد کنت للمصطفٰی خیر عمٍ

ارقت لنوح اخرا للیل عردا
لشیخی ینعی والرئیس المسودا

ابا طالب ماوی الصعا لیک ذالندی
واذا الحلم لا خلفًا و لم یک قعددا

اخا الملک خلی ثلمة سلیدھا
بنو ہاشم اولیتباح فیھما

فامست قریش یفر حون بفقدہ
ولست اریٰ حیًا یشی مخلدًا

(دیوان علی علیہ السلام ص ۵۵)

جناب اسد اللہ الغالب بحضور خدیجہ وابو طالب

علاوہ ازیں جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور جناب ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کی وفات حسرت آیات کے صدمات کا اظہار اس طرح فرمایا۔

"اے میری دونوں آنکھو ! وادیٔ بطحا کے اُس سردار پر جس کا نام ابو طالب ہے اور بطحا کے اُس رئیس کے بیٹے کی موت پر جس کا نام عبد المطلب ہے اور اُس عورتوں کی سردار کی موت پر جس نے سب سے پہلے نماز پڑھی اور جس کا نام خدیجۃ الکبریٰ ہے وہ دونوں ابو طالب اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پاکیزہ ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کی فطرت کو ہی پاک بنایا ہے مبارک ہیں یہ دونوں کہ خود خداوندِ قدوس نے اِن کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اِن دونوں کی (موت) کی مصیبت وآلام نے فضا اور ہوا کو تاریک کر دیا ہے اور میں اِن دونوں کے بچھڑ جانے کے رنج وغم کی وجہ سے رو رو کر اور تکلیفیں اٹھا کر رات گزارتا ہوں۔

اِن دونوں نے خدا تعالیٰ کے رستے میں دین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان لوگوں کے خلاف امداد واستعانت فرمائی جو دین میں سرکشی کرتے تھے۔

اور یہ دونوں وہ ہیں جنہوں نے اپنے عہد وپیمان کا لحاظ کرتے ہوئے حق وفاداری ادا کیا۔

اعینی جو د ابارک اله فیکما
علیٰ ھا لکین لا تریٰ لھما مثلا

علیٰ سیدالبطحا و ابن رئیسھا
وسیدۃ النسوان اول من صلی

مھذ بۃ قر طیب اللّٰہ فیمھا
مبارکۃ واللّٰہ ساق لھا الفضلا

مصا بھما ادجیٰ لیٰ للجو والھوا
فبت اقاسی منھما الھم والثکلا

لقد نصرا فی اللّٰہ دین محمد
علی من لغیٰ فی الدین قدر عیا الا

(دیوان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ص ۱۳۹)

باب

ہجرتِ حیدر کرار علیہ السلام

شبِ ہجرت

یوں تو جناب حیدر کرار علیہ السلام ازل ہی سے فنافی الرسول کے مقام جلیل وعظیم پر فائز تھے بھی اور ہیں بھی اور دربار مصطفی سے ہر آزمائش و ابتلاء کے وقت جاں نثاری اور جاں سپاری کا تمغہ آپ ہی کو تفویض کیا جاتا رہا مگر بعض مقامات پر تو آپ محبوب پر فداکاری کی ایسی مثالیں پیش کر دیتے ہیں جن کی مثال ہی پیش نہیں کی جاسکتی۔

حسنِ فداکاری اور رنگ جاں سپاری تو آپ کے روئیں روئیں سے پھوٹا پڑتا تھا اور پھر اس پر طرہ یہ کہ آپ کو اپنے ایثار کے اظہار کے جولا جواب مواقع نصیب ہوئے وہ آپ ہی کا حصّہ تھے اور کسی دوسرے کو ان میں شریک کیا ہی نہیں جاسکتا۔

انہی حسین ترین اور انمٹ نقوشِ وفاداری و جاں نثاری میں ایک نقشِ فروزاں آپ نے ہجرت کی رات کو قرطاسِ دہر پر ثبت فرمایا۔

ہجرت بحکمِ خدا

کفار مکہ نے جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور اذیت ناکیوں کی انتہا کر دی تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خالقِ کائنات مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمانے کا پروگرام مرتب فرمالیا اور چند ہی روز میں اپنے تمام ساتھیوں کو مدینہ منورہ کی جانب روانہ کر دیا حتیٰ کہ آپ کے ساتھ صرف دو جلیل القدر شخصیتیں یارِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئیں۔

کفار و مشرکین مکہ نے اس نئی صورتِ حالات کا جائزہ لینے کے لئے دار الندوہ میں جمع ہونا شروع کر دیا بظاہر تو یہ اجتماع ابوسفیان اور ابوجہل کی زیر قیادت ہوا تھا مگر بباطن اِن دونوں دُشمنانِ خدا اور رسول کی مزید راہنمائی کے لئے ابلیس لعین بڈھے نجدی کی صورت میں کرسی صدارت پر موجود تھا۔

اجمع قریش و معھم ابلیس فی صورت شیخ نجدی فی دار الندوہ

(الوفا ابن جوزی ج ا ص ۶۰) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۰ و دیگر کتب سیر)

یاد رہے کہ اہلِ حجاز کو جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلاف ابھارنے کا موقعہ آیا شیطان نے کسی نہ کسی نجدی کا ہی روپ دھار کر اپنے شیطانی اور ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔

نجدی اور شیطان نہایت دلچسپ عنوان ہے لیکن ہم اُسے کسی دوسرے مقام پر زیرِ خامہ لائیں گے یہاں تو ہم یہ بتا رہے تھے کہ تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کی شب کفارِ مکہ نے سازشوں کے کون کون سے جال تیار کئے تھے۔

احادیث وتفاسیر اور تواریخ وسیر کی ثقہ ترین کتب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہجرت کا پس منظر متفقہ علیہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ،

کفار کے ارادے

جب حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کو خفیہ طور پر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا میں بھیج دیا اور آپ کے پاس عورتوں اور بچوں کے علاوہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہٗ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے تو کفارِ مکہ کو یقین ہو گیا کہ اب یہ سب حضرات بھی جلد ہی مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں گے چنانچہ انہوں نے ابوجہل لعین کی سرکردگی میں دارالندوہ میں ایک اجتماع اس مسئلہ پر غور وغوض کرنے کے لئے کیا۔

ابوجہل ملعون نے مشورہ دیا کہ ہر قبیلہ سے ایک نوجوان اُٹھے اور اجتماعی طور پر مل کر محمد کو قتل کر دیا جائے کیونکہ اگر ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی ہمارے ساتھ ہو گا تو بنو ہاشم تمام قبائل سے لڑائی لڑنے کا خطرہ مول لینے سے گریز کریں گے اور بالآخر قصاص قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں گے اور یہ جھگڑا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں ابلیس لعین بھی بڈھے نجدی کی صورت میں وہاں پر موجود تھا چنانچہ سب سے پہلے اس نے ہی ابوجہل لعین کے اس مشورہ کو پسند کرتے ہوئے باآواز بلند تائید کی اور کہا کہ اس نوجوان کا مشورہ بالکل درست اور لاجواب ہے لہٰذا اس پر فوری طور پر عمل کیا جائے۔

بڈھے نجدی ابلیس لعین کے تائیدی بیان سے مطمئن ہو کر سب لوگوں نے ابوجہل لعین کے مشورہ کو قبول کر لیا اور مجمع منتشر ہو گیا طے یہ پایا کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان خفیہ طور پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کے قریب آتا جائے اور جب سب لوگ جمع ہو جائیں اور راستہ کی ناکہ بندی کرنے کے علاوہ باقاعدہ طور پر پورے گھر کا محاصرہ کر لیا جائے اور جب آپ باہر تشریف لائیں تو آپ کو شہید کر دیا جائے اور اگر آپ رات کے وقت گھر سے باہر نہ نکلیں تو سحر نمودار ہونے سے قبل آپ کو گھر میں جا کر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے۔

حضور کو بروقت اطلاع

اُدھر خالق کائنات نے حضرت جبریل علیہ السلام کو بارگاہ مصطفوی میں بھیج کر آپ کو مکہ معظمہ سے ہجرت کر جانے کی اجازت مرحمت فرماتے ہوئے یہ بھی بتادیا کہ محبوب آج آپ اپنے بستر پر استراحت نہ فرمائیں۔

چنانچہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحکم پروردگار جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس تشریف لے گئے اُنہیں تیار رہنے کا حکم فرمایا اُنہوں نے اس کام کے لئے دو اونٹنیاں پہلے ہی سے تیار کر رکھی تھیں علاوہ ازیں آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنی بیٹی اسماء اور اپنے غلام عامر بن فہیرہ کو دیگر زادِ راہ تیار کرنے کا ارشاد فرما کر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی مکمل تیاری کی رپورٹ پیش کردی۔

علی کو حکمِ رسول

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے ملاقات کے بعد آپ خانہ اطہر پر تشریف لے آئے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا۔

علی آج رات ہم مکہ معظمہ کو چھوڑ رہے ہیں اور تمہیں خدا کے بھروسہ پر یہیں چھوڑ کر جا رہے ہیں تم لوگوں کی وہ تمام امانتیں جو ہمارے پاس جمع ہیں اُن کو واپس لوٹا کر ایک دو روز بعد مدینہ منورہ آجانا علاوہ ازیں آج کی رات تمہیں ہمارے بستر پر ہماری چادر اوڑھ کر سونا بھی پڑے گا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے ارشاداتِ محبوب سے تو تمام احکام کو بسر و چشم قبول کرتے ہوئے جبینِ نیاز کو خم کردیا۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو جملہ احکامات صادر فرمانے کے بعد آپ رات ہونے کا انتظار فرمانے لگے۔

اُدھر کفار مکہ نے اپنے پروگرام کے مطابق مسلح نوجوانوں کو آپ کے آستانہ اقدس کے محاصرہ کے لئے تیار کرلیا اور جب رات کی تاریکی پھیل گئی تو ان لوگوں نے آپ کے راستہ کی مکمل طور پر ناکہ بندی کردی۔

جناب سیدہ سے ملاقات

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیاری مکمل فرمائی تو جناب سیدۃ النساء العالمین مخدومۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ کے پاس روتی ہوئی تشریف لائیں آپ نے فرمایا میری پیاری بیٹی آپ کیوں روتی ہیں؟

جناب سیدہؓ نے آنسو بہاتے ہوئے عرض کی ابا جان میں کیوں نہ روؤں جب کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ قریش کے سرداروں نے لات عزیٰ اور منات کی قسمیں اُٹھا کر یہ عہد کر لیا ہے کہ آپ کو شہید کر دیں (معاذ اللہ) اور ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو آپ کے خون کا پیاسا نہ ہو۔

آپ نے فرمایا ! پیاری بیٹی مجھے وضو کراؤ اور پھر آپ وضو فرما کر مسجد حرام کی طرف تشریف لے گئے تو دیکھا کہ کفار و مشرکین سر اٹھا اُٹھا کر اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں آپ نے مٹھی مبارک میں مٹی اُٹھا کر سورہ یٰسین کی چند آیات پڑھ کر اُن کی طرف پھینک دی اور شاہت الوجوہ فرماتے ہوئے ان کے درمیان سے گزر کر حرمِ محترم میں پہنچ گئے مگر کفار کو پتہ بھی نہ چل سکا آپ کب اُن کے درمیان سے گزر کر تشریف لے جا چکے ہیں چنانچہ وہ طلوعِ سحر تک پوری شب آپ کا راستہ دیکھتے رہے ادھر جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرم میں نماز ادا کرنے کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے گھر تشریف لے گئے اور ان کو ساتھ لے کر عازم مدینہ ہو گئے۔

علی بستر رسول پر

جوں جوں رات گزرتی گئی کفار مکہ کا انتظار بڑھتے بڑھتے بے چینی اور اضطراب کی صورت اختیار کرتا گیا اور پھر انہوں نے اپنے پروگرام کے مطابق جب آپ کو بستر مبارک پر ہی شہید کر دینے کا منصوبہ بنایا اور خانہ اطہر کے اندر جا کر دیکھا تو بجائے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آپ کے بستر مبارک پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے پایا۔

اس صورت حال سے کفار کو شدید ذہنی جھٹکے سے دوچار ہونا پڑا اور بالآخر انہوں نے پریشانی کے عالم میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سوال کیا کہ آپ کے صاحب کہاں ہیں تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔

چنانچہ کفار مکہ حیران پریشان واپس لوٹ گئے یہ تو تھا مختصر طور پر شب ہجرت کا خاکہ جو ہدیہ ناظرین کر دیا گیا اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی رات کیسے گزری۔

شیرِ خدا کی رات کیسے گزری

ادھر تو کفار مکہ اپنے پروگرام کی دوسری صورت پر عمل کرنے کا مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو سوتے میں ہی آپ کے بستر مبارک پر معاذ اللہ قتل کر دیا جائے اور ادھر اللہ تعالیٰ کے محبوب کا محبوب سپاہی شہید راہ وفا شیر خدا سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اس اشتیاق سے محبوب کے بستر اقدس پر محو استراحت ہے

کہ ابھی کافروں کی چمکتی ہوئی تلواروں کی بارش ہوگی اور ابھی محبوب کے بدلہ میں اپنی جان قربان کر کے حق محبت ادا کرنے کا موقع ملنے والا ہے۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ سے مقابلہ کرنے کا حکم فرمایا ہوتا تو سیف حیدری اُن کا خون چاٹنے کے لئے مچل رہی ہوتی مگر یہاں تو سو جانے کا حکم فرمایا گیا تھا پھر علی کیسے جاگتے رہتے آپ نے تو اپنے آقائے نعمت کے حکم کی تعمیل کرنا تھی۔

اُدھر غارِ ثور میں محبوب کبریا یارِ غار کے زانوئے مبارک پر سرِ اقدس رکھے ہوئے محو استراحت ہیں اور ادھر پروانہ شمعِ رسالت محبوب پر قربان ہو کر ابدی نیند سو جانے کے تصور میں سرشار ہو کر محو خواب ہے۔

اُدھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو رہے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہرہ دے رہے ہیں۔

ادھر مولائے کائنات علیہ السلام محوِ خوابِ ناز ہیں اور جبریل و میکائیل علیہما السلام پہرہ دے رہے اور ہر دو جانب یہی ایک صورت نظر آ رہی ہے کہ !

یار ہے خوابِ ناز میں جاگ رہے ہیں پاسباں

علی کے لئے اعزاز خداوندی

ارشادِ مصطفیٰ پر علی المرتضیٰ کو یوں قربان ہوتے دیکھا تو مشیت جھوم اٹھی فطرت کے تقاضوں کو ذوق آ گیا رحمت خداوندی جوش میں آ گئی۔

خالق کائنات نے جبریل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ آج میکائیل کو بھی ساتھ لے جاؤ پہلے غارِ ثور میں جا کر میرے محبوب کی خدمت میں سلام عرض کرو اور پھر علی کے لئے ان کی جاں نثاری کا یہ تمغہ پیش کرو۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

(سورۃ بقرہ آیت ۲۰۷)

یعنی لوگوں میں سے کوئی آدمی جان بیچتا ہے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔

اور پھر تم دونوں ایسے بندوں پر میری مہربانی کی دلیل بن کر علی کے پہریدار بن جاؤ جبریل تم سر کی جانب ایستادہ ہو جانا اور میکائیل تم پاؤں کی جانب کھڑے ہو جانا اور علی کو سوتے میں بھی ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے رہنا۔

ضروری وضاحت

ہم اس مقام پر نہایت اختصار کے ساتھ چند حوالہ جات پیش خدمت کرنے کے بعد آگے گزر جانا چاہتے تھے مگر خارجیوں کی بڑھتی ہوئی بے باکی اور حقائق کو مسخ کر دینے کی ابلیسی کوششوں کے پیش نظر ہمیں اس واقعہ کے حوالہ جات پیش کرنے کے لئے انتہائی فراخ دلی سے کام لینا پڑے گا۔

یہاں پر ہم اپنے قارئین کی خدمت میں بھی التماس کریں گے کہ وہ ایک ہی واقعہ کے متعلق حوالہ جات کی بھرمار کو ذوقِ سلیم پر بار نہ سمجھیں بلکہ نہایت صبر و سکون کے ساتھ کسی نہ کسی صورت اُن کو برداشت ہی کریں بلکہ خارجیوں کا منہ بند کرنے کے لئے ان سے استفادہ بھی کریں اور ہماری اس کوشش کو بجائے تضیع اوقات کے بنظر استحسان دیکھیں پہلے ہم نے بھی سوچا تھا کہ حسب سابق ایک کتاب سے عربی متن نقل کرنے کے بعد دیگر کتابوں کے نام اور صفحات نقل کر دینے پر ہی اکتفا کر لیا جائے لیکن پھر خود ہی اس خیال کی تردید کر دینا پڑی کیوں کہ ہمیں خارجیوں کے اس حربہ سے پہلے بھی واسطہ پڑ چکا ہے کہ فلاں کتاب کے حوالہ میں فلاں جملہ موجود نہیں۔

حالانکہ معمولی تغیر لفظی کے علاوہ تمام حوالہ جات حدیث بالمعنیٰ کی صورت میں قطعی طور پر درست ہوتے ہیں اس وضاحتی التماس کے بعد ہم اس دور کے پاکستان میں خارجیوں کے باوا آدم نا محمود عباسی کی وہ تحریر ہدیہ قارئین کرتے ہیں جس کی بنا پر ہمیں اس واقعہ کو طوالت کی نذر کرنا پڑا۔

خارجی عباسی نے خلافت معاویہ و یزید کے بین ہو جانے کے بعد بھی اپنی خبث باطنی کو ترک نہیں کیا بلکہ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسا شوشہ چھوڑتا ہی رہتا ہے جس میں اہانت اہلبیت کر لینے سے اس کے شیطانی ذوق کی تسکین کا سامان بھی فراہم ہوتا رہے اور اس کی ذریت کو بھی اپنے ضیاع ایمان کے لئے نئے سے نیا مواد ملتا رہے۔

کتاب ہذا کے آغاز میں آپ اس کی ایک کتاب ''وقائع زندگانی ام ہانی'' کے حوالہ سے ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ کس شاطرانہ انداز سے اس نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی والدہ کریمہ جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو معاذ اللہ کافرہ ثابت کرنے کی سعیٔ نا مسعود کی ہے اور اب یہاں اس کا ایک انتہائی غلیظ فریب ملاحظہ فرمائیں جس میں بڑے طنطنے کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شب ہجرت کو حضرت علی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر ہرگز نہیں سوئے بلکہ یہ شوشہ بعد کے غالی مؤلفین کا چھوڑا ہوا ہے اور یہ کہ ہجرت بجائے رات کے دوپہر کے وقت ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ بہر حال عباسی کی عبارت ملاحظہ ہو لکھا ہے۔

ایں گُلِ دیگر شگفت

غالی مؤلفین کا اس کے ساتھ یہ بھی بیان ہے کہ ہجرت کی رات حضور انور نے علی کو اپنے بستر پر سلا دیا یہ من گھڑت باتیں ہیں اور غلط محض ہیں حقیقت واقعہ یہ ہے کہ کفار مکہ کی سازش کا حال خواہ بذریعہ وحی خواہ قرآن سے جس وقت آں حضرت کو معلوم ہو گیا آپ نے مکہ سے ہجرت کا قصد فرما لیا۔

مستند کتب احادیث و تاریخ و سیر وغیرہ میں بسند صحیح معتبر و ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ ہجرت کے دن آپ عین دوپہر کے وقت بیت الشرف سے برآمد ہو کر سیدھے ابوبکر صدیق کے گھر تشریف لے آئے حضرت ابوبکر نے دو اونٹ عمدہ غذا کھلا کے پہلے ہی سے مہیا کر رکھے تھے پھر اسی دن شام کے جھٹ پٹے کے وقت اسی مکان کی عقبی کھڑکی سے نکل کر دونوں صاحب حضور انور اور ابوبکر صدیق غار ثور کو روانہ ہو گئے حضرت علی کو دوپہر کے وقت بستر پر لٹانے کا موقع اور ضرورت ہی کیا تھی یہ ساری کہانی بعد کے لوگوں کی من گھڑت محض بے اصل ہے اصلاً و حقیقتاً اسی مقصد سے وضع ہوئی جس کا ذکر ہو رہا ہے۔

(وقائع زندگانی اُم ہانی ص ۱۰۳ مؤلفہ محمود عباسی)

زعمائے اہل سنت کی خدمت میں

کیا فرماتے ہیں ہمارے وہ زُود رنج مہربان حضرات جنہیں محبتِ اہل بیت کے مہکتے ہوئے پھولوں سے رافضیت کی بو آنے لگتی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہجرت کی رات کو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بستر مبارک پر سوئے تھے کہ نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر آپ حضرات خوارج و نواصب کی شیطنت کا قلع قمع کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بھی اصلاح فرمائیں اور تحریر و تقریر کی صورت میں واقعات ہجرت بیان کرتے وقت جبلِ ثور کی کوہ پیمائی سے لے کر غار ثور کے خلوت کدوں تک ہی محدود نہ رہیں بلکہ حسن عقیدت سے یہ واقعہ بھی بیان کیا کریں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایثار کی انمٹ تصویر ہے۔

غلیظ لٹریچر کا جواب دو

ہمیں زُعمائے اہل سنت و جماعت سے بجا طور پر ایک شکوہ ہے جن کا اظہار ہم نے اپنی کتاب شہید ابن شہید جلد دوم میں بھی کیا تھا اور یہاں بھی اس کا اعادہ کرنے پر مجبور ہیں اور وہ شکوہ یہ ہے کہ،

آپ وہابیوں دیوبندیوں کی اِن تحریروں سے ہی آج تک چمٹے ہوئے ہیں جن کا سینکڑوں کتابوں میں جواب دیا جا چکا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے ان پر پوری پوری گرفت کی جا چکی ہے مگر وہابیہ اور دیابنہ کے

اس نئے روپ کو ظاہر کرنے کی ہرگز کوئی ایسی جامع کوشش نہیں فرماتے جو خوارج و نواصب کی واضح ترین تصویر ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر محبتِ اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے ایمان کا جز ہے تو پھر اہانت اہل بیت کو روکنے کے لئے آپ کی رگ حمیت و غیرت کیوں نہیں پھڑکتی اور وہ کون سی ایسی مصلحتیں ہیں جو آپ کو ناموس صحابہ کرام کے تحفظ کے ساتھ ناموسِ اہل بیت کا تحفظ کرنے سے روکے ہوئے ہیں ؟

کیا اہل بیت کا سارا معاملہ آپ شیعہ حضرات کے سپرد کر کے سرخرو ہو چکے ہیں یا محبتِ اہل بیت کو شیعوں کی جاگیر سمجھے ہوئے ہیں؟

کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ خارجیوں کی خوفناک اور ایمان کش تحریروں کا جواب دینا رافضیوں کی ذمہ داری ہے اور اگر آپ کی یہی سوچ ہے تو یہ اندازِ فکر آپ کو لے ڈوبے گا اِس لئے کہ اہل بیت کی محبت شیعوں کے لئے ہرگز ہرگز مخصوص نہیں کی گئی بلکہ عترت و اہل بیت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مودت و محبت رکھنا اہل سنت و جماعت کا طرۂ امتیاز ہے اِس لئے ہم درخواست کریں گے کہ آپ ناموسِ صحابہ کے ساتھ ساتھ ناموسِ اہل بیت کا بھی تحفظ کریں بلکہ موخر الذکر کو مقدم سمجھیں کیونکہ یہی ذریعہ نجات و مغفرت ہے۔

یہ قطعی طور پر غلط ہے کہ آپ دامنِ اہلِ بیت کو چھوڑ کر قیامت کے دن محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں سرخروئی حاصل کرلیں گے

اہل سنت کا فریضہ

خارجیوں اور ناصبیوں کے شیطانی حملوں کا جواب ایمان افروز تحریروں سے اگر کوئی دے سکتا ہے تو وہ اہل سنت و جماعت ہی ہے کیونکہ شیعہ حضرات اپنے اسلاف کی تحریروں میں خود ہی اس قدر اُلجھے ہوئے ہیں کہ قیامت تک جان نہیں چھڑا سکتے۔

خوارج و نواصب کی صحیح تر تردید و تکذیب تو صرف اہلسنّت و جماعت ہی کر سکتے ہیں کیونکہ ان کے عقائد میں جھول نہیں یہ نہ تو تینوں سے بریت کا اظہار کر کے ایک کو مانتے ہیں اور نہ ہی ایک کی محبت سے تہی دامن ہو کر صرف تینوں کا دامن تھام سکتے ہیں ہمارے مذہب کی تائید میں تو اسلام کا سو فی صد لٹریچر موجود ہے پھر ہم خاموش کیوں ہیں اور ہمیں انتظار کس بات کا ہے؟

اگر بروزِ قیامت محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کہ ہمارے اہل بیت کا نام لے کر اور ہماری عترت اور آلِ پاک کا صدقہ کھانے والو تم اُس وقت کہاں تھے جب ہماری اہل بیت کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کی جارہی تھیں تو کیا جواب دو گے۔

اگر آقائے نعمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حوضِ کوثر پر یہ سوال کر دیا کہ تم جامِ کوثر کی طلب لے کر تو آ گئے مگر یہ تو بتاؤ کہ جب خارجیوں کے زہر آلود قلم ہمارے گھر والوں پر حملہ آور ہو رہے تھے تو اس وقت تمہارے قلم کیوں ٹوٹ گئے تھے تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی تھیں اور تم خاموش تماشائی بن کر کیوں بیٹھے رہے تو بتایئے اُس وقت آپ محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں کیا عذر پیش کر سکیں گے۔

یہ چند معروضات اس لئے پیش کی گئی ہیں کہ شاید کسی اہلِ دل اور اہلِ محبت پر ہماری بات اثر کر جائے ویسے اکثر تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ اُلٹا ہمیں ہی دبانے کی کوشش کی جاتی ہے اور بعض لوگ تو اس قدر مشتعل ہو جاتے ہیں کہ فٹافٹ رافضیت کا لیبل تلاش کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ کسی طرح ہم پر چسپاں کر کے فریضۂ اہلسنت ادا کر کے سرخرو ہو جائیں مگر،

ایں خیال است و محال است جنوں

ہمیں اہلِ جہان کے ڈر سے اپنی آخرت کا ڈر زیادہ ہے ہمیں دنیا والوں کے فتووں کی فکر نہیں اس دن کی فکر ہے جہاں سوائے محبت اہل بیت کے کوئی عمل سہارا دینے والا نہیں ہوگا۔

غالی مؤلفین کون ہیں؟

اِن گزارشات کے بعد اب ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ بقول خارجی عباسی وہ غالی مؤلفین کون ہیں جنہوں نے یہ من گھڑت کہانی تراشی ہے کہ شب ہجرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدار انبیاء سرکار دو عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر سوئے تھے اور آپ نے محبوب کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگا دی تھی۔

سب سے پہلے خارجیوں وہابیوں کے نزدیک بھی ثقہ کتاب طبقات ابن سعد کی تحریر ملاحظہ فرمائیں اور پھر اس کے بعد حوالے ہی حوالے۔

طبقات ابن سعد (مترجم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم دیا کہ اس شب وہ آپ کی خواب گاہ میں سوئیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سرخ حضرمی چادر جسے اوڑھ کر حضور سویا کرتے تھے اوڑھ کر سو گئے جب صبح ہوئی تو علی بستر سے اُٹھے اُن لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں۔

(طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۲۷۔۳۲۸)

کشف المحجوب

وچوں امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بر بستر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخفت واو با ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ از مکہ بیرون شد و بغار ثور اندر آمدند واں شب بکفار قصد کشتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داشتند خداوند تعالیٰ جبریل ومیکائیل را گفت من میان شما برادری دارم ویکے از زندگان: راز تراز دیگرے گردانیدم کیست از میان شما دو کہ ایثار کند مر برادر خود را بر خود بزندگانی ومرگ مر خود را اختیار کند؟ ہر دو خود را زندگانی اختیار کردند خداوند تعالیٰ با جبریل ومیکائیل گفت شرف علی بہ بیند و فضلش بر خود کہ من میان وے ومیان رسول خود برادی دادم وے قتل ومرگ خود را اختیار کر دو بر جائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخفت وجان فدائے او کردو بروے ایثار کرد بہلاک خود۔

بر دید کنوں ہر دو بزمین شوید وعلی را از دشمنان نگاہ دارید، آنگاہ جبریل ومیکائیل بیامدند ویکے بر سر گاہ وے ویکے بر پائے گاہ وے نشت جبریل گفت بخ بخ! من مثلک یا ابن ابی طالب لان اللہ تعالیٰ یباھی بک علی ملائکۃ کیست چوں تو اے پسر ابی طالب کہ خداوند تعالیٰ می بتو مباہات کند بر ہمہ ملائکہ وتو اندر خواب خوش خفتہ آنکہ ایں آیت آمد اندر شان وے قولہ تعالیٰ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝

(کشف المحجوب ص ۷۲ العلی بن عثمان الہجویری)

معارج النبوت

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از حال ارباب ضلال خبر یافت مرتضیٰ علی را گفت اے علی مرا اذن ہجرت دادہ اند بمدینہ من فردا تہیہ اسباب سفرنی نمالم اکنوں امانت مردم کہ نزد من است بتو می سپارم باید کہ بصاحبش رسانی وامشب مشرکان قصد قتل من دارند برو بردما پوش و بر جائے گاہ من تکیہ کن ودل خود قوی دار کہ ہیچ آفت بتو نخواہد رسید

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بموجب فرمودہ عمل نمودہ بروئے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوشیدے بردوش خود کشید و بفراغ دل درخواب شد ونفس نفیس خود را فدائے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرد۔

نقل است کہ در آں شب کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم جائے وارے آں حضر رسالت

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نمود و جان شریں فدائے

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میکرد حضرت جلال احدیت بجبریل ومیکائیل علیہم السلام رامی فرمود کہ میان شما عقد مواخاۃ بستم وعمر ہر یکے رابیشتر از دیگرے ساختم شما حیات یار خود دوست می دارید از حیات وزندگانی خود ایشاں گفتند خداوندا ہر کرا حیات خود بر خود عزیز تر است وحی آمد کہ علی ابن ابی طالب را بہ بیند،

کہ میان او ومحمد عقد مواخاۃ بستم علی جان خود را فدائے نفس گرانمایہ محمد ساخت وحیات اور ابر حیات خود را اختیار کرد اکنوں ازیں طارم خضرا المحیط غبرا روید وعلی راز شر اعدا نگاہ دارید پس ایشاں بفرمان سلطان بے چون نزول فرمودند وجبریل بر سر بالین علی نشست ومیکائیل در پایان پائے او قرار گرفت پس جبریل گفت،

بخ بخ اے علی نیست کے مثل تو کہ مباہات کرد اللہ تعالی بر تو بر ملائکہ ملاء اعلیٰ وحق تعالیٰ دربارہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ ایں آیت فرستاد کہ،

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

(معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۴ـ ۳)

مدارج النبوت

وچوں آن حضرات خواست کہ وقت صباح ہجرت بر آمد علی المرتضیٰ را فرمود کہ شب در محل خوابگاہ ان سرور بخواب رود تا مشرکان در مقام اشتباہ والتباس در آمدہ از حقیقت حال آگاہ نشوند واصل باعث بر گزاشتن علی مرتضیٰ ودائع کفار قریش بود کہ باعتقاد دیانت ومشاہدہ امانت نزد آں حضرت می گزاشتند وآں حضرت را محمد امین صادق می گفتند پس خواب کرد علی مرتضیٰ در جائے خواب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وپوشید خود را ابرد خاص آں حضرت کہ آں را پوشید بخواب سفتے۔

پس بود رضی اللہ عنہ نخستین کسے کہ فروخت وفدا کرد نفس خود را در راہ محبت رسول خدا وگویند کہ آیۃ کریمہ۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّشۡرِیۡ نَفۡسَهُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوۡفٌۢ بِالۡعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾ دریں باب نازل شد۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۵۶)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

یہی نہیں بلکہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اِس عظیم قربانی اور بے مثال ایثار پر فخر و مباہات فرماتے ہوئے درج ذیل اشعار انشاء فرماتے ہیں جنہیں ثقہ مؤلفین و مصنفین نے اپنی کتابوں کی زینت بنایا ہے ملاحظہ ہو فرمان مرتضوی آپ فرماتے ہیں۔

میں نے خود اُس ہستی عظیمہ کو محفوظ کیا جو ہر اُس شخص سے بہتر ہے جس نے سنگریزوں کو روندا اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

خدا کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جب لوگوں نے مکر کیا تو خدائے توانا و بزرگ نے اُن کے شر اور مکر سے آپ کو بچایا۔

میں نے اِس انتظار میں رات بسر کی اور دیکھتا رہا کہ (کفار) کب مجھے میرے بستر سے اُٹھاتے ہیں اور حقیقت میں میرا نفس قتل اور قید ہونے پر تیار ہو گیا تھا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن اور حفاظت کے ساتھ غار میں رات بسر فرمائی اور خدا کی نگہبانی اور پردے میں رہے۔

آپ تین روز غار میں رہے اور پھر آپ کے دو اونٹ سنگستانوں سے گزرتے رہے اِس سے میرا مقصد دُنیا سے بے تعلق ہو کر خدا کی مدد تھا اور اِس کو میں دل میں رکھوں گا حتیٰ کہ قبر میں دفن کر دیا جاؤں۔

(حوالے اور نظر باب ایثار علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں ملاحظہ فرمائیں)

مواہب اللدنیہ

فاتی جبریل علیه السلام النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فقال لا بیت هذه اللیلة علی فراشک فلما کان اللیل اجتمعوا علی بابه یر صد و نه حتی ینام فیثبوا علیه فا مر صلی اللّٰه علیه وآله وسلم علیاً فنام مکا نه و عطی ببروا خضر فکان اول من شری نفسه فی اللّٰه . ثم خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم وقد اخذ اللّٰه علی ابصارهم فلم یراه منهم۔

(انوار محمدیہ من المواہب اللدنیہ ص ۴-۵)

زرقانی علی المواہب

حتیٰ ینام فیثبو علیه السلام علیاً فنام مقامه وغطی ببرو له صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم فی برده ذالک اذا نام اخضرا نح فکان علی اول من شری باع نفسه فی اللہ و فی بھار سول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم۔

(زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۲۲)

(۲) وما فی الا حیاء اوحی اللہ جبر یل و میکائیل الی اخیت بینکما وجعلت عمرا احد کما اطول من عمر ا لآخر فا یکما یوثر صاحبه بالحیاۃ فا ختار کل منهما الحیاۃ فاوحی اللہ علیهما افلا کنتما مثل علی ابن ابی طالب اخیت بینه و بین محمد فبات علی فراشه یضد یه بنفسه و یو ثره با لحیاۃ اصبطاً الی الارض فاحفظا ه من عدو ه فکان جبریل عند را سه ومیکا ئیل عند رجلیه ینا دی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یبا ھی اللہ بک الملا ئکة و فیه فنزل ومن یشری نفسه ابتغاء مر ضاۃ اللہ الا یة۔

(زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۲۲ مطبوعہ)

جرح

فقال الحا فظ ابن تیمیة انه کذب با تفاق العلما الحدیث والسیر و قال الحا فظ العراق فی تخریج الا حیاء رواہ احمد مختصرا عن ابن عباس شری علی نفسة فلبس ثرب النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم نام مکانه الحدیث ولیس فیه ذکر جبریل و میکا ئیل ولم اقف الز یادۃ علی اصل والحدیث منکر۔ انتھی۔

(زرقانی علی المواہب ج ا ص ۳۲۳)

اِس جرح کا مطلب

جیسا کہ قارئین پر متعدد بار واضح کیا جا چکا ہے کہ روایات ہے کہ معاملہ میں ابن تیمیہ کی تعدیل و جرح کا معیار صرف یہ ہے کہ ہر اُس روایت کو موضوع بنانے کی کوشش کر ڈالی جائے جس میں عظمت اہل بیت کا کوئی پہلو نمایاں ہوتا ہو۔

چنانچہ اپنی اِس عادت قبیحہ کے مطابق زیر نظر روایت میں بھی اُس نے روایت کا ایک حصہ جس میں جبرائیل ومیکائیل کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حفاظت کے لئے آنا ثابت ہوتا ہے الحاقی اور اضافی قرار دے دیا ہے تاہم وہ اِس قدر روایت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ جناب شیرِ خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم شب ہجرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بستر مبارک پر جان کی بازی لگا کر سوئے تھے جبکہ ابن تیمیہ کی معنوی اولاد ہونے کے باوجود عباسی کا دعویٰ یہ ہے کہ حضور سرورِ دو عالم نے تو دوپہر کے وقت ہجرت فرمائی تھی اِس لئے آپ کے بستر پر حضرت علی علیہ السلام کے سونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور یہ روایت غالی لوگوں کی من گھڑت ہے عباسی کو سوائے اِس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ "لعنت اللہ علی الکاذبین" کے مصداق تو تم تھے ہی کم از کم اپنے روحانی باپ کی بات تو مان لیا کرو۔

بہر حال قارئین اب اِس ضمن میں مزید متعدد ثقہ اور معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر خازن

فاتی جبریل علیه السلام النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاخبره ذالک وامره ان لا یبیت فی مضجعه الذی کان یبیت فیه واذن الله عزوجل له عند ذالک بالخروج الی المدینة فامر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علی ابن ابی طالب ان یبیت فی مضجعه وقال له واتشح ببرو قی فانه لن یخلص الیک منهم امر تکرهه ثم خرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم۔

(تفسیر خازن جلد دوم ص ۲۲)

تفسیر درمنثور

فاطلع الله نبیه صلی الله علیه آله سلم علی ذالک فخرج

ہو و ابو بکر رضی اللہ عنہٗ الی غار فی جبل یقال لہ ثور و نام علی رضی اللہ عنہٗ فراش النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(در منثور ج ۲ ص ۱۸۰ مطبوعہ تہران)

تفسیر معالم التنزیل

فامر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب ان ینام فی مضجعۃ وقال لہ اتشح ببروتی ھذہ۔

(معالم التنزیل ج ۲ ص ۲۲ مطبوعہ مصر)

تفسیر کشاف

فاخبر جبریل علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و امرہ ان لا یبیت فی مضجعہ واذن اللہ فی الھجرۃ فامر علیا رضی اللہ عنہٗ فنام مضجعہ وقال لہ اتشح ببروتی۔

(کشاف ج ۲ ص ۲۱۵ مطبوعہ بیروت)

تفسیر ابن کثیر

اتاہ جبریل علیہ السلام فامرہ ان یبیت علی فراشہ و یستجی ببرولہ اخضر ففعل ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی القوم وھم علی بابہ و خرج معہ بحفنۃ من تراب فجعل یذرا ھا علی روسھم و اخذ اللہ ابصارھم عن نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وھو یقراء یٰسین والقرآن الحکیم الی قولہ فاغشیناھم ھم لا یبصرون۔

(ابن کثیر ج ۲ ص ۳۰۲ مطبوعہ مصر)

تفسیر ابن جریر

فبات علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ علی فراش النبی صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم تلک اللیلۃ و خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لحق بالغار وبات المشرکون۔

لحیر سون علیا انہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فلما اصبحو اثار والیہ فلما راؤہ علیا رضی اللّٰہ عنہ۔

(ابن جریر ج ۹ ص ۲۲۸ مطبوعہ مصر)

تفسیر روح المعانی

قال لعلی کرم اللّٰہ وجہہ نم علی فراشی و تسبح بر دی ھذا الحضر می الاخضر فنم فیہ فانہ لن یخلص الیک شی تکرھہ وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم ینام فی بردۃ ذالک واذا نام واذن لہ علیہ الصلوٰۃ والسلام فی الھجرۃ فخرج مع صاحبہ ابوبکر رضی اللّٰہ عنہٗ الی الغار و انشد علی کرم اللّٰہ وجہہ الکریم مشیر الما من اللّٰہ تعالیٰ بہٖ۔

(روح المعانی ج ۵ ص ۱۹۸)

احکام القران القرطبی!

فامر النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب ان ینام علی فراشہ و دعا اللّٰہ عز وجل ان یعمی علیھم اثرہ

(قرطبی ج ۷ ص ۳۹۷ مطبوعہ مصر)

البدایۃ والنہایۃ!

فاطلع اللّٰہ النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ذالک فبات علی علی فراش النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم تلک اللیلۃ و اخرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم حتی الحق بالغار فلما اصبحوا ثار واعلیہ فلما راؤ اعلیا ر و اللّٰہ علیھم سکرھم فقالوا این صاحبک ھذا؟ فقال لا ادری

(البدایۃ والنہایہ ج ۳ ص ۱۸۰)

سیرت ابن ہشام!

فاتی جبریل علیہ السلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال لا تبت ہذہ اللیلۃ علیٰ فراشک الذی کنت تبیت علیہ قال فلما کانت عمۃ من اللیل اجتمعو علی بابہ یر صدو نہ متی ینام فیثبون علیہ فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکانہم قال لعلی ابن ابی طالب نم علی فراشی و تسبح ببروی ہذا الحضرمی الاخضر۔

(سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۲۹۲)

سیرت حلبیہ!

فلما رای رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکانہم ای علم ما یکون منہم قال لعلی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ نم علی فراشی و اتشح بر دائی ہذا الحضرمی۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۱۸۳)

المستدرک للحاکم

عن عباس قلا شری علی نفسہ ولبس ثوب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثمّ نام مکانہ وکان المشرکون یرصدون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قد کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم البسہ بردہ وکانت قریش ترید ان تفتش النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فجعلوا یرصدون علیاً و یرون النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قد لبس بردۃ و جعل علی یتصور فاذا ہوا علی ہذاالحدیث صحیح۔

عن علی بن الحسین قال اول من شری نفسہ ابتغاء

رضوان اللہ علی ابی طالب وقال عند مبیتہ علی فراش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(المستدرک ج ۳ ص ۱۲۸)

اسد الغابہ

عن ابن اسحق قال نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ینتظر الو حی با لا ذن لہ فی الھجرۃ الی المد ینۃ حتی اذا اجمعت فمکرت با لنبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فا تاہ جبریل و امرہ بان لا یبیت فی مکا نہ الذی یبیت فیہ فد عا ابن ابی طالب فا مرہ ان یبیت علی فرا شی ویستجی ببرو لہ اخضر ففعل ثم خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الی التقوم وھو بابہ۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۴۷)

احیاء العلوم للغزالی

فا وحی اللہ الی جبریل و میکا ئیل علیھم السلام انی اخیت بینکما وجعلت عمر احد کما اطول من عمر الآخر فا یکما یو ثر صاحبہ با لحیاۃ ختار کلاھما الحیاۃ فا وحی اللہ عز وجل الیھما افلا کنتما مثل علی بن ابی طالب آخیت بینہ وبین النبی محمد فبا ت علی فرا شہ یفد یہ بنفسہ ویوثر ہ بالحیاۃ اھبطا الی الا رض فاحفظا ہ من عدوہ فنز لا جبر یل عند را س علی و میکا ئیل عند رجیہ و جبریل ینا دی بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یبا ھی اللہ عزوجل بک الملا ئکۃ فا نزل اللہ عز وجل علی رسولہٖ و ھو متو جہ الی المد ینۃ فی شان علی ''ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مر ضاۃ اللہ''

(احیاء العلوم الدین ج ۴ ص ۱۵۲)

(۱) الوفا (۲) روضِ الانف

فألق جبر یل النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فقال لاتبت هذه اللیلة علی فرا شک الذی کنت تبیت علیه فلما کانت العتمة اجتمعوا علی بابه ثم یرصدونه متٰی ینام فیثبون علیه۔

فلما رائ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم مکانھم قال لعلی ابن ابی طالب نم علی فرا شی و تسبح ببرو ی الحضرمی الا خضر فا نه لا یخلص الیک شی تکر هه منهم وکان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و آلهٖ وسلم ینام فی بر ده ذالک۔

عن عباس فی قوله تعالیٰ "واذ یمکر بک الذین کفر و الیثبتوک" قال تشا ورت قر یش لیلة بمکة فقا ل بعضهم اذا اصبح فا ثبتوه بالوثاق وقال بعضهم بل اقتلوه وقال بعضهم بل اخرجوه۔

فا طلع اللّٰه تعالیٰ بنبیه صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم علی ذالک فبا ت علی علیه السلام علی فراش رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم تلک اللیلة و خرج النبی صلی اللّٰه علیه وآلهٖ وسلم حتیٰ لحق بالغار۔

(الوفا باحوال المصطفیٰ ابن جوزی ج ۲۳۲ جلد اول)

ہجرتِ مرتضویؑ

بعض روایات میں آتا ہے کہ جب کفارِ مکہ نے بسترِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو استراحت فرماتے دیکھا تو اوّل اوّل انتہائی تحیر کے عالم میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر آپ کو دیکھتے رہے اور پھر ان پر سکتہ کی سی حالت طاری ہو گئی لیکن پھر جلد ہی وہ سنبھل گئے اور مشتعل ہو کر حیدرِ کرار پر حملہ آور ہو گئے اور آپ کو شدید ضربات پہنچائیں مگر یہ روایت کسی بھی طریقہ سے صحت کے درجہ کو نہیں پہنچتی اور اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو متعدد عوارض پیدا ہو جانے کا قوی احتمال

ہے۔

لہٰذا درست اور صحت مند واقعہ یہی ہے کہ کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیر موجودگی سے انتہائی سراسیمہ اور پریشان ہوگئے اور جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام پر چند سوال کرنے کے بعد رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاش میں بھاگ نکلے۔

سیرت حلبیہ میں جناب علی علیہ السلام کی ہجرت مبارکہ کے متعلق متعدد روایات جمع کی گئی ہیں چنانچہ سب سے پہلے انہی روایات کی تفصیل ہدیہ قارئین کی جاتی ہے۔

امانتوں کی واپسی

جناب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظمہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ہجرت کے بعد تین راتیں گزار کر مدینہ منورہ میں کلثوم ابن ہدم کے گھر قبا شریف کے مقام پر تشریف لائے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ان کی امانات واپس کرنے کا حکم فرما رکھا تھا جو لوگوں نے رسولِ امین وصادق کے پاس جمع کروا رکھی تھیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا وتعظیما وتکریماً کی طرف ہجرت فرما کر تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وادیٔ بطحا میں کھڑے ہو کر منادی کر دی کہ جس کسی نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانت جمع کر دا رکھی ہے وہ آئے اور مجھ سے اپنی امانت وصول کر لے۔

چنانچہ جن لوگوں نے حضور سرورِ انبیاء رسولِ امین وصادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنی امانتیں جمع کروا رکھی تھیں انہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی اپنی امانتیں واپس لے لیں۔

چنانچہ یہ رد الامانات کا سلسلہ تین روز میں ختم ہو گیا۔

ونزل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ لما قدم المدینة علی کلثوم (بن الهدم) ایضاً بقباء بعد ان تاخر بمکة بعدة صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثلاث لیال یؤدی الوداع التی کانت عند النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا مرہ لہ صلی اللہ علیہ وسلم بذالک کما تقدم۔

فلما توجه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی المدینة قام

علی رضی اللہ عنه بالأبطح نیادی من کان له عند رسول اللہ صلی اللہ علیه و آله وسلم و دیعة فلیأت الیه امانته۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر)

کیا اہل بیتؑ حضرت علیؑ کے ساتھ آئے تھے؟

سیرت حلبیہ و دیگر کتب میں تین قسم کی اختلافی روایات نقل کی گئی ہیں۔

ایک روایت تو یہ ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان والوں کو ساتھ لے کر حضور کے تین روز بعد ہجرت فرما کر آئے تھے۔

دوسری روایت اس طرح ہے کہ جناب شیر خدا سیدنا علی علیہ السلام خاندانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ سے فرستادہ غلاموں کے ساتھ روانہ فرما کر اکیلے ہجرت فرما کر آئے تھے۔

تیسری اور راجح روایت یہ ہے کہ جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تین روز بعد اکیلے ہی ہجرت فرما کر آگئے تھے اور آپ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے غلاموں کو بھیج کر اہل بیت کرام کو منگوایا چنانچہ سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے چند سواریاں خریدیں اور جناب سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا بنت رسول اللہ اور جناب فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا والدہ مکرمہ سیدنا علی علیہ السلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیز اُم ایمن اور اُن کا صاحبزادہ ایمن اور پیچھے رہ جانے والے ضعیف اور کمزور مومنین کی جماعت کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ ہجرت کر آئے،

فابتاع رکائب وقدم مع الفواطم وولدها ایمن وجماعة من ضعفاء المومنین۔

صاحب سیرت حلبیہ یہ روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ یہ روایت اس روایت کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان میں قیام فرمایا تو وہاں سے آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ اور اپنے مولیٰ ابورافع کو مکہ معظمہ کی طرف پانچ درہم اور دو اونٹ دے کر روانہ فرمایا چنانچہ وہ بنات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا اور سیدہ ام کلثوم سلام اللہ علیہا اور اُمّ المومنین جناب سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام ایمن کنیز مصطفیٰ اور اس کے بیٹے اسامہ کو ساتھ لے کر واپس مدینہ منورہ آگئے۔

اقول: سیئاتی مایخالف ذالک وھو انہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لما نزل فی دار ابی ایوب بعث زید بن حارثہ وابا رافع الی مکۃ واعطھما خمسائۃ درھم وبعیرین یقدمان علیھما بفاطمۃ وام کلثوم ابنتہ وسودہ زوجتہ وام ایمن وولدھا اسامۃ۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

اگرچہ سیرت حلبیہ کی اختلافی بحث ابھی باقی ہے تاہم درست بات یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بحکمِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے ہی مدینہ منورہ کو پاپیادہ ہجرت کر کے تشریف لائے تھے جس کے متعلق آئندہ اوراق میں متعدد روایات پیش کی جائیں گی اور اس امر کی تائید ثقہ محدث ابن سعد کی بیان کردہ روایت سے بھی ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے خاندان کی خواتین کو بعد میں اپنے غلاموں کو بھیج کر بلوایا تھا۔

طبقات ابن سعد

محمد بن سعد متوفی ۲۱۳ھ اپنی کتاب طبقات ابن سعد میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابوایوب انصاری کے مکان سے ہی زید بن حارثہ وابورافع کو مکہ معظمہ میں بھیجا اور ان دونوں کو دو اُونٹ اور پانچ صد درہم زادِ راہ کے طور پر دیئے تھے تاکہ وہ آپ کے اہلِ خاندان کو مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں لے آئیں۔

ان دونوں کے ساتھ آنے والوں کی تفصیل یہ ہے،

سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا بنت رسول اللہ۔

سیّدہ اُم کلثوم بنت رسول اللہ ۔

جناب ام ایمن کنیز مصطفیٰ اور اس کا بیٹا اسامہ بن زید عبد بن ابی بکر مع جناب ابوبکر کے دیگر اہل خانہ کے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی شامل تھیں حضور سرورِ کائنات کی ایک صاحبزادی سیدہ رقیہ سلام اللہ علیہا اپنے شوہر سیدنا عثمان غنی کے ساتھ ہجرت فرما کر پہلے ہی حبشہ میں تشریف لے جاچکی تھیں۔

اور حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہر ابوالعاص بن الربیع نے مکہ معظمہ میں جبراً روک لیا تھا۔

بہرحال تشریف لانے والی مقدس خواتین ودیگر افراد کو حارثہ بن النعمان کے مکان پر اتارا گیا۔

(ماخوذ از طبقات ابن سعد جلد اول ص ۳۴۰)

اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ

علامہ ابن اثیر جزری علیہ الرحمۃ سیدنا و مرشدنا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ہجرت مبارکہ کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کے اہل وعیال کو روانہ فرمانے کے بعد آپ کے طلب کرنے پر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ دن کے وقت قیام فرماتے اور رات کو سفر شروع کر دیتے حتیٰ کہ آپ مدینہ منورہ پہنچ گئے،

حضرت علی کا سفرِ ہجرت

چونکہ آپ نے یہ تمام سفر پا پیادہ طے کیا تھا اس لئے سفر کی صعوبتوں نے آپ کو نڈھال کر رکھا تھا چنانچہ جب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی تشریف آوری کی اطلاع ملی تو آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ علی کو ہمارے پاس لاؤ توان لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی میں تو اُٹھنے کی بھی سکت نہیں چنانچہ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسی وقت خود بہ نفس نفیس جناب علی علیہ السلام کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور جب اُن کی حالت دیکھی تو آپ کا دریائے رحمت جوش میں آکر آنسوؤں کی صورت اختیار کر گیا آپ والہانہ طور پر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بغلگیر ہو کر رونے لگے کیونکہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاؤں مبارک پیدل سفر کرنے کی وجہ سے متورّم ہو چکے تھے اور اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمال شفقت سے آپ کے پاؤں مبارک پر اپنا لعابِ دہن مبارک لگا کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ علی کو صحت وعافیت عطا فرما چنانچہ اُس کے بعد آپ کو پھر کبھی ایسی تکلیف نہیں پہنچی حتیٰ کہ آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔

وامر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیاً ان یلحقه بالمدینة فخرج علی فی طلبه بعد ما خرج الیه اهله یمشی اللیل ویمکن النهار حتی اقدم المدینة فلما بلغ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قدومه قال ادعوا لی علیا قیل یارسول اللہ لا یقدر ان یمشی فاتاه النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلما راٰه اعتنقه وبکی رحمة لما بقدمیه من الورم وکانتا تقطران دما فتفل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی یدیه ومسح بهما رجلیه ودعا له بالعافیة فلم یشتکهما حتیٰ

استشهد رضی اللہ عنہ۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۱۹)
(للعلامہ ابن اثیر الجزری)

روایات کا تضاد

اُسد الغابہ کی اس روایت سے صاف طور پر مترشح ہوتا ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل بیت کو سواریوں پر بٹھا کہ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کرنے کے بعد خود ہجرت فرمائی۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ صاحب سیرت حلبیہ نے اس موقعہ پر ہر دو قسم کی روایات نقل کرنے کے بعد اس تعارض کو دُور کرنے کی کوشش بھی فرمائی ہے آئندہ اوراق میں اِس بحث کا مفہوم بھی ہدیہ قارئین کر دیا جائے گا فی الحال اِس ضمن میں چند دیگر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

''مدارج النبوۃ'' میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز نقل فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا میں قطع مسافت کرنے کے بعد بنی عمرو بن عوف کے ہاں تشریف فرما ہوئے اور وہیں پر ہی آپ نے مسجد قبا شریف کی بنیاد رکھی اور اِسی مقام پر ہی حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام تین دن کے وقفہ کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں مکہ معظمہ سے قطع منازل کرتے ہوئے حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہایت مسرور پایا۔

لعاب رسول سے شفاء

روضۃ الاحباب میں ہے کہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کا تمام سفر پاپیادہ طے کیا تھا لہٰذا آپ کے قدم ہائے مبارک پر آبلے پڑے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

''وصول نزول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در منازل بنی عمرو بن عوف بود کہ در مسجد قبا در آں جا بنا یافتہ است و ہم دریں جا علی مرتضیٰ بمفادت سہ روز از مکہ در رسیدہ آں حضرت را خوشحال گردانید و در روضۃ الاحباب میگوید کہ وے رضی اللہ عنہ پیادہ پا راہ می رفت و پائے مبارک دے از پیادہ رفتن آبلہ کردہ بود حضرت لعاب مبارک خویش را بر آں مالیدہ درحال صحت یافت''

(مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۶۳)

وسلم نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو اپنا لعابِ دہن مبارک آپ کے قدموں پر ملا جس کی برکت سے آپ اُسی وقت صحت یاب ہو گئے۔

پہلے آپ اِس ملاقات معظمہ کے فوراً بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سعادتِ ازلی کے معاملہ میں پیش آنے والا ایک ایمان افروز واقعہ ملاحظہ فرمائیں اور اِس کے بعد دیگر کتب معتبرہ کے حوالہ جات بسلسلۂ ہجرت مرتضوی پیش کئے جائیں گے۔

ناقۂ مصطفیٰ کا سوار آگیا

درج ذیل واقعہ سے قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہونے سے پہلے مدینہ کے نواحی علاقہ قبا شریف میں جو قیام فرمایا تھا اُس کا مقصد محض اور محض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتظار کرنا ہی تھا۔

اور اِس انتظار میں باطنی رموز و اسرار کیا تھے انہیں تو صرف اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی بہتر طور پر جانتے ہیں مگر ظاہر طور پر جو حکمتیں سامنے آتی ہیں وہ یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ: اسلام کی وہ پہلی مسجد جس کی اساس خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تقویٰ پر رکھی گئی ہے اُس کا حدودِ اربعہ ماموُر من اللہ ناقہ مصطفیٰ پر بیٹھ کر وہی شخص قائم کرے جو بیت اللہ شریف میں پیدا ہوا ہو اور مسجد میں شہید کیا گیا ہو وہ عظیم نمازی جس نے نہ صرف سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی ہو مگر کئی برس اِس خصوصیت کے ساتھ نمازیں پڑھی ہوں کہ سوائے اس کے کوئی بھی تیسرا شخص حضور کے ساتھ نماز ادا کرنے والا موجود نہ ہو۔

یہی نہیں بلکہ اُس کی نمازِ عصر قضا ہوتے دیکھ کر کائنات ارضی و سماوی کے مالک و مختار کو ڈوبتے ہوئے آفتاب کو واپس بلا لیں بہر حال ایک وجہ تو یہ تھی کہ مسجدِ قبا شریف کی بنیاد رکھنے کے لئے ایسے نمازی کی موجودگی انتہائی ضروری تھی جس کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے اور وہ سوائے علی کے دوسرا کوئی نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں علاقۂ قبا میں ٹھہر کر حضرت علی کا انتظار کرنے کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مدینہ منورہ کی بستی میں داخل ہی نہیں ہونا چاہتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو جائے کہ علی نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہجرت کی اور ہجرت میں السابقون الاولون سے موخر ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اگر ہم سامنے کی اِن دو حکمتوں ہی کی وضاحت بیان کرنا شروع کر دیں تو پورا باب مرتب کیا جا سکتا ہے تاہم اِس معاملہ کو اہلِ محبت حضرات کے ذوق و وجدان کے سپرد کرتے ہوئے وہ واقعہ نقل کرتے ہیں جو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی قبا شریف میں تشریف آوری کے ساتھ ہی ظہور میں آ گیا تھا۔

چنانچہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تالیف مبارکہ "جذب القلوب الی دیار المحبوب میں رقم طراز ہیں۔

اونٹنی اُٹھ بیٹھی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا ذکر پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پیشتر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نزول بنی عمرو بن عوف کے پاس ہوا تھا جو قبا کے باشندے تھے اور باختلاف روایات تین دن یا تین دن سے زیادہ اسی جگہ قیام فرما کر مسجد قبا کی بنیاد رکھی اور ایک روایت میں سے خود اہل قبا نے یہ درخواست کی تھی کہ ہم لوگوں کے لئے ایک مسجد بنوا دیجئے۔

کتاب ہذا کے صفحہ ۱۵ پر یہ بھی واقعہ گذر چکا ہے کہ اسی مقام پر ہی جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے تین روز بعد آ کر ملاقات کی تھی۔

بہر حال جب اہل قبا کی درخواست پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایک شخص ہمارے ناقہ پر سوار ہو کر اُسے پھرائے۔

چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعوالیٰ عنہ اُٹھ کر ناقہ کی پشت پر سوار ہو گئے مگر ناقۂ رسول علیہ السلام نہ اٹھا بعد ازاں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُس اونٹنی کی پشت پر سواری کی مگر اونٹنی اپنے مقام پر ہی بیٹھی رہی اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے اُٹھ کر اپنا پاؤں مبارک رکاب میں رکھا ہی تھا کہ ناقۂ مصطفیٰ اٹھ کھڑا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا یا علی ! ناقے کی مہار اس کی مرضی پر چھوڑ دو یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے مامور ہے لہٰذا یہ جدھر جدھر گھومتا

بروایتے اہل قبا از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم التماس نمودند کہ مسجدے برائے ایشاں بنا فرمائید اشارت بہ صحابہ کرام فرمود یکے از شما بریں ناقۂ من سوار شود و بگرداند ابو بکر صدیق برخواست و بر پشت ناقۂ نشست ناقۂ برنخاست بعد از وے عمر فاروق سوار شد نیز ناقہ برنخاست بعد ازاں علی مرتضیٰ برخاست ہمیں کہ پائے در رکاب آورد ناقہ برجست فرمود زمام اور ہا کن کہ وے ماموراست ہر جا کہ گردد آخر ہم برآمد او سیر ناقہ مسجد قبا بنا فرمود۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ ٦١)

چاہے گھومے بالآخر ناقۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھومنے کے خطوط پر مسجد قبا کی بنیاد رکھی گئی۔

پا پیادہ ہی آئے تھے

معارج النبوۃ میں ہے کہ حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے راجح قول کے مطابق چار دن اور چار راتیں قبیلہ بنی بکر بن عوف میں قیام فرمایا اور محلہ قبا میں اِس مسجد کی اساس رکھی جس کی گواہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے دی ہے کہ اِس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ الآیۃ۔

اور وہ پہلی مسجد مبارکہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا مدینہ منورہ کی مسجد قبا شریف ہے جب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کے نواح میں اقامت گزیں ہوئے تو اُس کے تین روز بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔

حضرت امیر علیہ السلام کی مکہ معظمہ میں رکنے کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو حکم فرمایا تھا کہ جن لوگوں کی امانتیں ہمارے پاس جمع ہیں اُن کے سپرد کر کے مدینہ منورہ کو ہجرت کر آنا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفوی کے مطابق عمل کرتے ہوئے لوگوں کی امانتیں اُن کے حوالہ کیں اور پا پیادہ ہی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابھی محلہ قبا میں ہی تشریف فرما تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرلیا،

حضرت سیدِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات بقول راجح چہار شبان وروز در قبیلہ بنی بکر بن عوف کمت فرمود و در محلہ قبا مسجدے بنا نہاد کہ اساس آں بشہادت حضرت الٰہی جل وعلا مبنی بر تقوی بود چنانکہ فرمود قولہ تعالیٰ مسجد اُسِّسَ بُنْیَانُهٗ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ و اول مسجدے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از مکہ بمدینہ عزیمت می فرمود امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بعد از سہ روز از ہجرت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عزیمت مدینہ نمود و سبب مکث ایں آں بود کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اورا از برائے ودا یعی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سپردہ بودند باز داشت تا بصاحبان آں بار رساند بعد ازاں کہ بفرمودہ کما ینبغی عمل نمودہ متوجہ مدینہ گشت پیادہ بیآمد ہنوز آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در قبا بود کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم بخدمت آں سرور مشرف گشت،

سفر کی صعوبتیں

مورخین لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم دن کہیں چھپ کر گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرما دیتے حتیٰ کہ ربیع الاول شریف کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ کو تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے کرتے آپ کی حالت انتہائی خراب ہو چکی تھی حتیٰ کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو گئے تھے اور اُن پر آبلے اُبھر آئے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ حالت دیکھی تو اپنے دستِ حق پرست کو زخموں سے مس کیا اور شفاء کے لئے دُعا فرمائی تو آپ فی الفور صحتیاب ہو گئے اور پھر کبھی کوئی تکلیف مشکل کشا سرتاج الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقدس پاؤں کو نہیں پہنچی اور نہ ہی سفر کی شدت سے آپ کے قدم مبارک کبھی زخمی ہوئے۔

سیرۃ ابن ہشام

سیرت ابن ہشام اور روض الانف سہیلی میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو اس سے پہلے تمام اہل اسلام ہجرت کر کے مدینہ منورہ کی طرف جا چکے تھے سوائے ابوبکر صدیق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کو ساتھ لے کر رات کے وقت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی ہجرت فرمائی مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حکم فرمایا کہ ہمارے پاس جمع شدہ لوگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کرنے کے بعد تم بھی ہمارے بعد مکہ معظمہ سے ہجرت کر آنا۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد مکہ معظمہ میں تین دن اور تین راتیں قیام فرما کر لوگوں کی امانتیں واپس فرمائیں حتیٰ کہ ہجرت فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے گئے تو اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے ساتھ تھے پھر اس کے بعد آپ نے ایک

وگویند در شب می رفت و در روز مختفی می بود تا هفتدهم یا هشت دهم شهر ربیع الاول ولی به نبی رسیده صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انواع ملال کشیده و پائے ہا مبرکش آبلہ کرده حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دست حق پرست خود را برآں جراحت ہا مالیده و دعاء شفاء برخواند بالفور بصحت مبدل گشت و دیگر ہیچ جراحت والم بپائے مشکل کشا آں سر دفتر اولیاء رضی اللہ عنہ نہ رسید۔

(معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۶)

رات یا دو راتیں قبا میں قیام فرمایا اور پھر مدینہ طیبہ کی بستی میں تشریف لے گئے۔

اما علی فان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بلغنی اخبرہ بخروجہ وامرہ ان یخلف بعدہ مکۃ حتٰی تؤدی عن رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الوداع التی کانت عندہ للناس۔

(روض الانف سہیلی جلد دوم صفحہ ۲)

اقام علی ابن ابی طالب علیہ السلام بمکۃ ثلاث لیال وایامھا حتٰی ادی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الودائع التی کانت عندہ للناس حتٰی اذا فرغ منھا لحق برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فنزل معہ علی کلثوم بن ھدام فکانت علی ابن ابی طالب انما کانت اقامتہ بقباء لیلۃ اولیلتین۔

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف جلد دوم صفحہ ۱۰)

انوارِ المحمدیہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے تشریف لے جانے سے مطلع فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی تم بھی لوگوں کی ہمارے پاس جمع شدہ امانتیں اُن کے سپرد کر کے ہمارے پیچھے پیچھے ہجرت کر کے آجاؤ۔

واخبر علیہ السلام علیاً بمخرجہ امرہ ان یتخلف بعدہ حتی یودی عنہ الودائع التی کانت عند الناس،

(انوار المحمدیہ من المواہب الدنیہ مطبوعہ صفحہ ۵۵)

تعارض ختم کرنا چاہا مگر

صاحب سیرت حلبیہ نے اِن روایات کا تعارض دور کرنے کے لئے جو دلائل پیش کیے ہیں ان کا مفہوم یہ ہے۔

اور یہ بھی درست ہے جو کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیج کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہجرت کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا تھا اور جناب مرتضیٰ شیر

خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں حضرات کے ہمراہ تشریف لائے تھے اور یہ اس روایت کے منافی نہیں ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تین راتیں مکہ معظمہ میں لوگوں کی امانتیں واپس کرنے کے لئے رُکے تھے کیونکہ یہ تین راتیں تو امانتیں واپس کرنے کی مدت ہیں اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زید بن حارثہ اور ابو رافع کے ساتھ سواریوں پر بھیج کر خود پا پیادہ مدینہ کی طرف ہجرت کر کے مقام قبا پر کلثوم بن ہدم کے گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تشریف لے جانا پہلی روایت کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

لیکن سیرت ہشامیہ میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ کلثوم بن ہدم کے گھر تشریف لے کر گئے

اور یہ ملاقات اس قول کے مطابق تو نا قابلِ فہم نہیں جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا شریف میں اٹھارہ راتیں رُکے رہے اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تشریف لے آئے تو آپ مذکورہ بالا شخص کے گھر آپ کو ساتھ لے کر تشریف لے گئے

مگر زید بن حارثہ اور ابو رافع کو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقامِ قبا سے رخصت ہو کر مدینہ منورہ میں ابُو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں جا کر نقدی اور اونٹ وغیرہ دے کر اہلِ خانہ کو لانے کے لئے مکہ معظمہ روانہ فرمایا تھا۔

فلما نفذ ذالک ورد علیه کتاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بالتخوص الیه الخ ـ الا ان یقال یجوزان یکون الکتاب الذی فیه استدعا سیدنا علی رضی الله عنه للهجرة کان مع زید ابی رافع رضی الله تعالیٰ عنهما وانهما صحباه ، ولانیا فی ذالک ماتقدم من انه صلی الله علیه وآله وسلم تاخر بعد علی رضی الله تعالی عنه بمکة ثلاث لیا تودی الوداع. لان تلک اللیالی الثلاث کانت مدة تادئة الوداع ومکث بعدها الی ان جاء ه کتاب رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وحئنذ یکون قدم علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم بالمدینة بعد نزوله بقباء علی کلثوم .. وهو لا یتاتی الا علی القول بانه صلی الله علیه وآله وسلم مکث فی قبا بضع عشرة لیلة جنا سیاق و حنیئذ یخالف ما سبق من مجیبه مع زید والی رافع لما علمت انه صلی الله علیه آله

وسلم انما ارسلها بعد ان تحول من قباء الی المدینة۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳)

بات پھر وہی ہے

علامہ برہان الدین حلبی علیہ الرحمۃ کی اس بحث کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ اس روایت ہی کی تقویت کا باعث بنتا ہے جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تاجدار انبیاء والمرسلین کے ارشاد کے مطابق ردالامانات کرنے کے تین روز بعد اکیلے ہی پاپیادہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما کر آئے تھے چنانچہ مؤلف موصوف نے پھر تمام تر مباحث کے بعد جو فیصلہ کن روایت نقل فرمائی ہے وہ یہ ہے کہ،

اور امتاع میں ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا سے روانہ ہوئے تو آپ رات کے وقت سفر شروع فرماتے اور دن کے وقت چھپ جاتے حتیٰ کہ اس دشوار گزار پاپیادہ سفر نے آپ کے مبارک قدموں کو اس قدر زخمی کر دیا کہ اُن سے خون کے قطرات ٹپکتے تھے جب اس حالت میں آپ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ نے شفقت سے آپ کو گلے لگا لیا اور فرط جذبات سے تاجدار انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور آپ نے روتے ہوئے جب علی کریم علیہ السلام کے زخمی پاؤں پر اپنے دست اقدس سے اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو اس کی برکت سے پھر کبھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اثنائے سفر اس قسم کی تکلیف کی شکایت نہیں ہوئی۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وفی المتاع . لما قدم بمکة کان یسیر اللیل ویکمن النهار حتیٰ تقطرت قدماه . فاعتنقه النبی صلی الله علیه وآله وسلم وبکی رحمة لما بقدمیه من الورم وتفل فی یدیه وامرهما علی قدمیه فلم یشکهما بعد ذالک۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۲۳۳)

مدنی زندگی

ترتیب کتاب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اب آپ کی مکی حیات مبارکہ کی طرف مدنی زندگی مبارک کے حالات وواقعات کو بھی بالترتیب پیش کیا جاتا مگر نہایت غور وخوض کے بعد یہی ایک بات سامنے آتی ہے کہ اس طریقہ کار پر عمل درآمد کرنا انتہائی مشکل بھی ہے اور ان مضامین کے لئے سد راہ بھی جن کا تعلق خصوصی طور

پر جناب شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس سے ہے جیسا کہ آپ کا نکاح مبارک آپ کی اولاد امجاد کی ولادت مبارکہ غزوات رسول میں آپ کی لامتناہی قوتوں کا ظہور اور قرآنی علوم پر آپ کی دسترس کاملہ یہ ایسے منفرد اور متنوع مضامین ہیں جنہیں نہ تو تقسیم کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ان سے صرف نظر کرنے کے متعلق تصور کیا جاسکتا ہے۔

باب

تزویج مقدس حیدر کرار علیہ السلام

حضرت علی اور سیدہ فاطمہ کا نکاح مبارک

جنابِ حیدرِ کرار کے نکاح مبارک کے واقعہ کو ہم نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت علامہ معینؒ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ کی معروف تالیف "معارج النبوت" سے نقل کرتے ہیں اور اِس کے ساتھ ساتھ بعض اہم روایات کو دیگر کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات سے بھی مزین کرتے جائیں گے تاکہ حقائق پوری تابانی کے ساتھ قارئین کے قلوب واذہان پر منعکس ہو سکیں چنانچہ "معارج النبوۃ" میں لکھا ہے کہ،

ہجرت مبارک کے دُوسرے سال رجب المرجب یا صفر المظفر کے مہینہ میں دو متبرک ہستیوں کے درمیان عقدِ مبارک منعقد ہوا اور نکاح مبارک کے اگلے مہینے جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارک ہوئی۔

اہلِ سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں اِس واقعہ کا ذکر کیا ہے اُن میں سے بعض نے اجمالی طور پر اور بعض نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور مؤلف کتاب یعنی ملا معین کاشفی کہتا ہے کہ میں نے یہ واقعہ شیخ ابی الفرعبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف لطیف "صفوۃ الصفادہ" سے نقل کیا ہے اور اس کا عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کر دیا۔

ہر درخواست مسترد

حضرت سلمان فارسی اور حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب جناب

در سال دوم از ہجرت در ماہ رجب یا صفر بود کہ آں عقد مبارک میان آں دو بندہ متبرک منعقد گشت و بماہ آئندہ ترخیص بظہور آمدہ و در بیان ایں واقعہ اہل سیر در کتب خود روایات اوردہ اند و بعضی مفصل و آنچہ مولف ایں کتاب اختیار نمودہ "صفوۃ الصفادہ" است، مسلسل

از تالیف شیخ ابی الفر عبد الرحمن ابن علی بن محمد الجوزی رحمۃ اللہ، زیرا کہ ایں روایت را جامع تر یافتم لا جرم مترجمہ آں شتافتم نقل است کہ ام سلمہ و سلمان فارسی رضی اللہ عنہما گفتند کہ چوں فاطمہ رضی اللہ عنہا از مرتبہ صبا درجہ نساء رسدا کابر قریش بخطبہ او مبادرت می نمودند آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ کار او باز بستہ بامر حق است، مسلسل

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا عالم طفولیت سے عالمِ بلوغت میں تشریف لائیں تو اکابرِ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے اپنی اپنی درخواست پیش کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر درخواست کو یہ فرما کر مسترد فرما دیا کہ ہمیں اس امر میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کا انتظار ہے چنانچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سلسلہ میں اپنی درخواست پیش کی تو انہیں بھی یہی جواب ملا۔

مسجدِ نبوی میں مشورے

ایک روز حضرت ابوبکر صدیق حضرت عمر ابن الخطاب اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہم مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا قصہ چل نکلا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس سرمایۂ راحت ومسرت کے حصول کے لئے تمام اکابرینِ قریش نے اپنی درخواستیں بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی ہیں مگر کوئی درخواست بھی شرف پذیرائی وقبولیت حاصل نہ کرسکی صرف امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہ شخص ہیں جنہوں نے نہ تو ابھی تک اس سلسلہ میں درخواست پیش کی ہے اور نہ ہی اس امر کا اظہار فرمایا ہے۔

امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرا ذاتی گمان یہ ہے کہ اس کی وجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ تنگ ہونا یعنی آپ کا فقر ہے اور میرا گمان یہ ہے کہ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کا مسئلہ معرض التوا میں ڈال دیا جانا محض حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کی ترویج مبارک پر اظہار رضا مندی فرمایا ہے۔

ودروایتے آنکہ فرمود انتظار وحی می برم فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بخطبہ فرمود ہمیں جواب شنید روزے امیر المومنین ابوبکر وعمر وسعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہم در مسجد نشستہ بودند وسخن فاطمہ رضی اللہ عنہا درمیان بود گفتند اکابر قریش باں سرمایۂ سرور وعیش ایں امر را ظاہر نمودند مقبول نیفتاد امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ ہنوز خطبہ نکردہ واں معنی اظہار نہ فرمودہ، مسلسل

امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمود کہ مرا مظنۂ آں است کہ مانع علی قلت ید است یعنی فقیر است و غالب ظن من آں است کہ مہم فاطمہ کہ در تسویف افتادہ حضرت علی است خدا ورسول او ترویج او را رضا دادہ اند بعد ازاں صدیق اکبر روئے بسعد وعمر رضی اللہ عنہما آوردہ گفت کہ با من موافقت می نمائید کہ بہ زیارت علی رویم واو را بخطبۂ فاطمہ رغبت نمائیم اگر از امر فقر وتنگدستی عذر گوید او را مدد گارے نمائیم۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طرف رُخِ اقدس موڑ کر فرمایا کہ میری خواہش یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت اور ملاقات کو چلیں اور انہیں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درخواست پیش کرنے کی ترغیب دلائیں اور اگر وہ اپنی تنگدستی کا اظہار فرمائیں تو ان کو اپنی طرف سے معاونت پیش کریں۔

اس کے جواب میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تبارک وتعالیٰ تمہیں خیر و برکت کے امور کو سرانجام دینے کی ہمیشہ توفیق عطا فرماتا ہے ابوبکر خوش رہو ہم اس نیک کام کی انجام دہی کے لئے آپ کے ساتھ ہیں۔

حضرت علی سے ملاقات

چنانچہ یہ تینوں حضرات بزرگوان مہاجر و الانصار سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد مبارک سے باہر تشریف لے آئے اور جناب علی علیہ السلام کو تلاش کرتے ہوئے ایک انصاری کے نخلستان میں پہنچے تو دیکھا کہ جناب علی علیہ السلام اپنے اونٹ کو پانی پلا رہے ہیں آپ نے ان تینوں حضرات کو اپنی طرف تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو آپ نے چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور تشریف آوری کا مقصد دریافت فرمایا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اے ابا الحسن خصائل محمودہ اور نیک خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت بھی ایسی نہیں جس کے لئے آپ نے سبقت حاصل نہ کر لی ہو اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں جو قدر و منزلت اور عزت و احترام آپ کو حاصل ہے دوسرے کسی بھی شخص کو اس میں آپ کے ساتھ مشارکت اور ہمسری حاصل نہیں اکابر و اشراف قریش نے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جناب سیدہ فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے اظہار خواست گاری کیا لیکن کسی کو بھی شرف قبولیت حاصل نہ ہو سکا اور کسی کو بھی حضور رسالت مآب نے اثبات میں جواب نہیں دیا میرا

سعد فرمود کہ اے ابوبکر خدائے تعالیٰ ترا ہموارہ توفیق امور خیر کرامت میفرمائید خوش باشد اے ابوبکر قدم درراہ کہ موافقت نمودہ ہمہ ہمراہیم ہر سہ یار بزرگوار سر دفتر مہاجر و انصار از مسجد حضرت سید الابرار بطلب حیدر کرار بیرون آمدند و امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ شتر خود را بردہ و نخلستان یکے از انصار بآں شتراب میداد چوں نظر او برایشاں افتاد باستقبال ایشاں آمدہ و استفسار حال نمود امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ گفت یا ابا الحسن خصلتے از خصائل خیر نیست مگر ایں کہ ترا آں جا سبقت است و ترا خود۔ مسلسل

گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کو آپ کے لئے روک رکھا ہے آپ کیوں اپنی درخواست بارگاہِ رسالت مآب میں پیش نہیں کرتے؟ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب ان کی یہ بات سنی تو آپ کی چشمانِ مبارک میں اشکوں کا سیلاب آ گیا آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا اے ابوبکر! آپ نے یہ گفتگو چھیڑ کر میری تمناؤں اور آرزوؤں کی اس دبی ہوئی آگ کو دوبارہ بھڑکا دیا ہے جسے میں نے بڑی کوششوں کے ساتھ دبا رکھا تھا اور آپ نے مجھ پر یہ سوال کر کے میرے اس شوق کو تیز تر کر دیا ہے جس کے مقابلے میں میری مثل شائد ہی کسی دوسرے کو اس قدر رغبت ہو مگر بات یہ ہے کہ اس آرزو کے اظہار کے لئے ایک تو اپنی کم مائیگی اور تنگدستی کو مانع پاتا ہوں اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار گوہر بار میں اس قسم کی گفتگو کرنے کی جرأت و جسارت میرے بس کا روگ ہی نہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یا ابوالحسن آپ جانتے ہیں کہ دنیاوی مال و منال خداوندِ قدوس جل وعلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک قطعی کوئی اہمیت نہیں رکھتے اس لئے یقین رکھیں کہ دنیاوی مال و دولت کی قلت اور آپ کا فقر اس امر کے اظہار کے لئے ہرگز ہرگز مانع نہیں ہیں (چنانچہ اس گفتگو کے بعد)

امیر المومنین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے اونٹ کو کھولا اور اس کی مہار پکڑ کر اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور اونٹ کو باندھ کر تاجدارِ انبیاء رسالت مآب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زیارت و ملاقات کے لئے دولت سرائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تشریف لے گئے۔

علی بارگاہِ رسول میں

حضور تاجدارِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت مخدومۂ دو عالم سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک میں رونق افروز تھے چنانچہ شاہِ مرداں شیرِ یزداں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزلتیست کہ ہیچ کس را با تو آں مشارکت نیست اکابرو اشراف قریش بخطبۂ فاطمہ مبادرت نمودہ ہیچ جواب قبول از رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نشنیدہ اند وگمان من است کہ او را از برائے تو حبس نمودہ چرا خواستگاری نمی کنی؟ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ چوں ایں سخن شنیدہ آب در دیدہ گردانیدہ گفت یا ابوبکر تہییج منمائے آتشے را بتکلف تمام تسکین دادہ ام تو مرا بیاد میدہی آں رغبتے کہ مرا بایں امر است شائد کہ ہیچ کس را نباشد فاما تنگدستی مانع می آید و یارائے ایں گفتن ندارم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ گفت یا ابو الحسن چنیں مگوی دنیا نزد خدا و رسول او اعتبارے ندارد باید کہ قلتِ مال و تنگدستی ہیچ وجہ مانع ایں مقال نگردد

مسلسل

نے جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے دروازہ پر دستک دی تو ام المومنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اندر سے آواز دی اور پوچھا کون ہے؟

جناب ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جواب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اُم سلمہ اٹھ کر دروازہ کھولو آنیوالا شخص وہ ہے جس کے ساتھ اللہ اور اُس کا رسول محبت کرتے ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں باپ آپ پر قربان ہوں یہ کون مرد ہے جس کے متعلق آپ نے اس قسم کی گواہی دی ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام سلمہ کے جواب میں فرمایا کہ یہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور میرا بھائی علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن کر جلدی سے اٹھی اور تیزی سے دروازہ کھولا خدا کی قسم حضرت علی نے اس وقت تک حجرہ مبارک میں قدم نہیں رکھا جب تک میں حرم خانہ کے اندر نہ آ گئی۔

میرے اندر پہنچنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اندر تشریف لائے اور کہا کہ السلام علیک یا رسول اللہ آپ کے سلام کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا وعلیک السلام ابا الحسن آپ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور پھر جناب علی علیہ السلام کو اپنے قریب بٹھالیا۔

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے سر جھکایا ہوا تھا اور نگاہیں زمین پر گاڑ رکھی تھیں اور بیٹھنے کے انداز سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی حاجت مند ہو مگر شرم وحیا کی وجہ سے اپنی ضرورت کا اظہار کرنے سے قاصر ہو اور جرأت لب کشائی نہ رکھتا ہو گویا حالت یہ تھی۔

امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ شتر خود را بکشاد مہارش را گرفتہ وتنہا نہ بر دو بربست و بزیارت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشتافت وآں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در منزل ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تشریف آوردہ بودند چوں شاہ مرداں حلقہ بر در زد گفت ام سلمہ کیست؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود برخیز و در را بکشای "فھذا رجل یحب اللہ و رسولہ ویحباہ" "ایں مردیست کہ خدا اور رسول او را دوست میدارند و او نیز خدا و رسول را دوست میدارند۔

ام سلمہ گفت پدر و مادرم فدائے تو باد کیست ایں مرد کہ تو در بارہ او گواہی میدہی؟ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود پسر عم من و برادر من علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا میگوئید کہ برجستم وچناں بسرعت می رویدم کہ نزدیک بود کہ بروے در افتم تا در را بکشادم بخدا سوگند کہ در نیامد مادامے کہ بحرم خانہ خود در آمدم۔ مسلسل

فرطِ حیا سے کھلتے ہی ہونٹ لرز کے رہ گئے
جوشِ طلب میں دیکھئے جنبشِ لب کی احتیاط

بہر حال ! حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ حالت دیکھی تو نہایت شفقت سے خود ہی اظہارِ تمنا کرنے کا موقع فراہم کرتے ہوئے فرمایا علی ہم جانتے ہیں کہ تم کس ضرورت کے تحت حاضر ہوئے ہو مگر اپنی ضرورت بیان کرنے میں شرم وحیا کی وجہ سے جھجک محسوس کرتے ہو ہم تمہیں دل کی بات زبان پر لانے کی اجازت دیتے ہیں تمہیں ہمارے سامنے شرمانے کی ضرورت نہیں جو بھی تمہارے دل میں ہے بلا جھجک بیان کردو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حوصلہ آفرین گفتگو سننے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ جانتے ہیں کہ آپ نے بچپن ہی میں مجھے میرے والدین سے لے کر اپنی غلامی کے لئے مخصوص فرمالیا تھا۔ اور آپ ہی نے میری ظاہری اور باطنی تربیت فرما کر مجھ میں یہ استعداد اور قابلیت پیدا فرمائی ہے اور آپ کے جو احسانات اور مہربانیاں میں نے اپنی ذات کے لئے مشاہدہ کی ہیں اپنے والدین سے اس کا عشرِ عشیر بھی مُجھ کو نہیں ملا اور آپ ہی کی شفقت وبرکت کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ادیانِ باطل سے بچا کر صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

الغرض میرا ذخیرۂ عمر اور سرمایۂ حیات آپ ہی کی ذاتِ اقدس ہے اور میرے عیش وکامرانی کی وجہ آپ ہی کا وجودِ مسعود ہے، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اب جب کہ آپ کی ملازمت اور غلامی کی سعادت سے مشرف ہونے کی وجہ سے مجھے یہ شوکت وتمکنت اور قوت وبرکت حاصل ہو چکی ہے اور فوز وفلاح وخیرو

آنگاہ درآمد وگفت السلام علیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جواب فرمود، کہ وعلیک السلام یا اباالحسن ورحمۃ اللہ وبرکاتہ واورا نزدخود بنشاند، امیر المومنین رضی اللہ عنہ سر مبارک فروانداختہ درزمین می نگریست چوں کسے کہ حاجتے دارد واز عرض آں شرم میدارد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی چناں پندارم کہ حاجتے داری واز آں شرم می داری بگوی ہرچہ دردل داری وشرم مدار کہ حاجت تو نزد ما مقضے است، مسلسل

حضرت امیر فرمود کہ یارسول اللہ پدر ومادرم فدائے تو باد حضرت ترا معلوم است کہ از آوان صغر، دمرا بتر بیت ہائے ظاہرہ وباطن مستعد گردانیدہ واایں احسان وشفقت کہ از حضرت تو دربارہ خود مشاہدہ کردم از پدر ومادر خود عشر عشیر آں ندیدم وحق تعالیٰ ببرکت تو مرا از دین باطل رہانید وبدیں تو یم وصراطِ مستقیم رسانید حاصل کہ ذخیرہ عمر وزندگانی ومایۂ عیش وکامرانی من توئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکنوں ما کہ دولت خدمت وسعادت مساعدت بازوئے تمکین من محکم گشتہ

نجاحِ دارین کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور اب جب کہ مجھے آپ کے لُطف و کرم نے یہ سہارا دے دیا ہے کہ میں اپنے دِل کی بات زبان پر لے آؤں تو میری گزارش یہ ہے کہ میری دلی تمنا اور دیرینہ قلبی آرزو یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی دامادی کا شرفِ عظیم بھی عطا فرمادیں۔"

(میرے آقا) میں مدّتِ مدید سے جنابِ فاطمۃ الزہرا کے لئے درخواست پیش کرنے کا ارادہ کرتا رہا ہوں لیکن اس خیال سے کہ کہیں یہ میری عرضداشت گستاخی پر محمول نہ ہو، اس ارادہ کو معرضِ التواء میں ڈال یا کرتا تھا۔ یارسول اللہ "صلی اللہ علیک وسلم" کیا ایسی کوئی صورت ممکن ہے کہ میری یہ آرزو پوری ہو سکے۔"

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دُور سے نگاہ کی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ درخواست سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُخِ انور کو مسرت سے جگمگاتے دیکھا اور آپ نے مُسکراتے ہوئے فرمایا ! اے علی تم اِس کام کی انجام دہی کے لئے اپنے پاس کیا رکھتے ہو ؟

جنابِ حیدرِ کرار نے عرض کی ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " میرا تمام حال آپ پر ظاہر ہے اور آپ کی نگاہِ ناز سے کوئی بات اور کوئی چیز اوجھل نہیں۔ " گویا اِن الفاظ میں عرضِ حال کیا کہ تجھے کیا بتاؤں اے دلربا تیرے سامنے میرا حال ہے۔

یا پھر شاید اسی موقع کے لئے ترجمانِ اہلسنّت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمۃ نے یہ شعر کہا ہے۔

اے فروغِ صبح آثار ودھور
چشمِ تو بینیدۂ مافی الصدور

وفوز و فلاح و خیر و نجاحِ دارین مسلم شدہ تمنائے آں در خاطر نقش بستہ ام کہ مرا ہیچ خانہ و سرا و سرانجامے نیست و حیلہ کہ محرمِ اسرار و مونس جاں فگار باشد و مدتے مرا داعیہ آں است کہ ذکر خطبہ فاطمہؓ درمیان آرم و از جہت توہم گستاخی در تسویف می دارم، ہیچ امکان دارد کہ ایں معنی در خارج موجود تواند بود یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مسلسل

ام سلمہ می گوئید کہ از دور نگاہ می کردم کہ از سماعِ سخن چنیں جبین آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برافروخت و بلب شیریں بروئے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ تبسم فرمود و گفت اے علی ہیچ داری از ما یحتاج تاہل کہ بآں توسل نمائی حضرت امیر گفت یارسول اللہ ہیچ کس بر احوال من چناں مطلع نیست از یاراں،

و دوست داران کہ تو واز نظرِ تو چیزے پوشیدہ نیست۔ مرا شمشیر است و زرہے و شترے ہرچہ فرمائی حاکمی، فرمود کہ ترا شمشیر ضرورت است کہ پیوستہ بجہاد و مبادرت می نمائی و شتر راحلہ و سطہ تست آں نیز لابد است بلکہ بدرع با تو صلح میکنم و بھماں اکتفا می نمائم۔ مسلسل

بہرحال ! جناب مولائے کائنات علی علیہ السلام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک شمشیر، ایک زرہ اور ایک اُونٹ ہے اب آپ جو حکم فرمائیں مجھے منظور ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! " علی ! تم مجاہد آدمی ہو اور جہاد کے لئے تمہیں تلوار کی ضرورت ہے اور سواری کے لئے اونٹ بھی نہایت اہم ضرورت کا حامل ہے البتہ زرہ پر معاملہ طے ہوسکتا ہے اور اِسی پر اِکتفاء کرتے ہیں۔

اور اے علی ! ہم تمہیں خوشخبری دیتے ہیں کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہ الکریم نے آسمان پر تمہارا اور فاطمہ کا نکاح کردیا ہے۔تمہارے یہاں آنے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہمارے پاس ایک فرشتہ کو بھیجا تھا اُس کے متعدد مُنہ اور بہت زیادہ پر تھے اُس نے مجھے سلام کیا اور کہا کہ آپ کی پاکیزگیٔ نسل کے جمع ہونے کی خوشخبری ہو۔

ہم نے اُس سے پوچھا کہ اے فرشتے ! اِس پاکیزگی وطہارت نسل کا مطلب کیا ہے ؟

تو اُس نے کہا ! یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ میں حاملانِ عرش میں سے ایک مؤکل فرشتہ ہوں میرا نام سطائل ہے، مجھ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ کو یہ خوشخبری سناؤں اور یہ کہ جبریل علیہ السلام بھی میرے پیچھے آرہے ہیں وہ اِسکی کیفیت اور تمام واقعہ عرض کریں گے۔

معارج کے علاوہ

اگرچہ ہم نے اب تک جس قدر بھی عبارت پیش کی ہے وہ معارج النبوت ہی کی عبارت ہے جو مُلا معین کاشفی علیہ الرحمۃ نے محدث ابن جوزی کی کتاب " صفوۃ الصفاوہ " سے نقل کی ہے، چونکہ ابنِ جوزی متشدد دین کے نزدیک بھی ثقہ آدمی ہے اِس لئے یہ انتخاب عمل میں لایا گیا ہے حالانکہ اس قسم کی روایات دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہیں۔"

وترا نیز بشارتے میدہم یا اباالحسن بدرستی کہ حق تعالیٰ عقد فاطمہ وتو در آسمان بستہ پیش ازاں کہ تو بیائی ملکے را حق تعالیٰ پیش من فرستاد کہ مرآں فرشتہ روئے یاد بالہائے بسیار بود مرا سلام کرد وگفت البشر بجمع و طہارت النسل من ازوے سوال کردم کہ اے ملک ایں بشارت نسل عبارت ازچیست گفت یا محمد من سطائیلم فرشتہ ام موکل بیکے ازقوائم عرش مرا حق تعالیٰ اجازت فرمود تا ترا بشارتے مبشر گردانم وایک جبریل علیہ السلام ازعقب می آید وکیفیت واقعہ را او بیان خواہد کرد۔ مسلسل

تاہم اب چونکہ جناب حیدر کرار اور سیدہ فاطمۃ الزہرا علیہا السلام کا آسمانوں پر نکاح مبارک ہونے کا واقعہ شروع ہونے والا ہے اور بعض معاندین ایسی روایات کو وضعی قرار دینے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اس لئے مناسب خیال کیا گیا ہے کہ ابھی سے علامہ ابن جوزی اور علامہ معین کاشفی کے ساتھ دیگر چند محدثین اور سیرت نگاروں کو بھی شامل کر لیا جائے چنانچہ اس ضمن میں پہلے شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وہ عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا عقد مبارک بحکم خداوندی ظہور میں آیا۔

اس سے پہلے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک ہونے کی معارج النبوت اور دیگر کتب سے روایات پیش کی جائیں شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کی مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

ترجمہ ! پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کے سلام کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا، اے ابوطالب کے بیٹے! کس مقصد کے لئے ہمارے پارے پاس آئے ہو ؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی (یا رسول اللہ) میں اس لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی خدمت میں فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خواستگاری کی درخواست پیش کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مرحباً واھلاً اور اس کے آگے کچھ نہ فرمایا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر وہ حالت طاری ہو گئی جس کا نزول وحی کے وقت ظہور ہوتا تھا پھر جب آپ کی حالت معمول پر آئی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ اے انس جبریل پروردگار عرش کی طرف سے میرے پاس آئے تھے اور یہ پیغام لائے تھے کہ یقیناً اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ارشاد فرمایا ہے کہ آپ علی کے ساتھ فاطمہ کا عقد مبارک فرمادیں۔

" پس آمد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیش رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وسلام داد بروے پس جواب سلام دے داد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وگفت چہ چیز آوردہ است ترا نزد ما اے پسر ابوطالب ؟

گفت آمدہ ام تا خواستگاری کنم فاطمہؓ را پس فرمود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پس در گرفت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم را حالتے کہ در می گرفت او را نزد وحی در بودہ شد از خود بستر کشادہ شد آں حالت بحال خود آمد و فرمود یا انسؓ آمد جبرئیل علیہ السلام از نزد پروردگار عرش وگفت ! بدرستی خدائے تعالیٰ امر می کند کہ ترا تزویج کنی فاطمہؓ را با علیؓ "

(مدارج النبوت جلد ۲ صفحہ ا شاہ عبدالحق محدث دہلوی)

حیدرِ کرار کا نکاح آسمانوں پر

نامۂ خدا بنام مصطفےٰ

سلطائل فرشتہ کی گفتگو ابھی جاری ہی تھی کہ جناب جبریئل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور جنت کے سفید ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جو وہ اپنے ساتھ لائے تھے پیش کیا۔

اس ریشمی کپڑا پر نور سے دو سطریں مرقوم تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے برادر جبریل اس مکتوب کا مضمون کیا ہے؟

جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یا محمد صلی اللہ علیک وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو تمام مخلوق میں برگزیدہ فرمایا ہے اور آپ کے لئے بھائی اور ساتھی کا انتخاب فرمایا ہے اور فاطمہ کو اس کے سپرد کر دیا ہے آپ فاطمہ کے ساتھ اس کا عقد فرمائیں اور اسے اپنی دامادی میں قبول فرمائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میں نے جبریل سے پوچھا کہ وہ شخص کون ہے جس کے جسم پر ہماری اخوت کا خلعت آراستہ ہو سکتا ہے؟

سلطائل ایں سخن درمیان داشت کی جبریل علیہ السلام آمد وسلام کرد حریر پارہ سفید از حریر بہشت با خود ہمراہ آورد و در وے دو سطر از نور مکتوب بود پر سیدم کہ اے برادر جبریل ایں نامہ لست و مضمون ایں مکتوب چلیست؟ جبریل گفت یا محمد حق تعالیٰ ترا از خلق عند برگزیدہ واز برائے تو برادرے و صاحبے اختیار کردہ فاطمہ بوے دہ دوے را بدامادی برگزیدن پر سیدم کہ کیست ایں کس کہ خلعت اخوت من برقامت او چست و درست آمدہ است؟

گفت برادر تو در دین و پسر عم تو از روئے نسب تعین امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حق تعالیٰ عقد نکاح ایشاں را در آسماں عقد گردانید بایں طریقہ کہ اول خطاب بجناب فرمود تا بترتیب تمام خود را آراستند و حور عین وحی فرستاد کہ با زیورہا خود را مزین گردانید و بہ شجر طوبیٰ پیغام فرستاد تا بجائے اوراق حلہ ہا ترتیب زائد بعد ازاں امر فرمود تا ملائکہ کرام آسماں ہا در آسمانِ چہارم نزدیک بیت المعمور جمع آئند و منبرے کہ موسوم است بمنبر کرامت وحضرت آدم علیہ السلام بروئے خطبہ خواندہ است آں وآں منبرے نوراست،

تو جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ وہ دین کے لحاظ سے آپ کا بھائی اور نسب کے لحاظ سے آپ کے چچا کا بیٹا امیر المؤمنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا عقد نکاح اس طریقہ سے آسمان پر منعقد کیا ہے کہ پہلے تو بہشتوں کو خطاب فرمایا کہ خود کو زیب و زینت سے اچھی آراستہ و پیراستہ کر لیں اور پھر حوران بہشتی کو پیغام بھیجا کہ خود کو زیورہائے جنت سے اچھی طرح مزین کر لیں اور پھر شجر طوبیٰ کو پیغام بھیجا کہ وہ پتوں کی جگہ حلہ ہائے فردوس سے اپنی ترتیب و تزئین کر لے۔

اس کے بعد تمام آسمانوں کے ملائکہ کرام کو حکم فرمایا کہ سب کے سب چوتھے آسمان پر بیت المعمور کے نزدیک جمع ہو جائیں تو جب یہ سب کچھ ہو گیا تو نور کا وہ منبر جو منبر کرامت کے نام سے موسوم ہے اور بیت المعمور کے سامنے رکھا ہوا ہے اس پر بیٹھ کر حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ پڑھا۔

جناب آدم علیہ السلام کے خطبہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے راحیل نامی فرشتہ کو حکم فرمایا کہ وہ منبر پر آئے اور حمد وثناء بیان کرے،

راحیل فرشتہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ خوبصورت اور فصاحت و بلاغت میں اپنی مثال آپ ہے جب اس نے بحکم پروردگار حمد وثنا سے خطبہ کی ابتداء کی تو اس کی خوش آوازی حسنِ صورت و لطافتِ نطق و گویائی سے تمام ملائکہ سمٰوات جھومنے لگے بعد ازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا کہ اے جبریل میں نے اپنی کنیز فاطمہ بنتِ محمد (صلوٰۃ اللہ علیہا) کے ساتھ اپنے بندۂ خاص ولی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا

درپیش بیت المعمور نہادہ، پس حق تعالیٰ وحی فرمود بملکے کہ اسم او راحیل است تا بر آں منبر بر آمد و حمد و ثنائے ملک تعالیٰ مبتقدیم رسانید و حالِ آں کہ در میان فرشتگان ہیچ یک بفصاحت و لطافت نطق و حسن صورت او نیست واز حسن صوت و سلاست عبارت او اطباق سمٰوت در اہتزاز آسمان ہا در جنبش آمد بعد از حق تعالیٰ بمن کہ جبرئیلم وحی فرمود کہ اے جبریل من کنیزک فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن طالب عقد بستہ ام تو نیز میان ملائکہ آں انعقاد را مؤکد گردان من نیز بفرمان حضرت الٰہی جل وعلیٰ چوں موئید شدم تا عقد نکاح ایشاں بستم و ملائکہ را بگواہے گرفتم و صورتِ واقعہ را برایں حریر ثبت ساختہ بہ شہادت ملائیکہ موشح گردانیدم و بنظر،

وحق تعالیٰ فرمودہ بر تو عرض کنم بعد ازاں آں را بہ مشک مہر کنم و برضوان خازن جنت سپارم و بعد ازاں کہ ایں عقد میمون منعقد گشت حق تعالیٰ بدرخت طوبیٰ امر فرمود تا زیور و حلی و حلل منتشر گرداند و ملائکہ حوراں و غلمان و ولدان بتلاش ہر یک حلۂ وزیورے ربودند ہدایا و تحائف کہ در میان آں طائفہ بیکدیگر ہدیہ برند تا قیام قیامت ازیں حلّہا و طبقہا خواہد بود بعد ازاں بدر سکہ حق تعالیٰ مرا امر فرمود تا ترا بایں عقد ازدواج بشارت و ہم و تہنیت رسانم و تو نیز بشارت دہ ایشاں را باد و فرزند ارجمند طاہرین و فاضلین ہم در دنیا و ہم در آخرت،

آنگاہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود یا ابا الحسن سوگند بخدا کہ ہنوز جبریل بمعارج آسمان قدم نہ نہادہ

نکاح کر دیا ہے تو بھی اس نکاح مبارکہ کو ملائکہ کرام میں منعقد کریں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق ان دونوں برگزیدہ ہستیوں کا عقد نکاح کر کے تمام ملائکہ کو گواہ کیا اور یہ تمام واقعہ دستاویز کی صورت میں اس ریشمی کپڑا پر مرقوم کر دیا گیا ہے اور مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اسے آپ کی خدمت میں پہنچادوں اے

بود دہال اقبال بطیر ان فضائے حکومت نہ کشادہ بود کہ تو حلقہ بر درزدی یا اباالحسن فرمان حضرت پروردگار جل وعلیٰ
ناقد گشتہ برخیر تا مسجد رویم و بردس اشہاد انعقاد ایں عقد مبارک مبقد یم رسایم

نسیم امروہوی کا خراجِ عقیدت

محترم نسیم امروہوی صاحب اس آسمانی نکاح مبارک کا نقشہ اپنے اشعار میں اس طرح کھینچتے ہیں۔

اب ذکرِ عقدِ جان و دلِ مصطفیٰ سنو
مدحِ بتول و منقبتِ مرتضیٰ سنو
گھر کا خدا رسول کے یہ ماجرا سنو
نسبت کہاں سے آئی ہے یہ بھی ذرا سنو
ہے حکمِ ربّ پیمبرِ عالی نژاد کو
بیٹی تم اپنی دے دو مرے خانہ زاد کو

یاں حکمِ ربّ سے خوش ہیں رسول فلک مقام
واں ہے علی کے بیاہ کی اعلیٰ میں دھوم دھام
حق نے کیا ہے جشنِ عروسی کا اہتمام
معمور ضَو سے خانۂ معمور ہے تمام
ہے عقدِ جانشینِ پیمبر بتول سے
قربت بڑھی خدا سے قرابت رسول سے

آراستہ نکاح کی ہے بزمِ بے مثال
منبر پہ خطبہ پڑھتا ہے راحیلِ خوش مقال
داؤد وجد کرتے ہیں لہجے کا ہے یہ حال
بحرین کا صُورت سعدین اِتصال
شاہد وہ ہے وجودِ بشر جس کے ہاتھ ہے
قاضی وہ ہے قضا و قدر جس کے ہاتھ ہے

شادی کی بارگاہ بنا آستانِ غیب
حور و ملک ہیں بزم نشینِ مکانِ غیب
سہرا بنے ہوئے ہیں گلِ بوستانِ غیب
محوا ادائے صیغہ ہے گویا لسانِ غیب
شادی سے اہلِ بزم کا دل شاد ہوگیا
حق کا ولی رسول کا داماد ہوگیا

بہرحال جبریل علیہ السلام نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا کہ بیت المعمور پر منعقد ہونے والے اس نکاح مبارک کی دستاویز پر ملائکہ کرام کی گواہی ڈال دی گئی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا۔

کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام حالات عرض کروں اور نکاح نامہ کی اس تحریر کو کستوری سے مہر کر کے رضوان خازن جنت کے سپرد کردوں۔

حُلّے نچھاور کئے گئے

نیز یہ کہ اس عقد مبارک کے انعقاد کے بعد بحکمِ پروردگار شجرِ طوبیٰ نے اپنے حُلّے اور زیورات نچھاور کیے اور ان زیورات اور حُلّوں کو حوروں فرشتوں اور ولدان وغلمانِ جنت نے پوری کوشش کے ساتھ اکٹھے کرلیا اور خاص تحائف کی صورت میں ایک دوسرے سے تبادلہ کرتے رہیں گے بعد از اں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ آپ کو اس عقد ازدواج کی خوشخبری اور ہدیہ تبریک وتہنیت پہنچاؤں نیز یہ کہ آپ ان ہر دو محترم اور مقدس ہستیوں کو دو طیب وطاہر اور مقدس وافضل فرزندانِ عالیشان کی بشارت دیں ان کی سر بلندی اور ارجمندی کی دنیا میں بھی اور آخرت کے لئے بھی۔

ایسی بھی کتخدائی نہ ہوگی خدائی میں
دو لال کبریا نے دیئے رونمائی میں

حضور خوش ہو گئے

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے علی خدا کی قسم ابھی جبریل نے آسمان کی بلندیوں میں قدم بھی نہیں رکھا اور ملائکہ نے فضا میں اپنے پروں کو بھی نہیں کھولا تھا کہ آپ نے آکر دروازہ پر دستک دے دی اے علی اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم نافذ ہو چکا ہے اُٹھتے اور مسجد کی طرف چلیں تا کہ اس عقد مبارک کا انعقاد گواہوں کے سامنے کیا جائے۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے جنابِ حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کی بزمِ نکاح کے انعقاد کا اہتمام خود خالق کائنات فرماتا ہے۔

یہ بزمِ نکاح خاص ہے

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیام قیامت رشتۂ ازدواج میں منسلک ہونے کا سلسلہ جاری و

ری رہے گا مگر یہ رشتہ داریاں قائم کرنے میں دولہا اور دلہن کے عزیز واقارب کا ہاتھ ہے آج کل تو خیر سے اں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو پسند کر لیتے ہیں اور رشتۂ زوجیت کو لَو میرج کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تا م شرفاء کے گھرانوں میں زیادہ سے زیادہ یہی ہوتا ہے کہ بچوں کے والدین اور قریبی رشتے داران کے لیے شتے داراُن کے لئے رشتے تلاش کرتے ہیں اور پورے طریقہ سے مطمئن ہونے کے بعد جانبین کا انتخاب مل میں لایا جاتا ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ عظیم المرتبت اور عالی قدر ہستی ہیں جن کے لئے شتہ کا انتخاب اس مقدس ذات نے کیا جو "لم یلد ولم یولد" کی شان رکھنے کے ساتھ بیوی رکھنے کے تصور سے بھی پاک اور منزہ ہے۔

اللہ نے بزم سجائی

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کے لئے دونوں جہان کی عورتوں کی سردار اور تمام کائنات کی عورتوں سے افضل و اعلیٰ ہستی معظمہ کا محض انتخاب ہی نہیں کیا بلکہ ان ہر دو مقتدر ہستیوں کے نکاح مبارک کی بزم بھی خود ہی آراستہ فرمائی اور دونوں جہان میں ہونے والے نکاح مبارک کے سب سے بڑے جشن میں تمام ملائکہ اور حورانِ بہشتی کو بھی شامل فرمایا یہ معمولی اعزاز نہیں بلکہ یہ وہ اعزاز عظیم ہے جو سوائے حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دنیا کے کسی فرد بشر کو حاصل نہیں خواہ وہ کسی بھی عظیم مقام پر فائز ہو۔

ہم آئندہ اوراق میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمان کو بھی بالوضاحت نقل کریں گے جس میں آپ نے وضاحت کی ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ ہوتے تو میری بیٹی فاطمہ کے لئے کوئی دوسرا کفو (جوڑ) موجود ہی نہ تھا بہر حال حضرت جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے نکاح مبارک کے جشنِ عظیم کا یہ نقشہ تھا۔

ہے گونج طبلِ کلمۂ طیب کی تا سما
تاشے خدا کی حمد کے بجتے ہیں جا بجا
گویا شہادتین کا ہے جھانج برملا
تکبیرِ جبرائیل ہے شہنائی کی صدا
نعروں سے گونجتی ہے فضا دوجہان کی
نقارے ہیں درود کے نوبت اذان کی

برپا ہے جشنِ مرتضوی تا بہ لامکاں
حوروں میں رت جگا ہے سجائی گئی جناں
زہرہ نے اپنے رقص سے باندھا ہے وہ سماں
خود جھومتا ہے وجد میں طاؤس آسماں
بزم طرب میں عالمِ بالا شریک ہے
وہ کبھی شریکِ حال ہے جو لاشریک ہے

حبدارانِ اہل بیت کی رہائی

معارج النبوۃ کے علاوہ دیگر متعدد کتب سیرت میں مرقوم ہے کہ امیر المؤمنین امام المتقین شیرِ خدا حیدر کرار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب سیدۃ نساء العلمین مخدومہ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے نکاح مبارک کی خوشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ مجدہٗ الکریم نے رضوانِ جنت کو ارشاد فرمایا کہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائیں اور اس سے گرنے والے اوراق کو جمع کر کے ملائکہ اور حوریں آپس میں تحائف کی صورت میں پیش کرتے رہے حتیٰ کہ قیامت کے دن ایک ایک ورق تمام محبان اہل بیت میں تقسیم کردیں۔

تا کہ یہ ورق دوزخ سے رہائی کے تمسک نامہ کا کام دیں اور حبدارانِ آلِ رسول کے لئے جنت لازمی ہو جائے چند کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔

الاصابہ فی تمیز الصحابہ

ابو موسیٰ ابن مردویہ کے طریق سے اسناد کے ساتھ عباد بن راشد یمانی سے روایت بیان کرتے ہیں کہ سنان بن شفعلہ ادسی نے حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں جبریل نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ اور علی کی تزویج فرمائی تو رضوان کو فرمایا کہ شجر طوبیٰ کو ہلا کر اہل بیت محمد کی تعداد کے برابر ورق گرائے ابو موسیٰ نے کہا میں اسناد میں ابن راشد کے سوا کسی کو نہیں جانتا۔

روی ابو موسیٰ من طریق ابن مردویہ باسنادہٖ الی عباد بن راشد الیمانی حدثنی سنان بن شفعلة الادسی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حدثنی جبریل ان اللہ تعالیٰ لما زوج فاطمة علیاً امر رضوان فامر شجرۃ طوبیٰ فحملت رقاقا بعدد محبی آل بیت محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

قال ابو موسیٰ لیس فی اسنادہ من یعرف سوی عباد بن راشد

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۸۱)

الصّواعق المحرقہ

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور تالیف صواعق محرقہ میں ابو بکر خوازمی کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تو آپ کا رُخِ انور اس طرح طلعت بار تھا جیسے چاند کا دائرہ آپ کی مسرت آفرینی کے متعلق حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استفسار کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا مجھے میرے پروردگار کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ میرے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب اور میری بیٹی فاطمہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ عنہ نے رشتۂ زوجیت میں منسلک فرما کر رضوانِ خازن الجنان کو حکم فرمایا ہے کہ وہ طوبیٰ کے درخت کو ہلائے اور اس سے گرانے والے اوراق محبانِ اہلِ بیت کرام کی تعداد کے مطابق اٹھا لئے جائیں اور پھر طوبیٰ کے نیچے نور سے ملائکہ پیدا کئے اور وہ اوراق ان ملائکہ کو دے دیئے گئے پس جب قیامت قائم ہوگی تو فرشتے تمام مخلوقات میں منادی کریں گے اور محبان اہل بیت میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ہوگا جسے وہ ورق نہ دیا جائے اور اس تمسک نامے پر جہنم سے رہائی کے متعلق لکھا ہوگا۔

میرے چچازاد بھائی علی اور میری بیٹی فاطمہ کی اس تقریب مناکحت کی برکت سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں جہنم سے آزاد ہو جائیں گی۔

واخرج ابو بکر الخوار زمی انه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم خرج علیهم ووجهه مشرق کدا ئرة القمر فاسئا له عبد الرحمٰن بن عوف فقال بشارة اتتنی من ربی فی اخی و ابن عمی و انبتی بان اللّٰه زوج علیاً من فاطمة امر رضوان خاز ن الجنان فهز شجرة طوبیٰ فحملت رقاً قاً یعنی صکا کا بعد د محبی اهل البیت وانشا تحتها ملا ئکة من نور دفع کل ملک صقاً فا ذا ستوت القیا مة با هلها نا دت الملا ئکة فی الخلائق فلا یبقی محب لا هل البیت الا دفعت الیه صح فیه فکاکه من النار فضاً را نی و ابن عمی و انبتی فکاک رقاب رجال و نساء من امتی من النار۔

(الصواعق المحرقہ مطبوعہ مصر ص ۷۳)

ابن حجر مکّی

علامہ ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ علوم دینیہ پر کامل دسترس رکھنے والے علماء فقہ میں سے ایک ہیں اور حفاظ حدیث میں آپ کو ایک خاص مقام حاصل ہے نقد ورجال پر آپ کی تصنیف لطیف مجمع الزوائد متشددین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب ہے اور اب اس کتاب کی عبارت پیش کی جاری ہے اگرچہ اس میں فضائل اہل بیت بیان کرنے میں ہرگز ہرگز کسی بخل سے کام نہیں لیا گیا تاہم یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے یہ کتاب تردید روافض میں لکھی ہے اور روایات نقل کرنے میں پوری احتیاط سے کام لیا ہے ان حالات کے پیش نظر صاحب الاصابہ کا محض یہ کہہ دینا کہ روایت میں سلسلہ اسناد مکمل نہیں کوئی اہمیت نہیں رکھتا علامہ ابن حجر مکی کی پیش کردہ دیگر متعدد کتب میں بھی موجود ہے۔

البیان والتبین

علامہ ابن جاحظ اگرچہ معتزلہ میں سے ہیں تاہم ان کی مندرجہ بالا کتاب کو ثقاہت کا درجہ حاصل ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

علامہ جاحظ اپنی مشہور کتاب البیان والتبین میں یہ روایت پوری کی پوری نقل کرتے ہیں یہاں ان کی عبارت کا ترجمہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے کیونکہ عربی متن تقریباً وہی ہے جسے ہم صواعق محرقہ سے نقل کر چکے ہیں۔

بلال بن حمام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکراتے ہوئے رخ انور کے ساتھ ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی نور بیز کرنیں بکھیر رہا تھا آپ کو اس مسرت آگیں عالم میں دیکھ کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کس مسرت کا نور ہے جو آپ کے رُخ انور پر متجلی ہو رہا ہے؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار نے میرے بھائی اور ابن عم (علی کرم اللہ وجہہ الکریم) اور میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق میرے پاس وحی بھیجی ہے اور مجھے خوشخبری سنائی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر علی کا نکاح فاطمہ سے کر دیا ہے اور بہشتوں کے خازن رضوان کو ارشاد فرمایا ہے کہ وہ شجر طوبیٰ کو ہلائے۔

جبریل کہتے ہیں کہ جب رضوان نے طوبیٰ کو ہلایا تو میں نے حبدار ان اہل بیت کی تعداد کے مطابق

تمسک نامے جمع کر لیے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے زیرین طوبیٰ اپنے نور سے ملائکہ کو پیدا فرمایا اوہ ہر ایک فرشتے کو ایک ایک ورق دے دیا جس روز قیام قیامت ہوگا تو ملائک مخلوقات میں منادی کریں گے حتیٰ کہ میرے اہل بیت سے محبت کرنے والا ایک شخص بھی ایسا نہیں رہے گا جس کو وہ دستاویز نہ ملے جو طوبیٰ نے گرائی تھیں اور ان پر جہنم سے رہائی کے الفاظ تحریر ہیں بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے چچازاد بھائی اور میری بیٹی کی (مناکحت) کی وجہ سے میری امت کے مردوں اور عورتوں کی گردنیں دوزخ سے نجات حاصل کریں گی۔

(البیان والتبیین مولفہ ابن جاحظ مع ینابیع المودۃ جلد اول ص ۷۳)

نزہۃ المجالس

نزہۃ المجالس شریف میں علامہ عبدالرحمٰن صفوری نے بھی جناب حیدر کرار اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے آسمانوں پر نکاح مبارک کی روایت تفصیل سے نقل کی ہے۔

لہٰذا اس عبارت کا اردو ترجمہ پیش کیا جاتا ہے تاہم ضروری عبارت کا عربی متن بھی پیش کر دیا جائے گا صاحب نزہۃ المجالس لکھتے ہیں کہ،

جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ملائکہ کرام کو بیت المعمور کے قریب جمع ہونے کا حکم صادر فرمایا۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ بیت المعمور چوتھے آسمان پر ہے اور اس میں چار ستون ہیں ایک ستون یاقوت سرخ کا ہے اور دوسرا ستون زمرد سبز کا ہے اور اسی طرح تیسرا ستون چاندی کا اور چوتھا سونے کا ہے۔

عرائس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دنیائے آسمان پر ایک گھر ہے جسے بیت المعمور کہا جاتا ہے اور وہ عمودی سطح پر کعبۃ اللہ کے بالمقابل ہے ملائکہ کرام مقامات رفیع اعلیٰ سے نزول فرما کر وہاں آتے ہیں بہر حال خداوند قدوس نے رضوان کو حکم فرمایا کہ وہ بیت المعمور کے دروازہ پر منبر کرامت نصب کرے، جب منبر رکھ دیا گیا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے راحیل نامی فرشتہ کو ارشاد فرمایا کہ وہ منبر پر جائے اور خطاب کرے۔"

چنانچہ ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے راحیل فرشتہ نے خداوند عزّ وجل وعلیٰ کی وہ تحمید وتقدیس بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے راحیل کے خطبہ کا انداز اس قدر دلآویز تھا کہ تمام آسمان کیف وسرور اور مسرت وشادمانی سے وجد کناں ہو گئے۔"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی ہے کہ میں نے اپنے بندے علی کے ساتھ اپنی کنیز فاطمہ بن محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عقد باندھ دیا ہے اور میں نے فرشتوں کو گواہ مقرر کیا ہے کہ اور اس ریشمی کپڑے کے ٹکڑے پر میں نے اپنی گواہی ثبت کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جبریل نے کہا ! یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میں نکاح نامہ کی اس تحریر پر سفید کستوری کی مہر لگا کر آپ کی خدمت میں پیش کروں اور پھر اس کو جنت کے خزانچی رضوان کے حوالہ کر دوں۔"

(ماخوذ نزہتہ المجالس جلد دوم صفحہ ۲۲۶)

" نزہتہ المجالس" میں ہی مزید یہ روایت بھی موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری بیٹی فاطمہ کو تمہاری زوجیت میں دے دیا ہے اور اُن کے نکاح پر چالیس ہزار فرشتوں کو گواہ بنایا اور شجرِ طوبیٰ کو حکم دیا کہ ان پر موتی، یاقوت اور زیورات وملبوسات کو نثار کرے۔

چنانچہ اس نے تعمیلِ ارشاد کی تو ان گوہر و یاقوت اور زیورات وملبوسات کو حوروں نے لوٹ لیا اور اب وہ لوٹی ہوئی چیزیں قیامت تک ایک دُوسری کو ہدایا اور تحائف کی صُورت میں پیش کرتی رہیں گی۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اباالحسن ! تمہیں خوشخبری ہو کیوں کہ اس سے پہلے کہ میں تمہاری تزویج فاطمہ سے زمین پر کرتا اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم دونوں کا عقد آسمان پر کر دیا ہے اور تمہارے آنے سے پہلے میرے پاس آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس جیسا فرشتہ کبھی نہیں دیکھا گیا۔ اُس کے کئی چہرے اور پر تھے، اس نے آ کر کہا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) السلام علیک آپ کو مجمع کے اجتماع اور پاکیزگی نسل کی خوشخبری ہو۔

کتاب ہذا میں اس واقعہ کے متعلق دیگر متعدد روایات انتہائی تفصیل کے ساتھ موجود ہیں جنہیں بخوفِ طوالت قلم انداز کیا جاتا ہے کیونکہ ان روایات کی تفصیل قارئین کرام معارج النبوت کے حوالہ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں مذکورہ بالا اُردو عبارت کے عربی متن کے ضروری حصے ملاحظہ ہوں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی أتی الملک
اسمه وسطائل وقال یا محمد (صلی اللہ علیه وآله وسلم) انا
لموکل باحدی قوائم العرش سئالت ربی ان باذن لی بشارتک

(نزہتہ المجالس مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

قال انس رضی اللہ تعالی عنه بینما النبی صلی اللہ علیه
وآله وسلم فی المسجد اذ قال لعلی هذا جبریل ان اللہ قد زوّ.

جک فاطمہ و اشھد علی تزویجھا اربعین ملک۔

(نزہتہ المجالس مطبوعہ مصر جلددوم صفحہ ۲۲۳)

ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ

علامہ محب طبری اپنی مناقب کی مشہورِ زمانہ تالیفِ مبارکہ ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ میں جنابِ حیدرِ کرار کے آسمان پر عقدِ مبارک کے متعلق روایت نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ میں مسجدِ نبوی شریف زاداللہ شرفہا وتعظیما وتکریما میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس وقت حاضر تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ یا علی !

تمہارے متعلق مجھے جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے تمہارا نکاح فاطمہؓ کے ساتھ آسمانوں پر کر دیا ہے اور اس عقدِ مبارک کی تقریب میں چالیس ہزار ملائکہ کرام موجود تھے۔

نیز اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجرِ طوبیٰ کی طرف وحی کی کہ وہ اس مسرت انگیز تقریب کے موقع پر دُرّ و یاقوت نچھاور کرے، چنانچہ طوبیٰ نے موتیوں، یاقوتوں کی بارش کر دی ہے جنہیں جنت کی حوروں نے لُوٹ لیا اور جو طشت ہائے جنت میں سجا کر وہ موتی اور یاقوت ایک دوسری کو ہدایا اور تحائف کی صورت میں پیش کرنے لگیں حتیٰ کہ وہ ان تحائف کا قیامت کے دن تک ایک دوسری سے تبادلہ کرتی رہیں گی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ! بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد اذ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لعلی ھذا جبریل یخبرنی ان اللہ عزوجل زوجک فاطمۃ واشھد علی تزویجک اربعین اُلف ملک واحی الی شجرۃ طوبی ان انثری علیھم الدروالیاقوت فنثرت علیھم الدر والیاقوت فابتدرت الیہ الحور العین تلتقن من اطبَاق الدر والیاقوت فھم یتھا دونہ بینھم الی یوم القیامۃ۔

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلددوم صفحہ ۲۴۲)

یہ کیسی شادی ہے؟

قارئین کرام ! جنابِ شیرِ خدا علی المرتضیٰ اور جنابِ سیدۃ النساء اھل الجنۃ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام

اللہ علیہا کے دنیائے آسمان پر ہونے والے اِس عقد مبارک کے متعلق حوالہ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں جس کی تقریب کا انعقاد کسی نبی، ولی یا فرشتہ نے کیا بلکہ اِس بزم مقدس کو منعقد کرنے والی وہ ذاتِ اقدس ہے جو تمام انبیاء و دیگر ہر قسم کی مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے۔

ابتدائے آفرینش آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک دُنیا میں کروڑوں اور اربوں لوگ رشتہ ء ازدواجیت میں منسلک ہوئے ہیں اور ان میں بڑے بڑے جلیل القدر پیغمبر اور رفیع المرتبت اولیاء کرام بھی ہیں سلام ہو ان سب پر مگر اس مقدس گروہ میں بھی کوئی ایک مثال ایسی تلاش نہیں کی جاسکتی جسے جناب علی وفاطمہ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے عقد مبارک کی انفرادیت کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دنیا میں ایک سے ایک بڑھ کر شان وعظمت والے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے بڑے بڑے انبیاء والمرسلین دنیا میں بھیجے بڑے بڑے بادشاہ اور سلاطین عالم پیدا کئے مگر یہ اعزاز یہ عظمت یہ رفعت اور سربلندی کسی دوسرے کے حصہ میں کیوں نہ آئی جو جناب علی علیہ السلام اور جناب سیدہ زہرا بتول علیہا السلام کے لئے مخصوص کردی گئی ہے۔

ازل سے چنے ہوئے

اہل عرفان جانتے ہیں کہ یہ دونوں برگزیدہ شخصیتیں ازل ہی سے تمام مخلوقات میں سے چن لی گئی تھیں یہی وہ دونورانی پیکر تھے جن کے اجتماع سے خلاصہ کائنات سید العلمین سلطان الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طیب وطاہر اور مقدس نسل پاک کا ظہور ہونا تھا یہی وہ دو متبرک اور محترم ہستیاں ہیں جنہیں مجمع البحرین کی صورت میں مل کر وہ درثمین پیدا کرنے تھے جنہیں اللؤلو والمرجان کے لقب سے ملقب ہو کر خزانہ قدرت کی زینت وآرائش کا سبب بننا تھا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی ذات اقدس کا اس بزم مناکحت کا اس خصوصیت کے ساتھ اہتمام فرمانا اس امر کی بین دلیل ہے کہ جناب حیدر کرار کو جو اہمیت بارگاہ خداوندی میں حاصل ہے اس میں کسی دوسرے کی شرکت کا تصور نہیں کیا جاسکتا جناب شیر خدا کی زمین پر حالت فقر کا منظر بھی آئندہ اوراق میں آپ دیکھ ہی لیں گے اور آپ حیران رہ جائیں گے کہ کیا اپنی زرہ فروخت کر کے اپنی شادی کے اخراجات پورے کرنے والا یہ وہی عظیم المرتبت دُولہا ہے جس کے نکاح کی بزم خود خالق کائنات منعقد کرتا ہے جس کے نکاح کا خطبہ آدم علیہ السلام پڑھتے ہیں جس کی عظمت ورفعت کے قصیدے جبریل ومیکائیل جیسے رسول الملائکہ پڑھتے ہیں جس کی شادی کے موقعہ پر سہرا خوانی کے لئے راحیل جیسے اس خوش آواز فرشتہ کا انتخاب کیا جاتا ہے جس کی صوت دلنواز سے آسمان تک جھومنے لگے۔

اور جس کی شادی کی خوشی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے شجرِ طوبیٰ کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس قدر جواہرات و زیوارات نچھاور کرے کہ محبان اہل بیت کرام سے ایک شخص بھی محروم نہ رہے۔

حقیقت یہ ہے کہ کائنات ارضی وسماوی میں نہ تو جناب علی علیہ السلام کی مثل کوئی دولہا موجود ہے اور نہ ہی سیدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا جیسی دوسری دلہن موجود ہے۔

جناب حیدرِ کرار علیہ السلام وہ عظیم دولہا ہیں جن کے سہرے کے پھول قرآن مجید کی آیات کی صورت میں سجائے گئے اور جن کے سہرے کی لڑی احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آراستہ کی گئیں میں آئندہ اوراق میں جناب شیرِ خدا سیدنا ومرشدنا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے زمین پر نکاح مبارک کے واقعات میں اِس پر مسرت تقریب میں شمولیت اور حصول برکت کے لئے جناب علی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی طرف سے بھی منظوم سہرے کا نذرانہ پیش کرونگا تاہم اِس مقام پر جناب نسیم امروہوی کا نہایت خوبصورت سہرا قارئین کے وجدان وذوق کے لئے پیش خدمت ہے۔

سہرا علی کے سر

تنزیلِ قُلْ کَفٰی کا ہے سہرا علی کے سر
معراجِ "ہَلْ اَتٰی" کا ہے سہرا علی کے سر
لاسیف و لَافَتٰی کا ہے سہرا علی کے سر
تطہیر و اِنَّمَا کا ہے سہرا علی کے سر
مِل کر خدا رسول نے دُولہا بنایا ہے
قرآں کا سہرا آل کی کشتی میں آیا ہے
اِسلام کے وقار کا سہرا علی کے سر
احمد کے افتخار کا سہرا علی کے سر
قدرت کے اِختیار کا سہرا علی کے سر
توحید کردگار کا سہرا علی کے سر
سہرا ہے فرقِ پاک پہ اَسمائے ذات کا
سہرا انہی کے سر ہے ظہورِ صفات کا
احکامِ کارساز کا سہرا علی کے سر
قدرت کے اِمتیاز کا سہرا علی کے سر
اسرارِ بے نیاز کا سہرا علی کے سر
روزے کا اور نماز کا سہرا علی کے سر
سہرا رُخِ جمیل پہ عہدِ اَلست کا
سہرا علی کے سر ہے بتوں کی شکست کا
تنویرِ ذوالجلال کا سہرا علی کے سر
معبود کے جمال کا سہرا علی کے سر
کفار کے زوال کا سہرا علی کے سر
اِسلام کے کمال کا سہرا علی کے سر

☆☆☆☆☆

حضرت علی علیہ السلام
کا عقدِ مُبارک زمین پر

تاجدارِ ہل اتیٰ، سیدنا ومولانا امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیّدۃ النساء العالمین، شہزادیٔ رسول سیّدہ زہرا بتول صلوٰۃ اللہ علیہا کی آسمانوں پر تزویج مقدس کے چند حوالے پیش کرنے کے بعد اب ہم پھر علامہ ابنِ جوزی کی کتاب صفوۃ الصفاوہ کی اِس عبارت کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا کچھ حصہ قارئین کرام "معارج النبوۃ" کے حوالہ سے ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

کتابِ مذکورہ میں لکھا ہے کہ،

جبریل علیہ السلام کی آمد کے بارے میں مطلع فرما کر جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کو فرمایا کہ !

خداوندِ قدوس جل وعلا نے مجھے حکم فرمایا ہے، کہ مسجد میں جا کر بطورِ شہادت اِس عقد مبارک کو منعقد کروں اور تمہارے چند فضائل ومناقب صحابہ کرام کو سناؤں تا کہ تمہاری آنکھیں روشن اور دل شاد باد ہو کر مطمئن ہو جائے۔

یاروں سے ملاقات

تاجدارِ انبیاء، سردارِ دوجہاں، رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا تو شاہِ مرداں، شیر یزداں، سلطان الاولیاء سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتہائی مسرت اور فرحت کے عالم میں حجرہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے باہر تشریف لے آئے اور تیز تیز قدم اُٹھاتے ہوئے مسجد نبوی زاداللہ شرفھا کی طرف چل پڑے۔

راستہ میں آپ کی ملاقات امیر المومنین جناب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہو گئی، اُن کے استفسار پر آپ نے بتایا کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری درخواست کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے مجھے مسجد میں پہنچنے کا حکم فرمایا ہے کہ مسجد میں جا کر اصحاب واحباب کا جمع کروں تاکہ یہ عقد مبارک گواہوں کی موجودگی میں انجام پذیر ہو۔"

حضور کی تشریف آوری

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے خوشخبری سُنی تو شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی آپ کے ساتھ ہی مسجد کی طرف مراجعت فرمائی، حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں خدا کی قسم ! ابھی ہم مسجد میں داخل بھی نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پیچھے تشریف لے آئے اور آپ کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح دمک رہا تھا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واپس تشریف لے آئے اور اس نکاح مبارک کا اعلان عام کرنے کی کوشش فرمائی بعد ازاں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ اور اپنی اس زرہ کو فروخت کر کے جو قیمت وصول ہوئے اسے ہماری خدمت میں پیش کرو۔

عثمانِ غنی کا اظہارِ محبت

وہ زرہ چار صد درہم کی فروخت ہوئی اور اُسے امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خریدا تھا اور ایک روایت کے مطابق حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اسے چار صد اسی درہموں میں خریدا تھا اور وہ زرہ انتہائی مضبوط اور اعلیٰ قسم کی تھی اور تلوار اس پر قطعاً اثر نہ کرتی تھی اور جب زرہ کی قیمت ادا کر کے حضرت عثمان نے اُسے اپنے قبضہ میں لے لیا اور حضرت علی سے کہا اے ابا الحسن میرے لیے بہترین عمل یہ ہے کہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے آپ کو ہبہ شرعی کر دوں، شاہِ مرداں، شیر یزداں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم چونکہ خود پیکرِ جود و سخا تھے اِس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روشِ محبت کا مشاہدہ کیا تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے شکریہ کے ساتھ زرہ قبول کر لی اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں زر اور زرہ دونوں چیزیں لے کر حاضر ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زر اور زرہ دونوں چیزوں کے جمع ہو جانے کے متعلق استفسار فرمایا تو امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے من وعن تمام قصہ بیان کر دیا حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ واقعہ سماعت فرمانے کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے حق میں دُعائے خیر فرمائی اور حضرت علی کے پیش کردہ دراہم اپنے قبضہ میں لے لئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ درہم عطا کر کے حکم فرمایا کہ وہ ضرورت کے مطابق بازار سے اشیاء خرید لائیں اور اُن کے ہمراہ سیدنا سلمان فارسی اور سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی بھیج دیا تا کہ سامان زیادہ ہونے کی صورت میں وہ اٹھا لیں۔

جہیز کا سامان

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے باہر آ کر شمار کیے تو تین سو ساٹھ درہم تھے جن سے ہم نے سیدۃ النساء العٰلمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا سامانِ جہیز خریدا اور یہ سامان ان اشیاء پر مشتمل تھا۔

ایک بستر خیش مصری کا جس میں اون بھری ہوئی تھی۔
ایک تکیہ چمڑے کا جس میں کھجوروں کا پوست بھرا ہوا تھا۔
ایک عبادہ خیبری۔
چند مٹی کے برتن۔
ایک ابریشمی پردہ۔

یہ سامان لے کر جب حضور رسالت مآب تاجدار انبیاء والمرسلین شہنشاہِ عرب و عجم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں حاضر ہوئے تو آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسوؤں کا دھارا بہہ نکلا اور ان کلمات سے آغاز گفتگو فرمایا۔

''اللھم بارک علی القوم انا لھم الخزف''

یعنی خداوندا ! اُس قوم کو برکت عطا فرما جن کے نزدیک بہترین برتن مٹی کے کوزے اور پیالے ہوں،

ابن جوزی کی روایت کے مطابق باقی درہم آپ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سپرد کر دیئے تاکہ وہ دیگر ضروریات کے لئے استعمال میں لائیں اور ایک روایت کے مطابق یہ درہم خوشبو خریدنے کے لئے عطا فرمائے تھے۔

ایجاب وقبول

جب سیدۃ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے جہیز کا سامان آ گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مقدس صاحبزادی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹی اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں پر تمہارا نکاح میرے ابن عم علی کے ساتھ منعقد کر کے مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں زمین پر اس عقد مبارک کی تجدید کروں چنانچہ صحابہ کرام کو اس امر کی اطلاع کر دی گئی ہے اب تم بھی اظہارِ رضامندی کر دو تو تمہارے نکاح کی رسم انجام کو پہنچ جائے۔

مخدومۂ کائنات پیکرِ شرم وحیا مجسمۂ عفت وعصمت اور زمین کی حور سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے والدِ محترم ومعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد سنا تو خاموشی سے سر جھکا لیا۔

رسولِ غیب دان تاجدار انبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کی خاموشی کو رضامندی پر محمول کیا اور مسجدِ نبوی میں تشریف لے آئے۔

صحابہ کو پیغام رسولؐ

بعد ازاں آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ارشاد فرمایا کہ مہاجرین وانصار صحابہ کو جمع کریں چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے پیغام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مجلس مبارک میں جمع ہو گئے۔

صحابہ کرام کا اجتماع ہوتے ہی حضور رسالت مآب تاجدارِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لے آئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے گروہ مومنین مجھے میرے بھائی جبریل نے خبر دی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے مقامِ بیت المعمور پر ملائکہ کرام کو جمع کر کے اپنی کنیز خاص فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اپنے بندۂ خاص علی ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کا عقد نکاح باندھ کر مجھے حکم فرمایا ہے کہ اصحاب کے درمیان اس نکاح مبارک کی تجدید کروں اور گواہوں کو موجودگی میں حجت نکاح قائم کروں اس کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ علی اُٹھو اور قاعدہ کے مطابق اپنی درخواست پیش کرو۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی سنا تو سلطان الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہو گئے اور بحضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور انجمن اصفیاء واجتماع اتقیاء کے

بعد ازاں خطاب ببلال فرمود کہ یاران مہاجر وانصار را جمع کن یاران دعوت بلال اجابت نمودہ بہ مجلس ہمایوں جمع گشتند حضرت نبوت شعارے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برمنبر برآمد وقواعد حمد وثناء خدا نودی بجا آوردہ فرمود بدانید اے معاشر مسلمان کہ برادرم جبریل آمد وخبر آوردہ کہ خدائے تعالیٰ ملائکہ را در بیت المعمور جمع گردانیدہ کنیز یک خود فاطمہ بنت محمد را بہ بندہ خود علی ابن ابی طالب عقد بست ومرا امر فرمود تا درمیان یاران تجدید آں عقد کنم وحجت نکاح را بحضور شہود عدول مسجل گردانم پس خطاب بہ امیر فرمود کہ اے علی برخیز وقاعدہ خطبہ بجای آرد۔
(معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۲۸ تا ۳۰)

سامنے اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کی حمد وثناء اور اظہارِ تشکر واحتنان اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درُود بھیجنے کے بعد جناب سیدۃ نساء العٰلمین سلام اللہ علیہا کے لئے درخواست پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ آپ کے حکم کے مطابق میں مہر وغیرہ اور دیگر اخراجات کے لئے اپنی زرہ پیش کرنے پر اظہار رضامندی کرتا ہوں اس کے بعد حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس امر پر گواہ بنایا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ اِس طریقہ سے آپ نے تزویج فرمائی ہے تو آپ نے فرمایا! ہاں

آپ کا جواب اثبات میں سن کر اطراف وجوانب سے صدائے مرحبا اٹھی اور آوازیں آئیں کہ دو خوشبوؤں کے اجتماع میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے اور ان میں جمعیت و برکت کرے۔

جبریلؑ پیغامِ خدا لائے

شیخ ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن سنان حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا روایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ پر نزول وحی کی کیفیت طاری ہوگئی پھر جب آفاقہ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے فرمایا اے انس کیا تم جانتے ہو کہ صاحبِ عرش اور عزت وعظمت کے مالک کی طرف سے جبریل ہمارے پاس کیوں آئے تھے؟

حضرت سلطان الاولیاء برخواست و در حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و انجمن اصفیاء و مجمع اتقیاء بعد از ادائے حمد وثناء و شکر آلا و نعماء و درود حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بفرزندار جمند سعادت مند خود فاطمہ صداق بعین آں درع مقرر شد و من بریں معنی رضا دادہ ازاں حضرت پرسید و برحقیقت آں گواہ باشید یاراں رو باں سرور آوردہ پرسیدند کہ یارسول اللہ بایں طریقہ تزوج فرمودہ فرمود آرے بعد ازاں از اطراف وجوانب آواز برآمد کہ بارک اللہ فی جمع شما حق تعالیٰ درایشاں جمعیت و برکت کناد۔

نقل الشیخ ابو علی الحسن بن احمد بن ابراہیم بن سنان مرفوعا الی انس رضی اللہ عنہ قال کنت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فغشیہ الوحی فلما افاق قال لی یا انس اتدری؟ ما جاءنی بہ جبریل علیہ السلام من صاحب العرش عزوعلا قلت بابی وامی ماجاءک بہ جبریل؟ قال قال لی ان اللہ تبارک وتعالیٰ یامرک ان تزوج فاطمۃ من علی

(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۳۹)

(نور الابصار ص ۵۳ مطبوعہ مصر)

انس کہتے ہیں کے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے کیا معلوم ہے آپ ہی فرمائیں کہ جبریل آپ کی خدمت میں کیوں آئے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ کہ میں فاطمہ سلام اللہ علیہا کا نکاح علی علیہ السلام سے کردوں۔

اور اس کے بعد آپ نے یہ خطبہ ارشاد فرمایا۔

خُطبہ نکاح

ہم شکر کرتے ہیں اُس خداوند قدوس اور معبودِ عظیم کا جو اپنی نعمتوں کی وجہ سے ہر تعریف و تحسین کا سزاوار ہے اور اپنی قدرتوں کے باعث لائق پرستش ہے۔

اُس کی سلطنت وسطوت ہر جگہ قائم و دائم ہے اور زمین اور آسمان پر اُس کا حکم جاری ہے اُس نے تمام مخلوقات کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہے اور پھر اپنے احکام کے لئے اِن میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ فرما دیا اور اپنے دین کے ذریعہ سے انہیں سرفراز کیا اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے اُن کو عظمتیں عطا فرمائیں۔

بلاشک وریب اس نے نکاح کو لازمی چیز قرار دیا ہے اور اس کے متعلق اس نے خود یہ ارشاد فرمایا ہے کہ وہ ذات جس نے پیدا کیا انسانوں کو پانی سے اور ان کے لئے سسرال کا رشتہ قائم کیا تیرا پروردگار قدرت والا ہے خدا تعالیٰ نے اپنا ہر کام قضا کے تحت کر دیا ہے اور اس کی قضاء قدرت کی پابند ہے ہر قضا مقدر ہے اور ہر قدر کے لئے وقت مقرر ہے اور ہر وقت مقرر کے لئے کتاب یعنی لوحِ محفوظ ہے۔

الحمد المحمود بنعمة المعبود و بقدرة المر حوب من عذا به و سطو ته النا فذ امر فی سما ئه و ار ضه بحکمة الذی خلق الخلا ئق بقد ر ته و میز هم باحکامه و اعز هم بدینه و اکرمهم بنبیه محمد و ملة ان الله تبارک و اسمه و تعا لت عظمة جعل المصاهرة سببا لا حقاً وامرا مفترضاو شبح به الا رحام و الزم به الا نام فقال عز من قائل وهو الذی خلق من الما ء بشرا فجعلهٔ نسباً وصهراً۔ وکان ربک قدیراً فامر الله یجر بقضا ئه وقضا ؤه یجری لقدرة و لکل قضا ء قدر و لکل اجل کتاب۔

(اشرف المؤبد للنبھانی مطبوعہ مصر ص ۱۱۳) نور الابصار ص ۵۳).

(ریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۳۱)

نکاح اور مہر

یہ خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد صحابہ کرام کو مخاطب کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں اپنی بیٹی فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کا نکاح علی (علیہ السلام) سے کردوں اور تمہیں اِس پر گواہ بناؤں کہ میں نے فاطمہ کا نکاح چارصد مثقال چاندی مہر کے عوض علی سے کردیا ہے بشرطیکہ علی اِس پر راضی ہوں یہ سنت قائمہ اور فریضہ واجبہ ہے پس اللہ تبارک وتعالیٰ ان دونوں کو جمعیت عطا کرے اور ان دونوں کو برکت دے اور ان کی اولاد کو پاکیزگی عطا کرے اور ان کی اولاد کو معدنِ حکمت اور مفاتیح رحمت بنائے اور اُمت کے لئے اَمان بنائے اور یہ بات میں کہتا ہوں نیز اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استغفار طلب کرتا ہوں۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اُس وقت وہاں موجود نہیں تھے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنہیں کسی کام کے لئے بھیجا ہوا تھا،

پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا اور پھر فرمایا ! یاعلی مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں تمہارا نکاح فاطمہ سے کردوں کیا تم اِس پر خوش ہو کہ چارصد مثقال چاندی کے عوض میں تمہارا نکاح اپنی بیٹی فاطمہ سے کردوں؟

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی میں راضی ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اِس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اس نعمت بے بہا پر اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے سجدہ میں گر گئے پھر جب سجدۂ شکر ادا کرنے کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سرمبارک اُٹھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کو فرمایا اللہ تعالیٰ تم دونوں کو برکت عطا فرمائے اور تمہاری کوششوں کو سرفراز فرمائے اور تم سے کثیر تعداد میں پاک اولاد پیدا فرمائے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم بے شک اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کثیر تعداد میں پاکیزہ اولاد پیدا فرمائی۔

ثم ان اللّٰہ امر نی ان ازوج فاطمة من علی و اشهد کم انی زو
جت فاطمة من علی علیٰ ربعا مائة مثقال فضة ان رضی بذالک
و علی السنة القائمة والفریضة الواجبة فجمع اللّٰہ شملهما و
بارک لهما و اطاب نسلهما و جعل نسلهما مفاتیح الرحمة و
معادن الحکمة و امن الامة واقول قول هذا واستغفر اللّٰہ لی

ولکم۔

قال و کان علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ غائبا فی حاجۃ لرسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم اذا اقبل علی رضی اللّٰہ عنہٗ فتبسم الیہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وقال یا علی ان اللّٰہ امرنی ان ازوجک فاطمہ وانی قد زوجتکھا علی اربع مائۃ مثقال فضۃ فقال علی رضیت یا رسول اللّٰہ ثم ان علیا خر ساجدا شکر اللّٰہ فلما رفع راسہ قال لہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم بارک اللّٰہ لکما و علیکما واسعد جدکما واخرج منکما الکثیر الطیب قال انس رضی اللّٰہ عنہ واللّٰہ لقد اخرج منھا الکثیر الطیب۔

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ)
(مطبوعہ مصر جلد ثانی ص ۱۸۳ للعلامۃ المحب الطبری)
(نور الابصار فی مناقب ال بیت الطہار ص ۵۶ للعلامۃ الشبلنجی)

بزم نکاح کا منظر

لو عقد کے تمام مراحل ہوئے تمام
عورات میں آرسی مصحف کا اہتمام
لایا ہے عرش لوح کا آئینہ لاکلام
عصمت اِدھر ہے بیچ میں قرآن اُدھر امام
آنکھیں رسول کی ہیں علی کی نگاہ میں
عینِ خدا ہے بنت نبی کی نگاہ میں

سب رسمیں حدِ شرع کی جب ہو چکیں ادا
ہر صاحبِ ولا نے سلامی میں دِل دیا
لائی جو وحی خلعتِ مرضیء کبریا
قرآں نے بڑھ کے پیش کیا تاجِ اِنما
قدرت قلم کو سونپ کے محظوظ ہوگئی
دامن میں آکے لوح بھی محفوظ ہوگئی

جو کچھ تھا جس کے پاس علی پر کیا نثار
اسلام نے کتاب شجاعت نے ذوالفقار
بیٹی رسول نے جو عطا کی بصد وقار
بس دے دیا خدا نے خدائی کا اختیار
مختار کائنات یداللہ ہوگئے
نوشاہ کیا بنے کہ شہنشاہ ہوگئے

غل ہر طرف ہے تحفۂ ادنیٰ قبول ہو
ایوب صبر لایا ہے مولا قبول ہو
خالق کے شیر ہیبت موسیٰ قبول ہو
یوسف کا حسن زُہد مسیحا قبول ہو
سب انبیاء کے وصف ید اللہ پاگئے
جلوے سمٹ کے مرکز اصلی پہ آگئے

لو اب وداع بنت نبی کی ہے دھوم دھام
تھوڑا ہے مہر کہتے ہیں آپس میں تلخ کام
سرخم کیا علی نے جو سن کے یہ کلام
شرم و حیاء سے اور بھی دولہا بنا امام
ناگاہ حکم آیا خدائے عزیز کا
دونوں جہاں ہیں مہر ہماری کنیز کا

گھر تک گئی نبی کے جو اس جشن کی صدا
فرحت میں جھومنے لگیں ازواجِ مصطفیٰ
اُٹھ اُٹھ کے دیکھنے لگے اصحابِ باصفا
خوش آمدید کہنے لگی رحمتِ خدا
قرآن ساتھ ساتھ تھا مدحت سرائی کو
خود پیشوائے خلق بڑھا پیشوائی کو

سامان عقد حضرت مشکل کشا ہوا
دولہا دلہن کا شاہد عادل خدا ہوا
خطبہ پڑھا نبی نے جو حمد و ثنا کے ساتھ
آئے ملک بھی نعرۂ صلی علیٰ کے ساتھ
باندھا قلیل مہر جو حق کی رضا کے ساتھ
غل تھا عطا کا جوڑا ملا ہل اتیٰ کے ساتھ

حق کی رضا سے مرضیٔ خیرالانام سے
تسبیح پاک کا ہوا رشتہ امام سے
دل خوش ہوئے جو عقد علی و بتول سے
حق سے ملا ثواب تو خرمے رسول سے

☆☆☆☆☆☆

شمع مصطفیٰ شبستانِ مرتضیٰ میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسم نکاح ادا ہوئے ایک مہینہ گزر گیا مگر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں جناب سیدہ کی رخصتی کا کبھی تذکرہ نہ ہوا اور شرم کی وجہ سے میں بھی کبھی اس امر کا ذکر بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نہ کر سکا البتہ جب کبھی خلوت میں حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات ہوتی تو حضور فرماتے علی تمہاری زوجہ نہایت اچھی زوجہ ہے اور تمہیں بشارت ہو کہ وہ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

ایک مہینہ گزرنے کے بعد امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے برادر حقیقی جناب عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پاس آئے اور کہا کہ اے برادر ہم تمہارے اس رشتہ ازدواجیت میں منسلک ہونے سے نہایت شاد باد اور خوش باش ہوئے ہیں اب ہم چاہتے ہیں کہ اقبال مندی کے یہ دو ستارے برج وصال میں قران فرمائیں تا کہ ہماری آنکھیں اس مبارک اجتماع سے روشن ہوں۔

حضرت علی کا جواب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا کہ اے برادر مراد تو میری بھی یہی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس امر کا اظہار کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔

یہ سن کر حضرت عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑا اور سرکار رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانِ اقدس پر حاضر ہو گئے۔

سب سے پہلے ان کی ملاقات سرکار دو عالم علیہ التحیۃ والثناء کی کنیز حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوئی تو حضرت عقیل نے ان پر اپنی آمد کا مقصد بیان کیا۔

جناب ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً عرض کیا کہ آپ اس معاملہ میں ہرگز متفکر نہ ہوں یہ عورتوں کا کام ہے اور عورتیں بہترین طریقہ سے ان معاملات کو سرانجام دے لیا کرتی ہیں میں ابھی اس معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات سے بات کر کے معاملہ طے کرانے کی کوشش کرتی ہوں۔

ازواج رسول بارگاہِ رسول میں

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ام ایمن نے سب پہلے مجھ سے اس

امر کا تذکرہ کیا اور بعد ازاں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دیگر ازواج مطہرات کو مطلع کیا اور ہم سب مل کر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئیں۔

سب سے پہلے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے متعلق اندوہناک اور حسرت بھری باتوں کا تذکرہ شروع ہوا اور ان کی سلیقہ شعاری اور تمام ترکلی اور جزوی امور کے حسن انتظام کی تعریف کی گئی اور کہا کہ اگر آج اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا کی شادی مبارکہ کے وقت وہ مخدومہ عالم زندہ ہوتیں تو ہماری آنکھیں روشن اور قلب شاد ہوتے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی یاد

جناب خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ذکر شروع ہوا تو تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمایا کہ خدیجۃ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کی نظیر اور مثال کہاں سے مل سکتی ہے۔

اُس نے میری اس وقت تصدیق کی جب سب لوگ میری تکذیب کرتے اور جھٹلاتے تھے اور اپنی تمام دولت اور مال واسباب میری خوشی اور رضا جوئی کے لئے خرچ کر دیا اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کی۔

اور میں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندگی ہی میں اس کی خوشخبری دی جو حق تعالیٰ نے اس کے لئے بہشت میں سیم وزمرد سے بنایا ہے ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ آپ نے خدیجۃ الکبریٰ (سلام اللہ علیہا) کے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں بلا شک وریب وہ ایسی ہی تھیں اب گزارش یہ ہے کہ آپ کے چچا زاد برادر یہ خواہش کرتے ہیں کہ آپ انہیں حلیلہ جلیلہ کے پاس آنے کی اجازت مرحمت فرمائیں اور دریائے نبوت و ولایت کے ان دو موتیوں کو رشتہ اتصال میں پروئیں۔

حضور کا جواب

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے ام سلمہ علی نے تو اس بات کا تذکرہ مجھ سے بھی نہیں کیا؟

تو میں نے عرض کی! یا رسول اللہ وہ نہایت شرم وحیا والے مرد ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے سے شرماتے رہے ہیں۔

اسی وقت حضور سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام ایمن کو ارشاد فرمایا کہ علی کو بلا لاؤ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم راستہ ہی میں منتظر تھے ام ایمن نے عرض کی یا علی تشریف لے چلئے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو یاد فرمایا ہے۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دولت کدۂ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ کے اندر تشریف لائے اور بعد از سلام شرم وحیا کے باعث سر کو جھکا کر بیٹھ گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے برادر من کیا اپنی زوجۂ مطہرہ سے ملاقات کے خواہش مند ہو؟

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے آہستہ سے عرض کی ! ہاں ! یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

حضور سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل رات کو آ جانا تا کہ جہیز وغیرہ کا سامان درست کر لیا جائے اور اس کی تزئین وآرائش کر لی جائے۔

اگلے روز جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم دربار رسالت میں حاضر ہوئے تو ان کی زرہ کی قیمت سے بچے ہوئے جو درہم آپ نے حضرت ام سلمہ کو دے رکھے تھے ان سے دس درہم امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ لاکریم کو دے کر فرمایا کہ ان کا خرما روغن اور پنیر خرید لائیں چنانچہ آپ اسی وقت بازار سے چھ درہم کا روغن چار درہم کے خرمے اور ایک درہم کا پنیر خرید لائے اور یہ سب کچھ بارگاہ رسالت مآب علیہ التحیۃ والثناء میں پیش کر دیا۔

دعوت ولیمہ

ان تمام چیزوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے یکجا کیا اور چمڑے کا دسترخوان بچھا کر سب کھانا اس پر چن دیا گیا بعد ازاں حضرت علی کو ارشاد فرمایا کہ لوگوں کو بلا کر لائیں چنانچہ اہل مدینہ میں سے انصار ومہاجرین گروہ در گروہ حاضر ہوتے رہے اور اس کھانے کو کھاتے رہے حتیٰ کہ سات سو آدمیوں نے شکم سیر ہو کر اس کھانے کو کھایا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے کھانا پھر بھی باقی بچ رہا۔

(ماخوذ معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۳۱)

مندرجہ بالا تمام تر عبارت علامہ ابن جوزی کی کتاب صفوۃ الصفاوہ کا ماخذ ہے جسے ملا معین کاشفی نے اپنی کتاب معارج النبوۃ میں فارسی میں ترجمہ کر کے تحریر کیا ہے اور اس امر کا تذکرہ ہم اس سے پہلے بھی متعدد بار کر چکے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ معارج النبوۃ کتاب سے فارسی متن بھی مسلسل لکھتے چلے آ رہے ہیں ان ترجمہ شدہ تین صفحات کا فارسی متن اس لئے نقل نہیں کیا گیا کہ یہ واقعہ متنازعہ نہیں بلکہ تقریباً اجماعی واقعہ ہے البتہ دعوت ولیمہ کے کھانے کے متعلق اختلاف روایات یقیناً موجود ہے۔

زیوراتِ زہرا

ہے دیں کی زیب زیور خاتون دوجہاں
جھومر ہے سر پہ رحمتِ معبودِ اِنس و جاں
روشن جبیں پہ چاند کی جا سجدے کا نشاں
کانوں میں وعظ و پند پیمبر کی بالیاں
عصمت کے گوشوارے جو عفت بدوش ہیں
مریم کمالِ عجز سے حلقہ بگوش ہیں

ہے واجبات دیں کا گلو بند پر ضیاء
گردن کا طوق مرضیء اللہ و مصطفیٰ
تسبیح سچے موتیوں کی سلکِ بے بہا
ہے جس کے دانے دانے پہ دانائے کل فدا
مالا ہے معرفت کے دُرِ شاہوار کا
نادِ علی کا نقش ہے تعویز ہار کا

اللہ رے جوہر شرفِ دخترِ نبی
انگشتری ہے مہر سلیمان سجی ہوئی
کیا انتہا ہے اس کے عروج و کمال کی
کندہ نگین دُرِ نجف پر ہے یاعلی
گھر کی بھی زیب و زیب ہے زیور کے ساتھ میں
ہے دامن علی کا علی بند ہاتھ میں

جوشن ہے جوشین کا کنگن ہے زُہد کا
پازیب فخر پیرویٔ حکم کبریا
عصمت ردا بنی ہے طہارت ہے کفشِ پا
ملبوس پاک جامۂ تن زیب ہل اتیٰ
تاجِ کرم ہے بنتِ رسول زمن کے سر
کی مغفرت کا ہے سہرا دلہن کے سر

اُمہات المومنین کی مسرت

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارکہ کے مقدس لمحات کے وقت امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو اشعار تہنیت و مسرت پیش کئے وہ ہم شیعہ حضرات کی مشہور کتاب اعیان الشیعہ سے نقل کرتے ہیں تا کہ امہات المومنین کے متعلق غلط گمان رکھنے والے لوگ اندازہ کر سکیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کو جناب سیدۃ النساء العٰلمین سلام اللہ علیہا کے ساتھ کس قدر قلبی لگاؤ اور روحانی محبت تھی اور ان مقدس ہستیوں کے قلوب میں جناب سیدہ عالم اور جناب حیدرِ کرار علیہما السلام کی محبت و عظمت کا بحر بیکراں کس جوش کے ساتھ موجزن تھا۔

اُم المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری سہیلیاں خداوند قدوس جل وعلا کی امداد سے روانہ ہوں اور ہر حالت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس احسان عظیم کو یاد کرو کہ اس نے ہمیں آفات ومصائب سے بچایا اور ہمیں کفر وضلالت سے نکال کر صراط مستقیم دکھایا اور اس رب سماوات نے ہمیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔

(ہماری سہیلیاں) اس خیر النساء العالمین کے ساتھ روانہ ہوں جس پر پھوپھیاں اور خالائیں نثار ہو رہی ہیں۔

سِرن بعون اللّٰہ جارات
واشکرنہ فی کل حالات

واذکرن ما انعم رب العلیٰ
من کشف مکروہ آفات

فقد ھدانا بعد کفر و قد
انعشنا رب السمٰوٰت

وسرن مع خیر النساء الوریٰ
تفدی بعمات و خالات

یا بنت من فضلہ ذوالعلیٰ
بالوحی والرسالات

اے فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا آپ اس مقدس ہستی کی والا قدر صاحبزادی ہیں جسے خدا تعالیٰ نے

وحی اور رسالت کا خلعت پہنا کر سب سے برگزیدہ فرمایا !

حضرت عائشۃ الصدیقہ کے اشعار

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

اے عورتو ! اپنے دوپٹے درست کرلو اور ایسی گفتگو کرو جو حاضرین کی شان کے لائق ہو۔

پروردگار عالم کا ذکر کرو کیونکہ اس نے ہر شکر گزار بندہ کو خاص طور پر اپنے دین سے نوازا تمام تعریفیں اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں اس کے احسانات کی وجہ سے اور سپاس گزاری اس قدرت والے غالب خدا کے لئے ہے اس لائق صد احترام ہستی (سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا) کے ساتھ چلو کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے ذکر کو بلند کیا ہے اور حقیقی طہارت وپاکیزگی سے مختص کیا ہے۔

یا نساء ہ استرن بالمعاجر

واذکرن مایحسن فی المحاضر

واذکرن رب الناس اذ نحیصنا

بدینه مع کل عبد شاکر

والحمد للہ علیٰ افضا له

والشکر للہ العزیز القادر

سرن بها فاللہ اعلیٰ ذکر ھا

وخصها منه بطھر طاہر

(اعیان الشیعہ مطبوعہ مطبع الفیما دمشق جلد دوم ص ۵۰۱)

حضرت حفصہ کے اشعار

اس مبارک اور پر شکوہ ترخیص مبارکہ کے وقت ام المومنین سیدہ حفصہ بنت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا (سلام اللہ علیہا) خیر النساء العٰلمین ہیں آپ کا رُخ انور چاند کی طرح تابندہ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو تمام کائنات پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور اس افضلیت کا اختصاص آیت زمر میں فرمایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کا عقد مبارک اس افضل ترین نوجوان یعنی حضرت علی (علیہ السلام) سے کیا ہے جس کی ذات دونوں جہان کے لئے باعث فخر ہے۔

میری سہیلیاں آپ کے ساتھ روانہ ہوں کیونکہ آپ ہر عظمت والے کے نزدیک باعث صد عزت و کرام ہیں۔

فاطمة خير النساء البشر
ومن لها وجه كو جهه القمر
فضلك الله على كل الورىٰ
بفضل من خص باى الذ مر
زوجك الله فتىً فاضلا
اعنى عليا خير من فى الحضر
فسرن جا را تى بها فا نها
كريمة عند عظيم الخضر

(اعیان الشیعہ مطبوعہ دمشق جلد دوم ص ۵۰۱)

یہ تہنیت نامے

اُمہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن نے سیدۂ عالمین کی رخصتی مبارک کے وقت جو خراج عقیدت اور ہدیۂ تبریک پیش کیا وہ بحوالہ شیعہ مؤلف کے ہدیۂ قارئین ہے آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں سوائے تعلق قلبی کے زبان پر نہیں آسکتیں۔

بہر حال سیدۃ نساء العٰلمین مخدومۂ کائنات ام الائمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی رخصتی مبارک کا عجیب منظر ہے جناب سیدہ غم واندوہ اور کیف ومسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ تاجدار ہل اتیٰ کے گھر جانے کو تیار ہو جاتی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی مقدس صاحبزادی کو اشک ریز آنکھوں سے سواری پر بٹھایا

آپ کی ازواج مطہرات و دیگر خاندان ہاشمی کی عورتوں کے علاوہ انصار و مہاجرین کی مستورات نے آپ کو جھرمٹ میں لے رکھا تھا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار کے آگے چل رہے ہیں۔

جبرئیل علیہ السلام نے ستر ہزار ملائکہ کو قطار در قطار اس راستہ پر متعین کر رکھا ہے جدھر سے بنت رسول صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہا کی سواری گزر رہی ہے۔

فرشتوں کی آمد

چنانچہ نزہتہ المجالس وغیرہ میں ہے کہ جس مقدس رات کو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی رخصتی ہوئی تاجدار انبیاء حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیدہ کو اپنی سواری پر سوار کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ سواری کی عنان تھام کر آگے آگے چلتے رہو۔

چنانچہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی سواری کی زمام تھامے ہوئے آگے آگے چل رہے ہیں اور سواری کے پیچھے خود تاجدار انبیاء والمرسلین باعثِ تخلیق دو جہاں شہنشاہِ ارض وسماوات حضور سرورِ کائنات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سواری کو ہنکاتے جاتے ہیں ابھی یہ قافلہ نور اثنائے راہ ہی میں تھا کہ آواز سنائی دی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آواز کی سمت رخ انور پھیرا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو ساتھ لئے آپہنچے ہیں۔

تاجدار انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ اے جبریل تم کس لئے آئے ہو؟

جبریل علیہ السلام نے بصد احترام عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم سب جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ان کے شوہر نامدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گھر پہنچانے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما الصلوٰۃ والسلام نے تکبیر کی آواز بلند کی صاحب نزہتہ المجالس لکھتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ دولہا اور دلہن کے ساتھ چلتے ہوئے تکبیر کہنا سنت قرار پایا۔

(ماخوذ نزہتہ المجالس ص ۲۲۳ از علامہ عبدالرحمن صفوری قدس سرہ العزیز)

رخصتی مبارک کے مندرجہ بالا واقعہ کو جناب نسیم امروہوی نے اشعار صورت میں اس طرح منتقل کیا ہے۔

سواری جناب کی

ناقہ منگایا سرور گردوں رکاب نے
دی بڑھ کے طرقوا کی صدا شیخ و شاب نے
روکی قنات حمزۂ عالی جناب نے
تھرا کے منہ کو پھیر لیا آفتاب نے
ستر ہزار حوریں تھیں حلقہ کئے ہوئے
اُمت کا پردہ پوش تھا پردہ کئے ہوئے

نعرہ یہ تھا نقیب جلالت کا بار بار
خاتونِ دوجہاں کی سواری ہے ہوشیار
زہرا قریب ناقہ جو پہنچیں بصد وقار
بازو پکڑ کے شاہِ رُسل نے کیا سوار
غل تھا ہٹو کہ جاتی ہے بیٹی رسول کی
دولہا کے گھر چلی ہے سواری بتول کی

سب مرد تھے سواریء بنتِ نبی سے دور
ہمراہ تھیں زنانِ مدینہ بصد سرور
آگے رسول پاک کی ازواج ذی شعور
پیچھے برہنہ تیغیں لئے ہاشمی غیور
ناقے پہ زوجۂ اسدِ ذوالجلال تھی
دیکھے اِدھر پرند کوئی کیا مجال تھی

دیکھو شکوہ بنتِ سلیمان دوجہاں
محبوبِ رب عقبِ سواری کے تھے رواں
ناقہ ہنکا رہے تھے عصا سے بعزو شاں
سلمان سا نبی کا صحابی تھا سارباں
یا فاطمہ غلام کا دل تھر تھر آگیا
اس وقت ساربان حرم یاد آگیا

سیدنا حیدر کرار اور جناب سیدۃ نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہما کی تزویجِ مقدس کے مسرت بار لمحات کی تصویر کشی کرتے ہوئے محترم جناب نادر جاجوی صاحب مدظلہ العالی یوں ہدیہ تبریک و تہنیت پیش کرتے ہیں۔

جب کبھی اوج مقدر کا خیال آتا ہے
شعر کو حسن عقیدت سے ادا کرتا ہوں
اپنے اظہار کے لفظوں کی طہارت کے لئے
جھوم کر آل محمد کی ثنا کرتا ہوں

☆☆☆☆

عقد زہرا کا جو پیغامِ مسرت پہنچا
بام و در حیدر کرار کے گھر کے مہکے
مسکرا کر جو پرافشاں لگی ہونے خوشبو
سلسلے وسعتِ فردوس نظر کے مہکے

☆☆☆☆

صف بہ صف کس کے براتی تھے سر عرش بریں
کس کو حاصل یہ شرف کس کا مقدر ہوگا
مجھ کو تسلیم مقامات ہیں سب کے لیکن
کون پر شوہرِ زہرا کے برابر ہوگا

☆☆☆☆

ایسا پیغامِ مسرت کہ نہ دیکھا نہ سنا
لہر ہونٹوں پہ تبسم کے سبب سے ٹھہری
اپنے گھر کو جو چلی آج کے دن بنت رسول
نبضِ دوراں بھی گھڑی بھر کو ادب سے ٹھہری

☆☆☆☆

حورو غلمان کی تطہیر ہے انگشت بلب
کس کی آغوشِ تقدس میں پلی ہے زہرا
روحِ اول کا ہر اک عزم ہے عزمِ آخر
وارثِ دینِ نبی بن کے چلی ہے زہرا

اس طرب انگیز تقریب مقدس کے موقع پر بارگاہ حیدر و بتول علیہما السلام میں تہنیت پیش کرتے کرتے جناب نادر جاجوی کی نگاہوں کے سامنے معاً خاندانِ رسالت پر توڑے جانے والے مظالم کی تصویر آ جاتی ہے تو آپ کے جذبات یوں اشک ریز الفاظ کی صورت میں ڈھل جاتے ہیں کہ آخری قطعہ خوشی، غم تشکر و امتنان کا حسین امتزاج بن جاتا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اشک ! انوارِ خدا بن کے ڈھلکتے دیکھوں
چشمِ تر جب کبھی چھلکے ترے غم کے صدقے
مجھ کو نادرؔ مری پروازِ تخیل کی قسم
جب کبھی بات بنی تیرے کرم کے صدقے

اب پھر چند بند جناب نسیم امروہوی کے اس عقد مبارک کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

جوڑا شہانہ سجنے لگے شاہِ ذوالفقار
عزت عبا جلال قبا پیرہن وقار
بالائے سر عمامۂ اسرار کردگار
نعلین وہ کہ اوجِ فلک دیکھے بار بار
سہرا کلاہ جود پہ حاجت روائی کا
کنگنا بندھا کلائی میں مشکل کشائی کا

نو شاہ کی رکاب میں حاضر ہیں جاں نثار
غلمان وحورو جن و ملک باندھے ہیں قطار
شادی کے گیت گاتی ہیں حوریں جو بار بار
مشکل کشا کی مدح و ثنا کا بندھا ہے تار
داؤد کی زباں پہ ہیں نغمے زبور کے
ہیں انبیاء جلوس میں پیچھے حضور کے

والفجر چاندنی کا ہے آنچل لئے ہوئے
والتین ڈالی دینے کو ہے پھل لئے ہوئے
والیل بہر چشم ہے کاجل لئے ہوئے
والشمس آگے آگے ہے مشعل لئے ہوئے
والفتح خوش ہے دیکھ کے حسن و شباب کو
والعادیات تھامے ہوئے ہے رکاب کو

اگر چہ جناب نسیم امروہوی کے اس منظوم تہنیت نامے کے بعد نہ تو اس موضوع پر مزید اشعار کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ ہی اس سے بہتر اور خوبصورت نظم کی توقع کی جاسکتی ہے۔

تاہم حسبِ وعدہ محض اور محض حصول برکت اور اس پرمسرت تقریب میں نذرِ عقیدت پیش کرنے کے لئے چند اشعار پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ورنہ مجھے اس حقیقت کا مکمل طور پر اعتراف ہے کہ جناب نسیم امروہوی کے بعد منظوم نذرانہ پیش کرنا کسی بھی صورت میں موزوں نہیں تھا اُمید ہے قارئین مزید زحمت موازنہ نہیں فرمائیں گے۔

حیدر کرار کا سہرا

سجایا خود خدا نے حیدر کرار کا سہرا
ہے تاج ہل اتی پر علم کے انوار کا سہرا
بنیں قرآن کی آیات جس سرکار کا سہرا
کروں کیا پیش اُس سرکار میں اشعار کا سہرا
محمد مصطفیٰ دولہا کا خود سہرا سجاتے ہیں
زیارت کیلئے جبریل و اسرافیل آتے ہیں
سجی ہے انجی کی خوشنما تصویر سہرے میں
ہے ھم خیر البریہ کی حسین تفسیر سہرے میں
فروزاں ہوگئی والعصر کی تنویر سہرے میں
سٹ کر آگئی ہے آیت تطہیر سہرے میں
صلہ من یشریٰ کا بن کر درخشاں ہوگیا سہرا
علی کے سر پہ سج کے ماہ تاباں ہوگیا سہرا
سند فی القربیٰ کی بن کر ہوا جلوہ نما سہرا
ہے للناس اماما کی دلیل جا نفزا سہرا
درخشاں تاج قوم ہاد پر ہے انما سہرا
تراہم رکعا پڑھتے ہی فوراً جھک گیا سہرا
سجیں آیات لڑیوں میں فروغ قل کفیٰ بن کر
خدا کا مدعا بن کر محمد کی دعا بن کر
علی مشکل کشاء کو مل گیا سہرا امامت کا
علی شیر خدا کو مل گیا سہرا ولایت کا
علی المرتضیٰ کو مل گیا سہرا شجاعت کا
علی جان وفا کو مل گیا سہرا خلافت کا
علی کے سہرے کی لڑیاں ہیں سب تعریف لے آئیں
علی کے گھر میں مصطفیٰ تشریف لے آئیں

علی اسد الغالب کا خالق سے خطاب آیا
علی منی انا منہ محمد نے ہے فرمایا
علی کے گھر میں صائم نور ہے رحمت نے برسایا
علی کے گھر میں سارا آگیا قدرت کا سرمایا
علی کے گھر بتول آئی در و دیوار مہکے ہیں
علی کے نام کا صدقہ مرے اشعار مہکے ہیں

بہر حال اِس مقدس منفرد اور طیب وطاہر تزویج مبارک کی پوری پوری عکاسی کرنے کی قوت نہ کسی میں تھی نہ ہے اور نہ ہوگی ہر اہل محبت محض اور محض اپنے اپنے ذوق و وجدان کی ترجمانی کر لینے تک ہی محدود ہے یہ الگ بات ہے کہ جس کسی نے بھی خاندان نبوت و رسالت کی مدح و ستائش میں اپنی عقیدت و مودّت کا اظہار کیا اسے اس جود و سخا کے بحرِ بیکراں اور مخزنِ لطف وعنایت نے محروم و مایوس کبھی نہیں لوٹایا۔

والدۂ مریم کی دعا

زیر آیت !

اِنِّیْ سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَ اِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

(آل عمران آیت ۳۶)

تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقل کرتے ہیں کہ مذکورہ بالا دُعا جناب مریم علیہا السلام کی والدہ ماجدہ جناب حنہ نے اپنی بیٹی مریم علیہ السلام کے لئے فرمائی تھی یا اللہ میں نے اِس کا نام مریم رکھا ہے اور میں شیطان مردود سے بچانے کے لئے اِس کو اور اس کی اولاد کو تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو شیطان اِس سے ضرور مس کرتا ہے جس کی وجہ سے بچہ چیختا ہے سوائے مریم اور اس کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کے کہ اُن کو شیطان نے مس نہیں کیا۔

حضور کی دعا

یہ روایت بیان کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا نکاح حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کیا تو فرمایا الٰہی !

میں اپنی بیٹی فاطمہ کو شیطان مردود سے بچانے کے لئے تیری پناہ میں دیتا ہوں اور یہی دُعا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے بھی فرمائی۔

(رواہ ابن حبان من حدیث انس رضی اللہ عنہ)

چنانچہ ظاہر ہے کہ جناب حنّی کی دُعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا زیادہ مقبول ہے اور مجھے اُمید ہے کہ حضرت سیدہ اور آپ کی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اللہ تعالیٰ نے شیطان مردود سے (یقیناً) محفوظ رکھا ہوگا بلکہ شیطان نے اُنہیں چھوا بھی نہیں ہوگا۔

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۲۸)

حضور کی تشریف آوری

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مزید یہ روایت بھی منقول ہے کہ جناب سیدہ کی خصتی مبارک کے چوتھے روز بعد (دوبارہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہم دونوں اس وقت عباؤں میں ملبوس لیٹے ہوئے تھے آپ کی آواز سن کر جلدی سے اُٹھنے لگے تو آپ نے ہمیں قسم دے کر فرمایا کہ تم ایسے ہی لیٹے رہو پھر آپ ہمارے بستر ے پر اِس طرح تشریف فرما ہو گئے کہ آپ کا دایاں پاؤں مبارک میں نے اپنے سینے پر رکھ لیا اور آپ کا بایاں پاؤں مبارک جناب سیدہ نے اپنے سینہ اقدس پر رکھ لیا اور پھر ہمارے ساتھ گفتگو فرمانے لگے اور ہمیں اپنی مخصوص تعلیم سے بہرہ اندوز فرماتے رہے۔

حضور نے دم فرمایا

پھر مجھے فرمایا علی اُٹھو اور تھوڑا سا پانی لاؤ میں نے آپکی خدمت اقدس میں پانی پیش کیا تو آپ نے اُس پر چند آیات تلاوت فرما کے مجھے عطا کر کے فرمایا علی اس سے کچھ پی لو اور باقی بچا لو چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر آپ نے باقی پانی میرے سر چہرے اور سینے پر چھڑک دیا اور فرمایا !

اذھب اللہ عنک الرجس یا ابا لاحسن وطھرک تطھیرا!

یعنی اے ابالحسن ! اللہ تبارک وتعالیٰ تجھ سے رجس کو دور کر کے خوب پاک اور پاکیزہ فرمادے۔

اس دُعا کے بعد مجھے پھر پانی لانے کا حکم فرمایا جب میں نے پانی آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے بھی وہی عمل دہرایا۔

سیدہ کے راز و نیاز

پھر مجھے باہر بھیج کر جناب فاطمۃ الزہرا سے میرے متعلق دریافت فرمایا تو بنت رسول نے عرض کی ابا جان بلاشبہ علی تمام صفات کاملہ سے متصف ہیں لیکن قریش کی بعض عورتیں مجھے اس قسم کا طعن کرتی ہیں کہ تمہارا شوہر فقیر ہے یہ سنا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میری پیاری بیٹی وہ عورتیں غلط گمان رکھتی ہیں کیونکہ نہ تو تمہارا باپ فقیر ہے اور نہ ہی تمہارا شوہر فقیر ہے۔

خداوندِ قدوس جل وعلا کے حکم سے تمام روئے زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے ہماری خدمت میں پیش کیے گئے مگر ہم نے انہیں اپنی مرضی سے مسترد کر دیا اور فقر کو اپنے لیے باعث افتخار جان کر رضائے الٰہی کو اختیار کیا۔

اللہ نے دو مردوں کو پسند فرمایا

میری بیٹی! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر وہ سب کچھ تمہیں معلوم ہو جائے تو ساری دُنیا تمہاری نظروں میں ذلیل و حقیر ہو کر رہ جائے خدا کی قسم تمہارا شوہر از روئے اسلام تمام صحابہ کرام سے اقدم و اوّل ہے اور علم میں ان سب سے بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اہل زمین سے دو مردوں کو پسند فرمایا ایک تو تمہارا باپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرا شخص تمہارا شوہر علی ہے۔

اے میری نورِ چشم! تمہارا شوہر بہت اچھا شوہر ہے خبردار اس کی ہرگز ہرگز نافرمانی نہ کرنا بلکہ ہمیشہ اس کی فرمانبرداری اور اطاعت میں رہنا۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ پھر آپ نے مجھے بلا کر ارشاد فرمایا علی فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اس کو خوش رکھو گے تو مجھے خوش رکھے گے اور اگر تم نے اس کو غمزدہ اور ملول کر دیا تو اس کا مطلب ہوگا کہ تم نے مجھے غمگین اور ملول کیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال حضرنا عرس علی فما رائت عرسا کان احسن منہ حشونا البیت طیبا و اتینا بتمر و زیت فاکلنا وکان فراشھما لیلۃ عرسھما اھاب کبش۔

(ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ جلد دوم ص ۲۴۰)

وعن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال لما زوج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمۃ بعلی قالت یا رسول اللہ صلی اللہ

علیه وآلہ وسلم زوجتنی برجل فقیر لا شی لہ فقال (صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم) اما ترضین یا فاطمة ان اللّٰہ اختار من اهل الارض رجلین جعل احدھما اباک والاخر بعلک۔

(ریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۴۰ مطبوعہ مصر)

وضاحت

اگرچہ جناب حیدر کرار علیہ السلام کی تمام تر ازواج واولاد پاک کے لئے ہم نے ایک مستقل باب مقرر کر رکھا ہے اور وہ یقینا کتاب کے آخر پر آئے گا تاہم حصول برکات کے لئے یہاں پر بھی جناب سیدة نساء العالمین سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد طاہرہ کی ولادت مبارکہ کے متعلق ہم اپنی کتاب ''البتول'' کے چند اقتباسات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

گلشن حیدر کے پھول کلیاں

ریاض بتول کا پہلا پھول

ہجرت کا تیسرا سال اور رمضان المبارک کی پندرہ تاریخ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی شریف کے صحن میں تشریف فرما ہیں جبریل امین نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور جنت کے ریشمی کپڑے کا ایک ٹکڑا جس پر ایک نام لکھا ہوا تھا آپ کی خدمت میں پیش کر دیا سرکارِ دو عالم نے پوچھا جبریل یہ کس کا نام ہے؟

عرض کیا سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں آنے والے شہزادے کا یا رسول اللہ آپ کو مبارک ہو۔

حضرت جبریل علیہ السلام واپس چلے جاتے ہیں تو آپ کو بیٹی کے گھر سے جناب حسن علیہ السلام کی ولادت کا پیغام آ گیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بشارت سنی تو آپ کے رُخِ اقدس پر مسرت کی لہر دوڑ گئی آپ انتہائی خوشی کے عالم میں اپنی صاحبزادی کے گھر میں تشریف لائے تو اس وقت جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام والدہ محترمہ کی آغوشِ مقدس میں تشریف لا چکے ہیں، شہزادیٔ مصطفیٰ کی گود میں شہزادہ حیدر کرار امام حسن علیہ السلام یوں جلوہ افروز تھے جیسے آفتاب نے چاند کو آغوش میں لے رکھا ہو۔

نور کے تین سمندر

سیّدہ زہرا بتول سلام اللہ علیہا کا حجرہ بقعہ نور بنا ہوا ہے نور کے تین سمندر بیک وقت موجزن ہیں مرکز نور کے ٹکڑے کا ٹکڑا ماں کی گود میں لیٹا ہوا ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیٹی کو مبارک باد دے کر شہزادہ بتول کو گود میں اُٹھا لیا نور نور کی گود میں آ گیا۔

ستارہ چاند کی آغوش میں آ گیا۔
حسن مجتبیٰ مصطفیٰ کی گود میں آ گیا۔
آفتاب نے مہتاب کو جھولی میں لے لیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نواسہ کے چہرہ منور کو دیکھے جا رہے ہیں بالکل آپ کا اپنا ہی نقشہ تھا

وہی روشن جبین والضحیٰ۔

وہی والشمس عارض۔

وہی مازاغ کے ڈوروں والی نرگسیں آنکھیں۔

وہی واللیل کی سیاہی میں لپٹی ہوئی عنبر بار زلفیں۔

وہی قوسین ابرو۔

وہی گل قدس کی پنکھڑیوں جیسے پیارے پیارے گلابی ہونٹ۔

وہی آفتاب کی طرح درخشندہ چہرہ تاجدار انبیاء کی والدہ مکرمہ معظمہ ومحترمہ طیبہ طاہرہ سیدہ معصومہ راضیہ مرضیہ عفیفہ منیفہ مقدسہ مطہرہ سیدہ صدیقہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصلوٰۃ اللہ علیہا جناب سید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اس وقت دیکھ لیتیں تو آپ کو امام الانبیاء کی ولادت مبارکہ یاد آ جاتی۔

کیوں نہ ہو ایک ہی تو نور تھا جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا اپنے والد گرامی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل ترین تصویر تھیں اور جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اپنی والدہ مکرمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی مکمل تصویر تھے آپ نے اپنی بیٹی کے بیٹے کو سینے سے لگایا ایک کان میں اذان اور دوسرے میں اقامت فرمائی اور اپنی زبان مبارک شہزادہ بتول امام حسن علیہ السلام کے منہ میں دے دی اس سے بڑا اعزاز سوائے حسنین کریمین اور علی ابن ابی طالب کے نہ کسی کو ملا اور نہ ہی کسی اور کو ملنے کا امکان ہے پھر آپ نے خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق شہزادہ بتول کا نام حسن رکھ دیا۔

الحسن بن ابی علی بن ابی طالب سبط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولد فی نصف شهر رمضان سنة ثلاث من الهجرة۔

(الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸)

ولدته امه فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فی نصف شهر رمضان سنة ثلاثه من الهجرة هذا اصح۔

(الاستیعاب ج ص ۳۶۸) (تاریخ الخلفاء ص ۳۴)

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰) (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۹۵)

(شواہد النبوۃ ص ۱۷۶) (مظاہر حق ج ۴ ص ۱۴۷)

(اشرف المؤبد ص ۱۲۱)

ولادت حسن نماز زہرا

دُنیا میں بڑی شان کی مالک بیبیاں پیدا ہوئیں جن میں پیغمبروں کی مائیں بھی ہیں اور صحابہ کرام کی مائیں بھی صحابیات بھی ہیں اور صحابہ زادیاں بھی پیغمبر زادیاں بھی ہیں اور پیغمبروں کی بیویاں بھی ولیہ بھی ہیں اور ولی زادیاں بھی ولیوں کی مائیں بھی ہیں اور ولیوں کی بیویاں بھی مگر جو شان اُم الائمہ بنت رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کی ہے اس کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے شہزادہ کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر شبّر جس کے معنے حسن ہوتے ہیں تجویز فرمایا اور آپ کی گود میں دے کر انتہائی مسرت کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں تشریف لے ائے اور ادھر جناب سیدہ سلام اللہ علیہا بچے کو دودھ پلا کر انھیں وضو فرمایا اور نماز کے لئے کھڑی ہو گئیں۔

عن علی قال الحسن اشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما بین الصدر الی الراس۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۷۰) (ترمذی ج ۲ ص ۲۴۲)

(بخاری کتاب ۶۱ باب ۲۳) (مسند احمد ج ۱ ص ۹۹، ج ۱ ص ۱۰۸ ج ۳ ص ۱۶۴)

(مسند احمد ج ۴ ص ۳۰۷۔ ج ۶ ص ۲۸۳) (البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۰۵)

(شواہد النبوۃ ص ۱۷۲) (روضۃ الشہداء ص ۲۹۱)

(الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸) (الاستیعاب ج ۱ ص ۳۶۹)

امام حسن را بر داشتہ دراں خرقہ پیچیدم و بر کنار حضرت نہادم پس سید عالم بانگ نماز در آغوش راست وے گفت واقامت در گوش چپ وے۔

(روضۃ الشہداء ص ۱۲۶)

قال بل ھو حسن ثم قال انما سمیتم باسم ولد ھارون شبر

(المستدرک ج ۲ ص ۱۴۸) (اسد الغابہ ج ۲ ص ۱۰)

(نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۹) (نور الابصار ص ۱۷۳)

(الاستیعاب ج ۱ ص ۳۶۸) (مسند طیالسی ص ۷ حدیث ۱۲۹)

(اشرف المؤبد ص ۱۲۱) (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۳۱)

ومن خصائص ابنۃ فاطمۃ انہا کانت لاتحیض وکانت اذا

ولدت طھرت من نفاسھا بعد ساعة حتیٰ لاتفرتھا صلوٰۃ۔

(الشرف المؤبد علامہ نبھانی ص ۱۱۰ خصائص کبریٰ)

امام حسن علیہ السلام کا عقیقہ

شہزادۂ بتول امام عالی مقام حضرت امام حسن علیہ السلام کی عمر شریف سات روز کی ہوئی تو امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سر کے بال اُتروادیئے اور ان کے ساتھ وزن کر کے چاندی صدقہ کردی پھر بکری ذبح فرما کر جناب حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی رسم عقیقہ ادا فرمائی گئی اور گوشت تقسیم کر دیا گیا یہ واقعہ اکیس رمضان المبارک ۳ ہجری کا ہے،

جی بہل گیا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے گھر میں خوشیوں کا جہان آباد ہو چکا ہے جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ بھی بیٹے کے ساتھ بے حد محبت کرتے ہیں امام الانبیاء بھی حسبِ معمول روزانہ بیٹی کے گھر تشریف لاتے ہیں ننھے شہزادے کو گود میں لے کر پیار کرتے ہیں اپنی اولاد سے کون محبت نہیں کرتا۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا عبادت وریاضت میں بھی مشغول رہتی ہیں گھر کا کام کاج بھی کرتی ہیں اور صاحبزادے کو بھی پرورش فرما رہی ہیں تمام کام نہایت خوش اُسلوبی سے پورے ہو رہے ہیں۔

گھر میں فقر و فاقہ کے حالات بدستور ہیں جناب حیدر کرار علیہ السلام کی مشقت کا بھی وہی عالم ہے اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی محنت و مشقت میں بھی کوئی کمی نہیں آئی آپ نے اپنے شہزادے کو گود میں اُٹھایا ہوتا اور چکی پیس رہی ہوتیں اور بالعموم آپ کو گھر کا سارا کام کاج بچے کو سینے سے لگا کر ہی نپٹانا پڑتا بہر حال آپ کا دل بہلا ہوا ہے شکوہ شکایت تو آپ کی زبان اقدس پر کبھی آیا ہی نہیں شکوے تو وہ کرتا ہے جو کسی تکلیف کو محسوس کرے اور جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے تو زندگی کی کسی راحت کو مانگا ہی نہیں۔

دُوسرا پھول

سنہ ۴ ہجری شعبان المعظم کی پانچویں تاریخ کو جانِ پنجتن سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی دُنیا میں تشریف آوری کا دن ہے گلشن زہرا میں دوسرا پھول کھلنے والا ہے۔

جناب اُم الفضل زوجہ عباس امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سلام عرض کرتی ہیں آپ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا چچی جان کیسے آئی ہو ؟

عرض کیا! یا رسول اللہ! بڑا پریشان کن خواب دیکھا ہے فرمایا بیان کرو۔

عرض کیا ! حضور شدید پریشان کن ہے

فرمایا ! بیان تو کیجئے ؟

عرض کیا! میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے جسم اقدس کو کاٹ کر ایک ٹکڑا علیحدہ کیا گیا اور وہ کٹا ہوا ٹکڑا میری جھولی میں آ گیا آپ نے مسکرا کر فرمایا!

چچی جان آپ نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ میری بیٹی فاطمہ کے گھر بیٹا پیدا ہو گا۔

جناب اُم الفضل نے خواب کی تعبیر سنی تو مطمئن ہو گئیں۔

اور پھر مملکتِ شہادت کا تاجدار۔

کانِ نبوت کا درِ شہوار۔

بحرِ رسالت کا دُرِّ تابدار۔

گلشنِ امامت کا گلِ نو بہار۔

ملک ولایت کا سلطان ذی وقار۔

سلطنتِ رُوحانیت کا شہریار۔

میدان عشق ومحبت کا شہسوار۔

نوجوانانِ گلشن فردوس کا سردار۔

دُنیائے معرفت کا مالک ومختار۔

تقدیس وعظمت کا روشن مینار۔

سِرّ الاسرار۔

نور الانوار۔

قافلہ سالارِ عشق،۔

مرکزِ پرکارِ عشق،۔

مہبطِ انوارِ عشق،۔

گرمیٔ بازارِ عشق،۔

فرحتِ گلزارِ عشق،۔

مخزنِ انوارِ عشق،۔

کاشفِ اسرارِ عشق،۔

نازشِ دربارِ عشق،۔

کشتۂ تلوارِ عشق،۔

زینت بزم کونین،۔

رونق ریاض بتول،۔

گلِ گلشنِ رسول،۔

نواسۂ سید الثقلین،۔

زینتِ بزمِ کونین،۔

زہرا کے نورِ عین،۔

حیدر کے دل کا چین،۔

سیدنا امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام بصد حسن ورعنائی والدۂ مکرمہ سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی آغوش راحت میں تشریف آور ہو گئے۔

خوشیوں اور مسرتوں کا جہان آباد ہو گیا

کیف وسرور اور انوار رحمت کی بارش ہونے لگی

حوریں فردوس میں ایک دوسری کو مبارکباد دینے لگیں صدائے سروش آتی ہے۔

اے ختم رُسل گوہرِ مقصود مبارک

یا نور خدا رحمت معبود مبارک

یا شاہ نجف شادیٔ مولود مبارک

یا خیر نساء اخترِ مسعود مبارک

رونق ہو سدا نور دوبالا رہے گھر میں

اس ماہِ منور کا اُجالا رہے گھر میں

شعبانِ معظم میں تیرے اقبال کے صدقے
شوکت کے فدا عظمت و اجلال کے صدقے
قربان سحر عید کی گو ہو تو بجا ہے
وہ شب ہے کہ شبقدر بھی جس پر کہ فدا ہے
شادی ہے ولادت کی ید اللہ کے گھر میں
خورشید اُترتا ہے شہنشاہ کے گھر میں

علی علیہ السلام وفاطمہ سلام اللہ علیہا

مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرّار علیہ السلام اور شہزادیٔ رسول سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی ازدواجی زندگی کے متعلق آئندہ اوراق میں ایک مکمل باب مقرر کیا گیا ہے جس میں اِس قدسی صفات جوڑے کی آپس میں محبت وموانست اور خوشگواریٔ تعلقات کے بارے میں متعدد واقعات پیش کئے گئے ہیں۔

یہاں ہم ایک ایسی روایت صرف اِس لئے پیش کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اِس روایت کا جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہم کی ولادت مبارکہ سے بھی تعلق ہے اور جناب حیدرِ کرار علیہ السلام اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے تعلقات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں آتا ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿۱۹﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ﴿۲۰﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾

اس نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے بھی ہیں اور ان کے درمیان ایک حجاب بھی ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے ان دونوں سے موتی اور مرجان پیدا ہوتے ہیں۔

دریا اور موتی

مفسرین کرام نے اِن آیات کی ایک تفسیر یہ بھی کی ہے کہ یہ دونوں دریا حضرت علی علیہ السلام اور جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں جو اِنتہائی قربت والحاق کے باوجود ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کرتے کیونکہ ان دونوں کے درمیان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس کا حجاب موجود ہے اور ان دریاؤں سے پیدا ہونیوالے موتی جناب حسن وحسین رضی اللہ عنہما ہیں۔

واخرج ابن مردويه عن ابن عباس فی قوله (مرج البحرين يلتيقان) قال علی و فاطمه رضی الله عنهما (برزخ لا يبغيان) قال النبی صلی الله عليه وآله وسلم (يخرج منهما اللؤ لو والمرجان) قال الحسن والحسين رضی الله عنهما۔

(درمنثور ج ٦ ص ١٤٢)

بحرِ نبوت اور بحرِ فتوت

دیگر کتب میں یہ روایت اس طرح آئی ہے کہ ان دونوں کے درمیان تقوے کا حجاب ہے۔

قال بعض المفسرین فی قولہ تعالیٰ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لا یبغیان ای بحر نبوت من فاطمة رضی اللہ عنھا و بحر الفتوة من علی رضی اللہ عنہ بینھما حاجز من تقویٰ فلا تبغی فاطمہ علی علی ولا یبغی علی علیٰ فاطمة یخرج منھما اللؤلؤ ولا مرجان ھو الحسن والحسین۔

(نور الابصار ص ۱۱۲ نزہتہ المجالس ج ۲ ص ۲۲۹)

یعنی بعض مفسرین مندرجہ بالا آیات مبارکہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ بحرین سے مراد نبوت کا بحر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور فتوت کا بحر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مراد ہیں اگر چہ یہ آپس میں ملے ہوئے ہیں مگر ان کے درمیان تقوے کا حجاب موجود ہے پس نہ تو حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت علی کے ساتھ زیادتی کرتی ہیں اور نہ ہی حضرت علی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر زیادتی کرتے ہیں اور نبوت وفتوت کے ان دونوں دریاؤں سے پیدا ہونے والے موتی اور مرجان حضرات حسنین کریمین علیہم السلام ہیں اور یہ دُرِ بے بہا اپنی پوری تابانیوں اور جلوہ آفرینیوں کے ساتھ سیدۃ النساء العٰلمین کی آغوش منور میں آچکے ہیں جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی گود میں دوہری خوشیوں کا جہان آباد ہے۔

ازدواجی زندگی باوجود غربت وافلاس اور عسرت وتنگی کے نہایت خوشگوار ماحول میں بسر ہو رہی ہے نہ تو جناب سیدہ سلام اللہ علیہا ہی کوئی ایسی بات کرتی ہیں جو جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی ناراضگی اور ناخوشی کا باعث ہو اور نہ ہی جناب حیدر کرار علیہ السلام ہی کوئی ایسی بات کرتے ہیں جو جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے لئے ناگواری کا باعث بنے۔

نائبۃ الزہرا

ان دو پھولوں کے بعد ہجری کے پانچویں یا چھٹے سال گلستانِ زہرا میں ایک درخشندہ کلی ظہور میں آتی ہے سیدہ کی بیٹی سیدہ زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا جسے بلا مبالغہ ثانی زہرا بھی کہا جاسکتا ہے اور نائبۃ الزہرا بھی۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی مکمل تصویر ہیں۔

جناب زینب شہید کی بیٹی شہیدوں کی بہن شہیدوں کی ماں اور شہید کی بہو ہیں۔

جناب زینب اپنی والدہ مقدسہ ہی کی طرح عالمہ بھی ہیں اور فاضلہ بھی۔

طیبہ بھی ہیں اور طاہرہ بھی۔

سعیدہ بھی ہیں اور صدیقہ بھی۔

نیرہ بھی ہیں اور منورہ بھی۔

معلمہ بھی ہیں اور مکرمہ بھی۔

خطیبہ بھی ہیں اور ادیبہ بھی۔

صابرہ بھی ہیں اور شاکرہ بھی۔

عفیفہ بھی ہیں اور حنیفہ بھی۔

ساجدہ بھی ہیں اور راکعہ بھی۔

عابدہ بھی ہیں اور زاہدہ بھی۔

جناب زینب سلام اللہ علیہا کے کردار میں کردار زہرا کی جھلکیاں پورے وقار و تمکنت کے ساتھ نمایاں ہیں جناب زینب سلام اللہ علیہا کی سیرت سیرت زہرا سلام اللہ علیہا کا نقش جمیل ہے۔

جس دن جناب زینب سلام اللہ علیہا دنیا میں تشریف لائیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے آپ جب واپس تشریف لائے تو حسب معمول سب سے پہلے بیٹی کے گھر تشریف لے گئے جا کر دیکھا تو گلستانِ زہرا کی باعصمت شگفتہ کلی ماں کی گود میں لیٹی ہوئی ہے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بے حد خوشی کا اظہار فرمایا پھر ایک کھجور لے کر اُسے اپنے منہ مبارک میں ڈال کر چبایا اور پھر اس کا لعاب دہن اپنی بیٹی کی بیٹی کے منہ میں ڈال دیا۔

اولادِ فاطمۃ الزہرا کی خوش نصیبی کا کون اندازہ کر سکتا ہے اور پھر آپ نے خود ہی بچی کا نام زینب تجویز فرمایا جس کا مطلب ہے زین اب زینب اب عربی میں اب باپ کو کہتے ہیں یعنی باپ کی زینت جیسے زین العابدین عبادت گذاروں کی زینت و آرائش کو کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچی کو بغور دیکھتے ہوئے فرمایا کہ اس کی شکل اپنی نانی جان خدیجۃ الکبریٰ سے بہت زیادہ ملتی ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس بیٹی کا گھر بچوں کی رونق سے جنت کا ایسا ٹکڑا بنا ہوا ہے جس میں زندگی کی ہر راحت موجود ہو،

جناب زینب کبریٰ کے بعد ے ہجری میں جناب زینب کی چھوٹی بہن جناب اُم کلثوم تشریف لائیں آپ بھی اپنی ہمشیرہ کی پوری تصویر تھیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے دو بچے جناب محسن اور حضرت رقیہ علیہا السلام سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو عطا فرمائے مگر یہ بچپن میں ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے آپ نے تینوں بیٹیوں کے نام اپنی بڑی ہمشیرگان کے

اسمائے مقدسہ کی ترتیب سے انہی کی یاد میں زینب اُم کلثوم اور رقیہ رکھے۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ جناب محسن علیہ السلام آپ کے گھر پیدا نہیں ہوئے بلکہ نرینہ اولاد صرف حسن وحسین علیہما السلام ہی تھے لیکن یہ خیال قطعی طور پر نادرست اور غلط ہے جناب محسن علیہ السلام کی پیدائش مبارکہ پر اس قدر زیادہ روایات ہیں جن سے انکار کی کوئی صورت ہی نہیں۔

تاریخ وسیرت اور حدیث وفضائل کی کوئی بھی کتاب دیکھیں اس میں آپ کی مندرجہ ذیل اولاد پاک ہی مذکور ہے۔

الحسن والحسین و محسن و زینب و ام کلثوم و رقیة

باب

قوت پروردگار

ہماری خوشبوئیں تلوار اور خنجر ہیں

پیشِ منظر

"بابِ قوتِ پروردگار" کا آغاز غزوات رسول سے ہونے والا ہے زور ید اللّٰہی کے کرشمے بعض کو مبہوت کردیں گے بعض کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے اور بعض کے ذہنوں کو بالکل ہی ماؤف کردیں گے۔

ذوالفقار حیدری کی برق اندازیاں نگاہوں میں چکاچوند پیدا کردیں گی، عقل خیرہ ہوجائے گی، دماغوں میں ارتعاش پیدا ہوگا، سوچ گم ہوجائے گی، ہوش و خرد کے جہان میں زلزلہ آجائے گا، حقیقتوں پر افسانوں کا گمان ہونے لگے گا، اور دلوں کی دنیا میں تو ایک عظیم انقلاب برپا ہوکر رہ جائے گا، بعض دل ڈوبنے لگیں گے، بعض کا قرار لٹ جائے گا، بعض تڑپ کر رہ جائیں گے، بعض میں بغض و نفاق کے لاوے اُبلنے لگیں گے بعض میں حسد و عناد کی چنگاریاں سی اُٹھتی ہوئی محسوس ہوں گی اور بے شمار دل ایسے بھی ہوں گے جو ذوالفقار حیدری کی ضیاء پاشیوں سے منور ہوجائیں گے ان کے روشن اور پرنور گوشے مزید جگمگا اٹھیں گے، ان کی پاکیزگی میں مزید نکھار آجائے گا اور اُن کی طہارت مزید صیقل ہوجائے گی۔

ناقابل تردید حقیقت

مذکورہ بالا چند سطور ہم نے محض تخیلاتی انداز میں یا پیش رفت کے طور پر نہیں لکھ دیں بلکہ یہ چودہ سو سال کی تاریخ کا ایک اجمالی خاکہ اور ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

اب تک جو ہوتا آیا ہے اور ہو رہا ہے اس کو نظر انداز کیسے کیا جاسکتا ہے ہم نے ماضی اور حال کے مکمل ترین تجزیہ کے بعد مستقبل کی جو تصویر تیار کی ہے اوپر کی سطروں میں اسی کا ایک مختصر ترین عکس ہے جو شخص بھی اپنے دل کے آئینہ میں جھانک کر دیکھے گا اسے اسی عکس کی جھلکیاں نظر آئیں گی۔

جناب حیدر کرار علیہ السلام کی ذات ستودہ صفات کو خداتعالیٰ نے جن عظمتوں اور رفعتوں کا آئینہ دار بنایا تھا اس کے پیش نظر یہ سب کچھ ہرگز ہرگز ناقابل فہم نہیں۔

آپ کی ذات مقدس حدِ خرد سے ماورئی۔

آپ کی صفات قدسیہ کا احاطہ ناممکن الامر۔

آپ کے اعزازات مخصوص۔

آپ کی شخصیت منفرد۔

آپ کی خلقت وولادت سب سے الگ تھلگ۔
آپ کے مقامات کی ابتداء تک بھی رسائی حاصل کرنے سے عقلیں عاجز۔
آپ کا علم کائنات کے علوم پر محیط ایسے میں اگر آپ کی ذات متنازعہ فیہ نہ ہوتی تو کیوں ؟

تعجب کیا ہے

لوگوں پر اگر شیرِ خدا علیہ السلام کے کارناموں سے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں تو اس میں تعجب کیا ہے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ علی اگر تمام لوگ تمہاری محبت پر مجتمع ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ جہنم کو پیدا ہی نہ فرماتا۔

لیکن ایسا نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہوا مشیت کو اپنا کام پورا کرنا تھا خداوند قدوس جل وعلا کی حکمتوں کو ظاہر ہو کر ہی رہنا تھا۔

جناب آدم علیہ السلام کو خلیفۃ اللہ کی مسند پر سرفراز کرنے کے لئے اعزازی طور پر جو گنج گراں مایہ عطا فرمایا گیا وہ مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نور ہی تو تھا جسے دیکھتے ہی ابلیس کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔

پھر کیا اس آگ کو بجھا دیا گیا؟

نہیں مشیت تو خود اس آگ کو ہوا دینے پر تلی ہوئی تھی شیطان سرکشی پر آمادہ ہو کر فبما اغویتنی بکنے لگا غیرتِ الٰہیہ نے اس کی گردن میں لعنت کا طوق ڈال کر اسے ایک ایسی قوت بھی عطا کر دی جس سے وہ تا قیامت اپنے ساتھیوں میں اضافہ کرتا رہے۔

اور پھر شیطان پوری تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا جس تیزی سے شیطان کے بغض وعناد کی آگ میں حدت آتی گئی اتنی ہی تیزی سے جہنم کی آگ کے شعلے بھڑکنا شروع ہو گئے۔

یہ آگ نہیں بجھے گی

اب یہ آگ نہیں بجھے گی جنہیں جہنم کا ایندھن بننا ہے وہ بن کر ہی رہیں گے محبت علی کا واضح ترین مطلب اور صاف صاف معنیٰ یہ ہے کہ ایمان کی دولت سے سرفراز ہو کر مکین فردوس ہو جانا اور علی سے بغض رکھنے والے کی جگہ تو ازل ہی سے جہنم تجویز ہو چکی ہے اور اس پر مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر بھی لگ چکی ہے پھر اسے تبدیل کیسے کیا جا سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور سرور کونین جد الحسنین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اس لئے ہی تو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ علی جنت اور دوزخ کی تقسیم کا کام ہی تمہارے سپرد کیا جاتا ہے تاکہ تم خود ہی اپنے دوستوں کو جنت میں اور اپنے دشمنوں کو جہنم رسید کرسکو۔

جو ہونا تھا وہ تو پہلے ہی سے ہو چکا ہے اس میں ترمیم نہیں کی جاسکتی البتہ زندگی کے آخری سانس تک راہ ہدایت کی طرف لوٹ آنا ممکنات میں سے ہے توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں مگر توبہ کی توفیق ہر کس و ناکس کو کب نصیب ہے۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے
یہ بڑے نصیب کی بات ہے

حصولِ جنت کا مدار

حب علی علیہ السلام وہ عظیم نعمت ہے جس پر حصول جنت کا مدار ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص تمام عمر خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا رہے اور ہمہ وقت ریاضت اور مجاہدہ میں مصروف رہے اور اس کا دل حضرت مولا علی علیہ السلام کی محبت سے خالی ہو تو اسے یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ہرگز ہرگز جنت میں نہیں جاسکتا جنت میں داخل ہونا تو کیا اُسے جنت کی خوشبو تک بھی نصیب نہ ہو گی اس لئے کہ جنت میں صرف وہی جاسکتا ہے جس کا دل علی علیہ السلام کی محبت سے معمور ہو اور جس کے دل میں علی علیہ السلام کی محبت موجود ہو وہ علی علیہ السلام کی عظمتوں کا اعتراف کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کرسکتا۔

محبت کیا چاہتی ہے؟

محب کبھی اپنے محبوب پر اعتراض نہیں کرسکتا محبت تو اندھی اور بہری ہوتی ہے وہ تو والہانہ طور پر محبوب پر فدا ہونا جانتی ہے محبوب کے عیوب و نقائص نہیں تلاش کرتی۔

محبت تو ادائے محبوب پر مر مٹنے کا نام ہے نہ کہ محبوب کی کمزوریاں اور خامیاں تلاش کرنے کا۔

محبت کبھی گوارا نہیں کرتی کہ وہ خود ہی محبوب کو کمتر درجہ دے کر اپنے ارمانوں کا گلا گھونٹ لے۔

یہی وجہ ہے کہ حب دارانِ حیدر کرار علیہ السلام جب آپ کے عظیم کارنامے سنتے ہیں تو ان کے قلوب کو عجیب قسم کی راحت نصیب ہوتی ہے ان کی آنکھیں مسرت کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں اور ان کے رونگٹے رونگٹے سے خوشی کے چشمے پھوٹ نکلتے ہیں۔

جب کہ اس کے برعکس جن کے دل علی علیہ السلام کی محبت سے ناآشنا ہیں وہ ان عظیم کارناموں کو بھی

جن پر نصوص قطعیہ شاہد عدل ہیں قصہ گو کذاب راویوں کی من گھڑت کہانیوں کا نام دے کر مسترد کر دیتے ہیں۔

شیطان کے قبضہ میں

ان کے بغض و نفاق کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے دل جلال و جبروت حیدری کے واقعات سن کر ڈوبنے لگتے ہیں ان کی عقل مکمل طور پر شیطان کے قبضہ میں ہوتی ہے جس کو معیار بنا کر وہ ضربت حیدری کا اندازہ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

وہ زور ید اللہی کا اقرار و اعتراف کرنے سے اس لئے بھی قاصر ہیں کہ وہ بنیادی طور پر بزدل ہیں ان کی حرام خوریوں اور حرام کاریوں نے ان کی غیرت ایمانی کا جنازہ نکال دیا ہے اور وہ حیاء کے سلسلہ میں بالکل قلاش ہو کر رہ گئے ہیں۔

علی کی انفرادیت

اگرچہ جناب امیر المومنین حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کا ہر واقعہ محیر العقول ہے لیکن میدان کارزار میں آپ کی قوت و شجاعت کا ظہور آپ کا وہ اعزاز عظیم ہے جس پر روح مشیت بھی جھوم جھوم جاتی ہے اور سروشِ غیبی کی صورت میں فطرت کی آوازیں گونج اٹھتی ہے کہ،

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

علی اُن تمام شجاعان عرب میں بھی فرد فرید تھے جن کی شجاعت کے قصے ضرب المثل بن چکے ہیں۔

علی اُن تمام مقدس نفوس میں بھی واحد و یگانہ تھے جنہیں فاتح عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چنا ہوا تھا

علی اُن سب ہی میں بے مثال تھے جن کی تربیت سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی

علی اُن سب کی آنکھوں کا تارا تھے جنہوں نے بدر و احد اور احزاب و خیبر کی جنگوں میں سیف حیدری کی کاٹ کے مناظر کو دیکھا تھا۔

علی کے زور بازو کے وہ سب کے سب پورے طور پر معترف تھے جو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمان میں جنگیں لڑا کرتے تھے بلکہ،

علی کے زور بازو پر شجاعت ناز کرتی ہے
وہ کتنے خوش نصیب تھے

وہ لوگ بھی کتنے خوش نصیب تھے جن کو علی علیہ السلام جیسے شجاع اور بہادر کی رفاقت نصیب تھی تھی۔

جنہیں مصطفیٰ و مرتضیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے جمالِ جہاں آراء کی زیارت نصیب تھی اور جو مدینۃ العلم اور باب مدینۃ العلم کے ساتھ ساتھ سائے کی طرح چلتے تھے وہ ہرگز ایسے نہیں تھے جیسا کہ لوگوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے۔

اُن میں سے کبھی کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میں علی سے افضل و اعلیٰ ہوں اور نہ ہی ان میں سے کسی کے دل میں بغض و عناد تھا اور وہ علی علیہ السلام سے بغض و عناد کس طرح رکھ سکتے تھے جب کہ ان پر بار بار واضح ہو چکا تھا کہ علی علیہ السلام سے بغض و عناد رکھنے والا منافق ہے۔

وہ منافق نہیں تھے لیکن ان کے دل میں یہ حسرت ضرور ہوتی تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس سے ملنے والے اعزازات زیادہ سے زیادہ حاصل کئے جاسکیں۔

لیکن جب کوئی مخصوص اعزاز حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دامن حیدر کرار میں ڈال دیتے تو ان کی آنکھیں فرطِ محبت و عقیدت سے بھیگ جاتیں اور ان کی نگاہوں میں مولا علی علیہ السلام کی قدر و منزلت مزید بڑھ جاتی جوں جوں فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو اپنی کرم گستریوں نوازتے گئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں حضرت علی علیہ السلام کی عقیدت گھر کرتی گئی اور آپ سے محبت و مودت کا رنگ مسلسل گہرا ہوتا گیا۔

وہ مبغوضانِ علی نہیں

وہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے اور آپ کے ساتھ غزوات و سرایا میں ہمرکاب تھے ہرگز ہرگز مبغوضانِ علی نہیں تھے بلکہ وہ قطعی طور پر محبانِ علی کے زمرۂ اولین کے لوگ ہیں۔

انہیں علی علیہ السلام سے سچی محبت تھی محبت ہی کیا انہیں علی علیہ السلام سے عقیدت تھی اور علی علیہ السلام ان سے محبت کرتے تھے وہ آپس میں پیکرِ خلوص تھے۔

ہم ان کی بات نہیں کرتے جو علی علیہ السلام سے نبرد آزما ہوئے ہم ان کی بات کرتے ہیں جو علی کے شریک کار تھے اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ علی کا شریک کار ہونا بھی تو بہت بڑا اعزاز ہے علی کا شریک کار ہونا معمولی بات نہیں بلکہ یہ انتہائی عظیم اعزاز ہے اور پھر وہ لوگ تو دامنِ مصطفیٰ سے وابستہ بھی تھے اور دربارِ مصطفیٰ کی زینت بھی تھے۔

دربارِ مصطفیٰ کی عطائیں

دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نامرادی کیسی وہاں تو سب کی مرادیں پوری ہوتی ہیں پھر آپ

کے غلام کیسے بامراد نہ ہوتے اس دربار گوہر بار میں آنے والا ہر شخص اپنی اپنی مراد کو پہنچا۔

الطاف و اکرام کے خزانے سبھی پر کھلے ہوئے تھے کبھی کو نوازا جا رہا تھا۔ کبھی کی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی اور کبھی کی تالیف قلبی فرمائی جا رہی تھی دربار مصطفیٰ کی زینت بننے والے لوگوں کو عوام الناس میں کس طرح شمار کیا جا سکتا ہے۔

خوش نصیب آنکھیں

اس آنکھ کی برابری کا دعویٰ کون سی آنکھ کر سکتی ہے جو محبوب کے جلوؤں سے آسودہ ہوتی ہو اس نگاہ بلند مرتبت کی کس طرح ہمسری ہو سکتی ہے جو رخ محبوب کی تجلیات سے بہرہ ور ہوتی ہے۔

عبادت و ریاضت کا سب سے بڑا ثمر یہی تو ہے کہ ہم نشینیٔ محبوب حاصل ہو جائے اگر یہ نہیں تو بتایئے اس کے سوا اور کس چیز کے حصول کے لئے یہ ساری تگ و دو کی جاتی ہے جنت کے لئے؟

جنت بھی تو جلوۂ گاہ محبوب ہی کا نام ہے جنت میں سے بڑی نعمت زیارت و ہم نشینیٔ محبوب ہی تو ہے رُخ محبوب کی زیارت کو معمولی بات نہیں کہا جا سکتا یہ بہت بڑا اعزاز ہے اتنا بڑا اعزاز اور اس قدر عظیم انعام خداوندی جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا وہ بہت ہی خوش نصیب اور عظیم لوگ تھے جنہیں محبوب کی غلامی کے ساتھ ساتھ شرف ہم نشینی بھی حاصل تھا ان کے لئے تو قرآن مجید میں اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے پھر خدا تعالیٰ کو اپنے وعدوں سے کیسے منحرف کروایا جا سکتا ہے وہ تو مبشرِ اعظم کی بشارتوں سے مزین تھے پھر ان کے تشخص کو دھندلایا کیسے جا سکتا ہے۔

انہیں تو ہادیٔ برحق نے براہِ راست ہدایت کے راستوں پر گامزن کیا تھا پھر وہ بھٹک کیسے سکتے تھے وہ ہر لحاظ سے عظیم اور بابرکت لوگ تھے۔

وہ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منتخب شدہ افراد تھے۔

وہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیوانے اور شمعٔ رسالت کے پروانے تھے۔

وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جان کی بازی لگا دیا کرتے تھے بلکہ اشارۂ محبوب پر قربان ہونے کو زندگی کی سب سے بڑی سعادت متصور کرتے تھے۔

منافقین کی بات نہیں

منافقین کو چھوڑیئے وہ تو ہر قدم پر آپ کے جاں نثاروں کو دھوکا دیا کرتے تھے اس مقدس طائفہ کے ساتھ منافقین کی مثال دینا اسلام سے انحراف اور قرآن و حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے بلکہ ایمان و

دیانت سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

ارتداد کرنے والوں کے ساتھ ان کی مثال دینا بھی ظلم عظیم ہے شیطانی وسوسہ اور تلبیس ابلیس ہے نفس کی چال اور حقائق سے گریز ہے منافقین مرتدین کے ساتھ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تعلق کیسے پیدا کیا جاسکتا ہے۔

نور کو ظلمت سے ہم آہنگ کرنے کی کوشش سوائے بربادی کے اور کیا ہے اس لئے کہ تو نور کو ظلمت کا نام دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی ظلمت کو نور ثابت کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ کی عظمت

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جمالِ جہاں آراء سے سرفراز ہونے والے لوگ بے مثال تھے ان کی مثال کہاں وہ کس قدر خوش نصیب لوگ تھے کہ اگر بیمار ہوتے حضور ان کی عیادت کو تشریف لے جاتے ان کی تیمارداری فرماتے اگر کوئی دنیا سے جارہا ہوتا تو محبوب کے جلوؤں میں گم ہو کر نزع کی تلخیاں بھول جاتا۔

وہ کتنے خوش مقدر تھے جن کو زندگی میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سانسوں کی مشام جاں میں اُتر جانے والی خوشبوئیں میسر تھیں اور مرتے وقت دامنِ محبوب کی ٹھنڈی ہوائیں نصیب تھیں۔

وہ لوگ اس لئے بھی عظیم تھے کہ انہیں محبوب کبریا نے پسند فرمالیا تھا

صحابہ اس لئے بھی واجب التعظیم تھے کہ وہ اپنی زندگیوں پر محبوب کی زندگی کو ترجیح دیتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی لائق صد احترام ہیں کہ وہ اپنی ہر خواہش کو رضائے محبوب کے تابع رکھتے تھے۔

صحابہ اس لئے بھی اچھائی سے یاد کرنے کے قابل ہیں کہ وہ سب سے اچھے کے ساتھی تھے۔

صحابہ اس لئے بھی تمام اُمت سے ممتاز ہیں کہ ان کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری اور فداکاری کے مواقع نصیب تھے۔

صحابہ پر اس لئے ارتداد کی تہمت نہیں لگائی جاسکتی کہ انہیں عالم ماکان و ما یکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منتخب کیا تھا۔

صحابہ پر اس لئے بھی زبان طعن دراز نہیں کی جاسکتی کہ ان پر طعن کرنا بالواسطہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔

صحابہ کی اس لئے بھی تنقیص نہیں کی جاسکتی کہ ان کی تعریف محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی کی ہے اور خدا نے بھی۔

صحابہ کے افعال کا اس لئے بھی محاکمہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ براہ راست مکتب رسالت کے تربیت یافتہ تھے۔

صحابہ کی اس لئے بھی تکریم ضروری ہے کہ ان کے شرف و کرامت پر قرآن و حدیث کی مہر ثبت ہے

ان تمام امور کے ہوتے ہوئے بھی اس بات سے انحراف نہیں کیا جا سکتا کہ سب کے سب صحابہ کرام ایک جیسے نہیں اور نہ ہی سب کو ایک صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو اسے راہ راست پر ہر گز تسلیم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایسا عقیدہ سرے سے قرآن و حدیث کے مخالف ہے۔

حقیقت یہ ہے

قرآن و حدیث کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ نہ تو سب کے سب صحابہ کا مقام ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی شان ایک جیسی ہے۔

نہ ہی سب کا علم ایک جیسا ہے اور نہ ہی سب کی عقل ایک جیسی ہے نہ ہی سب کو انعامات ایک جیسے ملے ہیں اور نہ ہی سب کو اعزازات ایک جیسے حاصل ہوئے ہیں۔

آیات و احادیث کے تجزیہ سے جو نکھری اور صاف صاف وضاحت سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ کرام میں سے جس جس کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فدا کاری اور جاں نثاری کے جتنے زیادہ مواقع حاصل ہوئے اسی قدر ان کو اعزازات بھی حاصل ہوئے ہیں یا پھر یوں سمجھ لیجئے کہ جس کو محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہم نشینی کا زیادہ شرف حاصل ہوا وہ اتنا ہی زیادہ باکرامت قرار پایا اور یہی صورت اجتہاد کے معاملہ میں ہے جس نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کو زیادہ سے زیادہ سنا اور سن کر ذہن میں محفوظ بھی رکھا وہ سب سے بڑا مجتہد قرار پایا اور جس کو کم شرف صحبت حاصل تھا اسے لائق اجتہاد نہ سمجھا گیا۔

نا قابل تردید حقیقت

بہر حال اس حلقہ رحمت میں آنے والے کسی بھی شخص کو محروم و نامراد تو ہر گز نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ دربار مصطفیٰ نے جس قدر اکتساب فیض کیا اسی قدر وہ صاحب تکریم ہے اور اس پر قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ شاہد عدل ہیں۔

جیسا کہ مہاجرین کو السابقون الاولون فرمایا گیا اور اصحاب بدر کی اصحاب اُحد پر فضیلت قائم کی گئی اور ساتھ ہی اصحاب کبار کے لئے یہ اعزاز بھی مقرر فرمایا گیا کہ تم جو چاہو کرو تم پر کوئی گرفت نہیں خدا

تعالیٰ کا عطا فرمودہ یہ ایک ایسا اعزاز ہے جس کی روشنی میں سینکڑوں اختلافی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے اور پھر بعض صحابہ کرام کو دنیا ہی میں قطعی جنتی ہونے کا سرٹیفکیٹ بھی عطا فرمایا گیا جس میں دوسرے لوگ شریک نہیں ہو سکتے اور یہ امر واقع اور بدیہی حقیقت ہے کہ تمام کے تمام صحابہ کرام ایک جیسے ہرگز ہرگز نہیں ہیں اور اگر کوئی سب کو ایک درجہ دینے پر تلا ہوا ہے تو یہ اس کی کم علمی اور جہالت کی دلیل صریح ہے بلکہ ایمان و یقین سے برگشتگی اور ملحدانہ سوچ ہے۔

مقام مولائے کائنات

سیدنا حیدر کرار مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی ذات اقدس نہ صرف السابقون الاولون کے زمرہ میں شامل ہے بلکہ آپ ان سب برگزیدہ لوگوں میں بھی اوّلین المسلمین اور اوّل المصلین ہیں اور ان سابقون میں بھی مخصوص انفرادیت کے حامل ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں کسی نے بھی ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کیا چہ جائیکہ کوئی خود کو ان پر اپنی افضلیت قائم کرنے کا مدعی سمجھتا۔

دعائے رسول کا اثر

علاوہ ازیں تاجدار ہل اتیٰ سیدنا حیدر کرار شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کی لامتناہی قوت روحانیہ اور جسمانیہ کا خاص راز یہ بھی ہے کہ آپ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کا اثر ہیں جس میں آپ نے بارگاہ صمدیت میں یہ التجاء کی تھی کہ الٰہی علی کے ذریعہ سے میری امداد و نصرت اور تائید و حمایت فرما۔

اور یہ دعا بھی تاجدار مدینہ شب اسریٰ کے دولہا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بشارت عظمیٰ کے سلسلہ میں فرمائی تھی جس کو آپ نے شب معراج بچشم خود عرش اعظم پر مرقوم دیکھا تھا اور وہ بشارت یہ تھی کہ خداوند قدوس جل وعلیٰ نے روز ازل ہی سے عرش اعظم پر تحریر فرما رکھا ہے کہ ہم نے اپنے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و نصرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے فرمائی۔

ان تمام تر شواہد کے حوالہ جات تو آئندہ صفحات میں پیش کئے ہی جا رہے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ جس قوت حیدری کا اظہار خداوند قدوس جل مجدہٗ الکریم نے روز ازل ہی سے ایک نمایاں ترین خصوصیت کی صورت میں کر رکھا ہو اور جس قوت لامتناہی کے حصول کے لئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بارگاہ خداوندی میں دعا فرمائیں اس قوت یزدانی اور زور ید الٰہی کے کرشمے اگر غیر آسودہ ذہنوں اور نا تمام عقول کے لئے ایک چیلنج بن جائیں تو اس میں تحیر کا کون سا پہلو ہے۔

جو شخص قوت خیبر شکن کو مورخین اور محدثین کی افسانہ طرازیوں کا نام دینے پر تلا ہوا ہے اس کے لئے

سوائے اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ۔

تیرا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

حقیقت یہ ہے کہ علی کے زور بازو کی داستان پڑھنے کا شوق ہو تو ریگزار بدر کے چمکتے ہوئے ذرات کی پیشانیوں پر لکھی ہوئی تحریروں کو دیکھو جو چودہ سو سال گذر جانے کے باوجود آج بھی اہل نظر مسلمانوں کے لئے دعوت جہاد کا فریضہ سر انجام دیتی ہیں علی کی شجاعت کا حال معلوم کرنا ہے تو احد و احزاب کے سنگستانوں سے رجوع کرو علی کے جلال و جبروت کی جلوہ فشانیاں دیکھنا ہوں تو خیبر کے قلعہ کے لرزتے ہوئے بام و در میں دیکھو۔

کبھی دیوار ہلتی ہے کبھی در کانپ جاتا ہے
علی کا نام سن کر اب بھی خیبر کانپ جاتا ہے

پیش منظر ختم ہوا قارئین اب قوت حیدری اور زور ید اللّٰہی کے وہ ہوشربا مناظر دیکھیں جن کا ذکر ہم نے شروع میں کیا تھا۔

علمبردارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

یوں تو بروزِ قیامت بھی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا "پرچم تعریف" یعنی لوائے الحمد کو اٹھانے والے بھی تاجدارِ اولیاء جناب علی علیہ السلام ہی ہیں تاہم اس دنیا میں بھی اکثر جنگوں میں آپ کے علمبردار جناب علی علیہ السلام ہی مقرر ہوئے۔

وکان اللواء فی اکثر المشاہد

(الاصابہ ص ۵۰۱ ج ۲)

جناب مولائے کائنات جب ایک ہاتھ میں علم اور دوسرے ہاتھ میں سیف حیدری کو لہراتے ہوئے صف جنگاہ میں آتے تو دشمنوں پر لرزہ طاری ہو جاتا۔

اور پھر جب سیف حیدری اپنی کاٹ شروع کرتی تو کفار کی صفوں کی صفیں درہم برہم ہو جاتیں اور افواجِ کفار پر قہر الٰہی کی بجلیاں ٹوٹ پڑتیں۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سوائے غزوہ تبوک کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمان میں تمام تر غزوات میں بھی بھرپور حصہ لیا اور متعدد سرایا میں بھی جرات وجوانمردی کے جوہر دکھائے۔

وشہد مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سائر المشاہد الا تبوک فانہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخلفہ المدینۃ۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲)

حقیقت یہ ہے کہ تمام تر غزواتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسلمانوں کی کامیابی اور کامرانی کا سہرا جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کے سر پر ہی سجا ہوا نظر آتا ہے۔

ارشادِ مولا علیؑ

جنگِ بدر میں اپنی بہادری اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور رفاقت پر فخر ومباہات کرتے ہوئے جناب حیدر کرار علیہ السلام نے فرمایا۔

کیا اہل جاہلیت یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم گھوڑوں پر سواری کرنے میں ان کے مثل نہیں ہیں؟

جب اہلِ بدر سے ملو تو میرے اندازِ قتال کے متعلق ان سے پوچھو میں نے کتنے ہمسروں کو دورانِ جنگ قتل کیا۔

ہم وہ لوگ ہیں جو لڑائی کو عار نہیں سمجھتے اور نیزہ بازی کے وقت رُخ نہیں پھیرتے۔

یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں جو ہمارے درمیان چودھویں رات کے چاند کی طرح ہیں انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو رسوا کر کے بھگا دیا۔

اتحسب اولاد الجها لة اننا
علی الخیل لسنا مثلهم فی الفوارس

فسئا آل بنی بدر اذ ما لقتیهم
بقتلی ذوی الا قران یوم التمارس

و انا انا س لا نری الحرب سبة
ولا ننثنی عند الر ماح المدا عس

وهذا رسول الله کالبدر بیننا
به کشف الله العدی بالتنا کس

(دیوان علی علیہ السلام ص ۹۱)

باب

غزوۂ بدر
اور حیدر کرار

غزوہ بدر

چونکہ ہم یہ کتاب محض جناب علی علیہ السلام کی سیرت مقدسہ پر تحریر کر رہے ہیں اس لئے تمام غزوات و سرایا کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بجائے پوری جنگ کا اجمالی خاکہ پیش کریں گے اور صرف انہیں واقعات کو نمایاں کرنے پر اکتفا کریں گے جن کا تعلق جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی سے ہوگا۔

اس وضاحت کے بعد ہم کفر و اسلام کی پہلی باقاعدہ لڑائی غزوہ بدر کی اجمالی تصویر پیش کرتے ہیں۔

اسلام اور کفر کے مابین یہ پہلی باقاعدہ جنگ ہے جس کے نتائج نے کفار مکہ کو ہی نہیں بلکہ پورے عرب کے کفار و منافقین کو یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اسلام چند غرباء و مساکین افراد پر مشتمل ایک ٹولی کا نام نہیں بلکہ ایک ناقابل تسخیر قوت کا نام ہے اور اسلام کا ہر فدائی ایک ناقابلِ شکست آہنی چٹان کی حیثیت رکھتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جنگِ بدر مسلمانوں اور کافروں کے مابین ایک ایسی فیصلہ کن جنگ تھی جس کے نتائج بعد میں ہونے والی تمام جنگوں پر مرتسم ہوئے۔

ایک طرف تو کفار مکہ مسلمانوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کرنے کی تیاریوں میں پوری قوت صرف کر دینے پر تلے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اہل اسلام پر احکام جہاد کا نزول ہو چکا ہے۔

اس فیصلہ کن جنگ میں کفارِ مکہ نے اپنی پوری قوت کو جھونک دیا تھا عرب کے جری ترین بہادروں اور جیالے نوجوانوں کے علاوہ تمام صنادید قریش ہبل کے سامنے فتح یا موت کا عہد کر کے اعلُ ھبل کے نعرے بلند کرتے ہوئے میدان کارزار میں کودے تھے اور اس پر طرہ یہ کہ نسلی عصبیت کو ابھارنے اور ان کی غیرت کو للکارنے کے لئے ان کی وہ عورتیں بھی ساتھ آئی تھیں جن کے طعنوں کے اہداف بننے کے بجائے وہ لوگ مر جانے کو کہیں بہتر خیال کرتے تھے۔

علاوہ ازیں اس جنگ میں کفار و مشرکین مکہ نے عمرو بن عبدود اور نوفل بن خولید جیسے ایک ایک ہزار نوجوانوں پر بھاری شجاعانِ عرب کو بھی ساتھ شامل کیا ہوا تھا مختصر یہ کہ کفار و مشرکین مکہ کا یہ لشکر سپاہیوں کا نہیں بلکہ ایک ہزار سپہ سالاروں کا لشکر تھا ایسا لشکر جرار جس کا ہر فرد جنگی چالوں کا ماہر اور شجاع ترین ہو۔

اس پر مستزاد یہ کہ اس کی کمان ابوسفیان اور ابوجہل جیسے متعصب ترین اور ظالم لوگوں کے

ہاتھوں میں تھی افواجِ کفار مسلح بھی تھیں اور تعصب زدہ بھی ان کے پاس گھوڑے بھی تھے اور سامانِ حرب بھی وہ لوگ آہنی زرہوں اور فولادی خودوں میں ڈوبے ہوئے تھے جبکہ اس کے بالعکس دوسری طرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شیدائیوں کی تعداد اس لشکر کے مقابلہ میں ایک تہائی سے بھی کم تھی ثقہ روایات کے مطابق لشکر اسلام کے پاس جو سامان تھا اس کی تعداد یہ تھی۔

گھوڑے	۲ عدد	
زرہیں	۴ عدد	
شمشیریں	۸ عدد	
اونٹ	۶۸ یا ۷۰	متفق علیہ

علاوہ ازیں فدایانِ رسول کے پاس جو اسلحہ تھا وہ کھجوروں وغیرہ کے ڈنڈوں چند نیزوں اور تیر کمانوں پر مشتمل تھا۔

اگر ہمیں موضوع سے قریب تر رہنا مقصود نہ ہوتا تو دنیا کی اس تحیر انگیز جنگ کے نتائج وعواقب پر نہایت خوبصورت اور کارآمد تبصرہ پیش کرتے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں اس اسلامی جیش کی تعداد تین سو سے کچھ زائد افراد پر مشتمل تھی مگر ان کے پاس باربرداری اور سواریوں کے لئے جو اونٹ وغیرہ تھے ان کی تعداد ستر سے زیادہ نہیں تھی حالانکہ مقام بدر مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا سے تقریباً ایک سو میل کی مسافت پر ہے۔

صحابہ کرام کا جذبہ

مجاہدین اسلام اس بے سروسامانی کے باوجود پورے عزم واستقلال اور مکمل وقار کے ساتھ جانب منزل رواں دواں ہیں ان میں کچھ لوگ پاپیادہ بھی ہیں اور کچھ اونٹوں پر سوار ہیں حالت یہ ہے کہ ایک اونٹ پر دو سے تین آدمی بیٹھ کر سفر کر رہے ہیں مگر ان کے چہروں پر بشاشت ہے دلوں میں ولولہ ہے خیالوں میں نور ہے ہر مجاہد کو کامل طور پر یقین ہے کہ فتح اس کے قدم چومنے کے لئے بے قرار۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قائدانہ صلاحیتوں اور وقار نبوت نے اسباب عسکریت کے فقدان کے باوجود لشکر اسلام کو ایک مخصوص دلکشی عطا فرما رکھی ہے ایک ایسا حسن دے رکھا ہے جس کی ضیاء پاشیوں نے ملائکہ کی نگاہوں کو بھی خیرہ کر دیا بہرحال یہ لشکر بے مثال تھا اور بقول حضرت حفیظ جالندھری۔

یہ لشکر ساری دُنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا
کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کملی والا تھا

علی نبی کے ساتھ ہے

آغازِ سفر ہوا تو صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین ایک دوسرے کو ساتھ ملا کر اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہو گئے لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ساتھ بٹھانے کے لئے جسے منتخب کیا وہ علی علیہ السلام تھے۔

اہل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یومئذ سبعین بعیرا فاعتقبوھا فکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی ابن ابی طالب۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۶۳ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۸۳)

یوں تو سارے صحابہ ہی خوش بخت تھے
پر علی کے مقدر کی کیا بات ہے

سفر وسیلہ ظفر

علی المرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ اِس طرح بیٹھے ہوئے ہیں کہ آپ کا پُر نور سینہ حضور رحمۃ للعالمین کی پشت مبارک سے ملا ہوا ہے جب ناقۂ مصطفیٰ چلتی ہے تو سینہ مرتضیٰ مہر نبوت کے بوسے لینا شروع کر دیتا ہے اور مہرِ نبوت سے نکلنے والی نور بیز شعاعیں براہِ راست حیدر کرار علیہ السلام کے قلبِ اطہر پر منعکس ہو رہی ہیں اِدھر علی علوم رسالت اور معارف نبوت اپنے دل میں سمیٹتے جا رہے ہیں اور اُدھر مدینہ منورہ سے مقام بدر تک کا راستہ سمٹتا جا رہا ہے اور اِس طرح منزل پر منزل طے کرتے کرتے جیش مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فروکش بدر ہو گیا۔

میدان بدر کا منظر

دیگر بے شمار واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اپنے قارئین کو میدانِ بدر میں لے چلتے ہیں جہاں ایک طرف تو کفارانِ عرب نہ صرف ابلیسی قوت پر نازاں ہیں بلکہ تصوراتی فتح کے نشہ میں سرشار ہو کر اسلام کی بے سروسامانی کو بھی حقارت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں اور دوسری طرف حقیقی فتح محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جیالوں کے قدم چومنے کو بے تاب ہوئی جاتی ہے۔

مسلمان انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ دربارِ خداوندی سے فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں

حضور سرورِ کونین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہو رہے ہیں۔
فرشتے مسلمانوں کی حمایت ونصرت کے لئے میدان بدر میں پہنچنے کے لئے پر تول رہے ہیں۔
شیطان کے اشاروں پر ناچنے والا ابوجہل جی ہی جی میں خوش ہو رہا ہے کہ آج اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت کو ہمیشہ کے لئے ملیامیٹ کر دوں گا اسے اپنے بہادروں کی طاقت پر ناز ہے اپنی کثرت اور اسلحہ پر فخر ہے مگر محمد عربی اور آپ کے ساتھیوں کو اگر بھروسہ ہے تو صرف خالق کائنات کی نصرت وامداد پر ہے وہ اگرچہ بے سروسامان اور قلیل التعداد تھے مگر دشمن کی مسلح اور کثیر فوجوں سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں تھے ان کے دل نشہء شہادت سے جھوم رہے تھے۔

شاہین کے لئے شاہین

سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لشکر کو ترتیب دیتے وقت فنِ سپہ گری کے ہر اصول کو پیش نظر رکھا حتیٰ کہ آپ نے قبائل کے مختلف پرچم بنائے اور ان کے سرداروں میں تقسیم کر دیئے۔
ثقہ روایت کے مطابق آپ نے صرف دو سیاہ پرچم بنائے ان میں سے ایک انصار کے نمائندوں کو دے دیا اور دوسرا مہاجرین کی طرف سے جناب حیدر کرار علیہ السلام کو مرحمت فرمایا۔
بعض روایتوں میں آتا ہے کہ مہاجرین کو ملنے والا علم جناب مصعب بن عمیر کو دیا گیا تھا لیکن یہ غلط محض ہے صحیح روایت کے مطابق مہاجرین کا پرچم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرماتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس پرچم کا نام ہم نے العقاب تجویز کیا ہے۔

(۱) وكان امام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم رأيتان سو داوان احدهما لعلى يقال لها "العقاب"

(سیرت ابن ہشام مع روض الانف سہیلی ج ۲ ص ۹۳)

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۸۲)

(۲) مہاجرین کے علمبردار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے اور یہی صحیح ہے بعض نے مصعب بن عمیر کو علمبردار کہا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔

(تفسیر مظہری ج ۲ ص ۱۸۷)

(۳) ومما يويد الرو ما جاء عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما صلى الله عليه وآله وسلم اعطى عليا كرم الله وجهه الراية يوم بدر وهو -

(ابن عشرين سنة سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۸۲)

احد اھما مع ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجھه الی و یقال لھا العقاب وکانت من مرط لعائشة۔

(سیرت حلبیہ ص ۳۸۲)

حضرت عائشہ کی چادر کا پرچم

سبحان اللہ ! دشمنوں پر عقاب کی طرح جھپٹنے والے اللہ کے شیر کے پرچم کا نام بھی عقاب ہی رکھا گیا روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے تیار کیا جانے والا عقاب نامی پرچم اُم المؤمنین جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی چادر مبارک سے بنایا گیا تھا۔ (واللہ اعلم)

حسینوں کے لشکر کے پرچم بردار قائد الغر المحجلین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سیاہ پرچم کو فضا میں لہرایا تو یوں معلوم ہوا کہ یا تو نور و نگہت میں نہائی ہوئی کلیوں کا کوئی بھونرا طواف کر رہا ہے اور یا پھر حسن و جمال کے بہتے ہوئے دریا کی لہروں کو چومنے کے لئے ابر سیاہ کا ٹکڑا مچل مچل جاتا ہے۔

دونوں طرف کے لشکر تیار ہو چکے ہیں ابوجہل اور ابوسفیان نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے تین انتہائی شہ زور اور جنگجو افراد کا انتخاب کر لیا یہ تینوں ایک ہی خاندان کے فرد تھے جو اپنی قوت اور مہارت کے نشہ میں اور آہنی زرہیں پہنے اور تلواروں کو لہرے دیتے ہوئے میدان میں آگئے۔

کفر کا پہلا بلاوا

یہ تینوں عتبہ بن ربیعہ اس کا بیٹا ولید بن عتبہ اور اس کا سگا بھائی شیبہ بن ربیعہ تھے ان تینوں نے میدان میں آتے ہی ''ھل من مبارز'' کا نعرہ بلند کیا۔

یعنی ہے کوئی جو ہمارے مقابلہ کے لئے میدان میں آئے روایات میں آتا ہے کہ کافروں کی طرف سے جنگ کی یہ پہلی باقاعدہ للکار تھی کہ ہمارا مقابلہ کروان کی للکار پر لشکر اسلام سے ایک ہی خاندانِ انصار کے تین جانباز مجاہد جناب معوذ و معاذ اور عوف بن عفراء میدان کارزار میں اُتر آئے۔

کافروں نے ان کا تعارف چاہا تو انہوں نے اپنے نام بتادیئے ان کا اور ان کے قبیلہ کا نام سن کر انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ تم کون ہو واپس جاؤ اور ہمارے مقابلہ کے لئے ہمارے ہی قبیلہ قریش کے جوان مردوں کو بھیجو انصاری نوجوانوں نے واپس جا کر یہ سب کچھ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنا تو ارشاد فرمایا یا علی یا حمزہ یا عبیدہ اُٹھو اور دشمنوں کی للکار کا جواب دو ارشاد پیغمبر سنا تو یہ تینوں شیر دل مجاہد چشم زدن میں کافروں سے مقابلہ کے لئے میدان میں پہنچ

گئے جنہیں پہچان کر انہوں نے کہاہاں تم ہماری شان کے لائق ہو۔

تینوں ہاشمی شہزادے سامنے آئے تو عتبہ نے اپنے بیٹے ولید کو وار کرنے کی ترغیب دی ولید بن عتبہ نے پوری قوت سے حملہ کیا اس کے مقابل میں جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے آپ نے اس کا وار خالی دے کر سیف حیدری کو فضا میں لہرایا شمشیر حیدری برق کی طرح چمکی اور ولید کی گردن میں اُتر گئی۔

عتبہ نے اپنے بیٹے کو قتل ہو کر گرتے دیکھا تو غضب ناک ہو کر جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وار کر دیا آپ نے بھی اس کے حملہ کو روک کر تلوار کی ایسی کاری ضرب لگائی کہ اسے بھی اس کے بیٹے کے پاس پہنچا دیا۔

اِدھر یہ دونوں باپ بیٹا واصلِ جہنم ہو چکے ہیں اور اُدھر شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کر دیا جناب عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام لشکر میں سب سے پہلے زیادہ کبیر السن تھے شیبہ نے آپ کے پاؤں پر وار کیا تھا جس سے آپ کی پنڈلی لکڑی کی طرح چر گئی اور گوشت کا لوتھڑا جسم سے الگ ہو کر ہڈی کے ساتھ لٹک گیا اس کے باوجود جناب عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کے پے در پے حملوں کا پوری جرأت و بہادری سے دفاع کر رہے تھے ولید اور عتبہ کو قتل کرنے کے بعد جناب حمزہ اور حضرت علی نے بیک وقت عبیدہ کی طرف دیکھا اپنے ساتھی کو زخمی حالت میں دیکھ کر دونوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور پھر اللہ کے دونوں شیروں کی تلواریں ایک ساتھ فضا میں بلند ہوئیں اور ایک ہی لحظہ میں شیبہ کا بھی خون چاٹ گئیں۔

جنگ کا حسین آغاز

کفر اور اسلام کے مابین پہلی باقاعدہ جنگ کا آغاز اس حسین انداز سے ہوا کہ رُوحِ عالم وجد کناں ہوگئی،

حسنِ فطرت پر نکھار آ گیا۔
حق وانصاف کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔
ظلم و جبر کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔
صداقت کا سینہ خوشی سے تن گیا۔
باطل کا سر ندامت سے جھک گیا۔
فرشتے وجد میں آ کر نعرہ تکبیر بلند کرنے لگے۔
شیطان سر پیٹنے لگا۔
اسلام کے چہرے پر تازگی آ گئی۔

کفر و باطل کے رُخ پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔

کفر و شرک کی ظلمتوں کے بادل چھٹنے لگے۔

مشیت کے لبوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

صحابہ کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی محمد عربی کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے اور تینوں جانبازوں کے لئے آپ کے لبوں پر دعائیں مچلنے لگیں ذاتِ خداوندی کو ذوق آ گیا اور فرمایا۔

یہ دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کے بارے میں جھگڑا کیا (القرآن)

ہٰذانِ خَصمَانِ اختَصَمُوا فِی رَبِّہِم

(طبقات ابن سعد ج ا ص ۳۶۵ (مغازی الرسول واقدی ج ا ص ۱۰۹)

(الوفا ابن جوزی ص ۶۷۹) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲)

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دربارِ خداوندی میں قیامت کے دن جو سب سے پہلے مقدمہ پیش ہوگا۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ قال اول من یحبثو بین یدی الرحمن للخصومۃ یوم القیامۃ قال قیس بن عبادۃ و فیھم نزلت ھذہ الآیت ھذان خصمان اختصموا فی ربھم۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۹۴) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۰۲)

وہ میرا ہی مقدمہ ہوگا دیگر راویان کے مطابق بھی اسی امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ بروز قیامت پورے اسلام اور پورے کفر کی طرف سے مندرجہ ذیل چھ آدمی پیش ہوں گے۔

(اہل اسلام)

علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ،

حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

عبیدہ ابن حارث رضی اللہ عنہ

(اہل کفر)

شیبہ بن ربیعہ

عتبہ بن ربیعہ

ولید بن عتبہ

قوتِ حیدری

جناب حیدر کرار علیہ السلام اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے لئے خداوندِ قدوس کی طرف سے یہ اعزاز معمولی بات نہیں کہ خود خالق کائنات قیامت تک کے لیے عرش و فرش والوں میں اعلان فرمادے کہ یہ، بندے بھرے دُنیا سے خفا میرے لئے تھے

بہر حال اِس معرکہ عظیم کے بعد کفار مکہ کے ڈوبتے ہوئے دِلوں میں غم و غصہ کی چنگاریاں سی جلنے بجھنے لگیں اور اُنہوں نے لشکرِ اسلام پر عام حملہ کی صورت میں دھاوا بول دیا تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں اگرچہ اہل اسلام کے پاس اسلحہ کی انتہائی کمی تھی تاہم ہراوّل کے دستوں نے جن میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور جناب حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جیسے شیر جرار موجود تھے کفار کے حملوں کا دفاع بھی کیا اور ان پر بڑھ بڑھ کر حملے بھی کئے جناب شیرِ خدا مرتضیٰ مشکل کشاء مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی تلوار برق بار دشمنوں کو چیرتی چلی جارہی تھی اور ان کے کشتوں کے پشتے لگتے جارہے۔

آپ پوری قوت سے دشمنوں پر ٹوٹ پڑے تھے جو بھی آپ کی تلوار کی زد پر آتا واصلِ جہنم ہوجاتا جناب علی علیہ السلام کے ذوقِ شجاعت نے پورے میدان کو گھیرے میں لے رکھا تھا آپ کسی ایک سمت کا تعین کرکے یا ایک جگہ پر کھڑے ہو کر نہیں لڑ رہے تھے بلکہ آپ اس عالم میں بھی اپنی عقابی نگاہوں سے پورے میدان کا جائزہ لے کر جدھر بھی دشمنوں کا دباؤ بڑھ رہا ہوتا اسی طرف آنکھ جھپکنے سے پہلے پہنچ جاتے اور دشمن کی صفیں درہم برہم کردیتے۔

دادِ شجاعت اور زیارت مصطفیٰ

اور پھر سب سے بڑی بات یہ کہ آپ مسلسل تلوار بھی چلاتے جاتے اور واپس آکر تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت بھی کرتے جاتے۔

ثقہ روایت کے مطابق آپ خون میں نہائی ہوئی تلوار سمیت تین بار سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ہر بار یہ دیکھ کر اطمینان سے واپس چلے گئے کہ آپ سجدہ کی حالت

"نقل است کی حضرت ولایت پناہ یعنی مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم گفت سہ بار از معرکہ بیرون آمدہ بعریش رفتم تا از رسول اللہ خبرے گیرم ہر بار آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم را در سجود یافتم"

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۵

میں ہیں اور شمعِ رسالت کے پروانوں نے آپ کے گرداگرد اپنے جسموں کا حصار بنا رکھا ہے اور جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برہنہ تلوار لئے سائے کی طرح اُن کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

تیغِ جوہردار

بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کے دلوں میں سکینہ اُتارنے اور کافروں کے دلوں پر ہیبت طاری کرنے کے لئے فرشتوں کا لشکر جناب جبرئیل ومیکائیل علیہما السلام کی قیادت میں بھیجا تھا اور یہ یقینی بات ہے کہ اس نورانی مخلوق کو دیکھ کر کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے تھے مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بڑے بڑے جری ترین صنادید قریش کی گردنیں اتارنے کا فریضہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ جوہردار نے ہی ادا کیا۔

اس جنگ میں کفار مکہ کے کل ستر آدمی قتل ہوئے جن میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھوں قتل ہونے والوں کی تعداد اختلاف روایات کے ساتھ ایک تہائی یا نصف ہے۔

جنگ بدر میں جو مسلمانوں کو کامل فتح نصیب ہوئی اس میں جناب علی علیہ السلام کا سب سے زیادہ حصہ ہے یہی وجہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جنگ بدر کے اختتام پر صحابہ کرام سے پوچھا کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے تو انہوں نے بیک زبان عرض کیا کہ آپ ہیں۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہُ انہ قال لجمع من الصحابہ اخبرونی عن اشجع الناس ؟ قالو انت "

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۹۴)

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جناب علی کے ہاتھوں قتل ہونے والے معمولی سپاہی نہیں بلکہ جری اور بہادر ترین لوگ تھے ان صنادید قریش کی اتنی بڑی تعداد کو ایک ہی معرکہ میں قتل کرنا معمولی بات نہیں جن میں نوفل بن خولید جیسے لوگ موجود تھے۔

جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جب لشکرِ کفار میں نوفل بن خولید کی موجودگی کی اطلاع ملی تو آپ نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ یا اللہ نوفل سے ہماری کفایت فرما۔

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب فرمادی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی ایسا بھی ہے جو ہمیں نوفل بن خولید کے بارے میں کچھ بتائے۔

جنابِ علی علیہ السلام نے فرمانِ نبوی سنا تو نہایت ادب سے عرض کیا ! یارسول اللہ میں نے اُسے

قتل کردیا، یہ سُن کر آپ نے فرمایا !

" اللہ اکبر " اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ہماری دُعا قبول فرمائی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ جنگ بدر میں جرأت و بہادری کا جو بے مثال مظاہرہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا وہ انہی کا حصہ تھا اور کوئی دُوسرا اس میں شریک نہیں۔

نوفل بن خولید معمولی بہادر تو نہیں ہوگا جس سے عافیت کے لئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود دُعا مانگتے ہیں، ایسے شخص کو قتل کرنا یقیناً ہر کس و ناکس کا کام نہیں تھا اور پھر نوفل جیسے دیگر متعدد بہادروں کا قلع قمع کرنا یہ زورِ اسد الٰہی کا ہی کام تھا۔

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص اکیلا دُشمن کے اتنے آدمیوں کو قتل کر دے جتنے لوگوں کو پورے جیشِ اسلامی نے مل کر قتل کیا ہو تو اُس کو دوسروں پر کس طرح گمان کیا جاسکتا ہے اور اُس پر دُوسروں کو کس طرح قیاس کیا جاسکتا ہے یہ تو قدرت کا انعام ہے جسے مل گیا، اس میں عقل اور فلسفے کو کیا عمل دخل ہے۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں بعض روایات ایسی بھی موجود ہیں جن سے ثابت ہے کہ جناب علی علیہ السلام اکیلے نے قریش کے ۷۰ میں سے ۳۵، ۳۶ آدمیوں کو قتل کیا۔

تاہم ستر میں سے ۲۲، ۲۴ آدمی قتل کرنے پر تو سیرت نگاروں کا تقریباً اجماع ثابت ہے بلکہ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ جنگ بدر میں مارے جانے والے جن مقتولانِ قریش کے نام ہم تک پہنچے ہیں اُن کی تعداد اُنچاس ہے اور اُنچاس آدمیوں سے جناب حیدر کرار علیہ السلام اکیلے نے بائیس آدمیوں کو قتل کیا ہے اور اُن بائیس ۲۲ آدمیوں کے نام جو علامہ واقدی نے تحریر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) حنظلہ بن ابوسفیان

وچوں بمجلس شریف نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید از آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم است دُعا فرمود کہ می گفت ہیچ کس از حال نوفل بن خولید خبرے دارد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گفت کہ من اُورا کشتم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تکبیر گفت و فرمودہ الحمد للہ الذی اجاب دعائی۔

(معارج النبوۃ جز ۳ ص ۵۳

عن الزھری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوم بدر اللھم اکفنی نوفل بن خولید ثم قال من ا بنوفل فقال علی انا قتلتہ یارسول اللہ فکبر وقال الحمد للہ الذی اجاب دعوتی فیہ۔

(مغازی الرسول واقدی جلد ۱ صفحہ ۹

(سیرت حلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۷) (خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۰۵

(۲) عاص بن سعید

(۳) شیبہ بن ربیعہ

(۴) ولید بن عتبہ

(۵) عامر بن عبداللہ

(۶) حارث بن ربیعہ

(۷) عقیل بن الاسود

(۸) نوفل بن خولید

(۹) نفر بن حارث

(۱۰) زید بن للبیص

(۱۱) بنی تیم

(۱۲) یزید بن تمیم

(۱۳) حرملہ بن عمرو بن عتبہ

(۱۴) ابو قیس بن ولید

(۱۵) مسعود بن ابی امیہ

(۱۶) عبداللہ بن ابی رفاعہ

(۱۷) عاجز بن سائب بن موئمر

(۱۸) اوس بن مغیرہ

(۱۹) منبہ بن الحجاج

(۲۰) بنیہ بن الحجاج

(۲۱) عاص بن منبہ

(۲۲) ابو العاص بن قیس

(مغازی الرسول واقدی صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

علامہ عبدالکریم خطیب مصری اپنی کتاب "علی بن ابی طالب" میں لکھتے ہیں۔
مؤرخین کا اِس پر اجماع ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنگ بدر کے دن میں ستر میں سے بائیس صنادید قریش کو واصلِ جہنم کیا۔ عربی متن یہ ہے۔

ویکاد یجمع المؤرخون علی ان قتلی علی فی هذا العدد
اثنان وعشرون قتیلا ولا تختلف الروایات کثیرا فی

هذا العدد ولا فی اسماء المقتولین المضافین الاعلی۔

(علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ مصر)

ذوالفقارِ حیدری

زورِ یدالٰہی کا کھلے میدان میں یہ پہلا مظاہرہ تھا جس نے دُنیا والوں کو حیران کر دیا، جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار سے قتل ہونے والے اکیسویں شخص کا نام عاص بن منبہ ہے۔ آپ نے اُسے قتل کرنے کے بعد اُس کی تلوار پر بھی قبضہ کر لیا،

وہ عجیب وضع کی دندانے دار تلوار تھی جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے وہ تلوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے اُس تلوار کو اپنی ملکیت میں لیا اور پھر جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی ہبہ کر دی یہی وہ تلوار تھی جس کا نام " ذوالفقار " ہے۔

(۱) کان للعاص بن منبه قتله علی صبرا واخذ سیفه ذوالفقار فکان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فوهبه لعلی۔

(تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۹۶)

(۲) عن ابن عباس ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم تنفل سیفه ذوالفقار یوم بدر۔

(۳) عن علی قال کان اسم سیف رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ذوالفقار کان سیفا منبه بن الحجاج السهمی اتخذه رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یوم بدر۔

(الوفا ابن جوزی صفحہ ۶۶۷)

بعض کتابوں میں آتا ہے کہ وہ تلوار جنابِ حیدرِ کرار کے ہاتھوں قتل ہونے والے انیسویں شخص منبہ بن الحجاج کی تھی۔ بہرحال مُسلّمہ امر یہی ہے کہ وہ تلوار حضور کی بارگاہ میں جنابِ حیدرِ کرار ہی لائے تھے۔ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات والا صفات سے منسوب ہو کر پھر جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مل گئی اور اِسی تلوار کا نام "ذوالفقار" ہے۔

علی کے ساتھ مدد دی

اس جنگ میں جنابِ شیرِ خدا، امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے

وخاص اعزاز عطا فرمایا گیا وہ قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

هُوَالَّذِیٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ

یعنی (محبوب) وہی (اللہ) ہے جس نے زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا۔

(سورۃ الانفال آیت ۶۲)

زیر آیت مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ عرش کے اُوپر لکھا ہوا ہے کہ

''میرے سوا کوئی معبود نہیں میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں، محمد میرے بندے اور میرے رسول ہیں میں نے اُنہیں علی کے ساتھ مدد دی۔''

متن ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) اخرج ابن عساکر عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه مکتوب العرش لااله الا انا وحدی لاشریک لی محمد عبدی ورسولی ایدته بعلی وذالک قوله هوالذی ایدک بنصره وبالمومنین۔

(تفسیر در منثور ۱۹۹) (حلیۃ الاولیا حافظ ابو نعیم)

(۲) روی ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لما اسری بی الی السماء اذا علی العرش مکتوب لااله الا الله محمد رسول الله ایدته بعلی۔

(کتاب الشفاء قاضی عیاض جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

(جواہر العقدین علامہ سمہودی مع ینابیع المودۃ صفحہ ۹۵ حلیۃ الاولیا)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وہی ہے جس نے زور دیا اپنی مدد کا اور مومنوں کا، مومنوں کی مدد سے مُراد بعض مفسرین نے انصار بھی مُراد لئے ہیں اور یہ بھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب لوگ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست وبازو تھے اور اگر پہلی روایت کو بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ بھی غلط نہیں ہو سکتا کیونکہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی ظاہری فتح کا دارومدار کاملِ طور پر شمشیرِ حیدری پر ہی رکھا جا سکتا ہے، انہی الفاظ پر اس عظیم معرکۂ اسلام کے واقعات کو ختم کیا جاتا ہے۔

ایک اور اعزاز

روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات کے وقت ارشاد فرمایا کہ ہمیں پانی کون پلائے گا؟ تمام لوگوں کو

خاموش دیکھ کر میں نے دربار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں عرض کیا ! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوں۔

پھر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مشک کو کاندھوں پر اُٹھایا اور کنوئیں کے قریب آ گئے اور دیکھا تو کنواں نہایت گہرا اور تاریک تھا لیکن پھر بھی آپ حصولِ آب کے لئے کنوئیں کے اندر اُتر گئے۔

اِدھر آپ کنوئیں میں اُترے اُدھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت جبریل ومیکائیل اور اسرافیل علیہم السلام کو ارشاد فرمایا کہ (میرے محبوب) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی امداد کرو چنانچہ یہ تینوں مقرب فرشتے آسمان سے تیزی کے ساتھ نیچے اُتر کر اس کنوئیں پر آئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے سلام پیش کیا۔

آسمان سے اُترتے وقت فرشتوں کے پروں سے پیدا ہونے والی آواز کو جس جس نے بھی سنا خوفزدہ ہو گیا۔

متن ملاحظہ کریں۔

عن علی قال لما لیلۃ یو م بدر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یسق لنا من الماء فاحجم الناس فقام علی فاحتضن قربۃ اتی بیراً بعید القعر مظلمہ فالحذر فیھا فا وصی اللہ عزوجل الی جبریل و میکائیل و اسرافیل تاہبو النصر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و حزبہ فھبطو من السماء لھم دومئی ویذھل من یسمع فلما حازر وابالبیئر سلموا علیہ اکراما و تبحیلاً۔

(مسند احمد بن حنبل)

اعنی الذی سلم علیہ جبرائیل
فی لیلۃ بدر میکائیل و اسرافیل

(ینابیع المودۃ صفحہ ۱۲۲)

اس واقعہ کی تائید میں مزید روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اصحابِ شوریٰ سے فرمایا کہ آپ لوگوں میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جو میری مثل ہو۔

اور جس پر ایک لمحہ میں چاہِ بدر کی رات کو تین ہزار فرشتوں نے سلام کیا جن میں جبریل و میکائیل و

اسرافیل (علیہم السلام) بھی موجود تھے۔

(ینابیع المودۃ جلد ا صفحہ ۱۲۲)

علاوہ ازیں اسی کتاب میں کسی شاعر کا ایک شعر بھی لکھا ہے جس کا مفہوم ہے کہ میری مراد اس ذات اقدس سے حضرت علی ہیں جن پر بدر کی رات کو جبریل و میکائیل اور اسرافیل نے سلام کہا۔

باب

جنگِ اُحد اور حیدرِ کرار

جنگ اُحد

جنگ احد میں ذوالفقار حیدری کی کاٹ دیکھی تو پردہ غیب سے صدا تھی۔

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

جنگِ احد میں قوت حیدری کے کمال دیکھے تو جبریل علیہ السلام واد شجاعت دینے کے لئے زمین پر آ گئے۔

جنگِ احد کی فتح کا سہرا بھی جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سر پر ہی رہا۔

کھویا بھی اور پایا بھی

غزوہ احد تاریخ اسلام کا درخشندہ مگر دردناک باب ہے اگرچہ یہ جنگ بھی سپہ سالار اعظم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر قیادت ہی اڑی گئی مگر کچھ لوگوں نے اپنے سپہ سالار کے ایک حکم سے پہلوتہی کر کے جیتی ہوئی جنگ کو ہار دیا یہ الگ بات ہے کہ فتح بالآخر مسلمانوں کو ہی حاصل ہوئی اور کفار کو زبردست ہزیمت اٹھا کر پیچھے بھاگنا پڑا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کی انتہائی قیمتی متاع لٹ گئی متعدد جانبازوں کو جانوں کی قربانی دینا پڑی یہ وہی جنگ ہے جس میں اللہ ورسول کے شیر سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دردناک موت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خون کے آنسو رلائے یہ وہی جنگ ہے جس میں سرکار دو عالم کے دستِ راست اور بہادر چچا جناب حمزہ کو شہید کروانے کے بعد ہندہ زوجہ ابوسفیان نے آپ کی نعش مبارک کا مثلہ کروایا اور آپ کا کلیجہ نکال کر چبایا اسی وجہ سے ہندہ کو "اکلۃ الاکبار" جگر کھانے والی کہا جاتا ہے یہ وہی کربناک اور دل دہلا دینے والی جنگ ہے جس میں تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رخ شمس الضحیٰ زخمی ہوا اور متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین منصب شہادت پر فائز ہوئے۔

درّہ کی حفاظت کی ہدایت

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جنگ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کو کوہ احد کے واحد وسیع وعریض درّہ پر متعین فرما کر شدید تاکید فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تم لوگ اس جگہ سے ہرگز ہرگز نہیں ہٹو گے مگر جب کافر زبردست ہزیمت اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے تو اس درّہ کے

محافظوں نے اپنے سپہ سالار کے حکم کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس جگہ کو خالی چھوڑ دیا خالد بن ولید جو ابھی دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اسی جگہ کے خالی ہونے کی تاک میں تھے جب مسلمان درّہ کو خالی کر کے مال غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے تو خالد بن ولید نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے اس مورچہ پر قبضہ کر لیا اور اپنے ساتھیوں سمیت مجاہدین اسلام پر عقب سے حملہ کر دیا۔

قیمت ادا کرنا پڑی

اور پھر اہل اسلام کو اپنے ساتھیوں کی اس ایک عظیم غلطی کی جو قیمت ادا کرنا پڑی اس کا تصور کرتے ہوئے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حفاظت کے لئے بھی ایک یا دو آدمی رہ گئے اور منافقین مکہ نے آپ کی شہادت کی افواہیں پھیلا نا شر کر دیں۔

بالآخر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے درّہ کو خالی چھوڑنے والوں کی فاش غلطی معاف فرما دیا اور قرآن مجید میں اُن کی کوتاہی سے درگزر کی آیات نازل ہو گئیں اس لئے اب ان پر کسی قسم کا تبصرہ کرنا اور ان کی گرفت کرنا عبث محض ہے لیکن یہ سب کچھ اختصار کے طور پر بتانا بھی ضروری تھا۔

مقابلہ کی تیاری

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں ہم غزوات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفصیل بیان نہیں کریں گے بلکہ محض انہیں واقعات کا ذکر کیا جائے گا جن کا تعلق بالواسطہ یا بلاواسطہ جناب شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات والا صفات سے ہو گا۔

چنانچہ یہاں پھر اس امر کا اعادہ کیا جاتا ہے تاہم جنگ کے متعلق ضروری معلومات فراہم کرنے سے گریز نہیں کیا جائے گا۔

جنگ احد ۳ھ شوال المکرم کی ساتویں تاریخ کو مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا سے تین میل دور جبل احد کے دامن میں لڑی گئی تین میل کا یہ فاصلہ مسجد نبوی شریف سے جبل احد تک بنتا ہے کیونکہ اس وقت مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً وتعظیماً کی آبادی دامن احد کے ساتھ ساتھ اطراف وجوانب میں دور دور تک پھیل چکی ہے۔

بدر کا بدلہ لینے کی تیاری

اس جنگ میں جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے ابوسفیان زبردست جنگی تیاریوں کے ساتھ تین ہزار

لشکر جرار لے کر مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا تھا واقدی کے مطابق حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ نے خفیہ طور پر ابوسفیان کی تیاریوں کی اطلاع سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچا دی تھی چنانچہ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے مقابلے کے لئے پورے طور پر تیار ہو چکے تھے۔

منافقینِ مدینہ ابوسفیان سے ساز باز کر لینے کے بعد اہل اسلام کو ہر قیمت پر ہزیمت دینے کے لئے سازشوں کے جال کا دائرہ وسیع سے وسیع تر کرتے جا رہے تھے۔

بظاہر وہ مسلمانوں کے ساتھ تھے اور زبانی طور پر بے پناہ خلوص کا مظاہرہ کرتے تھے مگر بباطن ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے شمع اسلام کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل کر دیا جائے

گویا مجاہدین اسلام اس جنگ میں دوہرے خطرے سے دوچار تھے ایک طرف ابوسفیان کا انتقامی جذبہ پوری شدت سے ٹکرانے آیا تھا اور دوسری طرف مدینہ منورہ کے یہودی النسل منافق گھر کے بھیدی کی صورت میں اپنی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لا چکے تھے۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوجی نقطہ نگاہ سے جبل احد کے ایک درّہ پر جناب ابن جبیر کی زیر قیادت تیر اندازوں کا ایک دستہ متعین فرما کر انہیں حکم دیا کہ تمہیں ہر حالت میں اس درّہ کی حفاظت کرنا ہے باقی لشکر اسلام خواہ کسی بھی قسم کے حالات سے دوچار ہو تمہیں اس جگہ کو کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑنا ہوگا۔

(مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۱۵۰)

یہ انتظام مکمل کر لینے کے بعد آپ نے لشکر اسلام کو آراستہ فرمایا جیش اسلامی اس غزوہ میں غزوۂ بدر کے بالعکس پورے طور پر مسلح تھا اگرچہ لشکر کفار کی تعداد اب بھی کافی زیادہ تھی اور ابوسفیان اپنے لشکریوں کے حوصلے بلند رکھنے کے لئے جنگ بدر سے کہیں زیادہ رجز خوان عورتوں کو ساتھ لے کر آیا تھا۔

چونکہ منافقین کی تمام سازشیں حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پورے طور پر بے نقاب ہو چکی تھیں اس لئے ان کا خاطر خواہ قلع قمع کیا جا چکا تھا تاہم ان کی طرف سے کسی بھی وقت خطرے کا امکان ابھی بھی موجود تھا۔

علی تلواریوں کرتے طلب ہیں

جنگ احد کو جاتے وقت جناب سیدہ سلام اللہ علیہا سے تلوار طلب کرتے وقت جناب شیر خدا حضرت علیہ السلام نے فرمایا۔

قربی ذا الفقار فاطم منی
فانی السیف کل یوم کھیاج

قربی الصارم الحسّامفانی

راکب فی الرّجال نحوا لھیاج

ور دا لیوم نا صحًا ینذر النّاس

جیوش کالبحر ذیالا مواج

وزدو سر عین یبغون قتلی

وابیدہ محبوباً المعراج

وخواب الا وطان و قتل النّاس

وکل اذا اصبح لاج

صرف ارضی الملیک باضرب ما

عشت الی این انام مآ اناراج

من طھور الا سلام اویا تی الموات

شھید من شا خب الدواج

(دیوان علی علیہ السلام ص ۵

اے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) ذوالفقار کو میرے قریب کردے کیونکہ جنگ کے دن تلوار میر
دوست ہے تیز اور کاٹنے والی تلوار میرے قریب کردے کیونکہ میں لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر جنگ کر۔
جاؤں گا۔

آج لوگوں کو نصیحت فرمانے والے اور عذاب جہنم سے ڈرانے والے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآ
وسلم) سے مقابلہ کرنے کے لئے ایسی افواج آئی ہیں جو جوش مارتے ہوئے بپھرے ہوئے سمندر کی طر
جھپٹ جھپٹ کر مجھے اور تمہارے اس والدِ گرامی کو قتل کر دینا چاہتی ہیں جو صاحب المعراج ہے۔

اگر چہ ان کے ارادے یہ ہیں کہ وہ ہمارے وطن کو ویران کر دیں اور لوگوں کو قتل کر کے خون کی
ندیاں بہادیں مگر جب صبح طلوع ہوگی تو وہ پناہ تلاش کرتے پھریں گے۔

جب تک میری جان میں جان ہے میں جہاد کے ذریعہ سے اپنے مالک کو خوش کرتا رہوں گا حتیٰ ک
عنقریب میری آرزو پوری ہو جائے گی یعنی یا تو اسلام کی اشاعت کا فریضہ کامل طور پر ادا ہو جائے یا
شہادت کی وہ موت نصیب ہو جائے کہ میری گردن سے خون کے دھارے بہتے ہوں۔

پرچم بردار

کفار کے لشکر کا پرچم برادر ایک بہادر شخص طلحہ ابن ابی طلحہ تھا جب کہ اسلامی جیوش کو دربار مصطفوی سے تین پرچم عطا ہوئے تھے امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حسب سابق مہاجرین کا پرچم عطا فرمایا گیا اور اس جنگ میں بھی اس کا نام حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے العقاب ہی تجویز فرمائی۔

وعقد عليه الصلوٰة والسلام ثلاثة للواية لواء المهاجرين
بيد على ابن ابى طالب كرم الله وجهه الكريم

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۸۹) (الصلواعق محرقہ ۱۲۰) (نور الابصار ۹۷)

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۸۴) (مواہب الدنیہ ج ۱ ص ۱۷۳) (سد الغابہ ج ۳ ص ۲۰)

آغاز جنگ اور زورِ حیدری

دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو سب سے پہلے طرفین نے ایک دوسرے پر تیر برسا کر جنگ کا آغاز کیا اس کے بعد لشکر کفار کا پرچم بردار طلحہ ابن ابی طلحہ ایک ہاتھ میں پرچم اور دوسرے میں تلوار سنبھالے ہوئے میدان میں آیا اور لشکر اسلام کو حقارت سے دیکھتے ہوئے بڑے تفاخر سے کہنے لگا۔

اے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارا گمان ہے کہ تمہاری تلواروں سے قتل ہونے والا جہنم میں اور ہماری تلواروں سے قتل ہونے والا جنت میں جاتا ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو جنت میں جانے کا شوق ہو تو مجھ سے مقابلہ کرے تا کہ میں اسے تمہاری مزعومہ جنت میں پہنچا دوں۔

تیغِ علی کا پہلا شکار

جیش اسلامی سے ابھی کسی نے اس کا جواب نہیں دیا تھا کہ شیر خدا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرچم اسلام کو لہراتے ہوئے شمشیر برہنہ اس کے سامنے پہنچ گئے اور فرمایا کہ خدا کی قسم میری تلوار تمہیں ضرور جہنم رسید کر دے گی اور پھر آپ نے شکوہ ہاشمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے چند رجزیہ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ہے

میں شیر نر ہوں اور گوشہ چشم سے دیکھنے والا ہوں۔

میں وہ شیر ہوں جو طاقت ور اور آخر شب میں اترنے والا ہے۔

جب شدید جنگ شروع ہو کر سانس پھولنے لگتی ہے تو میں اس وقت میں بھی شدید اور جان لیوا نیزہ

پڑنے سے مرعوب نہیں ہوتا۔

انی انا اللیث الهزبز الاشوش

والاسد المستاسد المهرس

اذا الحروب اقبلت تفرس

واختلفت عند النزال الانفس

ماهاب مبوقع الرماح الاشرش

(دیوان علی ص ۹۲)(واقدی ج ۱ص ۱۶۵)

اور پھر آپ نے ذوالفقار حیدری کو حرکت دے کر فضا میں بلند کیا اور زور یداللہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس پر ایسا وار کیا کہ تلوار اس کے سر پر اتر گئی یہاں تک کہ اس کا سر تھوڑی تک دو ٹکڑے ہو گیا اور وہ زمین پر گیا۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال خرج طلحة یوم احد فکان صاحب لواء المشرکین فقال یا اصحاب محمد تزعمون ان الله یجعلنا بائسیافنا الی الجنةفایکم ببرز فبرز الیه علی ابن ابی طالب رضی الله عنه وقال اوالله لا افارقک حتیٰ اعجلک بسیفی الی النار فاختلفا بضربتین فضربه علی رضی الله عنه علی رجله فقطعها وسقط الی الارض۔

(مغازی رسول واقدی ج ۱ص ۱۶۵)(طبقات ابن سعد ج ۱ص ۳۸۳)(نورالابصار ص ۹۷)

(وغیرہم کتب سیر متفق علیہ)(سیرت حلبیہ ج ۲ص ۲۰۶)(معارج النبوۃ)

جناب مولا مشکل کشا شیر خدا علیہ السلام اسے اسی حالت میں چھوڑ کر واپس لشکر اسلام میں تشریف لائے تو بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا علی آپ نے اس بسمل کا سر گردن سے علیحدہ کیوں نہیں کیا جناب علی علیہ السلام نے جواباً ارشاد فرمایا کہ وہ جب نیچے گرا تو بے پردہ ہو گیا تھا میری غیرت اور حیا نے گوارا نہ کیا کہ دوبارہ میری نگاہ اس حالت میں اس پر پڑے۔

ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جناب شیر خدا طلحہ کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو پہلے طلحہ نے پوری قوت سے آپ پر تلوار کا وار کیا جسے آپ نے اپنی سپر پر روکا اور پھر آپ نے ذوالفقار حیدری کو اس کی دونوں ٹانگوں کا نشانہ لے کر اس زور سے چلایا کہ اس کی دونوں ٹانگیں ایک ہی وار میں کٹ گئیں ٹانگوں پر وار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ اپنی تیز نگاہوں سے لباس کے نیچے اس کی آہنی زرہ کو دیکھ چکے

تھے جو ناف سے بھی نیچے تک اس کے جسم کو چھپائے ہوئی تھی۔

بہر حال ضربتِ حیدری اپنا کام کر چکی تھی دشمنوں کا انتہائی شہہ زور پرچم بردار ایک ہی ضرب یداللہی سے واصل جہنم ہو چکا تھا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلحہ کو قتل ہوتے دیکھا تو اظہار مسرت فرماتے ہوئے نعرۂ تکبیر بلند کیا جواب میں تمام اہل اسلام نے اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا اور کافروں پر عام حملہ کر دیا جس سے ان کی صفیں درہم برہم ہو گئیں۔

طلحہ کا بھائی قتل ہوتا ہے

اگرچہ اس زبردست ریلے سے کفار کے پاؤں اکھڑ گئے تاہم طلحہ کے بعد ابھی ان میں سے مزید کوئی آدمی قتل نہیں ہوا تھا کہ وہ دوبارہ سنبھل گئے طلحہ کے بعد لواء مشرکین اس کے بھائی ابوشیبہ عثمان بن ابی طلحہ نے اٹھایا اس کے پیچھے کفار کی عورتیں اسے جنگ پر ابھار رہی تھیں اور وہ خود یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

پرچم بردار پر حق یہ ہے کہ یا تو اس کا نیزہ خون آلود ہو جائے یا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

اس کے ساتھ مقابلہ کے لئے سید الشہداء سیدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے آپ نے اس کے شانہ پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ شانہ تک ہاتھ کٹ کر زمین پر گر گیا اور تلوار ہاشمی اس کا سینہ چیر کر ناف تک نیچے اتر گئی حتیٰ کہ اس کا پھیپھڑا کٹ کر باہر آ گیا۔

تیسرا بھائی بھی قتل ہو گیا

پھر یہ پرچم ان دونوں کے تیسرے بھائی ابوسعید بن ابی طلحہ نے اٹھایا جسے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک ہی تیر نے واصل جہنم کر دیا حالانکہ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا تھا صرف اس کی گردن کا حصہ خود اور زرہ کی قید سے آزاد تھا جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن کو ہی ہدف بنایا اور اسے واصلِ جہنم کر دیا۔

ذُوالفقارِ حیدری کا شکار

اب کفار کا پرچم ارطاس بن شرجیل کے ہاتھوں میں ہے ارطاس سے مقابلہ کرنے کے لئے امیر المومنین سرتاج الاولیاء شیر خدا مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار علیہ السلام تشریف لائے ارطاس علمبرداران کفار کے یکے بعد دیگرے قتل سے انتہائی مشتعل ہو چکا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنے سے پہلے قتل ہونے والوں کا شدید انتقام لے مگر اس کی یہ حسرت دل ہی دل میں دم توڑ گئی کیونکہ جب مقابلہ ہوا تو وہ شیر خدا علیہ السلام کی تلوار کے ایک وار کی تاب بھی نہ لا سکا اور ایک ہی لمحہ میں اپنے ناپاک ارادوں سمیت واصل جہنم گیا۔

گھمسان کی لڑائی

ارطاس کے قتل ہونے کے بعد اچانک دونوں جانب کے جیوش حرکت میں آ گئے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہو گئی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گرد انصار و مہاجرین کے چودہ جانبازوں نے گھیرا بنا رکھا تھا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے داہنے پہلوئے مبارک کے قریب تر رہتے ہوئے ذوالفقار حیدری کے جوہر نمایاں کر رہے تھے کفار کی خواہش تھی کہ کسی طرح مسلمانوں کا یہ گھیراؤ توڑ کر معاذ اللہ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو شہید کر دیں مگر وہ اپنے ان مذموم ارادوں میں کامیابی حاصل کرنے کی بجائے الٹا جہنم رسید ہوتے رہے جو بھی جانثارانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ورضی اللہ عنہم اجمعین کی تلواروں کی زد میں آتا فنا ہو کر رہ جاتا ذوالفقار حیدری کشتوں کے پشتے لگا رہی تھی۔ کفار کی عورتیں ہندہ زوجہ ابوسفیان کی قیادت میں چیخ چیخ کر رجز پڑھ رہی تھیں جنگ کا زور مسلسل بڑھتا جا رہا تھا اور پھر یہ موت کا کھیل جلد ہی فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو گیا۔

کُفار کے پاؤں اُکھڑ گئے

مسلمانوں کے پے درپے حملوں نے کفار کے حوصلے پست کر دیئے پہلے تو وہ بڑھ بڑھ کر حملے کر رہے تھے مگر اب صرف اپنی مدافعت کرنے تک ہی محدود ہو گئے تھے کافروں کو دل چھوڑتے دیکھا تو اہل اسلام نے آخری ضرب کاری بھی لگا دی یہ حملہ اس قدر شدید تھا کہ لات و عزیٰ کے پجاریوں کے اوسان ہی خطا ہو گئے اور وہ اپنے چاروں طرف موت کو رقص کرتے دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے ان کے بڑے بڑے بہادر اور جری لوگ مسخ شدہ لاشوں میں تبدیل ہو چکے تھے ان کے ساتھ ساتھ ان کی رجز خوان عورتیں بھی چیختی چلاتی بھاگ کھڑی ہوئیں رجز پڑھ پڑھ کر اشتعال دلانے والی ہندہ کی چیلیاں چانٹیاں اب چیخ چیخ کر اور سر پیٹ پیٹ کر بین کر رہی تھیں موت کے ڈر سے میدان چھوڑ کر بھاگنے والے لوگ اکثر موت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہی حال کفار مکہ کا ہوا اور وہ لوگ کثیر تعداد میں قتل ہو رہے تھے مگر پیچھے مڑ کر قدم جمانے کی ہمت ان میں بالکل نہ رہی تھی۔

جنگ جب زوروں پہ تھی

ایک اور شکار

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں کفار کا ایک بہادر اسامہ بن زید احور آیا اور آتے ہی اپنی بہادری کی ڈینگیں مارنے لگا جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اس کی خرافات کو سنا تو اسے قتل کرنے سے پہلے یہ رجزیہ اشعار ارشاد فرمائے۔

میں اپنی اس تلوار کے سوا جو میرے ہاتھ میں ہے کسی کو حاکم نہیں مانتا۔
یہ وہ تلوار ہے جو کاٹنے میں مثلِ بلور کے چمکدار ہے۔
یہ تلوار ہاتھ میں چمکتی ہے اور سخت نقصان پہنچانے والی ہے۔
میرے ساتھ وہ شمشیر براں ہے جس سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں۔
ہم وہ لوگ ہیں جن کا دین سچا ہے۔
اور ہم جنگ میں شدید صبر کرنے والے ہیں۔

لست اریٰ ما بیننا حاکما
الاالذی فی الکفُّ بتار
وصارم ابیض مثل المھا
یبرق فی الراحۃ ضرار
معی صارم قاطع باتر
لتسطع من تضرا بہ النار
انا اناس دیننا صادق
انا علی الرحب لصبار

(دیوانِ علی ص ۴۷)

آپ نے یہ شعر پڑھتے ہوئے اسامہ بن زید احور پر ایک ایسا خوفناک حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ ایک ہی وار میں جہنم واصل ہو گیا۔

تعارفِ علی بزبانِ علی

اسامہ کو قتل کرنے کے بعد آپ نے کفار مکہ کو مخاطب کر کے قوت حیدری کا یوں تعارف کروایا کہ !

عنقریب لوگ اچانک حملہ آور ہونے والے بہادر کی قوت کا مشاہدہ کر لیں گے اور اس نیزہ زنی کو دیکھ لیں گے جو بہادروں کو منہ کے بل گرانے کے لئے سخت ہے آج میں جنگ کی بھڑکتی ہوئی آگ کا ایک اور شعلہ بلند کروں گا حتیٰ کہ تم دیکھو گے کے سوار ناک کے بل گر رہے ہیں۔

سوف یری الجمع ضرب لفاتک اطالابس
وطعنة قد .. سدھا لکبوا قفوارس
الیوم اضرا ضرم نارھا بجذوة القابس
حتی تری فرسانھا تخر للمعاطس

(دیوان علی ص ۹۲)

اور پھر حیدر کرار علیہ السلام نے جو فرمایا تھا پورا کر دیا آپ بڑھ بڑھ کر کافروں کو واصل جہنم بھی کر رہے تھے اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ بھی ادا کر رہے تھے حتیٰ کہ دشمن کی فوجیں سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑی ہوئیں تو اہل اسلام نے ان کے مال واسباب پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔

درّہ والوں کی غلطی

اس صورت حال کو وہ لوگ بھی دیکھ رہے تھے جن کو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک درّہ پر متعین فرما کر یہ ہدایت فرمائی تھی کہ جنگ خواہ کسی بھی مرحلہ میں داخل ہو جائے تمہیں بہر حال اسی درّہ کی حفاظت کرنا ہے مگر جب کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی اور مسلمان ان کے غنائم کو جمع کرنے میں مصروف ہو گئے تو ان لوگوں نے ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو پس پشت ڈالتے ہوئے درّہ کو خالی چھوڑ دیا اور مال غنیمت لوٹنے والوں میں آ کر مل گئے۔

پانسہ پلٹ گیا

کفار کا ایک سپہ سالار خالد بن ولید شروع ہی سے اس تاک میں تھا اس نے درّہ کو خالی دیکھا تو اپنے تیر اندازوں کا دستہ لے کر مسلمانوں پر عقب سے اس وقت حملہ آور ہوا جب وہ جنگ وغیرہ سے بے نیاز ہو کر صرف سامان اکٹھا کرنے میں مصروف تھے۔

خالد کا حملہ انتہائی شدید اور بلائے ناگہانی ثابت ہوا

ابوسفیان کی قیادت میں دوڑنے والے کفار نے جب پیچھے مڑ کر حالات کا جائزہ لیا تو انہیں بھی جلد ہی صحیح صورت حال کا اندازہ ہو گیا اور وہ بھی آگے بھاگنے کی بجائے غضب ناک ہو کر واپس پلٹے اور اہل اسلام پر حملہ آور ہو گئے اب جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا اور مسلمانوں کی بجائے اب میدان کافروں کے ہاتھ میں تھا۔

مگر علی بھی تھے

روایات میں آتا ہے کہ جب مسلمانوں کو جیتی ہوئی جنگ مذکورہ بالا حالات کے مطابق شکست میں تبدیل ہونے لگی تو لشکر اسلام کا شیرازہ منتشر ہو گیا مجاہدین اسلام اگرچہ مصروف جنگ تھے مگر اس جنگ کا زیادہ تر انحصار محض اپنی اپنی ذات کے دفاع تک محدود تھا ہر طرف عجیب طرح کی اضطراری سی کیفیت طاری تھی انتہا یہ کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محافظ دستہ بھی تتر بتر ہو گیا۔

جلالِ رسالت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب یہ تنہائی محسوس کی تو آپ کو جوش آ گیا جمالِ رحمت جلال رسالت میں تبدیل ہو گیا غضب ناک ہونے کی وُجہ سے آپ کی جبینِ اقدس پر موتیوں کی طرح چمکتے ہوئے پسینے کے قطرات نمودار ہو گئے۔

آپ اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہے تھے مگر آپ کی آوازیں شاید ان تک پہنچ ہی نہیں رہی تھیں اسی عالم میں آپ نے داہنے پہلوئے اقدس کی جانب چشمِ رحمت کو پھیرا تو دیکھا کہ جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے پہلو مبارک میں شمشیر برہنہ لئے ایستادہ تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی کو کھڑے دیکھ کر کمال شفقت سے پوچھا علی تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں گئے تو جواباً جناب حیدر کرار علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایمان لانے کے بعد انکار نہیں اور میرے لئے تو اقتداء ہی کافی ہے۔

کفار کا حملہ

اتنے میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سامنے کی طرف التفات فرمایا تو دیکھا کہ کافروں کا ایک گروہ تلواریں لہراتا ہوا آپ کی طرف بڑھ رہا ہے شیطانوں کے اس گروہ کو اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر جناب شیر خدا علیہ السلام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

علی ان لوگوں سے میری حفاظت کرنا اور نصرت وحمایت اور خدمت کا حق

بجالانا کیونکہ یہی موقع نصرت وحمایت اور خدمت کرنے کا ہے۔

اللہ کے شیر نے فرمان محبوب سنا اور سامنے کی طرف سے بڑھتے ہوئے گروہ شیاطین کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں خون اتر آیا سر جھکا کر محبوب کو سلامی دی اور چشم زدن میں کافروں کے سامنے آ گئے خون ہاشمی مشتعل تو ہو ہی چکا تھا آپ بھوکے باز کی طرح جھپٹے اور گدھوں کے اس ریلے کو تہس نہس کر دیا۔

ضربتِ حیدری کی تاب کون لاسکتا تھا چند ہی لمحوں میں فیصلہ ہو گیا ذوالفقار حیدری نے دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا بمشکل تمام چند لوگوں کو جانیں بچا کر بھاگ نکلنے میں عافیت نظر آئی۔

فتیٰ الا علی

جناب مولا مرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام کی اس جرأت و بہادری کو دیکھا تو سدرہ نشین چشم زدن میں زمین پر آ گیا۔ اور بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر سلام کہا اور مبارک باد پیش کی اور جرأت و جواں مردی حیدر کرار علیہ السلام کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا۔

یارسول اللہ علی نے کمال جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا ہے۔

آپ نے فرمایا ! اے جبریل، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

جبریل نے عرض کی یارسول اللہ ! میں آپ دونوں سے ہوں۔

انہ منی وانا منہ فقال جبریل وانا منکما

(مروج الذہب مسعودی ج ۲ ص ۴۲۶)

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ صدائے سروش بلند ہوئی علی کے سوا کوئی جواں مرد نہیں اور ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں۔

گوئیند می گوید گوید لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۴۵)

تواریخ وسیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ اس غیبی آواز کو تمام لوگوں نے سنا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کے فرمایا یا علی تم نے بھی اپنی تعریف سنی جو رضوان فرشتہ سمان سے کر رہا تھا کہ،

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اگرچہ غزوہ احد میں دیگر مجاہدینِ اسلام نے بھی انتہائی شجاعت کے جوہر دکھانے خاص طور پر سیدنا حمزہ بن عبد المطلب جناب سعد بن ابی وقاص حضرت قزمان وغیرھم رضی اللہ عنھم اجمعین نے تو بے مثال

کارکردگی کا مظاہرہ کیا تاہم جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قدر انتہائی حیرت انگیز اور محیر العقول کارنامے سرانجام دیئے کہ روحِ فطرت بھی جھوم اٹھی اور رضوانِ آسمان پکار اٹھا کہ،

لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اب تک کے پیش کردہ واقعات کا خلاصہ تاریخ کی مشہور اور ثقہ کتاب تاریخ کامل مؤلفہ علامہ ابن اثیر الجزری کے چند اقتباسات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

واقتتل الناس قتال شدیدا و امعن فی الناس حمزۃ و علی و ابو دجانۃ رجال من المسلمین و انزل اللہ نصرہ علی المسلمین وکانتا العزیمۃ علی المشرکین۔

(الکامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۶)

وکان الذی قتل اصحاب اللواء علی قالہ ابو رافع قال فلما قتلھم ابصر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جماعۃ من المشرکین فقال لعلی احمل علیھم ففرقھم وقتل فیھم ثم ابصر جماعۃ اخری فقال لہ احمل علیھم فحمل علیھم و فرقھم و قتل فیھم فقال جبریل یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذہ المواساۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ منی و انا منہ فقال جبریل و انا منکما قال فسمعوا صوتا لا سیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی۔

(ابن اثیر ج ۲ ص ۱۰۷)

اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللواء علی۔

(ابن ابی طالب ج ۲ ص ۱۰۷)

یہ واقعہ وضعی ہے

بعض سیرت نگاروں نے تو سرے سے یہ واقعہ نقل کرنے سے ہی احتراز کیا ہے اور بعض نے نقل کرنے کے بعد یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ فلاں شخص نے اس قصہ کو وضعی قرار دیا ہے۔

بالخصوص صاحب سیرت حلبیہ نے تو کمال ہی کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ سب کی سب روایات وضعی ہیں کیونکہ بقول ان کے امام ابن تیمیہ نے ان کو وضعی قرار دیا

جہاں تک ان روایات پر مکمل بحث کا تعلق ہے وہ تو انشاء اللہ العزیز اپنے مقام پر قارئین پڑھ ہی لیں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ کم از کم صاحب سیرت حلبیہ کو کسی راویت سے انکار کرنے کے لئے ابن تیمیہ جیسے متعصب متشدد شخص کا سہارا نہیں لینا چاہیے تھا کیونکہ ابن تیمیہ کو معیار بنانے کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ تیرہ صد صفحات پر پھیلی ہوئی پوری کی پوری کتاب سیرت حلبیہ کو موضوعات کا پلندہ ثابت کر دیا جائے اس لئے کہ ابن تیمیہ کی تحقیق کے مطابق اس کتاب کی اسی فی صد روایات غلط محض ثابت ہوں گی۔

احتراز کیوں کیا گیا

ہم اس کی تفصیل یہاں بیان نہیں کریں گے کیونکہ ہم نے اس قسم کی مباحث کے لئے ایک مستقل باب قائم کیا ہوا ہے جس میں سیرت حلبیہ کی مسلمہ عبارات میں سے چند کا ابن تیمیہ کی عبارتوں سے موازنہ بھی پیش کیا جائے گا۔

یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ بعض سیرت نگاروں نے یہ واقعہ نقل کرنے سے محض اس لئے احتراز کیا ہے کہ اس میں ایک تو صحابہ کرام کا حضور کو چھوڑ جانے کا ذکر ہے اور دوسرا جناب علی کرم اللہ وجہہٗ الکریم کا یہ فرمان موجود ہے کہ،

لا کفر بعد الایمان حالانکہ ان دونوں باتوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور کے ساتھ حق رفاقت ادا نہیں کیا۔

کیونکہ اس جنگ میں جن حضرات نے صریحاً حکم رسول سے نافرمانی کی تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو ان سب کو بھی معاف فرما دیا تھا جس پر آیات قرآنیہ شاہد عدل ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جب حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی رہ گئے تھے اس وقت جنگ ایک ایسے انتہائی خوفناک مرحلہ میں داخل ہو چکی تھی کہ کسی کو بھی سرپیر کا ہوش نہیں تھا لہٰذا آپ کے محافظ دستہ کا یوں بکھر جانا قطعی اضطراری فعل قرار پائے گا اس کی دلیل یہ ہے کہ مولائے کائنات جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی کچھ وقت کے لئے اس افراتفری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے علیحدہ ہو گئے تھے جس کی تصدیق درج ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔

میں شہید ہو جاؤں

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے عقب سے حملہ کر دیا تو میں شدید

قتال سے دوچار ہوگیا اور جنگ کرنے میں اس قدر محو ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے اچانک مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیال آیا اور پھر جب آپ مجھے نظر نہ آئے تو میں انتہائی پریشانی کے عالم میں آپ کو تلاش کرنے لگا پھر میرے دل میں ایک لخت یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا تو قطعی طور پر ناممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان جنگ سے روگردانی کر لی ہو کیونکہ آپ ایسے نہیں ہیں ہوسکتا ہے۔

مسلمانوں کے درّہ خالی کردینے کے فعل پر ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا ہو پھر میں نے آپ کو مقتولین اور شہداء میں تلاش کیا مگر آپ نہ مل سکے تو میں نے دل کے ساتھ یہ فیصلہ کیا کہ اب شدید ترین قتال میں مصروف ہو جاؤں۔ حتیٰ کہ کافروں سے لڑتے لڑتے شہید ہو جاؤں اور پھر میں کافروں پر حملہ آور ہوگیا اور ان کی صفوں کو درہم برہم کردیا بچے کھچے کفار کائی کی طرح پھٹ کر ادھر اُدھر ہو گئے میدان صاف ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے کھڑے ہیں میں تیزی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا علی مسلمانوں نے یہ کیا کر دیا ہے۔

بہر حال جیت کر ہاری ہوئی جنگ کو دوبارہ جیتنے کے لئے مجاہدین اسلام کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام جاں باز سپاہی اپنے اپنے مقام پر جم کر لڑے اور حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد بے مثال شہکار جام شہادت نوش فرما گئے جن میں سب سے دردناک موت سید الشہداء حمزہ ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی آپ کی تدفین کی گئی تو جناب حیدر کرار علیہ السلام نے اشکبار آنکھوں کے ساتھ دیگر رفقاء کو ساتھ لے کر آپ کو قبر میں اتارا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نے کمال جرات وجوانمردی سے دشمنوں کے متعدد بہادروں کو موت کی نیند سلا دیا تھا مگر ہندہ زوجہ ابوسفیان کے غلام وحشی بن حرب نے دھوکہ سے آپ کو ایک گڑھے میں گرا کر شہید کر دیا۔

سرکار زخمی ہو گئے

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چند بدنہاد اور شریر کافروں نے پتھر برسائے آپ کے غلاموں

از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت چوں مشرکاں بر اہل اسلام غلبہ کردند وشکست صوری بحال مومناں راہ یافت چنداں حزن وملال وجزع بر من استیلا یافت کہ عنان تمالک از دست دادم دور پیش۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساعتے با کفار مقاتلہ کردم وچوں در عقب خود یدم آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کا گھیرا ٹوٹ جانے کی وجہ سے کچھ پتھر آپ کے چہرہ انور پر لگے جس سے آپ کے خود کی زنجیریں آپ کے منور اور نرم و نازک رخساروں میں دھنس گئیں اور خون کا وارہ چھوٹ نکلا ان چوٹوں کی وجہ سے آپ کے دندان مبارک بھی مضروب ہوئے لیکن دندان مبارک کے شہید ہو جانے کی روایت واہی اور وضعی ہے کیونکہ آپ کے دندان مبارک آخر تک پوری دلکشی اور تابانی کے ساتھ موجود تھے اسی طرح جناب اویس قرنی کا اپنے سارے دانت نکال دینے کا واقعہ بھی مستند نہیں۔

فضیلت علی

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوہ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس قوت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت و حمایت کا حق ادا کر دیا تو جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کمال جرأت و جوان مردی کا مظاہرہ کیا ہے جبریل سے یہ کلام سنا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیوں نہ ہو وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور یہ کنایہ ہے جو کمال اتحاد و اخلاص اور یگانگت کو ظاہر کرتا ہے بہر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی! یا رسول اللہ میں آپ دونوں سے ہوں اور فرماتے ہیں کہ غیب سے ندا آئی کوئی تلوار نہیں مگر علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اور یہ واقعہ معارج النبوۃ اور کشف الغمہ میں نہایت تفصیل کے ساتھ مرقوم ہے اور آخر پر آتا ہے

ازاں قبیل نیست کہ از صفت قتال روئے گرداند درمیان کشتگان نیز طلب کردم نیافتم گفتم بجہت افعال ناشائستہ ما غضب الٰہی متوجہ قوم گشتہ و رسول خود را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بآسمان بردہ آنگاہ گفتم کہ ہیچ بہ ازاں نیست کہ با کفار مقاتلہ کنم تا کشتہ شوم پس شمشیر بر مخالفاں حملہ کردم چوں مخالفاں متفرق گشتند آں حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحبہ وسلم درمیان ایشاں سالم و صحیح باز یافتم۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۸۵ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۶)

میگویند کہ چوں علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ایں مردانگی کرد و نصرت داد جبریل با آنحضرت فرمود کہ ایں کمال مواسات جوان مردی است کہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تو می برد آں حضرت فرمود انا منی و انا منہ یعنی بدرستی علی از من است و من از وے ام کنایت از کمال و اتحاد و اخلاص و یگانگی در آمدہ است کہ چوں آں حضرت ایں کلمہ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ یا علی کیا تم نے اپنی یہ تعریف نہیں سنی جو رضوان نامی فرشتہ نے آسمان پر تمہارے لئے کہا۔

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

اپنی اپنی رائے

اس کے بعد شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روایت کے بارے میں دو قول نقل فرماتے ہیں جن میں ایک قول تو مشہور سیرت نگار اور محدث سید جمال الدین قدس سرہٗ العزیز صاحب روضۃ الاحباب کا ہے جن کی سیرت کی اس عظیم کتاب روضۃ الاحباب کے اکثر مآخذ حضرت شاہ عبدشاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب مدارج النبوۃ شریف میں درج کیے ہیں اور جن کے متعلق حاجی خلیفہ کشف الظنون میں فرماتے ہیں۔

روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی وآل و لاصحاب فارسی بجمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ المتوفی فی مجلدین۔

صاحب حدائق الحنفیہ آپ کے متعلق رقم طراز ہیں،

جمال الدین عطاء اللہ صاحب روضہ الاحباب آپ اعاظم اولاد وامجاد خیر الانام سے ہیں جملہ اقسام علوم دینیہ اور اصناف فنون یقینیہ خصوصاً علم حدیث وسیر میں بے عدیل اور عدیم التمثیل تھے کشاف اسرار تنزیل اور حلال معضلات موافق تاویل تھے آپ کی تصنیفات سے روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی وآل والاصحاب ایسی عمدہ اور معتبر اور مشہور آفاق ہے جو اپنا ثانی نہیں رکھتی،

(تاریخ احمدی ص ۱۰)

اور دوسرا قول علامہ ذہبی کا ہے جو اگرچہ جرح وتعدیل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اور محدثین کے نزدیک ایک معیار کی حیثیت رکھتے ہیں تاہم ابن حزم وغیرہ کی ہمنوائی میں تحکم وتعصب سے گریز نہیں کرتے۔

فرمود جبریل گفت وانا منکما من از شما ہر دوام و گویند آواز ے شنیدند کہ گویندہ غیبے می گفت لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار۔

در معارج النبوۃ می آرد وکشف الغمہ مثل از یں واقعہ آوردہ مبسوط تر از یں ودر آخر آوردہ کہ آں حضرت فرمود اے علی می شنوی مدح خود را کہ ملکے کہ نام او رضوان است در آسمان می گوید۔ لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار

لافتیٰ الا علی حدیث نہیں

غزوہ احد میں شیر خدا غالب علی کل غالب امام الاشجعین شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واضح ترین جرأت وجوان مردی بے مثال شجاعت و بہادری اور بے نظیر عزیمت و استقامت کے واقعات کا روایت صحیحہ اور نصوصِ صریحہ کی صورت میں موجود ہونے کے باوجود اس کے برعکس تاثر دینے کے لیے بعض لوگوں کا تحقیق کے نام پر اپنے قلبی تعصب کا اظہار کسی بھی صورت میں راہِ صواب اور صراطِ مستقیم قرار نہیں پا سکتا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ یہ وطیرہ اختیار کر چکے ہیں کہ جس طرح بھی ممکن ہو سکے شانِ حیدر کرار علیہ السلام میں آنے والی روایات میں جھول پیدا کرنے کی کوشش ڈالی جائے خواہ وہ روایات اجماعی طور پر بھی تواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہوں۔

چنانچہ جہاں کہیں کسی روایت کو بیان کرنے والوں میں سے کوئی راوی کمزور نظر آیا اس قسم کے لوگوں کا ضعفِ بصیرت و بصارت اپنے عروج پر پہنچ گیا اور فوراً ہی پہلے تو راوی کی تضعیف کر کے روایت کو ضعیف قرار دینے کی کوشش شروع کر دی اور پھر معاً ایک قدم اور آگے بڑھا کر راوی کی تکذیب کر ڈالی اور روایت کو موضوع بناوٹی اور لا حاصل قرار دے دیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

کیا یہ خاص واقعہ نہیں

حیرت تو اس بات کی ہے کہ جس جنگ کی ہولنا کیوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جری اور بہادر شخص کو میدان کارزار سے فرار ہونے پر مجبور کر دیا ہو اور دیگر بڑے بڑے شجاع ترین اور جلیل القدر صحابہ باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچے جانثار ہونے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکیلا اور تنہا چھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ نکلے ہوں۔

اس خوفناک ٹکراؤ اور ہولناک جنگ میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا تاجدار انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن کر اور جان ہتھیلی پر رکھ کر پورے عزم واستقامت سے محو کارزار رہنا انتہائی غیر معمولی اور خاص واقعہ کیوں متصور نہیں کیا جاتا۔

ان مخصوص حالات میں خاص قسم کی دادِ شجاعت دینے پر اگر اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم پروانۂ شمعِ رسالت سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کو کسی مخصوص اور اخص الخاص اعزاز وانعام سے نواز دے تو اس میں پریشان ہونے کی آخر وجہ کیا ہے؟

اندازہ فرمائیں کہ جب کفار مشرکین کے پورے لشکر جرار سے صرف ایک ہی شخص نبرد آزما ہو اور وہ

شخص علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہو تو صدائے سروش سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لافتیٰ الا علی لا سیف الا ذو الفقار

یعنی کوئی بہادر جوان نہیں سوائے علی کے

اور جب کفار و مشرکین کی سینکڑوں تلواروں سے ٹکرانے والی صرف ایک ہی تلوار ہو جو بجلی کی طرح کوندتی ہوئی نظر آئے اور اس تلوار کا نام ذوالفقار ہو تو غیبی فرشتہ کی صدا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی تھی کہ،

لا سیف الا ذو الفقار

نصرتِ رسول کی اہمیت

جنگِ اُحد میں پیش آنے والے حالات کا اگر بغور جائزہ لیا جائے اور اس بات پر مکمل طور پر ایمان اور یقین ہو کہ ان حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت وصیانت کرنا خدا تعالیٰ کے نزدیک خاص الخاص اہمیت کا حامل ہے تو پھر قلم کے زور پر روایت کو کمزور کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ غسیل الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا جعفر طیار جیسے لوگوں کی مثالیں سامنے لانا پڑتی ہیں۔

مقصد براری کا طریقہ

ناقدین رجال نے عام طور پر اپنی مقصد براری کا ایک طریقہ بھی وضع کر رکھا ہے کہ چونکہ فلاں روایت کتب حدیث کی بجائے کتب سیر میں نقل کی گئی ہے لہٰذا اس کی صحت ناقابل یقین ہے حالانکہ انہی سیرت نگاروں نے کتب حدیث وتفسیر کو بھی مرتب کیا ہے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں امام بخاری ابن حجر عسقلانی ابن کثیر ابن جریر شاہ عبدالحق محدث دہلوی ودیگر محدثین کرام کی کتابوں میں موجود ہیں کہ کوئی ایک ایسی روایت جو سیرت کی کتاب میں اس کے موقع ومحل پر نقل کر چکے ہیں حدیث کی کتاب میں اسے دوبارہ نقل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق یہ ارشاد فرمانا کہ علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں متعصبین کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتاب بخاری شریف میں بھی موجود ہے پھر اگر اس حدیث مصطفیٰ میں جبریل کا یہ عرض کرنا کہ میں تم دونوں میں سے ہوں تعجب انگیز کیوں نظر آتا ہے جبکہ جبریل علیہ السلام پیدا ہی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک سے ہوئے ہیں،

ہم کہتے ہیں کہ اس قسم کی نصوص صریحہ وقطعیہ میں کسی ایک راوی کی تکذیب وتضعیف سے حاصل کیا

ہوگا اور اس کے ساتھ ہی لافتیٰ الاعلی لاسیف الاذوالفقار کو صدائے سروش تسلیم کر لینے سے کیا قیامت لازم آتی ہے جبکہ یہ جملہ صدیوں سے زبان زدِ خاص و عام ہونے کی وجہ سے زبانِ خلق نقارۂ خدا کی حیثیت حاصل کر چکا ہے۔

جبریل محافظِ علی

علاوہ ازیں اس روایت کو متشددین بھی بغیر کسی حیل و حجت کے تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ جناب شیر خدا علیہ السلام جب دشمنوں کے پرے کے پرے الٹتے وقت شدید مزاحمت کی وجہ سے زمین پر گر جاتے تھے تو فوراً جبریل امین علیہ السلام آپ کو سہارا دے کر کھڑا کر دیا کرتے تھے، اور دوبارہ شدت سے مصروف جہاد ہونے کی ترغیب بھی دیتے جا رہے تھے۔

کیا جناب شیر خدا علیہ السلام کے باڈی گارڈ کی حیثیت سے جبریل علیہ السلام کا آپ کے ساتھ ساتھ میدان کارزار میں ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر چکر کاٹتے پھرنا تعجب انگیز معلوم نہیں ہوتا؟

بہر حال جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ متنازعہ فیہ روایات پر مکمل طور پر بحث مباحث کے لئے مخصوص کردہ باب میں کی جائے گی فی الحال آپ یہاں سرتاج المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز کے نقل فرمودہ دونوں قول اور آپ کی اپنی رائے جو آپ نے اس واقعہ کے متعلق نقل فرمائی ہے ملاحظہ کریں۔

روضۃ الاحباب میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو بعض اکابر محدثین اور اہل سیر نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔

لیکن ذہبی جو رجال کی کسوٹی ہے میزان الاعتدال میں اس روایت کے راوی کی تکذیب وتضعیف کرتے ہیں اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

ودر روضۃ الاحباب میگوئید کہ ایں حدیث را باین طریقہ بعضے از اکابر محدثان واہل سیر در کتب خویش آوردہ اند ولیکن ذہبی کے محک رجال است در میزان الاعتدال ضعیف وتکذیب راوی نمودہ است واللہ اعلم۔

گفت بندۂ مسکین خصۃ اللہ مزید الیقین کہ ظاہرا قصہ نادعلیا مظہر العجائب ہمدریں معاملہ ومعارکہ واقع شدہ است اما در کتب حدیث ہیچ ذکر آں نہ کردہ اند واللہ اعلم۔

وبالجملہ حق مبارزت ومحاربت وجلادت وشجاعت بجائے آورد کہ فوق آں تصور نتواں کرد روایت است

محدث دہلوی کا اپنا فرمان

بندہ مسکین شاہ عبدالحق محدث دہلوی اللہ تبارک وتعالیٰ اللہ تعالیٰ اسے مزید یقین کے لئے مخصوص فرمائے کہ یہ واقعہ واضح طور پر نادِعلی امظہر العجائب میں پورے واقعات اور معرکہ کے ساتھ موجود ہے مگر کتب حدیث میں اس کا کچھ ذکر نہیں کیا گیا واللہ اعلم اور بالجملہ جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حق مبارزت ومحاربت اور جلادت وشجاعت ادا فرمایا وہ اس قدر عظیم اور بلند وبالا ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ حضرت قیس اپنے باپ سعد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سنا کہ مجھے احد کے دن سولہ شدید ضربات آئیں جن میں سے چار ضربات اسقدر سخت اور شدید ترین تھیں جو مجھے زمین پر گرادیتی تھیں مگر جب میں گرتا تو ایک نہایت خوش رو اور خوش بو شخص میرا بازو پکڑ کر اٹھنے میں مدد دیتا اور کہتا تھا کہ کافروں کے قتال میں مصروف ہو جایئے آپ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں ہیں وہ اللہ اور رسول دونوں آپ سے خوش ہیں۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا علی جانتے ہو وہ کون شخص تھا؟

میں نے عرض کیا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دحیہ کلبی کے مشابہ تھا۔

تو آپ نے فرمایا! اے علی اللہ تبارک وتعالیٰ تمہاری آنکھیں روشن فرمائے وہ جبریل (علیہ السلام) تھا۔

نور الابصار

قال ان اسحٰق کان الفتح یوم احد بصبر علی رضی اللہ عنہٗ

از قیس کہ وے از پدرش سعد روایت کرد کہ گفت از علی مرتضیٰ شنیدم کہ فرمود در روز احد شانزدہ ضربۃ بمن رسید در چہار ضربت از اں بر زمین افتادم و ہر بار کہ افتادم مردے خوش روئے وخوش بوے بازومرا می گرفت ومرا بر پا می کرد وگفت متوجہ کافران شو کہ تو در طاعت خدا ورسول وے است وایشاں ہر دو از تو راضی اند بعد از فراغ جنگ واقعہ را بحضرت رسالت عرض کردم آں سرور فرمود (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ تو اورا می شناسی؟ گفتم نے اما مدحیہ کلبی مشابہ آں است فرمود اے علی خدائے تعالیٰ چشم تو را روشن کناد آں جبریل بود علیہ السلام۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۱۲۲)

روی الحافظ محمد بن عبد العزیز الجنا بذی مر فوعاً الی قیس بن سعد عن ابیہ انہ سمع علیاً رضی اللہ عنہٗ یقول اصابتنی یوم احد ست عشرۃ ضربۃ سقطت الی الارض فی اربع منهن

(نور الابصار ص ۹۷) (معارج ج ۴ ص ۸۶)

(مدارج ج ۲ ص ۲۲۶) (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)

اُسد الغابہ

عن سعید بن المسیب قال لقد اصابۃ علیاً یوم احد ست عشرہ ضربۃ کل ضربۃ تلزمہ الارض فما کان یرفعہ الا جبریل

(اُسد الغابہ ج ۴ ص ۲۰)

خون کے آنسو

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ دیر کے لئے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے تو منافقین مدینہ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام شہید ہو گئے ہیں اس جانکاہ واقعہ کے سننے سے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں مسلمان عورتوں نے جو کہرام بپا کیا وہ بیان سے باہر ہے۔

شہزادیٔ مصطفیٰ سیدہ فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا نے جب یہ خبر سنی تو آپ پر غشی طاری ہو گئی جب عورتیں آپ کے رخ انور پر پانی کے چھینٹے مار کر آپ کو ہوش میں لائیں تو آپ چادر اوڑھ کر عورتوں کے اس جھرمٹ میں آہ و فغاں کرتی ہوئی میدانِ اُحد میں پہنچ گئیں وہاں پہنچ کر جلد ہی معلوم ہو گیا کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں

تو آپ کی جان میں جان آئی مگر جب آپ نے سامنے جا کر اپنے باپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ انور سے کی خون کی دھاریں بہتی دیکھیں تو آپ پھر بے تاب ہو گئیں اتنے میں جناب حیدر کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی پانی کا برتن سر پر اٹھائے آپہنچے اور جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے مقدس باپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زخموں کو دھونا شروع کر دیا جناب حیدر کرار علیہ السلام پانی ڈالتے جاتے تھے اور شہزادیٔ رسول زخموں کو دھوتی جاتی تھیں مگر باوجود اس کے خون بند نہ ہوا تو بنت رسول مضطرب ہو گئیں۔

پھر اچانک آپ کو کچھ یاد آگیا تو آپ نے عجلت کے ساتھ کپڑا وغیرہ جلا کر اس کی راکھ بنائی اور خاکستر آپ کے زخموں میں بھر دی جس سے فی الفور خون بہنا بند ہوگیا۔

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تاجدار ھل اتیٰ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خون آلود تلواریں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے حوالے کر کے فرمایا کہ انہیں دھو ڈالئے بنت رسول نے والد گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شوہر نامدار جناب حیدر کرار کی تلواروں کو لیا اور باقی ماندہ پانی سے اچھی طرح غسل دے ڈالا اس جنگ میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار کافروں کی صفوں میں گھس جانے کی وجہ سے آپ کے جسم انور پر سولہ ضربیں آئیں اور چار زخم تو اس قدر شدید تھے جن کی وجہ سے آپ چار بار زمین پر گرے اور پھر اُٹھتے ہی زخمی شیر کی طرح دشمنوں کے پرخچے اڑاتے رہے۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ اللہ کے شیر کا زخمی ہوجانا بھی محض سنت محبوب منانے کے لئے ہی تھا قدرت کیسے گوارا کرسکتی تھی کہ علی کے محبوب کا چہرہ انور زخمی ہو اور علی کو ایک بھی زخم نہ آئے۔

بہر حال سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جنگِ احد کی کامیابی کا انحصار کامل طور پر ضربت حیدری اور زور ید اللہ پر ہی رکھا جاسکتا ہے۔

لما جرح رسول اللہ جعل علی ینقل الماء فی ورقة من اطهراس و یغسله فلم ینقطع الدم فاتت فاطمة وجعلت تعانقة وتبکی و اعرقت حصیرا و جعلت علی الجرح من رماده فانقطع الدم

(کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۱۰ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۹۱ مدارن النبوۃ ج ۲ ص ۲۲۷

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۴۵

باب

غزوہ بنی نضیر

اور حیدر کرار علیہ السلام

غزوہ بنو نضیر کا پس منظر

ثقہ کتب کے مطابق اس غزوہ کا پس منظر یہ ہے کہ ۴ ھ کی ابتداء میں حضور سرور کائنات امام الانبیاء تاجدار مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں ستر جلیل القدر اور زہاد صحابہ کی ایک جماعت کو منذر بن عمرو ساعدی کے زیرِ قیادت اہل نجد کو تبلیغ کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔

مبلغین اسلام کا یہ نورانی قافلہ مقام بیر معونہ پر پہنچا تو یہودیوں کے ایک سردار عامر نامی ملعون نے اپنے مسلح ساتھیوں کو ساتھ لے کر سب کو گھیرے میں لے لیا چنانچہ اس ناگہانی حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے سوائے حضرت عمرو بن امیہ الضمری کے تمام کے تمام صحابہ کرام شہید ہو گئے حضرت عمرو بن امیہ ضیمری نے اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچائی تو آپ کو اس قدر انتہائی صدمہ اور تاثر ہوا کہ آپ نے ان صحابہ پر حملہ کرنے والے عامر ملعون کے لئے بددعا فرمائی چنانچہ عامر مردود اسی روز گھوڑے سے گر کر واصل جہنم ہو گیا۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اپنے ساتھیوں کی شہادت کا شدید صدمہ تھا چنانچہ انہوں نے انتقامی طور پر عامر کے قبیلہ کے دو اشخاص کو اس وقت قتل کر دیا جب وہ چین کی نیند سو رہے تھے۔

حضرت عمرو بن امیہ ضمری نے حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں اپنا یہ کارنامہ بیان کیا تو آپ کو مزید قلق اور افسوس ہوا کیونکہ عمرو بن امیہ ضمری کے ہاتھوں قتل ہونے والے وہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے واقدی نے لکھا ہے وہ لوگ ذمی تھے اور ان کی حفاظت مسلمانوں کے ذمہ تھی کم از کم مسلمان انہیں قتل نہیں کر سکتے تھے۔

(مغازی الرسول واقدی ص ۱۹۲)

چونکہ عمرو بن امیہ سے یہ غلطی سہواً سرزد ہوئی تھی اس لئے ان کو تو معاف فرما دیا گیا مگر اس کے ساتھ ہی حضور رحمت للعلمین نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ قتل ہونے والوں کے ورثاء کو قصاص ضرور ادا کیا جائے اور یہ قصاص بھی بیت المال سے ادا کیا جائے اور واقدی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ان کے قبیلہ والوں نے آپ سے قصاص طلب کیا تھا بہر حال جو بھی تھا قصاص دینا ضروری تھا اور اسلام کی غربت کے اس دور میں اتنی رقم بیت المال میں موجود ہی نہ تھی اس لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ رقم بنو نضری کے یہودیوں سے حاصل کرنے کا فیصلہ فرمایا کیونکہ ان لوگوں سے پہلے ہی یہ معاہدہ طے پا چکا تھا کہ اگر تم لوگ مدینہ منورہ

کے قرب وجوار میں رہنا چاہتے ہو تو تمہیں مسلمانوں کی ہر ضرورت کے وقت مکمل طور پر معاونت کرنا ہوگی۔

الطبقات

سیرت کی مشہور کتاب طبقات ابن سعد میں اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ !

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ کے روز مسجد قبا میں تشریف لائے اور مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ نماز ادا فرمائی اور پھر ان تمام اصحاب کو ساتھ لے کر بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے (معاہدہ کی رو سے) ان دو کلابیوں کے قصاص کے سلسلہ میں مدد طلب فرمائی جنہیں (غلطی سے) حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کر دیا تھا۔

بنو نضیر کے یہودیوں نے کہا اے ابوالقاسم ہم لوگ اپنے عہد پر قائم ہیں اور آپ جو چاہتے ہیں کرنے کو تیار ہیں۔

بظاہر تو انہوں نے آپ کو اس طریقہ سے مطمئن کر دیا مگر اندرون خانہ کچھ لوگوں نے مشورہ کیا کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے چنانچہ عمرو بن حجاش بن کعب بن بسیل النضری نے کہا کہ میں مکان کی چھت پر چڑھ کر آپ پر ایک پتھر لڑھکا دیتا ہوں سلام بن مشکم نے اسے ایسا کرنے سے منع کیا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اس مذموم اور ناپاک سازش اور بدعہدی کا پتہ چل گیا چنانچہ آپ تیزی سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اسی وقت مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی آپ کے بعد صحابہ کرام کی جماعت بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلتی ہوئی آپ تک آ پہنچی اور بعض صحابہ نے حضور رسالت مآب کی خدمت میں عرض کی کہ آپ اچانک کیوں اٹھ کھڑے ہوئے تھے حتیٰ کہ ہمیں بھی معلوم نہ ہو سکا؟ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں ان کی بدعہدی اور سازش کی اطلاع ہو گئی تھی۔

(ماخوذ طبقات ابن سعد اول ص ۴۰۰)

انتخاب حیدرِ کرار

تفسیر مظہری میں اس واقعہ کو بالوضاحت بیان کیا گیا ہے۔

مسلمانوں سے بنی سلیم کے دو آدمی غلطی سے قتل ہو گئے کیونکہ ان میں صلح کا معاہدہ ہو چکا تھا چنانچہ وہ اپنے مقتولوں کا قصاص لینے کے لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے ان کا قصہ نپٹانے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعب بن اشرف یہودی اور بنی نضیر کے یہودیوں کے پاس صحابہ کی جماعت کو ساتھ لے کر جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی شامل تھے تشریف لے گئے کیونکہ ان یہودیوں نے آپ سے معاہدہ

کررکھا تھا کہ بوقت ضرورت وہ روپے پیسے سے مسلمانوں کی مدد کریں گے۔

چنانچہ جب آپ اُن یہودیوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے نہایت خندہ پیشانی سے آپ کا استقبال کیا اور کہا کہ ہم حسبِ وعدہ اس معاملہ میں آپ کی ضرور مدد کریں گے مگر پہلے آپ ہماری دعوت قبول کریں اور کھانا کھالیں۔

پھر آپ کو ایک جگہ بٹھا کر اپنی منافقانہ روش کے مطابق یہ مشورہ کیا کہ قربت کا اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا لہٰذا ایک شخص کوٹھے کی چھت پر چڑھ کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک بڑا سا پتھر گرادے تو ہمیں مسلمانوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی ان میں سے ایک شخص عمرو بن حجاش نے کہا کہ یہ کام میں کروں گا چنانچہ وہ بڑی چکی کا پاٹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر گرانے کے لئے کوٹھے پر گیا۔

مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ان کی اس مکاری کا پتہ چل گیا اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے ہاتھ باندھ دیئے کہ وہ کوئی ایسی حرکت نہ کرسکیں۔

اسی اثناء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اگر صحابہ میں سے کوئی ہمارے متعلق پوچھے تو انہیں بتا دینا کہ آپ مدینہ منورہ کو واپس تشریف لے گئے ہیں چنانچہ حضرات علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمانے کے بعد آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے آئے ارشاد مصطفوی کے مطابق حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم اس مقام پر کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ تمام صحابہ کرام ایک ایک کر کے آپ کے پیچھے پیچھے نکل گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ

(المائدہ آیت نمبر ۱۱)

تفسیر مظہری کی اس عبارت سے یہ دو باتیں صاف طور پر واضح ہوتی ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پوری جماعت میں صرف جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایک وہ مخصوص ہستی تھے جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا راز افشا فرمایا۔

(تفسیر مظہری ج ۳ ص ۲۱۷)

حکمت کیا تھی

اور دوسری بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانتے تھے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اس ناقابل تسخیر قوت کے مالک ہیں جو اکیلے اور تنہا رہ جانے کی صورت میں بھی یہودیوں کی پوری جماعت

کا مقابلہ کر سکتے قارئین اگر اس واقعہ کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو قطعی طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ جناب علی علیہ السلام کا یہودیوں کا سازش پر پوری طرح مطلع ہو کر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو وہاں سے نکال دینا اور خود ان کے نرغے میں اس وقت تک موجود رہنا جب تک کہ آخری صحابی بھی وہاں سے روانہ نہیں ہو نہ صرف حیدر کرار علیہ السلام کی بے مثال جرأت و جوانمردی کی نا قابل تردید دلیل ہے بلکہ آپ کے ایثار اور قربانی کی بھی ایسی درخشاں مثال ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکام کو ہمہ وقت اپنی زندگی پر ترجیح دینے کی جو مثالیں تاریخ اسلام میں جناب شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قائم فرمائی ہیں ان میں آپ کا شریک و سہیم تلاش کرنا ناممکن الامر اور قطعی طور پر محال ہے۔

انتباہ

رسول غیب دان تاجدار مدینہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو نضیر کی اس بدعہدی اور مذموم سازش کے پیش نظر محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی معرفت ان لوگوں کو پیغام ارسال فرمایا کہ تمہاری سازش اور بے ایمانی پر ہمیں خدا تعالیٰ نے مطلع فرما کر ہماری تو حفاظت فرما دی مگر تم لوگ اب دس دن کے اندر اندر مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا کی اس نواحی بستی کو خالی کر کے کہیں دور نکل جاؤ کیونکہ معاہدہ کی رو سے عہد شکنی کے جرم میں تم اس امر کے پابند ہو اور اگر تم میں سے دس دن کے بعد یہاں کوئی شخص موجود پایا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا بنو نضیر کے لوگوں کو جب اس امر پر اطلاع ہوئی تو وہ انتہائی خوفزدگی اور سراسیمگی کے عالم میں بستی کو خالی کرنے کی تیاریاں کرنے لگے۔

اسی اثناء میں یہودانِ بنو قریظہ نے بالعموم اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے ان کے سردار حیی بن اخطب وغیرہ کو یہ مشورہ دیا کہ تم آرام سے بیٹھے رہے ہو ہم لوگ تمہارا پورا پورا ساتھ دیں گے۔

لہٰذا مسلمانوں سے اس قدر خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں کا دو ہزار کا ایک ایسا لشکر بھی موجود ہے جو فن سپہ گری میں اپنی مثال آپ ہے اور ہم سب لوگ تمہارے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں گے حیی بن اخطب نے اس مشورہ کو فوراً قبول کر لیا کیونکہ وہ حضور رسالت مآب کے سخت ترین دشمنوں میں سے ایک تھا چنانچہ سب لوگ آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھ رہے،

دس دن کے بعد

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے انخلاء کے لئے ملنے والی مہلت سے یہودیوں نے

کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ جنگ کرنے پر آمادہ ہو کر تیاری کرنے لگے تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے کچھ لوگوں کو مدینہ منورہ ہی میں قیام کرنے کا حکم فرمایا اور کچھ لوگوں کو یہودیوں پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔

جلد ہی جب سپاہ اسلام تیار ہو گئی تو آپ نے مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ ابن مکتوم کو اپنا جانشین مقرر فرمایا اور سیدنا و مرشدنا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو اسلام کا پرچم عطا فرما کر ارشاد کیا کہ عصر کی نماز بنونضیر کی بستی کے قریب ادا کی جائے گی۔

تلوار؟

جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا سے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی نضیر کی سرکوبی کے لئے تلوار طلب کرتے ہوئے کہا۔

اے فاطمہ علیہا السلام میری تلوار لاؤ کیونکہ وہ مذمت کے قابل نہیں اور میں تھکنے والا اور کمینہ نہیں ہوں۔

اے فاطمہ (سلام اللہ علیہا) میں نے آپ کے والد گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و نصرت کے لئے اور اس خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے جو اپنے بندوں کو پالنے والا اور مہربان ہے دشمنوں کے ساتھ خوب زور آزمائی کی ہے۔

میں سوائے خدا تعالیٰ کے اجر کے اور جنت و نعمت میں اس کی رضامندی کے سوا اور کسی چیز کی خواہش نہیں رکھتا۔

میں وہ شخص ہوں جو اس وقت بلند تر ہونا چاہتا ہوں جب جنگ آستیں چڑھا کر مسلط ہو جاتی ہے اور میں بغیر کسی ملامت کے سربلندی کا مستحق قرار پاتا ہوں۔

میں نے ابن عبدالدار کو قتل کرنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ چمکتی ہوئی تلوار سے اس کی ہڈی کو بھی کاٹ دیا جس پر زندگی کا دارومدار ہے اسے قتل کرنے کے بعد میں نے اسے چٹیل میدان میں چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ منتشر ہو گئے اور اس کے ساتھیوں کی جماعت ایسے لوگوں پر مشتمل ہے جو مایوس اور زخم خوردہ ہے۔

میری تلوار میرے ہاتھ میں ہے میں اس کو شعلہ کی طرح حرکت دیتا ہوں اور اس کے ساتھ کندھے اور ریڑھ کی ہڈی کو کاٹ ڈالتا ہوں۔

پس میں نے یہاں تک دشمنوں سے قتال کیا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی جماعت کو پراگندہ منتشر کر دیا اور میں نے ان سے ہر حلم والے کے سینے کو شفا دی ہے۔

افا طم هل السیف غیرہ میم

فلست بو عدین ولا بلیئم

افاطم قد ابلیت فی نصر احمد

ومر ضات رب با لعباد رحیم

ارید تواب اللہ هلا شی غیرہ

ور ضوان فی جنة و النعیم

سپہ سالار و پرچم بردار

صحیح روایت کے مطابق اس لشکر کا سپہ سالار بھی تاجدار ہل اتٰی شیر خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی مقرر فرمایا گیا تھا۔

تاہم ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ سالار لشکر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بنایا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ جب لشکر اسلام بنو نضیر کی بستی کے قریب پہنچا تو یہودیوں کے یہودی حلیف بنو قریضہ نے بھی ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا اور عبد اللہ بن ابی منافق بھی اپنے وعدے سے منحرف ہو گیا چنانچہ یہودانِ بنو نضیر نے انتہائی اضطرار میں اپنی قلعہ نما بستی میں خود کو محصور کر لیا اور تیر وغیرہ چلانے کے لئے قلعہ کی فصیل کے سوراخوں کا سہارا تلاش کرنے لگے اسلامی لشکر نے چاروں طرف سے ان کا محاصرہ کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ بنی خطمہ کے گھروں کے قریب لگا دیا گیا۔

غرور کا غرور کس نے توڑا؟

ایامِ محاصرہ میں یہودیوں کے ایک تیر انداز نے جس کا نام غرور تھا سپاہ اسلام پر تیر چلایا تو وہ تیر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمۂ اطہر میں پیوست ہو گیا چنانچہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمۂ اقدس کی جگہ تبدیل کر دی گئی۔

پس ابن مکتوم را در مدینہ ساخت ولوایع قد بعلی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم داد و از مدینہ مطہرہ بیرون آمد و نماز دیگر در فضائے منازل بنی نضیر گذارد و ایشاں از مدینہ منورہ نزدیک است۔

فخرج الیھم و علی یحمل رایتہ

(الوفا ابن الجوزی ص ۶۸۹)

غرور پر غرور کی یہ جرأت دیکھی تو امیر المومنین امام الاشجعین ولایت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہا اس کی گھات میں بیٹھ گئے حتیٰ کہ رات کے وقت غرور ملعون اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ ننگی تلوار لئے لشکر اسلام کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اچانک شیر خدا علیہ السلام کی نظر ان پر پڑ گئی اور پھر آپ نے چند ہی لمحوں میں غرور اور اس کے دونوں ساتھیوں کے ناپاک سران کے پلید جسموں سے ایک ہی حملہ میں الگ کر دیئے اور پھر یہ تینوں کٹے ہوئے سر لے کر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

تمہارے ہی کام کو گئے ہوں گے

معارج النبوۃ میں معمولی اختلاف کے ساتھ یہ روایت مزید وضاحت کے ساتھ مرقوم ہے جو اس طرح ہے۔

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمۂ اطہر قبیلہ خطمہ کے نواح میں ایستادہ کیا گیا تھا چنانچہ یہودیوں کے تیر اندازوں میں سے غرور نامی یہودی نے تیر چلایا تو وہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ اطہر کو جا لگا چنانچہ اسی وقت آپ کا خیمہ انور کسی دوسری محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا گیا جب رات کا وقت ہوا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خاموشی کے ساتھ لشکر گاہ سے باہر تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور سید عالم تاجدار عرب وعجم سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی ابن طالب لشکر میں موجود نہیں ہیں صحابہ کی اس اطلاع کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا تمہارے ہی کام کو گئے ہونگے پھر جب حضرت علی آگئے

چوں یہود سپاہ اسلام دیدند ابواب قلاع بستہ دست بسنگ و تیر کشادند تا بوقت عشاء جنگ کردند چوں بمومناں نماز عشاء گزاردند حضرت با چند کس بمنزل شریف تشریف آوردند سار صحابہ کہ سردار ایشاں ابوبکر بود یا علی علی اختلاف الروایتین تا بوقت صبح بمحاصرہ یہود اشتغال نمودند و آوردہ اند کہ خیمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در فضائے بنی خطمہ زدہ بودند،

غرور اکہ یکے از تیر اندازان یہود بود تیر انداخت تیرے بخیمۂ آں حضرت رسیدہ ازاں جا خیمہ را بجا ے دیگر زدند امیر المومنین علی در کمین او بود ناگاہ دید کہ شمشیر برہنہ در دست با دو کس دیگر بیرون آمد علی مرتضیٰ بر وے حملہ کرد و سرِ شوم او را از تن پلیدش جدا کردہ پیش آں حضرت آورد آں سرہائے ایشاں را نزد آں حضرت آوردند

(مدارج النبوت مولفہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی جلد اول ص ۱۴۷)

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یا علی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کرو ارشاد مصطفیٰ کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا علیہ السلام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن کے وقت اس کی تیر چلانے کی جرأت کے پیش نظر میں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہادر شخص ہے اور ممکن ہے وہ اس جرأت سے کام لے کر رات کے وقت ہمارے لشکر کی طرف آئے اور کسی مسلمان کو غافل پا کر قتل کردے۔

چنانچہ میں اس کی گھات میں بیٹھ گیا اور میرا اندازہ بھی درست ہی ثابت ہوا کیونکہ میں نے اچانک دیکھا کہ وہ ہاتھ میں ننگی تلوار پکڑے ہوئے اپنے نو دیگر ساتھیوں کے ساتھ اسلامی لشکر کی طرف بڑھ رہا ہے چنانچہ جب وہ میری زد پر آیا تو میں نے ایک لخت اس پر حملہ کر دیا اور نتیجۃً اس ملعون کا کٹا ہوا ناپاک سر آپ کے سامنے ہے۔

علاوہ ازیں اس کے دوسرے ساتھی بھی ابھی دور نہیں گئے ہوں گے چند لوگوں کو میرے ساتھ بھیج دیجئے تو ان پر بھی آسانی سے فتح حاصل کرلوں گا۔

باقی بھی گئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو قبول فرماتے ہوئے اسی وقت آپ کے ساتھ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہا اور سہیل بن حنیف کو مع دیگر سات صحابہ کے غرور کے مغرور ساتھیوں کی سرکوبی کے لئے بھیج دیا جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جاتے ہی اپنے ساتھیوں کے ساتھ غرور کے ساتھیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پھر ذوالفقار حیدری نے چند ہی لمحوں کی برق پاشی کے بعد ان سب کو جہنم رسید کر دیا اور ان کے کٹے ہوئے سر صحابہ کرام نے اٹھا لئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معلونوں کے یہ کٹے ہوئے سر بنوخطمہ کے دروازہ پر لٹکا دو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا

واقعہ کے حوالہ جات

مندرجہ بالا واقعہ متعدد دیگر کتب سیر میں بھی معمولی تغیر لفظی کے ساتھ موجود ہے چونکہ پورا واقعہ تفصیل کے ساتھ قارئین کرام پڑھ چکے ہیں اس لئے یہاں صرف سیرت حلبیہ کا عربی متن اور دیگر چند کتابوں کے نام اور صفحات وغیرہ لکھنے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے صاحب سیرۃ حلبیہ نے غرور نامی یہودی کا نام غزول لکھا ہے ہوسکتا ہے کتابت کی غلطی سے ایسا ہو گیا ہو (واللہ اعلم) بہر حال۔ ہو دان بنی نضیر کا محاصرہ کئے

ہوئے پندرہ روز گزر گئے اوران کے لئے مزید کچھ وقت کے محصور رہنا مشکل ہو گیا تو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ ہم اپنی غلطی پر نادم ہیں لہٰذا اب ہمیں باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے تو ہم بستی خالی کر کے شہر بدر ہونے کو تیار ہیں حضور سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ اب یوں ہی نکل جانے کا موقع گزر گیا ہے تاہم اگر تم فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو اب اپنا تمام قسم کا مال واسباب واسلحہ وغیرہ چھوڑ کر خالی ہاتھ جا سکتے ہو چنانچہ یہودی تمام مال واسباب چھوڑ کر بنو قریضہ اور خیبر وغیرہ کی بستیوں کی طرف منتشر ہو گئے۔

باب

غزوۂ احزاب اور حیدرِ کرار علیہ السلام

کفارمکہ کی آخری ضرب

غزوۂ احزاب یعنی جنگِ خندق کو جنگِ ابوسفیان بھی کہا جاتا ہے کفار و مشرکین کی اہلِ اسلام پر یہ آخری اور شدید ضرب تھی مسلمانوں سے پے در پے شکستِ فاش اٹھانے کے بعد عصبیت زدہ کفار قریش کا خون کھول اٹھا تھا جنگِ بدر کی ذلت آمیز شکست اور جنگِ اُحد کی وقتی اور عارضی فتح کے بعد شرمناک ہزیمت میں تبدیل ہو جانا ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں پر بجلی بن کر گرا تھا۔

چنانچہ کفار و مشرکین مکہ نے ایک آخری اور فیصلہ کن جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا اور قریش مکہ کے علاوہ حجاز میں بسنے والے دیگر متعدد شعوب و قبائل جن میں یہودی بھی تھے اس جگن میں جھونک دیئے۔

کفار کی طرف سے اس جنگ میں حصہ لینے والے قبائل کے نام یہ ہیں۔

(۱) قبیلہ غطفان (۲) قبیلہ سلیم (۳) قبیلہ اشجع (۴) قبیلہ اسد (۵) قبیلہ قریظہ (۶) قبیلہ نضیر

ساتواں قبیلہ خود قریش مکہ کا تھا تمام قبائل کے سردار اپنے اپنے قبیلہ کی کمان کر رہے تھے جبکہ ان سب کا سپہ سالار ابوسفیان خود تھا۔

کفار و مشرکین کے اس ٹڈی دل لشکر کی تعداد چوبیس ہزار تھی اور ابوسفیان نے اس میں جنگ بدر کی ہی طرح عمرو بن عبدود جیسے جری اور جنگجو لوگوں کو بھرتی کیا ہوا تھا جبکہ اس کے مقابلہ میں آنے والے جیشِ اسلامی کی تعداد تین ہزار مجاہدین اسلام پر مشتمل تھی۔

عمرو بن عبدود اپنی جسامت کے لحاظ سے بنی نوعِ انسان سے قومِ جنات کا فرد زیادہ معلوم ہوتا تھا اور عرب میں اس کے متعلق عام طور پر مشہور تھا کہ وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہے۔

ابوسفیان نے ظاہر طور پر اس قدر جنگی قوت تیار کر لینے کے ساتھ ساتھ اپنی مکارانہ اور عیارانہ صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے منافقین مدینہ سے بھی گٹھ جوڑ کر رکھا تھا مگر منافقین مدینہ علم رسالت کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی تمام تر عیاریوں سمیت بے کار محض ہو کر رہ گئے۔

بہر حال کفار عرب کی یہ آخری اور فیصلہ کن ضرب تھی جس سے ان کی دانست میں اسلام پاش پاش ہو کر رہ جاتا مگر وہ لوگ جس نور کو ختم کر دینا چاہتے تھے مشیت الہیہ سے پورا فرمانے کا ارادہ فرما چکی ہے۔

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کفار و مشرکین کے حملہ کی تیاریوں کا علم قبل از وقت ہی ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے اس بلائے ناگہانی سے عہدہ برآہ ہونے کے لئے صحابہ کرام نے مشورہ پوچھا تو بعض نے مدینہ منورہ کی حدود میں رہ کر ہی مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا جبکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ مشورہ دیا کہ شہر سے باہر ایک خندق کھودی جائے اور خندق کے اس پار رہ کر حملہ آوروں کا انتظار کرنا چاہئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ کو بے حد پسند فرمایا اور ان کو فرمایا کہ سلمان اہل البیت منا یعنی سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

سپہ سالار اعظم

اس مشورہ کے بعد دنیا کے سب سے بڑے اور عظیم سپہ سالار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبل سلع کی چوٹی پر ایک فوجی چھاؤنی قائم فرمائی جو آج چودہ سو سال گزر جانے کے باوجود مدینہ منورہ زاداللہ تشریفاوتکریما میں فوجی نوعیت کا واحد عظیم مرکز ہے اس فوجی کینٹ کو دیکھنے سے تاجدار دو عالم علیہ التحیۃ والتسلیم کی فن سپہ گری میں مہارت تامہ اور آپ کی عسکری صلاحیتوں کا کامل طور پر اظہار ہوتا ہے۔

جبل سلع پر فوجی چوکی قائم فرمانے کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر عمل فرماتے ہوئے آپ نے خندق کی کھدائی کا کام شروع کروایا انصار کے مختلف قبائل پر اس جگہ کو تقسیم فرما دیا جہاں خندق تیار کرنا تھی تاکہ اپنے اپنے حصہ کا کام جلد از جلد نپٹایا جا سکے۔

آپ نے انصار مدینہ کی معاونت کے لئے مہاجرین کی امدادی پارٹیاں بھی مقرر فرمادیں بلکہ آپ خود بہ نفس نفیس بھی اس مشقت بار صبر آزما اور کٹھن کام میں مصروف ہو گئے ایک روز ایک بہت بڑا پتھر جسے صحابہ کرام توڑنے میں ناکام رہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قوت رسالت سے تین ضربوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہر ضرب پر ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے فلاں ملک کو فتح فرما دیا۔

ایک روز چند صحابہ کرام نے بھوک کی وجہ سے اپنے پیٹ پر بندھا ہوا ایک ایک پتھر دکھایا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے شکم اطہر سے کپڑا ہٹا دیا آپ کے شکم انور پر تین پتھر بندھے ہوئے تھے۔

اس شدید اور تھکا دینے والی مہم میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کے ساتھ برابر اور مسلسل کام کرتے رہے حتیٰ کہ خندق تیار ہو گئی یہ خندق کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے بعض نے چھ دن اور بعض نے بیس روز تک پایہ تکمیل کو پہنچنا لکھا ہے اکثر روایات کے مطابق اس عظیم کام کو پندرہ سے بیس روز کے اندر اندر ختم کیا گیا تھا۔

بہر حال کفار و مشرکین کے لشکر کی آمد سے پہلے پہلے یہ کام مکمل ہو چکا تھا اور جب کافروں کا لشکر

خندق کے کنارے پر پہنچا تو مسلمانوں کی اس جدید قسم کی ناکہ بندی کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور ان شیطانی افواج کو خندق کے ساتھ ساتھ پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہونا پڑا تاہم انہوں نے محاصرہ شروع کر دیا جو تقریباً دو عشرے جاری رہا۔

علی کا پہلا شکار

ایک روز اچانک کافروں کی طرف سے نوفل نامی ایک سرپھرا گھوڑے پر تازیانے برساتا ہوا خندق میں اتر گیا وہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد خندق عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر پر حملہ آور ہو جاؤں مگر خندق کے دوسری سمت پر متعین اسلامی سپاہ نے اس پر پتھر برسانا شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں وہ گھوڑے سمیت خندق میں گر گیا مسلمان سپاہیوں نے اس پر مزید تیزی سے سنگ باری شروع کر دی تو وہ پتھروں کی تاب نہ لاتے ہوئے یوں چلانے لگا کہ اے گروہ عرب اس طرح پتھر مارنے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم لوگ مجھے قتل کر دو۔

اس کی یہ چیخ و پکار سن کر جناب شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق میں اتر گئے اور ذوالفقار حیدری کے ایک ہی وار سے اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

واما نوفل بن عبد اللہ فضرب فرسہ لیدخل الخندق فوقع فیہ مع فرمہ متحطماً وقیل رضی بالحجارۃ فجعل یقول قلہ احسن یا معشر العرب فنزل الیہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نقتلہ ای ضرب بسیف فقطعہ نصفین وکبر ذالک علی المشرکین۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷ ۶۳) (مغازی الرسول واقدی ج ۱ ص ۲۰۴) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۲۶)

نوفل کی زندگی کا بھی ڈراپ سین ہوا ہی تھا کہ جانبین کی افواج کی آنکھیں ایک اور عجیب و غریب منظر دیکھ رہی تھیں۔

عفریت میدان جنگ میں

ہوا یہ کہ قوی ہیکل اور دیو صورت عمرو بن عبدود اپنے بیٹے حنبل کے ساتھ خندق کو پھاند کر دوسری طرف در آیا تھا ایک روایت میں ہے کہ وہ انتہائی طاقت ور اور برق رفتار گھوڑے پر سوار تھا جو ایک ہی چھلانگ میں خندق کے اس پار آ گیا تھا۔

بہر حال اس شیطان کے متعلق اگر ایک ہزار بہادروں پر بھاری ہونے کا گمان کیا جاتا تھا تو وہ

درست ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ ایک عام انسان ہرگز یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ اکیلا تین ہزار کے لشکر جرار کے نرغے میں آکر للکار سکے حالانکہ اس وقت اس کی عمر نوے سال تھی۔

عمرو بن عبدود نے لشکرِ اسلام کو للکارتے ہوئے کہا کہ ہے کوئی جو میرا مقابلہ کرنے کی جرأت کرسکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شیر جرار جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے چلاتے ہوئے دیکھا تو کھڑے ہوکر بارگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کی یا رسول اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد تھا کیسے تعمیل نہ ہوتی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خاموش ہوکر بیٹھ گئے۔

اتنے میں عمرو ابن عبدود پھر لشکرِ اسلام کو للکارتے اور مسلمانوں کا تمسخر اڑاتے ہوئے چلایا کہ کہاں ہے تمہاری جنت جس کا تم گمان کرتے ہو آؤ میرے مقابلہ میں تمہیں قتل کرکے وہاں پہنچادوں مگر تم میں ایسا کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرسکے۔

وکان عمرو بن عبدود عمرہ اذ ذاک تسعین سنة فقال من یبارز؟ فقام علی کرم اللّٰہ وجھہ وقال انا لہ یا نبی اللّٰہ فقال صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لہ اجلس انہ عمرو بن عبدود۔

ثم کرد عمرو النداء وجعل یوفج المسلمین و یقول این جنتکم التی تذعمون انہ من قتل منکم دخلھا افلا تبرزن فی رجلا۔

(سیرت حلبیہ ج۲ ص ۶۳۱) (نور الابصار ص ۹۸)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (روض الانف ج ۲ ص ۱۹۲)

جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہُ الکریم نے جب اس دشمن خدا کی خرافات کو سنا تو ضبط نہ ہوسکا بے اختیار پھر کھڑے ہوگئے اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا یا رسول اللہ میں اس سے مقابلہ کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حسبِ سابق ارشاد فرمایا علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن ابن عبدود ہے۔

مقام علی کرم اللّٰہ وجھہ انا لہ یا رسول اللّٰہ فقال اجلس انہ عمرو ابن عدود۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۳۱) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱)

شیرِ خدا عفریت شیطان کے سامنے

لشکرِ اسلام میں سے کسی کو مقابلہ پر نہ آتے ہوئے دیکھ کر وہ تیسری بار چیخا کہ ھل من مبارز ہے کوئی جو میرے مقابلہ میں آئے اس کا ناز و نخوت میں ڈوبا ہوا چیلنج سنتے ہی پھر اللہ کے شیر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپاہی جناب حیدر کرار علیہ السلام کی حمیت وغیرت ہاشمی کو جوش آ گیا آپ دیوانہ وار پھر کھڑے ہو گئے اور اپنے آقا و مولا کے حضور میں درخواست پیش کی یارسول اللہ مجھے اس کے ساتھ مقابلہ کی اجازت مرحمت فرمایئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کی طرح پھر یہی ارشاد فرمایا۔

کہ علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو بن عبدود ہے عرض کی حضور پھر کیا ہوا اگر عمرو ہے تو ہونے دیں

ثم نادى الثالثه فقم على كرم الله وجهه الكريم فقال انه عمرو فقال وان كا عمروا فاذن له رسول الله صلى الله وآلہ وسلم

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۱) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا علیہ السلام کی درخواست قبول فرماتے ہوئے نہ صرف یہ کہ اجازت ہی مرحمت فرمائی بلکہ اپنی دستار مقدس حیدر کرار کے سر انور پر سجا کر اپنی زرہ مبارک آپ کے زیب تن فرمائی اور پھر خود ہی ذوالفقار حیدری جناب حیدر کرار کے ہاتھ میں دے کر بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔

وفى روائة انه صلى الله عليه وآلہ وسلم عطاه سيف ذوالفقار والبسه درعه الحديد وعمه بعمامة

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۱) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸)

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۹۶) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۶) (روض الانف ج ۲ ص ۱۹۶)

الٰہی اس کی مدد فرما ! یا اللہ یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے مجھے اکیلا نہ چھوڑنا اور تو ہی بہتر نگہبان ہے۔

وقال اللهم اعنه عليه اى وفى لفظ اللهم هذ اخى وابن عمى فلا تذرنى فردا وانت خير الوارثين

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۲۴۱) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸) (ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۶)

الٰہی تو نے مجھ سے بدر کے دن عبیدہ اور احد کے دن حمزہ کو لے لیا اور یہ میرا بھائی اور ابن عم ہے۔

زادہ فی روایۃ انہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رفع عمامتہ الی السماء وقال المعی اکذت عبیدۃ منی یوم بدر وحمزۃ یوم احد وہذا علی انی وابن عمی۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۲) (علی ابن ابی طالب مولفہ عبدالکریم خطیب مطبوعہ مصر ص ۱۴۱)

یا اللہ مجھ کو اکیلا نہ چھوڑنا اس کی آگے پیچھے دائیں بائیں اور فوق تحت سے حفاظت فرما۔

وقال لا تذرنی فردا اللھم احفظہ من بین یدیہ ومن خلفہ وعن یمینہ وعن شمالہ ومن فوق ولیہ وتحت قدمیہ

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۶)

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت وشفقت میں ڈوبی ہوئی دعاؤں کے جھرمٹ میں اللہ کا شیر اور محمد عربی کا پہلوان ہاشمی شکوہ وتمکنت کے ساتھ جب شیطان عفریت عمرو ابن عبدود سے مقابلہ کے لئے میدان کی طرف چلا تو زمین تھرا کر رہ گئی افلاک عرش دم بخود ہو کر زمین کی طرف دیکھنے لگے حوریں یہ عجیب منظر دیکھنے کے لئے جنت کے دروازوں پر آ کر کھڑی ہو گئیں اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جبریل تیار ہو جاؤ تم ہماری طرف سے ابن ابی طالب کے لئے تمغہ جرأت لے کر جاؤ گے۔

پورا ایمان پورا کفر

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے شیر خدا کو اس جنگ کا پہلا اعزاز یہ عطا فرمایا۔

پورا ایمان پورے شرک سے ٹکرانے والا ہے۔

بوز الایمان کلہ الی الشرک لہ

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۳۔ معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۸)

ادھر حضور یہ اعزاز عطا فرما رہے تھے اور ادھر امیر المومنین امام المجاہدین قاتل الکفار شیر جرار حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذوالفقار حیدری کو ہلا دیتے اور لہراتے ہوئے پورے شکوہ ودبدبہ کے ساتھ عمرو بن عبدود کے سامنے پہنچ گئے۔

ابن عبدود کا تفاخر

ابن عبدود نے ایک نوخیز جوان کو اپنے مقابلہ میں دیکھا تو حیرت واستعجاب کی تصویر بن گیا اسے

یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ چھوٹے سے قد کا یہ جوان بھی اس سے مقابلہ کرنے کے لئے آسکتا ہے اسے اپنی قوت اور بہادری پر ناز تھا اسے اپنے فنِ سپہ گری اور تجربے پر فخر تھا اسے اپنے دیو قامت اور جیم و شحیم ہونے پر غرور تھا اور وہ یہ فخر و تکبر کرنے میں حق بجانب بھی تھا وہ اکیلا ایک ہزار بہادروں پر بھاری تھا بڑے بڑے جوان مردوں کا تو اس کا ڈیل ڈول دیکھ کر ہی زہرہ آب ہو جاتا تھا اسے یقین تھا کہ اس کی للکار کا جواب دینے والا لشکر اسلام سے کوئی شخص بھی میدان میں آنے کی جرأت نہیں کرے گا جبھی تو وہ اس قسم کے رجزیہ اشعار پڑھ رہا تھا

ولقد بجحت من النداء
بجمعکم هل من مبارز
ووقف اذا وقف الجاع
مواقف القران المناجز
وکذالک انی لم ازل
متسرعا قبل الهزامز
ان الجشاعة فی الفتی
والجود من خیرا لغرائز

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۱۲)(نور الابصار ص ۹۸

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۱)(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱

مسلمانوں کی جماعت کو پکارتے پکارتے میری آواز بھی بیٹھ گئی کہ کوئی جنگجو میرے مقابلہ کو نکلے۔

جب بہادر پا مردی کو چھوڑ دیتا ہے تو میں بہادروں کی صف میں کھڑا ہوتا ہوں اور میں ہمیشہ اسی طرح لوگوں کی طرف دوڑتا ہوں۔

کیونکہ جوان مرد اور بہادر کے لئے شجاعت ہی سب سے اچھی چیز ہے۔

مگر اب تو اس کی للکار کا جواب اس کے سامنے تھا ہاشمی وقار کی تصویر اس کے سامنے جلوہ فگن تھی جرأت و شجاعت کا پیکر اور زور ید اللّٰہی کا مجسمہ مولا مشکل کشا شیر خدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب اس کے سامنے پورے اطمینان کے ساتھ اس کے شعروں کا جواب ان فی البدیہہ اشعار کی صورت میں دے رہا تھا۔

لا تعجلن فقد اتاک
مجیب صوتک غیر عاجز

والصدق منجی کل فائز

انی لا رجوان اقیم

علیک نائحة الجنائز

من ضربة نجلاء یبقی

ذکر ھا عند الھزامز

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۳۶۰) (نور الابصار ص ۹۸)
(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۲) (علی ابن ابی طالب مؤلفہ عبدالکریم خطیب ص ۱۴۱)

اے عمرو تجھ پر افسوس ہے کہ تو ایسی بڑی ہانک رہا ہے یاد رکھ اور خوب غور سے سن کر تیری للکار کا جواب دینے کے لئے وہ شخص میدان میں آگیا ہے جو صاحب بصیرت ہے اور تیری آواز کا جواب دینے میں ہرگز عاجز نہیں۔

عمرو نے شیر خدا کے یہ اشعار سنے تو حیران ہو کر پوچھنے لگا نوجوان تمہارا کیا نام ہے۔؟

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا علی ابن ابی طالب،

عمرو نے کہا نوجوان تم ابو طالب کے بیٹے ہو اور ابو طالب میرے دوست تھے اس لئے میں نہیں چاہتا کہ تم قتل کئے جاؤ اور میں تمہارا خون بہاؤں۔

فقال غیرک یا ابن اخی من اعما مک من ھوا شد منک فانی
اکرہ ان اھریق ای اسیل دمک فان اباک کان لی صدیقاً
فقال علی وانا وللہ ما اکرہ ان اھریق دمک۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۴۲) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۳۱)

جناب حیدر کرار نے فرمایا مگر میں چاہتا ہوں کہ میں تمہیں قتل کر دوں۔

عمرو آپ کی جرأت مندانہ گفتگو سن کر حیرت کے عالم میں ڈوب گیا اور پھر پوچھنے لگا نوجوان تم کیا چاہتے ہو؟

جناب حیدر کرار نے فرمایا کیا تم نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اپنے مقابل کی دو باتیں ضرور تسلیم کروں گا۔

عمرو نے کہا! ہاں کہو کیا بات ہے؟

آپ نے فرمایا کہ میں تجھ سے یہ چاہتا ہوں کہ تو اسلام قبول کر کے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،

عمرو نے کہا! مجھے اس بات کی ضرورت نہیں۔

جناب حیدر کرار نے فرمایا پھر تم ایسا کرو کہ اپنے علاقہ کو واپس چلے جاؤ اگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مظفر و منصور اور کامیاب و کامران ہو گئے اور سچے ہوئے تو ان کی معاونت اور امداد کرنا اور اگر اس کے برعکس ہوا تو پھر تمہارا مقصد بغیر لڑے بھی پورا ہو جائے گا۔

فقال له علی یا عمرو انک عاهدت ان لا ید عوک رجل من قریش الا خصلتین الا اخذت احداهما قال اجل قال له علی فانی ادعوک الی الله والاسلام قال لا حاجة لی۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۴)

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۳۲) (نور الابصار ص ۹۸) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱)

عمرو بن عبدود نے کہا کہ میں یہ کام بھی ہرگز نہیں کرسکتا کہ میدان جنگ سے خالی ہاتھ واپس جا کر زنانِ قریش کے طعنے سنوں اس کے علاوہ کوئی اور بات کرو۔

قال واخری ترجع الی بلادک فان یک محمد صلی اللہ علیه وآله وسلم صادقا کنت اسعد الناس به وان یک کاذبا کان الذی ترید قال هذا ما لا تتحدث به نساء قریش ابدا۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۳۲) (معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۳۹)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱) (روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱)

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا اگر تمہیں یہ دونوں باتیں نامنظور ہیں تو پھر آخری بات یہ ہے کہ مجھ سے مقابلہ کی تیاری کرو عمرو ابن عبدود نے فرمانِ مرتضائی سنا تو مضحکہ اڑانے کے انداز سے ہنسنے لگا اور پھر آپ کو مخاطب کر کے کہنے لگا نوجوان جاؤ واپس چلے جاؤ تم میرے مقابل کے آدمی نہیں ہو اس لئے میں تمہیں قتل کرنا پسند نہیں کرتا اور میرا مقابلہ تو پورے عرب میں کوئی نہیں کرسکتا۔

جناب مولا مشکل کشا علیہ السلام نے اس کے تفاخر کو توڑتے ہوئے فرمایا تو مجھے قتل کرنا پسند نہیں کرتا لیکن خدا کی قسم میں تجھے قتل کرنا پسند کرتا ہوں حضرت علی علیہ السلام کے یہ الفاظ عمرو پر بم بن کر گرے وہ ایک دم مشتعل ہو گیا اور گھوڑے سے چھلانگ لگا کر نیچے اُتر آیا۔

آمنا سامنا ہوا تو نگاہِ افلاک متحیر رہ گئی ابن عبدود جسمانی ساخت کے اعتبار سے جناب مولا مرتضیٰ شیر خدا سے کئی گنا بڑا تھا یہی وجہ تھی کہ وہ جنابِ شیر خدا کو اپنا مدمقابل سمجھنے کے لئے تیار نہیں تھا اب جو اشتعال میں آکر اس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر وار کیا تو یوں معلوم ہوا کہ اس کی تلوار نہیں بلکہ آگ کا لپکتا ہوا شعلہ ہو۔

فضحک عمرو وقال ابن ہذہ الخصلة ما کن اظن ان احد امن

العرب يرو عنى لبها ثم قال له عنه طلب المبارزة لم يا ابن اخى فوا لله ما احب ان اقتلک فقال على کرم الله وجهه الکریم ولکنی والله احب ان اقتلک فحمى عمرو عند ذالک اى اخذ ته الحمية

فا قتحم عن فرسه وسل سيفه كانه شعلة نار فعقر فرسه وضرب وجهه واقبل على على كرم الله وجهه فاستقبله على بد قته فضربه عمرو فيها واثبت اسليف واصاب راسه فشجه فضربه على كرم الله وجهه على حبل عاتقه اى وهم موضع الرواء من العنق فسقط وكبر الملون فلما سمع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الكبير عوف ان عليا كرم الله وجهه قتل عمر الضه الله۔

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۴۲)(سیرت طیبہ ج ۲ ص ۶۴۲)(روض الانف ج ۲ ص ۱۹۱)

(معارج النبوت ج ۳ ص ۱۲۹)(نور الابصار ص ۹۷)(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۱)

معارج النبوت وغیرہ میں ہے عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود ہی نعرۂ تکبیر بلند فرمایا تھا چنانچہ لکھا ہے۔

آں گاہ حیدر کرار رضی اللہ عنہ بیک ضرب ذوالفقار بدان آں ملعون خاکساراں سر بیک رگردنید و فی الفور باواز بلند تکبیر بگفت و چوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آواز تکبیر علی شنید دانست کہ عمرو ملعون مقتول گشت۔

(معارج النبوت ج ۲ ص ۱۲۹)

اس کا وار اس قدر زور دار تھا کہ اگر سامنے پہاڑ بھی ہوتا تو کٹ کر رہ جاتا مگر قربان جائیں زور ید اللہی کے اور سلام ہو اس قوت حیدری کو جس پر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناز تھا آپ نے کمال جرأت و جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے کوہ شکن وار کو اپنی پوری قوت سے اپنی ڈھال پر روک لیا عمرو نے آپ کے سر پر وار کیا تھا جسے جناب حیدر کرار اپنے بازؤں کے زور پر روکنا چاہتے تھے مگر حملہ اس قدر شدید تھا کہ تلوار کے دباؤ کا مقابلہ کرتے کرتے سپر سر مبارک کے قریب آ گئی جس کی وجہ سے آپ کے سر اقدس پر کسی قدر زخم آ گیا۔

مگر اس زخم نے تو حیدر کرار رضی اللہ عنہ کو شعلۂ جوالہ بنا کر رکھ دیا تھا آپ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور زخمی شیر کی طرح غضب ناک ہو کر دشمن پر حملہ آور ہو گئے۔

ذوالفقار حیدری عقاب کی طرح لہراتی ہوئی فضا میں بلند ہوئی اور بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی عمرو ابن

عبدود پر اس طرح گری کہ چشمِ زدن میں گردن کے قریب سے اس کا فولادی شانہ الگ کردیا اور عمرو زمین پر گر کر تڑپنے لگا یہ دیکھ کر مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کردیا۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس غزوہ میں ایسا مقابلہ اور مقاتلہ کیا جو عقل و فہم کی حدود سے ماورئی ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کے لئے دُعا بھی فرمائی اور اپنی تلوار بھی عطا فرمائی۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۹۷)

متعدد کتب تواریخ و سیر میں آتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوسکا کہ ایک ہزار بہادروں سے مقابلہ کرنے والا ابن عبدود قتل کس طرح ہوگیا بس ہم نے نعرۂ تکبیر بلند ہوتے ہوئے سنا اور پھر اُس کو زمین پر کٹا ہوا پایا۔

(طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۴۱۲) (انوار محمدیہ من المواہب ص ۸۴) (زرقانی علی (المواہب ج ۲ ص ۱۱۲)

دوسرا عفریت جہنم میں

بہر حال جب جناب حیدرِ کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو کو قتل کردیا تو عمرو ابن عبدود کا بیٹا حنبل جو اپنے باپ کی معیت میں خندق عبور کر کے اُس پار آگیا تھا غصہ سے پاگل ہو کر جناب حیدر کرار پر حملہ آور ہوگیا حنبل اپنے باپ ہی کی طرح دکھائی دیتا تھا اور پھر اُس کا خون بھی ابھی جوان تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ باپ کے قتل نے اُسے انتہائی حد تک مشتعل کردیا تھا ان حالات میں اُس کا حملہ کس قدر خوفناک ہوسکتا ہے قارئین بخوبی سمجھ سکتے ہیں مگر حملہ روکنے والا تو اسد اللہ تھا جرأت و بہادری کا ناقابلِ شکست مجسمہ قوت و شجاعت کی منہ بولتی تصویر افواجِ اسلام کا ناقابلِ تسخیر قلعہ عمرو کے بیٹے کے شدید حملے کو آپ نے ایک ہی جھٹکے میں روکا بھی اور اُسے ذوالفقارِ حیدری کی ایک ہی ضرب سے واصلِ جہنم بھی کردیا حنبل کا ایک اور ساتھی سامنے آیا تو اس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے دو عفریتوں کا ہوا تھا اُسے کسی دوسرے مسلمان نے قتل کردیا۔

وقتل مع عمرو رجلان قتل علی احدہما

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴)

ثم وکب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوسہ وکر علی ابنہ حنبل فقتلہ ایضاً

(نور الابصار ص ۹۸)

کافروں کے تین شہ زور تار سقر میں پہنچ چکے تھے اب میدان صاف تھا جناب حیدر کرار رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے پورے جاہ وجلال حیدری کے ساتھ ایک بار خندق کے اس پار کفار کی فوج کے اضطراب کو دیکھا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں پہنچنے کے لئے مراجعت فرمائی۔

خالقِ کائنات کی طرف سے علی کو تمغہ

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آپ کی تلوار سے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کو دیکھا تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی الٰہی علی کو وہ اکرام وفضیلت عطا فرما جو نہ پہلوں میں سے کسی کو ملی ہو اور نہ بعد میں آنے والوں میں سے کسی کو نصیب ہو۔

ابھی دعا جاری تھی کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور علی علیہ السلام کے لئے یہ تحفہ بھیجا ہے۔

اخرج الفردوس الد یلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما قال لما قتل علی عمرو ابن عبدود العامری و جاء عند النبی صلی اللہ حلیه وآلہٖ وسلم و سینه یقطعو د ما فلما رای علیا قال اللهم اعط علیا فضیلة لم تعطها قبله ولا بعد فهبط جبریل و معه اتر جة الجنة فقال ان اللہ یقر ئک السلام و یقول ي هذة علیا فد فعها الیه فا نفلقت فی یده فلقتین فا ذا فیها حریرة خضرا ء مکتوب فیها سطران تحفة الطا لب الغالب الی علی ابن ابی طالب۔

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۵)

اور پھر ایک جنت کا صندوقچہ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب وہ صندوقچہ علی کے ہاتھ میں دیا تو وہ خود بخود کھل گیا اس میں سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا تھا جس پر دو سطروں میں تحریر تھا طالب غالب کا تحفہ علی ابن طالب کی طرف،

سیہ حدیث

شیخ عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی تصنیف لطیف مظہر الصفات میں نقل فرماتے ہیں کہ میں اپنے پیرو

مرشد سیدی وسندی نجم الدین کبریٰ قدس سرہ العزیز کی بارگاہ اقدس میں حاضر تھا تو آپ نے یہ حدیث مبارک مجھ سے بیان کی۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگِ احزاب کے موقعہ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تحفہ عطا فرمایا تھا آپ ارشاد فرما ہی رہے تھے کہ آپ پر وجد وحال کی کیفیت طاری ہوگئی اور پھر آپ کی کیفیت و حالت مجھ پر بھی اثر انداز ہوگئی اور میں بھی آپ کے ساتھ آہ وزاری کرنے لگا اور دنیا ہماری نظروں سے اس قدر حقیر ہوگئی کہ ہم نے دنیا کی محبت کو اپنے دلوں سے بالکل ہی نکال دیا۔

قال الشیخ العطار فی کتابه مظهر الصفات کنت عند شیخی و سندی الشیخ النجم الدین الکبریٰ قدس سره فحدثنی هذا الحدیث فغلب علیه الوجد الحال القویٰ فبکیت معه فحقرت الدنیا اعیننا وقطعنا حب الدنیا عن قلوبنا۔

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۹۵)

اہل باطن اور اہل ظواہر کا فرق

یہی فرق ہے اہل باطن اور ظاہر بینوں کا اہل باطن ہر واقعہ کا دل کی آنکھوں سے بھی مشاہدہ کر لیتے ہیں جبکہ اہل ظاہر اسے پہلے تو عقلِ ناقص کے ترازو پر وزن کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنے ہی بنائے ہوئے معیار اسناد پر جانچنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس طریقۂ کار پر وہ خود بھی مکمل طور پر مطمئن نہیں ہوتے۔

چونکہ اس مقام پر ہمیں ہر قسم کی مباحث سے الگ تھلگ رہ کر محض زور یداللہی کے چند مناظر قارئین کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہیں اس لئے پھر اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ جنگِ احزاب میں جرأت وجوان مردی کا بے مثال مظاہرہ کرنے کے سلسلہ میں تاجدار اولیاء شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مزید کون کون سے تمغہ ہائے جرأت بارگاہِ خدا اور رسول سے حاصل ہوئے۔

دوسرا تمغہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جرأت حیدری پر جو دوسرا تمغہ عطا فرمایا اس کا ذکر قرآن مجید فرقان حمید میں اس طرح آتا ہے۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ط

(سورۃ احزاب آیت ۲۵)

یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگِ احزاب میں مؤمنین کولڑائی کی کفایت فرمادی جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اس معرکہ میں کفارِ عرب ابوسفیان کی قیادت میں زبردست تیاری کر کے آئے تھے مگر جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عمرو بن عبدود کو قتل کر دیا تو ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان پر آندھی کا ایسا زبردست طوفان مسلط کر دیا جس سے ان کے حواس قطعی طور پر ساتھ چھوڑ گئے ان کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں ان کے گھوڑے جدھر جی چاہا بھاگ اُٹھے حتیٰ کہ گرد وغبار کی شدت نے وقتی طور پر ان کی آنکھوں کو بینائی سے بھی محروم کر دیا اور پھر انہیں اسی میں عافیت نظر آئی کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس علاقہ سے نکل بھاگیں اور یوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو بغیر باقاعدہ طور پر قتال کے فتح نصیب فرمائی۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ نے ان دونوں صورتوں کو ہی بیان کر دیا ہے۔

(۱) مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو ابن عبدود اور اس کے بیٹے کو قتل کر کے کفار کے حوصلے پست کر دیئے اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قتال سے بچالیا۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے بعد کفار پر تیز آندھی مسلط فرمادی جس کی شدت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے وہ ہی محاصرہ توڑ کر دیوانوں کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے۔

ابن مسعود کا قول

پہلی وجہ یعنی صورت نمبر ایک کے متعلق خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی حاتم ابن مردویہ اور ابن عساکر بیان کرتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب یہ آیت وکفی اللہ المومنین القتال تلاوت فرماتے تو آخر پر فرماتے ہیں بعلی بن ابی طالب یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے جنگ کرنے سے بچالیا۔

واخرج ابن ابی حاتم و ابن مردویہ و ابن عساکر
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یقرا ھذا الحرف
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یقرا ھذا الحرف
وا کفی اللہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب۔

(تفسیر در منثور ج ۵ ص ۱۹۲) (ینابیع المودۃ جلد اول ص ۹۴)

سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ حبر الامت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی اس آیت کریمہ کو تلاوت فرماتے تو آپ بھی ساتھ ہی یہ جملہ ادا فرماتے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے چنانچہ عبدالکریم خطیب مشہور مورخ اور محدث علامہ جاحظ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں کہ

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگِ احزاب میں حضرت علی کی وجہ سے جنگ وجدال سے بچالیا۔

وقال ابن عباس فی قوله تعاولیٰ ''وکفی الله المو منین القتال بعلی بن ابی طالب۔

(رسائل الجاحظ ص ۶۰ علی ابن ابی طالب مؤلفہ عبدالکریم خطیب ص ۱۴۵ نورالابصار ص ۹۸)

عبد اللّٰہ ابن مسعود رضی اله تعالیٰ عنهٗ بر خواست و بر خواند که وکفی اللّٰه المؤ منین القتال بعلی وکان الله عزیزاً حکیماً۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳۰)

یہ شان ہے مولا مرتضیٰ، مشکلشاء علیہ السلام کی آپ کو ہر جنگ میں جرأت و بہادری کی مثال قائم کرنے کے لئے وہ بیش بہا مواقع نصیب ہوئے جو کسی دُوسرے کے حصے میں نہیں آئے۔ دُنیا میں محاذِ جنگ پر بہادری کے کارنامے دِکھانے والوں کو بھی سربراہانِ مملکت کی طرف سے تمغے دیئے جاتے ہیں انہیں بڑے بڑے اعزازات سے نوازا جاتا ہے مگر دُنیا میں کون ایسا ہے جسے معیّن ومخصوص کر کے اللہ اور اُس کا رسول تمغات واعزازات عطا فرمائیں۔

خالقِ کائنات کی طرف سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جنگِ بدر کے موقع پر جن جن اعزازات سے نوازا گیا اُن کی تفصیل آپ سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں اُن میں ایک اعزاز یہ بھی تھا۔

هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصۡرِهٖ وَ بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۶۲﴾

یعنی اے محبوب ! اللہ تبارک وتعالیٰ کی وہی ذات پاک ہے جس نے آپ کو اپنی اور مسلمانوں کی مدد کا زور عطا فرمایا۔

(سورۃ الانفال آیت ۶۲)

اور پھر سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِس کی وضاحت بھی فرمادی کہ اِس سے مُراد زورِ یدُ اللّٰہی اور قوت اسدُ اللّٰہی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا بھی تو یہی تھی کہ یا اللہ ! تُو نے مُوسیٰ علیہ السلام کی امداد کے لئے اُس کے بھائی ہارون کو مقرر فرمایا اور میری امداد کے لئے میرے برادر علی کو مقرر فرما، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دُعا کس طرح مُسترد ہوسکتی ہے اُسے تو بہر حال قبول ہونا تھا اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خدا تعالیٰ سے کچھ طلب کرنا بھی تو منشاء ایزدی کے مطابق ہی تھا کیونکہ آپ اپنی مرضی سے تو کچھ بولتے ہی نہ تھے اور پھر یہ دُعا تو آپ نے نُصرتِ حیدری کا مُشاہدہ کر کے مانگی تھی۔

حضرت علامہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ اور بے مثال تالیف مُبارکہ "کتاب الشفاء" میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معراج مبارکہ کے باب میں نقل فرماتے ہیں کہ۔

ابن قانع قاضی، ابی الحمراء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ معراج کی رات کو جب ہم نے آسمانوں سے گذر کر عرش کی طرف سفر کا آغاز فرمایا تو عرش کے اُوپر لکھا ہوا دیکھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور یہ کہ میں نے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو علی کے ساتھ نصرت و امداد دی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

روی ابن قانع القاضی عن ابی الحمراء قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لما أسری بی الی السمآء اذا علی العرش مکتوب (لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ) ایدتہ بعلی۔

(کتاب الشفاء مطبوعہ مصر عربی صفحہ ۵۲) (کتاب الشفاء اُردو ترجمہ صفحہ ۱۵۵)

(ینابیع المودۃ صفحہ ۹۵) (نسیم الریاض شرح شفاء جلد اول صفحہ ۲۱۲)

اسی طرح زیر آیت هُوَ الَّذِیٓ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ حلیۃ الاولیاء کی یہ روایت آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے عرش کے اُوپر لکھا ہوا ملاحظہ فرمایا کہ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے بندے اور رسول ہیں میں نے انہیں علی ابن ابی طالب کے ساتھ مدد اور نصرت فرمائی۔

قال رأیت مکتوباً علی العرش لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ محمد عبدی ورسولی ایدتہ ونصرتہ بعلی ابن ابی طالب۔

(حوالہ کے لئے دیکھیں عنوان "جنگ بدر اور حیدرِ کرار")

اِس ضمن میں اور بھی بہت کچھ پیش کیا جا سکتا ہے تاہم بخوف طوالت دیگر کئی روایات کو قلم انداز کرتے ہوئے، اب اُن چند اعزازات کا ذکر کیا جاتا ہے جو عمرو ابن عبدود کے قتل کے سلسلہ میں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب حیدرِ کرار علی المرتضیٰ مشکلکشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمائے۔

اعزاز نمبر ۱

اِس کے متعلق ہم مختصر عرض کر چکے ہیں کہ جب جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرو ابن عبدود کے مقابلہ کے لئے تشریف لے گئے تو حضور خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"سارا ایمان سارے شرک کے ساتھ ٹکرا گیا"

بعض روایات میں ایمان کی بجائے "اسلام" کا لفظ بھی آیا ہے یعنی یہ کل ایمان کی کُل شرک کے ساتھ جنگ ہے۔

ویروی أن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حین رأی علیاً وقد اسرنحم عمرو بن عبد ود قال ! "الآن برزا الاسلام کله للشرک کُلہ۔"

(علی ابن ابی طالب صفحہ ۱۴۵)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کُل ایمان یا کُل اسلام کے لقب سے ملقب فرمانا اور عمرو بن عبدود کو کُل مشرک کے نام سے موسوم کرنا غیر معمولی بھی ہے اور نا قابلِ تردید حقیقت بھی۔

ہم نے اہلِ ظواہر اور خوارج وغیرہ کی متعدد ایسی تحریریں بھی دیکھی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ انہیں تاجدارِ انبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان انتہائی ناگوار گذرا ہے ان ناعاقبت اندیش مبغوض لوگوں نے اس روایت کی اسناد کو کمزور بتانے کے ساتھ ساتھ منطقی طور پر بھی ناقابلِ یقین اور وضعی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ اس حقیقت کو جھٹلانے میں بھی قطعی طور پر ناکام ہوئے ہیں اور اپنے ایمان کا بھی جنازہ نکلوا بیٹھے ہیں۔

چونکہ اس قسم کی متنازعہ فیہ روایات پر مکمل ترین بحث کے لئے ہم نے پورا باب مختص کیا ہوا ہے اس لئے یہاں صرف چند منطقی دلائل پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی دلیل ! یہ ہے کہ کفار کے پورے لشکر میں ایک شخص بھی عمرو بن عبدود کی ٹکر کا بہادر موجود نہیں تھا اور اگر ہوتا تو وہ بھی ان دونوں باپ بیٹے کی طرح خندق عبور کر کے مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آجاتا لہٰذا ابوسفیان کی فتح و شکست کا مکمل طور پر انحصار صرف اور صرف عمرو ابن عبدود پر تھا اور اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اصولِ جنگ کے مطابق سب سے پہلے ایک شخص کو ایک شخص سے مقابلہ کرنا تھا اگر عمرو خدا نخواستہ اسلام کے چند جانبازوں کو میدان جنگ میں بلا کر شہید کر دیتا تو پھر مسلمانوں کا جنگ احد سے بھی زیادہ نقصان ہونے کا احتمال تھا کیونکہ یہاں جبل احد جیسی قدرتی فصیل قائم نہیں تھی صرف ایسی خندق تھی جسے اس وقت عبور کر لینا مشکل نہیں تھا جب اہل اسلام کی توجہ اس طرف سے ہٹ کر عمرو سے نبرد آزما ہونے کی طرف مبذول ہوتی،

عن ابی مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہُ قال لما برز علی ابی عمرو بن عبدود قال النبی صلی اللہ علیہ آلہ سلم برز الا یمان

کله الی الشرک کله فلما قتله قال البشر یاعلی فلو وزن عملک
الیوم بعمل امتی لرجح عملک بعملهم۔

دوسری دلیل ! یہ ہے کہ اگر کفار اپنی جنگی قوت کا مظاہرہ کئے بغیر محض خوفناک آندھی کی وجہ سے میدان جنگ کو چھوڑ کر فرار ہو جاتے تو اسے مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تو کہا جا سکتا تھا مگر واضح فتح کا نام نہیں دیا جا سکتا تھا اور اس سے کفار کے حوصلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پست نہ ہوتے بلکہ اسے وہ ایک عام حادثہ قرار دے کر دوبارہ اپنی قوت کو مجمع کر کے حملہ آور ہونے کی کوشش ضرور کرتے خواہ پھر بھی انہیں شکست سے ہی دوچار ہونا پڑتا۔

تیسری دلیل ! یہ ہے کہ اگر عمرو ابن عبدود کے بار بار ھل من مبارز پکارنے پر لشکرِ اسلام سے کوئی بھی اس کے مقابلہ میں نہ جاتا تو یہ براہ راست اہل اسلام کو واضح شکست کے مترادف تھا خواہ وہ بغیر لڑے ہی میدان میں للکار للکار کر واپس چلا جاتا۔

چوتھی دلیل ! یہ ہے کہ عمرو فی الواقع ایک کوہ گراں تھا جسے تسخیر کر لینا ہر شخص کا کام نہیں تھا خود امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی موقع پر حضور کی خدمت میں ایک واقع عرض کیا تھا کہ کس طرح اکیلے عمرو نے ایک ہزار بہادر لیٹروں کے ساتھ مقابلہ کر کے فتح حاصل کی تھی۔

پانچویں دلیل ! یہ ہے کہ لشکرِ اسلام میں سے کوئی کوئی شخص بھی اس کے بار بار للکارنے کے باوجود اس کے مقابلے کے لئے جانے کو تیار نہ تھا چنانچہ سیرت کی کتابوں میں آتا ہے کہ جب عمرو ابن عبدود بار بار مقابلہ کی دعوت دے رہا تھا تو سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے کسی شخص نے بھی نہ تو اس کا چیلنج قبول کیا اور نہ ہی اٹھا۔

وروی سھیلی عن ابن اسحٰق ابن عمرو دعا المسلمین للمبارزۃ
و عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا مر ثلاث
مرات ولا یقول الا علی کرم اللہ وجھہ الکریم۔
(حاشیہ تاریخ کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۱۲۴ معارج النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۹)

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجمعین می گفت روزے بہمراہی طائفہ از قریش کہ عمرو بن عبدود درمیان ایشاں بود بر ہم تجارت با مال بسیار عزیمت شام کردہ بودیم کہ ناگاہ قریب ہزار کس از قاطعان طریق بر ما سر راہ برگرفتند اہل کارواں از مال بلکہ جان و دل برکندند دریں اثناء عمرو عبدود تیغ از نیام برکشید و مانند شیر ژیان و پیل دمان برمخالفاں حملہ آورد آں جماعت بمجرد توجہ او بایشاں روئے بہزیمت آوردند و راہ فرار پیش گرفتند۔
(معارج النبوۃ رکن چہارم ص ۱۲۸)

ان حالات میں اگر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کو ایمان کُل اور اسلام کل نہ کہا جاتا تو کیا کہا جاتا
ہم گم کردہ راہ منطق دانوں پر سوال کرتے ہیں کہ اگر علی بھی اس وقت خاموشی سے بیٹھے رہتے تو اسلام کا وقار
خطرے میں تھا یا نہیں؟

ایسی قوم جسے ساری کائنات ارضی پر ایک فاتح قول کی حیثیت سے نمودار ہونا تھا وہ اپنے سپہ سالار
اعظم کی موجودگی ہی میں اعتراف شکست کر لیتی تو تاریخ اسلام کی تابندگی کا کون اعتراف کرتا۔

اپنی ناقص عقل کے ترازو پر مقاماتِ علی کو وزن کرنے والو یہ تو سوچو کہ خود سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ
وسلم بھی عمرو ابن عبدود کی شجاعت اور بہادری کو پورے طور پر جانتے تھے یہی وجہ تھی کہ جب علی کرم اللہ وجہہ
الکریم اس سے مقابلے کے لئے اجازت طلب کرتے تو آپ فرماتے علی بیٹھ جاؤ یہ عمرو ابن عبدود ہے۔

اندازہ تو کرو کہ یہ مقابلہ کس قدر شدید اور کس قدر اہم تھا دیوانو! علی نے تو اس کا مقابلہ کر کے اسلام
کو وہ شوکت عطا فرمائی ہے جو لوح تاریخ پر تا ابد الآباد چمکتی رہے گی حقیقت یہ ہے کہ اس وقت عمرو ابن عدود کی
فتح پورے شرکستان کی فتح اور اس کی شکست پورے شرکستان کی شکست اور ہزیمت تھی اور اس کے ساتھ ہی
ساتھ جناب حیدر کرار کی فتح پورے ایمان اور اسلام کی فتح اور کامرانی کے مترادف تھی۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے علی کو مکمل ایمان اور عمرو کو مکمل کفر اور شرک کے نام سے موسوم کیا نادانو! کیا
تمہاری ناتمام عقلیں اور فرسودہ اذہان عقل رسالت کا مقابلہ کر سکتی ہیں؟ اور پھر علی کے پورا ایمان اور پورا اس
سلام ہونے پر تو سینکڑوں دیگر شہادتیں بھی دامانِ احادیث رسول میں موجود ہیں۔

دربارِ مصطفیٰ سے دوسرا اعزاز

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ جب عمرو ابن عبدود اور اس کے بیٹے کو قتل کرنے کے بعد قطرات
خون ٹپکاتی ہوئی تلوار سمیت سپہ سالار اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر
ہوئے تو آپ نے بے پناہ مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

علی کا یوم خندق میں جنگ کرنا میری تمام اُمت کے قیامت تک کے اعمال سے بہتر ہے۔

لمبارزة علی بن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی
الی یوم القیامة۔

جناب مولا مشکل کشا علیہ السلام کے متعلق حضور علیہ الصلوٰة والسلام کے اگر اس ایک فرمان کو ہی
پیش نظر رکھ لیا جائے تو دشمنان حیدر کرار آپ کی شان میں کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب جرم نہیں کر سکتے مگر جس
کی قسمت میں ازلی شقاوت ہے اسے کون تبدیل کر سکتا ہے۔

بہر حال مندرجہ بالا روایت بعض کتب میں اس طرح ہے کہ،

علی کی یوم خندق کی ایک ضرب میری اُمت کے قیامت تک کے اعمال سے افضل ہے۔

عن حذیفة رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ ضر بة علی فی یوم الخندق افضل من اعمال أُمتی الی یوم القیامة۔

(مقتل خوارزمی ص ۴۵۔ ینابیع المودة ص ۹۵)

روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متذکرہ بالا اعزاز جناب حیدرِ کرار کو عطا فرمایا تو جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں نے اُٹھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سرِ اقدس کو چوم لیا۔

دربارِ مصطفیٰ سے تیسرا اعزاز

ان کے علاوہ جب سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خارا شگاف ذوالفقار نے عمرو ابن عبدود کو واصل جہنم کر کے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متبسم ہو کر فرمایا یا علی تمہیں بشارت ہو کہ اگر آج کے تمہارے اس عمل کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تمام اُمت کے اعمال سے وزن کیا جائے تو تمہارا عمل پھر بھی زیادہ وزنی ہوگا۔

قال البشر یا علی فلو وزن الیوم عملک بعمل امة محمد لرجح عملک بعملهم۔

(ینابیع المودة ص ۹۶)

دربارِ مصطفیٰ سے چوتھا اعزاز

علاوہ ازیں تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اس جرأت و بہادری کا

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم روز در بارہ امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ چنین فرمود کہ مبارزة علی ابن ابی طالب یوم الخندق افضل من اعمال اُمتی الی یوم القیامة۔ یعنی مبارزت علی در روز خندق فاضل تر است از اعمالِ اُمت من تا بروز قیامت و امیر المومنین ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس بودند کہ وے درآمد ہر دو ہر خاستند و فرق مبارک را بوسیدند۔

(معارج النبوة ج ۴ ص ۱۳۰)

ایک تمغہ یہ بھی عطا فرمایا کہ۔

علی کی عمرو بن عبدود کو قتل کرنے کی نیکی جنوں اور انسانوں کے اعمال سے افضل ہے۔

وذکر بعضهم ان النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم عند ذالک قال قتل علی لعمرو بن عبدود افضل من عبادة قلین۔

(سیرت طیبہ ج ۲ ص ۶۴۲)

خوارج کا اعتراض

جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے والے ان اعزازات میں آخری اعزاز پر اعتراضات کا دائرہ عمل نسبتاً وسیع ہو جاتا ہے اور خارجی اپنے پیش روؤں کی پیدا کردہ منطقی تاویلوں میں استہزاء و تمسخر کی مزید رنگ آمیزیاں کر کے عوام الناس کو گمراہ اور تباہ کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر رہے ہیں۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ شانِ حیدر کرارؓ میں پیش کی جانے والی متنازعہ فیہ عبارات پر بحث کے لئے ہم نے ایک مستقل باب لکھا ہے اور بحمد اللہ تعالیٰ اس باب میں ان تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔

یہاں ہم اپنے قارئین پر صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ خارجیوں نے اس روایت پر اعتراضات کے لئے جو تانا بانا تیار کیا ہے اُس کی ابتداء اُن کے آقائے نعمت ابن تیمیہ نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب منہاج السنۃ میں اس طرح کی ہے۔

وہذا من الاحادیث الموضوعة التی لم تروفی شیء من الکتب التی یعتمد علیها ولا بسند ضعیف وکیف یکون قتل کافر افضل من عبادة الثقلین الانس والجن ومنهم الانبیاء قال بل ان عمرو ابن عبه وہذا لم یعرف له ذکر الا فی ہذه الغزوة۔

(منہاج السنۃ ابن تیمیہ)

اور یہ روایت اُن موضوع احادیث میں سے ہے جنہیں معتبر کتب نے بیان ہی نہیں کیا اور نہ ہی یہ کسی ضعیف سند سے ثابت ہوتی ہے اور یہ کیسے دُرست اور ممکن ہے کہ ایک کافر کو قتل کرنے کی نیکی ثقلین کی یعنی جنوں اور انسانوں کی عبادت سے افضل قرار پائے جبکہ ان میں انبیاء بھی شامل ہیں بلکہ عمرو ابن عبدود کا تو سوائے اس جنگ کے کہیں ذکر ہی موجود نہیں اور نہ ہی اُسے کوئی جانتا ہے۔

ابن تیمیہ خود بھی ابتداء میں اس روایت کو شیعوں کی من گھڑت اور وضع قرار دیتا ہے اور اُس کی ذُریت نے تو اُس پر ایسی ایسی حاشیہ آرائیاں کی ہیں کہ پناہ بخدا خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں پر اس شدت سے دیوانگی کے دورے کیوں پڑتے ہیں اور ان کی بصارت و بصیرت پر تعصب کے پردوں کی تہیں دو بیز سے دبیز تر کیوں ہوتی ہیں کہ انہیں سوائے اپنے باپ داداؤں کی من گھڑت تاویلات کے کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

حالانکہ تواریخ وسیر کی ثقہ ترین کُتب میں عمرو بن عبدود کے متعلق بالوضاحت تحریر ہے کہ وہ جنگِ بدر میں بھی کفار ومشرکین مکہ کے ساتھ تھا اور زخمی ہونے کی وجہ سے اپنی قوت کے جوہر نہ دکھا سکا لیکن رویات کو کمزور کرنے کے لئے اس قدر ڈھٹائی سے کام لینا کہ جنگِ احزاب کے علاوہ اُس کا کہیں تذکرہ ہی موجود نہیں انہی کا کام ہوسکتا ہے جو پورے طور پر ابلیس شکنجے میں جکڑے ہوئے ہیں۔

بہر حال جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اس روایت کی ثقاہت کے بارے میں پوری تفصیل مباحث کے باب میں ملاحظہ فرمائیں۔

یہاں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو کوئی اعزاز عطا فرمادیں تو کوئی دوسرا انہیں چھین سکتا ہے یا نہیں؟

اگر جواب نفی میں ہو ہے تو دشمنانِ حیدر کرار کو شرم آنی چاہیئے کیونکہ جناب علی علیہ السلام کو بارگاہِ خدا ورسول سے ملنے والے اعزازات وانعامات نہ تو قلم کے زور سے چھینے جاسکتے ہیں اور نہ ہی منطقی تاویلیں اُنہیں واپس لینے پر قادر ہوسکتی ہیں۔

انعام یافتہ کی گواہی

اگرچہ قارئین کرام جناب شیرِ خدا غالبِ علی کل غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خداوندی سے ملنے والے تمغات اور دربار رسول سے ملنے والے اعزازات کے متعلق بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ شانِ مرتضائی کی رفعتوں کو دیکھ کر چیں بجبیں ہونے والے لوگ کس کس طریقہ سے رویات کو کمزور کرنے کے لئے زور صرف کرتے ہیں لہٰذا اس مقام پر سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا
کئے جاؤ میخوارو کام اپنا اپنا

تاہم آخر میں خود جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ضمن میں چند اشعار پیش کرنے کی

سعادت حاصل کی جاتی ہے جن میں آپ نے غزوۂ احزاب میں ملنے والے عظیم ترین انعامات کا انتہائی غیر محسوس طریقہ سے واضح ترین ذکر فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

تمام تعریفیں اس اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں جو فضل فرمانے والا اور جمیل ہے وہ اللہ تعالیٰ جو تمام نعمت کرنے والا اور بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔

اس خداوند قدوس کا شکر ہے جس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت وتائید فرما کر جاہل سرکشوں پر قابو حاصل کرنے کی توفیق بخشی۔

اگر چہ میں اپنی زبان کی پوری قوت بھی صرف کروں تو میں ان بے شمار ملنے والی نعمتوں کو بیان نہیں کرسکتا جنہیں میں اپنی کوشش سے حاصل نہیں کرسکتا تھا۔

خدا کی قسم! اس صبح مجھ پر ہونے والے اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ظاہر ہوگیا خواہ میں کچھ طلب کروں یا نہ کروں۔

گروہ کفار نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فوج اور آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حاصل ہونے والی نصرت وامداد کا مشاہدہ کرلیا ہے جس میں غور کرنے والے کے لئے نصیحت ہے خواہ وہ عقلمند ہو یا نا سمجھ۔ عمرو ابن عبدود نے جب اپنی بات پر اڑنے کی کوشش کی تو جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے مخاطب کرکے فرمایا۔

اے عمرا بن عبدود تو ایک ایسا بہادر سوار ملا ہے جو بار بار جنگ میں پیش قدمی کرتا ہے۔

مگر وہ سوار تجھے ہدایت اور شرائع اسلام کی طرف بلا کر خدا کے دین کی امداد کرنے کی دعوت دیتا ہے جو آل ہاشم کے لوگوں سے ہے ہم وہ لوگ ہیں جو مہذب شریف النفس اور صاحب تاج کرامت ہیں اور ہم وہ ہیں جن کی روشنی غالب آنے والی اور عالمگیر ہے۔

اور تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں اس ہندی شمشیر براں کے ذریعے سے جس کی دھار انتہائی باریک ہے اور یہ آبدار قاطع شمشیر پشت کی ہڈیوں کو کاٹنے والی ہے۔

اور ہم میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے ہیں کہ آپ جبین اقدس اس طرح چمکتی ہے جس طرح بادل کے درمیان آفتاب چمکتا ہے۔

الحمد لله الجميل المفضل
المسبغ المو لی العطاء الجدل
شكر علیٰ تمكينه لرسوله
بالنصر علی الغوۃ الجهل

كم نعمة لا استطيع بلو غها
جهدا ولو اعملت طاقة المقول
لله اصبح فضله متظا هرًا
منه على سئا لت ام لم اسئل
قد عائن الا حزاب من تائيده
جند النبي و ذي البيان المرسل
ما فيه مو عظة لكل مفكر
ان كان ذاعقل وان لم يعقل

(دیوانِ علی علیہ السلام ص ۱۳۵)

اور خدا ہی اپنے دین اور پیغمبر کا مددگار ہے اور پیش قدمی کرنے والے توحید پرست کا حامی و ناصر ہے۔ قریش اور تمام شعوب وقبائل والے لوگ اچھی طرح جانتے ہیں اور اس امر پر گواہ ہیں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جو میرا ہمسر اور قائم مقام ہو،

عمرو قد لا قيت فارس بهمة
عند اللقاء معاو د الا قدام
من آل ہا شم من سنا ئ باہر
ومهذ بين متو جين كرام
يد عوا لى دين الا له و نصره
والى الهدىٰ و شرا ئع الا سلام
بمهندٍ عضبٍ رقيق حدّهٗ
ذی رو نق يفری الفقار حسام
و محمد فينا كان جبينه
شمس تجلت من خلال غمام
والله نا صر دينه و نبيه

شهدات قریش و القبائل کلها

ان لیس فیها من یقوم مقامی

(دیوان علی علیہ السلام ص ۱۶۹)

بن عبدود کی ہلاکت کے بعد

جناب حیدر کرار سیدنا علی علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کا سر قلم کرنے کے بعد فرمایا کیا سوار مجھ پر اس طرح حملہ آور ہوں گے؟ اے میرے ساتھیو! ان کو مجھ سے اور دوسرے مسلمانوں سے پیچھے ہٹا دو آج میری غیرت اور کھوپڑی تک پہنچنے والی اور نہ چاٹنے والی میری تلوار بھاگنے سے روگئی ہے حملہ کرنے والے ابن عبدود نے قسم کھائی ہے اور لوگوں نے اس کاذب کے حلفیہ بیان کو سنا ہے کہ وہ نہ اسلام قبول کرے گا اور میں نے قسم کھائی ہے اور پھر ہم دونوں پوری قوت سے ٹکرا گئے اور پورے طور پر لڑے اور پھر میں نے اسے ریگزاروں میں چٹانوں کے درمیان درخت کے تنا کی طرح کٹا ہوا پایا تو میں رک گیا اور اسے برہنہ کرنے سے باز رہا لیکن اگر میں شکست کھا جاتا تو وہ کپڑے بزدل چھین لیتا

ابن عبدود اپنی ناقص عقل کی وجہ سے پتھروں کو پوجتا رہا اور میں صائب الرائے اور صاحب شعور ہونے کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رب جل وعلا کی پرستش کرتا رہا۔

ابن عبدود نے جب میری خارا شگاف تلوار کو حرکت میں دیکھا تو اسے معلوم ہو گیا کہ یہ محاربہ کھیل تماشہ نہیں۔

ابن عبدود کو میں نے مصقالوہے کی پاکیزہ تلوار سے اس وقت قتل کیا جب اس نے بغاوت کی۔

اے گروہ کفار! خدائے رحمن کے متعلق یہ گمان نہ کرو کہ وہ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نظر انداز کردے گا۔

باب

غزوہ بنی قریظہ اور حیدرِ کرّار علیہ السلام

پس منظر

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں یہودیوں کی بدعہدی کے متعلق ایک واقعہ بیان کر چکے ہیں ایسے ہی یہودیوں نے اپنی شیطنت اور فطری جبلت کا مظاہرہ کرتے ہوئے متعدد بار دیگر بھی کئی ایک بدعہدیاں کیں حتیٰ کہ غزوۂ احزاب میں بھی مشرکینِ مکہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف متعدد قسم کی ناپاک سازشیں کیں۔

سپہ سالارِ اعظم تاجدارِ عرب وعجم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوۂ احزاب سے کامیاب وکامران ہو کر مع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مدینہ منورہ میں واپس تشریف لے آئے اور سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے تو آپ نے اسلحہ وغیرہ اُتار کر غسل فرمایا اور ظہر کی نماز ادا فرمائی۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ واپسی پر اُم المومنین سیّدہ عائشہ الصدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ میں تھے کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یارسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے اسلحہ وغیرہ اُتار بھی دیا ہے حالانکہ فرشتوں نے ابھی تک اپنا اسلحہ نہیں اُتارا۔ لہٰذا آپ تیاری فرمایئے اور یہودیوں سے ان کی بدعہدیوں کا بدلہ لیں۔ چنانچہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسی وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر یہودانِ بنو نضیر کی طرف روانہ فرمادیا اور اُن کے عقب میں چلنے کی خود بھی تیاری شروع فرمادی۔

مواہب اللدنیہ وغیرہ میں ہے کہ آپ نے مقدمہ کے طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو علم عطا فرما کر یہودانِ بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمایا اور پھر بہ نفسِ نفیس خود بھی تین ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکرِ اسلام کے ساتھ یہودیوں کی بستی کا محاصرہ کرلیا۔

لما رجع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وضع السلاح
واغتسل اتاہ جبریل فقال قد وضعت السلاح واللّٰہ ما وضعنا
اخرج الیہود واشار الی بنی قریظہ فانی عامد الیہم فمزلزل
بہم الحصون ثم رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم موذنا
فاذن فی الناس من کان سامعا مطیعا فلا یصلین العصر الا فی
بنی قریظہ وبعث منادیا ینادی یاخیل اللّٰہ ارکبی

وبعث علياً رضی اللہ عنه علی المقدمة ثم سار فی المسلمین وهم ثلاثه آلاف والخیل ستة وثلاثون فرساوحاصرهم علیه الصلوٰة والسلام خمس وعشرین لیلة۔

(انوار محمدیہ من المواہب اللدنیہ مطبوعہ مصر ۸۷)

سیرت حلبیہ میں ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ خندق (احزاب) سے واپس تشریف لائے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عَلم عطا فرما کر ''بنو قریظہ'' کی طرف روانہ فرمادیا۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ گھر تشریف لانے سے پہلے ہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پرچم عطا فرمایا اور بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمادیا۔

وقدم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجهه الکریم وجهه برأیته الی بنی قریظه ، ای وفی روایة دفع الیه لوائه علی حاله لم یحل من مرجعه من الخندق ومر صلی اللہ علیه وآله وسلم بنفرض بنی النجار قد بسو السلاح۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۶۵۹)

حضور کہاں تھے ؟

سیرت کی مشہور کتاب ''معارج النبوت'' میں بھی یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ موجود ہے کہ چنانچہ ملا مُعین کاشفی یہ روایت مزید بیان فرماتے ہیں کہ جب جبریل امین علیہ السلام نے یہودیوں کی بستی پر حملہ کرنے کے لئے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو آپ اس وقت خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف فرما تھے۔

اور یہی روایت درست اور قرینِ صحت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ثقہ روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت شریفہ ہی یہ تھی کہ آپ جب بھی کسی سفر یا غزوہ وغیرہ سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنی عزت مآب صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے دولت کدہ پر تشریف لاتے۔

چنانچہ صاحب معارج النبوۃ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت سیدۃ النساء العالمین، شہزادی کونین سیدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے بیت الشرف میں تشریف فرما تھے اور غسل مبارک فرمانے کے بعد آپ نے ظہر

کی نماز ادا فرمائی اور خود کو معطر فرمانے کے لئے وہ انگیٹھی طلب فرمائی جس میں خوشبوئیں وغیرہ سلگائی جاتی ہیں اور پھر آپ نے سفید براق دستار مبارک سرِ انور پر باندھی اِسی اثناء میں ایک ناقہ سوار نے حاضر ہو کر گزارش کی کہ یا محمد صلی اللہ علیک وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے، آپ نے خود کو غیر مسلح فرمالیا ہے حالانکہ ملائکہ ابھی تک مسلح حالت میں ہیں۔

آپ بھی جلدی سے دوبارہ اسلحہ زیب تن فرمالیں اور بنو قریظہ کی طرف متوجہ ہو جائیں خدا کی قسم میں اُن کی طرف جا رہا ہوں تاکہ میں اُن کے قلعہ کو اس طرح توڑ کر ریزہ ریزہ کر دوں جس طرح مرغی کا انڈہ پتھر سے پاش پاش کر دیا جاتا ہے۔

یہ خبر سُنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا تعظیماً وتکریماً میں منادی کر دیں کہ اے لشکرِ خدا اپنی سواریوں پر سوار ہو جا اور جو مطیع وسمیع یعنی فرماں بردار اور اطاعت گزار ہے وہ عصر کی نماز مدینہ منورہ کی بجائے بنو قریظہ کی بستی میں پڑھے۔

حضرت علی کی روانگی

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے تاجدارِ ہل اَتیٰ شیر سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو طلب فرمایا اور اُن کو پرچمِ اسلام تفویض فرما کر ہراول کے طور پر بنو قریظہ کی طرف روانہ فرمادیا۔

اور خود زرہ مبارک زیب بدن فرمائی ڈھال مبارک کو شانۂ اقدس پر لٹکایا اور دست ید اللہ میں نیزہ

بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہما آنکہ درخانۂ فاطمہؓ بود بعد از غسل نماز پیشین ادا کردہ مجمر طلبیہ تا خود را معطر مطیب ساز دوستار سفید از استبرق برسر بستہ بود وبر شترے سوار گفت یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے از تو عفو کناد کہ سلاح از خود باز کردی وحال آنکہ ملائکہ ہنوز سلاح از خود باز نہ کردہ اند زود برخیز وسلاح پوش وبجانب بنی قریظہ متوجہ شو۔ واللہ کہ من می روم تا قلعہ ایشاں را بکوبم وخود گردانم چنانکہ بیضۂ مرغ را بر سنگ پس حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلالؓ را طلبید وذموری کہ تاندا کرد در مدینہ کہ یا خلیل اللہ سوار شوید کہ ہر سمیع ومطیع است یعنی فرمانبردار نماز دیگر نگذارد مگر در بنی قریظہ وعلی کرم اللہ وجہہ را طلب کرد وعلم بدست او داد وے را از پیش فرستاد وخود زرہ پوشید سپر بردوش کشید ونیزہ در دست گرفتہ بر اسپ خود طیفا سوار شد واسپ دیگر جنیبت وعبداللہ ابن مکتوم را در مدینہ خلیفہ ساخت واز عقب علی رضی اللہ عنہ روان شد۔

(معارج النبوت علامہ معین کاشفی ج ۴ ص ۱۳۶)

پکڑ کر طیفا نامی گھوڑے پر سوار ہو گئے اور دوسرے گھوڑے کو آراستہ فرما کر حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں خلیفہ مقرر فرما کر حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئے۔

شیخ محقق" فرماتے ہیں !

یہودی کانپ گئے

حضرت امیر المومنین امام الاشجعین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب ہم بنو قریظہ کے قلعہ کی فصیل کے قریب پہنچے تو قلعے کے اوپر کھڑا ایک یہودی پکار اُٹھا کہ بیشک عمرو ابن عبدود کو قتل کرنے والا علی آ گیا۔

پہلے یہودی کی یہ پکار سنی تو دوسرا یہودی چلانے لگا۔

علی نے عمرو ابن ود کو قتل کیا ہے۔

علی ہمیں شکار بنا کر چیر دینے والا ہے۔

علی ہماری باتیں ظاہر کرنے والا ہے۔

علی ہمیں غمزدہ کرنے اور مضبوط کام کرنے والا ہے

علی ہمارے بھید کو ظاہر کرنے والا اور ہمیں رسوا کرنے والا ہے۔

جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم نے ان دونوں یہودیوں کی لرزتی ہوئی آوازیں سنیں تو کہا کہ۔ تمام تعریفیں ہیں اس ذات کریم جل جلالہٗ کے لئے جس نے اسلام کا غلبہ ظاہر فرمایا اور شرک کو تباہ و برباد کیا۔

و در روایت آمدہ کہ درخانہ طیبہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا و عادت شریفہ براں رفتہ بود کہ چوں از غزوہ یا سفرے باز گشتے بخانہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آمدے و سَر مبارک اورا بوسیدے و بہر تقدیر ناگاہ مردے بیرون از خانہ سلام کرد۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم برخاست و بیرون رفت و من نیز از عقب تا در خانہ رفتم دحیہ کلبی بود کہ غبارے بر روئے و بر دندان ہائے پیش وے نشستہ و بر اشتر سفید سوار بود آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بر ردائے مبارک خویش غبار از مر روئے او پاک میکرد و باں سرور گفت چوں بخانہ درون آمد فرمود ایں جبریلؑ است۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۷۵)

غیرتِ ہاشمی

معمولی تغیرِ لفظی کے ساتھ یہ روایت متعدد کتب سیر میں موجود ہے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اسلامی پرچم کو یہودیوں کے قلعہ کی بنیاد کے قریب گاڑ دیا تو اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت بھی آپ سے ملی۔

مسلمانوں کی مسلح افواج کو آتے دیکھ کر یہودیوں نے بھی قلعہ کی فصیل پر جمع ہونا شروع کر دیا اور پھر اچانک ان ملعونوں نے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی ازواجِ مطہرات کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنا شروع کر دیئے۔

مسلمانوں نے جب ان کی خرافات کو سنا تو پہلے خاموشی اختیار کی اور پھر کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی جناب شیرِ خدا شاہِ مرداں قوتِ پروردگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوش ہائے مبارک میں جب ملعون و مردود یہودیوں کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کی جانیوالی دشنام طرازی کی آواز پڑی تو آپ کا خون کھول اٹھا غیرتِ ہاشمی جوش میں آکر فیصلہ کن مرحلے میں داخل ہو کر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے بے تاب ہو گئی۔

تاہم غالب علی کل غالب علی ابن ابی طالب نے کمال بصیرت سے کام لیتے ہوئے جوش کو ہوش پر غالب نہ آنے دیا اور پرچم اسلام کو حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حفاظت میں چھوڑ کر نہایت تیزی سے اس راستہ کی طرف روانہ ہو گئے جس سمت سے تاجدارِ انبیاء سید المرسلین اصلِ کائنات فخرِ موجودات حضور رحمتِ دوعالم نورِ مجسم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع دیگر مجاہدین اسلام کے تشریف لا رہے تھے۔

ابھی جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاہراہ پر تشریف لائے ہی تھے کی حضور رسالت پناہ علیہ التحیۃ والثناء کا رخِ انور نظر آ گیا آپ جلدی سے حضور سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ کچھ وقت کے لئے یہیں قیام فرمائیں اور خبیث یہودیوں کے قلعہ

نقل است کہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرمود کہ چوں نزدیک حصار بنی قریظہ رسیدیم شنیدم ازاں قوم کہ بالائے قلعہ بود مرا دید وندا کرد کہ قد جاءکم قاتل عمرو دیگرے گفت قتل علی عمرا وصار علی صقرا قصمھم علی ظہرا برم علی امراھتک علی سراغنہ من لقفتم الحمد للہ الذی اظہر الاسلام وقمع الشرک۔

(معارج النبوت ص ۴ ص ۱۳۷)

کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا کر کے تباہ وبرباد کر دے۔

رسول غیب دان حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار فرمایا علی کیا تم نے کچھ ایسی باتیں سنی ہیں جو ہمارے لئے تکلیف اور ایذاء کا باعث ہوں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے عرض کی ہاں یارسول اللہ ایسا ہی ہے۔

سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا علی تم کچھ غم نہ کرو جب ہم ان کے پاس پہنچیں گے تو انہیں کسی قسم کی بکواس کی جرأت نہیں ہوگی چنانچہ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے جب ملعون یہودیوں کے قلعہ کے قریب تشریف لائے تو آپ نے آتے ہی ان کو فرمایا ارے بندروں اور سؤروں کے بھائیو خدا اور رسول کے حکم سے نیچے آجاؤ۔

ایک روایت کے مطابق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کو مخاطب کر کے یہ ارشاد فرمایا ! اے بندروں اور سوروں کے بھائیو اور طاغوت کے بندو اللہ تبارک وتعالیٰ نے تو تم پر عذاب نازل فرما کر ذلیل اور رسوا کر دیا تھا اور تم مجھ کو گالیاں دیتے ہو۔

فلمادنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھه الکریم من الحصن ای و معه نضر من المھاجرین والانصار و غرز اللواء عند اصل الحصن سمع من بنی قریظة مقالة قبیحة فی حقه صلی اللہ علیه وآله وسلم ای و حق ازواجه۔

ای فسکت المسلمون قالوا السیف بیننا وبینکم فلمارا علی کرم اللہ وجھه الکریم رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مقبلاًا امرا باقتادہ الانصاری رضی اللہ عنه ان یلزم اللواء ورجع الیه رسول اللہ علیه وسلم، فقال یارسول اللہ لا

نقل است کہ چوں شاہ مرداں علم بپائے قلعہ بنی قریظہ برزمین زد یہوداں ازاب لائے حصار زبان سبب ودشنام حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکشادند وعلی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ابوقتادہ را بمحافظت رایت گذاشتہ وبرسرراہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدہ گفت یارسول اللہ نزدیک القلعہ جہود ان مرزودوباشد کہ اللہ تعالیٰ ایشاں را رسوا گرداند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ چیزے از ایشاں دربارہ من شنیدہ؟ گفت آرے آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود چوں مرا بہ بیند آں نخواند گفت چوں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحصار ایشاں نزدیک رسید فرمود یا اخوۃ القردہ والخنازیر فرود آئید بحکم خدا ورسول۔

(معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ص ۱۳۷)

علیک ان لا تد نو من هولاء الا خابث قال لعلک سمعت منهم لی اذی قال نعم یارسول اللّٰہ قال لو راونی لم یقولوا من ذالک شیئاً۔

فلما د نارسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم من حصونهم . قال یاخوان القردۃ هل اخزا کم اللّٰہ وانزل لقمة ؟ وفی روایۃ نادی بأعلی صوته نفرا من اشرافهم حتی اسمعهم وقال . اجیبوا یا اخوۃ القردۃ والخنازیر وعبدالطاغوت۔ وانما قال لهم یااخوان القردۃ والخنازیر . لان الیهود ومسخ شبأنهم قردۃ وشیرحهم خنازیر عند اعتدائهم یوم السبت بصید التمک۔

وانما قال لهم یا اخوان القردۃ والخنازیر لان الیهود مسخ شبانهم قردۃ وشیو خهم خنازیر عند عتد ائهم یوم السبت بصید السمک ۔

(سیرتِ حلبیہ مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۲۲۰)

بہرحال ! سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قرآنِ مجید میں نازل ہونے والے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کے مذہب کا ابطال اور ان کے کرتوتوں کا اظہار فرمایا تھا۔

بہرحال ! یہ بات تو بر سبیل تذکرہ ضمناً سامنے آگئی بتانا یہ تھا کہ جناب مرتضیٰ مشکل کشاء شیرِ خدا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہودیوں کی بکواس سنی تو اس سے پہلے کہ آپ انہیں ان کی خرافات کا جواب تلوار سے دیتے اس امر کو ضروری خیال فرمایا کہ جس قدر جلدی ممکن ہو سکے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر آپ کو یہودیوں کے قریب آنے سے روک دیا جائے تاکہ آپ کی شان میں کی جانے والی گستاخانہ گفتگو آپ کے لئے باعثِ آزار و تکلیف نہ ہو۔

اور میں آپ کو ان کی آوازوں سے دور رکھ کر شجاعت کے وہ جوہر دکھاؤں جو ان کی نسلوں کے لئے بھی باعثِ عبرت ہوں ان تمام امور کی نشاندھی آپ کے صرف اس ایک جملہ ہی سے ہو جاتی ہے کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ قلعہ کے قریب تشریف نہ لے جائیں حتیٰ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں ذلیل ورسوا اور تباہ و برباد کردے۔

یہودیوں کا محاصرہ

مختصر یہ کہ جب تاجدار انبیاء والمرسلین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان انسان نما شیاطین یہود کے آباؤ اجداد کے معذب ہو کر بندر اور سور بننے کے واقعہ کو یاد دلا کر انہیں اخوان القردۃ والخنازیر کہا تو یہودیوں نے آپ کے اخلاقِ کریمانہ کی آڑ لیتے ہوئے یہ تیر پھینکا کہ۔

ویقولون یا ابا القاسم ما کنت جھولا و ما کنت فاحشاء

یعنی اے ابوالقاسم آپ نے اس سے قبل تو اس قسم کی سخت اور بعید از اخلاق گفتگو کبھی نہیں فرمائی۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۶۶۰) (طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۴۲۱)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۱۹۵)

آج آپ کو کیا ہو گیا ہے حالانکہ آپ نے یہودیوں کے ساتھ پیش آنے والے درست اور صحیح واقعہ کو دہرانے پر ہی اکتفا فرمایا تھا اور اور یہ بد طینت اور بدگو یہودی خود اس سے قبل حضور رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں خرافات بک چکے تھے جو نگاہِ رسالت سے بھی پوشیدہ نہیں تھی اور تاجدار ولایت جناب شیر خدا علیہ السلام کی ناقابلِ تردید گواہی بھی اس پر موجود تھی مگر جن کے اخلاقِ حسنہ کے بدترین دشمن بھی معترف تھے اور یہ اعتراف مذکورہ بالا گفتگو میں بھی واضح طور پر موجود ہے وہ یہودیوں کے اس فقرہ سے ہی پریشان ہو گئے اور آپ پر اسی قدر حیا کا غلبہ ہوا کہ آپ کے شانہ اقدس سے روئے انور ڈھلک کر زمین پر گر پڑی اور دست اقدس سے تازیانہ نیزہ چھوٹ کر گر پڑا اور آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے۔

"از یں جہت حضرت را صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیا دست داد چند قدم باز پس گشت وگویند از عمر ایں سخن بمرتبہ متاثر گشت کہ تازیانہ در دست واشت بیفتاد ورداء از دوش مبارکش برزمین آئید۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۳۷)

بہر حال آپ چند قدم واپس تشریف لا کر رُک گئے تو آپ کی طرف سے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے دشمنانِ خدا ہم تمہارے اس قلعہ کا محاصرہ اس وقت تک نہیں توڑیں گے جب تک تم لوگ بھوک سے تڑپ تڑپ کر نہ مر جاؤ اور تم اس مکار لومڑی کی طرح رہو گے جو سوراخ سے سر باہر نہ نکال سکے۔

اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فقال لیھم یا اعداء اللہ

لا تبر حوا من حصنکم حتی تموتو اجوعا انما انتم بمنزلۃ

ثعلب فی الجحر۔

یہودیوں نے اس کے بعد کافی کوشش کی کہ کسی طرح اپنی شاطرانہ اور مکارانہ گفتگو سے کام چلالیں مگر خدا تعالیٰ کا وعدہ پورا ہونے والا تھا اور حضور رحمت اللعالمین فرمانِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے انہیں بہر صورت واصل جہنم کر دینا چاہتے تھے چنانچہ ان کی بستی کو چاروں طرف سے محاصرہ میں لے لیا گیا۔

یہودیوں کی گرفتاری

جب یہودیوں کا محاصرہ کئے بقول بعض بیس یا پچیس روز اور صحیح روایت کے مطابق پندرہ شب و روز گزر گئے اور اس عرصہ میں رسد و کمک کسی صورت بھی اُن تک نہ پہنچ سکی تو انہوں نے تن بہ تقدیر اپنے لئے سول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فیصلہ طلب کیا آپ نے فرمایا تم خود ہی کوئی ثالث مقرر کرلو چنانچہ انہوں نے سعد بن معاذ کو ثالث بنانے کی درخواست پیش کی جسے قبول فرماتے ہوئے آپ نے حضرت سعد بن معاذ ضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے طلب فرمالیا اور تمام صورت حال سے آگاہ فرمادیا۔

سعد بن معاذ نے عرض کیا کہ ان یہودیوں کے مردوں کو قتل کر دیں اور ان کی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ یں حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا سعد کا فیصلہ وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے آسمانوں پر فرمایا ہے۔

(طبقات ابن سعد ج ص ۴۱۲)

چنانچہ تمام یہودی باہر نکل آئے اور ان میں سے مردوں کے ہاتھ باندھ دیئے گئے اور مدینہ منورہ میں لا کر حضرت اسامہ بن زید کی سرائے میں محصور کر دیا اور ان کی عورتوں اور بچوں کو رملہ بنت حارث کے گھر میں جمع کر دیا گیا اور انہیں کھانے کے لئے کھجوریں وغیرہ بھی دی گئیں۔

یہودیوں کی موت

بعد ازاں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک نالہ نما خندق کھودنے کا حکم فرمایا خندق

بعد ازاں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ ادر رجال بنی قریظہ را دست ہائے بستہ بمدینہ بردند و در سرائے اسامہ بن زید محبوس گردانیدند و کان ایشاں را در خانہ رملہ بنت حارث کی ضیعفہ بود از بنی النجار و مضبوط ساختند و چند خروار خرما بدیشاں می خوردند و در شب آں روز کہ براہ علام می خواستند رفت تا صبح بہ درس توریت اشغال می نمودند یک دیگر اجبات وصیت می کردند و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمان داد کہ در موضع مناسب خندق بکنند

تیار ہو گئی تو آپ نے حضرت مولائے کائنات امیر الاجمعین امام الاولیاء شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کو ارشاد فرمایا کہ اپنی تلواریں بے نیام کر لو اور جیسے جیسے تمہارے پاس ان یہودیوں کو لایا جائے ان کی گردنیں کاٹ کاٹ کر اس نالے میں پھینکتے جاؤ۔

چنانچہ ان کمینہ خصلت اور شرانگیز یہودیوں کی ایک ایک جماعت کو حضرت اسامہ بن زید کے گھر سے لایا جاتا اور شیرِ خدا سیدنا حضرت حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جاتا۔

چنانچہ یہ سلسلہ سارا دن جاری رہا اور یہودی قتل ہو ہو کر واصل جہنم ہوتے گئے حتیٰ کہ خندق نما نالہ ان کے ناپاک خون سے نہر کی طرح بہنے لگا۔ رات کا اندھیرا پھیلنے لگا تو مشعلیں روشن کر دی گئیں اور سیفِ حیدری نے پھر اپنا فریضہ ادا کرنا شروع کر دیا۔

شیطان بدکردار زیرِ ذوالفقار

جیسا کہ پہلے بھی بتایا جا چکا ہے کہ بنونضیر کے یہودیوں کا شیطان صفت سردار حُی بن اخطب انتہائی شاطر اور چالاک ہونے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سب سے زیادہ اور بدترین دشمن تھا بنونضیر کی بستی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر گرانے کا مشورہ بھی اسی شیطان نے دیا تھا اور پھر جب بنونضیر کے لوگوں کو شہر بدر کر دیا گیا تو اس نے بنوقریظہ کے پاس پناہ لے لی اور یہیں سے مکہ معظمہ میں جا کر ابوسفیان کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا اور بنوقریظہ والوں کی اس جنگ میں پوری پوری معاونت کا یقین دلایا حالانکہ بنوقریظہ والوں کو اس کا مشورہ مان کر ابوسفیان وغیرہ کا ساتھ دینے اور مسلمانوں سے بدعہدی کرنے کا صلہ دینا پڑ رہا تھا بہرحال دوسرے لوگوں کے ساتھ یہ بھی گرفتار ہو کر آیا تھا اور اب ذوالفقارِ حیدری کی زد میں آکر اپنے انجام کو پہنچتے وقت حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ملتمس ہوا کہ میری ایک آخری آرزو ہے کہ مجھے برہنہ نہ کیا جائے۔

فوج فوج را از خانہ اسامہ بیرون می آوردند علی و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بفرمودہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ تیغ ہا کشیدہ گردن ہائے ایشاں راضی زدند و خون ہائے ایشاں بخندق رواں می ساختند۔

گویند کہ چوں حیدرِ کرار برائے قتل حُیّ بن اخطب ذوالفقار کشید حی گفت التماس من آں است کہ جامہ از من بیرون نہ کنی علی رضی اللہ عنہ فرمود کہ معنی نزد من از آساں است از کشتن یعنی گردن زدنی بعد ازاں حُیّ گردن برکشید تا امیر کرم اللہ وجہہ تیغ تیز بروئے حکم ساخت و باسفل السافلین فرستاد۔

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۰)

جناب شیر خدا علیہ السلام نے فرمایا ہم تمہاری اس استدعا کو قبول کرتے ہیں کیونکہ یہ بات تمہارے قتل کرنے کے معاملہ میں انتہائی معمولی اور خفیف ہے لہٰذا سر کٹوانے کی تیاری کرو۔

تو ذوالفقار حیدری یوں منتقمانہ انداز میں اس پر بجلی بن کر گری جیسے عقاب اپنے شکار پر جھپٹتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بدترین اور شدید جانی دشمن بھی جناب شیر خدا علی علیہ السلام کے ہاتھوں ہی واصل جہنم ہو کر اسفل السافلین میں جا پہنچا۔

مقتولوں کی تعداد

معارج النبوت" میں آتا ہے کہ قتل ہونے والوں کی تعداد میں سیرت نگاروں کا اختلاف ہے۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کی تعداد چار سو تھی بعض میں ہے کہ چھ سو تھی اور بعض میں ان کی تعداد نو سو لکھی ہے۔

دیگر متعدد کتب میں بھی اس تعداد میں اختلاف موجود ہے تاہم صحت کے قریب جو روایت ہے وہ یہ ہے کہ ان جہنم رسید ہونیوالوں کی تعداد سات سو یا سات سو پچاس (واللہ اعلم)

غزوہ بنو قریظہ میں قید ہونیوالے یہودیوں کے سات سو پچاس آدمی قتل کیے گئے۔

(التنبیہ والاشراف مسعودی ص ۱۷)

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ایک یا دو آدمیوں کا مسلسل ایک ہی دن میں سات سو آدمیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کاٹ کر پھینکتے رہنا معمولی بات نہیں مسلسل اتنی ضربات لگاتے رہنا اسی قوت ید اللٰہی کا کام ہے جسے لافتیٰ کہا گیا ہو اور اس قدر تیزی سے وہی تلوار کاٹ سکتی ہے جس کا نام ذوالفقار ہو۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر مناسب خیال فرماتے تو مزید بھی سینکڑوں صحابہؓ کو مامور فرما سکتے تھے جو سب مل کر ایک ہی وقت میں ان غیر مسلح اور جکڑے ہوئے ملعونوں کو تہہ تیغ کر دیتے مگر مشیت تو لوگوں کو قوت حیدری کا مشاہدہ کرانا چاہتی تھی اور بتانا چاہتی تھی۔

شاہِ مرداں شیرِ یزداں قوتِ پروردگار
لافتیٰ الا علی لاسیف الا ذوالفقار

ایشاں چار صد نفر بودند و گویند کہ شش صد نفر بودند و گروہے گویند کہ نہ صد بودند (واللہ اعلم)
واں روز تا شب علی کرم اللہ وجہہ و زبیر رضی اللہ عنہ بقتل بنی قریظہ مشغول بودند چوں شد بقیہ ایشاں او روشنائی مشعل کشتند و می گویند مجموعہ شاں چہار صد نفر بودند و فرقہ سہ صد گفتند و جمعے گویند ہفت صد بودند۔
(مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۸۰) (معارج النبوت ج ۴ ص ۱۴۰)

فدک کیسے فتح ہوا؟

اسی سال حضور سیّد المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیرِ جرار حیدرِ کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبیلہ سعد بن بکر کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا اور آپ کے زیر قیادت صرف ایک صد افراد پر مشتمل سپاہِ اسلام کو بھیجا اور اس حملہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سماعت ہمایوں تک یہ اطلاع پہنچی کہ یہودِ ان قبیلہ سعد بن بکر لشکر جمع کر رہے ہیں اور ان کا ارادہ یہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں سے امداد حاصل کر کے متفقہ طور پر اکٹھے ہو کر مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا پر حملہ آوار ہوں چنانچہ یہودیوں کی ان تخریب کاریوں کا قلع قمع کرنے کے لئے لشکر کش وصفدر کش تاجدار ہل اتی شیرِ خدا غالب علیٔ کلِّ غالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنے مختصر مگر ارفع نشان لشکر کو لے کر یہودیوں کے پورے قبیلہ کے ساتھ ٹکرانے کے لئے تشریف لے گئے۔

چنانچہ آپ دن کا وقت کہیں گزارتے اور رات کے وقت سفر شروع فرمادیتے اور یوں ہی قطع مسافت کرتے ہوتے ہمیج نامی ایک قصبہ میں پہنچ گئے وہاں آپ نے ایک مشرک کو دیکھا اور پکڑ کر اُس سے مخالفین کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔

اس شخص نے بتایا کہ میں آپ کو یہودیوں کے لشکر کے سروں پر لے جاسکتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ آپ مجھے امان دینے کا وعدہ فرمائیں۔

جناب شیرِ خدا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسکو امان عطا فرمادی چنانچہ وہ شخص جناب شیرِ خدا علیہ السلام اور آپ کے ساتھیوں کو اس مقام پر لے گیا۔

اس پر اہل یہود اپنی افواج جمع کر رہے تھے اور حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

امیر المومنین امام اشجعین علیہ السلام نے اپنے چھوٹے سے جیش اسلامی کے ساتھ جاتے ہی ان پر اسقدر شدید حملہ کیا کہ انہیں سر پیر کا بھی ہوش نہ رہا ذوالفقارِ حیدری نے چند ہی لمحوں میں جنگ کو فیصلہ کون مرحلہ

ہمدریں سال علی ابن ابی طالب را رضی اللہ عنہ باصد کس بقبیلہ سعد بن کر بجانب فدک فرستاد و سبب آنکہ بسمع ہمایوں رسید کہ ایشاں در جمع کردن لشکر اند و داعیہ دارند کہ امداد یہود خیبر نمایند تا باتفاق مدینہ متوجہ شوند و آں لشکر کش صفدر کش با عساکر نصرت شعار شب قطع مسافت ملی نمود و در روز مختفی می بود تا بموضع ہمیج وسیدند در آں جا مشرکے دیدند و از وے احاالک منافقاں پرسیدند؟ آں شخص گفت گفت من شمار ابر سر ایشاں می برم بشرطیکہ در امان باشم ملتمس او مبذول افتادہ بعزے مسلماناں را بر سر ایشاں بردو بنو سعید ہزیمت غنیمت شمردہ پانچصد شتر و دو ہزار

میں داخل کر دیا اور بنو سعد بن بکر کو ذلت آمیز شکست سے ہمکنار کرنے کے بعد مال غنیمت میں پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں لے کر فاتحانہ انداز میں واپس تشریف لے آئے۔

عاشقِ مصطفیٰ جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام نے ان اونٹوں میں سے چند بہترین اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحبہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے پہلے ہی الگ کر لئے اور پھر خمس علیحدہ کر کے باقی ماندہ کو ان تمام ساتھیوں میں برابر تقسیم کر دیا جنہوں نے آپ کے ساتھ اس جنگ میں حصہ لیا تھا۔

گو سفند ایشاں بدست مسلماناں افتاد علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ چند شتر خوب جہت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از میان شتراں اختیار فرمود خمس بیرون کرد و باقی را برابل آں سیر قسمت کرد و درزماں صحت وسلامت ازاں سفر بمدینہ مراجعت نمود۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۳۵) (مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۹۴) (تاریخ خمیس ج ۲ ص ۱۲)

باب

غزوۂ حدیبیہ اور مُشکل کُشاء

پسِ منظر

اگر چہ اِس غزوہ مبارکہ میں اہل اسلام کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے جنگ وجدال سے قطعی طور پر محفوظ رکھا تاہم بغیر لڑائی کے بھی یہ غزوہ فتح مکہ کا مقدمہ ثابت ہوا اور اِس میں جرأتِ حیدری کے کچھ مناظر بھی سامنے آتے ہیں۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کی نیت کر کے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے اور آپ کا کفار سے لڑائی وغیرہ کرنے کا ارادہ بھی نہیں تھا تاہم کفارِ مکہ کی طرف سے یہ خدشہ بہر صورت موجود تھا کہ وہ کسی بھی وقت آمادۂ پیکار ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ نے سوائے اِن تلواروں کے جو چمڑے کے نیاموں میں بند تھیں اور کسی قسم کا اسلحہ اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔

روانگی بسوئے مکہ معظّمہ

بہر حال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عبداللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ میں جانشین مقرر فرما کر ذیقعد ۶ھ بروز دوشنبہ اپنی سواری مبارکہ قصویٰ نامی ناقہ پر سوار ہوئے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہو گئے اور منزل بمنزل چلتے ہوئے مکہ معظمہ زاد اللہ شرفہا سے نو میل ادھر کی طرف مقامِ حدیبیہ پر فروکش ہو گئے اور شیرِ جرار امیر المومنین فاروق اعظم عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ میں جا کر کفارِ مکہ کو بتا دو کہ ہم جنگ کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ عمرہ کی غرض سے مکہ معظمہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔

سفیر کون بنے ؟

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے معذرت طلب کرتے ہوئے عرض کیا کہ مکہ معظمہ میں میرے قبیلہ کے لوگ قلیل تعداد میں ہیں اس لئے ممکن ہے میں وہاں قتل کر دیا جاؤں لہٰذا آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کام پر مامور فرمائیں کیونکہ ان کے قبیلہ کے لوگ وہاں کثرت سے موجود ہیں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

بیعتِ رضوان

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفارِ مکہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا تو وہ لوگ

مشوروں میں مصروف ہو گئے بالآخر انہوں نے سہیل بن عمرو کو نمائندہ بنا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیا۔

ادھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جلد واپسی نہ ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کو جمع فرما کر میدان سے فرار نہ ہونے کی بیعت لی جسے "بیعت الرضوان" کہا جاتا ہے اور فرمایا کہ اگر خدانخواستہ کفارِ مکہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ زیادتی کی تو اس کا پورا پورا انتقام لیا جائے گا۔

اس بیعت کے تھوڑے عرصے کے بعد ہی امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقِ سفارت ادا فرما کر مع کافروں کے سفیر سہیل بن عمرو کے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

علی گردنیں اُڑانے والا ہے

سہیل بن عمرو جو کفار مکہ کا سفیر بن کر آیا تھا اس کا بیٹا اسلام قبول کر چکا تھا بیٹے کو دیکھ کر اسکے خون میں جذبہ پدری نے جوش مارا اور بالآخر طوعاً و کرہاً حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے بیٹے کو اس کے ساتھ جانے کی بھی اجازت دے دی تاہم اس واقعہ کی مختلف روایات میں سے ایک روایت یہ بھی ہے جو ترجمے کی صورت میں ہدیۂ قارئین ہے۔

امیر المومنین امام المتقین اشجع الناس سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود روایت فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے روز سہیل بن عمرو چند آدمیوں کے ساتھ جب کفار مکہ کا سفیر بن کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا اے محمد آپ ہمارے بیٹے ہمارے بھائی ہمارے غلام اور ہمارا مال لے کر ہمارے پاس آ گئے ہیں لہٰذا یہ سب کچھ ہمیں واپس کر دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

اے گروہِ قریش ! تمہیں اب اِن حرکات سے باز آ جانا چاہیے ورنہ میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور اس معاملہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُس کے دل کے ساتھ ایمان کا امتحان لے لیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا وہ شخص کون ہے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص نعلین مرمت کر رہا ہے اور اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی نعلین اقدس جناب علی علیہ السلام کو درست کرنے کے لئے عطا فرما رکھی تھی۔

(ینابیع المودۃ ص ۲۰۹)

حدیث ''خاصف النعل'' یعنی نعلین مبارک کو سینے کی روایت دیگر بھی متعدد مقامات میں آتی ہے اور ایسا ہونا قطعی طور پر خلاف واقعہ نہیں بلکہ قرین قیاس ہے کیونکہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی اکثر امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعلین مقدس کی مرمت فرمایا کرتے تھے۔

بہر حال غزوۂ حدیبیہ در حقیقت صلح حدیبیہ ہی کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ صلح نامہ ہی فتح مکہ کا مقدمہ قرار پانا تھا اس لئے بجائے جنگ وجدل کے صلح کی باتیں ہونے لگیں اور بالآخر جانبین نے صلح کی جن شرائط کو حتمی صورت میں قبول کر لیا انہیں دستاویز کی صورت دینے کے لئے تیاری ہونے لگی،

صلح نامہ کی ابتداء

چنانچہ کتب سیر میں آتا ہے کہ صلح کی شرائط طے ہونے کے بعد کاغذ قلم دوات وغیرہ منگوالئے گئے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت اوس بن خولی انصاری کو طلب فرمایا تا کہ وہ صلح نامہ تحریر کریں اور اوس بن خولی کا انتخاب حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس لئے فرمایا تھا کہ وہ فن کتابت میں خاصی مہارت رکھتے تھے مگر اوس بن خولی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتابت کو نامنظور کرتے ہوئے سہیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کام کے لئے اپنے چچازاد بھائی علی ابن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) کو یا عثمان (رضی اللہ عنہ) کو مقرر کیجئے۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ سہیل نے یہ بات اس لئے کی تھی کہ معاہدہ تحریر کرنے والا وہ شخص ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گھر کا آدمی ہو تا کہ نقض عہد کا احتمال باقی نہ رہے۔

ثم دعا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم علی ابن ابی طالب کرم اللّٰہ وجهه ای بعد ان کان امر أوس بن خولة ان یکتب فقال له سهیل لایکتب الا ابن عمک علی او عثمان ابن عفان. فا مر علیاً کرم اللّٰہ وجهه فقال۔ اکتب بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم فقال سهیل بن عمرو لا اعرف هذا ای الرحمن الرحیم ولکن اکتب باسمک اللّٰهم۔

(سیرت حلبیہ)

''سہیل گفت اے محمد باید کہ ایں نامہ پسر عم تو علی بن ابی طالب نویسد وظاہر ایں بنا بر ایں خواہد بود کہ احق واولی معاملہ مرداز مصالحہ ومعاہدہ ونقض آں عصبات اہل اویند''

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲)

چنانچہ سہیل کی اس گزارش پر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ولایت مآب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو صلح نامہ کی دستاویز لکھنے کا ارشاد فرمایا۔

چنانچہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ معاہدہ تحریر کرنا شروع کیا تو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا !

یا علی لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم حضرت علی علیہ السلام جب بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے لگے تو کافروں کے سفیر سہیل نے کہا کہ میں نہیں جانتا رحمن کون ہے آپ لکھئے "باسمک اللّٰھم"

سہیل کا ابتداء ہی پر یہ اعتراض سنا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کہنے لگے کہ ہم بسم اللہ کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں لکھیں گے۔

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا "یا علی باسمک اللّٰھم" ہی لکھ دیجئے۔ چنانچہ امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے بجائے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے معاہدہ کی تحریر کی ابتداء باسمک اللّٰھم سے ہی فرمادی۔

شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سہیل کا یہ خواہ مخواہ مناقشہ تھا اس لئے کہ ان دونوں جملوں کا مضمون ایک ہی جیسا ہے اور کفار کے اس مطالبہ میں دین کے لئے فسادانیت موجود نہیں تھی اور یہ مفسدہ اُسوقت ہوتا اگر وہ لوگ یوں کہتے کہ ہم بتوں اور طاغوتوں کے نام سے صلح نامہ لکھنے کی ابتداء کریں گے چنانچہ آپ نے لکھا ہے۔

علی لکھو

بہر حال اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لکھئے ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمانِ مصطفوی کی تعمیل کرتے ہوئے مذکورہ بالا جملہ تحریر فرمادیا۔

"بعد از تعداد و شروط صلح چوں قلم دوات و سائر ادوات کتابت مرتب گشت حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اوس بن خولی انصاری را طلبید اشت تا بکتابت عہد نامہ قیام نماید سہیل گفت اے محمد ایں کتاب را پسر عم تو علی بن ابی طالب نویسد یا عثمان رضی اللہ عنہما۔ بنا بر التماس سہیل حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی را رضی اللہ عنہ بفرمود بنویس بسم اللہ الرحمن الرحیم سہیل گفت بخدا سوگند ما رحمن را نمی شناسیم کہ چہ کس است بنویس باسمک اللّٰھم مسلمانان گفتند کہ با بغیر از بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضور کو رسول اللہ نہ ماننا

یہ جملہ لکھا گیا تو سہیل کہنے لگا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ معاہدہ میں اس طرح سے خود ہی خود کو محمد رسول اللہ لکھوائیں جبکہ ہم آپ کی رسالت کو تسلیم ہی نہیں کرتے اگر ہم لوگ آپ کو اللہ کے رسول تسلیم کر لیں تو پھر جھگڑا کس بات کا ہے اور اگر ہم جان لیتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو اللہ کے گھر میں داخل ہونے سے نہ روکتے۔

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی لفظ رسول اللہ کھرچ دو اور اس کی بجائے محمد بن عبداللہ تحریر کر دو کیونکہ ہم اللہ کے رسول بھی ہیں اور ابن عبداللہ بھی ہیں لہٰذا محمد رسول اللہ مٹا کر محمد ابن عبداللہ تحریر کر دو۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز ہرگز آپ کے وصف رسالت کو نہیں مٹاؤں گا۔

ثم قال صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم کتب هذا ما صالح علیه محمد رسول اللّٰہ سهیل بن عمرو فقال سهیل بن عمرو لو شهدت انک رسول اللّٰہ لم أقاتلک ولو اصدک عن البیت و لکن اکتب باسمک و اسم ابیک ارو فی لفظ لو اعلم انک رسول اللّٰہ ما خالفتک واتبعتک افترغب عن اسمک و اسم ابیک محمد بن عبد اللّٰہ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم لعلی کرم اللّٰہ وجهه امحه وفی لفظ امحر سول اللّٰہ

چیزے دیگر نمی نویسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود اے علی بنویس باسمک اللھم امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بفرمودۂ حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عمل فرمود بعد از فرمود بنویس ہذا ما قضیٰ علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علی رضی اللہ عنہ آں را بنوشت سہیل گفت ! ما بر رسالت تو اعتراف نہ داریم اگر ی دانستیم کہ رسولِ خدائی از دیار و خانہ او کے منع می کردیم ؟ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ اے علی ! لفظ رسول را حک ساز و بجائے او محمد بن عبداللہ ثبت کن و چوں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امیر را رضی اللہ عنہ بحک لفظ رسول دلالت فرمود،

علی گفت واللہ کہ من وصف رسالت ترا محو نگردانیم" و بروائے سہیل بن عمرو گفت اے علی رسول اللہ

فقال علی کرم اللہ وجھہ ما انا با لذی امحاہ و فی لفظ لا امحوک و فی لفظ واللہ لا امحوک ابک فقال ارینہ فاراہ ایاہ فمحاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدہ الشریفۃ۔

(سیرت حلبیہ مسلسل)

الادبُ فوق الامر

ایک روایت میں آتا ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا تھا کہ اے علی رسول اللہ کا لفظ مٹا دو میں اِس قسم کے صلح نامہ سے بیزار ہوں چنانچہ امیر المومنین امام الاشجعین مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ نے جب سہیل کی یہ بات سُنی تو دستاویز کو ہاتھ سے چھوڑ دیا اور تلوار کو ہاتھ میں پکڑ لیا اور حضرت علی کا یہ اقدام یعنی لفظ رسول اللہ کا مٹنے سے انکار کرنا نافرمانی اور ترک ادب کو مستلزم نہیں بلکہ عین تعمیل ارشاد کرنے کمال

رامحو کن وگرنہ من ازیں مصالحہ بیزارم امیر المومنین علی رضی اللہ صحیفہ را از دست بینداخت وبعد ازاں دست بشمشیر برد تا مشرکان را ایں حکم معزول کند حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود بگذار اے علی ! امیرؓ گفت یا رسول اللہ مرا مرعات ادب وتعظیم جانب تو مانع می آید کہ من ایں کلمہ را محو کنم ،رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آں صحیفہ را گرفتہ لفظ رسول اللہ را خود محو کرد۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۵۵)

سید کائنات فرمودِ من رسول اللہ و رسول اللہ و محمد بن عبد اللہ و محو کن لفظ رسول اللہ را و بنویس بجائے آں ابن عبد اللہ علی مرتضیٰ فرمود نمی نویسم من ہر گز وصف رسالت محو نسازم۔

(مدارج النبوت مسلسل)

"دارِیں مناقشہ سہیل است زیرا کہ مضمون ہر دو کلام یکے است و درانچہ کفار خواستند مفسدہ نیست و آں بریں تقدیر است کہ ابتداء بنام اصنام وطواغیت ایشاں می کردند"

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲)

(گذشتہ سے پیوستہ) در آمدہ است کہ علی صحیفہ از دست بینداخت و دست بر شمشیر برد وایں امتناع علی از محو لفظ رسول اللہ از باب ترک مثال است کہ مستلزم ترک ادب است بلکہ عین امتثال وادب و ناشی از غایت عشق و محبت است"

پس بستید آں حضرت نامہ را از علی و محو کرد لفظ رسول اللہ را و نوشت بجائے آں ابن عبد اللہ"

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲)

فرمانبرداری اور محبت پر دلالت کرتا ہے اور آپ کا یوں تلوار لے کر اٹھنا حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی عشق ومحبت کی کامل ترین دلیل ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر فرماتے ہیں۔

چنانچہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دستاویز کو اپنے مبارکہ ہاتھوں میں لے کر خود اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کے لفظ کاٹ کر ابن عبداللہ لکھا یعنی محمد رسول اللہ کی بجائے محمد ابن عبداللہ کے نام سے تحریر کا دوبارہ آغاز کر دیا گیا۔

علی کو امیر المومنین نہ ماننا

بہر حال جناب مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں الأمر فوق الادب پر الأدب فوق الامر کو ترجیح دیتے ہوئے لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کاٹنے سے صاف انکار کر دیا جب صلح نامہ کی تحریر مکمل ہو گئی اور اس پر گواہوں کے دستخط ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین قائد الغرالمحجلین امام المسلمین سید الاولیاء والاصفیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کی طرف رُخ انور کر کے ارشاد فرمایا۔

پیشگوئی

یا علی! جس طرح تم نے میرے نام سے ملحقہ لفظ رسول اللہ مٹانے سے انکار کر دیا ہے اور یہ کام ہمیں خود کرنا پڑا ہے ایک وقت آنے والا ہے کہ تمہارے نام کے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آئے گا۔

چنانچہ آئمہ سیرت کے مطابق رسول غیب دان سید المرسلین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ پیشگوئی مبارکہ اس وقت پوری ہوئی جب جنگ صفین کے وقت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور امیر معاویہ کے درمیان صلح نامہ لکھا جانے لگا تو پہلے یہ تحریر کیا کہ یہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور معاویہ کے مابین صلح نامہ ہے تو معاویہ نے کہا کہ علی کے نام سے پہلے امیر المومنین کا لفظ کاٹ دیا جائے اور علی بن ابی طالب لکھا جائے کیونکہ اگر میں انہیں امیر المومنین جانتا ہوتا تو ان سے ہرگز مقاتلہ نہ کرتا بلکہ اُن کی بھی تابعداری کرتا۔

فجعل علی یتلکا ویابی ان یکتب الا محمد رسول اللہ فقال لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکتب فان لک مثلہا وھو اشارۃ منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لما سیقع بین علی و معاویۃ رضی

الله تعالیٰ عنهما فا نهما فی حرب صفين فلما كتب الكاتب فی الصلح هذا ما صالح عليه امير المومنين علی بن ابی طالب كرم الله وجهه و معاوية بن ابو سفيان رضی الله عنهما وارسل معاوية يقول لعمرو لا تكتب ان عليا امير المومنين لو كنت اعلم انه امير المو منين ما قاتلته فبئس لر جل انا ان اقر رت انه امير المومنين اقا تله ولكن اكتب علی بن ابی طالب واصح امير المو منين فلما سمع علی كرم الله وجهه ذا لک وا مره لمجو ها وقال امحها تذ كر قول النبی صلی الله عليه وآله وسلم له فی الحديبيه ما تقدم ومن ثم قال الله اكبر مثل بمثل۔

(سیرت حلبیہ جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۸)

آپ نے سچ فرمایا ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے معاویہ کے الفاظ سُنے تو فرمایا یا رسول اللہ آپ نے سچ فرمایا ہے اور بعد ازاں کاتب کو فرمایا کہ جس طرح معاویہ کہتا ہے اُسی طرح کردو۔

آں حضرت فرمود کہ اے علی ترا ہم درو تے ایں چنیں پیش خواہد آمد میگو یند کہ چوں در قضیہ صفین بر صلح قرار یافت در صلحنامہ نوشتند کہ ایں حکایت مصالحہ امیر المومنین است با معاویہ بن ابو سفیان معاویہ گفت کہ لفظ امیر المومنین محو بسازند و بنو یسد علی بن ابی طالب اگر من او را امیر المومنین دانم با او مقاتلہ نکنم و مطاوعت و متابعت او نمائم پس علی گفت صدق رسول اللہ ہم چناں کہ معاویہ می گوید بنویسند،

(مدارج النبوت جلد دوم ص ۲۱۲ ۔ ۲۱۳)

و چوں از تحریر صلح نامہ فارغ شد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روئے بجانب علی آوردہ و فرمودہ کہ یا علی ترا مثل ایں واقعہ روئے خواہد نمود و شمہ ایں واقعہ آں کہ در لشکر صفین کہ میان امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کتابت مصالحہ امیر المومنین علی است رضی اللہ عنہ معاویہ گفت لفظ امیر المومنین محو ساز و بنویس کہ ابن ابی طالب من اگر می دانستم علی امیر المومنین است با وے مقاتلہ نمی کردم و متابعت او می نمودم امیر المومنین علی گفت رضی اللہ عنہ کہ صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد ازاں کاتب را گفت کہ ہمچنانکہ معاویہ می گوید بنویس

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۵۵)

یہ واقعہ

صلح نامہ حدیبیہ کو تحریر کرتے وقت محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک صفتِ مبارکہ کو محو کرنے کے معاملہ میں غیرت حیدرِ کرار علیہ السلام کا یہ واقعہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے ہی واقعہ سے دوچار ہونے کی حضرت علی علیہ السلام کے لئے پیش گوئی فرمانا دیگر بھی متعدد کتب احادیث وسیر میں موجود ہے۔

جناب حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے متعلق غزوۂ حدیبیہ صلح حدیبیہ کے چند واقعات پیش کرنے کے بعد اب ہم قارئین کو پھر وزورید اللّٰہی اور قوت حیدری کے چند ایک تابناک مناظر کا عکس جمیل دکھانے کے لئے غزوہ خیبر اور حیدر کرار کا باب شروع کرتے ہیں۔

باب

غزوۂ خیبر اور حیدرِ کرّار

خیبر کہاں ہے ؟

یہودیوں کی زبان میں خیبر قلعہ کو کہتے ہیں اور متعدد قلعوں پر مشتمل آبادیوں کو خیابر کہتے ہیں۔
متذکرہ قلعہ خیبر بہت بڑا شہر ہونے کے ساتھ زراعت کے لئے کافی زرخیز علاقہ ہے اور وہاں پر کثرت سے نخلستان موجود ہیں۔
علامہ برہان الدین حلبی لکھتے ہیں کہ خیبر اور مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا کے درمیان آٹھ منزلیں ہیں جیسا کہ اپنی سیرت کی کتاب میں دمیاطی نے نقل کیا ہے اور ان آٹھ منزلوں کی مسافت اس طرح ہے کہ ہر منزل چار فراخ کے فاصلہ پر واقع ہے اور ہر فراخ تین میلوں کے برابر ہوتا ہے گویا ہر منزل بارہ میل کی مسافت کے مطابق ہے اور اس طرح خیبر کا قلعہ مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا وتعظیما وتکریماً سے چھیانوے میل کے فاصلہ پر بنتا ہے" اور یہی درست ہے"

الخیبر بلسان الیهود الحصن و من ثم قیل لها خیابر لا شتمالها علی الحصون و هی مدینة کبیرة ذات حصون و مزارع و نخل کثیرة بینها و بین المدینة الشریفة ثمانیة برد کما فی سیرة الحافظ دمیاطی و معلوم أن البرید اربعة فراسخ و کل فرسخ ثلاثة امیال۔

(سیرت حلبیہ جلد دوم صفحہ ۷۲۶)

غزوۂ خیبر کا پس منظر

غزوۂ خیبر کے پس منظر کا خاکہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ کے پندرہ روز بعد حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی سرکوبی کے لئے ایک ہزار چار جانباز مجاہدین اسلام کا لشکر ترتیب دیا تا کہ اہلِ اسلام یہودیوں کی نت نئی تخریب کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہ سکیں۔
حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا سے جن شر انگیز منافقین کو نکال دیا گیا تھا وہ لوگ یہودیوں کی بستیوں میں پہنچ کر سازشوں کے جال تیار کرتے اور مدینہ منورہ میں رہنے والے باقی ماندہ منافقین کو اپنے ناپاک عزائم میں شامل کر کے ہر وہ حربہ استعمال کرنے کی کوشش میں مصروف

رہتے جس سے شمع اسلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گل ہو کر رہ جائے۔ (معاذ اللہ)

لیکن خداوند قدوس جل وعلا نے تو اپنے نور کو پورا فرمانے کا ارشاد فرما رکھا تھا پھر اُن لوگوں کو اپنے مذموم ارادوں میں کس طرح کامیابی ہو سکتی تھی اُن کی ہر سازش کو نگاہِ رسالت اور بصیرت نبوت پہلے ہی بھانپ لیتی اور وہ ہر بار منہ کی کھا کر رہ جاتے تاہم یہ ضرور ہو گیا تھا کہ تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو یہودیوں کے شر و فساد اور شیطانی چالوں سے محفوظ کیا جاتا انہی حالات کے پیش نظر دُنیا کے سب سے بڑے سپہ سالار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ہی قیادت میں چودہ سو افراد پر مشتمل جیش اسلامی کو لے کر ۷ھ محرم الحرام کی آخری تاریخوں میں مدینہ منورہ سے عازم خیبر ہو گئے"

یہودیوں کی اِن بستیوں میں سے آٹھ بستیاں مضبوط بستیاں مضبوط قلعوں کی صورت میں موجود تھیں اور ان آٹھ قلعوں کے نام بالاتفاق یہ ذکر کئے گئے ہیں۔

(۱) کتیبہ (۲) ناعم (۳) صعب (۴) بطاۃ (۵) شق (۶) اسطیح (۷) سالم (۸) قموص،

اگرچہ یہ آٹھوں قلعے ہی یہودیوں کی رہائش گاہوں کے ساتھ ساتھ اُن کی عسکری قوت کے بھی عظیم مراکز تھے مگر قلعہ نمبر آٹھ جس کا نام قموص یا غموص ہے نہایت پائیدار اور مضبوط ترین قلعہ متصور کیا جاتا تھا یہی وجہ تھی کہ یہود کے اکثر بڑے بڑے گروہ اِسی قلعہ میں رہائش پذیر تھے تاکہ ہر قسم کے حالات میں ان کے جان و مال کا تحفظ ہو سکے۔

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ چند ہی دنوں میں مذکورہ بالا پہلے سات قلعوں میں سے کچھ کو فتح کرنے کے بعد قلعہ قموص کی طرف تشریف لے گئے۔

محاصرہ

سپہ سالارِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قلع کی مضبوطی کا اندازہ فرماتے ہوئے محاصرہ کر لینے کا ارشاد فرمایا چنانچہ لشکرِ اسلام نے یہودیوں کو باہر سے آنے والی کسی بھی قسم کی کمک یا امداد کی تمام راہیں مسدود کر دیں۔

چونکہ مدینہ منورہ کے یہودی منافقین کے زعماء نے اہلِ خیبر کو جیش اسلامی کی تیاریوں کی پہلے ہی سے اطلاع دے رکھی تھی اِس لئے سامان خورد و نوش کا وافر ذخیرہ اُن کے پاس موجود تھا بایں ہمہ قلعہ بند ہو کر رہ جانا اُن کے لئے متعدد پریشانیوں کا باعث بنا۔

مقابلہ

یہ طویل محاصرہ تقریباً ایک ماہ تک جاری رہا ایک روز اہلِ خیبر کا سب سے بڑا بہادر پہلوان مرحب

محاصرے کی تنگی کو محسوس کرتے ہوئے قلعہ سے باہر آیا اور کھلے میدان میں گھوڑے کو دوڑاتا ہوا ''ہل من مبارز'' کے نعرے لگانے لگا۔

اُس کے مقابلہ کے لئے ایک صحابی رسول تشریف لے گئے مقابلہ شروع ہوا تو اُنہوں نے پوری قوت سے مرحب پر تلوار چلائی مگر تلوار بجائے مرحب کو کسی قسم کا کوئی گزند پہنچانے کے ان کی اپنی ہی پنڈلی میں پیوست ہوگئی چنانچہ زخمی حالت میں دیکھ کر مرحب نے تلوار کے پے در پے وار کر کے اُنہیں شہید کر دیا۔

تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جاں باز کے اس کربناک قتل کا شدید صدمہ ہوا چنانچہ آپ نے دُوسرے دن باقاعدہ طور پر جنگ کے آغاز کا پروگرام مرتب فرمالیا۔

صبح ہوئی تو آپ نے جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پرچم اسلام عطا فرمایا اور آپ کی معیت میں جیشِ اسلامی کو روانہ فرمادیا اسلامی لشکر کو میدان میں آتے دیکھ کر یہودیوں کا لشکر ٹڈی دل کی طرح قلعہ قموص سے باہر آنا شروع ہوگیا اور پھر پورا دن جنگ جاری رہی بالآخر ہار جیت کا فیصلہ کئے بغیر جیش اسلامی اپنے مستقر پر واپس آگیا اور یہودی اپنے قلعہ میں داخل ہوگئے۔

حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوسرے روز لشکرِ اسلام کی قیادت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرمائی اور ان کے ہاتھوں میں پرچم اسلام دے کر یہودیوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادیا چنانچہ پہلے روز ہی کی طرح سخت مقابلہ ہوا مگر فتح اور شکست کا فیصلہ پھر بھی نہ ہو سکا اور سرِ شام جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی لشکر اسلام کو بے نیل و مرام واپس لے آئے۔

ایک روایت کے مطابق تیسرے روز حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کے ایک شخص کو اسلامی پرچم عطا فرما کر میدان میں بھیجا مگر وہ بھی خیبر کو فتح کئے بغیر ہی غروب آفتاب کے ساتھ لشکر کو لے کر واپس آگئے

ثم بعث رجلا من الانصار فقتل و رجع و لم یکن فتح

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۶)

بہر حال جب تین روز اسی طرح گزر گئے تو حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ کل ہم اپنا علم اس شخص کو عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں اور وہ شخص میدان سے فرار نہیں ہوگا۔

جب یاد تیری آئی

مدارج النبوت وغیرہ کتب سیر میں آتا ہے کہ ارادۂ الٰہی ازل ہی سے یہ تھا کہ خیبر کو فتح کرنے

اعزاز خاص بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی دیگر خصوصیات ہی میں شامل ہو۔

عن سلمہ بن اکوع قال بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابا بکر صدیق برایتہ الی حصون خیبر فقاتل فرجع ولم یکن فتح وقد جھدت بعث عمر الغد فقاتل فرجع ولم

چونکہ قلعہ قموص خیبر کے تمام قلعوں سے زیادہ سخت اور مستحکم تھا اس لئے اس کو جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں پر فتح کروایا اور اس عظیم فتح کو خیبر کے تمام قلعوں اور تمام شہروں کی اساس بنا حالانکہ ان میں نطاۃ اور صعب وغیرہ چند قلعے پہلے فتح ہو چکے تھے لیکن اتمام و اکمال فتح خیبر امیر المومنین جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے منسوب ہے۔

و یکن فتح وقد جھد فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الاعطین الرایۃ غدا رجل یحب اللہ و رسولہٗ یفتح اللہ ید یہ لیس بفرار۔

(خصائص نسائی صفحہ ۵) (بخاری ج ۱ ص ۵۲۵)
(فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۶) (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۴۵)
(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۱۲)
(اشرف المؤبد ص ۱۱۶) (اسد الغابہ ج ۴ ص ۲۱)
(مواہب الدنیہ ص ۹۸) (نور الابصار ص ۹۰)
(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷) (مسند احمد ج ۱ ص ۷۸)
(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۲۱) (اشعۃ اللمعات) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)
(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۴) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹)
(روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹)

خداوند قدوس جل مجدہ لاکریم کی پوشیدہ حکمتوں کو جان لینا نہایت مشکل ہے جیش اسلامی جب تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زیر کمان مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا سے روانہ ہوا تو ایک روایت کے مطابق اُس وقت تاجدار ہل اتی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا حضرت علی علیہ السلام کی چشمان مبارک کو تکلیف تھی جس کی وجہ سے آپ لشکر کے ہمراہ روانہ نہ ہو سکے مگر جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت و معیت کا خیال آیا تو پروانۂ شمع رسالت بے چین ہو گیا اور آنکھوں کی شدید تکلیف کے باوجود آپ نے آغاز سفر کر دیا اور تیزی سے قطع منازل کرتے ہوئے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو گئے خیبر کا قلعہ قموص مدینہ منورہ زاداللہ تشریفاً

وکریما سے آٹھ منزلوں کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یہ اعزاز علی کیلئے تھا

چنانچہ اُدھر جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اسلام میں تشریف لے آئے ادھر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان فرما دیا کہ کل پر چم اسلام اُس شخص کو عطا فرمایا جائے گا جو خیبر کو فتح کرے گا اور پھر اس کے ساتھ اُس کی یہ نشانی بھی بتادی کہ وہ شخص خدا اور اُس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا اور اس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔

اِن عظیم اعزازات کے حصول کی کس مسلمان کو خواہش نہیں تھی ہر شخص تمنا رکھتا تھا کہ میں ہی خدا و مصطفیٰ کے اس خصوصی الطاف و اکرام کا مورد بنوں۔ حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ اعلان جب جناب حیدر کرار علیہ السلام کے گوش گزار کیا گیا تو آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا!

الٰہی جب تو عطا فرمانا چاہے تو اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جب تو روک دے تو کوئی دینے والا نہیں۔

''اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت''

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۳) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷)

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲)

صحابہ کی خواہش

بہر حال تمام اہلِ لشکر اختتامِ شب کے منتظر تھے اور وہ منظر دیکھنے کے لئے بے تاب تھے جب حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُس شخص کو پرچم عطا فرمانا تھا جس کے ہاتھوں پر خیبر کو فتح ہونا تھا۔

روایات میں آتا ہے کہ وہ شب اہل اسلام نے اس طرح بسر کی کہ اُن کی آوازیں اِس بات پر تبصرہ کرتے ہوئے آپس میں ٹکراتی تھیں کہ صبح کس خوش نصیب کو پرچم مصطفیٰ عطا فرمایا جائے گا۔

عن سھل بن سعد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

اور پھر جب صبح کے وقت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ! علی کہاں ہے ؟

وسلم قال یوم خیبر لاعطین ھذہ الرایۃ رجلا یفتح

الله يد يه يحب الله و رسوله ويحبه اللّٰہ و رسوله قال فبات الناس يد و كون ليلتهم ايهم يعطاها. فقال اين على ابن ابی طالب؟ فقالوا يا رسول الله يشتكى عينه! قال فارسلوا اليه! قال فاتى به. قال ضبصق رسول الله. صلى اللّٰہ عليه وآلہٖ وسلم فى عينه وه دعا لة فبرا حتى كان لم يكن به وجع و اعطاه الراية۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۲) (بخاری ج ۲ ص ۵۲۵) (فتح الباری ج ۴ ص ۳۸۶)
(تیسیر القاری ج ۴ ص ۳۱۴) (اشرف المؤبد ص ۱۱۶) (ترمذی مترجم ج ۲ ص ۷۲۰) (مواہب الدنیہ ص ۱۱۸)
(نور الابصار ص ۹۰) (خصائص نسائی ص ۵) (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۱۲) (اشعۃ اللمعات صواعق محرقہ ص ۱۲۱)
(مسند احمد ج ۱ ص ۷۸......ج ۱ ص ۹۹......ج ۱ ص ۱۳۳......ج ۱ ص ۱۸۵)
(ج ۱ ص ۳۳۰......ج ۵ ص ۳۳۳......ج ۵ ص ۳۵۸)
(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۴)
(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹) (روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹)
(الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۲) (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸......ج ۲ ص ۲۷۹)

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اُن کی آنکھوں کو سخت تکلیف ہے آپ نے فرمایا انہیں بلا لاؤ چنانچہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم بارگاہِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ آنکھوں کی شدید تکلیف کی وجہ سے آپ اپنے پاؤں مبارک کی طرف بھی نہیں دیکھ سکتے تھے اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی اس تکلیف کے اظہار بھی کیا کہ محبوب میں تو اپنے پاؤں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ ادھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کسی معجزہ کے انتظار میں دم بخود تھے کیونکہ اس حالت میں خیبر کو فتح کرنا تو کیا میدان کارزار میں پہنچنا بھی سخت دشوار تھا اور پھر وہ معجزہ ظہور میں آ ہی گیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیر خدا علیہ السلام کو اپنے پاس بٹھا کر ان کا سر اپنی آغوشِ رافت

فقال على كرم الله وجهه يا رسول الله انى ارمد كما ترى لا ابصر موضع قدمى فتفل صلى الله عليه وآلہٖ وسلم وفى لفظ بصق فى عينه، اى بعد أن وضع راسه فى حجره وفى لفظ فتصل فى كفه وفتح له عينه،

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۳۷۵)

کان لہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم لواء ابیض مکتوب
فیہ لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ای با لسواد

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۵)

میں لے لیا پہلے دُکھتی ہوئی آنکھوں کو کھول کر اپنا دست رحمت پھیرا اور دعا فرمائی پھر انگلی کے ساتھ پنا لعاب دہن مبارک لگا کر آنکھوں میں لگایا ہی تھا کہ تمام تکلیف پلک جھپکنے سے بھی پہلے پہلے ختم ہوگئی اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چشمانِ مبارک بلور کی طرح چمکنے لگیں۔

پھر آپ نے جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف مسرت سے دیکھتے ہوئے سفید رنگ کا جھنڈا جس پر سیاہ روشنائی سے "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا عطا فرما دیا بعض روایات میں اس علم کے دیگر مختلف رنگ بھی آتے ہیں مگر محققین کی کثیر جماعت اسی طرف ہے کہ خیبر کے دن پرچم اسلام سفید رنگ کا تھا اور اس پر سیاہ رنگ سے کلمہ شریف لکھا ہوا تھا۔

علی گرمی سردی سے محفوظ

لعاب دہن مبارک لگانے کے ساتھ حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب علی علیہ السلام کے لئے جو جامع ترین دعا فرمائی وہ یہ تھی۔

" اللّٰھم اذھب عنہ الحر والقر "
الٰہی علی کو گرمی اور سردی سے محفوظ فرمادے۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷) معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳)

بظاہر تو یہ نہایت مختصر سی دُعا ہے مگر اپنے مفہوم کے اعتبار سے یہ چھوٹا سا جملہ اس قدر پھیلا ہوا ہے کہ الفاظ و معانی کی وسعتیں اِس کا احاطہ کرنے سے قاصر نظر آتی ہیں کسی انسان کے لئے اِس سے بڑا کمال اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ عالمِ بشریت کی زد میں رہتے ہوئے بھی حرارت و برودت جیسی بنیادی کیفیتوں سے دوچار نہ ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی یہ مقدس دعا اُسی وقت شرف قبولیت کو پہنچ گئی اور مشیت الٰہیہ نے گرمی اور سردی سے محفوظ رہنے کا اعزازِ عظیم بھی جناب حیدر کرار علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دیا"

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ جناب شیر خدا رضی اللہ عنہ گرمیوں میں گرم روئی کا لباس زیب بدن فرماتے اور سردیوں میں باریک سا کپڑا پہن لیتے۔

عن عبد الرحمن بن ابی لیلی عن ابی قال لعلی کان یسیر معہ

ان الناس قد انکر منک شیأ تخرج فی البرو فی الماء و تخرج فی الحر فی الخشن و الثوب الغلیظ۔

(خصائص نسائی صفحہ ۵) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۲)

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹) (روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹)

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)

بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود بھی اس اَمر کی تصدیق اِن الفاظ میں فرماتے ہیں !
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے سردی اور گرمی سے محفوظ رہنے کی دعا فرمادی تو اُس دن کے بعد میں نے کبھی گرمی اور سردی کو محسوس نہیں کیا حتیٰ کہ میں گرمیوں میں سخت گرم پشمینہ کی قبا پہنتا اور سردیوں میں خفیف اور باریک کپڑے کا لباس پہن لیتا مگر نہ تو گرمیوں میں گرم لباس سے گرمی کا احساس ہوتا اور نہ سردیوں میں باریک اور ٹھنڈا لباس پہننے سے سردی محسوس ہوتی۔

علاوہ ازیں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن کی برکت سے پھر کبھی میری آنکھوں کو کسی بھی قسم کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ اہل عرفان حضرات بیان فرماتے ہیں کہ جناب شیر خدا علیہ السلام کی آنکھوں کو حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن میں ایک مخصوص قسم کی چمک بھی عطا فرما دی تھی جو صدیاں گزر جانے کے بعد آج بھی ساداتِ کرام کی چشمانِ مبارک میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

بات دور نکل گئی بتانا یہ تھا کہ ذاتِ خداوندی کے رازہائے سربستہ کو جان لینا ہر انسان کے مقدر میں کہاں ہے۔ اپنی حکمتوں کو وہی ذاتِ مقدس خوب جانتی ہے اور یا پھر وہ جن پر وہ اپنی حکمتوں کو خود ظاہر فرمادے۔

عن علی کرم اللّٰہ وجھه الکریم انه صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم دعا له یقو له اللھم اکفه الحر و البرد قال علی کرم اللّٰہ وجھه فما وجدت بعد ذلک الیوم لا حرو لا بردا ای فکان یلبس فی الحرا الشدید القباء المحشوا الثخین و یلبس فی برد الثوب الخفیف فلا یبالی بالبرد۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۵) (سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۲۳۹)

(روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز قبل ہی خیبر کے فتح کی بشارت مسلمانوں کو دے کر یہ بھی فرمادیا کہ کل ہم اُس شخص کو پرچم عطا فرمائیں گے جو خیبر کو فتح کرے گا۔

ہم نے بڑی کوشش کی کہ کوئی ایسی روایت بھی مل جائے جن میں حضور سرورِ انبیاء عالم ما کان

ومایکون صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے ہوں کہ ہمیں جبریل نے یہ خبر دی ہے کہ کل علی کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوگا مگر کوشش بسیار کے باوجود یہ الفاظ کہیں سے بھی نہیں مل سکے بلکہ صاف صاف اور واضح ترین روایت یہی ہے کہ کل ہم اُس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور وہ شخص ایسا ہے کہ وہ خود بھی خداوند قدوس اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور خدا تعالیٰ جل وعلا اور اس کا رسول اس کے ساتھ محبت کرتے ہیں کچھ لوگ اسے پیش گوئی کا نام دے کر ہی خود کو مطمئن کر لینے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس پیش گوئی کا اصلی نام محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب پر مطلع ہونا ہی قرار پاسکتا ہے

بہر حال یہ اعزاز عظیم جناب شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہی مخصوص تھا اور آپ ہی کو حاصل ہونا تھا کیونکہ،

یہ سعادت جس کو ملنا تھی اُسے مل کر رہی

حضرت سعد کے انداز

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کل مجھے ہی جھنڈا عطا فرمائیں گے روایت میں آتا ہے کہ وہ اِسی خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی قریب دوزانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابھی مجھے یہ اعزاز ملنے والا ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گوید کہ در برابر چشم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بزانو در آمدم بعد ازاں برخاستم بامید آنکہ صاحب رایت من باشم۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۳)

اُن کے اِس خیال کی خاص وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ السابقون الاولون میں سے تھے اور آپ پر جن کو تقدیم ہو سکتی تھی۔ وہ جناب صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی تھے مگر وہ دونوں یکے بعد دیگرے ناکام واپس لوٹ چکے تھے اسی طرح دیگر شہ زور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اپنے اپنے مقام پر یہ آس لگائے بیٹھے تھے کہ ممکن ہے قرعہ فال ہمارے ہی نام نکل آئے۔

فلما اصبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدوا کلھم یر جوان یعطاما فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این علی ابن ابی طالب

(الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۲) (بخاری ج ۱ ص ۵۲۶)

(تیسیر الباری ج ۳ ص ۴۴۵) (فتح الباری ج ۴ ص ۴۰۷)

اگر جناب شیر خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں تندرست ہوتیں تو یقینی طور پر ہر مسلمان یہی تصور کرتا کہ کل آپ ہی خیبر کو فتح کریں گے کیونکہ آپ سے زیادہ بہادر شخص پورے لشکر اسلام میں کوئی موجود ہی نہ تھا لیکن آپ کی آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے اُن کے متعلق کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ فتح خیبر کا سہرا بھی آپ کے ہی سر پر مزین ہوگا۔

اُدھر امیر المومنین شیر خدا امنار الایمان قاتل الکفار تاجدار اہل اتیٰ مرتضیٰ مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کبھی تشکیک وشبہات کی دنیا میں قدم رکھا ہی نہ تھا چنانچہ آپ پورے یقین واعتماد کے ساتھ اپنے خدائے پاک سے اس طرح محو رراز ونیاز ہیں کہ،

یا اللہ جسے تو عطا فرمائے اُسے کون روک سکتا ہے اور جسے تو روک دے اسے کون عطا کر سکتا ہے۔

حق بحق دار رسد

بالآخر رحمتِ خداوندی جوش میں آگئی حق بحق دار رسد کی صورت سامنے آگئی۔

اُس دن کے بعد جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو تین چیزیں محبوب کبریا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ سے ایسی عطا ہوئیں کہ مجھے ان میں سے ایک بھی مل جاتی تو میرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر تھی اور ان میں سے ایک چیز خیبر کے روز آپ کو فتح کا جھنڈا عطا ہونا تھا۔

يقول فی علی ثلاث خصال الان يكون لی واحدة منهن احب الی من حمرا لنعم سمعت يقول لا عطين الراية غدار جلا يحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله۔

(خصائص نسائی ص ۴)

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کبھی امیر بننے کی خواہش نہیں ہوئی سوائے اُس دن کے جب علی کو خیبر کی فتح کا پرچم دیا گیا۔

وعن عمر ابن الخطاب رضی الله عنهٗ را نه قال ما اجبت الا مارة الاذلک اليوم۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۳) (معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۳)

(خصائص نسائی صفحہ ۸) (مسلم ج ۲ ص ۲۷۹)

حضرت علی کی تیاری

بہرحال حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر علیہ السلام کو میدانِ کارزار میں بھیجنے کے لئے حسب سابق اپنے مبارک ہاتھوں سے تیار کیا پہلے اپنی زرہ مبارک اپنے دست رحمت سے خود پہنائی پھر ذوالفقارِ حیدری کو میان میں باندھا اور فتح کا جھنڈا ہاتھوں میں تھماتے ہوئے فرمایا۔

الینه و رعه الحدید و شد ذو الفقار ای الذی هو سیفه فی وسطه و اعطاه الرایة ووجهه الی الحصن۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷)

علی جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو میرے شیر کافروں سے اُس وقت تک جنگ کرنا جب تک وہ توحید و رسالت کا اقرار نہ کرلیں۔

وفی روایة لما اعطاه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم الرایة قال له امش ولا تلتفت فسار شیأ ثم وقف ولم یلتفت فصرخ یا رسول اللّٰه علام اقاتل الناس ؟ قال قاتلهم حتی یشهد وان لا اله الا اللّٰه وان محمد رسول اللّٰه۔

(سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۷۳۷) (مسلم ج ۱ ص ۲۷۹)

دوسری روایت میں ہے کہ شیر خدا علیہ السلام چند قدم آگے بڑھ کر لوٹ آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم کیا میں دشمنوں سے اُس وقت بھی جنگ کرتا رہوں جب وہ مسلمان ہو جائیں تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حضور کی علی کیلئے ہدایات

علی عجلت نہ کرنا جنگ سے پہلے کافروں کو دعوت اسلام دینا اگر وہ قبول سے گریز کریں تو پھر آغاز جنگ کر دینا خدا کی قسم اگر تمہاری دعوت سے ایک بھی کافر مسلمان ہو گیا تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

فقال علی کرم اللّٰه وجهه یا رسول اللّٰه اقاتلهم حتی یکونوا امثلنا ؟ قال انفذ علی رسلک حتی تنزل بساحتهم ثم ادعوهم الی الاسلام واخبرهم بما یجب علیهم من حق اللّٰه فیه

فو اللہ لئن یھدی بک رجلا واحد اخیر لک من ان یکون لک حمر النعم۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷)
(بخاری ج ۲ ص ۵۲۵) (مواھب الدنیہ ج ۱ ص ۱۱۸)
(نور الابصار ص ۹۰) (مسند احمد ج ۱ ص ۳۳۰)
(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۴) (صواعق محرقہ ۱۲۱)
(مشکوۃ ج ۲ ص ۶۲۱) (الاصابہ فی تمیز الصابۃ ج ۲ ص ۵۰۲) (خصائص نسائی ص ۷)
(فتح الباری ج ۴ ص ۳۷۸) (تیسیر القاری ج ۳ ص ۴۴۶)

کیا علی نہیں جانتے تھے؟

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا علی نہیں جانتے تھے کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہو جائے تو اُس سے جنگ ممنوع ہے لیکن یہ سوال اُس وقت بے جان ہو جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ معاملہ یہودیوں سے تھا جو موت کو سر پر دیکھ کر کلمہ بھی پڑھ لیتے تھے اور منافقانہ روش پر بھی ڈٹے رہتے تھے۔

بہر حال جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرنیاز خم کرتے ہوئے پرچم مصطفیٰ کو عقیدت کے ساتھ آنکھوں سے لگایا اور فضا میں بلند کر دیا اور پھر لشکرِ اسلام کی ترتیب درست فرما کر قلعہ کی طرف پیش قدمی شروع فرما دی۔

آپ قلعہ قموص کے قریب پہنچے تو سطوتِ اسلام اور شکوہِ حیدری کا مظاہرہ کرنے کے لئے بلند آواز سے یہ رجز پڑھنا شروع کر دی کہ،

ستشھدی با لکر والطعن رایۃ
حبا نی بھا الطھر النبی المھذب

میرے حملے اور نیزہ بازی پر یہ پرچم گواہی دے گا جو مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عطا فرمایا ہے۔

وتعلم انی فی الحروب اذا التظت
بنیرا نھا البث الھوس المجوب

کافرو! تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ جب آگ کے شعلے بھڑک اٹھیں تو میں نہایت اطمینان اور سکون سے چلنے والا شیر ہوں۔

دشی لاقی المهول فی مصطعاً ثة

وقل له الجیش الخمیس العطبطب

مجھ جیسا شخص اُس وقت مصائب کے خطرات میں بے دھڑک چھلانگ لگا دیتا ہے جب اُس کا پانچ رُکنی لشکر تعداد میں کم ہو۔

وقوعلم الا حیاء انی زعلیمها

وانی لدی الحرب العذیق الموجب

قبائل کے لوگ جانتے ہیں کہ میں اُن کا سردار ہوں اور جنگ کے وقت خاص طور پر کام آتا ہوں

(دیوان علی صفحہ نمبر ۳۲)

جناب حیدر کرار شیر خدا امیر المومنین سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پورے جلال و جبروت مجاہدانہ کے ساتھ اس قسم کی رجزیں پڑھتے ہوئے اور پرچم اسلام کو عقاب کی طرح فضا میں لہرا دیتے ہوئے قلعہ قموص کی دیوار کے قریب پہنچ گئے۔

ملائکہ مقربین آج کی فتح مبین کا منظر دیکھنے کے لئے میدان خیبر کی طرف دیکھ رہے تھے حوریں فتح کے سہرے گانے کے لئے تیار کھڑی ہیں۔ آفتاب سپہر لاجوردی سے طلوع کر کے مجاہدین اسلام کے قدموں پر اپنی کرنیں نچھاور کرنے کے لئے تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے قلعہ خیبر کی دیواروں نے ابھی سے کانپنا شروع کر دیا ہے مشیت فاتح خیبر کا تمغہ جناب حیدر کرار علیہ السلام کے سینے پر سجانے والی ہے۔

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اخی و وصی کی کامیابی اور کامرانی کا مکمل یقین رکھتے ہوئے بھی مصروف دعا ہیں جیش اسلامی جو مسلسل تین روز ناکامی کی صورت میں واپس ہوتا رہا ہے آج فتح کے تصور سے ہی فرحت و انبساط میں ڈوبا ہوا ہے۔

یہودی قلعہ کی دیواروں پر چڑھتے ہیں اور آج کے دن لشکر اسلام کو نئے انداز میں آتے دیکھ کر لرزتے ہوئے نیچے اُتر جاتے ہیں جناب شیر خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام فصیل قلعہ کے قریب پہنچے تو آپ نے سنگریزوں کے ایک ڈھیر پر پرچم اسلام گاڑ کر دیوار پر پھرتے ہوئے یہودیوں کو فاتحانہ انداز میں دیکھا اُن لوگوں میں سے احبار یہود میں سے بھی ایک شخص موجود تھا اُس نے جناب حیدر کرار علیہ السلام کا پُر وقار چہرۂ نور دیکھا تو پوچھنے لگا اے علم بردار آپ کا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا! علی ابن ابی طالب۔

یہ اسم پاک سنا تو یہودیوں کے عالم نے اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا کہ اے قوم یہود مجھے حضرت

موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی توریت کی قسم ہم لوگ مغلوب ہو جائیں گے اور یہ ہم پر غالب آئیں گے،

حتیٰ رکز رایته فی رضم من الھجارۃ تحت الحصن فاطلع الیه یھودی من راس الحصن فقال من انت ؟ فقال علی ابن ابی طالب قال یقول الیھودی غلبتم ولما نزل علی موسیٰ او کما قال فما رجع حتی فتح اللہ علی یدیه۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۲) (روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹)

ایک روایت ہے تمہیں غالب رہو گے اور جو موسیٰ پر نازل ہوا وہ حق ہے۔

فقال الیھودی علوت وحق ما نزل علی موسیٰ

(سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۷۳۰) (روض الانف ج ۲ ص ۲۳۹)

اگر چہ یہودیوں کے عالم کی اس پیش گوئی نے یہودیوں کو بدحواس کر دیا تھا اور قلعہ بند ہونے والوں میں سراسیمگی کے عام آثار پیدا ہو گئے تاہم وہ لوگ آسانی سے شکست تسلیم کرنے والے نہیں تھے۔

حارث، مولا علی کے روبرو

چنانچہ یہودیوں کے بہت بڑے پہلوان مرحب کا سگا بھائی حارث جو مرحب کی طرح ہی قوی ہیکل اور دیو پیکر عفریت انسان تھا قلعہ سے باہر آ گیا یہودیوں کے اس پہلوان کی ہیئت اور ہمت کا صرف اس ایک بات سے ہی بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اُس کے نیزے کا وزن تین من تھا اس نے قلعہ سے باہر آتے ہی مسلمانوں پر وحشیانہ حملہ کر دیا اور پہلے ہی حملہ میں دو مسلمانوں کو شہید کر دیا حارث کا یہ حملہ اس قدر غیر متوقع تھا کہ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا اور وہ اپنا کام کر گیا اس اثناء میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کی عقابی نظریں اُس کی طرف اُٹھ گئیں اور پھر بجلی کی طرح تڑپتی ہوئی ذوالفقار حیدری ایک ہی وار میں اس کا خون چاٹ گئی۔

ثم حزج اھل الحصن وکان اول من حزج منھم الیه الحارث اخو مرحب وکان معروفا بالشجاعة فانکشف المسلمون و ثبت علی کرم اللہ وجھه فتضاربا فقتله علی۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷)

یہودی قلعہ کی فصیل پر کھڑے ہو کر حارث کے اچانک حملہ سے دو مسلمانوں کی شہادت پر خوشی

کا نعرہ بلند کر ہی رہے تھے کہ فوراً ہی ان کی صدائے مسرت حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی ان کا مانا ہوا بہادر ایک ہی ضرب یداللّٰہی سے جہنم رسید ہو چکا تھا۔

جناب شیر خدا علیہ السلام پہلے یہودیوں کو دعوت اسلام دینا چاہتے تھے مگر ان بدنصیبوں کی قسمت نے یاوری ہی نہ کی اور وہ بغیر کچھ کہے سنے ہی جنگ کی آگ میں کود پڑے۔

کسیکہ از حصار با قوم خویش بجنگ آمد حارث یہودی بودے برادر مرحب آغاز کرد و دو مسلمانان را شہید گردانید آنگاہ امیر المومنین علی رضی اللہ متوجہ آں شد و بیک ضرب تیغ جھورک را بدوزخ فرستاد۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۴)

مرحب کی آمد

حارث نے جنگ کی ابتداء ہی ایسے انداز میں کی تھی کہ تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے کی مہلت ہی نہ مل سکی اور اُس وقت تو جنگ قطعی طور پر ناگزیر ہو گئی جب حارث کے قتل کے چند لمحوں بعد ہی اُس کا بھائی مرحب جوشِ انتقام میں اندھا اور بہرا ہو کر میدان میں پہنچ گیا۔

مرحب اپنے بھائی سے طاقت میں کہیں زیادہ تھا اور نہ صرف طاقت ہی میں اس پر بھاری پڑتا تھا اپنے ڈیل ڈول اور قوی الجثہ ہونے میں بھی وہ اُس سے کہیں زیادہ تھا۔

حارث کی بات چھوڑیئے حقیقت یہ ہے کہ یہودیوں کی پوری فوج میں مرحب کی ٹکر کا ایک بہادر بھی موجود نہیں تھا اور پھر جن لوگوں کو ساتھ لے کر وہ میدان میں آیا تھا وہ یہودیوں کی دس ہزار افراد پر مشتمل فوج کا دل متصور کئے جاتے تھے اور اہلِ یہود کی فتح و شکست کا انحصار اِنہی لوگوں کی فتح و شکست پر تھا جو مرحب کے ساتھ میدانِ کارزار میں پہنچ چکے تھے اُن لوگوں میں کثرت سے آنے والے یہودیوں کے وہ سردار اور زعماء تھے جو بہادر شہہ زور اور بے پناہ قوت کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ فنِ حرب سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے اور پھر اس پر طرّہ یہ کہ ان میں یہودیوں کا سب سے زیادہ شجاع اور خوفناک طریقہ سے جنگ لڑنے والا مرحب بھی موجود تھا۔

مرحب آج جس انداز سے میداں میں آیا تھا اِس سے پہلے شاید کبھی نہ آیا ہو اُس نے گردن سے لے کر ناف کے نیچے تک اوپر نیچے آہنی کڑیوں کو مضبوط زرہیں پہن رکھی تھیں اور دونوں ہاتھوں میں برق کی طرح چمکتی ہوئی دو تلواریں تھام رکھی تھیں علاوہ ازیں اس نے سر پر جو خول پہن رکھا تھا وہ عجیب وضع کے بیضوی شکل میں تراشے ہوئے پتھر کا تھا۔

وجاء ان مرحبا لما رائ أن اخاه قد قتل خرج سريعا من الحصن في سلاحه أي وقد كان لبس درعين وتقلد بسيفين و

اعتم بعما متين و ليس فو قهما مغفرا ور حجرا قد ثقبه قد
را البيضة و معه ساه ثلا ثة اسنان وهو یر تجز و یقول من
ابیات۔

(سیرت حلبیہ جلد ۲ ص ۷۳۷)

جس کو آہنی کڑوں میں مضبوطی سے ٹھونس دیا گیا اس خوف ناک ہیئت کزائیہ کو مزید بھیانک بنانے کے لئے اُس نے خود کے اوپر دو پگڑیاں باندھی ہوئی تھیں"

عام حالات میں بھی مرحب کے بھاری بھر کم جسم اور مہیب چہرے کو دیکھتے ہی بڑے بڑے پہلوانوں اور شجاع ترین انسانوں کا زہرہ آب ہو جاتا تھا مگر آج تو وہ انتہائی وحشت ناک انداز لئے ہوئے میدان میں آیا تھا اور اَب جب کہ وہ اپنے بھائی کو قتل ہوتا بھی دیکھ چکا تھا تو اُسکی وحشت اور درندگی کی کیفیت کیا ہوگی اس کا اندازہ قارئین خود ہی کر سکتے ہیں ان کا چہرہ تانبے کی طرح سرخ ہو گیا تھا اور آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ اُس نے میدان میں آتے ہی نہایت متکبرانہ اور وحشیانہ انداز میں چیخ چیخ کر یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا کہ

قد علمت خیبرا نی مر حب
شا کی السلاح بطل محرب
اذا للیوث اقبلت تلهب
فا مجمت عن صو لتی المحجب
خلت حمای ابد الا یقرب
اطعن احیانا وحین اضرب
ان غلب الد هر فا نی الغالب
والقر ن عندی بالد مآ ء مخضب

(تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲۶) (معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۲۶)
(دیوان علی ص ۳۲) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴۱۳)
(خصائص نسائی ص ۶) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷)

جس وقت شیر گرجتے ہوئے آتے ہیں تو میرے مقابلہ سے ہٹ جاتے ہیں خوب غور کرو کہ میری آبرو ہمیشہ محفوظ رہتی ہے اور میں اپنی آبرو کی حفاظت کرنے کے لئے کبھی نیزہ بازی کرتا ہوں اور کبھی تلوار چلاتا

ہوں۔

اگر تمام دُنیا کو بھی مغلوب کر لیا جائے تو میں غالب ہی رہوں گا۔

میرے ساتھ جو بھی مقابلہ کرے گا میرے سامنے خون میں رنگا ہوا ہو گا۔

مرحب، مولا علی کے روبرو

مرحب کی خوف ناک صورت اور دلوں پر لرزہ طاری کر دینے والی گرجتی ہوئی آواز کو سنا تو طرفین پر سکتہ طاری ہو گیا۔

حضرت علی نے جیشِ اسلامی پر اُچٹتی ہوئی نگاہ ڈالی اور کسی بھی بہادر کو اس کے مقابلہ پر نکلتے ہوئے نہ دیکھا تو آپ نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور پھر اس سے پہلے کہ مرحب اہلِ اسلام کو دوسری بار چیلنج کرتا اس کے سامنے پہنچ گئے اور پورے جاہ و جلال مرتضائی کے ساتھ ارشاد فرمایا!

میں علی ہوں اور عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"

میں پاکیزہ اور صاحب سطوت وجلال ہوں"

میری پرورش ایسے عزت والے گھر میں ہوئی ہے جس میں کوئی پریشانی نہیں"

اور میں حوادث زمانہ اور جنگ کی پرواہ نہ کرنے والے ماحول میں پروان چڑھا ہوں"

چوں در معرکہ رجز گویاں درآمد چندانکہ اظہار جلادت نمود ہیچ کس راز از اھل اسلام طاقت و مقاوت آں نہ بود کہ باوے درمیان قتال در آسند لاجرم شاہِ مرداں وشیر یزداں علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بجانب او روان شد۔

(معارج النبوت ج ۴ ص ۱۷۴)

انا علی وابن عبد المطلب

مهذب و ذ و سطوة وذو حسب

غذ يت فى الحربو عصيان النوب

من بيت عز يس فيه منشعب

و فى يمينى صا رم يجد الكرب

من يلقنى يلق المنا يا والعطب

از كف مثلى با لروس يلتعب

(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۴۴) (دیوان علی ص ۳۲)

میرے دائیں ہاتھ میں تلوار ہے جو تمام مصائب کو دور کر دیتی ہے۔

جو شخص بھی جنگ میں مجھ سے ملے گا موت اور ہلاکت سے ملے گا" اس لئے کہ میرا ہاتھ سروں سے کھیلا کرتا ہے۔

علاوہ ازیں تاجدار ہل اتی مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرحب کے جواب میں جو جرأت مندانہ اور مجاہدانہ رجزیہ اشعار پڑھے اُن کا ترجمہ ہے !

میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام شیر رکھا ہے۔
اور میں وہ شیر ہوں جو چیر پھاڑ کر رکھ دیتا ہے۔
میں شیر ببر کی طرح مہیب صورت اور مضبوط گردن والا ہوں"
میں تلوار سے تمہیں اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے ناپا جاتا ہے۔
میں تمہیں ایسی مار ماروں گا جو پشت کی ہڈی کو علیحدہ کر دے۔
میں اپنے مقابلہ میں آنے والے کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اس طرح اُڑاؤں گا جس طرح شریف اور طاقتور گردنیں اُڑاتے ہیں"
اور جو حق کو ترک کرے گا وہ ذلت اٹھائے گا۔

ان الذی سمتنی امی حیدرة
ضر غام اجام ولیث قسورة
عبل الذرا عین شدید القصرة
خلیث غا بات کریه المنظر ة
اکیلکم بالسیف کیل السندرة
اضربکم ضر با یبین الفقرة
واتر ک القرن بقاع جذرة
اضرب السیف رقاب الکفرة
ضرب غلام ماجد خرورة
من یترک الحق یقول صغرة

(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۲۴) (تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲۶) (تفسیر معالم التنزیل ج ۳ ص ۱۲۶)
(دیوان علی ص ۸۱) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۲۷۵)
(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۴۳)

مرحب کا خاتمہ

مرحب میں یہ الفاظ سننے کی تاب کب تھی وہ تو اِس زُعم باطل کا شکار تھا کہ اُس کا مقابلہ کرنے والا کوئی شخص دنیا میں موجود ہی نہیں اگر چہ وہ اپنے بھائی کو جناب حیدر کرار علیہ السلام کے ہاتھوں واصل جہنم ہوتے دیکھ چکا تھا تاہم اُسے اپنی طاقت کا پورا پورا اندازہ تھا یہی وجہ تھی کہ جناب شیر خدا علیہ السلام کے اشعار اس پر بجلی بن کر گرے اور اس کا اشتعال پہلے سے کئی گنا بڑھ گیا۔

اُسے اس بات پر بھی ناز تھا کہ وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا ہے اور اسے اس بات پر بھی فخر تھا کہ آج تک میدان میں اُسے کوئی شخص بھی شکست نہیں دے سکا تھا خواہ وہ کتنا ہی بہادر کیوں نہ ہو۔

مگر اب اُس کے تکبر و غرور اور ناز و نخوت کو توڑنے والا اپنے رجزیہ اشعار سے اُسے مزید مشتعل کر رہا تھا چنانچہ انتقام اور غصہ کی آگ نے اُس کو جلا کر رکھ دیا اور وہ سراپا غیظ و غضب بن کر زخمی درندے کی طرح جناب شیر یزدان پر حملہ آور ہو گیا اگر چہ اُس نے پیش دستی کرنے میں انتہائی چابکدستی سے کام لیا تھا مگر اس کی وار کرنے کی حسرت دل ہی دل میں دم توڑ کر رہ گئی۔

اُس کی تلوار چلنے سے پہلے ہی ذوالفقار حیدری اپنا فریضہ سرانجام دے چکی تھی جناب شیر خدا علیہ السلام کی خارا شگاف تلوار جب اُسکے فولادی خول میں گھسے ہُوئے پتھر کے خول پر پڑی تو اُس کی صدائے بازگشت پورے لشکر میں سنی گئی اور اِس زور کا چھنا کا ہوا کہ لوگ لرز کر رہ گئے ذوالفقار حیدری اُس کے سر پر منڈھے ہوئے لوہے اور پتھر کو کاٹتی ہوئی اُس کے سر کی کھوپڑی کو بھی چیر گئی نہ صرف یہ کہ اس کی کھوپڑی کو ہی چیرا بلکہ اُس کے جبڑوں کو چیرتی ہوئی گردن تک آ پہنچی۔

کیا ذوالفقار حیدری نے صرف گردن تک ہی پہنچنے پر اکتفا کر لیا تھا؟ نہیں ...... نہیں ...... ضربت حیدری نے تو دُنیا میں مثال بن کر زندہ رہنا تھا۔

یہاں تو قدرت کی آواز لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار کی تصدیق مکرر ہونا تھی پھر ذوالفقار گردن تک کیوں رُکتی اگر چہ مرحب نے اپنے فولادی جسم پر انتہائی مضبوط قسم کی آہنی زرہیں اوپر نیچے پہن رکھی تھی مگر وار علی کا تھا تلوار ذوالفقار تھی جو پتھر کے خود اور لوہے کی زرہوں کو کاٹتی ہوئی گھوڑے کی زین تک اُترتی چلی گئی اور مرحب کو رانوں تک درمیان سے سیدھے کا سیدھا چیر کر رکھ دیا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ ذوالفقار حیدری مرحب کو چیرتی ہوئی زین سمیت اُس کے گھوڑے کے بھی دو ٹکڑے کر گئی۔

جناب شیر خدا سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام کی جرأت و جلالت کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے

لائے جائیں خدا اور رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کن جزائے ترکیبی سے ترتیب دیا گیا تھا اور لفظ ''علی'' میں کون سی جوہری توانائی موجود ہے جو آج بھی یا علی کا نعرہ لگانے سے کفار و مشرکین پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔

خدا ہی جانتا ہے کہ ذوالفقار حیدری پر کن اسمائے مقدسہ کے وظیفہ کی پان چڑھی ہوئی تھی جو فولاد کی طرح مضبوط اجسام کے ساتھ ساتھ لوہے اور پتھر کو بھی خس و خاشاک کی طرح کاٹتی چلی جاتی ہے۔

اِس مقام پر اگر عقل پریشان ہو جاتی ہے تو اِس میں تعجب کیا ہے علی تو اعلیٰ سے مشتق ہے پھر اسفل کی اعلیٰ تک رسائی کیسی یہ تو ممکن ہی نہیں'' علی کے زور و شجاعت کو وہی جانتا ہے جس نے یہ قوتیں عطا فرما رکھی تھیں اور یا وہ جانتے تھے جنہوں نے بارگاہِ ایزدی سے یہ زور و قوت لے کر دیا تھا (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

یہودیوں کا سب سے بہادر پہلوان ایک ہی ضربتِ حیدری سے دو ٹکڑے ہو کر خاک و خون میں لتھڑا پڑا تھا اور اس کے ساتھ آنے والے دُوسرے بہادر سکتے کی حالت میں یہ سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مرحب قتل کیسے ہو گیا ابھی وہ بحرِ تحیر میں غوطہ زن ہی تھے کہ لشکرِ اسلام اُن کے سروں پر پہنچ گیا اور پھر چند ہی لمحوں میں خونریز لڑائی شروع ہو گئی نیزوں سے نیزے اور تلواروں سے تلواریں ٹکرانے لگیں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحب کو قتل کرنے کے بعد اس کے ساتھیوں پر مسلط ہو چکے تھے۔

وفی آخرہ قصہ مرحب وقتل علی لہ فضربہ علی ہامتہ
ضربۃ حتیٰ عض السیف منہ بیضۃ راسہ وسمع اہل العسکر
صوت ضربۃ فما تام آخر الناس حتیٰ فتح اللہ لھم۔

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۲ ص ۵۰۲) (خصائص نسائی ص ۷) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۴)
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۳) (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۴۵) (تفسیر خازن ج ۴ ص ۱۲۶)
(معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۲۶)

حیدر و عنتر

ذوالفقار حیدری پورے جلال و جبروت کے ساتھ دشمنوں کے سروں کے پیمانے ناپ رہی تھی کہ یہودیوں کا ایک مرحب نما بہت بڑا بہادر ابو بلیت عنتر درج ذیل رجزیہ اشعار پڑھتا ہوا آگے بڑھا کہ:۔

انا ابو البلیت و اسمی عنتر
شا کی السلاح و بلا دی خیبر
اشجع مفضال هز برا زور

جهم عبوس بارز مسمر

عند اللیوث للیوث قسور

"میں ابوالملیت ہوں اور میرا نام عنتر ہے۔ میں پوری طرح مسلح ہوں اور میرا وطن خیبر ہے۔
میں پیکر شجاعت اور شیر کج سینہ ہوں۔ میں سامنا کرنے والا تلخ اور ترش روشیر ہوں۔
میں شیروں کے پاس شیروں کو چیر پھاڑ دینے والا درندہ ہوں۔

(دیوان علی ص ۸۲)

پھر جناب شیر خدا علی علیہ السلام نے عنتر اور دیگر یہودیوں کو مخاطب کر کے پورے وقار و حکمت کے ساتھ یہ رجز پڑھا۔

هذا عمکم معا شرا لا حزاب

من فا لق الها مات والرقاب

اے احزاب یہود تم پر یہ حملہ تمہاری گردنوں اور کھوپڑیوں کو مجروح کرنے والے علی کی طرف سے ہے

فا ستعجلوا للطعن والضراب

واستسلحوا للموات و المآب

اب تم نیزہ بازی اور شمشیر زنی کے جوہر دکھانے کے لئے سرعت سے کام لو۔ اور اپنے انجام کے لئے اپنے سروں پر مسلط ہوے والی موت کے لئے گردنیں جھکا دو۔

صیر کم سیفی الی العذاب

بعون ربی الواحد الوهاب

میری شمشیر خارا شگاف نے تمہیں عذاب کی وادی تک پہنچا دیا ہے اور یہ سب کام میرے اکیلے پروردگار کی تائید و نصرت سے ظہور میں آیا ہے۔

(دیوان علی ص ۳۳)

ویروی ان علیا کرم اللّٰہ وجهه ضرب مر حبا فتترس فوقع السیف علی الترس فقده و شق المغفر و الحجرا لذی تحته۔ والعما متین و خلق ها متہ حتی اخذ السیف فی الا ضراس۔

(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۸) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۲۱۳) (تفسیر خازن و معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۲۶)

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کے رجزیہ اشعار پڑھتے ہوئے شیر کی طرح چاروں طر

حملہ آور ہو کر دشمنوں کی صفوں کو اُلٹتے چلے جا رہے ہیں اس معرکہ میں ابو البلیت عنتر نے بھی اپنے ارمان پورے کرنے کے لئے شیر خدا علیہ السلام پر حملہ کیا مگر چند ہی لمحوں میں اپنی شجاعت سمیت ذوالفقارِ حیدری کا لقمہ بن کر رہ گیا۔

یہودیوں کے ایک بہادر ربیع بن ابی حقیق نے چند رجزیہ اشعار پڑھ کر اپنی بہادری کا سکہ جمانا چاہا مگر جناب حیدر کرار علیہ السلام نے پہلے تو اس کے رجز کا جواب درج ذیل رجزیہ اشعار میں دیا اور پھر ایک ہی وار سے واصل جہنم کر دیا آپ نے فرمایا۔

انا علی وابن عبد المطلب

احمی ذما ری و اذب عن حسب

والموت خیر للفتیٰ من الھرب

میں علی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

میں اپنی حفاظت اور اپنے حسب ونسب کا تحفظ کرنا جانتا ہوں۔

جوان کے لئے میدان چھوڑ کر بھاگنے سے بہتر ہے کہ وہ موت کی آغوش میں چلا جائے۔

(دیوان علی صفحہ ۳۳)

اب جناب شیرِ خدا نے عام خیبر والوں کو خطاب فرمایا۔

انا علی ابن عبد المطلب

محذب ذو سطوۃ و ذو حسب

میں علی ہوں اور عبد المطلب کا بیٹا ہوں میں پاکیزہ اور صاحب جبروت وسطوت اور اعلیٰ خاندان کا فرد ہوں۔

قرن اذا القیت قر نا لم اھب

من یلقنی یلق المنا یا والکرب

میں جب اپنے مقابل حریف سے ملتا ہوں تو ڈرتا نہیں ہوں بلکہ جو مجھ سے ملے گا وہ موت اور مصائب سے ہمکنار ہوگا۔

(دیوان علی ص ۳۴)

قوتِ حیدری و یاسر خیبری

کا ایک شجاع ترین نوجوان درج ذیل رجز پڑھتا ہوا آگے بڑھا کہ خیبر والوں کو معلوم

ہے کہ میں یاسر ہوں اور مسلح دلیر اور جنگجو ہوں۔

جس وقت شیر پیش قدمی کرتے ہیں تو میرے حملے سے دیہاتوں کے سردار پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔

آگے بڑھ کر آ کہ میرے نیزہ مارنے کے وقت موت حاضر ہوتی ہے یاسر کی اس خرافات کا جواب دیتے ہوئے جناب اسد اللہ الغالب نے فرمایا !

اے کافر کے بچے تجھ پر افسوس ہے اور تیرے لئے ہلاکت ہے کیونکہ میں فوجوں کو شکست دینے والا علی ہوں۔

میں وہ ہوں جو تجھ پر تلوار کے وار پر وار کرے گا۔ میرا مددگار خدا ہے اور اسی کے لئے میری ہجرت ہے۔

تبا و تعسا یا ابن الکافر
انا علی ھازم العسا کر
انا الذی اضر بکم و نا صری
الہ حق ولہ مھا جری
اضر بکم با لسیف فی المصا غر
اجود با لطعن و ضرب ظاہر
مع ابن عمی والسراج المظاہر
حتی تدینوا لعلی القادر
ضرب غلامٍ صارم مماصر
ینصرنی ربی خیر ناصرٍ
آمنت باللہ بقلب شاکرٍ
اضرب با لسیف علی المغا فر
مع النبی المصطفٰی المھاجر و

(دیوان علی علیہ السلام ص ۸۲)

میں تمہیں مقامِ ذلت پر تلوار سے ماروں گا اور تم پر شمشیر برہنہ اور نیزہ کے واروں کی بارش کردوں گا اور یہ کام میں اپنے آقائے نعمت ابنِ عم اور سراج منیر کی معیت میں کروں گا یہاں تک کہ خدائے قادر و بلند کی اطاعت کرنے لگو۔

یہ مار اس نوجوان کی مار ہوگی جو کاٹنے والا اور جنگوں کا ماہر ہے۔

میری استعانت و امداد وہ خدا فرمائے گا جو بہترین مددگار ہے۔

میرا خدا پر ایمان شکر گزار دل کے ساتھ ہے۔

میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو نبی اور ہجرت فرمانے والے ہیں کی معیت میں تلوار سے سروں پر پہنی ہوئی خود پر ضرب لگاتا ہوں۔

صبیح یا غیر صحیح

صبیح نامی یہودی کو قتل کرتے وقت جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا۔

میں علی ہوں مجھ کو بنی ہاشم نے پیدا کیا ہے۔

میں جنگوں کا شیر مردوں کی کمر توڑنے والا ہوں۔

میں دورانِ جنگ میں گرد و غبار کے بگولوں میں در آنے والا اور پیش قدمی کرنے والا بہادر ہوں۔

جو شخص بھی دورانِ قتال ملے گا اس پر دفعتہً موت ٹوٹ پڑتی ہے۔

انا علی ولد تنی ہاشم

لیث حروب للرجال قاصم

موصوصب فی نقعھا مقا دم

من یلقنی یلقاہ موت ہاجم

(دیوانِ علی ص ۱۷۰)

اللہ اور اس کے رسول کے شیر امام الاشجعین سیدنا و مرشدنا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تیغ آبدار کے جو جوہر جنگِ خیبر کے وقت پیش کئے اُن کی مثال تاریخ عالم میں کہیں موجود ہی نہیں۔

کمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو صاحب علم بھی بنا رکھا تھا اور صاحبِ علم بھی'' آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عطا فرمودہ علم کو بھی لہراتے جاتے ہیں اور آپ عطا کی ہوئی ذوالفقار کی کاٹ کے جوہر بھی دکھاتے جاتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم رؤف الرحیم مدینۃ العلم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عطا کئے ہوئے علم سے فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھ کر چرب زبان یہودیوں کی زبانیں بھی گنگ کرتے جاتے ہیں اور علم باطنیہ اور قوت ظاہر یہ کی شوکت سے اُنہیں موت کی وادیوں میں بھی دھکیلتے جاتے ہیں۔

صاحبانِ علم و دانش اور اہلِ فہم و بصیرت آپ کے رجزیہ اشعار کی شوکت و تمکنت سے شکوہ و جلال

حیدری کا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایک طرف تو جناب اسد الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم باوجود گھمسان کی جنگ ہونے کے پورے وقار و عظمت اطمینان قلبی اور جرأت و جوانمردی کے ساتھ سیف ذوالفقار سے دشمنوں کی گردنیں اُڑا رہے ہیں اور دوسری طرف شوکت اسلام کا پرچم سربلند رکھنے کے لئے چرب زبان یہودیوں کو اپنے رجز یہ اشعار سے خوفزدہ کر کے اُن کی زبانوں کو بھی بند کرتے جاتے ہیں۔

اسی جنگ میں ایک موقعہ پر آپ نے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا تمہارے سروں کے بالائی حصوں پر یہ سخت قسم کی مار ایک ہاشمی نوجوان کی طرف سے ہے یہ ایک ایسی مار ہے جو آبدار اور قلم کر دینے والی تلوار سے کھوپڑیوں کے بالوں کو کھینچنے والی ہے اور یہ قاطع تلوار ایسی ہی ہے۔

هذا لكم من الغلام الهاشمی

من ضرب صدقٍ فی ذو الكمائم

ضرب یقود شعر الجماجم

بصارم ابیض ای صارم

(دیوان علی علیہ السلام صفحہ ۱۷۰)

ذوالفقار حیدری دشمنوں کے جسموں میں تیرتی جارہی تھی آپ چند لمحات میں ہی یہودیوں کے مزید سات بڑے بڑے بہادروں کو موت کی نیند سلا چکے تھے کہ اچانک ہی یہودیوں نے میدان چھوڑ کر قلعہ کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جناب حیدر کرار علیہ السلام اُن کے پیچھے جارہے تھے ایک یہودی نے انتہائی جرأت سے کام لیتے ہوئے جناب شیر خدا علیہ السلام کے ہاتھ پر وار کر دیا مگر اُس کا وار سپر پر ہوا اور سپر زمین پر گر گئی چنانچہ ایک دوسرا یہودی جوان کے سرداروں میں سے تھا اُس سپر کو اٹھا کر قلعہ کی طرف بھاگ نکلا۔

دروازۂ خیبر علی کے ہاتھ میں

یہودیوں کی اس حرکت سے جناب امیر علیہ السلام کو جوش آ گیا جلال حیدری پوری حمکنت اور شان سے ظاہر ہو گیا آپ پر آپ کی رُوحانی قوت کا اس قدر شدید غلبہ ہوا کہ آپ ناقابل عبور خندق سے ایک ہی جست میں پار پہنچ گئے اور قلعہ کے دروازہ کو فولادی پنجہ میں پکڑ کر اس قدر شدید جھٹکا دیا کہ اُس کا آہنی دروازہ

امیر ازیں واقعہ بغائت خشمناک گشتہ خود را بدر قلعہ قموص رسانید واز خندق یک جست نمودہ خود را بر در حصار گرفت و پنجہ فولاد ورنجہ در حلقہ درزد و در حصار را بکند و سپر خود ساخت۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۱۵)

اُکھڑ کر آپ کے ہاتھ میں آ گیا آپ نے اُس دروازہ کو اِس طریقہ سے اپنے ہاتھ میں اُٹھایا ہوا تھا کہ وہ سپر کا کام بھی دیتا رہے اور آپ تلوار بھی چلاتے رہیں۔

کتب سیر میں آتا ہے کہ سیدنا امام باقر علیہ السلام وعلی آباۂ العظام واولادہ الکرام روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خیبر کے دروازہ کو اکھاڑنے کے لئے جھنجھوڑا تو سارا قلعہ کانپنے لگا چنانچہ یہودیوں کے سردار حیّ بن اخطب کی بیٹی صفیہ تخت سے گر کر زخمی ہو گئی،

یاد رہے کہ یہی جناب صفیہ اسیر ہو کر دربار رسالت میں آئیں تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنی زوجیت کے شرف سے نواز کر اُم المومنین بنا دیا۔

ارباب سیر بیان فرماتے ہیں کہ جب قلعہ کا دروازہ ٹوٹ گیا تو لشکر اسلام نہایت آسانی سے قلعہ کے اندر داخل ہو گیا جناب شیر خدا علیہ السلام نے جنگ سے فارغ ہو کر اس دروازہ کو اڑسٹھ وجب کے فاصلہ پر اپنے پس پشت پھینک دیا تھا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ دروازہ خندق پر اس طرح پھینکا گیا تھا کہ وہ ایک پل کا کام دینے لگا متعدد روایتوں میں آتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جب اِس دروازہ کو زمین پر پھینک دیا تو اُسے ستر مجاہدین اسلام نے مل کر اٹھانے کی کوشش کی مگر اُسے جنبش تک نہ دے سکے۔ ایک روایت کے مطابق اسی اشخاص مل کر بھی اِس دروازہ کو ہلانے سے معذور رہے۔

ایک روایت کے مطابق اس دروازہ کا وزن آٹھ صد من تھا جسے شیر خدا علیہ السلام نے ایک ہی جھٹکے سے اُکھاڑ بھی دیا اور پھر اس کو ایک ہاتھ میں اُٹھا کر سپر بھی بنائے رکھا اور پھر جب پھینکا تو وہ اتنی دُور جا کر گرا جیسے گیند کو اُچھال دیا گیا ہو۔

واز امام باقر رضی اللہ عنہ منقول است کہ گفت چوں علی در خیبر را بگرفت و بجنبانید تا بکند تمامی آں حصار چناں بجنبید کہ صفیہ دختر حیی بن اخطب از بالائے تخت خود بیفتاد و روئے او مجروح شد۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۵)

پس اہل اسلام بامداد شاہ مردان در آمدند و دست بقتل جہوداں دراز کردند ہفت کس از روسائے یہود و ابطال خیبر بضرب تیغ امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ کشتہ گشت و باقی جہوداں ہزیمت نمودہ روئے بقبائل آوردند و شاہ مرداں در عقب ایشاں رواں شد و دراں اثناء یکے از آنجالفاں ضرب بر دست امیر زد و چنانکہ سپر از دست آں حضرت بر زمین افتاد و دیگرے از جہوداں کہ سردار بود سپر را گرفتہ روی بگریز آورد۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)

(مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۱۴)

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ یہ جناب مولا مرتضیٰ علیہ السلام کی جسمانی نہیں بلکہ روحانی قوت کرشمہ تھا جس سے آپ نے آٹھ صد من وزن کا دروازہ ایک ہی جھٹکے سے اکھاڑ بھی لیا اور اٹھائے بھی رکھا ہمیں اُن کے اِس خیال سے بھی اتفاق ہے اِس لئے کہ یہ قوتِ رُوحانیہ بھی تو جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی تھی۔

بہرحال جناب حیدر کرار کی رُوحانی اور جسمانی قوت کا مشاہدہ یہودی بھی کر رہے تھے اس لئے اُن پر آپ کی اس قدر ہیبت طاری ہو چکی تھی کہ ہر شخص اپنے اپنے مقام پر لرز کر رہ گیا تھا۔

اگر اُنہوں نے زورِ یداللّٰہی سے قلعہ کے دروازہ ٹوٹنے کا حشر نہ دیکھا ہوتا تو شاید اب بھی مقابلہ کی کوشش کرتے کیونکہ اُن کا قلعہ بند لشکر دس ہزار بہادروں پر مشتمل تھا اور اسلامی لشکر کی تعداد اُن کے مقابلہ میں دسواں حصہ تھی مگر قوتِ حیدری نے تو اُن کے حواس ہی مختل کر دیئے تھے وہ آپ کو مافوق الفطرت ہستی خیال کرتے ہوئے سامنا کرنے کے تصور ہی سے فنا ہوتے جا رہے تھے۔

اِن حالات میں مقابلہ ہوتا کیا ہر شخص کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے چنانچہ جب جناب حیدرِ کرار علیہ السلام اسلامی جیش کو ساتھ لے کر نہایت کرّوفر اور شان و تمکنت سے قلعہ میں داخل ہوئے تو یہودیوں کے ہر چھوٹے بڑے کو اس حالت میں پایا جیسے اُن کے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو اور وہ لوگ نہایت خوفزدہ انداز میں الامان الامان پکارنے لگے۔

جناب شیرِ خدا علیہ السلام نے اُنہیں اُن شرائط پر امان عطا فرما دی جو آپ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قلعہ فتح کر لینے کی صورت میں ارشاد فرمائی تھیں یہودیوں نے وہ تمام شرائط بغیر کسی حیل وحجت کے تسلیم کر لیں کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں اُنہیں زندگیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑتے اور تمام مال و اسباب بھی مسلمانوں کے حوالے کرنا پڑتا،

یہودیوں کی یہی تو فطرت ہے کہ وہ دولت کے حصول کے لئے اپنی عزت اور غیرت تک کا سودا کر لیتے ہیں مگر زندگی بچانے کے لئے کچھ لو کچھ دو کی پالیسی پر ہی عمل کرتے ہیں۔

آوردہ اند کہ وزن آن ہشتصد من بود

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)

بعد از فراغ جنگ آں حضرت رضی اللہ عنہ آں در را ہشتاد وجب از پس پشت دور انداخت وگویند ہفت کس از قویای اسلام چندانکہ جہد نمودند باتفاق یکدیگر آں دراز پہلوئے بہ پہلوئے دیگر گردانند نتوانستند وچہل مرد برخاستند بمدد یک دیگر بردارند عاجز شدند قال الشاعر علی مرمی باب المدینۃ بتکبیر وثمانین بشرا وفیا کم بسلم

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)

بہر حال ادھر اہلِ یہود پر مکمل طور پر تسلط قائم کرنے کے بعد جناب شیر خدا علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں پہنچنے کے لئے واپسی کا ارادہ کرتے ہیں اور ادھر حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح خیبر کی مسرت آگیں خبر سن کر مسجودِ حقیقی کے دربار میں سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اظہارِ فرحت وانبساط فرماتے ہیں۔

تعریف مرتضیٰ بزبانِ مصطفیٰ

تاجدار مملکتِ قوت وشجاعت مولائے کائنات سیّد العرب جناب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام جب مع جیشِ اسلامی اپنے مستقر کے قریب پہنچے تو اُس وقت تاجدار اولین وآخرین سید المرسلین سپہ سالار اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے شیر کی حوصلہ افزائی اور تبریک وتہنیت کے لئے خیمۂ اطہر سے باہر تشریف لا کر استقبال کرنے کے لئے چند قدم بڑھ آئے اور فرحت ومسرت سے جناب علی علیہ السلام کو آغوشِ رحمت میں لے لیا اور پھر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار علیہ السلام کی چشمانِ نرگس نشین کو چوم کر اِن الفاظ میں اُن کی جرأت وشجاعت کی داد دی کہ،

علی تمہاری مشکورانہ تعریفیں اور جرأت مندیوں کے واقعات ہم تک پہنچے بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل بھی تم سے راضی ہوا اور ہم بھی تم سے راضی ہوئے۔

محبوب کا آگے بڑھ کر استقبال کرنا اور پھر آغوشِ رافت میں لے کر پیشانی پر بوسہ دینا ہی جناب حیدر کرار علیہ السلام کو لذت وکیفیات کی اُن گراں مایہ نعمتوں سے نواز چکا تھا جن کے حصول کے بعد کسی اور نعمت کا تصور ہی بے کار ہے۔

اُوپر سے آپ کی زبان فیض ترجمان سے شفقت ومحبت بھرے جملے سنے تو حیدر کرار علیہ السلام کی آنکھوں سے بے اختیار مسرت کے آنسوؤں کا چشمہ پھوٹ نکلا جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسکراتے ہوئے استفسار فرمایا یا علی یہ رونا خوشی کا ہے یا غم کا ؟

جناب ولایت مآب علیہ السلام نے سرِ نیاز خم کرتے ہوئے عرض کی یا رسول اللہ یہ گریہ غم نہیں بلکہ مسرت کے آنسو ہیں اور مجھے کیوں فرحت اور خوشی نہ ہو کہ خدا اور اس کا رسول مجھ سے راضی ہیں۔

محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید اظہارِ مسرت کرتے ہوئے فرمایا نہ صرف یہ کہ ہم اکیلے ہی تم پر خوش ہیں بلکہ خداوندِ تعالیٰ بھی تم پر راضی ہیں اور ساتھ ہی جبریل ومیکائیل اور تمام ملائکہ بھی تم پر خوش ہیں"

وحمل یو میئذ باب حصنها علی ظهره حتیٰ صعد المسلمون علیه ففتحو ها وا ناهم جر وه بعد ذلک فلم یحمله الا

اربعون رجلا وفی روایة انه تناول بابا من الحصن حصن خیبر فتترس به عن نفسه فلم یزل یقاتل وهو فی یده حتی فتح اللّٰه علیا ثم الاقاء فأراد ثمانیة ان یلقوه فماستطاعوا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲)

وفی روایة ان اولیا قلع الباب خیبر ولم یحرکه سبعین رجلا

(مواھب اللدنیہ)

روی عبد اللّٰه بن احمد بن حنبل من روایت جابران النبی صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم لما رفع الرایة لعلی یوم الخیبر اسرع فجعلوا یقولون له ارفق حتیٰ انتهی الی الحصن فاجتذب بابه فألقاه علی الارض ثم اجمع علیه سبعون رجلا اعادوه

(اشرف المؤبد ص ۱۱۷) (الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۲)

(مسند احمد ج ۱ ص ۳۱۱) (سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۷) (معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)

حسبِ عادت واقعات خیبر کی بھی بعض روایات پر بعض متشددین نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے سفلی جذبات کی تسکین کے لئے نہایت مکروہ انداز سے جرح کے دروازے کھولے ہیں مگر اُن کی ہر قسم کی موشگافیاں بالآخران کی بے بسی پر ہی منتج ہوتی ہیں۔

ایک طرف تو جناب حیدرِ کرار علیہ السلام سے اُن کا مبغوضانہ رویہ اُنہیں بفحوائے حدیثِ مصطفیٰ "علی سے بغض منافقت ہے" کی وعید کا مستحق بنا دیتا ہے اور دوسری طرف محققین کی نگاہوں میں بھی یہ طبقہ عصبیت زدہ اور خائن قرار پاتا ہے۔ ہم چونکہ اِن مضامین کو بیان کرتے وقت قارئین کرام کو بحث ومناظرہ کے تکلفات سے بچا کر عشق ومحبت کی منازل سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں اس لئے دانستہ طور پر اُن لوگوں کے مطاعن کا اظہار نہیں کیا گیا۔

مگر اِس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم اُن روایات کو جن پر بعض نام نہاد محققین نے جرح وتعدیل کے نام پر نیش زنی کی ہے اور انہیں موضوعات واہی روایات کے نام سے موسوم کیا ہے کہ پوری پوری وضاحت بحث وتمحیص کے اِس باب میں کریں گے جو اس کتاب میں اسی مقصد کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔

انشاء اللہ العزیز ہم مخالفین کی پوری پوری عبارات پیش کرنے کے بعد ان کی حقیقت کو مکمل طور پر بے نقاب کریں گے اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ آپ نہایت اطمینان سے ہر واقعہ کو حق صداقت کی تصویر سمجھتے ہوئے ملاحظہ فرماتے جائیں اور یہی وہ طریقہ ہے جس سے آپ اپنے ذوقِ وجدان کو مزید جِلا بخش سکیں گے۔

اِس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کی مکمل ترین فتح فاتح خیبر شیرِ خدا مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ والاصفات سے منسوب ہے اور تا قیامِ قیامت رہے گی اور اِس پر حضور تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان شاہد عدل ہے کہ،

ہم کل اُس کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ خیبر کو فتح فرمائے گا اور پھر وہ پرچم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم عطا فرمادیا گیا خیبر کی فتح جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وہ اعزازِ عظیم ہے جس میں کوئی دوسرا ہرگز ہرگز شریک وسہیم نہیں۔

القصه چوں اہل حصنِ قموص و مروم سائر قلاع خیبر امرے چناں غریب از امیر المومنین علی رضی الله عنهٗ مشاہده کردند از قلعها فریاد الامان الامان بر آوردند و علی ابن ابی طالب رضی الله عنه از حضرت صلی الله علیه وآلہٖ وسلم رخصت طلبید با شارتِ او خیبر یاں را اماں داد مشروط بر آنکه.

وچوں خبر فتح خیبر بسمع ہمایوں آں سرور صلی الله علیه وآلہٖ وسلم رسید بغائت فرحان و مسرور گشت.

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۴)

چوں حیدر کرار رضی اللہ عنہ مہم کفار قرار دادہ بجانب سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم توجہ فرمود خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جہت تمشیت وتہنیت علی رضی اللہ عنہ باستقبال اواز خیمہ بیرون آمد وعلی را در کنار گرفت و ہر دو چشمش را بوسید و بفرمود۔

قد بلغنی تبارک المشکور وصنعک للمذکور قد رضی اللہ عنک ورضیت انا عنک،

چوں حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اظہار رضا از علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرمود علی را رضی اللہ عنہ رقتے دست داد از دی پرسید کہ ایں گریہ شادی است یا گریہ اندوہ گفت گریہ فرح است چگونہ فرحناک نہ باشم وشادمان نہ گردم کہ خدا ورسول او از من راضی باشد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ من از تو راضی وخدائے عزوجل وجبرئیل ومیکائیل وجملہ فرشتان از تو راضی اند۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۱۷۵)(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۴)

باب

جنگِ رَمل اور حیدرِ کرار

حیدرِ کرار پر حضور کی خاص نوازش

شرپسندوں کی سرکوبی

غزوۂ تبوک سے واپسی کے چند روز بعد ایک اعرابی نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں یہ اطلاع بہم پہنچائی کہ وادیٔ رمل میں کفارِ عرب کے کچھ لوگ اِس ارادہ سے جمع ہوئے ہیں کہ موقع ملتے ہی مدینہ منورہ پر شب خون مارنے کے لئے چڑھائی کردیں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی کی اطلاع کو مبنی بر حقیقت سمجھتے ہوئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ وادیٔ رمل میں چند شرپسندوں نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر شبخون مارنے کا ارادہ کر رکھا ہے تم میں سے کون ہے جو اُن کو اُن کے ناپاک عزائم پر عمل کرنے سے پہلے پہلے ہی ختم کردے۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ عالیہ سُنا تو اہلِ صُفّہ و دیگر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شرپسندوں کی اِس جماعت کا قلع قمع کرنے کے لئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنی خدمات پیش کردیں جنہیں آپ نے بخوشی قبول و منظور فرمالیا۔

ابوبکر صدیق کا حملہ اور ناکامی

صحابہ کرام کو دشمنوں سے مقابلہ پر تیار پا کر تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر پرچم اسلام عطا فرمایا اور جیشِ اسلامی کو اُن کی کمان میں دے کر دشمنوں سے مقابلہ کے لئے روانہ فرمادیا۔

چنانچہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکر اسلام کی کمان کرتے ہوئے منزل بمنزل وادیٔ رمل کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں پر حملہ کرنے کی ترکیبیں سوچنے لگے کیونکہ مخالفین نے جس جگہ میں اپنی کمین گاہیں بنا رکھی تھیں وہ درختوں اور پتھروں میں اِس طرح گھری ہوئی تھی کہ یہ پتہ لگانا انتہائی مشکل تھا کہ دشمن کس جگہ چھپے ہوئے ہیں اور اُن کی تعداد کتنی ہے۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابھی اِس بات کا جائزہ ہی لے رہے تھے کہ حملہ کرنے کے لئے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ اچانک ہی درختوں اور پتھروں کی اوٹ سے مسلمانوں پر تیروں کی

بارش ہونا شروع ہوگئی پھر اس سے پہلے کہ اسلامی لشکر سنبھالا لیتا دشمنوں کی بھاری تعداد نے نیزوں اور تلواروں سے براہِ راست حملہ کر دیا اور جیشِ اسلامی کو نیزوں، تیروں، تلواروں اور بھالوں کی باڑھ پر رکھ لیا چنانچہ اس حادثہ فاجعہ ' متعدد گرامی قدر ہستیوں کو جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔

اس جنگ کا خطرناک ترین پہلو یہ تھا کہ دشمن نہایت آسانی سے چھپ کر بھی وار کر سکتے تھے کیونکہ وہ اشجار و احجار کے پس پردہ نہایت محفوظ ترین کمین گاہوں میں چھپے ہوئے تھے جبکہ لشکرِ اسلام کھلے میدان میں فروکش تھا"

بالآخر جب اُن لوگوں پر قابو پانے کا کوئی ذریعہ نظر نہ آیا تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ متعدد جانبازانِ اسلام کو شہید کروانے اور ہزیمت اُٹھانے کے بعد مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً وتکریماً میں واپس لوٹ آئے۔

فاروق اعظم کا حملہ اور ناکامی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب متعدد صحابہ کرام کی شہادت اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بحالت شکست واپس آنے کی اطلاع ملی تو آپ نے شرپسندوں کی سرکوبی کے لئے اسلامی لشکر کو دوبارہ ترتیب دیا اور جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر آپ کے ہاتھوں میں پرچم اسلام تھما دیا۔

لشکرِ اسلام جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قیادت میں چلتا ہوا جب مطلوبہ مقام پر پہنچا تو دشمنوں نے وہی حربہ استعمال کیا جو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آزما چکے تھے۔

بعد از غزوہ تبوک اعرابی نزد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آمد وگفت قومے از عرب در وادی الرمل آمدند و داعیہ' آں دارند کہ بر سبیل شبخون بجانب مدینہ توجہ نمایند،

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوا را با میر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ داد و بر آں طائفہ اش امیر گردانید و بر سر راہِ اعدا فرستاد و مقام مخالفاں را وادی بود کثیر الحجارہ والا شجار چوں مومناں خواستند کہ پائے در آں وادی نہند ارباب خلاف از اں وادی بیروں رفتند قتال اشتعال پذیرفت، چنانچہ بسیارے از سپاہِ اسلام شربت شہادت چشیدند و باقی را انہزام پیش گرفتند و بمدینہ مراجعت نمودند،

بعد از آنکہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقد رایت نمودہ بفاروق اعظم رضی اللہ عنہ تسلیم نمود چوں بمقصد رسید خواست قادر آں وادی در آید مشرکاں کہ از عقب اشجار و احجار کمین کردہ بودند بیروں آمدند و بعد از کوشش وکشش لشکر اسلام باز طریق فرار اختیار کردہ بدار اسلام معاودت نمودند۔

چنانچہ پیشتر اس کے کہ اسلامی لشکر اُن لوگوں کو تلاش کرتا یا اپنے دفاع کے لئے کوئی صورت نکالتا دشمنوں کی طرف سے سنسناتے ہوئے تیروں کی باڑھ آئی اور متعدد صحابہ کرام کو زخمی اور شہید کر گئی اِس کے ساتھ ہی اُن کے چند مسلح دستوں نے نیزوں اور تلواروں سے سامنے آکر شدید حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں اُن لوگوں کا پلہ کافی بھاری رہا اور اہلِ اسلام دوبارہ ناقابلِ تلافی نقصان اٹھا کر مدینہ منورہ کو واپس پلٹ آئے۔

عمرو بن العاص کی آرزو اور شکست

جب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی شر پسندوں سے شکست فاش اٹھانے کے بعد واپس آ گئے تو جناب عمرو بن العاص حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ملتمس ہوئے کہ اب آپ مجھے اجازت عطا فرمائیں تاکہ میں جنگ دھوکہ ہے کہ مقولہ پر عمل کرتے ہوئے دشمنوں کو مکروفریب اور جنگی چالوں سے مغلوب ومقہور کر کے فتح یاب ہو کر واپس آؤں۔

حضرت عمرو بن العاص کی اِس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لشکرِ اسلام کو از سرِ نو ترتیب دیا اور پرچمِ اسلام عمرو بن العاص کو عطا فرما کر دشمنوں کی سرکوبی کے لئے روانہ فرما دیا عمرو بن العاص لشکرِ اسلام کی کمان کرتے ہوئے جب دشمنوں کی کمین گاہ کے قریب پہنچ گئے اور دشمنوں سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ سوچنے لگے تو اچانک لشکرِ اسلام میں کھلبلی مچ گئی کیونکہ دشمنوں نے پھر وہی طریقہ کار اختیار کیا تھا جس پر وہ اس سے پہلے دو بار عمل کر چکے تھے،

وہ اپنی کمین گاہوں میں مکمل طور پر محفوظ تھے جب کہ لشکر اسلام براہِ راست اُن کے تیروں کی زد پر تھا چنانچہ اس سے پہلے کہ جناب عمرو بن العاص اپنی کسی جنگی چال کا تجربہ کرتے اور الحرب خدعۃ پر عمل کرتے اہل اسلام میں سے متعدد حضرات کے سینے تیروں سے چھلنی ہو چکے تھے۔

اب پھر میدان کافروں کے ہاتھ میں تھا اور اُن لوگوں نے سامنے آکر بھی اس قدر شدید حملہ کیا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے لشکرِ اسلام کو پیچھے بھاگنے ہی میں عافیت نظر آئی اور جناب عمرو بن العاص بھی متعدد جنگی چالوں سے آشنائی کے باوجود زبردست شکست اُٹھانے اور متعدد صحابہ کرام کو شہید کروانے کے بعد بے

بعد از وقوع عمرو بن العاص کہ بشیوہ مکروحیلہ اکتصاص داشت التماس نمود کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ابر ایشاں فرستد تا مقتضائے الحرب خدعۃ عمل نماید حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم التماس اور امبذول داشت واور اامیر جمع گردانیدہ بجانب مخالفاں فرستاد واو نیز چوں متوجہ معاندان شد ودر مقابلہ ومقاتلہ ایشاں درآمد نیز رم بازگشت وبعضے از مسلماناں شہید شدند،

نیل و مرام مدینہ منورہ میں واپس آ گئے۔

علی ہی فاتح قرار پائے

جناب عمرو بن العاص کو شکست اُٹھا کر آئے ہوئے چند روز گزر گئے تو ایک دن اچانک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلا کر فرمایا کہ علی اَب دُشمنوں کی سرکوبی کے لئے تجھے جانا ہے، جناب حیدرِ کرار کو کیا انکار ہو سکتا تھا آپ فوراً تیار ہو گئے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیشِ اسلام کو مرتب فرما کر پرچم اسلام جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تفویض فرما دیا جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جھنڈا عطا کرنے کے بعد آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند فرمائے اور علی کی فتح و نصرت کے لئے بارگاہِ ایزدی میں دعا فرمائی اور نیک تمناؤں کا اظہار فرمایا۔

اِسلامی لشکر میں آپ نے اس دفعہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور جناب عمرو بن العاص کو بھی شامل فرمایا مگر اب اُن سب کے سپہ سالار جناب حیدر کرار علیہ السلام تھے کیونکہ آپ نے تمام جیشِ اسلامی کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم سب لوگ علی کی کمان میں ہو اور تمہیں ہر حالت میں اِنہی کے احکام کو ماننا ہے اور اِنہی کی صوابدید پر عمل کرنا ہے کوئی شخص نہ تو اِن کے حکم سے سرتابی کرے اور نہ ہی کسی امر میں اِن کے فرمان سے تجاوز کرے۔

یہ احکام صادر کرنے کے بعد حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفسِ نفیس جیشِ اسلامی کو اَلوداع کرنے کے لئے مسجدِ احزاب تک تشریف لائے اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرنے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔

بعد از چند روز حضرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم از برائے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ لوائے راست کردہ دست بجانب آسمان برداشت و در شان او دعائے نیکو بتقدیم رسانید و تا بہ مسجد احزاب بتشیع شاہ مردان قدم رنجہ فرمود فرمانم داد کہ امیر المومنین ابوبکر و عمرو بن العاص و جمع دیگر از یاران رضی اللہ عنہم و راں سفر با امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ رفاقت نمایند و از صواب دید او تجاوز ننمایند۔

(معارج النبوۃ ج ۳ ص ۲۴۲)

القصہ شاہِ مردان بر آنچہ ضمیر منیر او عکس انداختہ بود عمل نمود میر اند تا وقت طلوع فجر بر سر عدو رسیدہ بروفق خاطر خواہ الحمد للہ از معاندان انتقام کشید،

فراستِ حیدر کرار

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آغازِ سفر کیا تو اُس راستے کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا جو وادیٔ رمل کی طرف جاتا تھا بلکہ آپ نے جیشِ اسلامی کو اُس راہ پر ڈال دیا جو مدینہ منورہ سے عراق عرب کی سمت جاتا تھا بظاہر یہ بات کسی کی سمجھ میں نہ آنے والی تھی اور اِس حکمت کو وہی جانتا تھا جسے دارِ حکمت اور مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل تھا تاہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اِس وجہ سے اِس راستہ پر بغیر حیل وحجت گامزن ہو گئے کہ اُنہیں ہر حالت میں علی کے اَحکام کی ہی اِتباع کرنے کا حکم دربارِ مصطفیٰ سے مل چکا تھا۔

عمرو بن العاص کا مشورہ

بالآخر منازل کو قطع کرتے ہوئے ایک لمبا چکر کاٹنے کے بعد جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ لشکرِ اسلام کو وادیٔ رمل کے عقب میں لے آئے تو جناب عمرو بن العاص نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشورہ دیا کہ علی نے جو طریقہ اور طریق اختیار کیا ہے یہ ہرگز مناسب نہیں اور اِس ضمن میں چند وجوہات بھی پیش کیں مگر تمام جیشِ اسلامی نے اُن کے مشورہ کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اُسی بات پر عمل کرنا ہے جسے علی مناسب خیال کریں چنانچہ عمرو بن العاص کو خاموش رہنا پڑا اور جناب حیدر کرار تمام اُمور کو اپنی مرضی کے مطابق سرانجام دیتے رہے۔

دشمنوں کا خاتمہ

جناب حیدرِ کرار ہراول کے دستہ میں بھی سب سے آگے تھے اِس لئے کسی بھی شخص کو کسی قسم کی کوئی پریشانی لاحق نہیں تھی شب کا کچھ حصہ اِستراحت اور آرام سے گزارنے کے بعد آپ طلوعِ فجر کے ساتھ ہی عقب کی طرف سے دُشمنوں کے سروں پر مسلط ہو چکے تھے اب نہ تو وہ لوگ کمین گاہوں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے تھے اور نہ ہی وہ درختوں یا ٹیلوں کی اوٹ لے کر حملہ کر سکتے تھے چنانچہ اب اُن کے لئے موت کے سوا تمام راستے بند ہو چکے تھے ذوالفقارِ حیدری اُن کے سروں پر بجلی کی طرح کوندرہی تھی اور تڑپ تڑپ کر واصلِ جہنم ہو رہے تھے جیشِ اسلامی نے بھی جرأت وجوان مردی کے بیشتر کارنامے سرانجام دیئے تھے اور بالآخر اُن دُشمنانِ اسلام کا خاطر خواہ قلع قمع کر دیا گیا۔

ادھر لشکرِ اسلام فتح وکامرانی کا جھنڈا گاڑتے ہوئے خداوندِ قدوس کا شکروسپاس ادا کر رہا تھا اور اُدھر

مدینہ منورہ زاداللہ شرفہا میں تاجدارِ انبیاء مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو اس فتح کی بشارت سنا رہے تھے۔

حضور العلام ملا معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صاحب کشف الغمہ نے لکھا ہے کہ "سورہ والعادیات" اِسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

دیگر متعدد واقعات کے علاوہ مذکورہ بالا روایت میں بتایا گیا ہے کہ "سورہ مقدسہ والعادیات" اِسی واقعہ کی شان میں نازل ہوئی ہے اگرچہ ہمیں کتب تفاسیر سے واضح طور پر کوئی ایسی روایت نہیں مل سکی جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ متذکرہ بالا سورۃ اسی واقعہ سے متعلق ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ نفس مضمون کے اعتبار سے مذکورہ سورۃ کی آیاتِ مقدسہ کا اس واقعہ سے بھی گہرا ربط تعلق ہے ان آیات کا مطلب ہے کہ،

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝

قسم ہے (گھوڑوں) کی جو سینے سے آواز نکالتے یعنی ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں۔

فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝

پھر ٹاپ مار کر (پتھروں سے) آگ نکالتے ہیں

فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝

پھر صبح ہوتے ہی تاخت وتاراج کرتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝

پھر اُس وقت غبار اُڑاتے ہیں۔

فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝

پھر (دشمن کے) لشکر میں جا گھستے ہیں۔

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی قسم کھا کر اُن کی شان وشوکت کی جو تصویر کشی آیات قرآنیہ میں کی ہے اِس سے درحقیقت اُن غازیوں اور مجاہدوں کی شان بیان کرنا مقصود ہے جو اُن گھوڑوں کو جہاد کے مصرف میں لاتے تھے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب خالقِ کائنات گھوڑوں کے ہانپنے کی قسم کھاتا ہے تو اُن شہسواروں کی قدر ومنزلت کا کیا عالم ہوگا جو محض رضائے الٰہی کے خاطر ہمہ وقت اپنی جان کی بازی لگائے رکھتے تھے۔

وصاحب کشف الغمہ گوید کہ سورہ والعادیات دریں باب نازل شدہ واں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصحاب را بفتح بشارت دادو چوں شاہ مردان مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ نزدیک بمدینہ رسید۔

بہر حال اِن آیات میں جیش اسلامی کے حملہ آور ہونے کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے اس کی پوری تصویر ہمیں وادیٔ رمل کے کفار پر جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حملہ حیدری میں نظر آتی ہے یعنی اُن دشمنوں پر بھی شب خون نہ مارنا جو موقع ملتے ہی مسلمانوں پر شبخون مارنا چاہتے تھے بلکہ عین طلوع صبح کے وقت پتھر یلی اور میدانی زمین پر گھوڑوں کے سُموں سے پتھروں سے چقماق پتھر کی طرح آگ نکالتے اور دبے ہوئے غبار کو اُڑاتے ہوئے دشمن کے لشکر میں جا گھسنا اِن آیاتِ مقدسہ کی کامل ترین تصویر ہے۔

مفسرین کا یہ کہنا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے گھوڑوں کا ذکر کر کے بالواسطہ طور پر مجاہدین اسلام کی تعریف وتوصیف فرمائی ہے تو یہ جنابِ حیدرِ کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان وعظمت اور علو ومرتبت کی واضح اور عظیم ترین دلیل ہے کیوں کہ مجاہدین اسلام میں آپ کے برابر کا نہ تو کوئی مجاہد ہے اور نہ ہی شہسوار آپ شہسواروں کے بھی امام ہیں اور مجاہدین کے بھی امام ہیں لہٰذا اگر سورۃ والعادیات کے ذیل میں اس واقعہ کو بھی لے آئیں تو قرینِ قیاس ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک تو یہ آیات تمام غزوات و سریات میں شرکت کرنے والے مجاہدین کے گھوڑوں پر بھی چسپاں کی جاسکتی ہیں۔

علاوہ ازیں مفسرین کرام کا اِس بارہ میں بھی اختلاف ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے یا مکی چنانچہ اکثر مفسرین نے اِس کے بارے میں دو قول نقل کیے ہیں پہلا قول حضرت عبداللہ ابن مسعود کا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ سورہ مکی ہے "قول مکیہ" ای فی قول ابن مسعود وغیرہ

اور دوسرا قول خیر الامت حضرت عبداللہ ابن عباس کا ہے کہ سورۃ والعادیات مدنی ہے "وقولہ مدنیہ"

فی قول ابن عباس وغیرہ

بہر حال یہ سورۃ مکی ہو یا مدنی اس میں ذکر مجاہدین اسلام کے اُن گھوڑوں کا ہی ہے جو صبح دم ہی لشکر کفار پر یلغار کر دیتے تھے ایک روایت میں آتا ہے کہ اس سورۃ میں جنگ بدر میں حصہ لینے والے مجاہدین کے گھوڑوں کا ذکر ہے حالانکہ اُس جنگ میں سپاہِ اسلام کے پاس صرف تین گھوڑے تھے اور پھر غازیانِ اسلام اُن گھوڑوں کو لے کر دشمنوں کی صفوں میں بھی نہیں گھسے تھے بلکہ پہلے باقاعدہ طور پر مبارزت طلبی ہوئی تھی۔ (واللہ اعلم)

ایک روایت میں آتا ہے کہ یہ ایک سریہ میں حصہ لینے والے مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کا ذکر ہے مگر اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کس سریہ کا واقعہ ہے ممکن ہے کہ وادیٔ رمل میں ہونے والے سریہ کے متعلق ہی ہو۔

(صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۲۹۳

(کنز الایمان)(کشاف ج ۴ ص ۵۵۶

حیدرِ کرّار کا استقبال

بہر حال جب جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ دشمنانِ اسلام کا قلع قمع کرنے کے بعد فتح و کامیابی کا پرچم لہراتے ہوئے مدینہ منورہ زاد اللہ تشریفاً و تکریماً کی جانب مراجعت پذیر ہوئے۔

چنانچہ جب آپ مدینۃ الرسول کے نزدیک پہنچے تو حضور امام الانبیاء سید الاوّلین و آخرین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حکم فرمایا کہ جناب حیدرِ کرار شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے استقبال کے لئے تیار ہو جاؤ اور پھر جلد ہی آپ صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے آئے تاکہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شایانِ شان استقبال کیا جا سکے۔

اِدھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مع صحابہ کبار کے شہر سے باہر تشریف لائے اور اُدھر لشکرِ اسلام سامنے سے آتا ہوا نظر آنے لگا

ولایت مآب، تاجدارِ اولیاء شیر خدا علی علیہ السلام نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو استقبال کے لئے تشریف لاتے دیکھا اور حضور سرور کائنات کے مسکراتے ہوئے رُخِ انور کی زیارت کی تو احترام نبوت کے پیش نظر والہانہ طور پر گھوڑے سے چھلانگ لگا دی۔

بشارت در بشارت

تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تاجدار اولیاء کے عقیدت و احترام کو ملاحظہ فرمایا تو بشارت دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا علی گھوڑے پر سوار ہو جاؤ کیونکہ خدا تعالیٰ عز وجل اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تجھ سے راضی ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے محبوب کی یہ عنایت دیکھی تو آپ کی آنکھوں میں مسرت کے آنسوؤں کا سیلاب آ گیا حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا علی اگر ہمیں اپنی اُمت کی طرف سے یہ اندیشہ نہ ہوتا تو کہ وہ تیرے متعلق وہی کچھ کہیں گے جو لوگوں نے عیسیٰ بن مریم کے بارے میں کہا تھا تو

آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یاراں با ستقبال امر فرمود دراں زماں کہ چشم ولایت مآبے بر روئے فرخندہ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افتاد از اسپ پیادہ شد۔ آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمود کہ اے علی اسوار شو خدا و رسول او (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از تو راضی اند۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۲۴۲)

ہم تمہارے متعلق یقیناوہ بات لوگوں کو بتادیتے کہ تم جدھرسے بھی گزرتے ہر گروہ تمہارے قدموں کی خاک پاک کو کحل الجواہر سمجھتے ہُوئے اٹھالیتا اور اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا۔

مقام علی کا تعین

یہ روایت ہم کسی دوسرے مقام پر بھی متعدد حوالہ جات کی روشنی میں پیش کریں گے تاہم دیکھنا تو یہ ہے کہ امیر المومنین سید الاولیاء علی المرتضیٰ علیہ السلام کے مقامات وکرامات کو کما حقہ سمجھا بھی جاسکتا ہے یا نہیں اور اگر جواب نفی میں ہے تو پھر یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ خدااور رسول کے بعد کوئی شخص بھی نہ تو مقامِ علی کا تعین کرسکتا ہے اور نہ ہی مقام علی کو سمجھ سکتاہے اور نہ ہی کسی دُوسرے کو سمجھا سکتا ہے حق یہ ہے کہ،

یہ راز عیاں ہو کے بھی اِک راز رہے گا

بعض لوگ کچھ اِس قسم کی باتیں کرتے ہوئے بھی پائے گئے ہیں کہ

شاہ مردان از غائت فرح در گریہ در آمد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرمود کہ اگر اندیشہ آں نمید اشتم کہ طوائف امت در بارۂ تو گویند آنچہ در بارۂ مسیح گفتند ہر آئینہ در بارۂ تو سخنے می گفتم کہ بر ہیچ گروہے نمیگذشتی الا آنکہ خاک قدمت را بر داشتہ کحل الجواہر ہر دیدہ را دیدۂ خویش می کردند۔

(معارج النبوۃ ج ۴ ص ۲۴۳)

جناب شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم عالم فاضل تو واقعی بہت بڑے تھے لیکن آپ نہ تو حکومت کرنا جانتے تھے اور نہ ہی جنگی چالوں کے پورے طور پر ماہر تھے اگر فن حرب اور عسکری صاحیتوں کے مالک ہوتے تو مخالفین کا پلہ بھاری نہ ہونے دیتے چونکہ ہم یہ بحث جنگ صفین کے باب ہی میں پورے طور پر کرسکیں گے اس لئے یہاں صرف یہی واضح کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے

کہ جنگ صفین میں جنگی چالوں کی سب سے ماہر ترین شخصیت جناب عمرو بن العاص ہی کو قرار دیا جاتا ہے

مگر وہ جس مقام سے شکست فاش اٹھا کر آئے فراست علی اُسی مقام سے فاتحانہ شان کے ساتھ واپس آئی۔

بات دُور چلی گئی بتانا یہ تھا کہ جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خداوند قدوس جل وعلا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس سے یکے بعد دیگرے جو مخصوص اعزازات اور بے مثال تمغات قرآنی آیات اور احادیث مقدسہ کی صورت مین تفویض ہوتے رہے اُن پر تبصرہ کرنے کے لئے عمر

خضر اور لاکھوں صفحات کی ضرورت ہے مگر پھر بھی یہی کہنا پڑے گا کہ،

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسی واقعہ کے ذیل میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جناب شیر خدا کا استقبال کرتے ہوئے یہ فرمانا کہ علی اگر ہمیں لوگوں سے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا یا خدا کا بیٹا سمجھنے لگیں تو ہم تمہارے متعلق یقیناً وہ بات بتا دیتے جس سے واقف ہو کر ہر گروہ تمہارے قدموں کی دھول کو کحل الجواہر سمجھ کر آنکھوں میں لگاتا" قطعی طور پر خاص اعزاز ہے۔

باب

غزوہ حنین اور مولائے کائنات

غزوہ حنین کا پسِ منظر

یہ غزوہ شوال المکرم ۸ھ میں ہوا غزوہ حنین کو غزوۂ ہوازن بھی کہتے ہیں وادیٔ حنین مکہ معظمہ سے تین شب کے فاصلے پر ہے جہاں پر کفار عرب کے نہایت جنگجو قبائل ہوازن اور ثقیف رہائش پذیر تھے،

جنگ حنین کا پس منظر یہ ہے کہ جب تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ معظمہ زاداللہ شرفہا وقرب و جوار کو فتح کر چکے تو قبیلہ ہوازن کے سرداروں کو خیال پیدا ہوا کہ اب لشکرِ اسلام یقینی طور پر ہم لوگوں پر حملہ آور ہوگا لہٰذا ہوازن اور ثقیف کے سربرآوردہ لوگوں نے مشورہ دیا کہ اِس سے پہلے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری بستیوں کو تاخت وتاراج کرنے کے لئے پیش قدمی کریں ہم لوگ اپنے گھروں کو خالی کردیں اور مکہ معظمہ سے آنے والے راستہ کی ناکہ بندی کردیں اور ایسے پہاڑی درّوں کو کمین گاہوں کی صورت میں استعمال کریں جہاں سے لشکرِ اسلام کو زد میں لے کر اُس کا خاتمہ کردیا جائے۔

چنانچہ انہوں نے اپنے گھروں کا تمام مال واسباب اونٹ گھوڑے وغیرہ لے کر طائف وحنین اور مکہ معظمہ کے درمیان ایک بستی جس کا نام اوطاس ہے کو اپنا مستقر بنالیا اور راستے کے تنگ درّوں پر شدید حفاظتی اقدامات کرلئے۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اُن لوگوں کے اِن عزائم کی اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے حق میں اُن کا یہ اقدام بہتر فرمایا ہے اور ساتھ ہی جیش اسلامی کو تیاری کا حکم فرمادیا۔

چنانچہ جب لشکر تیار ہو چکا تو اِس کی تعداد چودہ ہزار افراد پر مشتمل تھی جس میں بارہ ہزار لوگ اہل مدینہ اور دو ہزار اہل مکہ میں سے تھے بعض روایات کے مطابق اسلامی جیش کی تعداد بارہ ہزار تھی جس میں دس ہزار ساکنان مدینہ اور دو ہزار مکہ معظمہ کے نومسلم وغیرہ تھے۔ بلکہ اہل مکہ میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ابھی دولت اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے اور محض غلبہ اسلام کی وجہ سے ساتھ تیار ہو گئے۔

کثرت پر ناز غلط ہے

چونکہ اب تک کے ہونے والے تمام غزوات میں اِس قدر کثیر تعداد میں اسلامی فوج کبھی جمع نہیں ہوئی تھی اس لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

فقد جاء ان بعض اصحا به ای وهو ابو بكر صديق

رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کہا فی سیرۃ الی یارسول اللہ من تغلب الیوم من قلتہ۔

(سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۶۹)

آج ہم قلت افواج کی وجہ سے ہرگز مغلوب نہیں ہوں گے بعض کتابوں میں بغیر نام کی تخصیص کے اس طرح آتا ہے کہ اسلامی فوج سے کسی شخص نے یہ جملہ کہا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت ناگوار گزرا اور فرمایا کہ فتح وشکست کا انحصار لشکر کی قلت اور کثرت پر نہیں بلکہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ جل وعلیٰ کے دست قدرت میں ہے اور اُسی خالق کائنات کی نصرت وحمایت پر ہی موقوف ہے اسی سلسلہ میں آپ نے چند قرآنی آیات بھی تلاوت فرمائیں"

ہمیں چونکہ اختصار سے ہی ہر واقعہ کو بیان کرنا ہے اس لئے تفصیل سے گریز کرتے ہوئے آئندہ پیش آنے والے واقعات کا اجمالی خاکہ پیش خدمت ہے۔

ہولناک حالات

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ یا کسی اور صحابی کے لشکر کی کثرت پر گمان کرنے کا نتیجہ انتہائی ہولناک صورت میں ظاہر ہوا جیش اسلامی انتہائی کروفر اور شان وشوکت سے وادیٔ حنین کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا کہ اچانک دڑوں میں چھپے ہوئے کفار ومشرکین نے شدید ترین حملہ کر دیا۔

چونکہ یہ حملہ خلاف توقع اور ناگہانی صورت میں ہوا تھا اس لئے مسلمانوں کو اپنی اپنی جان کے لالے پڑ گئے اور جنگ اُحد کی طرح ہر شخص نے پیچھے پلٹ کر بھاگنا شروع کر دیا،

یہ افراتفری پیدا کرنے میں مکہ معظمہ کے نومسلم اور اُن کے حلفاء وطلقا پیش پیش تھے حتیٰ کہ سوائے چند بنوہاشم اور جناب ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم اجمعین کے مہاجرین وانصار میں سے بھی تمام لوگ فرار ہو گئے۔

(طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۴۸۹)

(معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲)

بے پروانے

تاریخ اسلام میں جنگ حنین کو بھی اہل اسلام کے زبردست امتحان اور شدید آزمائش کا واقعہ قرار دیا جاتا ہے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو میدان چھوڑ کر فرار ہو ہی نہیں سکتے تھے اس لئے کہ میدان سے

فرار ہونا کسی بھی نبی کی شان لائق نہیں۔

مگر اُس مقدس طائفہ کو نظر انداز کر دینا بھی تاریخ کے ساتھ سخت نا انصافی ہوگی جو اِس عالمِ اِضطرار و اِضطراب میں بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سائے کی طرح لگے ہوئے تھے اور شمعِ رسالت کی حفاظت کے لیئے پروانوں کی طرح گھیرا ڈال کر فدا ہونے کو تیار کھڑے تھے اِن عشاقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلیہم کی فہرست صفحاتِ تاریخ پر اس طرح مرتسم ہے۔

کون فرار نہ ہوا؟

☆ حضرت جناب سیدنا حیدرِ کرار اسد اللہ الغالب علی ابن طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عباس ابن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا ابوسفیان بن حارث بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا ربیعہ بن حارث بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا قثم بن سیدنا عباس بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا فضل بن سیدنا عباس بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عبداللہ بن زبیر بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا عقیل ابن ابی طالب بن سیدنا عبدالمطلب بن سیدنا ہاشم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

☆ حضرت جناب سیدنا اُسامہ بن زید غلام زادہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

☆ حضرت جناب اُسامہ کے ماموں یعنی برادر حضرت اُم ایمن کنیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب ایمن ابن اُم ایمن رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ایک روایت کے مطابق ہاشمیوں کے علاوہ یہ حضرات بھی استقامت پذیر رہے۔

☆ حضرت جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ،

☆ حضرت جناب عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اِن کے علاوہ دیگر چند نفوس قدسیہ اہل بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی آپ کے ساتھ باقی رہے دیگر تمام لوگ کسی نہ کسی وجہ سے میدان کارزار کو چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کر گئے۔

علاوہ ازیں ابنِ جوزی حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بحوالہ مسند احمد نقل کرتے ہیں کہ یوم حنین کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کے ساتھ مہاجرین وانصار کے اسی افراد ثابت قدم رہے مگر اِس روایت کو سوائے ابن جوزی کے کسی سیرت نگار نے نقل نہیں کیا واللہ اعلم بالصواب،

طبقات ابنِ سعد

کتاب ہذا میں اس واقعہ کی تفصیل کا خلاصہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی الصبح جیش اسلامی کو اِس طرح مرتب فرمایا کہ مہاجرین کا جھنڈا جناب شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمایا اور دو بڑے جھنڈے حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہما کو تفویض فرمائے علاوہ ازیں دیگر کئی چھوٹے بڑے جھنڈے مختلف قبائل کے سرداروں کو مرحمت فرمائے جس روز آپ مکہ معظمہ سے روانہ ہوئے آپ نے مقدمتہ الجیش بنو سلیم کو بنایا اور اُن پر خالد بن ولید کو سپہ سالار مقرر فرمایا یہاں تک کہ وہ مقام جعرانہ میں فروکش ہو گئے۔

مخالفاں زہنیار فرصت نمودہ از کمین بار آمدہ یکبار بر لشکر ریختند و تیر باراں کردند وایشاں تیر اندازاں بودند و مقدمہ لشکر خالد بن ولید بود با بنی سلیم اکثر سلاح نداشتند او بفرار نہادند و از عقب ایشاں کفار قریش کہ ہمراہ بودند ونو مسلماناں وضعیف الایمان کہ در دلہائے ایشاں قرار نہ یافتہ بود نیز فرار نمودند باقی صحابہ نیز طاقت نیاوردہ جولاں نمودہ متفرق متزلزل شدند و تفرقہ درمیان لشکر اسلام بطورے افتاد کہ پیش معدودے چند بیش نماند از دل دراں کر دررو ز ثبات قدوم درزیدند علی بود و عباس و ابوسفیان بن الحارث و ربیعہ بن الحارث و ربیعہ بن الحارث بن عبد المطلب ولسپران عباس قثم و فضل و اسامہ بن زید و برادر مادر ام ایمن بن ام ایمن و عبداللہ بن زبیر بن عبد المطلب و عقیل بن ابی طالب و چندے دیگر اہل بیت و ابوبکر و عمر و ابن مسعود نیز درمیان ایشاں بودند۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۱) (معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۲۱۲)

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام لشکر کی کمان خود فرما رہے تھے اور جنگ کی پوری طرح تیاری کی ہوئی تھی آپ سفید دُلدل پر جو آپ کو شاہِ مقوقس نے نذرانہ کے طور پر بھیجا تھا پر سوار تھے اور جسم اطہر پر دو زرہیں اور سرِ انور پر مغفر اور خود پہنے ہوئے تھے۔

پھر آپ نے ہوازن کی طرف اِس قدر تاریکی کا مشاہدہ فرمایا جس کی مثال پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ بنی سلیم جب وادی کی تنگ گھاٹیوں میں سے لشکر گزارنے لگے تو اہل ہوازن نے اُن پر شدید حملہ کر دیا چنانچہ بنی سلیم مع اہل مکہ اور دیگر لشکر کے پشت پھیر کر پیچھے کو بھاگ اُٹھے۔

اُس روز آپ کے ہمراہ عباس بن عبدالمطلب علی ابن ابی طالب فضل بن عباس، ابوسفیان بن الحارث، ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب ابوبکر وعمر و اور اسامہ بن زید مع اپنے اہل خانہ کے ثابت قدم رہے (رضی اللہ عنہم اجمعین)

وفی روایت لما فر الناس یوم حنین عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یبق معہ الا اربعۃ ثلاثۃ من بنی ہاشم ورجل من غیرہم علی ابن ابی طالب، والعباس، وھما بین یدیہ وابوسفیان بن الحارث آخذ بالعنان وابن مسعود جانبہ الا یسر ولا یقبل احد من المشرکین جہتہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الا قتل۔

(سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۶۷)

فتح کیسے ہوئی؟

مندرجہ بالا واقعات کے بارے میں بیسیوں حوالے مزید بھی پیش کئے جا سکتے ہیں لیکن ہمیں بہر صورت اپنے مقصد کی طرف رجوع کرنا ہے قارئین کرام کو مذکورہ بالا صورتِ حالات سے اندازہ ہو گیا ہوگا کہ سرکارِ دو عالم تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ لمحات کس قدر گراں گزرے ہوں گے جب پورے کا پورا جیش اسلامی سوائے چند گنتی کے افراد کے میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور عالم یہ ہو کہ میدان جنگ میں چاروں طرف دشمن ہی دشمن بکھرے پڑے ہوں بلکہ اُن کی زبردست جدوجہد محض اِس لئے ہو کہ جس طرح بھی ممکن ہو شمعِ رسالت کو گل کر دیا جائے۔

بہر حال جب سارے کا سارا لشکرِ اسلام سوائے چند نفوسِ قدسیہ کے تتر بتر ہو گیا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کفار و مشرکین کا دباؤ بڑھتا جا رہا تھا تو اُس وقت سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آپ کی رکاب تھامی ہوئی تھی۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے دُلدل مبارک کی عنان مبارک پکڑے ہوئے تھے اور امیر المومنین سیدنا حیدرِ کرار شیرِ خدا اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے سامنے پورے جاہ و جلال حیدری اور وقار و تمکنت ہاشمی کے ساتھ سپر بن کر کھڑے تھے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھنے والے ہر سرکش کو تیزی کے ساتھ واصل جہنم کر رہے تھے۔

اگرچہ اکثر سیرت نگاروں نے یومِ حنین میں ثابت قدم رہنے والوں کی تعداد اُتنی ہی بتائی ہے جس قدر ہم سابقہ اوراق میں تفصیل سے بیان کر چکے ہیں تاہم سیرت حلبیہ اور معارج النبوت وغیرہ میں ہے کہ اُس روز حضور سرورِ کونین کے ساتھ صرف چار آدمی باقی رہ گئے تھے ممکن ہے اُن کا اِس روایت سے یہ مطلب ہو کہ یہ چاروں رجال اعاظم حفاظت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فریضہ خاص طور پر ادا کر رہے تھے جیسا کہ متفقہ علیہ کتب احادیث وسیر میں ثقہ روایتوں سے یہ اَمر موجود ہے کہ اُس روز تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بغلہ مبارک کی رکاب سیدنا عباس اور عنان مبارک سیدنا ابوسفیان بن حارث نے تھامی ہوئی تھی۔

ایسے ہی جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کے سامنے اس انداز سے سپر بن کر کھڑے تھے کہ آپ کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہر دُشمنِ خدا اور رسول کو فی النار کر دیں۔

اور جناب عبداللہ ابن مسعود آپ کی بائیں سمت پر تلوار سونتے کھڑے تھے کہ اگر کوئی دشمن اِس سمت سے حملہ آور ہو تو اُسے واصل جہنم کر دیا جائے۔

چنانچہ اِس حقیقت کا اعتراف اپنی عادت کے مطابق مبہم الفاظ میں علامہ واقدی نے بھی کیا ہے وہ مغازی الرسول میں رقمطراز ہیں کہ۔

ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب آپ کے دلدل مبارک کی لگام پکڑے ہوئے تھے اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ آپ کی رکاب تھامے ہوئے تھے اور جو قلیل آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے اُن میں سے چند حضرات دائیں بائیں مصروف قتال تھے۔

(مغازی الرسول واقدی ص ۳۳۹)

اُنہوں نے حضور کے دائیں بائیں قتال کرنے والوں میں جناب حیدر کرار کا نام لکھنے سے طبعاً گریز کیا ہے کیونکہ یہ غزوہ خیبر میں مرحب کا قاتل بجائے حیدر کرار کے کسی اور کو بتاتے ہیں"۔

علامہ معین کاشفی اس واقعہ کو واضح طور پر اس طرح لکھتے ہیں کہ،

کہ ہر کس از جماعت اعدا کہ جہت تعرض آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم توجہ می نمود کشتہ می شد در روایت است کہ آں روز چہار کس پیش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیش نماند ند از بنی ہاشم امیر المومنین علی وعباس و سفیان بن الحارث ویکے دیگرے غیر بنی ہاشم وآں ابن مسعود بود رضی اللہ عنہم،

امیر المومنین علی وعباس رضی اللہ عنہما پیش روئے آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نگاہ می داشتند و ابوسفیان عنان مرکب را گرفتہ بود وعبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرف چپ را محافظت می نمود۔

(معارج النبوت رکن چہارم صفحہ ۲۱۲)

اس سے ملتی جلتی روایت ہم اس سے پہلے سیرت حلبیہ سے بھی پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال اِن مایوس کن حالات میں بھی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپ کے چند رفقاء نہایت صبر و استقامت کے ساتھ میدان کارزار میں تشریف فرما تھے اور ہر قسم کے حالات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مکمل طور پر تیار تھے۔

اِسی اثناء میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرار ہونے والے ساتھیوں کو پکار کر فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کا فرستادہ پیغمبر اور نبی ہوں اور میں جھوٹ نہیں کہتا اور میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں چونکہ آپ کی ابتداء میں حضرت عبد المطلب نے پرورش کی تھی لہٰذا آپ نے بجائے باپ کے دادا کا نام لیا اور اس میں دیگر بھی کئی اَسرار اور حکمتیں ہیں جو ہم کتاب والدین رسول الثقلین میں پیش کریں گے۔

علاوہ ازیں اگرچہ قرآن مجید میں آپ کے شاعر ہونے کی نہی اور نفی موجود ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ آپ شاعر نہیں تھے تاہم یہ عربی زبان کی فصاحت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بلاغت کلام کی معجز نمائی تھی کہ آپ نے جملہ ارشاد فرمایا وہ نہایت خوبصورت اور موزوں شعر کی صورت اختیار کر گیا آپ نے بھاگنے والوں کو فرمایا۔

انا النبی لا کذب ، انا ابن عبد المطلب

بعد ازاں آپ نے اپنے عم محترم حضرت عباس ابن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ارشاد فرمایا آپ بلند صوت والے ہیں لہٰذا اونچی آواز سے فرار ہونے والوں کو واپس آنے کی ترغیب دلاؤ چنانچہ جناب عباس رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار کو اُن کے قبیلوں کے نام لے لے کر پکارنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ نے اس طرح بھی اُن کی غیرت اسلامی کو بیدار کیا کہ اے بدر والو اور اے اُحد والو ، اے اَحزاب والو اور اے خیبر والو وغیرہ وغیرہ،

بہر حال فرار ہونے والے مہاجرین وانصار دیکھتے ہی دیکھتے جمع ہونا شروع ہو گئے حالانکہ مکہ کے نو مسلم وغیرہ میدان حنین سے اس طرح بھاگ گئے تھے کہ انہوں نے مکہ معظمہ میں ہی جا کر دم لیا سوائے چند لوگوں کے جن میں چند مشرکین بھی تھے اور نو مسلم بھی۔

ضربت حیدری

کوکب الدری کشف الغمہ ودیگر کتب سیر میں آتا ہے کہ باوجود اہل اسلام میں بھگدڑ مچ جانے کے صرف چار مسلمان شہید ہوئے اور ستر کافر مارے گئے کفار اور مشرکین کے اُن ستر مقتولین میں سے چالیس کافروں کو اکیلے امیر المومنین امام الاشجعین اسد اللہ الغالب علی کل غالب سیدنا ومرشدنا علی ابن ابی طالب کرم

اللہ وجہہ الکریم نے واصلِ جہنم کیا درج ذیل واقعہ سے ہی قارئین کو اندازہ ہو جائے گا کہ میدان حنین بھی علی ہی کے ہاتھ رہا۔

ابوخزول جہنم میں

کتبِ سیر میں آتا ہے کہ اس معرکے میں ایک مشہور کافر ابوخزول نامی ایک اونٹ پر سوار میدان میں آیا اور رجز پڑھ کر مبارزت طلبی کی دلاورانِ سپاہِ اسلام اُس کے طویل القامت اور بھاری بھرکم جسم کی ہیبت سے اس قدر مرعوب ہوئے کہ کوئی بھی اس کے مقابلہ کو نہ نکلا اچانک شاہِ ولایت پناہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس گرانڈیل اور دیو پیکر کافر کی طرف پیش قدمی کی اور دیکھتے ہی دیکھتے ذوالفقار حیدری بجلی کی طرح چمک کر اس پر گری اور اس کو دو حصوں میں تقسیم کر گئی۔

(ماخوذ کوکب الدری ص ۴۵۴)

کوکب الدری کے حوالہ سے نقل کی گئی عبارت معمولی تغیر کے ساتھ سیرت حلبیہ میں بھی موجود ہے چنانچہ علامہ برہان الدین حلبی روایت لائے ہیں کہ !

مشرکین کا سردار سرخ اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اُس نے لمبے نیزے کے ساتھ سیاہ پرچم باندھ رکھا تھا جو اُس کے سر کے اوپر لہرا رہا تھا اور قبیلہ ہوازن کے لوگ اُس کے عقب میں اپنے نیزوں کو بلند کرتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔

چنانچہ شیر جرار حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے جب اُسے اس ہیبت کذائیہ سے ہاتھی کی طرح جھولتے ہوئے دیکھا تو باوجود اس کے عقب میں نیزہ بردار ہوازن کے لوگوں کی موجودگی کے ذوالفقار حیدری کو لہرا کر اُس کے عقب ہی سے اُس کے اونٹ کی ران پر اس قوت سے وار کیا کہ اونٹ ضربت حیدری کی تاب نہ لاتے ہوئے اسی مقام پر گر گیا اور ابھی مشرکوں کا سردار اونٹ گرنے کی وجہ سے سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ جناب حیدر کرار کے ساتھ آنے والے انصاری نے اس کی پنڈلی پر وار کر کے درمیان سے چیر دیا اور پھر جب بھاگ کر جانے والے مسلمان جمع ہونے شروع ہو گئے تو کافروں کے اُس سردار کو قیدی بنا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔

وکان امام المشرکین رجل علی جمل احمر بیدہ رایۃ سوداء فی راس رمح طویل وھوازن خلفہ اذا ادرک طعن برمحہ و اذا فاتہ رفع رمحہ لمن وراءہ فاتبعوہ فبینما کذلک اذا ھوی الیہ علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ورجل من الا

نصار یر یدا نه فا تی علی من خلفه و ضرب عر قوبی الجمل وفقع علی عجزه و وثب الا نصاری علی الرجل فضر بته اطن قر مه ینصف سا قه و اجتاد الناس فوا للّٰہ مارجعت راجعة المسلمین من ہزیمتهم حتی وجد الا ساری مکتفین عند رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم

(سیرت حلبیہ ج ۳ ص ۷۰)

بات میں بات

آئندہ پیش آنے والے واقعات نہایت اختصار سے ہدیۂ قارئین کرنے سے پہلے ایک واقعہ پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ اس جنگ کے عواقب ونتائج کا زیادہ تر انحصار اسی قسم کے واقعات کے پس منظر کو سمجھ لینے پر ہی رکھا جا سکتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا تمام لشکر افراتفری کا شکار ہو گیا تو ابوسفیان بن حرب جو مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا نے صفوان کو جو ابھی بظاہر حالت شرک میں تھا اور حضور کی مہربانیوں اور شفقتوں سے متاثر ہو کر اس جنگ میں مسلمانوں کا حلیف بن کر شامل ہوا تھا سے کہا کہ صفوان تجھے بشارت اور خوشخبری ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اُس کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے ہیں مگر صفوان نے ابوسفیان کا یہ جملہ سننے کے بعد بھی بجائے اظہارِ مسرت کرنے کے کہا کہ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو توڑے میرے لئے سردارِ ہوازن کے زیرِ سایہ رہنے سے سردارِ قریش کے زیرِ نگرانی رہنا زیادہ بہتر ہے متن ہے۔

و بعضے امثال ایں سخناں از ابو سفیان بن حرب نیز نقل کر دہ اند وی با صفوان گفت بشارت باد ترا کہ محمد و اصحابِ اُو گر یختند صفوان چوں در صورت شرک و کفر وے شکستی شدہ بود وممنون عنایت آں حضرت شدہ در حیطۂ امن و امان آمدہ اظہارا ست بشار نہ کر دو گفت بشکند خدا تعالیٰ دہن ترا ہر آئینہ تر بیت کر دن مر وے از قریش مرا بہتر است ازاں کہ تر بیت کر دہ مر وے ازہوازن،

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص ۳۱۰)

یہاں یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ قارئین کو اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے کہ پورے کا پورا لشکر اسلام سوائے چند لوگوں کے کیوں بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

اندازہ فرمائیں سب اہل مکہ کے دلوں میں ابھی اسلام نے اپنی جڑیں مضبوط ہی نہیں کی تھیں تو اُن سے یہ توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے کہ وہ ہر حالت میں جان کی بازی لگا دیں گے اگر یہ لوگ اہلِ مدینہ کے ساتھ شامل نہ ہوتے تو جنگ بدر و احزاب اور غزوہ خیبر کی فتوحات کے روح پرور مناظر دیکھنے والے جانبازانِ اسلام ہرگز ہرگز میدان چھوڑ کر فرار نہ ہوتے حالات خواہ کیسے بھی ہوتے۔

چونکہ مقدمتہ الجیش میں شامل تمام لوگ نو مسلم تھے اُن پر کفار کی طرف سے تیر برسنے لگے تو اُنہوں نے اِس طریقے سے بھگدڑ مچائی کہ پورے لشکر اسلام کے پاؤں اُکھڑ گئے اور ہر شخص پر اضطراری کیفیت طاری ہو گئی اور یہ نو مسلم لشکر کے میمنہ، میسرہ اور عقب میں بھی مختلف ٹولیوں کی صورت میں موجود تھے چنانچہ انہوں نے ہراول کے دستوں سے بھی بڑھ کر پیچھے بھاگنے میں تیز رفتاری کا مظاہرہ کیا اور پھر جس لشکر میں ابو سفیان بن حرب جیسے لوگ موجود ہوں جو باوجود اسلام لے آنے کے اور باوجود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اِس قدر عظیم انعامات واکرامات حاصل کرنے کے تا حال قلبی کدورت کا یہ عالم ہو کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ جانے پر دُوسروں کو خوشخبریاں اور بشارتیں سنا رہے ہوں۔

چونکہ اِسی جنگ کے اختتام پر ابو سفیان کے ساتھ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حُسنِ سلوک کا ایک عجیب منظر قارئین کے سامنے آنے والا ہے اِس لئے بھی یہ واقعہ یہاں نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا تھا۔

بر سمت مقصد

اب ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان اور جناب عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غیرت دلانے والے جملے سننے کے بعد دیکھتے ہی دیکھتے تمام کا تمام لشکر اسلام جمع ہو گیا دوبارہ مقاتلہ شروع ہوتے ہی حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنگریزوں کی ایک مُٹھی اُٹھا کر کفار و مشرکین کے لشکر پر پھینکی اور فرمایا ! ''شاہت الوجوہ''

خدا تعالیٰ اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں کہ اُس مٹھی بھر خاک یا کنکریوں میں کونسے ایٹم بم پوشیدہ تھے لشکرِ کفار پر تو گویا آفت نازل ہو چکی تھی کیونکہ نہ ہوتا جب کہ خود خداوندِ قدوس فرماتے ہیں کہ،

محبوب آپ نے کفار کو کنکریاں نہیں ماریں جب آپ نے اُن کو کنکریاں ماریں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو کنکریاں ماری ہیں۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى

بہرحال کُفار میں سے کوئی شخص ایسا نہ بچ سکا جس کی آنکھ میں اُن چند سنگریزوں نے خون آشامی نہ کی ہو روایتوں میں یہ بھی آتا ہے کہ جب لشکرِ اسلام جمع ہو کر کفار پر حملہ آور ہوا حالانکہ جمع ہونے والوں کی تعداد ابھی صرف ایک صد تھی تو کفار کے پاؤں ڈگمگا گئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا "آلانِ حمی الوطیس" یعنی اب تنور گرم ہوا اہلِ لغت لکھتے ہیں آپ سے پہلے جنگ کے موقع کے لئے اتنا جامع دل کش اور حسین جملہ کسی نے ادا نہیں کیا بہرحال مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مختصر وقت میں نہایت ہی شاندار اور عظیم فتح نصیب فرمائی چونکہ اہل ہوازن اپنے گھروں کا تمام مال و اسباب اور عورتیں بچے وغیرہ ساتھ لے کر آئے تھے اور یہی چیز اُن کے لئے عذابِ مستقل کی صورت اختیار کر گئی۔

کیونکہ جب مسلمانوں نے اُن پر پے در پے حملے کئے تو اُن کے لئے اپنی جانیں بچا کر بھاگ جانا ہی انتہائی غنیمت تھا چنانچہ وہ مسلسل قتل بھی ہوتے رہے اور اپنا تمام تر مال و اسباب اونٹ گھوڑے بھیڑ بکریاں وغیرہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے کتبِ سیر میں آتا ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں لڑے جانے والے کسی بھی غزوہ میں مسلمانوں کو اس قدر مالِ غنیمت حاصل نہیں ہوا۔

اگرچہ جناب مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام کو اس غزوہ مبارکہ میں اپنے جوہر نمایاں کرنے کا کم موقعہ ملا ہے تاہم یہ ہی کیا کم ہے کہ جب اسلام کی تمام تر عسکری قوت منتشر ہو چکی تھی تو سید الاولیاء علیہ السلام سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سپر بن کر کھڑے تھے پھر جب گھمسان کی لڑائی ہوئی اور جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب تنور گرم ہوا ہے تو اُس وقت ذوالفقارِ حیدری کون کون سے جوہر نہ دکھا رہی ہو گی اور قوتِ حیدری کن کن مراحل سے نہ گزری ہو گی۔

اور پھر اس سے بڑھ کر جرأت و جواں مردی حیدر کرار علیہ السلام کے لئے کونسی دلیل پیش کرنے کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے کہ تمام جیوشِ اسلامی جن کی تعداد چودہ ہزار تھی نے ملکر تیس کافروں کو قتل کیا اور جناب شیرِ خدا غالبِ علیٰ کلِ غالب امام المشارق والمغارب جناب علی ابن ابی طالب کا اکیلے نے چالیس کفار و مشرکین کو مع اُن کے سردار کے واصلِ جہنم کیا۔

باب

غزوہ طائف اور حیدرِ کرّار علیہ السلام

محاصرۂ طائف

مکہ معظمہ کی شاندار فتح اور غزوہ حنین سے فراغت کے بعد حضور سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جیشِ اسلامی کو طائف کی طرف پیش قدمی کا حکم دیا چونکہ قبیلہ ہوازن کے لوگ جنگ حنین میں شکست فاش اُٹھانے اور مال واسباب گنوا بیٹھنے کے بعد طائف کے قلعہ میں جمع ہو گئے تھے اور انہیں یقین تھا کہ اب لشکر اسلام کا رخ طائف ہی کی طرف ہو گا چنانچہ حفظِ ماتقدم کے طور پر انہوں شہر پناہ کو بے حد مضبوط بنانے کے ساتھ ساتھ عسکری قوت میں بھی انتہائی اضافہ کر لیا تھا اور تقریباً ایک سال کے عرصہ کے لئے سامان خورد ونوش کا وافر ذخیرہ بھی جمع کر لیا تھا ادھر جیش اسلامی قطع مسافت کر کے سپہ سالار اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ قیادت جب قلعہ کے قریب میدان میں فروکش ہوا تو ہوازن وثقیف کے جنگجو لوگوں نے فصیل پر کھڑے ہو کر مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کر دیئے جس کے نتیجہ میں متعدد صحابہ کرام شہید اور زخمی ہو گئے۔

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اس حرکت کا سختی سے نوٹس لیا اور سپاہِ اسلام کو حکم دیا کہ ان کے باغات کو جلا دو چنانچہ جب اُن کے باغات جن میں سیب انگور اور دیگر اثمار بکثرت موجود تھے جلنے لگے تو وہ لوگ اللہ کے نام پر رحم کی فریاد کرنے لگے ان کی چیخ وپکار سُن کر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ہم اللہ کے نام پر رحم کرتے ہیں اور صحابہ کرام کو باغ جلانے سے منع کر دیا اس کے ساتھ ہی حضور سرور کائنات نے لشکر اسلام کو میدانی علاقہ سے ہٹا کر بلند مقامات پر جہاں اب مسجد طائف ہے ڈیرا ڈالنے کا حکم صادر فرمایا اور منجنیقوں کے ساتھ شہر پناہ پر سنگباری شروع کر وادی اہل اسلام نے پہلی بار منجنیقوں کا استعمال طائف ہی کے محاصرے کے دوران کیا تھا۔

یہ محاصرہ مختلف روایات کے مطابق کم از کم سولہ دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس روز رہا، ایک روز حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلِ قلعہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ جو غلام ہمارے پاس پہنچ کر اسلام لے آئے گا اسے مکمل طور پر امان دی جائے گی چنانچہ بیس کے قریب غلام کسی نہ کسی طریقہ سے شہر سے باہر آ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

علی سب بتکدے جا کر مٹا دو

دورانِ محاصرہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ چند

اصحاب کو مقرر فرما کر ارشاد فرمایا کہ علی جاؤ طائف کے اطراف و جوانب کو چھان مارو اور جہاں کہیں بھی کفار و مشرکین کا صنم کدہ نظر آئے اُسے مسمار کر دو اور اِس علاقہ کو مکمل طور پر بتوں کی نجاست و آلودگی سے پاک کر دو۔

امیر المومنین کاسر الاصنام شیر خدا علیہ السلام نے فرمانِ محبوب سنا تو اسی وقت جیش اسلامی کے چند منتخب دستے ساتھ لے کر ہوازن و ثقیف کے بت خانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے طائف کے اطراف و جوانب میں تشریف لے گئے۔

ثقہ روایت کے مطابق کفار عرب کے تین بڑے بتوں میں سے ایک بڑا بت لات بھی طائف ہی کے علاقہ میں تھا اور بنو ثقیف کے لئے اس بت کا ان کی تحویل میں ہونا دوسرے مشرکین کی نگاہ میں باعث صد عزت و افتخار تھا اور یہ بت اہل ثقیف نے مسدود و محجوب کر رکھا تھا۔

بُت شکن

تاجدارِ اہل اتیٰ اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نہایت تیز رفتاری کے ساتھ کفار و مشرکین کے صنم کدوں کو ویران کرنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ایک روایت کے مطابق اس مقام پر بھی تشریف لے گئے جہاں ان کے بڑے بت لات کو نہایت اہتمام کے ساتھ پس پردہ رکھا ہوا تھا۔

چنانچہ آپ نے اس بت کو بھی تلاش کر کے ایک ہی ضربت یداللہی سے پاش پاش کر کے رکھ دیا بعد ازاں آپ نے طائف کے قرب و جوار کا پورا علاقہ چھان مارا اور ایک ایک کر کے تمام تربت کدوں کو ویران اور برباد کر دیا اور کفار و مشرکین کے تمام تر آثار مٹا ڈالے۔

بتوں کا پجاری جہنم میں

ایک روز اثنائے راہ ہی میں قبائل ہوازن و ثقیف کی آنکھوں کے تارے اور نہایت جری اور بہادر

ودر ایام محاصرۂ طائف علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم با جمع از اصحاب بفرمود آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در اطراف ایں دیار برآمد و دار محاربہ وقتال داد و بتان ہوازن و ثقیف کہ در آں نواح است بشکست و آثار و دیار مشرکاں خراب ساخت شاہ مردان رضی اللہ عنہ چوں از لشکر اسلام بیرون رفت با جمعے از اصحاب مقرر فرمود۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳۱۸)

جوان خشعم سے لشکرِ اسلام کا ٹکراؤ ہو گیا اس نے مسلمانوں کو دیکھا۔ تو مشتعل ہو کر میدان میں آ گیا اور مقابلے کی دعوت دینے لگا جیش اسلامی نے اُس کی خوف ناک ہیبت کذائیہ کو دیکھا تو کوئی شخص بھی اُس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار نظر نہ آیا ان حالات کو دیکھتے ہی خونِ ہاشمی جوش میں آ گیا اور جناب حیدر کرار نے خود ہی اُس سے مقابلہ کرنے کا ارادہ فرمایا آپ کو میدان کی طرف جاتے ہوئے دیکھ کر آپ کے ہم زُلف جناب ابوالعاص ربیع نے گزارش کی کہ یہ ہرگز مناسب نہیں کہ فوج کا سپہ سالار خود ہی مقابلہ کے لئے جائے تو آپ نے فرمایا اب جب کہ اس سے مقابلہ اور محاربہ کے لئے کوئی شخص اسلامی لشکر سے جاتا ہی نہیں چاہتا تو میں اپنا فرض کیوں نہ ادا کروں ہاں اگر میں اس بد بخت سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو جاؤں تو میری جگہ آپ اس لشکر کے امیر ہوں گے یہ بات کرتے ہوئے آپ چشم زدن میں میدان میں پہنچ گئے اور اس سے پہلے کہ دُشمن سنبھالا لیتا ذوالفقار حیدری اُس کو واصل جہنم کر چکی تھی اور کافروں کا انتہائی شہ زور اور بہادر شخص یہ بھی نہ سوچ سکا کہ اس کا یہ حشر ہوا کیسے۔

سبحان اللہ یہ ہے قوتِ حیدری جو ہر مقام پر اپنی انفرادیت کو قائم رکھتے ہوئے مسلمانوں کی عزت و آبرو کی پوری پوری حفاظت فرماتی ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی بھی عظیم معرکہ کے لئے یوں ہی جناب حیدر کرار کو منتخب نہیں فرماتے تھے بلکہ آپ فراستِ رسالت و نبوت سے جان لیتے تھے کہ اس کام کو سوائے جنابِ حیدر کرار کے کوئی دوسرا سرانجام دے ہی نہیں سکتا۔

بہر حال ادھر جناب شیرِ خدا کا سرالاصنام امام برحق امیر المومنین حیدر کرار اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر بتوں کا قلع قمع کر کے اور بت خانوں کو برباد اور ویران کر کے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہونے والے ہیں اور ادھر محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء پوری توجہ کے ساتھ آپ کا راستہ دیکھ رہے ہیں۔

درراہ بطائفہ از خشعم ملاقات کردہ از مبارزان و دلاوران ایشاں شخصے کہ بزور بازوئے خود اعتماد کلی داشت در میدان درآمدہ مبارز طلبید ہیچ کس اہل اسلام رایارائے آں نہ بود کہ باآں مشرک در مقام مقابلہ درآید عاقبت الامر امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم آہنگ محاربہ او کردہ

ہر چند ابوالعاص ربیع داماد حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گفت کہ سزاوار نیست کہ امیر لشکر باوجود دیگراں ابتداء جنگ کند شاہ مرداں وشیر یزداں از منع او ممنوع نشد و گفت چوں دیگرے معترض درنیا بد ضرور تا خود باین امر قیام نمائم فاما اگر چنانچہ من دریں محاربہ قتل باشم تو باین لشکر امیر باشی آں گاہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ باں مخالف در میدان درآمد و بشمشیر آب دار آں غدار بے مدار را بدار البوار فرستاد۔

(مدارج النبوت جلد ۲ ص ۲۱۷)

چنانچہ جب جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ محبوب میں حاضر ہوئے تو آپ کو اپنا ہی منتظر پایا اور جب سید المرسلین کی نگاہ پاک جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رخ اقدس پر پڑی تو آپ نے نعرہ تکبیر بلند فرمایا

خدا نے کی ہے سرگوشی علی سے

اور پھر جناب شیر خدا علیہ السلام کو ساتھ لیکر خلوت میں تشریف لے گئے اور آپ کے گوش مبارک میں دیر تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ جب اس خلوت وتنہائی کا زمانہ طویل تر ہو گیا تو حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دور دراز اور راز کی باتیں اور مشورے اپنے چچا زاد بھائی سے کرتے ہیں اور دوسروں سے نہیں کرتے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہ آپ نے علی کہ ساتھ خلوت فرمائی اور ان سے راز کی باتیں کی تو آپ نے فرمایا کہ علی سے راز کی باتیں میں نے نہیں کیں بلکہ یہ راز کی باتیں تو اس سے خدا تعالیٰ عزوجل نے کی ہیں "

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تنہائی میں طویل ترین مشورہ کرنے اور مخصوص اسرار و رموز ظاہر فرمانے کے بعد جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سپاہ اسلام کو ارشاد فرمایا کہ اب محاصرہ اٹھالیا جائے اور واپسی کی تیاری شروع کردو۔

بعض حضرات نے آپ کے اِس ارشاد کے خلاف اِس قسم کے مشورے بھی عرض کئے کہ اتنے دنوں تک محاصرہ کرنے کے بعد بغیر طائف کو فتح کرنے کے واپس لوٹ جانا قرین مصلحت نہیں لہٰذا مزید کچھ انتظار کیا جائے اور فیصلہ کن جنگ کی جائے ان مشوروں اور قیاس آرائیوں سے جبین رسالت شکن آلود ہو گئی اور

حضرت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم بر در حصار طائف انتظار قدوم شاہ مرداں می برد آں سلطان الاولیا یعنی علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بخدمت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسید چوں چشم مبارک آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر روئے امیر المومنین حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم افتاد تکبیر گفت و باوے خلوت ساختہ۔

(معارج النبوت جلد ۴ ص ۲۴۷)

وطریق راز سخناں بسیار گفت وچوں زمانہ نجوی دراز گفتن امتداد پذیرفت جابر می گویند کہ صحابہ گفتند عجب راز و دور و دراز باپسر عم خویش فرمود کہ با دیگر نمیگوید رسول اللہ فرمود من رازنہ گفتن وے ولیکن خدا راز گفت بوے۔

(مدارج النبوت جلد دوم ۳۱۸) (معارج النبوت جلد چہارم ۲۴۷)

پ نے فرمایا کہ ہمیں ہر حالت میں محاصرہ توڑ کر ہی یہاں سے روانہ ہو جانا ہے اور طائف کو فتح کرنے کا پروگرام آئندہ کسی وقت بنایا جائے گا جب بعض لوگوں کا اصرار جاری رہا تو آپ نے فرمایا کہ صبح میدان میں جا کر دیکھ لو صبح جب اسلامی لشکر شہر پناہ کے قریب گیا تو دشمن کے تیروں سے کئی مسلمان شدید زخمی ہو گئے جس کی وجہ سے سب لوگ واپسی پر آمادہ ہو گئے مشورہ دینے والوں کو کیا معلوم تھا کہ طائف کا اس وقت محاصرہ توڑ دینا ہی در حقیقت صلح حدیبیہ کی طرح طائف کی فتح کا پیش خیمہ ہے اور نگاہ رسالت جو کچھ دیکھتی ہے دوسرے کسی بھی فرد کی وہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی یہی وجہ تھی کی حضور تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف سے واپسی کے وقت مسکرا رہے تھے (طبقات ابن سعد وغیرہم متفقہ علیہ)

بہر حال ان اسرار و رموز سے کون واقف ہو سکتا تھا جو سر تاج الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سر تاج الاولیاء جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر خلوت کے خصوصی لمحات میں منکشف فرمائے تھے اور پھر اپنی اس طویل سرگوشی کو خداوند قدوس جل وعلا کی سرگوشی قرار دیا تھا۔

اس محاصرہ کو توڑ دینے کے نتائج سے کما حقہ آگاہی تو خداوند قدوس ہی کو تھی یا پھر خدا کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدا کے مقبول علی المرتضیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ آئندہ کیا فائدے حاصل ہوں گے جنگ کا ایک بار تجربہ کروا لینے کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو تیاری کا حکم فرمانے کے بعد کھڑے ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا کہ تمام حمد و ثناء اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔

اور ہم تمہیں اپنی عترت واہل بیت کے لئے بہتر اور اچھے سلوک کی وصیت کرتے ہیں اور اس کے بدلہ میں حوضِ کوثر کا وعدہ کرتے ہیں۔

قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے نمازوں کو قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو ورنہ میں تم پر ایسے شخص کو مسلط کروں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری جان،

اور وہ شخص تمہاری گردنیں اُڑا دے گا پھر آپ نے جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا یوم الطائف فانتجاہ فقال الناس اطال نجواہ مع ابن عمہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماانتجیتہ ولکن اللہ انتجاہ۔"

(ترمذی ج ۲ ص ۲۰۷) (مشکوۃ ج ۲ ص ۶۹۴) (مرآۃ ج ۴ ص ۲۰۱)

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۳۳) (صاوی علی الجلالین ۲۹۳) (کشاف ج ۴ ص ۵۵۶)

عن عبدالرحمن بن عوف قال لما فتح رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم مکتہ انصرف الی الطائف فحصدھا سبع عشرہ لیلۃ اتسلع عشرہ لیلۃ ثم قام خطیبا حمد اللّٰہ واثنی علیہ ث قال اوٰ مسیکم بعترتی خیرہ وان موعدکم الحوض والذی نفسی بیدہ لتقمین الصلوٰۃ ولتؤتن الزکوٰۃ ولا بعثن الیکم رجلا منی او کنفسی بضرب اعناقکم ثم اتخذ بید علی رضی اللّٰہ عنہ ثم قال وہوا ہذا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۶)

منکرین کی عجیب منطق

ہمارے سامنے بھٹکے ہوئے ذہنوں کی ایک یہ اختراع بھی آئی ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کو یہ کیسے فرما سکتے تھے کہ تم نمازیں پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو ورنہ تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجیں گے جو تمہاری گردنیں اُڑا دے جب کہ صحابہ کرام سے بڑھ کر نمازیں پڑھنے والا اور دیگر دینی اُمور کو بہتر طریقہ سے سرانجام دینے ولا اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

بظاہر تو یہ منطق کافی دلفریب معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں اس قسم کی قیاس آرائیاں سوائے ایک حسین دھوکے کے اور کچھ بھی نہیں کیونکہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ طائف کا محاصرہ کرنے والے لشکر میں ایک بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جو اس واقعہ سے محض چندروز پہلے فتح مکہ کے دن دولت اسلام سے مشرف ہوئے تھے اور ان میں بھی زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو اسلام کی بڑھتی ہوئی شوکت وسطوت کے سامنے سر جھکا دینے پر مجبور ہو کر اِس راہ پر آئے تھے یہی وجہ تھی کہ مکہ معظمہ کے نومسلموں کو دینی تعلیم دینے کے لئے معاذ بن جبل انصاری کو مقرر کیا گیا تھا۔

بہرحال اِن مولفتہ القلوب اور نومسلموں کو اِس قسم کی تلقین کرنا ہرگز ہرگز ناقابل فہم نہیں بلکہ یہ انتہائی ضروری تھا کیونکہ ابھی چندروز پہلے حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ حنین کے موقع پر اُن کی دین میں ناپختگی کا مظاہرہ دیکھ چکے تھے ان چند سطور کے مختصر وضاحتی نوٹ کے بعد اب ہم قارئین کو یہ بتاتے ہیں کہ حضور سرورکائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طائف کے محاصرہ سے اعراض فرما کر واپس تشریف لے آنا کن مصالح اور حکمتوں کا پیش خیمہ تھا اور آپ نے اہل طائف کو جو نصیحت فرمائی وہ بھی مذکور روایت سے ملتی جلتی ہے؛

مصلحت یہ تھی

غزوۂ طائف کا طویل محاصرہ جو بالآخر ایک شاندار فتح پر منتج ہوا ظاہر میں مورخین کے فرسودہ اذہان کو درج ذیل چند شبہات میں بھی مبتلا کر دیتا ہے۔

اوّل: طائف والوں کے ساتھ باقاعدہ طور پر جنگ لڑے بغیر محاصرہ کیوں اُٹھا لیا گیا جبکہ اسلامی لشکر کثیر تعداد میں موجود تھا،

دوم: طائف کا محاصرہ مزید طویل کر دیا جاتا تو محصورین کو بالآخر جنگ لڑنے پر مجبور ہونا پڑتا،

سوم: اہلِ طائف میدان میں آکر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے تو یقینی طور پر شکست سے دوچار ہوتے اور مسلمان شاندار فتح سے ہمکنار ہوتے،

عام طور پر اِس قسم کے اعتراضات مستشرقین اور تعصب زدہ مورخین نے اُٹھائے ہیں حالانکہ یہ ذہنی شاخسانہ قطعی طور پر لغو اور بے بنیاد ہے۔

سپہ سالارِ اعظم رسولِ غیب دان امام الانبیاء سرکارِ مدینہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ بصیرت اور فراستِ رسالت نے طائف والوں کو جن حالات میں چھوڑا تھا اُن میں وہی رموز و اسرارِ ربانی پوشیدہ تھے جن کی ایک جھلک قارئین غزوۂ حدیبیہ کے صلح نامہ حدیبیہ میں تبدیل ہو جانے کی صورت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اگرچہ طائف والوں کو کچھ دن کیلئے قلعہ بند ہونے پر مجبور کر کے محاصرہ اُٹھا لیا تھا لیکن اہلِ طائف جان چکے تھے کہ اہلِ اسلام نے سرزمین عرب کا کثیر حصہ فتح کر لیا ہے اور اب جب بھی کبھی اسلامی جیش ہم پر حملہ آور ہوا تو ہمیں چن چن کر قتل کر دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں یہ بالکل سامنے کی بات ہے کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اہلِ مدینہ کو گھروں سے گئے ہوئے کافی عرصہ گذر چکا تھا اور مسلمانوں کے اِس عظیم مرکز کی خبر گیری رکھنا بھی انتہائی ضروری تھا،

بہر حال حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شرطِ شوریٰ کو پورا فرمانے کیلئے جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام سے جو مشورہ فرمایا تھا وہی طائف کی فتح کا مقدمہ قرار پایا، انہی الفاظ پر اِس مضمون کو ختم کرتے ہوئے ہم طائف سے واپسی کے چند واقعات انتہائی اختصار سے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

تقسیم غنیمت

طائف سے واپسی

طائف سے واپسی پر حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وادیٔ اوطاس میں تشریف لے آئے کیونکہ جنگِ حنین کے دوران بنو ثقیف اور ہوازن کے قبائل سے حاصل ہونے والا مالِ غنیمت اِسی جگہ پر اسلامی جیش کے چند دستوں کی سپردگی میں موجود تھا۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مالِ غنیمت تقسیم فرمانے لگے تو ابو سفیان کہنے لگا کہ مجھے سو اُونٹ دیئے جائیں، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ کو حکم فرمایا اِسے سو اونٹ دے دو۔

اپنے سو اونٹ حاصل کرنے کے بعد ابو سفیان نے کہا میرے بیٹے یزید بن ابو سفیان کو بھی سو اونٹ دیئے جائیں کیونکہ یہ بھی غزوۂ حنین میں شامل تھا، حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اِسے مزید سو اونٹ دے دو۔

ابو سفیان نے پھر کہا ! میرے بیٹے معاویہ بن ابو سفیان کو بھی ۱۰۰ اونٹ دیئے جائیں حضور تاجدارِ انبیاء نے فرمایا اِسے مزید سو اونٹ دے دیئے جائیں۔

اسلام کی جس قدر بھی جنگیں اب تک لڑی گئی تھیں اہلِ اسلام کو اس قدر مالِ غنیمت کبھی بھی حاصل نہیں ہوا تھا جس قدر غزوۂ حنین میں ملا چنانچہ تین سو اونٹ اکیلے ابو سفیان نے اپنے اور اپنے بیٹوں کے نام سے حاصل کئے حالانکہ یہی لوگ انتہائی تیزی کے ساتھ میدانِ جنگ کو چھوڑ کر فرار ہونے والوں میں تھے۔

بہر حال دیگر تمام اونٹ اور کثیر مال بھی اہلِ مکہ کے طلب کرنے پر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کی تالیفِ قلبی کے لئے عطا فرما دیا۔

بہر حال قلیل مال باقی بچا جو انصار و مہاجرین مدینہ منورہ میں تقسیم ہونے لگا تو بعض انصارِ مدینہ نے آپس میں سرگوشیاں کرنا شروع کر دیں کہ اسلام کے لئے ہر مقام پر عظیم خدمات ہم پیش کرتے رہے ہیں مگر غنیمت کا کثیر مال حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے شہر کے لوگوں کو عطا فرما دیا ہے۔

انصار کی اِن سرگوشیوں کی اطلاع حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ہوئی تو آپ نے فرمایا ! کہ اے انصارِ مدینہ بلاشبہ تم لوگوں نے ہم سے ہمیشہ وفاداری کی ہے اور ہم پر فدا ہونے کو ہر وقت تیار رہے ہو لیکن ہم نے بھی تو تمہیں ظلمتِ کُفر سے نکال کر ایمان کی روشنی سے مستنیر فرمایا ہے تم بٹے ہوئے

قبیلوں میں تھے ہم نے تمہیں ایک کر دیا تم ایک دوسرے کی دشمن تھے ہم نے تمہیں آپس میں بھائیوں جیسی قرابت عطا فرمادی۔ تم کمزور تھے ہم نے تمہیں قوت عطا فرمائی بتاؤ کیا یہ درست نہیں؟ انصار مدینہ نے محبوب کے احسانات اور اپنی قربانیوں کا تجزیہ کیا تو ندامت سے سر جھکا لئے

آؤ سودا کر لیں

جب انصار مدینہ کو احساس دلایا جا چکا تو حضور امام الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا! ہمارے وفادار ساتھیو ہم تم پر خوش ہیں بلا شک و ریب تم ہمارے سچے جان نثار ہو تا ہم آؤ آج ہم سے ایک سودا کرلو۔

تمام انصار ہمہ تن گوش ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے انصار مکہ والوں کو ملنے والا تمام مال غنیمت تم لے لو اور ہم مکہ معظمہ کو چلے جاتے ہیں۔

بتاؤ تمہیں یہ ہمارا فیصلہ منظور ہے اگر اللہ کے رسول کو لینا ہے تو مال مکہ والوں کو دے دو اور اگر مال لینا ہے تو اللہ کا رسول مکہ والوں کو دے دو

انصار مدینہ نے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا تو چیخیں مار مار کر رونے لگے اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اشکبار آنکھوں سے عرض پرداز ہوئے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہمیں صرف آپ کی ضرورت ہے آپ ہمارے ساتھ ہیں تو سب کچھ ہمیں مل جائے گا چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بقایا مال اُن میں تقسیم فرما دیا اور وہ سب خوش ہو گئے۔

ضروری بات، وضاحت پھر ہو گی

اس مقام پر خوارج کے باوا آدم ذوالخویصرہ مجدی نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توہین آمیز رویہ کے ساتھ گستاخانہ گفتگو کی تھی اور اسی مقام پر ہی اُس کے متعلق حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ اسے اب چھوڑ دو کیونکہ یہ شیر خدا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا شکار ہے اور یہ جنگِ نہروان میں علی کے ہاتھوں جہنم میں پہنچے گا۔

مختصر یہ ہے کہ یہ لوگ اب تک جناب حیدر کرار علیہ السلام اور آپ کی اولادِ طاہرہ پر طعن و تشنیع اس لئے کرتے ہیں کہ ان کے باوا آدم ذوالخویصرہ مجدی خارجی کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قتل کیا تھا۔

طائف کیسے فتح ہوا؟

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طائف کو بغیر فتح کئے واپس تشریف لائے ہوئے ابھی تھوڑا

ہی عرصہ گزرا تھا کہ اہل طائف کو یہ خبریں پہنچنا شروع ہو گئیں کہ اہل اسلام طائف پر حملہ کرنے کے لئے زبردست جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں خداوند قدوس جل وعلا نے اس قسم کی خبروں کے ذریعہ سے اُن کے دلوں میں اِس قدر ہیبت ڈال دی کہ بنو ثقیف کے سرداروں کا ایک وفد بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض پرداز اور منت پذیر ہوا کہ آپ اب ہم پر دوبارہ لشکر کشی نہ کریں اور مشروط طور پر ہمارے ساتھ صلح کر لیں۔

اُن لوگوں کی عجیب شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ انہیں بتوں کی پرستش سے منع نہ کیا جائے جسے سختی سے مسترد کر دیا گیا۔

چونکہ قبیلہ ہوازن کے بیشتر لوگ پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے جس کی تفصیل آگے آئے گی اس لئے بنو ثقیف کو بھی صلح نامہ کی رو سے طوعاً و کرہاً دائرہ اسلام میں آنا ہی پڑا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے صلح نامہ میں آخر پر لکھوایا۔

جو اَمر مسلمانوں کے لئے جائز ہے وہی ان کے لئے جائز ہے۔

جو بات مسلمانوں کے لئے ناجائز ہے وہ اُن کے لئے بھی ناجائز ہے۔

اُنہوں نے آخر پر جو شرط لکھوائی وہ یہ تھی کہ طائف کو بھی مکہ معظمہ کی طرح حرم قرار دیا جائے۔ اور وہاں پر شکار کھیلنا اور درخت وغیرہ کاٹنا ممنوع قرار دیئے جائیں مختصر یہ کہ صلح نامہ کی رو سے وہ لوگ مسلمان ہو ہی چکے تھے چنانچہ بالآخر یہ صلح اُن کے سچے اور پکے مسلمان ہو جانے پر ہی منتج ہوئی۔

صلح نامہ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر کیا اور مسلمانوں کی طرف سے اُس پر گواہی ڈالنے والے جناب شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب امامین کریمین طیبین وطاہرین حضرت جناب سیدنا حسن وحسین علیہم السلام تھے،

(واقدی ج ا ص ۳۴۴) (روض الانف ج ۲ ص ۳۲۷)

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنِ بلوغت سے قبل بھی بچوں کا گواہی دینا اور شاہد کا نام تحریر کرنا فقہ میں جائز ہے اور قابل قبول ہے۔

وذکر کتابه صلى الله عليه وآله وسلم لثقيف وذكره ابو عبيد كما ذكره ابن اسحاق وذكره فى شهادة على وابنيه الحسن والحسين قال وفيه من الفقه شهادة البيان وكتابة اسمائهم قبل البلوغ وانما تقبل شهادتهم اذا ادوها بعد البلوغ

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۳۲۷)

صلح نامہ لکھنے کے بعد ثقیف کے وفد کو جو تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی مفصل روایت ثقہ ترین کتب میں اس طرح ہے،

مطلب بن عبداللہ بن حنطب روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے طائف سے آنے والے ثقیف کے وفد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تمہیں اب مسلمان اور اطاعت گزار بن کر رہنا ہوگا بصورتِ دیگر میں تمہاری طرف ایسے شخص کو بھیجوں گا جو مجھ سے ہے یا ایسے ہے جیسے میری جان ہو اور وہ شخص یقیناً تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور تمہاری اولادوں کو پابند سلاسل کرے گا اور تمہارے اموال چھین لے گا۔

علی جانِ مصطفیٰ ہیں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس روز امارت کی تمنا ہوئی لیکن حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف التفات فرماتے ہوئے آپ کا ہاتھ تھام کر دو مرتبہ فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے وہ شخص یہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی جان کہا ہے۔

پیشتر ازیں خیبر کے واقعہ میں بھی یہ روایت گزر چکی ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ کل ہم اس شخص کو جھنڈا عطا فرمائیں گے جو اللہ اور رسول کا محبوب ہے اور اللہ اور رسول اس کے محبوب ہیں اور وہ خیبر کو فتح کرے گا تو جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے اس دن کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ مجھے جھنڈا عطا کیا جائے گا لیکن آپ نے علم اسلام جنابِ علی کو عطا فرمایا اور یہاں بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ وہی جملہ دُہراتے ہیں کہ مجھے اس روز کے سوا کبھی امارت کی تمنا نہیں ہوئی اور میرا خیال تھا کہ حضور میرا نام لیں گے لیکن آپ نے حیدرِ کرار کا ہاتھ تھام کر کہا کہ وہ شخص یہ ہے تو اس کی تطبیق کیسے دی جائے یہاں ہم صرف یہی بتا سکتے ہیں کہ جناب عمر فاروق نے خیبر کے روز اپنی تمنا کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ وہاں آپ ایک روز پہلے جنگ کر کے واپس آ چکے تھے۔

> عن المطلب بن عبداللّٰه بن حنطب قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم لوفد ثقیف حین جاء وه تسلمن اولاً بعثن الیکم رجلا منی وفی روایة مثل نفسی فلیفر بن اعناقکم ویصبین الامارة الایومیذ ، وجعلت انصب صدری له صلی اللّٰه علیه وآله وسلم رجاء ان یقول هو هذا فالتفت

صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم الی علی کرم اللّٰہ وجھہ فاخذ بیدہ وقال ھو ھذا ۔

(الاستیعاب ج ۳ ص ۴۴)(سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۳۴)

(ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۱۶)(ذخائر العقبیٰ مع ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۲۰۴)

انہی الفاظ پر غزوہ طائف اور قوت پروردگار کے ضمن میں آنے والے دیگر ابواب کا سلسلہ ختم کیا جاتا ہے حالانکہ جناب شیر خدا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے دیگر بھی متعدد غزوات وسرایا میں بے مثال قوت ید اللٰہی کا مظاہرہ فرمایا ہے جن میں فتح مکہ فتح یمن غزوہ بنی مسطلق غزوہ الکدر غزوہ بدر ثانی ودیگر متعدد جنگیں شامل ہیں جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ظاہری زمانہ حیات میں لڑی گئیں۔

باب

قرآن اور علی علیہ السلام

علی اور قرآن

"علی اور قرآن" اس قدر وسیع تر اور عظیم عنوان ہے جس کے لامحدود مضامین کو ہزارہا صفحات پر سمیٹنے کے بعد بھی یہی کہنا پڑے گا کہ!

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر علی اور قرآن دو الگ الگ حیثیتوں کے حامل ہیں مگر جب ان دونوں کی حقیقت و فرائض کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ نہ قرآن علی سے الگ ہے اور نہ ہی علی قرآن سے علیحدہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان مقدس پوری تشریحی تابانیوں کے ساتھ قلوب واذہان پر جلوہ گر ہو جاتا ہے کہ!

"علی مع القرآن والقرآن مع العلی"

یعنی قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہے۔

اس منصوص بالنص حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کے احکام و فرائض اور جناب حیدر کرار علیہ السلام کی حیات طیبہ کے عملی نمونہ کا موازنہ کیا جائے تو قطعی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ قرآنِ مجید کے رموز و اسرار اور رازہائے سربستہ کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قلب اطہر ہے اور علی علیہ السلام کی شانِ اعلیٰ اور علوِ مرتبت کی داستانِ عالی شان قرآنِ مقدس کی آیات بینات میں پوشیدہ ہے۔

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پورے کا پورا قرآن مجید مقامِ علی علیہ السلام کی ترجمانی کرتا ہے اور قرآن مجید کے تمام تر مندرجات کی واضح نشان دہی علی علیہ السلام کی ذات کریمہ کرتی ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم انشاء اللہ العزیز قرآن اور علی کی ازلی ابدی معیت کے بارے میں چند ثقہ ترین روایات کے خاکے ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔

مگر اس کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ہم نے علی اور قرآن کے بارے میں سیر حاصل تبصرہ کر لیا ہے اس لئے کہ خداوند کریم جل مجدہٗ العظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی عظیم المرتبت اور صاحبِ فہم و فراست کیوں نہ ہو قرآن اور علی کے بارے میں قطعیت کے ساتھ سب کچھ جان لینے کا نہ تو دعویٰ کر سکتا ہے اور نہ ہی اس قسم کے کسی دعویٰ کی دلیل پیش کر سکتا ہے۔

قرآن اور علی کے بارے میں جس جس نے جو جو کچھ بھی بیان کیا ہے اپنی اپنی ہمت و استطاعت

کے مطابق بیان کیا ہے اور وہ قطعی طور پر حرفِ آخر کی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ!

وہیں تک دیکھ سکتا ہے نظر جس کی جہاں تک ہے

ہمیں حیرت ہے

ہمیں اُن نام نہاد مسلمانوں کی عقلوں کی فسادانیت پر حیرت ہوتی ہے جو تحقیق وریسرچ کے نام پر کبھی تو قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ کو اپنے علمی اور ذہنی معیار پر پرکھنا شروع کردیتے ہیں اور کبھی امیر المومنین وامام المتقین بابِ مدینۃ العلم سیدنا ومرشدنا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ مقدسہ کو اپنے گمان کے مطابق ایک عام آدمی کی حیثیت سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔

حالانکہ قرآن اور علی دونوں ہی اُن کی ذہنی اختراعوں ناتمام عقول تخیلاتی فلسفے اور تصوراتی خاکوں کی دست بردسے قطعی طور پر باہر ہیں۔

فرامین مصطفیٰ کو تسلیم کرو

ہاں! اگر ان دونوں کی بقدرِ استطاعت قدرے معرفت اور آشنائی حاصل ہوسکتی ہے تو اس کا واحد ذریعہ فرامینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دل سے تسلیم کرلینا ہے انہیں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاداتِ مقدسہ کو جن پر قرآن کا پاک ایک ایک حرف نازل ہوا اور جن کی گود میں ایک ایک ساعت گزار کر علی پروان چڑھے۔

قرآن مجید کی تفسیر وتاویل اپنی عقلوں کے مطابق مت کرو ورنہ تمہیں جہنم میں پیٹھ کے بل کھینچا جائے گا اور حیدر کرار علیہ السلام کے متعلق آپ نے یہ ارشادِ گرامی فرمادیا کہ علی سے محبت کرو کیونکہ علی سے محبت کرنا ہی تمہارے ایمان کی دلیل اور تمہارے مومن ہونے کی نشانی ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ علی سے بغض نہ رکھو اگر تم علی سے بغض رکھو گے تو تمہارا شمار منافقین میں ہوگا علی سے بغض رکھنا منافق ہونے کی واضح ترین دلیل ہے۔

تاجدارِ دوعالم سرورِ کونین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مبغوضِ علی کو کافر بھی کہا ہے لیکن کثرت سے روایتوں میں یہی آتا ہے کہ علی سے بغض رکھنے والا منافق ہے اس میں حکمتِ خاص یہ ہے کہ کچھ لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر عبداللہ بن ابی کی طرح بظاہر کلمہ بھی پڑھتے ہوں گے اور اُن کے دلوں میں بغضِ علی کی تہیں بھی جمی ہوں گی۔

علی صراطِ مستقیم کی تفسیر ہیں

بہر حال اگر علی کی معیت میں قرآن مجید کی منازل طے کرو گے تو قرآن مجید مکمل طور پر تمہاری راہنمائی کرے گا وہ تمہیں اُس صراط مستقیم پر چلائے گا جس کی وہ خود نشاندہی کرتا ہے کیونکہ علی ہی تو صراط مستقیم کی تفسیر ہیں قرآن مجید تمہیں مشورہ دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم پر چلنے کی آرزو کرو اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ یا اللہ ہمیں علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرما۔

اور اگر تم جناب حیدر کرار علیہ السلام کی سیاسی اور غیر سیاسی غلطیاں جمع کرنا شروع کر دو گے اور یہ تصور کر لو گے کہ علی نے تو خود ہی صراط مستقیم کو چھوڑ رکھا تھا تو پھر قرآن مجید ہرگز ہرگز تمہاری راہنمائی نہیں کرے گا تمہاری یہی ایک گستاخی تمہیں مسلمانوں کے زمرہ سے نکال کر منافقین کے گروہ میں شامل کر دے گی اُن منافقوں کے گروہ میں جن کے لئے قرآن مجید ہی نے جہنم کے دہکتے ہوئے انگاروں کی وعیدیں سینکڑوں آیات میں دے رکھی ہیں۔

بھٹکتے رہو گے

جنابِ حیدر کرار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر طعن و تشنیع اور اُن کے بارے میں بدگمانی رکھنا اور بدگمانیاں پیدا کرنا تمہیں بغض و نفاق کے اُن ویرانوں میں لے جائیں گی جہاں ساری زندگی بھٹکتے رہو گے اس دنیا میں بھی تمہیں چین نصیب نہیں ہوگا تمہارے دل ہمیشہ مضطرب رہیں گے تمہارے خیالات منتشر رہیں گے تمہاری ناپاک روحیں مضطر اور بے چین رہیں گی اور بالآخر تم ان تمام اذیتوں کو برداشت کرتے کرتے ابدی اذیتوں اور عذابِ مستقل کا شکار ہو جاؤ گے۔

تمہاری منافقت کے صلہ میں ملنے والے بغض و حسد اور جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے دنیا اور آخرت دونوں میں تمہاری عقلوں کی تلبیس ابلیس کے ساتھ ساتھ تمہارے جسموں کو بھی جھلس ڈالیں گے۔

ہم آئندہ صفحات میں بالوضاحت سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُن ارشادات کی تفصیل بیان کریں گے جن میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ علی سے محبت رکھنا مومن ہونے کی دلیل ہے اور علی سے بغض رکھنا منافق ہونے کی نشانی ہے اور اس کے ساتھ ہی قرآن مجید کی چند آیات بھی پیش کریں گے جن میں قطعیت کے ساتھ فیصلہ ہو چکا ہے کہ منافقوں کا ٹھکانہ صرف اور صرف جہنم کی دردناک عذاب دینے والی شعلے برساتی ہوئی آگ ہے۔

قرآن وعلی سے محبت کرو

فی الحال تو ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ علی سے بغض نہ رکھو علی سے محبت کرنا سیکھو اگر تمہیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت وشفاعت پر بھروسہ ہے تو اس مخبر صادق کے فرمان کو دل سے تسلیم کرو قرآن پڑھنا ہے تو علی سے محبت کرو اس لئے کہ قرآن علی کے ساتھ ہے۔

دامنِ علی کو چھوڑ کر تم قرآن سے کیا حاصل کرسکو گے اس حالت میں تو قرآن کی ہر آیت تمہارے لئے حجاب بن جائے گی،

علی کے دامانِ کرم کو جھٹک کر قرآن مجید کی آیاتِ مقدسہ سے جو نتیجہ بھی تم اپنی عقل کے مطابق اخذ کرو گے اور قطعی طور پر غلط اور حقیقت سے کوسوں دور ہوگا۔

علی اور قرآن

قرآن پڑھنا ہے تو دامانِ علی سے وابستہ ہو کر پڑھو اور اگر علی سے شناسائی حاصل کرنا ہے تو قرآن کو سینے سے لگا کر رکھو قرآن اور علی کو کسی بھی مقام پر علیٰحدہ کرنے کی کوشش نہ کرو اس لئے کہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق یہ دونوں کبھی الگ الگ نہیں ہوں گے علی اور قرآن کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔

قرآن علی کے مدارج ومقامات کی نشاندہی کرتا ہے اور علی قرآن کے رموز واسرار کو بیان کرتے ہیں

علی قرآن کے شارح بھی ہیں اور قرآن کی تفسیر بھی۔

علی قرآن کے فہیم بھی ہیں اور مفہوم بھی۔

علی قرآن کی روح بھی ہیں اور جان بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کا دل بھی ہیں اور نور بھی۔

علی قرآن کی تفسیر بھی ہیں اور تشریح بھی۔

علی قرآن کی تاویل بھی ہیں اور مئوول بھی۔

علی قرآن کی حقیقتوں کے آشنا بھی ہیں اور اس بحرِ ذخار کے شناور بھی۔

علی قرآن کے قاری بھی ہیں اور قرآن ناطق بھی،

الغرض علی ہی قرآن ہیں اور قرآن ہی علی ہے۔

علی بسم اللہ کی "ب" کا نقطہ ہیں

حدیث میں آتا ہے !

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال کل ما فی کتب بمنزلة ہو فی القرآن و کل ما فی القرآن فہو فی الفاتحة و کل ما فی الفاتحة فہو فی بسم اللہ الرحمن الرحیم و کل ما فی بسم اللہ الرحمن الرحیم فہم فی الباء و کل ما فی الباء فہو فی النقطة التی تحت الباء ۔

(الکھف والرقیم فی شرح بسم اللہ الرحمن الرحیم
(ص ۱۷ اللعبد الکریم جیلی)

یعنی خواجۂ عالمیان نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے جمیع صحائف میں جو کچھ بھی ہے وہ سورہ فاتحہ میں موجود ہے اور جو کچھ سورہ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور جو کچھ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے وہ سب کچھ بسم اللہ کی "ب" کے میں ہے اور وہ سب کچھ اُس نقطے میں ہے جو ب کے نیچے ہے۔

امیر المؤمنین تاجدار اولیاء حیدر کرار شیر خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ "ب" کے جس نقطہ میں مذکورہ بالا تمام علوم جمع ہیں وہ نقطہ میں ہی تو ہوں۔

انا النقطة تحت الباء

تفسیر روح البیان

علامہ اسمٰعیل حقی "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع علوم بسم اللہ کی "باء" میں امانت رکھے ہیں "الخ"

اور "ب" کو یہی بلند مقام اور قدرت حاصل ہے کہ اُس نے غیر میں توحید وارشاد کی تکمیل کراتی ہے اور اس کے موافق ہی سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ارشاد ہے۔ کہ "انا النقطة تحت الباء" یعنی میں وہ نقطہ ہوں جو باء کے نیچے ہے پس باء کو ارشاد و دلالۃ علی التوحید کا مرتبہ عطا کیا گیا۔

بسم اللہ کی با

خواجہ محمد پارسا نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھتے ہیں۔

تمہیں جاننا چاہئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام رموز واسرار آسمانی کتابوں میں موجود ہیں اور آسمانی

کتابوں کے اسرار و رموز تمام و کمال قرآن مجید میں موجود ہیں اور قرآن مجید کے تمام اسرار سورۃ فاتحہ میں ہیں اور سورۃ فاتحہ کے تمام راز بسم اللہ الرحمن الرحیم میں موجود ہیں جبکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تمام راز بسم اللہ کی "با" میں اور "با" کے تمام اسرار "بائی" کے نقطہ میں موجود ہیں جو "با" کے نیچے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ہے کہ "انا النقطۃ تحت البائی" یعنی وہ نقطہ میں ہوں جو "باء" کے نیچے ہے۔
(فصل الخطاب مولفہ خواجہ محمد پارسا بخاری نقشبندی مع ینابیع المودۃ ج دوم ص ۴۰۹)

ان الباء حرف کامل فی صفات نفسہ بانہ للا صلاق والا ستعانۃ والا ضافۃ مکمل لغیرہ بأن یخفض الا سم التا بع لہ ویجعلہ مکسو را امتصفا بصفات نفسہ ولہ علو و قدرۃ فی تکمیل الغیر با لتو حید والا رشاد کما ا شار الیہ سید نا علی رضی اللہ عنہٗ بقول ! انا النقطۃ تحت البائ۔

(تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۷ مطبوعہ بیروت)

نقطہ میں مزید نکتہ

خواجہ محمد حسینی گیسودراز "ب" کے اس نقطہ میں مزید یہ نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ "ب" حرف اتصال و تضمن ہے موجودات کی ابتداء اللہ تعالیٰ سے ہے اور اس کا حدث یا فنا ہونا بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے متن ہے۔

الباء حرف الا تصال و تضمن ابتداء الموجودات باالہ والحادثات من اللہ

(جواہر العشاق ص ۳)

اسرارِ قرآن اور بسم اللہ

علامہ سلیمان حنفی قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ کتاب الدر المنظم کے حوالہ سے یہ روایت معمولی تغیر لفظی سے اس طرح نقل کرتے ہیں کہ،

جاننا چاہیے کہ تمام آسمانی کتب وصحائف کے اسرار قرآن مجید میں موجود ہیں اور تمام قرآن کے جمیع علوم سورۃ فاتحہ میں ہیں اور تمام سورۃ فاتحہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں ہے اور تمام بسم اللہ کا علم بسم اللہ کی باء میں موجود ہے اور بسم اللہ کی باء کے تمام علوم باء کے نقطہ میں موجود ہیں اور امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے

ارشاد فرمایا ہے کہ میں وہ نقطہ ہوں جو بسم اللہ کی باء کے نیچے ہے متن ہے۔

وفی در المنظم اعلم ان جمیع اسرار الکتب السمأ ویه فی القرآن و جمیع ما فی القرآن فی الفاتحة و جمیع ما فی الفاتحة فی البسملة و جمیع مأ البسملة فی باء البسملة و جمیع فی باء البسملة فی النقطة التی تحت البأء قال الامام علی کرم اللّٰه وجهه الکریم انا النقطة تحت البائ۔

(ینابیع المودة ص ٦٩)

بائے بسم اللہ پدر

ترجمانِ اہل سنت شاعر مشرق حکیم الامت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشۂ رسول سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بارگاہِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے انہی روایات کو تلمیح کے طور پر اس طرح پیش کرتے ہیں۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنئ ذبحِ عظیم آمدِ پسر

اِن تمام اُمور پر تاجدار اولیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے کہ غیب کے جو راز بھی چاہو مجھ سے پوچھ لو میں انبیاء و مرسلین کے علوم کا وارث ہوں۔

سلو نی عن اسرار الغیوب فا نی وارث علوم الانبیاء والمر سلین۔

(ینابیع المودة ص ٢٦)

آپ کا یہ ارشاد جمیع انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عزت افزائی کے لئے ہے ورنہ آپ کا خلاصۂ کائنات عالِم ماکان وما یکون رسول غیب دان امام الانبیاء والمرسلین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علومِ عالیہ کا وارث ہونا ہی کیا کم ہے۔

جبکہ تمام انبیاء و مرسلین کے تمام تر علوم اس مخزنِ علوم و معارف صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نگاہِ الطاف والتفات کے رہینِ منت ہیں۔

علی تو علم کے اُس شہر کا دروازہ ہیں جس کا علم خدا تعالیٰ کے علم سے ہے جو براہِ راست خداوندِ قدوس جل وعلا کے تلمیذِ ارشد ہیں اور جن کے لئے الرحمٰن علم القرآن اور علمك ما لم تكن تعلم جیسے

ارشادات ربانی قرآن مجید میں موجود ہیں۔

بہر حال امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلاصۂ قرآن مجید ہیں آپ تمام کتب سماویہ اور قرآن مجید کے تمام علوم و معارف کا سر چشمہ اور جوہر ہیں اس لئے کہ آپ بسم اللہ کی "ب" کا نقطہ ہیں اور بسم اللہ کی "ب" کا نقطہ تمام علوم کا جواہر اور خلاصہ ہے۔

اور اسی "ب" کے نقطہ کے متعلق جناب سید نا حیدر کرار علیہ السلام کے تلمیذِ رشید حبر الامت مفسرِ قرآن سید نا عبداللہ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ارشاد کتاب مذکورہ میں اس طرح ہے کہ،

جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کی "ب" کے نقطہ کی تفسیر رات کے وقت بتانا شروع کی حتیٰ کہ آثار سحر نمودار ہو گئے لیکن آپ ابھی "ب" کے نقطہ کی تفسیر سے فارغ نہیں ہوئے تھے اور میں نے خود کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے پہلو میں اُس فوارہ کی مانند پایا جو متلاطم سمندر کے پہلو میں موجود ہو۔

دوسری روایت میں جناب عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک چاندنی رات کو جناب علی علیہ السلام مجھے جنت البقیع میں لے گئے اور مجھے فرمایا کہ عبداللہ پڑھو میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی حلاوت کی تو آپ مجھے طلوعِ سحر تک بسم اللہ کے رموز سے آگاہ فرماتے رہے۔

(ینابیع المودۃ ص ۷۰)

ابن عباس کا اعتراف

بسم اللہ اور بسم اللہ کی "ب" کے نقطے کی تفسیر سننے کے بعد سید نا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مقام پر جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ سے الحمد شریف کی تفسیر سُننے کا واقعہ بیان کر کے یوں اعترافِ عجز فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سید نا حیدر کرار علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ اے ابن عباس "الحمد" کی "الف" کی تفسیر کیا ہے۔

میں نے عرض کی کہ مجھے معلوم نہیں تو آپ نے پوری ایک ساعت الحمد کی الف کی تفسیر بیان فرمائی

اُس کے بعد جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مجھ سے فرمایا کہ "الحمد" کی "لام" کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر نفی میں جواب دیا تو آپ نے پوری ایک ساعت "الحمد" کی لام کی تفسیر بیان کی۔

بعد ازاں آپ نے مجھ سے پوچھا "الحمد" کی "ح" کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے عرض کیا! میں نہیں جانتا تو آپ نے پوری ایک ساعت "الحمد" کی "ح" کی تفسیر بیان فرمائی۔

اس کے بعد آپ نے مجھ پر پھر سوال کیا "الحمد" کی "میم" کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے کہا مجھے معلوم نہیں تو آپ نے پوری ساعت "الحمد" کی "میم" کی تفسیر بیان فرماتے رہے۔

پھر فرمایا کہ "الحمد" کی دال کی تفسیر کیا ہے؟

میں نے پھر معذرت کی کہ میں نہیں جانتا تو آپ نے الحمد کے دال کی تفسیر فرمانا شروع کی حتی کہ آثار سحر نمودار ہو گئے تو آپ نے مجھے اجازت مرحمت فرمائی کہ اب جاؤ چنانچہ میں حسب الحکم اُٹھ کھڑا ہوا اور جو کچھ آپ نے ارشاد فرمایا تھا یاد نہ رکھ سکا پھر میں نے غور و فکر کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ میرا علم قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے علم مبارک کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا حوض۔

تاجدار ہل اتی قرآن ناطق باب مدینۃ العلم اور باب دار الحکمت سیدنا حیدر کرار علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے قرآن مجید سے متعلق وسیع تر علم کا احاطہ کون کر سکتا ہے جبکہ بڑے بڑے صحابہ کرام علم و معرفت کے اس بحرِ بیکنار کے حضور میں خود کو قطروں کی مانند متصور کرتے ہیں

عن ابن عباس قال ! قال لی علی، یا ابن عباس ماتفسیر الالف من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرھا ساعۃ تامۃ . ثم قال ما تفسیر اللام من الحمد ؟ قال قلت لا اعلم. ثم قال ماء تفسیر الحاء من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرھا ساعۃ تامۃ . ثم قال ما تفسیر المیم من الحمد ؟ قلت لا اعلم! فتکلم فی تفسیرھا ساعۃ تامۃ .قال فما تفسیر الدال من الحمد ؟ قال قلت لا ادری ! فتکلم فیھا الی ان بزغ عمود الفجر قال وقال لی قم یا ابن عباس الی منزلک فتاھب لفرضک فقمت وقد وعیت ما قال . ثم تفکرت فاذا علمی بالقرآن فی علم علی کا القرارۃ الغدیر الصغیر المثعنجر البحر۔

(الشرف المؤبد للعلامۃ النبھانی ص ۱۱۸، ۱۱۹)

نافع کلام

حبر الاُمت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہُ ایک مقام پر مزید یہ اِرشاد فرماتے ہیں کہ۔

مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی کے کلام نے اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر نفع مجھے اس کلام سے پہنچا جو میں امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے لکھتا تھا یعنی جو میں آپ کے ارشادات کتابی صورت میں تحریر کرتا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قلا ما انتفعت بکلام بعد رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نقفا عی بکتاب کتبہٖ الی امیر المو منین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہٗ۔

(نور الابصار ص ۹۳)

خداوندِ قدوس جل وعلا نے عظمتِ آدم کا اعتراف کروانے کے لئے فرشتوں کے سامنے جو معیار رکھا وہ علم ہی تو تھا اور پھر جب آدم علیہ السلام نے اُن تمام اشیاء کے نام بتا دیئے جن کی تعلیم اُنہیں خداوندِ قدوس نے خاص طور پر دے رکھی تھی تو فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے شرف وکرامت کا قائل ہونا پڑا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی تمام تر مخلوق کے اندر فکر اور مزاج کے بھی خالق ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہر قوم کے مزاج کے مطابق مثالیں بیان کی گئیں ہیں لیکن علم خداوندِ قدوس کی ایسی عطائے خاص ہے جسے ہر زمانہ اور ہر دور میں وجہ فضیلت قرار دیا۔

''اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا''

ہمارے ایک بزرگ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا ملاقات کے اُس تذکرے میں جو قرآن مجید میں زیر آیت موجود ہے رقمطراز ہیں کہ مفسرین ومحدثین کہتے ہیں کہ جو علم حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے لئے خاص فرمایا وہ علم باطن ومکاشفہ ہے اور یہ اہلِ کمال کے لئے باعث فضل ہے چنانچہ وارد ہوا ہے کہ صدیق کو نماز وغیرہ اعمال کی بناء پر صحابہ پر فضیلت نہیں بلکہ اُن کی فضیلت اُس چیز سے ہے جو اُن کے سینہ میں ہے یعنی علم باطن وعلم اسرار ہے کیونکہ جو افعال صادر ہوں گے وہ حکمت سے ہوں گے اگرچہ بظاہر خلاف معلوم ہوں۔

(تفسیر کنز الایمان ص ۴۳۶)

اگرچہ ہمارے یہ بزرگ مفسر یہ وضاحت تو نہیں فرما سکے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کے لئے علوم واسرار باطنیہ کا خاص ہونا قرآن مجید یا حدیث شریف کی کس نص سے منصوص ہے تاہم یہ فارمولا قطعی اور درست ہے اور اس حقیقت سے پہلو تہی کرنا حق وصداقت سے اعراض کر لینے کے مترادف

یہ الگ بات ہے کہ متذکرہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فارمولا پیش کرنے سے حضرت خضر علیہ السلام کی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر واضح ترین اور قطعی افضلیت ثابت ہو جاتی ہے جو تقویٰ اور نماز وغیرہ کے متعلق بیان کی جاتی ہیں۔

چونکہ ہم اس قسم کی مباحث میں اُلجھ کر اپنے موضوع سے دور نہیں جانا چاہتے اس لئے ہم اس مقام پر مذکورہ بالا تخیل کے برعکس مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کا ایک مکاشفہ بیان کرنے پر ہی اکتفاء کرتے ہیں

آپ مکتوبات شریف جلد اول میں فرماتے ہیں کہ ہم نے کشفِ باطنیہ کے ذریعہ اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں علوم واسرار باطنیہ وروحانیہ پر فائز المرام لوگوں کا مشاہدہ کیا تو تمام اُمتِ مرحومہ میں جناب امیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سب لوگوں سے ہی بلند تر پایا۔

بہر حال یہ اپنے اپنے میلان طبع اور مکاشفوں کی بات ہے لیکن یہ حقیقت بدستور اپنے مقام پر ایک مسلمہ حقیقت سے قائم ودائم ہے کہ جو شخص علوم واسرار باطنیہ کو جس قدر زیادہ جاننے والا ہوگا اسی قدر وہ شرف و کرامت عظمت وبزرگی اور فضیلت کا حامل قرار پائے گا اور اس ناقابل تردید حقیقت سے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ کسی کے پاس موجود نہیں۔

جیسا کہ ہم قرآن مجید کی نص بیان کر چکے ہیں کہ فرشتوں کا جناب آدم علیہ السلام کے سامنے اظہار عجز کرنا آپ کے اِس مخصوص علم کی وجہ سے تھا جو اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے بطور خاص آپ کو عطا فرمایا تھا چونکہ ہم موازنہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں اور نہ ہی اِس خبط میں مبتلا ہو کر اپنا اور قارئین کرام کا وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں اِس لئے کہ کوشش بسیار کے باوجود ہمیں آج تک وہ پیمانے اور ترازو دستیاب ہی نہیں ہو سکے جو بعض لوگوں نے اپنی اپنی وسعت عقل کے مطابق تیار کر رکھے ہیں۔

ہمیں تو سلطنتِ رُوحانیت کے تاجدار سید الاولیاء والاصفیاء والاوصیاء امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سیرت بیان کرنا ہے اس لئے ہم بغیر واقعات کو مسخ کرنے اور الفاظ کے پیچ وخم میں الجھنے کی بجائے آپ کی شان میں آنے والی تمام تر روایات کو بلاکم وکاست ہدیہ قارئین کر دیں گے نتیجہ اخذ کرنا ہر کسی کے وجدان وذوق کا کام ہے۔

سات سمندروں میں ایک قطرہ

امام اہلسنت عاشق مصطفیٰ سیدنا امام یوسف بن اسماعیل نبہانی ودیگر آئمہ کرام جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے علم وعرفان کے بارے میں مزید یہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ،

حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علم

مبارک اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم مقدس سے ہے اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم سے ہے اور میرا علم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم سے ہے۔

نیز میرا اور تمام اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سات سمندروں میں ایک قطرہ متن ہے۔

وقال ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما علم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم من علم اللّٰه تعالیٰ و علم علی من علم رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم و علمی من علم علی و ما علمی و علم اصحاب محمد صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم فی علم علی الا کقطرة فی سبعة البحر۔

(الشرف المؤبد للنبھانی ص ۱۱۹)
(ینابیع المودة للسلیمان الحنفی القندوزی ص ۷۵)

علمِ علی کے معترف

صرف سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی جناب حیدر کرار کے علم وفضل کے معترف نہیں بلکہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی نہایت فراخ دلی سے آپ کی جلالت علمی کے معترف ہیں چنانچہ عطاء ابن ابی رباح جنہیں صحابہ کرام میں مجتہد کا درجہ حاصل تھا سے سوال کیا گیا کہ آپ کے خیال میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحابہ میں کوئی ایسا شخص بھی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ عالم ہو تو انہوں نے کہا نہیں خدا کی قسم اُن سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں تھا متن ہے۔

وسئل عطاء رضی اللّٰه عنهٗ اکان فی اصحاب محمد احد اعلم من علی؟ قال! لا واللّٰه ما اعلمه۔

(الاستعیاب ج ۲ ص ۱۳۶) (الشرف المؤبد ص ۱۲۰)
(أسد الغابہ ج ۴ ص ۲۲)

علی نبی کیلئے ایسے ہیں جیسے نبی خدا کیلئے

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب حیدر کرار سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک ملاقات کا تذکرہ محدثین کرام نے اس طرح کیا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے چھ روز

بعد جناب ابوبکر صدیق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبرِ اطہر پر زیارت کے لئے حاضر ہوئے جو کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرۂ مبارک کے اندر تھی تو حجرہ شریف کے اندر داخل ہونے کے لئے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ اے خلیفۂ رسول آپ سبقت فرمائیں تو جواباً جناب صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا علی میں اُس شخص پر کیسے سبقت کر سکتا ہوں جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ،

علی میرے لئے اُسی طرح ہے جس طرح میں اپنے رب کے لئے ہوں علی کی میرے نزدیک وہی قدر و منزلت ہے جو قدر و منزلت میری خدا کے ہاں ہے،

متن ہے !۔

اخرجه علی ابن السمان فی الموافقة قال جاء ابو بکر و علی یزوران قبر النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم بعد وفاته بستتة ایام قال علی لا بی بکر تقدم یا خلیفة رسول اللّٰه فقال ابو بکر! ما کنت لا تقدم رجلا سمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم یقول "علی منی بمنزلتی من ربی"

(ریاض النضرة فی مناقب العشرة ج ۲ ص ۲۱۵)

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ خداوندِ قدوس جل وعلا کو جس قدر محبوب تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس تھی اُس قدر تاجدار ہل اتیٰ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس محبوب تھی اور پھر کیسا ہے محبوب محب میں میرا تیرا۔

بلا تشبیہ جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب! حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تمام تر علوم ومعارف کا عالم بنایا تھا اسی طرح حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے محبوب جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تمام علوم وعرفان کا مخزن بنا دیا۔

قرآن ناطق کیسے ؟

بابِ مدینۃ العلم سیدنا ومرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم وعرفان کے بارے میں دیگر متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے واضح ترین ریمارکس پیش کرنے سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ وضاحت کر دی جائے کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود کو قرآن ناطق کیسے اور کیوں فرمایا؟

جنگِ صفین کے موقع پر حیدرِ کرار علیہ السلام کے شکست خوردہ مخالفین نے جب قرآنِ مقدس کو غلط

طور پر استعمال کرنے کی چال چلی تو آپ کے اپنے ہی لشکر کے کمزور ایمان لوگ جن کی کثیر تعداد بعد میں خوارج کے زمرہ میں شمار ہوئی قرآن مجید کو نیزوں پر بلند دیکھ کر مخالفین کو حق پر سمجھتے ہوئے اُن کی طرف دوڑ پڑے تو جناب حیدر کرار علیہ السلام نے انہیں سمجھانے اور اتمام حجت کے لئے فرمایا ارے نادانو تم کس دھوکہ میں آ گئے نیزوں پر قرآن بلند کرنے کا مطلب یہ تو نہیں کہ قرآن اُن کے ساتھ ہے نادانو قرآن مقدس تو میرے ساتھ ہے بلکہ میں ہی تو بولنے والا قرآن یعنی قرآنِ ناطق ہوں آپ نے فرمایا۔

حاشیہ میں اختصاراً چند حوالے پیش کر دیئے ہیں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کسی سوال کے جواب میں اس امر کی تصدیق فرماتے ہیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل اپنایہ تعارف بھی کروایا تھا کہ

انا منشی الارواح ،انا باعث فی القبور، انا ید اللہ، انا وجھہ اللہ، انا القرآن الناطق۔

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۷۵) (فتاویٰ عزیزیہ ج ۲ ص ۱۱۳)

(منصبِ امامت ص ۷۵)

جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشادات اور اسی قسم کے دیگر فرمودات عالیہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ ہم کسی دوسرے مقام پر زیرِ بحث لائیں گے یہاں تو صرف اس امر کی وضاحت کرنا ہے کہ آپ قرآنِ ناطق ہیں۔

علی قرآن کے ساتھ ہے

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کو کہ آپ نے فرمایا کہ میں قرآن ناطق ہوں اذہان میں رکھیں اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس ارشاد کو سامنے لے آئیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ دونوں اکٹھے ہی حوضِ کوثر پر مجھ سے ملاقات کریں گے۔

علی مع القرآن والقرآن مع العلی لا یفترقان حتیٰ یردا الحوض۔

(الصواعق المحرقہ ص ۱۲۴) (ینابیع المودۃ ص ۶۸ "۳")

(نور الابصار ص ۱۱۳)

حضور تاجدار انبیاء سرورِ کونین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اس فرمانِ مقدس میں جن لطیف ترین اور دلآویز نکات کی نشاندہی ہوتی ہے اور اہلِ وجدان حضرات کے لئے حقائق و معارف

کے جو سرچشمے اُبل رہے ہیں اُنہیں کسی بھی طرح سطور وصفحات میں سمو دینا نہایت ہی مشکل کام ہے بلکہ یہ ایک ایسا لامتناہی مضمون ہے جس کا حصر واحاطہ کر لینا تقریباً ناممکنات سے اور محالات عظیمہ سے ہے۔

تاہم حصولِ برکات کے لئے صرف دو سوالوں کو زیر بحث لانے کے لئے جرأت خامہ فرسائی کی گئی ہے اُمید ہے قارئین ان لطائف ومعارف سے خاص طور پر محظوظ ہوں گے۔

پہلا سوال یہ ہے

پہلا سوال تو یہ ہے کہ فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں قرآن اور علی بغیر کسی لحہ علیحدہ ہوئے حوض کوثر پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو کیا قرآن مجید موجودہ دور کے مطابق طبع شدہ اوراق میں ہوگا یا صحابہ کرام کے زمانہ کے مطابق چمڑے وغیرہ پر لکھا ہوگا۔

ان دونوں صورتوں میں ہی قرآن مجید کا جناب حیدر کرار علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہنا قرین قیاس نہیں کیونکہ ان دو میں سے کسی بھی ہیت کذائیہ کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ یا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے خود قرآن پاک کو ہاتھوں پر اُٹھایا ہوگا یا پھر آپ کے ساتھ ساتھ کوئی دوسرا شخص قرآن اُٹھا کر چل رہا ہوگا اس طرح کسی تیسرے ساتھی کی موجودگی بھی ثابت ہوتی ہے اور یہ بات بھی حقائق سے دُور معلوم ہوتی ہے کہ خود جناب حیدر کرار کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا یا چمڑے پر لکھا ہوا قرآن ہاتھوں پر یا سر پر اُٹھا رکھا ہو اس لئے کہ اس قسم کے قرآن مجید کا ہمیشہ ہمیشہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ رہنا اس دنیا میں بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ قیامت کے دن کے لئے کوئی واضح روایت دریافت کی جا سکے۔

اس لئے قطعی اور آخری بات یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانِ اقدس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ الفاظ واوراق کی صورت میں قرآن مجید حوض پر وارد ہوگا پھر پڑھیں۔

اول تو یہ ہے کہ قرآن مجید جب جناب مرتضیٰ مشکل کشا شیر خدا علیہ السلام کی معیت میں حوض کوثر پر پہنچے گا تو کیا ان طبع شدہ اوراق کی صورت میں ہوگا۔

ہرگز نہیں یہ صورت ممکن ہی نہیں کیونکہ یا تو قرآن مجید کو اس ہیت کذائیہ بس خود اپنے ہاتھوں میں اُٹھایا ہوا ہو یا پھر کوئی دوسرا شخص قرآن کو تھامے ہوئے آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو مگر اس طرح قرآن مجید اور علی کے ساتھ قرآن اٹھانے والا شخص بھی شامل ہوگا جبکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں یہ قرآں اور علی کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہوں گے حتیٰ کہ یہ دونوں ہی حوض کوثر پر اکٹھے آئیں گے۔

ان الفاظ سے یہ گمان بھی غلط ثابت ہوتا ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی مطبع کا چھپا ہوا

قرآن خود ہاتھوں میں تھاما ہوا ہو کیونکہ قرآن تو اُس وقت بھی علی کے ساتھ تھا جب قرآن مجید کاغذ کی بجائے چمڑے اور کھالوں وغیرہ پر لکھا جاتا تھا بلکہ قرآن تو کسی بھی صورت میں ضبطِ تحریر میں لانے سے پہلے بھی مولائے کائنات شیرِ خدا حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھا۔

دوسری صورت

دوئم یہ کہ کیا قرآن مجید جناب حیدرِ کرار علیہ السلام کے سینۂ اطہر میں موجود ہوگا جیسا کہ دیگر لاکھوں حفاظ کرام کے سینوں میں محفوظ ہے؟

مگر یہ بات بھی قرینِ قیاس نہیں کیونکہ اس صورت میں لاکھوں قرآن حفظ کرنے والوں کی موجودگی میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیا تخصیص باقی رہ جاتی ہے۔

اب قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر قرآن کس صورت میں علی کے ساتھ ہوگا جس کی تخصیص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی ہے۔

حق امانت ادا کیا

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کے متعلق تمام تر رموز و اسرار اور حقائق و معارف کا امین جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی بنایا تھا اور جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس امانتِ مصطفائی کی حفاظت پورے عزم وثبات اور مکمل دیانتداری کے ساتھ کرنے کا حق بھی ادا کر دیا۔

آپ نے علومِ مصطفائی کے تقدس کو کسی بھی صورت میں مجروح نہیں ہونے دیا آپ امین تھے اس لیے حق امانت ادا کرتے وقت ہر مصیبت اور ہر اذیت کو بخوشی قبول فرماتے رہے۔

آپ کے قلبِ اطہر اور سینۂ اقدس میں قرآن مجید کے وہ رازہائے سربستہ موجود تھے کہ اگر اُن میں سے کسی بھی راز کو پہاڑوں پر منکشف فرما دیتے تو پہاڑ رُوئی کے گالوں کی طرح فضائے بسیط میں اڑتے ہوئے نظر آتے مگر آپ نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔

علی کا سینہ علم کا خزینہ

آپ کے پاس وہ تمام علوم موجود تھے جن میں سے ایک بھی علم کو بروئے کار لاتے ہوئے مخالفین کی افواج کو سیسے کی طرح پگھلا کر پانی کی طرح بہا دیتے مگر آپ نے ایسا بھی نہیں کیا آپ رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے علوم کے امین تھے پھر تصور خیانت کیسا آپ نے قرآن مجید کے تمام فوائد مثبت انداز میں حاصل کئے لہٰذا کسی بھی منفی صورت کا آپ کی ذات سے تصور ہی ممکن نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کا انتخاب علومِ رسالت ونبوت کی روشنی میں فرمایا تھا پھر یہ انتخاب غلط کیسے ہو سکتا تھا۔

اسرارِ غیبیہ کا علم

جناب حیدر کرار علیہ السلام کو جنگِ جمل اور جنگِ صفین وغیرہ کے آغاز وانجام کی مکمل طور پر آگاہی تھی بلکہ یہ تو نہایت ادنیٰ سی بات ہے آپ تو ان اسرار وعلومِ غیبیہ کو بھی کامل طور پر جانتے تھے جن کا تعلق قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک ہے۔

یہ افسانہ نہیں ایک ٹھوس حقیقت ہے اللہ تبارک وتعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کر ارشاد فرمایا اُکْتُبْ یعنی لکھ دے قلم نے عرض کی کیا لکھوں فرمانِ خداوندی ہوا جو کچھ اب تک ہوا ہے اور جو وہ سب کچھ قلم نے بحکمِ پروردگار لوحِ محفوظ پر لکھ دیا۔

قرآن میں سب علوم

یہ حدیث ثقہ ترین کتبِ احادیث میں موجود ہے اس لئے کسی بھی شخص کے لئے انکار کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔

بہر حال قرآن وحدیث کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ایک یہ حقیقت بھی منکشف ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید کی ہر آیت لوحِ محفوظ پر مرقوم ہے اور لوحِ محفوظ کے تمام علوم قرآن مجید میں پوشیدہ ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فرمان موجود ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔

اور یہ آیت کریمہ بھی موجود ہے کہ کل شئ احصینہ فی امام مبین یعنی لوحِ محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے ہم یہاں قرآن وحدیث کے بے شمار دیگر شواہد بھی اس ضمن میں پیش کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مضمون اپنے مقام پر ضخیم ترین کتاب پر بھی حاوی ہے لیکن طوالت کے خوف سے کنایۃً یہ چند آیات واحادیث پیش کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے تاکہ ہم اور ہمارے قارئین موضوع کے قریب تر رہتے ہوئے متذکرہ حقائق ومعارف کی لطافتوں سے بہتر طریقہ پر بہرہ ور ہو سکیں۔

لوحِ محفوظ اور قرآن مجید

ہم بتا رہے تھے کہ لوحِ محفوظ ہو یا قرآن مجید دونوں ہی میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ازل سے لے کر

ابد تک کے جمیع علوم و معارف کو جمع فرما رکھا ہے

اور ان تمام تر علوم و معارف کا امین جناب سرورِ کائنات احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنایا بلکہ ہم تھوڑی سی یہ وضاحت مزید کریں گے کہ اس جملہ کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم پاک صرف اسی قدر ہے جو لوحِ محفوظ اور قرآن مجید میں موجود ہے حالانکہ یہ امر اپنی جگہ پر ایک اٹل حقیقت ہے کہ ان دونوں میں ہر شے کی تفصیل موجود ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی مگر رسول غیب دان سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مقدس علم ان ہر دو پر محیط ہے۔

سرکارِ دو عالم کا علم

علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف میں اس حقیقت کی طرف واضح ترین اشارہ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوح قلم کا علم تو آپ کے علم پاک کا ایک حصہ ہے۔

فان من جودک الدنیا فضرتها

ومن علومک علم اللوح والقلم

اس لئے کہ لوح وقلم کا وجود تو جوہرِ کائنات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نورِ اقدس کے فیض سے ظہور میں آیا ہے اور لوح وقلم تو فرع ہیں جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصلِ کائنات ہیں۔

جوہرِ اُو ئے عرب نے اعجم اُست

آدم است وہم ز آدم اقدم اُست

(اقبال)

بات پھر دور جا رہی ہے لیکن یہ وضاحت بھی ضروری تھی۔

علی امام مبین ہیں

یہ تو آپ جان ہی چکے ہیں کہ امام الاولیاء امیر المومنین امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بولنے والا قرآن یعنی قرآنِ ناطق ہیں اب ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ اگرچہ ''امام مبین'' کو بعض مفسرین نے لوحِ محفوظ ہی کا نام دیا ہے کیونکہ لوحِ محفوظ ہی ہر چیز کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے لیکن مفسرین کے ایک گروہ نے بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید میں یہاں جسے امامِ مبین کہا گیا ہے اس سے مراد بھی مولائے کائنات سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات مبارک ہی ہے۔

وجہ یہ ہے کہ امامِ مبین وہ لوحِ محفوظ بھی ہے جس پر روزِ ازل سے بحکمِ پروردگار قلم نے ماکان

وما یکون کا علم رقم کر دیا۔
اور امام مبین جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات والا صفات بھی ہے جس کو ان تمام تر علوم کا سر چشمہ بنا دیا گیا۔
قرآن مجید وہ کتاب مقدس بھی ہے جو الفاظ و آیات کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔
اور قرآنِ ناطق جناب علی علیہ السلام کی مقدس ذات بھی ہے جس کو اس مقدس کتاب کے تمام تر علوم و معارف سے سرورِ کونین رسول عالمین احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کامل طور پر آگاہ فرما دیا تھا۔
بلکہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی "ب" کا وہ نقطہ بنا دیا تھا جس میں خالقِ کائنات نے جمیع صحائف اور قرآن مجید کے تمام علوم اور پوشیدہ اسرار جمع کر دیئے ہوں۔

فرمانِ علی ہے

جنابِ حیدر کرار علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعابِ دہن میرے منہ میں موجود ہے مجھے سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم اس طرح چُن چُن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچوں کو دانے چُن چُن کر کھلاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لُعابِ دہن میرے منہ میں ہونے کی وجہ سے علم میرے پہلو میں متلاطم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

علیؑ نے یاد رکھا

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ ایسا خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے قیامت تک کے تمام حالات بیان فرما دیئے صحابہ کہتے ہیں کہ حضور سرورِ کونین کا وہ خطبہ جو یاد رکھ سکا سو یاد رکھ سکا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔
یاد رکھنے والوں میں جناب علی علیہ السلام ہی کی وہ ذات مبارک ہے اس کے لئے قرآن مجید کی نصوص شاہد ہیں کہ آپ نے جو کچھ سُن لیا پھر کبھی نہ بھولا۔

نو حصے علم

متعدد ثقہ کتب میں وارد ہے کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے علم و معرفت کے دس حصوں میں سے نو حصے علم عطا فرمایا اور باقی تمام لوگوں میں

صرف علم کا ایک حصہ تقسیم ہوا اور اس دسویں حصہ میں بھی آپ پورے طور پر شریک ہیں ایک روایت میں ہے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سو میں سے ننانوے حصے علوم تفویض ہوئے اور باقی سب کو ایک حصہ علم ملا۔

ان تمام شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن مجید اور لوحِ محفوظ کے جمیع علوم جناب حیدر کرار کی ذاتِ اقدس میں موجود تھے اور دوسرا کوئی شخص خواہ صحابی ہو یا غیر صحابی نہ وہ ان علوم و معارف کا متحمل ہو سکتا تھا اور نہ ہی کسی نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں قرآن ناطق ہوں اور نہ کبھی کسی نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میں قیامت تک کے تمام اسرار و غیوب کو جانتا ہوں۔

قرآن مجید کے یہی اسرار و رموز تھے جن کا امین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میری اہل بیت اور قرآن کا دامن تھام کر رکھنا کیونکہ یہ دونوں کبھی الگ نہیں ہوں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی وضاحت اس طرح ہوتی ہے کہ جناب علی علیہ السلام کے سینہ اقدس میں علوم و معرفت کے جو راز ہائے سربستہ پوشیدہ تھے اُن کے امین اہل بیت رسول تھے۔

چنانچہ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قرآن مجید کے وہ راز ہائے سربستہ موجود ہیں جنہیں ہم پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں۔

غوث اعظم کا ارشاد ہے

قطب الاقطاب غوث الاغیاث شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ اگر ہم اپنا راز پہاڑوں پر ظاہر کر دیں تو پہاڑ پھٹ کر ریت کے ذرات میں تبدیل ہو جائیں اور اگر سمندروں پر ڈال دیں تو سمندر خشک ہو جائیں یہ وہی رموز و اسرار الٰہیہ ہی تو ہیں جو جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نسبی اور معنوی یعنی روحانی اولاد کو بقدرِ ظرف تفویض فرمائے اور یہ سلسلہ تا قیامِ قیامت جاری و ساری رہے گا مگر خاص طور پر جناب علی علیہ السلام اور آپ کی اہل بیت کرام کے مقدس قلوب ہی اس عظیم الشان متاع بے بہا اور امانتِ مصطفائی کے امین ہیں اور فی الحقیقت قرآن مجید اپنے تمام تر حقائق و معارف اور علوم روحانی کے ساتھ جناب مولا مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام کے قلب اطہر میں موجود ہے پھر آپ کے وسیلہ جلیلہ سے آپ کی اولادِ اطہار اور آپ کے تلامذہ نے بقدرِ ظرف اس نعمت عظمیٰ سے حصہ پایا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشادات اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے نیز میرے بعد قرآن اور مری اہل بیت کا دامن تھامے رکھنا کیونکہ یہ لوگ

قرآن سے الگ نہیں ہوں گے۔

ہم نہیں جانتے کہ قارئین کرام ان لطائف سے کس قدر محظوظ و محفوظ ہوں گے لیکن ذاتی طور پر ہماری تشنگی ابھی باقی ہے جو کچھ ہم بیان کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز بھی بیان نہیں کر سکے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ قلم جذبات کا ساتھ دینے سے عاجز ہے ممکن ہے لاشعور میں کوئی ایسی خلش بیدار ہو گئی ہو کہ یہ طوالت قارئین کے لئے بار نہ بن جائے۔

بہرحال آئندہ اوراق میں روایات نقل کرتے وقت ہم اپنی تشنگی کو دور کرنے کی کوشش کریں گے ممکن ہے اپنے جذبات کی ترجمانی کر ہی لیں یہاں ہم آپ کو یہ بتاتے ہیں کہ قرآن مجید کے بارے میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کی وسعت کا عالم کیا ہے۔

سورۃ فاتحہ کی تفسیر

جناب ابن حمزہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ہم چاہیں کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر فرمائیں تو ستر اونٹوں کا بوجھ بن سکتا ہے۔

قال ابن جمرة عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ لو شئت ان اوقر سبعین بعیر امن تفسیر ام القرآن

اندازہ فرمائیں کہ جو شخص قرآن مجید کی صرف سات آیات بینات سبع مثانی کی تفسیر کو اس وسعت کے ساتھ تحریر فرمانے کا دعویدار ہے کہ وہ ستر اونٹوں کا بوجھ بن جائے تو اگر وہ شخص پورے قرآن مجید کی تفسیر فرمائے تو وہ ستر ہزار اونٹوں کے بوجھ سے کس طرح کم ہوگی،

ایک فرمان ہی دیکھ لو

کیا مولائے کائنات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہی ایک فرمان عقلوں کو سرگردان کر دینے کے لئے کافی نہیں جبکہ یہ تصور بھی نہ کیا جا سکتا ہو کہ آپ تفسیر بالرائے جیسی کسی چیز کا ذکر کر رہے ہیں۔

حضور علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیر بالرائے ہرگز نہ فرماتے بلکہ انہی اسرار و رموز کے گنج گراں مایہ لوگوں کو سامنے لاتے جو قرآن مجید کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے سینہ اقدس اور قلب اطہر میں ودیعت فرما رکھے تھے۔

اگرچہ آپ کے تفسیر قرآن فی زمانہ کتابی صورت میں ناپید ہے تاہم خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن انتہائی ضخیم ہے جسے میں نے اپنی

تفسیر مُسند میں باسناد متعلقہ بیان کیا ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ج ۲ ص ۱۸۶)

(اشرف المؤبد للنبھانی ص ۱۱۹) (مشجر اولیاء للنبھانی ص ۳۰)

(ینابیع المودۃ ص ۷۵) (تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۰۰)

امام جلال الدین سیوطی کی یہ کوشش لائق صد تحسین ہے و قابل تبریک ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد دُنیائے اسلام کے سب سے بڑے مفسر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تلمیذِ اعظم و ارشد جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی تفسیر قرآن کے نمونہ کو اپنی کتاب کی زینت بنایا، ہم اُسے نمونہ ء کلام ہی کہیں گے کیونکہ آپ نے ظاہر طور پر بھی جو تفسیر قرآن وقتاً فوقتاً فرمائی وہ بھی پوری کی پوری جمع نہیں کی جاسکی۔ جبکہ قرآنِ مجید کی باطنی تفسیر کا منبع و مخزن صرف آپ اور صرف آپ کا سینہء اطہر ہی ہے جس میں سے علُوم و معارف اور اسرار و معانی کے بیش بہا اور نایاب موتی آپ کی اولاد کرام اولیاء عظام اور صالحینِ اُمت کی طرف منتقل ہوتے رہے۔

علوم و اسرارِ الٰہیہ کا منبع

بلا شُبہ یہ مُسلمہ امر ہے کہ تمام اہلِ عرفان اور علمائے راسخین قرآنِ مجید کے علوم باطنیہ سے آگاہی حاصل ہونے کے بعد ہی اپنے اپنے مقام متعینہ پر فائز ہوتے ہیں اور یہ علُوم و اسرار جس کسی کو بھی حاصل ہوئے تاجدارِ سلطنتِ رُوحانیت و باطنیہ جنابِ حیدرِ کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہء جلیلہ اور واسطہء عظیمہ کے صدقہ ہی سے ملے ہیں اور ان اسرارِ الٰہیہ کا حصول بھی وُسعتِ دامان کی حد تک ہے کیونکہ جناب مولائے کائنات تو رموز و اسرارِ قرآنیہ کا وہ بحرِ بیکراں ہیں جس کا کنارا نہ کسی نے پہلوں میں سے دیکھا اور نہ ہی پچھلوں سے دیکھ سکے گا۔

جنابِ حیدرِ کرار کے علم و عرفان کا احاطہ کس طرح ممکن ہے جب کہ آپ بابِ مدینۃ العلم بھی ہیں اور قرآنِ ناطق بھی، بسم اللہ کی با کا نقطہ بھی ہیں اور مع القرآن بھی،

گواہی علمائے راسخین کی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم بزرگ اور بہت بڑے ولی اللہ حضرت جناب خواجہ محمد زاہد پارسا بخاری رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ المشائخ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جانشینِ اول ہیں اپنی تالیف مبارکہ فصل الخطاب میں اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ،

شرح تعرف میں لکھا ہے کہ بے شک حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر عارفوں کے سرتاج ہیں

اوراس پر تمام اُمتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اتفاق ہے اور جو کلام آپ نے فرمایا وہ نہ تو آپ سے پہلے کسی نے کیا اور نہ ہی کسی نے بعد میں کیا اور وہ یہ ہے کہ آپ نے برسرِ منبر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا کہ،

جو چاہو مجھ سے پوچھ لو میرے پہلو میں علم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مارتا ہے اور یہ میرے منہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب دہن مبارک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح چُن چُن کر ودیعت فرمایا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کو چُن چُن کر خوراک کھلاتا ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم مجھے کہو تو میں تورات وانجیل والوں کو تورات وانجیل سے احکام سنا سکتا ہوں۔

وفی شرح التعرف ان علیاً رضی اللّٰہ عنہ راس کل العرفاء باتفاق الامۃ ولہ کلام ما قال احد قبلہ ولا بعدہ وصعد علی المنبر وقال سئلونی فان ما بین جنبی علما جما ھذا لعاب رسول صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فی فی ھذا ما زقنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم زقاً زقا فوالذی نفسی بیدہ الوزن فی التوراۃ والانجیل فاخبرت بما فیھا فصد قانی علی ذالک۔

(فصل الخطاب از محمد خواجہ پارسائی البخاری اسبق خلفاء خواجہ محمد البخاری شاہ نقشبند قدس اللہ سرہما مع)

(ینابیع المودۃ جلد اول ص ۳۷۳)

مذکرہ بالا روایت کا مضمون دیگر بے شمار ثقہ کتابوں میں بھی موجود ہے جو انشاء اللہ العزیز کسی دوسرے مقام پر پیش کیا جائے گا یہاں تو صرف یہ بتانا تھا کہ اولیائے کبار اور صوفیائے عظام کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام اہلِ عرفان کے سرتاج ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ قرآن مجید کے اسرار و رموز اور لطائفِ باطنیہ کو جاننے والے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نہ صرف اُمت کے بلکہ پہلی اُمتوں کے تمام اولیاء اللہ تمام اہلِ عرفان اور صاحبانِ ولایت کے بھی سرتاج اور رئیس ہیں اور سب ہی سے زیادہ اسرار باطنیہ کو جانتے ہیں اس ضمن میں ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ نقشبندی سلسلہ کے بہت بڑے بزرگ اور سلسلہ مجددیہ کے بانی ہیں کے اس قول کا پھر اعادہ کریں گے جسے تفسیر مظہری میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے بھی زیرِ بحث نقل فرمایا ہے مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ،

أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران آیت ۱۱۰)

میں کہتا ہوں گذشتہ اقوام سے زیادہ اِس اُمت کے مبلغین و مرشدین کی ہدایت میں اثر ہے کہ لوگوں کو کھینچ کر اللہ کی طرف لے جاتے ہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم قطب الارشاد اور شاہ ولایت ہیں گذشتہ اُمتوں سے کوئی بھی آپ کی رُوحانی وساطت کے بغیر درجہ ُ ولایت کو نہیں پہنچ سکا۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث اس قول کی تقویت کے لئے نقل کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان کہ قرآن اور اہل بیت کو تھامے رہو اور میں تمہیں اہل بیت کے معاملہ میں خدا سے ڈراتا ہوں اور یہ کہ اللہ کی کتاب اور میری اہل بیت وعترت اکٹھے رہیں گے اور حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے اب دیکھنا یہ ہے کہ تم ان دونوں کے معاملہ میں میری نیابت کا حق اس طرح ادا کرتے ہو۔ (الحدیث)

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہلبیت کو پکڑے رہنے کا مشورہ اس لئے دیا ہے کہ اہل بیت ہی ولایت کے سلسلہ میں راہنمائی کے قطب ہیں اگلوں اور پچھلوں میں سے کوئی بھی ان کے وسیلہ کے بغیر درجہ ُ ولایت کو نہیں پہنچ سکتا اور ان میں پہلا نمبر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے پھر آپ کے صاحبزادگان ہیں اور یہ سلسلہ حضرت امام حسن عسکری تک آتا ہے اور آخری نمبر غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی کا ہے۔

(تفسیر مظہری جلد دوم ص ۳۱۶)

انشاء اللہ العزیز ہم اس سلسلہ میں صوفیائے کبار کے مزید بے شمار اقوال اس کتاب کی دوسری جلد میں پیش کریں گے لہٰذا آپ ایسی روایت ملاحظہ کریں جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ایک صحابی رسول کو بتاتے ہیں کہ کتاب اللہ سے ہر چیز وہی شخص اخذ کر سکتا ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فہم بھی عطا فرمایا ہو

فہم اور صحیفہ کیا ہے؟

حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے۔ جو قرآن مجید میں موجود نہ ہو؟

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا ! کہ قسم ہے اِس ذات کی جو دانے کو پھاڑ کر شگوفے پیدا فرماتی ہے ہمارے نزدیک ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن میں موجود نہ ہو مگر وہ جس شخص کو کتاب اللہ کا فہم عطا فرمایا گیا ہو اور وہ جو کچھ صحیفے میں موجود ہے۔

عن جحيفة قال سئلت عليا كم شي ليس في القرآن؟ فقال

والذی فلق الحبة و براء النسمة ما عند نا الا فی القرآن ای فهما یعطی الر جل فی کتا به وما فی الصحیفة قلت! وما صحفیة؟ قال العقل و فکاک الاسیر (مشکوٰۃ مسلم)

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۲۹۔)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ صحیفہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ عقل،

لفظِ فہم کی تشریح کرتے ہوئے اس حدیث کی شرح میں شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور جس میں بعض ایسے حکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

دیگرے چیزے کہ درس نامہ است وی گویند کہ صحیفہ بود در غلاف شمشیر وےرضی اللہ عنہ کہ در وے بعضے احکام بود کہ نہ در قرآن نوشتہ بود۔

(اشعۃ اللمعات ج ۳ ص ۲۲۹)

فہم یعنی خدا تعالیٰ نے جس شخص کو یہ فہم عطا فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے معانی سے استنباط کرے اور اس کے پوشیدہ علوم اور اسرارِ باطنیہ اشارات کا ادراک کر سکے وہ اشارات واستعارات جو علمائے راسخین پر ظاہر رہتے ہیں اور جن کا انکشاف اہلِ عرفان اور اربابِ یقین پر ہوتا ہے۔

فہمے کے دادہ شود مردے را در کتاب خدا کہ استنباط کند بداں معنی وادراک کند اشارات وعلوم پنہانی واسرارِ باطنیہ را کہ ظاہری گردد مر علماء راسخین را و منکشف گردد مر عارفانِ اربابِ یقین را۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۳ ص ۲۲۹)

صحیفہ کی شرح میں شیخ محقق فرماتے ہیں۔

دوسری چیز کو جو اس نامہ میں ہے وہ صحیفہ تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شمشیر کے غلاف پر تحریر تھا اور اس میں جس ایسے احکام تحریر تھے جو قرآن مجید میں موجود نہیں۔

فہم کس شخص کے پاس ہے

مذکورہ بالا روایت میں جناب سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے قرآن مجید کے اسرار وعلوم باطنیہ کا ادراک رکھنے کا نام فہم تجویز فرما کر بلا تخصیص یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی فہم رکھتا ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو قرآن مجید کے پوشیدہ اسرار و رموز اور علومِ باطنیہ کو

جاننے والا ہے جبکہ یہ بات آپ چودھویں صدی کے کسی عالمِ دین کو نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ کو بتا رہے ہیں۔

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علمائے راسخین اور اہلِ عرفان لوگوں پر ان اسرارِ باطنیہ کے انکشاف کا انکشاف فرمانے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی وہ شخص ہیں جو قرآنِ مجید کے ظاہری و باطنی تمام علوم کو اُمتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں سب سے بہتر جاننے والے تھے اور یہ ہمارا اپنا گمان ہی نہیں کہ سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود ہی وہ رجلِ عظیم تھے جس کی نشان دہی آپ نے اپنی زبانِ فیض ترجمان سے فرمائی تھی، بلکہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کے ماتحت واضح طور پر اِس امر کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے آپ پوری حدیث کا ترجمہ بیان کرنے کے ساتھ اِس حقیقت کا یوں اظہار فرماتے ہیں کہ۔

"جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا گیا کہ آپ کے نزدیک کوئی ایسی چیز بھی ہے جو قرآنِ مجید میں موجود نہ ہو یعنی احکام میں سے تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ قرآن کُل الکل اور تمام تر علوم کا قوۃ و اجمال کے ساتھ جامع ہے۔

مگر اس سے ہر چیز وہی حاصل کر سکتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فہم عطا فرمایا ہو۔ اور جس کو فہم عطا کر دیا گیا اُس کا قرآنِ مجید سے کوئی بھی چیز حاصل کر لینا بعید نہیں اور فہم میں بھی بعض کو بعض پر فوقیت ہے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا " فہم " رکھنے والے شخص کی صراحتاً تخصیص نہ فرمانا محض تواضع اور ادب کی وجہ سے تھا یعنی حضرت علی علیہ السلام کا خصوصیت سے اس مقام پر بجائے اپنا نام لینے کے بلا تخصیص "جو شخص" فرمانا انکساری اور تواضع کے طور پر تھا حالانکہ آپ ہی وہ شخصیت تھے جو قرآن کا فہم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔

اور اِس واقعہ میں تخصیص علی الاطلاق نہیں بلکہ درجات و مراتب ہیں اور بعض کو بعض پر فوقیت ہے

پس ہر گاہ پرسیدہ شد علی رضی اللہ عنہ کہ نزد شما چیزے ہست کہ نہ از قرآن است یعنی از احکام جواب داد کہ قرآن کل الکل است و جامع جمیع علوم است بالقوۃ والاجمال بیرون نمی آید از وے ہر چیزے ولیکن اگر عطا کردہ شود کسے را فہم آں بیرون آوردن معانی ازاں دور نباشد و فہم مخصوص است بہ بعضے از بعضے و ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء و تصریح نہ کردے وے رضی اللہ عنہ باختصاص آں بخود جہت تواضع و تادب و در واقع مخصوص نیست علی الاطلاق بلکہ آں را مراتب و درجات است بعضے فوق بعضے و شک نیست کہ وے رضی اللہ عنہ دادہ شدہ است قسطے ادنی ازاں کہ دادہ نشد کثیرے از صحابہ را و ایں امرے اضافی است۔

(اشعۃ اللمعات جلد ۳ صفحہ ۲۳۰)

اور اس میں شک نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جو کچھ قرآن سے اخذ کر کے دیا وہ کثیر صحابہ کبار بھی نہیں دے سکے اور یہ اضافی امر ہے۔

من انداز قدت را می شناسم

زیر نظر حدیث مبارکہ میں اگرچہ قرآنی علوم کے اسرارِ باطنیہ اور پوشیدہ معانی کو جاننے والے شخص کا تعارف حضرت علیؓ نے اپنی ذات کی صورت میں نہیں کرایا اور تواضع کے طور پر بالصراحت اپنا نام لینے سے گریز فرمایا، مگر اہل علم کے سامنے آپ کے دیگر بے شمار ایسے ارشادات بھی موجود ہیں جن میں آپ نے بالوضاحت فرما رکھا ہے کہ قرآنِ مجید کی پوشیدہ حکمتیں اور رموز و اسرارِ باطنیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم سے زیادہ جاننے والا کوئی بھی نہیں۔

آپ کے اِن ارشادات کے علاوہ مقتدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعدد ایسے اقوال کتبِ احادیث میں بھرے پڑے ہیں جن میں جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسرار و معارف قرآنیہ کا سب سے زیادہ عالم ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔

یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مرفوعہ بھی اس ضمن میں کثرت سے موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے حدیث کی عبارت میں آپ کا نام موجود نہ ہونے کے باوصف صراحتاً لکھ دیا کہ اگرچہ جناب علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تواضع کے طور پر اپنے نام کی تخصیص نہیں فرمائی لیکن حقیقت یہی ہے کہ آپ خود ہی اس مقام پر فائز تھے اور دیگر تمام صحابہ سے علوم قرآنیہ کو زیادہ جاننے والے تھے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من اندازِ قدت را می شناسم

اس روایت میں حضرت جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قرآن مجید کے علوم کے متعلق آگاہی حاصل کرنے کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا انتخاب کرنا بذاتِ خود اس امر کی واضح دلیل اور صریح برہان ہے کہ اُن کے نزدیک آپ سے زیادہ قرآن مجید کو جاننے والا کوئی دوسرا تھا ہی نہیں جس سے اُن کو آپ سے بہتر جواب ملنے کی توقع ہوتی۔

اس سے بھی بڑھ کر جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قرآن مجید کے متعلق یہ واضح ترین انکشاف فرمانا ہے کہ قرآن مجید تمام تر علوم کا جامع اور کل الکل ہے اور اس کے علوم و اسرار مخفیہ کا اظہار اُس شخص پر ہوتا ہے جسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے فہم عطا کیا ہو۔

انکشافِ حقیقت

مولائے کائنات علیہ السلام کا یہ فرمانِ عالیشان واضح طور پر اس حقیقت کا غماز ہے کہ آپ اُن تمام تر اُمور کو کما حقہ جانتے تھے جن کا آپ نے انکشاف کیا کیونکہ یہ سب کچھ وہی بتا سکتا ہے جو اس کا ادراک رکھتا ہو اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ نے یہ بھی فرما دیا قرآن مجید کے علاوہ جو چیز ہے وہ ہمارے صحیفہ میں موجود ہے گو یا اب قطعی طور پر فیصلہ ہو گیا کہ جناب حیدر کرار علیہ السلام اُن تمام تر حقائق و دقائق اور لطائف و معارف کو بھی جانتے ہیں جو کچھ قرآن مجید جیسی جمیع علوم کی جامع کتاب میں بھی موجود نہیں حالانکہ قرآن مجید اپنے دامن کی وسعت کا اظہار خود اس طرح فرماتا ہے کہ،

اور تمہارے ربّ سے ذرہ بھر کوئی چیز غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے چھوٹی اور نہ اس سے بڑی کوئی چیز نہیں جو ایک روشن کتاب میں نہ ہو۔

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿٦١﴾

(سورہ یونس آیت ۶۱)

صحیفہ کہاں سے آیا؟

وہ احکامات و ارشادات اور حقائق و معارف جو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے صحیفۂ مبارکہ میں تھے وہ یقیناً یقیناً تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو وحی غیر متلو کی صورت میں ودیعت فرمائے گئے تھے اور یا پھر اُس نوّے ہزار کلام کا حصہ تھے جو شبِ اسریٰ میں لامکان کی خلوتوں میں بلا واسطہ عطا ہوا۔

علاوہ ازیں حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عالم ما کان و ما یکون اور مدینۃ العلم ہیں پھر آپ کے علوم کا حصر و احاطہ کیسے کیا جا سکتا ہے۔

ہاں! اگر ان لامتناہی اور نامحدود علومِ مصطفیٰ سے سب سے زیادہ اگر کوئی مستفیض و مُستفید ہو سکتا ہے تو وہ اس علم کے شہر کا دروازہ ہی ہو سکتا ہے اور سوائے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرا کوئی شخص بھی نہ بابِ دار الحکمت کے لقب سے ملقب ہے اور نہ ہی بابِ مدینۃ العلم ہو سکتا ہے۔

بعض لوگوں کو یہ خیال بھی اکثر پریشان رکھتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو جبریل علیہ السلام سے ہی سُن کر سب کچھ بیان کرتے تھے اور آپ مسجدِ اقصیٰ کا محلِ وقوع بتانے کے لئے جبریل کا انتظار کرتے رہے تا آنکہ جبریل علیہ السلام نے مسجدِ اقصیٰ کو آپ کے سامنے کر دیا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جس نُورِ اقدس کے وسیلہ جلیلہ سے ظہور کن فکان ہوا ہے وہ جبریل امین کی اطلاعات کے کہاں تک محتاج تھے جبکہ جبریل امین علیہ السلام اُن پیغمات پر بھی مطلع نہیں ہیں جو وہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام بارگاہِ خداوندی سے لایا کرتے تھے اور اپنے اس عجز کا اعتراف بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں خود کرتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جسے سرتاج العارفین امام اسماعیل حقی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر قرآن تفسیر روح البیان میں حروفِ مقطعات کے ذیل میں الف لام میم اور کھیعص کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں۔

ہم جانتے ہیں

اور تمام حروف مقطعات اُن مواضع اور اسرارِ غیبیہ میں سے ہیں جن کا علم سوائے محبوب اور محب کے کسی دوسرے کو نہ ہوسکے کیونکہ یہ حروف دو محبت کرنے والوں کے درمیان ایک راز کی حیثیت رکھتے ہیں،

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان حروف کا علم اُس وقت عطا فرمایا جس وقت نہ تو کوئی مقرب فرشتہ وہاں پہنچ سکتا تھا اور نہ ہی کسی نبی مرسل کی رسائی تھی تا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب علیہ التحیۃ والتسلیم سے راز و نیاز کی گفتگو فرمائے اور یہ باتیں اگرچہ جبریل علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوں مگر نہ تو اُن سے جبریل واقف ہو اور نہ ہی کوئی دوسرا جان سکے اس کے بعد آپ نے لکھا ہے کہ،

اس امر کی تائید میں اس روایت سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے جس میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں کھیعص لے کر حاضر ہوئے تو عرض کیا "کاف" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا "ھا" حضور نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے پڑھا "یا" سرکار نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے عرض کی "عین" آپ نے فرمایا ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے کہا "صاد" امام الانبیاء نے فرمایا! ہم جانتے ہیں۔

جبریل نے آپ کے ارشادات کو سن کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کو میں بھی نہیں جانتا آپ نے کیسے جان لیا۔

وسائر الحروف المقطعات من قبيل الموضوعات و المغيبات
با لحروف بين المحبين لا يطلع عليها غير هم وقد وضعها

اللہ تعالیٰ مع نبیه علیه السلام فی وقت لا یسعه فیه ملک مقرب ولا نبی مر سل لیتکلم بها معه علی لسان جبر یل با سر ار و حقائق لا یطلع علیها جبریل ولا غیره یدل علی ما ر وی فی الا خبار ان جبر یل علیه السلام نزل بقو له تعالیٰ (کھیعص) فلما قال ''کاف'' قال قال النبی علیه السلام علمت فقال ھا فقال علمت فقال یا فقال علمت فقال عین فقال علمت فقال صاد فقال علمت فقال جبریل کیف علمت ما لم اعلم۔

(تفسیر روح البیان للعلامہ حقی علیہ الرحمۃ جلد پنجم ص ۳۲) (جلد اول ص ۳۴)

علاوہ ازیں ان اُمور پر سورۃ والنجم کے یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے

فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ

یعنی خدا تعالیٰ نے وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

تفسیر خزائن العرفان علیٰ کنز الایمان میں اس آیت کی تفسیر میں روح البیان وغیرہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو وحی فرمائی یہ وحی بے واسطہ تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیب کے درمیان کوئی واسطہ نہ تھا اور یہ خدا اور رسول کے درمیان اسرار ہیں جن پر ان کے سوا کسی کو اطلاع نہیں۔

بقلی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس راز کو تمام خلق سے مخفی رکھا اور بیان نہ فرمایا کہ اپنے حبیب کو کیا وحی فرمائی اور محب و محبوب کے درمیان ایسے راز ہوتے ہیں جن کو اُن کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(روح البیان)

علماء نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس شب میں جو آپ کو وحی فرمائی گئی وہ کئی قسم کے علوم تھے۔

ایک تو علم شرائع واحکام جن کی سب کو تبلیغ کی جاتی ہے۔

دوسرے معارف الٰہیہ جو خواص کو بتائے جاتے ہیں۔

تیسرے حقائق ونتائج علوم ذوقیہ جو صرف اخص الخواص کو عطا کئے جاتے ہیں۔

اور ایک قسم وہ اسرار ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ساتھ خاص ہیں کوئی ان کا تحمل نہیں کر سکتا

(روح البیان) (تفسیر خزائن العرفان علیٰ کنز الایمان ص ۷۶۲) (للعلامہ نعیم الدین مرادآبادی)

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم لامتناہی کے بارے میں اگر صرف قرآن مجید کی آیات کو ہی استدلال کے طور پر پیش کیا جائے تو اُن کی تشریحات کا دائرہ ہزروں صفحات سے بھی تجاوز کر جائے گا اس لئے مذکورہ بالا روایتوں پر ہی اکتفاء کرتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا وہ صحیفہ جو آپ کی تلوار کے غلاف پر مرقوم تھا علم شرائع اور احکام کے متعلق ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اس امر سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ صحیفہ جو آپ کے سینے میں محفوظ تھا انہیں اسرار باطنیہ اور علوم غیبیہ پر مشتمل تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ کی صورت میں تفویض ہوئے۔

علوم واسرار کا خزینہ

اور وہ تمام علوم و اسرار اور حقائق و معارف جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خواص اور اخص الخاص لوگوں کو تفویض ہوئے اُن سب کے منبع اور مخزن حیدر کرار علیہ السلام کا قلب معظم اور سینہ اطہر تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرما رکھا ہے کہ ہم علم کا شہر ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور شہر میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا سوائے دروازہ کے اس حدیث پاک کی روشنی میں ایک تو اس بات کا اظہار ہوا کہ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ قرب و اتصال جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کو ہے کیونکہ آپ بابِ مدینۃ العلم ہیں اور دوسرے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ جس کسی کو بھی علم و عرفان حاصل ہوا یا ہوگا اُس کا وسیلہ صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات اقدس ہے۔

سب سے زیادہ علم کیسے

اب تک کے پیش کردہ دلائل کے علاوہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سب سے بڑا عالم ہونا اس حدیث سے بھی ظاہر ہوتا ہے جس میں ہے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو کچھ بھی سنتے تھے آپ کو یاد رہتا تھا جبکہ یہ شرط کسی بھی دوسرے شخص کے لئے ثابت نہیں۔

حدیث کی معتبر کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دورانِ خطبہ صحابہ کرام کو قیامت تک کے تمام حالات بتا دیئے مگر جو یاد رکھ سکا وہ رکھ سکا اور جو بھول گیا سو بھول گیا۔

اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے اگر مذکورہ بالا روایت جس کی تفصیل ہم ابھی پیش کریں گے کا تجزیہ کریں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ باطنی تعلیم کے علاوہ ظاہر طور پر بھی علوم کے جن خزانوں کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاصل کیا وہ کوئی دوسرا نہ کر سکا یہی وجہ ہے کہ علی علیہ السلام قرآن مجید کے تمام ظاہری باطنی

مطالب ومعانی کو سب سے زیادہ جانتے تھے اور اسی وجہ سے آپ کو محافظ قرآن اور قرآنِ ناطق کہا جاتا ہے کیونکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو بھی سُنا اُسے کبھی نہ بھولے۔

کیسے بھول سکتے تھے؟

سلسلۂ سہروردیہ کے بانی شیخ الاشائخ سیدنا شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے روحانی تلامذہ یعنی علمائے راسخین اور صُوفیہ کرام کے قلوب کی کیفیت اور ان میں جمع ہونے والے علوم کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ،

بعض قلوب تالابوں اور جھیلوں کی مانند ہیں جن میں بارش کا پانی جمع رہتا ہے۔

ان صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کے فیضان سے علماء زہاد کے دلوں کو پاکیزگی اور تزکیہ کی دولت نصیب ہونے کے ساتھ ساتھ جھیلوں اور تالابوں کی طرح اُن کے کنارے مزید مضبوط کر دیئے گئے ہیں حتیٰ کہ یہ پاکیزہ قلوب انوارِ علوم کی بارش کے پانی کو اچھی طرح جمع کرنے کے قابل ہو گئے۔

وما من القلوب ما هو بمشابة الا خا ذات اى الغد ران جمع اخا زة وهو المصنع و الغدير الذى يجتمع فيه الماء فنفوس العلماء والزا هدين من الصو فيه والشيوخ تزكت و قلوبهم صنعت فا ختصصت بمزيد الفا ئدة فصار و اأ خا ذات۔

(عوارف المعارف ص ۴۴)

حضرت مسروق نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام کی صحبتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے ان کی خدمت میں رہا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ اُن کے مصفا قلوب اُن علوم کے محافظ اور نگہبان تھے جو اُن کو تزکیہ کے باعث نصیب ہوئے اور ان کے علاوہ وہ دل ایسے ظروف تھے جن میں علم محفوظ کر دیا گیا ہو

قال مسروق صحبت اصحاب رسول صلى الله عليه وآله وسلم فو جتهم كا خاذات لان قلو بهم كا نت واعية فضا ت او عية للعلو م بما رزقت من صفاء المفهوم۔

(عورف المعارف مطبوعہ ص ۴۴)

قولِ مسروق بیان کرنے کے بعد بانی سلسلہ سہروردیہ شیخ شہاب الدین

سہروردی رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو تقویت دینے کے لئے مزید خاص کرتے ہوئے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ،

جب یہ آیت کریمہ (وتعیھا اذن واعیۃ) یعنی یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مخاطب کر کر کے ارشاد فرمایا! کہ یا علی ہم نے تیرے لئے اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ یا اللہ علی جو کچھ سن لے اُسے ہمیشہ یاد رکھے۔

جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے جو کچھ بھی سنا اسے کبھی نہیں بھولا اور جو میرے لئے کہا گیا اسے ہمیشہ یاد رکھا۔

اخبر نا الشیخ الا مام رضی الدین ابو الخیر احمد بن اسما عیل القز وینی اجا زۃ قال انباء نا ابو سعید محمد الخلیلی وقال انباء نا القاضی ابو سعید محمد الفر خزا دی قال ابناء نا ابو اسحق بن محمد الثعا بی انباء نا فتحو یۃ قال حدثنا ابن حبان قال حد ثنا ابن اسحق بن محمد قال حد ثنا ابی قال حد ثنا ابرا ہیم بن عیسیٰ قال حدثنا علی بن علی قال حد ثنا ابو حمزۃ الثما لی قال حد ثنا عبد اللہ بن حسن قال حین نزلت ھذہ الآیۃ اور تعیھا اذن و اعیۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی سالت اللہ سبحا نہ و تعالیٰ ان یجعلھا اذ نک یا علی قال علی فما نسیت شیا بعد وما کان لی ان انسی۔

(بقیہ حاشیہ از ص ۵۰۳)

اس حدیث پاک کی تشریح کے لئے موصوف مزید لکھتے ہیں۔

ابو بکر واسطی کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اللہ تبارک وتعالیٰ کے اُن اسرار کی محافظت فرماتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ودیعت کئے گئے تھے۔

قال ابو بکر الواسطی اذان و عیت عن اللہ تعالیٰ اسرارہ

(عوارف المعارف مطبوعہ ص ۴۵)

ایک سوال

اس مقام پر یہ ایک سوال پیدا کیا جا سکتا ہے کہ اگر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ بھولنے کی دعا فرمائی تھی تو دیگر صحابہ کرام کے اقوال اور تفسیر پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

اس سوال کا سیدھا سا جواب ایک تو یہ ہے کہ جہاں تک قرآن مجید کے باطنی رموز واسرار کشف و حقائق دقائق ومعانی اور مطالب ومعارف کا تعلق ہے تو یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سب امور کا مرکز ومحور اور منبع ومخزن کسی کو بنایا ہے تو وہ صرف اور صرف جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ مقدسہ ہے اور اس میں کوئی اُن کا شریک وسہیم نہیں۔

اور جس کسی نے بھی علوم روحانیت اور اسرار باطنیہ کا بقدر ظرف حصہ حاصل کیا تو وہ اس ذات ستودہ صفات کا عطا کردہ ہے لہٰذا اس مسلمہ حقیقت کا انکار کر دینا صاف طور پر قرآن مجید کی آیات مقدسہ احادیث رسول خیر الانام اور اقوالِ صحابہ کا انکار کر دینے کے مترادف ہے۔

البتہ قرآنِ مجید کی اُس تفسیر میں جناب حیدر کرار علیہ السلام کے دیگر بھی چند ساتھی صحابہ کرام کی کثیر جماعت میں موجود تھے جن کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظاہر طور پر قرآن مجید کے احکام و شرائع کے متعلق جو ارشادات فرمائے انہوں نے اُن کو بگوش ہوش سنا بھی اور پوری دیانتداری اور ایمانداری کے ساتھ دوسروں تک پہنچایا بھی۔

مگر ایک لاکھ سے بھی زائد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے یہ شرف بھی گنتی کے چند خوش نصیب حضرات کو ہی حاصل ہوا تھا اور ان میں بھی قرآن مجید کے علوم ظواہر کو سب سے زیادہ جاننے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی ہیں۔

کیونکہ محدثین ومفسرین کرام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سے جن حضرات نے تفسیر قرآن کی وہ یہ ہیں۔

(۱) سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) سیدنا حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۳) سیدنا حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۴) سیدنا حضرت حیدر کرار علی کرم اللہ وجہہ الکریم

(۵) سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۶) سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۷) سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۸) سیدنا حضرت زید بن ثاقب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۹) سیدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۱۰) سیدنا حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشتهر بالتفسير من الصحابة عشرة لخلفاء الاربعة و ابن سعود و ابن عباس و ابی بن كعب و زيد بن ثابت و ابو موسىٰ الا شعریٰ و عبد الله بن زبير اما الخلفاء فاكثر من روی عن منهم على ابن ابی طالب۔

(الاتقان ج ۲ ص ۱۸۶)

ان دس حضرات میں سے اول الذکر تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کی تفسیر قرآن برائے نام ہے بالخصوص سیدنا صدیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر قرآن انتہائی قلیل ہے اور اس کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ اُن لوگوں کی وفات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پہلے ہوگئی تھی اس لئے تفسیر قرآن کے متعلق کثرت سے روائتیں حضرت علی علیہ السلام سے ہی ملتی ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق مزید یہ لکھا ہے کہ ایک تو ان کے ہاں حدیث کی رواتوں کی بھی قلت ہے اور دوسرے اُن کی تفسیر میں چند آثار کے سوا کچھ بھی محفوظ نہیں کیا گیا اور وہ دس سے زیادہ نہیں ہیں۔

ورواية عن الثلاثة نذرة جدا كان السبب فی ذالک تقدم و فاتهم كما ان ذالک هو السبب فی قلة رواية ابو بكر صديق رضی الله عنهٗ للحديث ولا احفظ عن ابی بكر رضی الله عنهٗ فی تفسير الا آثار قليلة جد الاتكاد تجاوذ العشرة۔

(الاتقان فی علوم القرآن جلد دوم ص ۱۸۷ للسیوطی)

پانچواں نمبر ! حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جن کے بارے میں ہم گذشتہ اوراق میں وضاحت کر چکے ہیں کہ وہ تفسیر قرآن کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ہی سب سے بڑا عالم تسلیم کرتے تھے۔

چھٹا نمبر ! مفسرین صحابہ میں باقاعدہ طور پر تفسیر کرنے والے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے جن کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ دعا فرمائی تھی کہ یا اللہ عبداللہ ابن عباس کو

تفسیر قرآن اور فقاہت دین کا علم عطا فرما چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا کے صدقہ میں ملنے والے علوم کی روشنی میں جب انہوں نے علومِ علی کا مُشاہدہ کیا تو یوں اعتراف عجز کرنا پڑا کہ میرا علم حضرت علی کے علوم کے سمندر کے ایک قطرہ کی مانند ہے۔

علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا مبارک کے شرف قبولیت حاصل کرنے کے صلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی الہ تعالیٰ عنہما کو جو کچھ بھی ملا جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ جلیلہ سے حاصل ہوا کیونکہ آپ مولائے کائنات علیہ السلام کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔

دیگر چاروں حضرات جناب ابی ابن کعب جناب زید بن حارث جناب ابوموسیٰ اشعری اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تفسیر قرآن کے بارے میں جناب مرتضیٰ مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نہ صرف یہ کہ خوشہ چین ہیں بلکہ آپ کے حلقۂ ارادت منداں میں سے بھی ہیں تفسیر قرآن کے بارے میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق جوان حضرات کے ریمارکس ہیں وہ کسی دوسرے مقام پر پیش کئے جائیں گے۔

یہاں آپ اُس حدیث کے متعلق متعدد حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جو ہم نے اپنے آقائے نعمت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نہ بھولنے کے متعلق شیخ شہاب الدین سہروردی کی تالیف مبارکہ عوارف المعارف کے حوالہ سے نقل کی ہے۔

مزید حوالے

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ

وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ

یعنی یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب سے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لیے سوال کیا کہ یا اللہ علی کو نہ بھولنے والی یادداشت عطا فرمانا۔

حضرت مکحول کہتے ہیں کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سماعت کیا مجھے ہمیشہ یاد رہا۔

لِنَجۡعَلَهَا لَكُمۡ تَذۡكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾

(سورۃ الحاقۃ آیت ۱۲)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالت ربی ان یجعلھا اذن علی قال مکحول فکان علی یقول ما سمعت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیاً فنسیۃ۔

(درمنثور ج ۶ ص ۲۶۰) (کشاف ج ۴ ص ۱۵۱) (ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت مکحول ہی سے معمولی تغیر لفظی سے دوسری روایت اس طرح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ جب وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ، آیت کریمہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ یاعلی میں نے تیرے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے سوال کیا ہے کہ تیری یادداشت کو ایسا کردے کہ تو جو سنے پھر کبھی نہ بھولے۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس دعا کے بعد میں نے جو بھی سنا وہ مجھے حفظ ہوگیا اور ہمیشہ یاد رہا اور پھر کبھی نہ بھولا۔

عن ابن ابی طالب رضی اللہ عنہُ فی قولہ وتعیھا اذن واعیۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالت اللہ ان یجعلھا اذنک یا علی ففعل فکان علی رضی اللہ عنہ یقول ما سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلا ما الا وعیتہ وحفظۃ ولم انسۃ

(نور الابصار ص ۹۰) (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷)

(تفسیر ابن جریر ص ۲۸۔ ۲۳۳)

(ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۲۱)

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ یہ روایت دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے قدرے مختلف مضمون کے ساتھ اس طرح مروی ہے

علی کو دور نہ رکھنا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب رکھوں اور دور نہ جانے دوں اور تجھے ایسی تعلیم دوں جسے تو ہمیشہ یاد رکھے اور ایسا یاد رکھے جو یاد رکھنے کا حق ہے تو یہ آیت کریمہ وتعیھا اذن واعیۃ نازل ہوئی۔

عن بریدۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ان اللہ امرنی ان اذنیک ولا اقصیک وان اعلمک وان تعی

وحق لک ان تعی۔

(درمنثورج ۶ ص)(ینابیع المودۃ ج ا ص ۱۲۱)

اس روایت کو مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خود بھی روایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا یا علی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے اپنے قریب رکھوں اور تجھے علم سکھاؤں جسے تو کبھی نہ بھولے۔

حدثنا محمد ابن عبد اللہ عن عمر عن ابی علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یاعلی ان امر اللہ امر نی ان اذنیک و اعلمک نتعی وا نزلت ھذا لایة وتعیھا اذن واعیة اذن واعیة لعلی

(حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۶۷)

(درمنثورج ۶ ص ۲۶۰)

(ینابیع المودۃ ج ا ص ۱۲۱)

مذکورہ بالا روایت دیگر متعدد طرائق سے بھی کتب تفاسیر واحادیث میں موجود ہے تاہم قارئین کے سامنے ہم جن روشن اور درخشندہ حقیقتوں کو لانا چاہتے تھے انہیں پوری دیانتداری سے لایا جاچکا ہے۔

زعمائے اہل سنت کی معتبر کتب کے جو حوالہ جات ہم نے اس ضمن میں پیش کئے ہیں انہیں کسی بھی صورت میں نہ تو مسترد کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بے جا تاویلوں سے حقائق کو مسخ کیا جاسکتا ہے۔

اللہ کے حکم سے سکھایا

قارئین خود بھی اندازہ لگا سکتے ہیں اُن علوم واسرار کی کیفیت کیا ہوگی جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سکھایا جبکہ اُن علوم کو سینۂ حیدر کرار علیہ السلام میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی اصلی صورت میں محفوظ رکھنے کے لئے خالقِ کائنات جل مجدہٗ الکریم نے بذریعہ وحی تحفظ بھی خود ہی دیا ہو۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے اس فرمانِ مقدس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی حکمتوں کے کتنے اسرار پوشیدہ ہیں کہ محبوب علی کو اپنے قریب رکھو اور اُسے علم سکھاؤ ہم آپ کے اس سکھائے ہوئے علم کی حفاظت فرمائیں گے

اہل عرفان حضرات کے لئے اس ایک جملہ میں کتنے اسرار ورموز اور لطائف ومعارف سمو دیئے گئے ہیں اور اس جملہ میں صاف طور پر واضح ہے کہ علی کو قریب رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس

لئے ارشاد فرمایا کہ علم کی ان امانتوں کو زیادہ سے زیادہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینہ اطہر میں منتقل کر دیا جائے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قیامت تک کے لئے آنے والے صاحب ولایت اور اہل باطن حضرات کو پہنچانے کے لئے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔

ان حقائق کے پیش نظر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد مبارک کتنی حسین وضاحتوں کے ساتھ قلوب واذہان کو منور کر دیتا ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔

اگر ایک طرف خداوندِ قدوس جل وعلیٰ قرآن مجید کے ظاہری الفاظ کی حفاظت اپنے ذمہ لیتے ہیں تو دوسری طرف قرآن مجید کے اسرار باطنیہ اور لطائف غیبیہ کی حفاظت بھی قلب حیدر کرار کے ذریعہ سے اپنے ذمہ لے لی۔

قرآن مجید کے ظاہری اور باطنی مطالب ومعانی جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینہ مبارکہ میں اس طرح محفوظ ہو چکے ہیں کہ اب اُن میں کسی بھی قسم کا تغیر وتبدل آنے کا احتمال ممکن ہی نہیں رہا۔

جناب علی علیہ السلام نے مخزنِ علوم ومعارف "ماکان وما یکون" امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جو جو کچھ سماعت فرمایا وہ نقش کالحجر کی طرح آپ کے دِل پر مرتسم ہو گیا۔

یہی وجہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو "باب مدینۃ العلم" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔ کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے گوشِ حق نیوش نے جو جو کچھ بھی آپ سے سنا اُس کو نہ بھولنے کی ذمہ داری خالقِ کائنات نے قبول فرما رکھی ہے۔

ناقابلِ تردید حقیقت

بہرحال ! یہ ایک مُسلمہ اور ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ قرآن مجید اپنے تمام تر ظاہری اور باطنی مطالب ومعانی کے ساتھ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سینہء اقدس میں ہے اور یہ معیت ازلی اور ابدی ہے اور جناب علی علیہ السلام پورے وقار ودیانت کے ساتھ قرآن مجید کے ساتھ ہیں۔

چنانچہ اِس حقیقت کی نشاندہی حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اِس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح ہم قرآن کی تنزیل کے لئے جنگیں لڑتے ہیں اِسی طرح علی کو قرآن کی تاویل وتفسیر کے لئے قتال کرنا پڑے گا۔

یہ روایت پورے سیاق وسباق کے ساتھ کسی دُوسرے مقام پر نقل کی جائے گی یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ یہ ناممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص دامنِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے وابستہ ہوئے بغیر قرآن مجید کے رموز ونکات اور اسرار ومعارف سمجھنے میں کامیاب ہو جائے اور یہ بھی غیر ممکن ہے کہ کوئی شخص قرآن مجید سے

پہلوتہی کر کے سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وابستگی کے دعویٰ میں حق بجانب ہو۔

علی اور قرآن کبھی علیحدہ علیحدہ نہیں ہو سکتے کیونکہ یہ فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور فرمانِ مصطفیٰ کو جھٹلانے والا اور کچھ ہو تو ہو مومن اور مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اتنی جلدی کیسے

حضرت علامہ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سواری کے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو آغاز تلاوت قرآن کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو پورا قرآن مجید ختم فرما لیتے۔

دوسری روایت میں ہے کہ آپ گھوڑے پر پوری طرح بیٹھنے سے پہلے پہلے پورا قرآن مجید تلاوت فرما لیتے،

(شواہد النبوت ص ۲۸۰)

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ بھی اس روایت کو دیگر متعدد ثقہ مؤلفین نے نقل کیا ہے جس کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی۔

بتانا یہ تھا کہ بظاہر یہ بات ایک اچنبہ معلوم ہوتی ہے اور کوئی سر پھرا اسے نا قابل یقین اور غیر حقیقی بھی قرار دے سکتا ہے لیکن اس قسم کے تمام تر عقلی دلائل اور شکوک وشبہات اس وقت دم توڑ دیتے ہیں جب بابِ مدینۃ العلم کی معرفت حاصل ہو جائے اور مقامِ علی علیہ السلام سے شناسائی نصیب ہو جائے مقام علی علیہ السلام کو جان لینے کے بعد اس قسم کے واقعات ہرگز ہرگز حیرت واستعجاب کا باعث نہیں بنیں گے حیرت وپریشانی تو اُن لوگوں کے لئے ہے جو معرفتِ حیدر کرار علیہ السلام سے قطعی طور پر تہی دامن ہیں جن کی ظواہر پرستی انہیں حقائق ومعارف کے گنج گراں مایہ کی تلاش وجستجو سے یکسر روک دیتی ہے۔

جن خوش نصیب حضرات کو مقام علی المرتضیٰ علیہ السلام سے تھوڑی سی شناسائی بھی حاصل ہو جاتی ہے اُن کے لئے ایسی باتیں ہرگز ہرگز نا قابل قبول اور اور تحیر انگیز نہیں بلکہ اس قسم کے واقعات تو ان لوگوں سے بھی ظہور پذیر ہونا شروع ہو جاتے ہیں جن کو حیدر کرار علیہ السلام کی سچی غلامی نصیب ہو جاتی ہے۔

چلتا پھرتا قرآن

شہسوارِ عرصۂ ولایت تاجدارِ ھل اتیٰ مشکل کشا شیر خدا سیدنا ومرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا چند لمحات میں قرآن مجید کو تلاوت فرما لینا آپ کی کرامت بھی متصور کی جاسکتی ہے مگر مولائے کائنات کی

حقیقی کرامت اور خصوصی اکرام تو یہ ہے کہ آپ خود قرآن ہیں چلتا پھرتا اور بولنے والا قرآن اور یہ کوئی تصوراتی بات نہیں بلکہ اپنے متعلق یہ اُن کا اپنا ارشاد ہے کہ

''انا القرآن الناطق''

اعترافِ فاروق اعظم

دوسرے خلیفہ راشد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جناب حیدر کرار مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی علوم کا اظہار جس انداز میں فرماتے ہیں اُس کے متعلق روایات میں اس طرح آتا ہے۔

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی بھول چوک کی مشکلات اور دشواریوں میں صرف ابوالحسن یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرتا ہوں۔

اور یہ بھی فرمایا کہ تمام صحابہ کرام میں کوئی ایک شخص بھی تو ایسا نہیں جس نے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے یہ اعلان فرمایا ہو کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو۔

عن سعید بن المسیت رضی اللہ عنہٗ قال عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ یتعوذ با للہ معضلۃ لیس لھا ابو الحسن یعنی علیا واخرج عنہ قال لم یکن احد من الصحابۃ یقول سئلو نی الا علی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۷)

(اشرف المؤبد نبہانی ص ۱۱۹) (الاستیعاب ج ۲ ص ۳۹)

ایک دفعہ کسی مسئلہ کے بارے میں جناب فاروق اعظم نے جب فتوٰی دینا چاہا تو جناب مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان کے فتوٰی سے اختلاف فرماتے ہوئے درست فتوٰی صادر فرمایا۔

چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کمال اعتراف عجز کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف یہ کہ آپ کے فتوٰی ہی کو مبنی بر حقیقت تسلیم کیا بلکہ فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

قرآن کے ظاہر و باطن کا علم

سرکار دو عالم تاجدار مدینہ کی مرفوع حدیث ہے کہ قرآن مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے تم ان

میں سے جس کو چاہو اپنا سکتے ہو ہر حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد ہے اس کا ظاہر قرآن کے الفاظ میں اور اس کا باطن ان الفاظ کی تاویل ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم هذا القرآن انزل سبعة احرف فاقروا ماتیسر منه ویروی لکل حرف من ظهر و بطن و لکل حد مطلع قبل فی معناً اه الظهر لفظ القرآن والباطن تاویله۔

(تفسیر معالم التنزیل ج ۱ ص ۱۲) (تفسیر خازن ج ۱ ص ۱۲)

اس حدیث کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ قرآن سات قرأت پر نازل ہوا اور ہر قرأت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن اور حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے ظاہر کو بھی جانتے ہیں اور باطن کو بھی علم رکھتے ہیں۔

عن ابن مسعود قال ان القرآن انزل فی سبعة احرف الا له ظهر و بطن وان علیا بن ابی طالب عنده علم الظاہر و الباطن

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۹)

(الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ جلیل القدر اور خوش نصیب صحابی جن کی قرأت کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے۔

اور اکثر طور پر انہیں سے ہی تلاوت قرآن مجید کی سماعت فرماتے تھے۔

اس عظیم خوش نصیبی کے علاوہ اُن کو مفسر قرآن ہونے کا شرف بھی حاصل تھا اور اس عظیم شرف پہ مستزاد یہ کہ وہ مجتہد بھی تھے اور مجتہد بھی ایسے کہ مقلدین حنفیہ کے مذہب کی اساس انہی کے اجتہاد پر رکھی گئی ہے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم قرآن کی تشریح کن الفاظ میں کی جاسکتی ہے جبکہ عبداللہ ابن مسعود جیسے ذی علم حضرات بھی علوم مرتضوی کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہیں۔

جو چاہو پوچھ لو

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم ومعارف کے لامحدود

ہونے پر یونہی مُہر تصدیق ثبت نہیں کر دیتے تھے بلکہ اُن کے مشاہدات نے اُن پر اس حقیقت کو واضح کر رکھا تھا۔

انہیں قرآن کے بارے میں جب بھی کوئی مشکل درپیش آتی تو اس کا ازالہ صرف اور صرف آستانہٗ حیدر کرار علیہ السلام پر ہی ہوتا تھا اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرما رکھا تھا۔

''خدا کی قسم تم جو چاہو سوال کرو میں تمہیں اس کا جواب دوں گا بر سرِ منبر خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے اللہ کی کتاب کے متعلق سوال کرو خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ کون کون سی آیت رات کو نازل ہوئی ہے اور کون کون سی آیت دن کے وقت نازل ہوئی ہے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کون سی آیت پہاڑ پر نازل ہوئی ہے اور کون سی آیت نے میدان میں نزول فرمایا۔

عن علی کرم اللہ وجھہ الکریم قال اللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت وفیما نزلت و این نزلت

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۷)

(الاتقان ج ۲ ص ۱۸۷)

(اشرف المؤبد ص ۳۹)

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲)

قال ابو الطفیل شھدت علیا یخطب وھو یقول سئلو نی واللہ لا تسئلو نی عن شی الا اخبر تکم بہ سئلو نی عن کتاب اللہ فواللہ ما من آیۃ الا و انا اعلم بلیل نزلت ام بنھر ام فی سھل ام فی جبل۔

(الاستعیاب ج ۲ ص ۴۳)

(الاصابہ ج ۲ ص ۵۰۳)

(۱۸۷ تاریخ الخلفاء ص ۲۱۴)

(صواعق محرقہ ص ۱۲۸)

(اشرف المؤبد ص ۱۱۹)

(الاتقان ج ۲ ص)

جناب حیدر کرار علیہ السلام کا یہ اعلان عظیم جس نے تمام تر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی دم بخود کر دیا تھا سوائے آپ کے کوئی بھی نہیں کر سکتا تھا۔

یہ اعلان وہی کرسکتا تھا جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مامور فرمارکھا تھا کہ علی کو اپنے قریب بھی رکھیں اور تعلیم بھی دیں۔

اعلان وہی کرسکتا تھا جو ہمہ وقت رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ سائے کی طرح رہتا تھا اور یہ اعلان وہی کرسکتا جو مدینۃ العلم کا دروازہ بھی تھا اور مدینۃ العلم کے دروازے کا پہریدار بھی۔

بفضلہٖ تعالیٰ و بفیضِ پنجتن پاک علیہم السلام

جلد اول تمام ہوئی مضمون جاری ہے جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَا فَتٰی اِلَّا عَلی لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار

سیرتِ سیّدنا حیدرِ کرّار علیہ السلام

مُشکل کُشاء دوم

مصنف

محقق العصر
حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد
03006674752 - 03007681230
Chishtikutabkhana@gmail.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مشکل کشاء اول
موضوع	سیرت حضرت علی
مصنف	علامہ صائم چشتی
پہلی مرتبہ	جمادی الاول سن ۱۴۰۰ھ
اٹھسویں بار	جنوری ۲۰۱۱ء
تعداد	ایک ہزار
طابع	محمد شفیق مجاہد
کمپوزنگ	چشتی کمپوزرز
ہدیہ	

ناشر

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 03006674752_0300768123

ملنے کے پتے

نذرانۂ عقیدت بحضور مشکل کشاء

حیدریم قلندرم مستم
بندۂ مرتضیٰ علی ہستم
سرگروہے تمام رندانم
کہ سگِ کوئے شیرِ یزدانم

حضرت بو علی قلندرؒ

گوئیند غالیم بثنائے تو یا علی
حال ایں کہ مَن زِحق ثنائے تو قاصرم

مُشکل کشا امداد کُن

مُرتضیٰ ، شیرِ خُدا ، مرحب کشا امداد کُن
سرورا ، لشکر کُشا ، مُشکل کُشا امداد کُن
حیدرا ، اژدر درا ، ضرغام ہائل منظرا
شہرِ عرفاں را درا روشن دُرا امداد کُن

اعلیٰ حضرت بریلویؒ

تقریظِ عالیہ

ازلسان العصر، تاجدار اقلیم سخن، حضرت علامہ حامد الوارثی صاحب

جب نیازِ عشق تھا اب ناز ہے
یہ مرے انجام کا آغاز ہے

(جگر)

دُشمن کی "ضرب" سے خون کا کھولنا بدیہی امر ہے اور اگر دُشمن کا وار جان کی بجائے ایمان پر واقع ہو تو ایک سچا مسلمان تن، من، دھن کی بازی لگا دیتا ہے، حتیٰ کہ اپنی اولاد کی قربانی کو بھی سعادت اُخروی کے مقابلہ میں دین کی ایک حقیر سی خدمت سمجھتا ہے، اُس کے جذبات میں ارتعاش اور خون میں جوش و ہیجان کا ایک بے پناہ طوفان متلاطم ہو جاتا ہے، تلاطم لطمہ سے نکلا ہے جس کے معنی تھپڑ کے ہیں، یعنی اہلِ ایمان کا ضمیر غیرت کے تھپڑ سے برانگیختہ ہو کر تمام تر دُنیاوی مصلحتوں سے بے پرواہ ہو کر ہر وہ کچھ کر گذرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے جس کا عقل تصور بھی نہیں کر سکتی۔

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل تھی محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

(علامہ اقبالؒ)

اگر عہدِ حاضر کا ایک احمق، ابلہ، بے ضمیر اور نامحمود مصنف خارجی محمود عباسی خاندانِ ذیشانِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر رکیک حملے نہ کرتا اور اہلِ بیت اطہار سلام اللہ علیہم کی تضحیک و تنقیص اور استخفاف واہانت کے ناقابلِ بخشش جُرم کا مُرتکب نہ ہوتا، تو شائد مجی الحاج علامہ صائم چشتی ایک قلیل سی مدت میں ادبیات اور دینیات کی رفیع الشان منازل پر فائز نہ ہوتے درجات کے اِس تُرفع کے بدلے تو صائم چشتی صاحب کو اس کا احسان مند ہونا چاہیے، البتہ اُس کی دریدہ دہنی کا جس سختی سے بھی نوٹس لیا جائے کم ہے۔

تحصیلِ قُرب ہے مجھے خیر الوریٰ کے ساتھ
ہر ایک انتہا ہے مری ابتداء کے ساتھ

(حامد الوارثی)

محمود عباسی اور اُس کے ہمنواؤں کے رَد میں جناب علامہ صائم چشتی صاحب کی یہ چوتھی تصنیف

لطیف ونظیف " مشکل کشا " آپ کے ہاتھوں میں ہے قبل ازیں شہیدؒ ابن شہیدؒ اور ایمانِ ابی طالبؑ کا آپ مطالعہ کر ہی چکے ہیں خود میں نے پہلی دفعہ " مشکل کُشا " کا حرف بحرف مطالعہ کیا ہے میں اور تو کچھ نہیں کہتا اس دوران میں !

یہ رُتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رَسن کہاں

خونِ اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں
توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

(اقبالؒ)

جیسے شاہکار اشعار بار بار اور بے اختیار میری زُبان پر آتے رہے۔ غرض جناب صائم چشتی زاد قدرهٗ نے اپنی اس خوبصورت تالیف کے خوبصورت ابواب باندھ کر بلیغ اور خوبصورت الفاظ میں نہایت حسین اور خوبصورت انداز میں مخالفینِ بے شعور کے بودے، لغو اور واہیات اعتراضات اور گھٹیا قسم کے عقائد باطلہ کے مکمل، مُفصّل، مدلّل اور مسکت جوابات دے کر غالبؒ مرحوم کے مصرعہ !

"ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے" کی حقیقت و حقہ پر مُہر تصدیق ثبت کر دی ہے .... اور

" حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا " کے خلاف !

" حق تو یہ ہے کہ حق ادا ہو گیا "

حامد الوارثی عفی عنہ

تہنیت

از محترم المقام نادر الکلام محبی فی اللہ حضرت نادر جاجوی صاحب دامت برکاتہم القدسیہ

مشکل کشاء ! بابِ مدینۃ العلم شہرِ ہزار در کے اسمِ مقدس کا ایک منور عکس حسنِ عقیدت کا معیار جمالِ ذوقِ اظہار کا وجدان برحق تقاضائے جسم وجاں سے ماورئ کیف تکمیل حسن کی آخری لطافت جلالِ اُتم کا ملکوتی استعارہ "مشکل کشاء" تین ہزار صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیق حسین، داستاں درداستاں علم وآگہی کے وہ درخشندہ باب جن میں لفظ لفظ ناگزیر صداقتیں فروزاں ہیں۔ مسائل آئینہ در آئینہ نگاہوں کو تحیّر آشنا کرتے جاتے ہیں، وسعتِ موضوع نئی تدقیق کے نئے دائرے کھول رہی ہے۔

تصوف کے باریک نکات ورق ورق وظائف کی رُوح تک گرہ کشائی کر رہے ہیں۔ "حقائق کا پھیلاؤ" صدیوں پر محیط ہے جو لمحوں کی تہہ در تہہ تاریخی گھمبیرتا کے باوجود پوری تابانی سے ظہور پذیر ہو رہا ہے تشویق وذوق نے احادیث وواقعات کو اُس ربط تک کھوج لیا ہے جس کے بعد حقیقت تحریم کا ہر سلسلہ ابدی ولازوال ہوتا ہے۔ متنازعہ عبارات کے وہ روشن حل جو براہین قاطعہ کا درجہ رکھتے ہوں متناقص سوچوں اور متصادم تخیلات کے لئے وہ صحیح پیرائے جو دلیل برسوں کا مطالعاتی ماحصل، قرنوں کی تنقید کا خنک فیصلہ۔ خوشا ! عزمِ قلم کہ الہاماتی ساعتوں سے پروقار گزرا، خوشا ! سعئ مصنف کہ سلکِ تحریر کو منفرد سلیقہ ترتیب دی گئی۔ خوشا ! وہ قریہ جاں کہ قافلۂ درد کی منزل ٹھہرا، خوشا ! وہ زندگی کہ وقفِ اذکار محبوب ہوئی۔

یہ دستاویز روحانیت کی ایک فردوسِ جمیل ہے کہ دھڑکنوں کے لئے وجہِ قرار بن رہی ہے برمحل منضبط مواد کا ایک بسیط قلزم ہے کہ موجیں مار رہا ہے گوناگوں لاتعداد بحثوں کا ایک صحیفۂ فصل ہے کہ ضرورت مطالعہ پر حرف آخر کہنا بجا اِس اِمٹ کارنامہ کے سبب مصنف کا نام اور کام دونوں اَبدالآباد تک زندہ وتابندہ رہیں گے۔ ایسی گرفت وبافت اور محنت دنیا کی مخصوص ترین اور اہم ترین کتب پر ہوسکتی ہے جنہیں نہ صرف ہر دور نہ پذیرائی بخشی ہے بلکہ اُنہیں مختلف زبانوں کے خوبصورت تراجم سے بھی پیراستہ کیا گیا ہے۔ آواز میں قوت، اظہار میں صداقت اور دلائل میں ندرت ہو تو ! تاثر روایت کی گردان سے گزر کر امر ہو جاتا ہے....

اس لئے میرے محبِ گرامی جناب علامہ صائم چشتی مدظلہ العالی قلب وروح کی گہرائیوں سے نکلنے والی تہنیت ومبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے تحقیقات کی نئی پیوندکاری سے سیرت کے ایسے موضوع کو سدا بہار کر دیا ہے میری دانست میں اتنی بڑی کتاب اور ایسا عظیم مرقع آج تک نہیں لکھا گیا خدائے ذوالمنن بطفیلِ پنجتن اسے قبولیت عام کی سند عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین

نادر جاجوی

فہرست

850

باب

آئینہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قلوبِ قوم کا حساس جذبوں سے تہی ہو جانا بالآخر احساس سود و زیاں کے مٹ جانے پر ہی منتج ہوتا ہے۔ اور جب احساسِ سود و زیاں مٹ جاتا ہے تو پھر وہ شعلہ زادے انارکی پھیلانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، جن کی تخلیق ہی شائد خالقِ کائنات نے معاونتِ ابلیس کے لئے کی ہوتی ہے۔

اِسے حسن وجہ البصیرت کہئے یا کوئی اور نام دے لیں، جن خدشات و خطرات کا اظہار ہم مسلسل بیس برس سے کئے جا رہے ہیں وہ بالآخر اہلِ وطن پر مسلط ہو ہی گئے۔

کسی بھی فتنہ کے جنم لیتے ہی معمولی سی توجہ دینے سے اُس کو فنا آشنا کیا جا سکتا ہے مگر جب اُسے نہایت معمولی اور حقیری سی چیز سمجھ کر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر اُس کے ہولناک نتائج سے عہدہ برآ ہونا ہی پڑتا ہے۔

ہم ارضِ پاک میں رہنے والے جمیع اہلِ اسلام کو بالعموم اور علمائے اہلِ سنت و جماعت کو بالخصوص عرصہ دراز سے خارجیت کے اُٹھنے والے شیطانی فتنہ کی طرف بار بار متوجہ کر رہے ہیں، لیکن ہماری کسی بھی گذارش کو لائق اعتنا نہیں سمجھا گیا، بلکہ اکثر حضرات اب تک منفی سوچ کے تانے بانے میں اُلجھے ہوئے ہیں، حالانکہ پانی اب سر سے اُونچا ہو گیا ہے اور خارجیت کا وہ ابلیسی فتنہ جو محض چند ابلیس نوازوں تک محدود تھا، اب وطنِ عزیز کے تمام شہروں اور قصبات تک پھیل چکا ہے۔

خارجیت کے اِس بڑھتے ہوئے طوفانِ بدتمیزی کو اب کیسے روکا جا سکتا ہے؟ یہ سوال اَب نہایت پیچیدہ ہو چکا ہے جس کا شافی جواب شائد کوئی بھی فردِ واحد نہ دے سکے۔ تاہم عرصہ دراز سے اِس ابلیسی سازش پر گہری نظر رکھنے کی وجہ سے ایک ایسا خاکہ پیش کیا جا سکتا ہے جس کے لئے اجتماعی طور پر اگر ٹھوس بنیادیں مہیا کی جا سکیں تو مسلسل جدوجہد کے بعد اِس پر قابو پا لینا خارج از امکان نہیں، تاہم اب یہ مسئلہ آسان نہیں رہا بلکہ اِسے حل کرنے کے لئے اب قدم قدم پر شدید تر مشکلات اور سخت ترین اُلجھنوں سے

متصادم ہونا پڑیگا۔

اِس میں علمائے کرام کی خصوصی توجہ اور عوام کی دلچسپی کے ساتھ ساتھ حکومت کو بھی اہم کردار ادا کرنا ہوگا۔ برصغیر میں قادیانی فتنہ کیسے پھلا پھولا اُس کے عواقب کو سامنے رکھتے ہوئے بلا تاخیر اجتماعی اقدام کیا جائے تو اس طوفانِ بدتمیزی کا رُخ ان صیہونی تنظیموں اور فرنگی سازشوں کی طرف موڑا جا سکتا ہے جہاں سے اِس نے جنم لیا ہے اور جو لوگ ہمیشہ سے اپنے سینوں میں چھپی ہوئی اسلام دُشمنی کی وجہ سے اِس قسم کے فتنوں کو پیدا کرنے اور پھر اُن کی نشوونما کرنے کے لئے اندھا دھند مادی معاونت جاری رکھتے ہیں۔

جمہور اہلِ اسلام کے نزدیک خارجی فرقہ شروع سے ہی مُرتدین و منافقین کی اِبلیسی ٹولی کے نام سے ہی جانا پہچانا جاتا ہے، اور بعض ملکوں میں اس کے جراثیم ہمیشہ سے ہی پلتے چلے آرہے ہیں، خواہ ان کی تعداد قلیل تر ہی کیوں نہ ہو مگر برصغیر میں اِس ناہنجار و نامراد گروہ نے پاکستان میں معرضِ وجود میں آجانے کے بعد ہی پر پُرزے نکالے ہیں۔

ہم اپنی تصانیف میں متعدد بار اپنی اِس حیرت کا اظہار کر چکے ہیں کہ کیا پاکستان کو لاکھوں قربانیوں کے بعد اِسی لئے معرضِ وجود میں لایا گیا تھا کہ یہاں اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو پامال کرنے کے لئے کچھ شیطانی دماغوں کی بھی حوصلہ افزائی کی جائے گی ؟

کیا یہ وہی ملک ہے جس کے لئے ہم نے زندگی کی عزیز ترین متاع بھی قربان کردی تھی ؟

کیا یہ وہی مقدس سرزمین ہے جس کا تصور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے پیش کیا تھا ؟

کیا یہ وہی خطہ پاک ہے جسے ہماری تخلیات نے جنتِ ارضی کے نام سے موسوم کیا تھا ؟

کیا یہ وہی سلطنتِ عظیم ہے جس میں قائداعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ نے حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے خواب دیکھے تھے ؟

کاش ! کوئی ہمیں اِن سوالات کے جوابات دے سکتا،

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ اِس مقدس سرزمین کو اسلام کے نفاذ کے لئے حاصل کیا تھا یا اسلام کا مذاق اُڑانے کے لئے اتنی قربانیاں دی گئی تھیں۔

کاش ! کوئی اِس امر کی وضاحت کر سکتا کہ بیک وقت اہلِ فرنگ اور اہلِ ہنود سے سیاسی اور ذہنی جنگیں لڑنے کے بعد اِس مقدس سرزمین کو حاصل کرنے والے امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور آپ کے خاندانِ معظم کے نام لیوا تھے یا اُنہیں گالیاں دیا کرتے تھے؟

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ! محمد علی جوہر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اہلِ اسلام میں جوشِ جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہ مصرعہ غلط پڑھا کرتے تھے !

اِسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

کاش کوئی وضاحت کر سکتا کہ ! تصورِ پاکستان کے خالق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ الرحمۃ نے یہ شعر "بھنگ" کے نشہ میں سرشار ہو کر اِنشاء فرمایا تھا یا درست کہا تھا کہ !

اِسلام کے دامن میں بس اِس کے سوا کیا ہے

اِک ضربِ یدُ اللّٰہی ، اِک سجدہء شبیری

کاش ! کوئی بتا سکتا کہ علامہ اقبال علیہ الرحمۃ مجوسی اور مُشرک تھے یا مِلتِ اسلامیہ کے رجلِ عظیم تھے جنہوں نے یہ شعر لکھا،

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر

معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

بہر کیف ! یہ حقیقت محتاجِ وضاحت نہیں کہ ارضِ مقدس کو معرضِ وجود میں لانے میں سو فیصدی حصہ اُنہی لوگوں کا ہے جو دل وجان سے خاندانِ رسولِ ہاشمی صلوٰۃ اللہ علیہ وعلیہم سے محبت رکھنے والے تھے۔

اب اگر کوئی خارجی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اُس نے بھی پاکستان بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے تو وہ بالکل بکواس کرتا ہے۔ اور محض دُوسروں کو دھوکا دینے کے لئے اِس قسم کی شاطرانہ چالیں چلتا ہے، ہاں ! اگر آزادیٔ وطن کی اِس جدوجہد میں اُس شخص نے کوئی کردار ادا کیا ہوگا تو وہ قطعی طور پر اس کے برعکس صورت ہوگی۔ یعنی وہ اُس وقت انگریزوں یا ہندوؤں کا حقِ نمک خواری ادا کر رہا ہوگا کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اِسلام کی بنیادوں کو اپنے خون سے اُستوار کرنے والی واجب التکریم شخصیات کو گالیاں بکنے والا شخص کسی خالص اسلامی ریاست کو معرضِ وُجود میں لانے کی کوشش کرتا پھرے۔

قارئین ! وہ مضمون تفصیل کے ساتھ مشکل کشا جلد سوم میں پڑھیں گے جس کا نام ہم نے "آگ ہی آگ" تجویز کیا ہے جس کے مطالعہ سے آپ کو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ ! یہ آگ کس مسلمان کے قلم نے بکھیر رکھی ہے یا کسی شیطان کے جہنمی دماغ کی پیداوار ہے۔

تاہم ! اِس مقام پر ایک خارجی کی کتاب "شمائلِ علی" سے چند ریمارکس پیش کئے جاتے ہیں اس رُسوائے زمانہ کتاب کا مصنف "نذیر احمد شاکر" ہے اور اِس کی تائید وتصدیق خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی نے کی ہے۔

کتاب مذکور میں مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور خاندانِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تقریباً چار صد شرمناک گالیاں دی گئی ہیں جسے ہم نمبروار پیش کریں گے اُن میں سے چند ایسی مختلف نمبروں کی جسارتوں کا اِنتخاب پیش خدمت ہے جن کا تعلق اِس جلد کے مخصوص مضامین سے ہے،

درج ذیل عبارات تمام دُنیا کے مسلمانوں کے لئے بالعموم اور اہلِ پاکستان کے لئے بالخصوص لمحہ فکریہ ہیں، اِن عبارتوں میں تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خدا بابِ مدینۃ العلم کی جو تصویر پیش کی گئی ہے اور حضورِ رسالت

مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات کا جس طرح تمسخر اُڑایا ہے وُہ آپ کے سامنے ہے اگر یہی تصور ہماری نئی نسل (New genration) کے ذہنوں میں قائم ہو گیا تو اُن کے ایمانوں کے ضیاع کی ذمہ داری کس پر عائد ہو گی۔ غور فرمائیں اور دیکھیں کہ یہ کیا ہے؟

اسلام کی تکمیل اور علی

لیکن لوگ یہ جھوٹ پھیلا رہے ہیں کہ اسلام کی تکمیل میں حضرت علی اور ان کے بچوں کا بھی ہاتھ تھا بلکہ ازالۃ الخفاء کے مؤلف مقصد دوم میں حضرت علی کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ آپ اکثر وحی اور اُن اسماء الٰہی کو لکھتے تھے جن کا ظاہر کرنا مقصود نہ ہوتا۔

(شمائل علی)

اسلام کی مٹی پلید کرنے کی طاغوتی طاقت

نہ حضرت علی کو رسول صلعم نے کوئی خاص وحی پہنچائی نہ اسمائے الٰہی کے اسرار بتائے بلکہ صحیح بات یہ ہے کے حضرت علی میں اسرار الٰہی کو سمجھنے قابلیت ہی نہیں تھی ہاں ان میں ایرانی اسرار کو سمجھنے اور مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور اسلام کی مٹی پلید کرنے کی طاغوتی طاقت بدرجہ اتم موجود تھی۔

(شمائل علی ص ۳۰۸)

کینہ پرور حاسد

وہ بندے جن کے دلوں میں قرآن اور اسلام کے خلاف حسد و کینہ بھرا ہوا ہے۔ کہتے ہیں کے قرآن کے متشابہات کا علم ان کو بھی ہے۔ وہ قرآنی متشابہات کو اپنے مطلب کے معنی پہنانے کے لئے طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں تا کہ اسلامی عقائد و اعمال میں اختلاف و اختلال پیدا ہو اور اسلام کا شیرازہ بکھر جائے۔

خواجہ حسن بصری اور امام جعفر صادق دو فسادی

پیروانِ شریعت علی کہتے ہیں کہ قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی بھی ہوتے ہیں اور باطنی معنی بھی او. باطنی معنی کو سمجھنے کے لئے تاویل ضروری ہے۔ قرآنی الفاظ کی تاویل حضرت علی کی اولاد کو وراثت میں ملی کھلم کھلا طور پر تاویل کا کام حسن بصری نے شروع کیا جس کو جعفر بن محمد بن حسین بن علی مرتضیٰ نے تکمیل پر پہنچایا۔ لہذا

حسن بصری اور جعفر بن محمد دونوں اسلام میں فساد ڈالنے والے تھے۔

(شمائلِ علی ص ۳۰۸)

رسول اللہ پر بہتان

کوئی سچا مسلمان یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ اللہ کے رسول نے حضرت علی کو فرمایا ہوگا کہ مسلمان آپس میں تہتر فرقوں میں بٹ جائیں گے۔ ہاں یہ ممکن ہے کے جب صحابہ نے اہلِ یہود پر تنقید کرتے ہوئے کہا کے وہ تو بہتر ۷۲ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں تو رسول اللہ صلعم نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تم ان کے نقش قدم پر ہر گز نہ چلنا اور آپس میں تہتر فرقوں میں نہ بٹ جانا۔

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضرت علی کی سماعت کی غلطی تھی جس کی وجہ سے اُنہوں نے رسول اللہ پر بہتان لگایا کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان تہتر فرقوں میں بٹ کر رہیں گے۔

(شمائلِ علی ص ۳۰۹)

زخرہ بند کر دیا،

اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابو ہریرہ کے ذریعے منادی کا بار بار اعادہ کیا تاکہ اللہ اور رسول کے احکام تمام لوگوں تک پہنچ جائیں۔ یہ دین کی تبلیغ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کے زخرہ کو بند کر کے اِس حقیقت کو وا شگاف کیا کہ دین کی تبلیغ میں علی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔

(شمائلِ علی ص ۸۸)

پسینے چھوٹ گئے، قضا کا علم نہیں

اس روایت میں حضرت علی صاف اعتراف کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلعم نے ان کو یمن کا قاضی مقرر کرنا چاہا تو اُن کے پسینے چھوٹ گئے وہ پہلو بدلنے لگے کہ میں ابھی کم سن ہوں اور مجھ کو قضا کا کچھ علم نہیں۔

گمراہی کے فیصلے

صحیح مسلم کے مقدمہ میں درج ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے سامنے حضرت علی کے قضا یعنی مقدمات کے فیصلے لائے گئے۔ حضرت ابنِ عباس نے ان میں سے چند فیصلوں کی نقل لی اور بعض

فیصلے چھوڑتے جاتے تھے اور فرماتے تھے ! خدا کی قسم علیؑ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو گمراہ ہو کر کیا ہے۔

(شمائل علی صفحہ ۸۹)

قدر نہیں کی

حضرت علی کے فیصلوں کی کسی عالم نے قدر نہیں کی اور شرف عزت نہیں بخشا البتہ ایرانی اور عراقی علماء نے ان فیصلوں کو خوب سراہا جو حسبِ ذیل روایت سے ثابت ہے۔

(شمائل علی صفحہ ۸۹)

کامیاب قاضی نہیں تھے

حضرت علی کو بحیثیت قاضی آزمایا گیا اور اُس میں بھی روایات کے مطابق وہ پورے نہ اُترے بحارالانوار کی بکواسی روایات میں بھی اس کا اعتراف موجود ہے کہ نہ قرآن سے علی اچھی طرح واقف تھے اور نہ رسول اللہ ان کی حمایت کے لئے موجود تھے پھر وہ کیسے کامیاب قاضی بن کر اُبھرتے ؟

(شمائل علی صفحہ ۸۹)

مجوسی کے شاگرد

انسانی مساوات کا تصور اُن کے پاس اس قدر بلند تھا کہ وہ کافر و مومن میں امتیاز بدتر گناہ سمجھتے تھے چنانچہ اپنے مجوسی اُستاد کی خاطر اپنے سوتیلے نواسے عبید اللہ بن عمر کو پندرہ سال بعد صفین میں قتل کروادیا۔

جوتشی، قیافہ شناس

اُسی ہرمزان مجوسی نے موصوف کو رمل جفر، نجوم و اعداد کے باطنی علوم سکھائے بلکہ زائچہ بنانا، قیافہ شناسی اور دست شناسی بھی سکھائی جو ہندی و ایرانی اسلام کا گراں مایہ سرمایہ ہیں۔

اصلی نقلی اولاد

اسی طرح ہمارا تمام دینی سرمایہ حضرت علی اور اُن کی اصلی و نقلی اولاد یعنی مجوسی اور یہودی بھی بنو فاطمین بن بیٹھے تھے، کے مناقب وفضائل کرامات وخوارق سے بھرا پڑا ہے جس میں آپ کو دیومالائی انداز میں اسلامی ابوالہول یا شیرِ خدا بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

مشرکانہ تحریک، اصلی بت شکن

یہ پروپیگنڈا بھی ملتا ہے کہ خلفاء ثلاثہ اور صحابہ کرام نے علی کے اسلام کو قبول نہ کیا یقیناوہ نہیں کر سکتے تھے وہ دین وتوحید کے علمبردار تھے، کفر وشرک کے فساد کو مٹانے والے، جھوٹ اور مکاری سے نفرت کرنے والے، سچ کے لئے جان دینے والے، قرآن کی تعلیم کو پھیلانے والے، شخصیت پرستی اور توہم پرستی سے بیزار اصلی بت شکن تھے، وہ کسی مشرکانہ خفیہ تحریک میں کیسے شامل ہو سکتے تھے خواہ وہ حضرت علی کی معرفت اسلام میں لائی جارہی ہو۔

(مقدمہ شمائل علی از عزیز صدیقی صفحہ ۸)

مجوسی گھرانے کے افراد

تاویل کا کام سب سے پہلے ایک عراقی مجوسی گھرانے میں پیدا ہونے والے نے کیا جن کا نام حسن بصری تھا۔ اُن کو حضرت علی نے مرتے وقت باطنی خلافت کی خلعت عطا فرمائی جب کے وہ صرف چار سال کے ہونہار طفل تھے بڑے ہو کر خلافت کا حق اُنہوں نے ادا کیا، اُنہوں نے اسلام میں سب سے پہلے عقیدۂ قدر کو پیش کیا جس سے اسلام میں فرقہ معتزلہ وجود میں آیا۔

(شمائل علی صفحہ ۲۸۷)

حسن بصری دروغ گو مُفتری

اس طرح اسلام میں پھوٹ کی بنا پڑی، سب سے پہلے اُنہوں نے کہا کہ قرآنی الفاظ کے ظاہری معنی بھی ہیں اور باطنی معنی بھی، اور باطنی معنی کو سمجھنے کے لئے تاویل کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے علمِ تاویل کی بنیاد ڈالی جو امام جعفر صادق کے زمانے میں اپنے عروج کو پہنچ گیا۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ حسن بصری ایک دروغ گو مفتری عجمی تھا مگر ظاہری شریعت کے پیروؤں کی قدر ومنزلت کو کیا جانیں انہوں نے دین مرتضوی کی تشہیر کی۔ علامہ محمد قاسم نانوتوی دین مرتضوی کی سہولتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دین مرتضوی میں وہ آسائشیں اور سہولتیں ہیں کہ منکر بھی اس کے معتقد ہو جاتے ہیں، متعہ کا آوازہ سن کر امیر معاویہؓ کے ہمراہی بھی ہمراہ ہو جاتے، بلکہ جس اہل مذہب کے کان میں یہ بشارت پہنچتی کہ جیتے جی یہ مزے ہیں دین مرتضوی میں اور مرنے کے بعد یہ مرتبے، کیسے ہی دین کے پلے کیوں نہ ہوتے حضرت امیر کی ہمرکابی اختیار کرتے۔

(شمائل علی صفحہ ۲۸۸)

اکٹھی نو تکبیریں

بیہقی نے بھی بروایت سعید بن المسیب اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نمازِ جنازہ کی تکبیریں چار اور پانچ ہیں مگر ہم نے چار تکبیروں پر اجماع کیا۔ مگر حسن نے اپنے والد کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو اس میں چار نہیں پانچ نہیں بلکہ نو تکبیرات کہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ پہلی چار تکبیریں اسلام کی تھیں اور باقی پانچ حضرت علی کے نئے دین کی جس کا نام باطنی اسلام ہے حضرت حسن بھی باطنی دین کے حامل تھے انہوں نے نانا کے دین کو خیرباد کہہ دیا تھا۔

غرض ابتداء میں حضرت حسن نے اپنے باپ امام علی کی مخالفت کی تھی جس کے کفارے میں انہوں نے اپنے امام کے اطراف پیدل گھوم کر بیس پچیس طواف کیے تھے جن کا ذکر طبقات ابن سعد میں پایا جاتا ہے ورنہ حضرت حسن میں صحیح معنوں میں پیدل چل کر پچیس حج کرنے کا دم کہاں تھا تین سو سے زیادہ نکاح کرنے کی وجہ سے وہ بالکل کمزور اور لاغر ہو گئے تھے چلنے پھرنے کی سکت بھی نہیں تھی ان میں حضرت علی کی باطنی شریعت کے مطابق انہوں نے اپنے والد بزرگوار کی نمازِ جنازہ میں نو تکبیرات کہیں یہ سب باطنی شریعت کے راز ہیں جن کو ظاہری شریعت والے نہیں جانتے۔

(شمائل علی صفحہ ۲۸۶)

گمراہی کا دروازہ

حضرت علی ہرمزان قاتل عمرؓ کی بزرگی کے قائل تھے کیونکہ انہوں نے اسی کی پیروی میں علم معرفت کے گر سیکھے تھے۔ روایات کے مطابق حضرت علی مرنے سے پہلے اپنے پیر و مرشد ہرمزان عجمی سے حاصل کیے ہوئے علم معرفت کے تمام نکتے عجمی حسن بصری کو سونپ گئے اور حضرت حسن بصری نے ان کی روشنی میں سلسلۂ طریقت قائم کر کے گمراہی کا دروازہ کھول دیا۔

آمدم برسر مطلب

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ شمائلِ علی نامی کتاب سے ہم نے یہ چند اقتباسات صرف اُن مضامین کے لئے منتخب کیے ہیں جو مشکلکشا کی اِسی جلد میں بیان ہو رہے ہیں ورنہ خارجیوں کی اِس کتاب اور اس جیسی دیگر بیسیوں کتابوں میں مولائے کائنات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایسی ایسی شرمناک گستاخیاں کی گئی ہیں کہ ابلیس و ابوجہل کی رُوحیں بھی شرما گئی ہونگی۔

مندرجہ بالا تحریریں کہاں تک درست ہیں اِس کا فیصلہ تو وہ مسلمان بھی کرسکتا ہے جس کے دل میں ایمان کی معمولی سی رمق اور اسلام کے ساتھ ذرہ برابر بھی وابستگی باقی ہے، چہ جائیکہ وہ علماء اعلام ان تحریروں کو دیکھ کر مُہر بلب ہو جائیں جو بزعمِ خویش اسلامی اقدار کے محافظ بھی ہیں اور خادمانِ شریعت بھی، مگر ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ لوگ سب کچھ جانتے ہوئے بھی محض اور محض خاموش تماشائی بنے ہوئے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ سکوت کب ٹوٹے گا۔

سابقہ تجربات و مشاہدات کی بناء پر اس مقام پر اربابِ اقتدار کو اِس اَمر کی طرف متوجہ کرنا اگرچہ ایک بے سُود سی کوشش معلوم ہوتی ہے تاہم اِس خیال کے پیش نظر کہ شائد کوئی خدا کا بندہ اِن میں ایسا بھی ہو جس کے ذہن میں یہ بات پوری طرح گھر کرے کہ جس طرح جیب تراشوں، چوروں اور لوگوں کے مال پر ڈاکہ زنی کرنے والوں کے لئے تعزیرات وحدود قائم کر رکھی ہیں اِسی طرح اُن لوگوں کے لئے بھی قانون بنانا ضروری ہے جو لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالتے پھرتے ہیں۔

اور جس طرح عوام الناس کی عزتِ نفس کے تحفظ کے لئے قانون بنا رکھے ہیں اِسی طرح ناموسِ رسالت، عظمتِ اہلِ بیت، اور عزتِ صحابہ پر حملہ آور ہونے والوں کا بھی سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

اگرچہ یہ تجاویز ہم محض ایک موہوم سی اُمید کا سہارا لیتے ہوئے اربابِ بست و کشاد کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاہم، ہم یہ بات یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اِس قسم کے قوانین بنانے اور بنا کر نافذ کرنے کے معاملہ میں سابقہ حکومتوں کی طرح سُستی اور کاہلی کا مظاہرہ کیا گیا تو پھر وطنِ عزیز کے اسلامی تقدس کو کسی بھی صورت میں نہیں بچایا جاسکے گا اور وہ مقدس سرزمین جو پہلے ہی لاکھوں قربانیوں کے بعد حاصل کی گئی ہے محض چند شیطان صفت درندوں کی وجہ سے دوبارہ اپنوں ہی کے خون سے لالہ زار بن جائے گی۔

تاجدارِ انبیاء حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس خاندان کی بے حُرمتی اور توہین کرنا معمولی سی بات نہیں جسے نظر انداز کیا جاسکے بلکہ یہ ایک ایسا سنگین جرم ہے جس کی سزا بھگتنے کے لئے توہین کرنے والوں اور اِس توہین کو برداشت کرنے والوں دونوں کو بہر صُورت تیار رہنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایک طے شدہ امر ہے کہ جب بھی خدا کے مقدس رسول اور اُن کی آلِ اطہار کے خلاف کسی شیطانی قوت نے کوئی محاذ قائم کیا اور اہلِ اسلام کی غیرت مرگئی تو غیرتِ الٰہیہ نے خود ہی جوش میں آکر نہ صرف اُس محاذ کو ملیامیٹ کر دیا بلکہ اپنے قہر وغضب کی بجلیوں کو بدمعاش و بے غیرت ہر دو قسم کے لوگوں پر مسلط فرما دیا۔

یہ سنتِ الٰہیہ ہے اِسے تبدیل کیا ہی نہیں جاسکتا، خداوند قدوس جل وعلا حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے والہانہ محبت فرماتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے ہر اُس چیز کو بھی اتنی ہی شدت سے پسند کرتا ہے جتنی شدت سے اُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُس سے پیار ہوتا ہے خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ کوئی بدطینت اُس سے نفرت کرنے کے بعد اُس کی گرفت سے بچ

رہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کی سینکڑوں نصوص اِس اَمر پر شاہد عدل ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اقرباء سے اپنی مخصوص محبت کا مخصوص انداز اور متعدد طریقوں سے جگہ جگہ اظہار فرما رکھا ہے اور یہ اُس کا اٹل قانون ہے وہ ہر ایسی قوت کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے جو اُس کی محبت کا منہ چڑاتی ہوئی نظر آئے۔

کیا ہمارے قارئین اس بات پر غور کرنے کی زحمت گوارا کریں گے کہ ملائکہ کے اُستاد کو شیطانِ رجیم بنا کر اُس کے گلے میں لعنت کا طوق کیوں ڈالا گیا ؟

نمرود و شداد اور فرعون و ہامان کو اتنی بڑی بڑی سلطنتیں عطا کرنے کے بعد کتوں کی موت کیوں مارا گیا۔

آپ غور کریں یا نہ کریں مگر یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان لوگوں کو یہ ہولناک سزائیں اِس لئے دی تھیں کہ اُنہوں نے اُس کی اپنے پیغمبروں کے ساتھ محبت کا مذاق اُڑایا تھا۔

ہم ارضِ پاکستان میں بسنے والے اہلِ اسلام کو انتباہ کرتے ہیں کہ غیرتِ الٰہیہ کو آواز نہ دیجئے اور یہ مت سوچئے کہ آپ اپنی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں کہتے جسے اُس کے محبوبوں کی شان میں گستاخی پر محمول کیا جائے اِس لئے ہم اُس کی گرفت میں نہیں آئیں گے۔ کیونکہ اِس قسم کی سوچ آپ کو قطعی طور پر غلط راستوں پر لے جانے کا موجب قرار پائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے سے منع فرمایا تو اُس وقت تین گروہ ہو گئے تھے۔

اول: ہم ہفتے کی بجائے اتوار کو مچھلیاں پکڑیں گے مگر ہفتہ کے روز انہیں چھوٹے گڑھوں کی طرف کھینچ لایا کریں گے کیونکہ اتوار کے روز شکار کم نکلتا ہے۔

دوم: ہم خود تو مچھلیوں کے شکار کے لئے ہفتہ کے روز اُنہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل نہیں کریں گے مگر ان لوگوں کو منع بھی نہیں کریں گے جو اِس مکروہ بدعت کو جائز سمجھتے ہیں۔

سوم: ہم نہ تو ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑتے ہیں اور نہ ہی اُنہیں چھوٹے گڑھوں میں تبدیل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں اور نہ ہی ان لوگوں کو منع کرنے سے باز رہ سکتے ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام کو بلا چون وچرا تسلیم کرنے کی بجائے عقلی تاویلات کا سہارا لیتے ہیں۔

قرآن مجید میں اِس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ کریں اور دیکھیں کہ دنیوی طور پر منقولہ بالا تینوں گروہوں کو ہی خدا کے قہر و غضب کا نشانہ بننا پڑا، البتہ تیسرا گروہ جس نے پہلی قسم کے لوگوں کی مذمت کی تھی قیامت کے دن سُرخروئی حاصل کرنے والوں میں ہوگا اور باغ نعیم میں جائے گا، جب کہ دوسرے گروہ کا حشر پہلے گروہ

والوں کے ساتھ ہوگا اور وہ لوگ اُن کے ساتھ اس لئے جہنم میں جائیں گے کہ اُنہوں نے قوتِ گویائی رکھتے ہوئے بھی برے کاموں کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

موجودہ دور میں علماءِ سُوء نے نہایت شاطرانہ انداز سے ایک ایسی واہیات تحریک بھی چلا رکھی ہے جس کا مقصد ہی محض یہ ہے کہ اہلِ اسلام سے غیرتِ ایمانی اور حمیتِ ملی چھین کر انہیں قطعی طور پر بے دست و پا کر دیا جائے۔

اس تحریک کے محرکات میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت تو صیہونی شیطنت کو ہی حاصل ہے تاہم اُسے جاری اسلام کے نام پر ہی کیا گیا ہے اور جاری کرنے والے باقاعدہ متشرع بھی نظر آتے ہیں۔

اس ابلیسی تحریک کے مضمرات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو اس کی واضح ترین جھلکیاں حسن بن صباح کی شیطانی تحریک کے عکس کی صورت میں ظاہر ہو جاتی ہیں، اب یہی تحریک یہودی ایجنٹوں کی صورت میں پھیلے ہوئے پیٹ پرست ملاؤں کے ہاتھ میں ہے۔

اس تحریک کا سب سے بڑا حربہ یہ ہے کہ کسی کو بھی برا نہ کہو اپنے آپ سے سب کو اچھا سمجھو، ایسے عالموں کی صحبت میں مت بیٹھو جو محض پیٹ کی خاطر فرقہ بازی کی باتیں کرتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ! " اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو۔"

اسلام ایک ہے.......... قرآن ایک ہے.......... خدا ایک ہے، ہمارے لیے قرآن ہی کافی ہے یہ فرقے سب روٹی کے لئے بنائے گئے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کے پیش کردہ تصورات کا فوری طور پر جو ردِ عمل سادہ لوح سامعین پر ہوتا ہے وہی اس تحریک کے مزید آگے بڑھنے اور پھولنے پھلنے کا ذریعہ بنتا ہے کیونکہ یہ جملے بظاہر انتہائی پرکشش بھی ہیں اور قرین قیاس بھی۔ مگر اِن کے پسِ پردہ جو خوفناک اور ہولناک نتائج چھپے ہوئے ہیں وہ کسی بھی زندہ قوم بالخصوص مسلمانوں کے تصورِ حیات کو زندہ در گور کر دینے کے لئے بہر صورت کافی ہیں۔

ہم معزز قارئین کو اس مقام پر دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے چند ایسے ناقابلِ تردید شواہد پیش کرتے ہیں جن کی روشنی میں آپ پر مذکورہ بالا تصور پیش کرنے والوں کی حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی۔

غور فرمایئے ! ایک طرف تو اِن لوگوں کا دعویٰ اور دوسروں کو یہ درس ہے کہ کسی کو بھی مت برا کہو، ہم سے سب اچھے ہیں اور دوسری طرف ملحقہ جملہ یہ ہوتا ہے کہ فرقہ باز مولویوں سے بچو، ان کے پاس نہ بیٹھو، ان کی باتیں نہ سنو یہ تمہارا ایمان خراب کر دیں گے۔

خوب غور کیجئے کہ اگر یہ لوگ اپنے پہلے دعوے میں سچے ہیں تو اُن علماء کو کیوں اپنے آپ سے اچھا نہیں سمجھتے جو کسی دوسرے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ ! فرقہ بازی اچھی چیز نہیں، اللہ کا حکم ہے کہ سب اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو پکڑ لو، مگر

ساتھ ہی یہ آرڈر کر رہے ہیں کہ اُن لوگوں کے پاس مت جاؤ جو ایک دُوسرے کو بُرا کہتے ہیں۔

یہ بظاہر مصلحین اور بباطن مبطلین لوگ دوسروں کو تو فرقہ پرستی کا طعنہ دیتے ہیں مگر خود ایک ایسے فرقہ کو جنم دینے میں کامیاب ہو چکے ہیں جو حشیش زدہ قسم کے لوگوں پر مشتمل ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر اسلام میں اختلافی مسائل پر گفتگو کرنے سے منع کر دیا گیا ہے اور ایسی گفتگو کرنے والے لوگ قرآنِ مجید کی اس آیت کی مخالفت کرتے ہیں جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رسی کو اکٹھے ہو کر پکڑ لو اور گروہ گروہ نہ ہو جاؤ تو اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا بنے گا جن کے دینی مسائل میں باہم سینکڑوں اختلافات کتبِ احادیث مبارکہ میں بھرے پڑے ہیں۔

صحابہ کرام کے اُن اجتہادات کا کیا نام رکھا جائے گا جو اُنہوں نے اپنی اپنی معلومات کے مطابق قطعی طور پر مبنی برحق و صداقت سمجھتے ہوئے کیے حالانکہ اِن میں سے ایک صحابی کا اجتہاد دُوسرے مجتہد صحابی کے برعکس ہے۔

علاوہ ازیں تابعین کرام کے اُس عظیم گروہ پر کونسا فتویٰ چسپاں ہو گا جو ایک طرف تو خیر القرون قرنی کے مقدس دَور کی یادگار ہیں اور دُوسری طرف وہ دینی مسائل کے معاملہ میں آپس میں ہزاروں اختلافات رکھتے ہیں۔

کیا یہ نام نہاد مصلحین اور اتحاد بین المسلمین کے ٹھیکیدار عوام الناس کو یہ بتانے کی جرأت کر سکیں گے کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام رضوان علیہم اجمعین بھی دینی مسائل میں اختلاف رکھنے کی وجہ سے معاذ اللہ شر پسندانہ حرکتوں کا ارتکاب کرتے تھے ؟

ہم تو اِن لوگوں کی اس چالاکی پر حیرت زدہ ہو کر رہ جاتے ہیں کہ دوسرں کو فرقہ پرستی کا طعنہ بھی دیتے جاتے ہیں اور خود ایک نئے فرقہ کو جنم دینے کا فریضہ بھی سرانجام دیتے جا رہے ہیں اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جن چند کتبِ احادیث و سیر و تفاسیر و تواریخ کے صحیح تر ہونے کے دعویدار ہیں اُن میں سے بھی اپنے مطلب کی روایات لینے پر اکتفاء کرتے ہیں اور پھر اِن روایات کے بھی محض وہ حصے لائقِ اعتناء سمجھے جاتے ہیں جن سے پورے طور پر مقصد براری ہوتی ہو خواہ اُن کے ترجمہ میں گھپلا بازی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

بہر کیف ! یہ انتہائی شریر ترین لوگ ہیں جو بظاہر تو اہلِ اسلام کو درسِ یک جہتی دیتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن بباطن اسلام کی شہ رگ کاٹنے پر تلے ہوئے ہیں۔

قارئین ! غور فرمائیں کہ کیا سلف صالحین کا وہ عظیم گروہ جس کی سعیِ پیہم اور مسلسل جدوجہد کے طفیل آج بھی اسلام اپنی اصلی صورت میں زندہ نظر آ رہا ہے۔ شر پسند لوگوں پر مشتمل قرار دیا جا سکتا ہے یا اُن کو شر پسند کہنے والے لوگ شریر الخلق ہیں ؟

اس حقیقت سے ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان لوگوں کی چالاکی اور شوخی حیرت انگیز حد تک پ

کشش ہوتی ہے مگر اِس سے بھی بڑھ کر تعجب خیز اور حیرت انگیز اُن لوگوں کی حماقت مآبی ہے جو دُنیوی شعبہ ہائے زندگی میں تو اپنے اپنے مقام پر نہائت تیز طرار اور چالاک و ہوشیار ہوتے ہیں مگر دینی معاملات و مسائل کو سمجھتے وقت یوں ہتھیار ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں کہ جیسے اُن جیسا بزدل اور تساہل پسند مادرِ گیتی نے کوئی دوسرا شخص پیدا ہی نہ کیا ہو۔

ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ اِس اَمر کو بھی دین ہی کا کوئی جزوِ خاص سمجھتے ہوں کہ مُتنازعہ فیہ مسائل میں گفتگو کرنے سے ضیاعِ ایمان کا خطرہ ہے لہٰذا اِسے یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ایسا راستہ اپنانا چاہئے جس میں اِس قسم کے جھگڑے نہ ہوں۔ مگر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا ایسا کوئی راستہ آج تک دریافت بھی ہو سکا جس کا تصور تم لوگ پیش کر رہے ہو ؟

کیا جن لوگوں کی رہنمائی میں تم کسی ایسے راستے کی تلاش میں چلنے کا ارادہ کر رہے ہو اُن میں سے کسی ایک نے بھی اِس راستے کے جمالِ جہاں آرا کی کوئی جھلک دیکھی ہے ؟

ہم ایسے لوگوں کو انتباہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر تم کوئی ایسی پگڈنڈی بنانے میں کامیاب ہو بھی گئے تو یہ دین میں ایک نئی بدعت ہو گی جو یقیناً جہنم کے کنارے پر پہنچ کر ہی مختتم ہو سکتی ہے۔ اِس لئے کہ قرآنِ مجید نے تو واضح طور پر اُس راستے کی نشاندہی فرما رکھی ہے جس پر چلنے سے ہی دُنیوی اور اُخروی نعمتوں کا حصول ہو سکتا ہے۔

غور کرو! اگر تم عصرِ حاضر کے حشیش زدہ ملاؤں کے ٹولہ میں ہونے کے ساتھ ساتھ نمازی بھی ہو تو تم پانچ نمازوں میں اٹھاسی بار اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرتے ہو کہ ہمیں سیدھے راستے پر چلا اور سیدھا راستہ بھی تم وُہی طلب کرتے ہو جس کے سیدھا ہونے پر خود خالقِ کائنات نے اپنی گواہی ڈال رکھی ہے۔ اور صراط المستقیم کے بعد فرما رکھا ہے " صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " یعنی اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمائے۔

جدت پسند اور تساہل کے مارے ہوئے حشیشین غور فرمائیں کہ وہ کون لوگ ہیں جن کے راستہ پر چلنے کے لئے ہم خداوندِ قدوس کے دربار میں اُس کے ارشاد کے مطابق سوال عرض کرتے ہیں۔

کیا یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعام یافتہ لوگ اِس قسم کا تاثر دیا کرتے تھے کہ متنازعہ مسائل پر گفتگو کرنے والے لوگ شر پسندانہ ذہنیت کے مالک ہیں اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے والے ہیں یا کہ اُنہوں نے ان مسائل کو سلجھانے کے لئے زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔

خوب غور کرو کہ! شاہی جلال و جبروت سے ٹکرا جانے والے یہ لوگ "انعمت علیھم" کے زُمرہ میں آتے ہیں یا " غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ " کے گروہ میں سے تھے؟

کیا ، امام اوزاعی ، امام اعظم ابوحنیفہ ، امام مالک، امام احمد بن حنبل ، امام ابویوسف ،

امام محمد ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی زندگیاں اختلافی مسائل سمجھنے سمجھانے کے لئے وقف تھیں یا بقول تمہارے ایسی گفتگو سے پرہیز ہی لازم ہے کے قائل تھے ؟

پھر غور کرو کہ ! کیا یہ لوگ " اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ " کے زُمرہ میں شامل ہیں یا نہیں اور اگر جواب اثبات میں ہے تو بتاؤ اِن کے تصنیفی کارنامے شر پسندانہ اذہان کی غمازی کرتے ہیں یا دِین کے گلشن کو سنوارنے نکھارنے کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

یاد رکھو ! اگر اِن لوگوں نے دِین کے لئے اپنی زندگیاں وقف نہ کر رکھی ہوتیں تو تُم لوگ دینی مسائل کے معاملہ میں قدم قدم پر ٹھوکریں کھاتے پھرتے۔ حالانکہ اپنی بدقسمتی اور تساہل پسندی کی وجہ سے اب بھی تم لوگ ٹھوکریں ہی کھانے کے لئے اُدھار کھائے بیٹھے ہو۔ مگر دُنیا بھر میں کروڑوں اہلِ اسلام اُن کی عظیم ترین کاوشوں اور کوششوں سے مستفید و مستفیض ہوتے رہے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

یقین رکھو ! کہ اگر تم لوگ اُن لوگوں کے راستے پر چلنے کی کوشش نہیں کرو گے جن کے راستہ پر چلنے کی درخواست بارگاہِ ایزدی میں ہر روز اٹھاسی مرتبہ پیش کرتے ہو تو تمہیں کبھی صراط مستقیم پر چلنا نصیب نہیں ہوگا۔

اب جب کہ نصِ قرآنی کے مطابق صراط مستقیم خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ لوگوں کے راستے کا نام ہے اور یہ انعام یافتہ لوگ وہی سلف صالحین ہیں جنہوں نے اپنی پوری پوری زندگیاں تدوینِ کتبِ احادیث و تفاسیر میں صرف کرنے کے ساتھ بیشمار دینی مسائل میں ایک دُوسرے سے اختلاف بھی کیا اور اُن گمراہ فرقوں کے ساتھ مناظرے اور مجادلے بھی کئے جو خود کو اہلِ اسلام کے نام سے ہی پیش کرتے تھے۔

اندریں حالات اب دو باتوں میں سے ایک کو تسلیم کرنا پڑے گا،

اول: یہ کہ علمائے متقدمین جن میں مفسرین و محدثین کی جماعت بھی ہے اور سیرت نگاروں کا گروہ بھی وہ لوگ نہیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق انعام یافتہ لوگوں میں شمار کیا جائے کیونکہ وہ دینی اُمور میں جدل و مناظرہ سے پہلوتہی نہیں کرتے تھے۔

دوم: یہ کہ وہ لوگ فی الواقع صراط مستقیم پر تھے اور خدا تعالیٰ کے انعام یافتہ تھے اور دینِ اسلام کے لئے اُن کی بے پناہ خدمات جو اُنہوں نے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے سرانجام دیں ناقابلِ فراموش ہیں۔

اگر تم پہلی بات کو درست تسلیم کرتے ہو تو پھر تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ اِن کے برعکس وہ کون لوگ ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے انعام یافتہ قرار دیتے ہوئے اُن کی راہ پر چلنے کی ترغیب کے طور پر تمہیں بار بار یہ استدعا کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

سوم: یہ کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے میدانِ مناظرہ میں سرگرمِ عمل رہنا ہی فی الحقیقت

صراطِ مستقیم اور انعام یافتہ لوگوں کا راستہ ہے۔ چنانچہ اِس صورت میں بحیثیت مسلمان تم پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ دینِ اسلام میں اختراعات و بدعات کو شامل کرنے والوں کے خلاف زبان و قلم کو ہمیشہ حرکت میں رکھنے کا فریضہ جہادسر انجام دیں۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ جلّ مجدہٗ الکریم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ حق بات بیان کرنے سے پہلوتہی کرتے ہیں وہ فاسق و منافق بھی ہیں اور کافر بھی۔

بانیٔ اسلام سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ایک آیت جانتے ہو تو اُسے دُوسروں تک پہنچادو۔

دینِ اسلام میں جنم لینے والے سبائی اور خارجی گروہ ابتدائے اسلام میں ہی عملی زندگی اختیار کر چکے تھے۔ اگرچہ یہ دونوں گروہ خود کو مسلمانوں میں ہی شمار کرتے تھے مگر کیا اُن کے عقائدِ باطلہ کی تردید اُس دور کے علمائے اعلام نے فرمائی ہے یا نہیں ؟

کیا اِن لوگوں کے ساتھ صحابہ کرام اور اُن کی اولاد نے مناظرے کیے ہیں یا نہیں ؟

کیا اُن کی اختراعات کا بطلان کرنے کے لئے انفرادی اور اجتماعی طور پر دینی محاذ قائم ہوئے تھے یا نہیں ؟

یہ جملہ کہ "کسی کو بھی برا نہ کہو" قرآن وحدیث کے معیار پر پورا اُترتا ہے یا نہیں ؟

غور کر کے بتاؤ کہ ! اگر یہ جملہ درست ہے تو سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کس جرم میں مظالم توڑے گئے۔ امام نسائی رحمتہ اللہ علیہ کو کس لئے کوڑے برسا کر شہید کیا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اوائلِ اسلام سے لے کر آج تک جب بھی علمائے سُوء نے خدا کے پسندیدہ دین، دینِ اسلام کے تقدس کو مجروح کرنے کی کوشش کی تو علمائے حق پورے وقار اور تندہی کے ساتھ اُن کے خلاف صف آرا ہو گئے اور بالآخر وہ بدعتی ٹولہ اِن صداقت آفرین چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا یا پھر انتہائی ذلت وخواری اُٹھانے کے بعد پسِ پردہ چلا گیا۔

بہرکیف ! حق و باطل میں امتیاز کرنے کا نام ہی اسلام کی حقیقی رُوح ہے اور اگر کوئی سرپھرا اِس کے برعکس اِس امتیاز کو بنظرِ حقارت دیکھتا ہے یا اُسے اسلامی اقدار کے منافی سمجھتا ہے تو اُسے یقین کر لینا چاہئے کہ وہ ہرگز ہرگز مومن اور مسلمان نہیں بلکہ کھلا ہوا منافق اور عبداللہ بن ابی بن سلول کا چیلا ہے۔

اور اگر اُسے ہمارے اِس تجزیہ سے اِتفاق نہ ہو اور وہ اپنے موقف کو بزعمِ خویش درست متصور کرنے پر تل چکا ہو تو اُسے چاہئے کہ اپنے اِس داعیہ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے شیطانِ لعین کی قصیدہ خوانی شروع کر دے نمرود و شداد کو خراجِ عقیدت پیش کرے۔ فرعون وہامان کی منقبتیں بیان کرے، ابولہب اور ابوجہل کی تعریفیں بیان کرے حتیٰ کہ جس قدر بھی مخالفینِ خدا اور معاندینِ مصطفیٰ اب تک ہو چکے ہیں سب کے ساتھ رشتہ محبت وموالات اُستوار کرے کیونکہ اُس کے اِس دعویٰ کی صداقت صرف اِسی صورت میں ہی

تسلیم کی جاسکتی ہے۔ بصورتِ دیگر صاف طور پر جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ منقولہ بالا دعاوی پیش کرنے والا شخص محض ضرورت کے تحت ایک ایسی غلط بات منوانے کی کوشش میں مصروف ہے جو اُس کے کذب و افتراء صریح پر دلالت کرتی ہے۔ اور یہ شخص کاذب بھی ہے اور منافق بھی، دُشمنِ اسلام بھی ہے اور دُشمنِ ایمان بھی۔

ایسے شخص کا ایمان نہ قرآن پر ہے اور نہ ہی وہ فرامینِ مصطفٰی کو کوئی اہمیت دیتا ہے بلکہ اِس کے عکس وہ مزید ایک ایسے نئے فرقے کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہے جس کا مقصد بہرحال اسلامی اقدار کو پامال کرنا ہے اور خدا اور رسول کے فرامینِ مقدسہ کی کھلم کھلا تکذیب کرنا ہے۔

قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے منافقین کی جو واضح ترین نشانی بتائی ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے افعال و اعمال اُن کے اقوال کے برعکس ہوتے ہیں۔ یہ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اور اِن کے متعلق یہ وضاحت بھی فرمارکھی ہے کہ یہ لوگ کھلے ہوئے کفار سے کہیں زیادہ بدترین ہیں اور ان کی سزا بھی اُن سے کہیں بڑھ کر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے منافقین کے لئے جو سزائیں مقرر کر رکھی ہیں اُن کی فہرست انتہائی طویل ہے ہم انشاءاللہ العزیز آئندہ اوراق میں اِس کا کچھ حصہ ہدیۂ قارئین کریں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ منافقین کی سزا کُھلے کافروں سے شدید کیوں ہے ؟

اور اِس سوال کا قطعی جواب یہ ہے کہ یہ شریر لوگ اِسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی شہ رگ کاٹ دینے کی سعی وجہد میں مصروف رہتے ہیں اور یہ طریقۂ واردات یقیناً ہولناک بھی ہے اور خطرناک بھی برخلاف اِس کے کہ ننگا کافر جب بھی اہلِ اسلام کو دھوکا دینے کی کوشش کرے گا تو سادہ سے سادہ مسلمان بھی اُس کی باتوں کو اُس کی اِسلام دُشمنی کا شاخسانہ سمجھ کر اُس سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے گا جب کہ مسلمانوں کا بہروپ دھار کر سادہ لوح مسلمانوں کے علاوہ اُس پڑھے لکھے طبقہ کو بھی تباہی کے کنارے پہنچایا جاسکتا ہے جو دینی مور کو آسان سے آسان تر دیکھنے کا خواہش مند ہے۔

علاوہ ازیں ایسے پڑھے لکھے لوگوں کو بھی آسانی سے یہ لوگ اپنے دامِ فریب میں پھانس لیتے ہیں جو مذاہبِ عالم اور تہذیبِ جدید پر قیاس کرتے ہوئے اسلام کا مقام متعین کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔

بہرکیف! '' اِتحاد بین المسلمین اور کسی کو برا نہ کہو '' جیسے خوبصورت نعروں کے پسِ پردہ جن اِبلیسی جذبوں کی تسکین کا سامان فراہم کیا جارہا ہے اُس کا پیش منظر اِس قدر تباہ کُن ہے کہ اگر بروقت اس کا ازالہ نہ کیا گیا تو اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی بساط کا ایک ایک مہرہ پٹ کر رہ جائے گا اور یقیناً بازی اُنہیں فرنگی سازشیوں اور صیہونی شرپسندوں کے ہاتھ رہے گی جن سے بچنے کے لئے قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے

اہلِ اسلام کو سینکڑوں بار اِشتباہ کر رکھا ہے۔

ہمارے سامنے اِن ننگِ زمانہ اور اِبلیس فطرت لوگوں کی مطبوعہ کتب و رسائل کا انبار لگا ہوا ہے جو صیہونی سازش کو کامیاب بنانے کے لئے مختلف موضوعات پر احاطہ کئے ہوئے ہیں اِن شیطانی تصانیف کا سطحی نظر سے بھی مطالعہ کیا جائے تو مصنفین کے گھناؤنے کردار اور مکروہ عزائم کی خبیث صورتیں ایک ایک کر کے سامنے آتی چلی جاتی ہیں، بشرطیکہ وقتِ مطالعہ اُن اسلامی اقدار کو پسِ پشت نہ ڈال دیا جائے جن کا بنیادی تصور آج سے چودہ سو سال پہلے خالقِ کائنات کے سب سے عظیم پیغمبر اور تمام مخلوقات کے سب سے بڑے محسن حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نہایت وضاحت کے ساتھ اور واشگاف طور پر کائناتِ عالم کے سامنے پیش کیا تھا۔

اور اگر کوئی شخص دامنِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جھٹک کر اور آپ کے فرامینِ عالیہ سے تہی نظر ہو کر اِن لوگوں کی تصانیف کا مطالعہ کرتا ہے تو اُس کا گمراہ ہو جانا اور صراطِ مستقیم سے بھٹک جانا اتنا مشکل بھی نہیں کیونکہ اِن کتابوں کے لکھنے والے خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اُن کے نام بھی مسلمانوں جیسے ہیں وہ منافقینِ مدینہ کی طرح مسلمانوں کے ساتھ مساجد میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ بلکہ اِس سے کچھ آگے بڑھ کر اُنہوں نے جگہ جگہ پر قادیانیوں کی طرح مسجدِ ضرار بھی تعمیر کر رکھی ہے، منافقینِ مدینہ نے مسجدِ ضرار بنائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ اِس میں ہرگز داخل نہ ہوں بلکہ اِسے ملیا میٹ کر دیں۔

چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشادِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے اُس مسجد کو نہ صرف مسمار ہی کر دیا بلکہ اُس کی اینٹ سے اینٹ بجا کر نذرِ آتش بھی کر دیا۔

مگر ہماری بدقسمتی سے اب تو جگہ جگہ مسجدِ ضرار بن چکی ہے اور گروہِ منافقین صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے سادہ لوح مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح وہاں لے ہی جاتے ہیں اور پھر اُنہیں وہی درسِ منافقت دینا شروع کر دیتے ہیں، یہ لوگ توحید کا جال ڈال کر پہلے شانِ رسالت پر برستے ہیں بعد ازاں شانِ اہلبیت و ولایت میں ہرزہ سرائی پر اُتر آتے ہیں۔

اِسے رسولِ ہاشمی کے فرامینِ مقدسہ سے ناواقفیت کا نام دے لیں یا براہِ راست خدا اور رسول سے سرکشی موسوم کر لیں کہ اِن لوگوں کے جال میں جکڑے جانے والے لوگ دوسروں کو بھی یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف نظر آتے ہیں کہ اگر جنت کے طلبگار ہو تو تمہیں ہمارے رہنماؤں کی اقتداء میں چلنا پڑے گا۔

جناب! اگر دین سیکھنا ہو تو ہمارے بزرگوں کو ملئے، آپ اُن کی ایک بار زیارت کر لیں تو آپ کو صحابہ کرام کا دور یاد آ جائے گا۔

ہمارے بزرگ تو فرشتوں سے بھی زیادہ معصوم ہیں، ہر وقت دین کی باتیں کرتے ہیں۔

ہم پوچھتے ہیں کہ جب کوئی شخص حدودِ اسلامیہ کو پھلانگتا ہوا خود ہی دائرہ دین سے باہر آجاتا ہے تو وہ ین کی باتوں سے تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور یہ بھی سوچو کہ وہ کیسا دین ہوگا جو حدودِ اسلام کو پامال کرنے کے بعد معرضِ وجود میں آیا ہوگا،

غور کریں کہ جن لوگوں کے سینے اُن بزرگوں کے بُغض وعناد سے بھرے ہونگے جنہوں نے اشاعتِ دین کے لئے زندگیاں وقف کررکھی تھیں اُن لوگوں کے دلوں میں دین اور دین کا درد کہاں سے ئے گا۔

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہلبیتِ عظام اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُن مساعیٔ جمیلہ کو جو اُنہوں نے دین پھیلانے کے سلسلہ میں کیں، خراجِ عقیدت پیش کرنے کی بجائے نفرت وحقارت کی نگاہوں سے دیکھنے والا دین دار کس طرح ہوسکتا ہے۔

خوب غور کریں! کہ جس شخص کو عندہٗ علمُ الکتاب کا اعزاز رکھنے والے بابِ مدینۃ العلم کے دامن میں رموز واسرارِ قرآنیہ اور علمِ دین کا کوئی کرشمہ نظر نہ آتا ہو وہ تمہیں رموزِ اسرارِ قرآنیہ سے کہاں تک مستفیض کرے گا۔

اہلبیتِ رسولِ ہاشمی کا دامن جھٹک کر دین کی باتیں کرنا دینِ اسلام کی توہین ہے ایسی باتیں دین اسلام کی نہیں بلکہ کسی اور دین کی باتیں ہیں دین سکھانے والوں سے وحشیانہ نفرت کرنے والے دین دار کیسے ہوسکتے ہیں اِس لئے کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہلبیت سے محبت ومودّت رکھنے کا حکم دیا ہے اور اِس محبت کہ ساتھ ہی ایمان کو مشروط کیا ہے، اِس کے برعکس بُغضِ اہلبیت کو کفر، نفاق اور بے دینی سے موسوم کیا ہے انہی الفاظ کے ساتھ اِس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقے سے مسلمانوں کو خوارج ونواصب کے شر سے محفوظ رکھے۔

آمین بجاہِ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

نیاز آگین — صائم چشتی

باب

اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا

پہریدار

تاجدارِ اولیاء و اصفیا، امام المتقین، امیر المومنین سیدنا و مرشدنا جناب حیدرِ کرار علی علیہ السلام کے ارشادِ عالیہ " جو چاہو مجھ سے پوچھ لو " کے ضمن میں مشکل کشا جلد اوّل کی آخری سطور میں بتایا گیا تھا کہ " اِس قسم کا اعلان وہی کرسکتا ہے جو بابِ مدینۃ العلم بھی ہو اور مدینۃ العلم کا پہریدار بھی "

قارئین حیران ہونگے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اگر خود ہی علم کے شہر کا دروازہ ہیں تو پھر آپ کو علم کے شہر کے دروازے کا پہریدار کس طرح کہا جاسکتا ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ دروازہ خود ہی اپنا پہریدار بھی ہو۔

چونکہ ہمارا مضمون " قرآن اور علی " ہے اِس لئے اِس تعجب خیز اور حیرت انگیز جملے کا پسِ منظر بیان کرنے پر اِکتفا کریں گے اور علی پہریدارِ مصطفٰی کی تفصیل آئندہ کسی مقام پر پیش کی جائے گی مذکورہ جملے کا پسِ منظر یہ ہے کہ مسجدِ نبوی شریف زاد اللہ شرفہا وتعظیما وتکریما کا وہ متبرک حصہ جس کے متعلق حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات، سرورِ انبیاء حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے " بین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ " فرمایا ہے۔

وہ مبارک جگہ آج بھی حضور سرورِ کائنات کے اِس ارشاد کے مطابق جنت کی کیاریوں کے نام سے موسوم ہے اِن جنت کی کیاریوں میں چند ایسے بھی ستون ہیں جو مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے منسوب ہیں کیونکہ اِن ستونوں کے ساتھ اُن حضرات کا کوئی نہ کوئی خاص واقعہ وابستہ ہے۔

انہیں ستونوں میں پانچواں ستون شانِ پنجتن سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کے اسم عظیم اور ذات کریم سے منسوب ہے۔

یہ پانچواں ستون تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بیت الشرف کے مقدس دروازہ کے عین سامنے ہے اور ستون کی یہ جگہ جنابِ علی علیہ السلام نے عبادت کے لئے مخصوص کر رکھی تھی اِس مقام پر آپ رات کے وقت نوافل بھی ادا فرماتے رہتے اور محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دروازہ کی نگہبانی کا فریضہ بھی انجام دیتے رہتے۔

جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے کہ اِس واقعہ کو ہم تفصیلاً آئندہ اوراق میں پیش کریں گے لہٰذا قرآن اور علی کے متعلق چند حقائق مزید ملاحظہ فرمائیں۔

شہرِ علم کا دروازہ

قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جلد اوّل کا اختتام دروازۂ مصطفی کے پہریدار اور دروازۂ شہر علم کے جملہ سے کیا گیا تھا دروازے کے پہریدار کے متعلق مختصراً عرض کرنے کے بعد اب نہایت شرح وبسط کے ساتھ بابِ مدینۃ العلم یعنی شہر علم کے دروازہ کے متعلق نہائت ہی دلچسپ اور کار آمد حقائق ملاحظہ فرمائیں۔

چونکہ یہ مضمون ''قرآن اور علی'' کے باب سے براہِ راست وابستہ ہے لہٰذا اس کی تفصیل بیان کرنے میں کسی بھی قسم کا گریز نہیں کیا جائے گا۔

سرکارِ دوعالم تاجدارِ انبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ ! '' میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہے'' اور شہر میں کوئی بھی شخص داخل نہیں ہوسکے گا جب تک کہ وہ دروازہ میں داخل نہیں ہوگا۔

دو راستے

تاجدارِ انبیاء، سرکارِ مدینہ، شہنشاہِ ارض وسماوات، مالکِ ملکِ خدا، خلیفۂ ربِ کبریا، رحمۃ للعالمین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مذکورہ بالا ارشاد جناب حیدرِ کرار اسد اللّٰہِ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی قرآن اور اُسکے ماسوا کے تمام تر علوم سے شناسائی کی واضح برہان اور قطعی دلیل ہے۔

اِس مختصر مگر علوم کونین پر مُحیط جملہ کے پسِ منظر میں چھپے ہوئے مطالب ومعانی پر غور کیا تو کچھ لوگ سٹپٹا کر رہ گئے چنانچہ علامہ ابنِ جوزی نے اپنی شدتِ طبع سے مجبور ہو کر اِس حدیث کو ہی موضوعات کی نذر کردیا۔

ابنِ جوزی نے اِس حدیث کو موضوع قرار دینے میں اگرچہ شدید ٹھوکر کھائی ہے مگر اُن کا طریق محدثانہ ہے جبکہ ابنِ تیمیہ نے ابنِ جوزی کو بھی پیچھے دھکیلتے ہوئے اِس حدیث کے عواقب ونتائج معتزلہ کی طرح اپنی عقل کے مطابق مرتب کیے ہیں جن کی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔

اگرچہ ابنِ جوزی کی محدثانہ طریق پر اور ابنِ تیمیہ کی روایت ودرایت کی صورت میں سابقہ ادوار میں ہی گرفت ہوچکی ہے اور ماہرین رجال علمائے محدثین نے اُن دونوں کا پورا پورا تعاقب کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابہا'' حسن حدیث ہے بلکہ بعض کے مطابق صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے مگر باایں ہمہ اِس دور کے خوارج ابنِ جوزی اور ابنِ تیمیہ کے تعاقب میں کی جانے والی محدثین کرام کی وسیع تر تحقیق سے آنکھیں چُرا کر پھر اُسی راگنی کا الاپ کر رہے ہیں جسے مُسترد کیا جاچکا ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ اُس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں جسے حسن اور صحیح کہا گیا ہے اور اُس روایت کو درست قرار دیتے ہیں جس میں یہ جُملہ زبردستی ٹھونس دیا گیا ہے کہ" ابوبکر اساسہا وعمر حیطانہا وعثمان سقفہا" حالانکہ نا قدین رجال محدثینِ کرام اس الحاقی جملہ کو ضعیف بلکہ موضوع قرار دیتے ہوئے صرف "انامدینۃ العلم وعلی بابہا" کو ہی درست تسلیم کرتے ہیں۔

عصرِ حاضر کے خارجیوں کے باوا آدم محمود عباسی کے شاگردِ خاص محمد سلیمان نے تذکرہ سادات بنو اُمیہ (اِس تصنیف اور اِس کا تعارف محمود عباسی نے ہی لکھا ہے) میں جہاں دیگر متعدد گلفشانیاں کرتے ہوئے مولائے کائنات شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی روایات پر ناجائز اور غلط قسم کی جرح کی ہے وہاں یہ گل بھی کھلایا ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا حدیث طعن سے پُر ہے۔

آیئے ! سب سے پہلے تو یہ دیکھیں کہ بلحاظ روایت اِس حدیث کا کیا مقام ہے اگر روایت ہی کمزور ثابت ہو گئی تو لمبی چوڑی بحث کے دروازے کھولنے سے کیا فائدہ اِس حدیث کے متعلق بخاری نے کہا ہے کہ یہ منکر ہے اور اِس کی نقل کا کوئی طریقہ بھی صحیح نہیں۔

ابنِ جوزی نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ روایت جتنے طریقوں سے بھی مروی ہے سب کی سب موضوع ہے۔

شیخ محی الدین نووی، حافظ شمس الدین ذہبی اور شیخ شمس الدین جزری نے بھی اِس کو موضوع قرار دیا ہے۔

صرف ترمذی نے اِس حدیث کو لیا ہے اِس میں بھی اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ کی بجائے یہ الفاظ ہیں

"اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا"

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

امام ترمذی اِس کو نقل کرنے کے بعد تبصرہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غریب اور منکر ہے اب جس حدیث کا سند کے لحاظ سے یہ مقام ہو، اس پر اتنا بڑا فیصلہ کر دینا کہ رسول کو پانے کے لئے پہلے علی کا حاصل کر لینا ناگزیر ہے کہاں تک درست ہو سکتا ہے گویا دین کے احکام صرف حضرت علی سے حاصل کئے جائیں اور دوسرے صحابہ کو حصولِ علم کا ذریعہ ہی نہ مانیں۔

یہ فیصلہ اگر کوئی کرتا ہے تو اُس کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اُس کو علم کے اس بہت بڑے حصہ سے محروم ہونا پڑیگا جو دُوسرے صحابہ کے ذریعہ سے منقول ہوا ہے۔

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن ثابت کے متعلق فرمایا کہ صحابہؓ میں علمِ میراث کے وہ سب سے بڑے ماہر ہیں،

حضرت معاذ بن جبل کے متعلق فرمایا ! حلال وحرام کو وہ سب سے زیادہ جانتے تھے۔

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق فرمایا ! قرآن کے سب سے بڑے قاری وہ ہیں۔

حدیث ٹکراتی ہے

اِس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بکثرت ارشادات اور عمل کو سامنے رکھا جائے تو یہ حدیث کس طرح ٹکراتی ہے، مثلاً حضور نے بہت سے صحابہ کو اپنی حیاتِ طیبہ میں مختلف ممالکِ اسلامیہ میں عامل مقرر کیا، تحصیلِ صدقات کے منصب پر مامور فرمایا، نماز پڑھانے کی خدمت سپرد کی، مہمات پر بھیجا یہ ایسے تاریخی حقائق ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا تو کیا یہ سب خدماتِ علمِ دین کے بغیر ہی انجام دی جاتی تھیں یا یہ کہ سارے صحابہ حضور کے نہیں بلکہ حضرت علیؓ کے شاگرد تھے۔

سب دروازے تھے

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ اِن صحابہ نے مدینۃ العلم یا دارالحکمت سے براہ راست علم وحکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؓ کی طرح شہرِ علم اور حکمت کے دروازے تھے۔

اب غور فرمایئے کہ حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ اگر صحیح ہے تو آخر ان احادیث کے متعلق کیا کہا جائے گا جو دُوسرے صحابہؓ کے متعلق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں اور اِسے کیسے سمجھ لیا جائے کہ علی مدینۃ العلم کے واحد باب ہیں اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اسی ایک دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔

بنیاد اور چھت ضروری ہے

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جا سکتا ہے تو یہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے دو دروازوں میں سے ایک دروازہ علی ہیں اس کے برخلاف دیلمی نے کتاب فردوس میں اِسے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

میں علم کا شہر ہوں ابو بکر اِس کی بنیاد ہیں عمرؓ اس کی دیواریں ہیں عثمان اِس کی چھت ہیں اور علیؓ اِس کا دروازہ ہیں۔

اب بتایئے کیا بغیر بنیاد دیوار وں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے کھلی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصور اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں اِن میں سے کسی ایک کو علیحدہ کر دیجئے نہ گھر کا تصور ہو سکتا ہے اور نہ دروازہ کی اہمیت۔

(تذکرہ سادات بنواُمیہ ص ۳۱۱ تا ۳۱۶)

چالاکی دیکھیں

اِس میں شک نہیں کہ مندرجہ بالا روایت کتاب الفردوس دیلمی کے حوالے سے چند کتب میں موجود ہے مگر یہ امر بھی تمام تر شبہات سے بالاتر ہے کہ اِس روایت میں دروازے کے علاوہ بیان کردہ اشیاء محدثین کے نزدیک دُرست نہیں، عنقریب ہم اِس وضعی ٹکڑے پر مُحدثین کی جرح نقل کرنے کے علاوہ عقلی طور پر ثابت کریں گے کہ یہ تصور نہایت فرسودہ اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شدید گستاخی کے مترادف ہے تاہم قارئین یہ بات بطورِ خاص ذہن نشین کرلیں کہ خارجی نے پہلے تو حدیث پاک "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" کو قطعی طور پر موضوع قرار دیا ہے اور ترمذی شریف میں آنے والی اُس حدیث کو منکر وغیرہ تسلیم کیا ہے جس کے الفاظ ہیں "انا دار الحکمت وعلی بابھا" یعنی "میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں" جبکہ پہلی حدیث کا ترجمہ ہے۔ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں۔"

طُرفہ تماشہ

حقیقت یہ ہے کہ اِس دَور سے بڑھ کر کسی بھی دور میں قلم وقرطاس کی بے حُرمتی کی مثال چودہ سو سالہ تاریخ اسلام میں کہیں نہیں ملتی اگرچہ اِس سے پہلے بھی بعض لوگوں نے اپنی بعض کتب میں قلمی بددیانتیاں کی ہیں مگر موجودہ صُورتِ حالات کہیں نظر نہیں آتی۔

قارئین یقیناً جان گئے ہوں گے کہ خارجی نے ہر دو روایات نقل کرنے کے بعد جس شوخی اور چالاکی کا مظاہرہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ قبول اُس حدیث کو کیا ہے جس میں علم کے شہر کی بنیاد، دیواریں، چھت اور دروازہ بیان کیا ہے اور نتیجہ اُس حدیث سے اخذ کیا ہے جس میں ہے کہ میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں گویا اپنا مطلب نکالنے کے لئے شہر کو گھر بنا لیا گیا ہے۔"

اِس سے پہلے کہ ثقہ کتب کے حوالوں سے ہم خارجی کے اِس دعوے کا ابطال کریں کہ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" موضوع اور بناوٹی حدیث ہے، اُس سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث سرے سے حدیث ہی نہیں اور بناوٹی روایت ہے تو تُم نے اُس حدیث کو ثقہ کیسے مان لیا جس میں حضرت ابوبکر صدیق کو علم کے شہر کی اساس اور حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بالترتیب علم کے شہر کی دیواریں اور چھت کہا گیا ہے۔ حالانکہ حقیقت الامر میں محدثین کرام صرف اُسی حدیث کو دُرست تسلیم کرتے ہیں جس میں ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور اِس کے برعکس اِس حدیث میں شامل کئے گئے اُس ٹکڑے کو قطعی طور پر بناوٹی قرار دیتے ہیں جس میں علم کے شہر کی بنیاد وغیرہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آئندہ اوراق میں ثقہ کتب کے حوالوں بتایا جائے گا کہ حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ

بابُہا میں اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی شراکت الحاقی ہے تاہم یہاں پر عصرِ حاضر کے خوارج کو قلم انداز کرتے ہوئے ہم اُن لوگوں کا تذکرہ کریں گے جنہوں نے سب سے پہلے اِس حدیث کے دُرست حصہ کو بھی موضوع کہا جبکہ اِس تذکرے میں یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ اِسے موضوع قرار دینے میں کون سے عوامل کارفرما تھے۔

چنانچہ اِس سلسلہ میں جو بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ اِس حدیث پاک میں تاجدارِ ہل اتیٰ شہریارِ سلطنتِ علم وعرفان، شیرِ یزدان حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لاتحصر ولا تحصیٰ فضائل کی نشان دہی ہوتی ہے اِس لئے بعض متشدّدین کو یہ بات گوارا نہ ہوسکی، ہم نے بات یوں ہی نہیں کہہ دی بلکہ ہمارے سامنے ایسے حقائق وشواہد موجود ہیں جو اِس امر پر دلالت کرتے ہیں۔

بہر کیف ! کسی زمانے میں کچھ لوگوں نے اِسے موضوع قرار دیا تھا مگر اُن کی تحقیق کو محدثین کرام نے پوری قوت کے ساتھ مُسترد کرتے ہوئے ثابت کر رکھا ہے کہ یہ حدیث ہرگز موضوع اور ضعیف وغیرہ نہیں بلکہ حسن اور صحیح ہے۔

چنانچہ اِس تحقیقِ عظیم کے بعد ہر دَور کے علماء حدیث اِس حدیث کو بنظرِ استحسان دیکھتے رہے ہیں مگر مُطلق العنانی کے اِس دور میں پھر باسی کڑھی کو اُبال آرہا ہے لہٰذا مناسب معلوم ہے کہ اِس حدیث پر ہونے والی فریقین کی مباحث کو تمام وکمال نقل کردیا جائے خواہ طوالت کتنی ہی کیوں نہ ہوجائے۔

اِس سلسلہ میں سب سے پہلے علامہ ابن الجوزی کی وہ عبارات ہدیہ قارئین کی جائیں گی جو انہوں نے اِس حدیث کو بناوٹی ثابت کرنے کے ضمن میں نقل کیں۔ یاد رہے کہ علامہ ابن جوزی ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اِس حدیث کو وضعی ثابت کرنے کی سعی نامشکور کی۔" ملاحظہ ہو !

سب بناوٹی ہیں

یہ حدیث حضرت علی، حضرت ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور حضرت علی سے پانچ طرق پر آتی ہے اور پانچ کے پانچ طریقوں سے ہی نادرست ہے۔

پہلے طریق میں محمد بن عمر الرومی راوی ہے۔ جس کے متعلق ابن حبان نے کہا کہ وہ جو کچھ ثقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کی کہی ہوئی کوئی چیز نہیں ہوتی اِس حال میں اُس سے حُجت پکڑنا جائز نہیں۔

دوسرے اور تیسرے طریق میں عبدالحمید بن بحر ہے ابنِ حبان نے کہا کہ وہ سارق الحدیث ہے اور وہ کچھ ثقہ لوگوں سے بیان کرتا ہے اُس میں اُن کا کہا ہوا کچھ نہیں ہوتا اندریں حالات اُس سے احتجاج کرنا جائز نہیں۔

چوتھے طریق میں محمد بن قیس راوی ہے اور پانچویں طریق میں مجاہیل ہیں۔

علاوہ ازیں یہ بھی بیان کیا ہے کہ حدیث ہی کے بارے میں دار قطنی نے کہا کہ اسے صنالجی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے بیان کیا ہے اور یہ حدیث مضطرب غیر ثابت ہے اور مسلمہ نے صنالجی سے سماع نہیں کیا،

متن ملاحظہ فرمائیں !

قلت ! ثم فی الطریق الاول محمد بن الرومی قال ابن حبان ! کان یاتی عن الثقاۃ بما لیس من احادیثھم لایجوز احتجاج بہ بحال۔"

فی الطریق الثانی و الثالث عبد الحمید بن بحر قال ابن حبان یسرق الحدیث و یحدث عن الثقاۃ بما لیس من حدیثھم لا یجوز الاحتجاج بہ بحال۔

وفی الطریق الرابع محمد بن قیس وھو مجھول و الخامس مجاہیل۔

فقال الدار قطنی قد رواہ سوید بن غفلۃ عن الصنالجی لیسندہ و الحدیث مضطرب غیر ثابت، وسلمہ لم یسمع من الصنالجی۔

(الموضوعات لابن الجوزی جلد اوّل صفحہ ۳۵۳)

علامہ ابن جوزی کی موضوع کردہ روایات جو اُوپر ذکر ہوئیں اُن کے متون یہ ہیں۔"

حدیث اوّل، دوم، چہارم

"انا دار الحکمۃ وعلی بابھا"

حدیث سوم

"انا مدینۃ الفقہ وعلی بابھا"

حدیث پنجم

"انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ضمن اراد العلم فلیأت الباب"

(الموضوعات لابن الجوزی جلد اوّل صفحہ ۳۵۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیان کردہ ان احادیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو موضوع قرار دینے کے بعد علامہ ابن الجوزی اُن روایات کی تکذیب کرتے ہیں جو حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ کے سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئیں۔

دس کے دس طریقے غلط ہیں

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت دس طریقوں سے مروی ہے مگر پہلے طریق میں جعفر بن محمد بغدادی راوی ہے اور اس میں سرقہ سے متہم ہے۔"

دوسرے طریق میں جابر بن سلمہ ہے اور وہ حدیث میں چوری کرنے سے مُتہم ہے تیسرے اور چوتھے طریق میں عثمان بن اسماعیل ہے یحییٰ بن معین نے کہا کہ وہ لاشئے، کذاب، خبیث اور برا آدمی ہے دارقطنی نے کہا کہ متروک ہے۔

پانچویں طریق میں ابوصلت ہروی ہے جس کا جھوٹا ہونا پہلے بیان ہوا اُس نے یہ حدیث ابومعاویہ کی سند پر وضع کی اور اُس سے ایک جماعت نے اِسے چوری کیا۔

چھٹے طریق میں احمد بن سلمہ ہے، ابن عدی نے کہا کہ وہ ثقہ لوگوں سے جھوٹ ملا کر روایت کرتا ہے اور سارق الحدیث ہے۔

ساتویں طریق میں سعید بن عقبہ ہے ابن عدی نے کہا کہ وہ مجہول اور غیر ثقہ ہے۔

آٹھویں طریق میں ابوسعید عدوی ہے جو صریحا جھوٹا اور وضاع ہے۔

نویں طریق میں اسماعیل بن محمد بن یوسف ہے جس کے متعلق ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں چراتا اور سندیں تبدیل کرتا ہے۔

دسویں طریق میں حسن بن عثمان ہے ابن عدی نے کہا کہ وہ حدیث وضع کرتا ہے۔

متن یہ ہے !

واما حديث ابن عباس فى الطريق الاول جعفر بن محمد البغدادي و متهم بسرقة هذا الحديث۔

وفى الطريق الثانى: جابر بن سلمة وقد تهوه بسرقة ايضاً

وفى الطريق الثالث والرابع: عثمان بن اسماعيل قال يحيىٰ بن معين ليس بشئ كذاب ، خبيث رجل سوء وقال الدرقطنى متروك۔

وفى الطريق الخامس: ابو الصلت الهروى وقد سبق انه كذب انه وهو الذى وضع هذ الحديث علىٰ ابى معاوية و سرقة منه جماعة۔

وفى الطريق السادس : احمد بن سلمة قال ابن عدى

يحدث عن الثقاة بالبواطيل ويسرق الاحاديث۔

وفی طریق السابع : سیعد بن عقبة ! قال ابن عدی اهو مجهول غیر ثقة۔

وفی طریق الثامن : ابو سیعد العدوی الكذاب صراحاً الوضاع۔

وفی طریق التاسع : اسماعیل بن محمد بن یوسف قال ابن حبان یسرق الاحادیث ویقلب الاسانید لایجوز الاحتجاج به۔

وفی طریق العاشر : الحسن بن عثمان! قال ابن عدی كان یضع الحدیث۔

(الموضوعات لابن الجوزی جلد اول صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ مصر)

سچ کیا ہے ؟

اگرچہ علامہ ابن جوزی نے پوری شدت کے ساتھ حدیث پاک اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ کو موضوع قرار دینے کی کوشش وجسارت کرڈالی مگر محدثینِ کرام آج سے بہت پہلے اِس کا جواب دے چکے ہیں چنانچہ اِس حدیث پاک پر اُن کی ناروا گرفت کا پورا پورا محاسبہ کتب احادیث میں موجود ہے جن کے حوالے آئندہ اوراق میں پیش ہورہے ہیں یہاں ہم امام سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق پیش کرنے کا شرف حاصل کریں گے۔

چونکہ علامہ سیوطی نے دُوسرے محدثینِ کرام کی تحقیق سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی تحقیق کو آگے بڑھایا ہے اور اِس سلسلہ میں اُن کی پوری پوری عبارتیں نقل فرمائی ہیں اِس لئے اُن کے مضمون کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

بہر کیف! طوالت کے باوجود یہ ایک نادر ترین تحقیق ہے اِس لئے ہم نے اِسے من وعن نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کتب کے حوالے بھی درج کردیئے ہیں جن سے اُنہوں نے عبارات اخذ کی ہیں تاکہ اِن عبارتوں کو اصل کتابوں سے بھی دیکھا جاسکے۔

اعتراضات یہ ہیں

آپ فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے اِس حدیث کے بارے میں کیا کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور

اس کی کوئی اصل نہیں اور دار قطنی کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ حدیث علی صنابحی سے سوید بن غفلہ نے بغیر سند کے پیش کی ہے اور وہ مضطرب ہے اور سلمہ نے یہ حدیث صنابحی اور رُومی سے نہیں سنی لہٰذا اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں اور ایسے ہی عبد الحمید اور محمد بن قیس مجہول ہیں اور حسن کے طریق پر حضرت علی سے روایت کردہ حدیث میں مجاہیل ہیں نیز جعفر اور بغدادی اس حدیث کے بارے میں چوری سے متہم ہیں۔

نیز عمر بن اسماعیل اور ابو صلت دونوں کذاب ہیں اور ابو صلت وہ شخص ہے جس نے ابی معاویہ کے نام پر حدیث وضع کی اور اُس سے ایک جماعت نے چوری کی اور احمد بن سلمہ ثقہ لوگوں سے جھوٹ ملا کر روایت بیان کرتا ہے اور سعید بن عقبہ غیر ثقہ مجہول ہے اور عدی اور اسمٰعیل بن محمد یوسف وضاع ہیں لہٰذا سارق اور حدیث تبدیل کرنے والے سے حجت پکڑنا جائز نہیں، اور حسن بن عثمان حدیثیں گھڑنے والا ہے۔

اور اُس کی حدیثیں لکھنے والا اور ابن طاہر دونوں کذاب ہیں اور ابن عدی نے کہا ! ابی صلت کے ساتھ معروف حدیث موضوع ہے اور جو کچھ اُس سے بیان ہوا اُس میں تبدیلیٔ اسناد اور سرقہ کی عبارت ہے اور جب امام احمد بن حنبل سے اِس حدیث کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا ! قبح اللہ ابا صلت یعنی اللہ ابا صلت کو اچھائی نہ دے۔ متن ملاحظہ ہو !

لایصح ولا أصل له قال الدار قطنی حدیث علی رواه سوید بن غفلة عن الصنالجی فلم بسنده و هو مضطرب و سلمة لم یسمع من الصنالجی و الرومی لا یجوز الا احتجاج به وکذا عبد الحمید و محمد بن قیس مجهول و طریق الحسن عن علی فیه مجاهیل و جعفر والبغدادی متهم بسرقة هذا الحدیث رجاء أیضاً و عمر بن اسماعیل و أبو الصلت کذابان وابوالصلت هو الذی وصنعه علی ابی معاویه وسرقة منه جماعة واحمد بن سلمة یحدث عن الثقات بالا باطیل و سعید بن عقبه مجهول غیر ثقه والعدول وضاع و اسماعیل بن محمد یوسف لا یجوز الا احتجاج به یسرق ویقلب والحسن بن عثمان یضع و المکتب و ابن طاهر کذابان قال ابن عدی الحدیث موضوع یعرف بأبی الصلت ومن حدث به سرقة منه وان قلب اسناده وسئل احمد بن حنبل عن هذا الحدیث فقال قبح الله ابا ألصلت۔

(اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة جلد اول صفحہ ۳۳۰، ۳۳۱)

جواب اِس جھوٹ کا

خاتمِ حفاظِ مصر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیب عنوان حدیث پر علامہ ابنِ جوزی کی تمام جرح نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ حضرت علی سے روایت کردہ یہ حدیث ترمذی نے اور حضرت ابنِ عباس سے حاکم نے المستدرک میں بیان کی ہے،

ابو عبداللہ امام حاکم نے مستدرک میں اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا حدیث سندوں کے ساتھ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث حسین بن فہم اور ابوصلت الہروی نے ابی معاویہ سے بیان کی ہے حسین بن فہم، ثقہ، مامون اور حافظ الحدیث ہے جبکہ ابوصلت الہروی ثقہ اور مامون ہے۔

مزید فرمایا کہ میں نے یہ صحیح الاسناد حدیث ابا العباس سے اُنہوں نے عباس بن محمد الدوری سے سُنی ہے موخر الذکر کا کہنا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابا الصلت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ ابوصلت نے ابی معاویہ سے حدیث اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ بیان کی ہے کیا یہ درست ہے؟ انہوں نے فرمایا ! یہ حدیث تو محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

بعد ازاں صاحبِ مستدرک فرماتے ہیں کہ میں نے بخاری کے زمانہ کے لوگوں کے امام احمد بن سہیل سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے حافظ الحدیث صالح بن محمد بن حبیب سے ابوالصلت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے کہا کہ ہم لوگ یحییٰ بن معین کے ساتھ ابوصلت کے ہاں گئے جب اُن کے گھر سے واپس ہوئے تو میں نے یحییٰ بن معین سے ابوصلت کے بارے میں دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا ! وہ سچے ہیں میں نے کہا کہ اُنہوں نے اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ حدیث بیان کی ہے تو اُنہوں نے فرمایا کہ ! ابوصلت کی طرح الفیدی نے بھی یہ روایت بیان کی ہے المستدرک کی تحریر تمام ہوئی۔

قلت ! حديث على اخرجه الترمذى وحديث ابن عباس اخرجه الحاكم فى المستدرك،

قال الحسين بن فهم وحدثناه أبو الصلت الهروى عن ابى معاوية ـ قال الحاكم ! الحسين بن فهم ثقه مأمون حافظ . وابو الصلت ثقه مامون وهٰذا حديث صحيح الاسناد سمعت ابا العباس يقول سمعت العباس بن محمد الدورى يقول سألت ابن معين عن ابا الصلت فقال ثقه . فقلت ! أليس قد حدث عن ابى معاوية انا مدينة العلم . فقال قد

حدث به محمد بن جعفر الفیدی وھو ثقه ۔ قال ! وسمعت احمد بن سھل امام اہل عصرہ بنجاری یقول سمعت صالح بن محمد بن حبیب الحافظ یقول وسئل عن ابی الصلت فقال دخل یحییٰ بن معین ونحن معه علیه فلما خرج له ما نقول فیه؟

فقال ! ھو صدوق ۔ قلت انه یروی حدیث انا مدینة العلم ؟ فقال ! قد رواہ ذاک الفیدی کما رواہ ابو الصلت انتھیٰ ما فی المستدرک۔

(اللآلی المصنوعة فی الاحادیث الموضوعة جلد اول صفحہ ۳۳۱)
(المستدرک للحاکم جلد ۳ صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

مزید شہادتیں

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ صاحب المستدرک کے استدلال کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد میں فرمایا ہے کہ !

الحسن بن علی بن مالک نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت الہروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا !

وہ سچے ہیں مگر ان میں تشیع ہے اور ابراہیم بن عبداللہ بن جنید کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ میں نے اُن سے حدیث کا سماع کیا ہے اور انہیں جھوٹ سے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ جو حدیث اعمش مجاہد اور اُنہوں نے ابن عباس سے بیان کی ہے، یعنی اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا جو اُنہوں نے بیان کی ہے ؟

اس کے جواب میں یحییٰ بن معین نے کہا کہ میں نے یہ حدیث ان سے ہرگز نہیں سنی بلکہ مجھے ان کے سوا دُوسرے طریق پر پہنچی ہے۔

اور عبدالخالق بن منصور نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کے بارے میں سوال کیا تو کہا کہ میں اُسے نہیں پہچانتا۔

میں نے کہا کہ اُس نے حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ بیان کی ہے؟

تو اُنہوں نے کہا ! کیا اس حدیث میں کوئی چیز ہے ؟

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ ان روایات کا محاسبہ اِس طرح ہوسکتا ہے کہ عبدالخالق نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت کا حال بہت پہلے اُس وقت دریافت کیا جب وہ اُنہیں نہیں جانتے تھے، پھر جب اُن کی اُن سے جان پہچان ہوگئی تو اُس وقت ابراہیم بن عبداللہ بن جنید کو اُن کے حال سے آگاہ کیا یعنی بتایا کہ وہ سچے ہیں۔

خطیب بغدادی مزید کہتے ہیں کہ اعمش کی حدیث " اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ " جسے ابی الصلت نے ابی معاویہ سے روایت کیا اور امام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نے ابی معاویہ سے انکار کیا، پھر جب یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں چھان پھٹک کی تو ابی الصلت کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کردہ حدیث مل گئی۔

چنانچہ قاسم بن عبدالرحمن الانباری کہتے ہیں کہ میں نے اِس حدیث کے بارے میں یحییٰ بن معین سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ حدیث صحیح ہے۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں کے صحیح حدیث سے اُن کی مراد یہی ابی معاویہ کی بیان کردہ روایت ہے اور یہ باطل نہیں جب کہ اُس سے ایک سے زائد لوگوں نے بیان کی ہے۔

عباس الدوری کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو ابا الصلت عبدالسلام بن صالح کی توثیق کرتے ہوئے سنا ہے۔

اور جب میں نے پوچھا کہ ابی الصلت نے ابی معاویہ سے اعمش کی حدیث "اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌ بَابُھَا" بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن معین نے کہا ! کہ تم اِس مسکین سے کیا چاہتے ہو کیا اس نے وہی کچھ بیان نہیں کیا جو ابھی معاویہ سے محمد بن جعفر الفیدی نے بیان کیا ہے؟

نیز احمد بن محمد قاسم بن محرز نے کہا ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے ابی الصلت عبدالسلام بن صالح الہروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ جھوٹی بات نہیں کرتے۔

پس جب اُن سے ابی معاویہ کی حدیث انا مدینۃ العلم کے بارے میں کہا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ ابی معاویہ کی بیان کردہ حدیث ہے اور مجھے ابنِ نمیر نے خبر دی ہے کہ ابی معاویہ نے بہت پہلے یہ حدیث بیان کی تھی پھر وہ لوگوں کو بتانے سے رُک گئے۔

اور ابوالصلت اِن احادیث کے حصول کے لئے سفر اختیار کرنے والے اور مشائخ کی تکریم کرنے والے شخص تھے پس اُنہوں نے یہ حدیث اُنہیں عطا فرمادی اور عبدالمومن بن خلف النسفی نے کہا کے میں نے ابوعلی صالح بن محمد سے ابی الصلت الہروی کے بارے میں پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے یحییٰ بن معین کو دیکھا وہ اُنہیں اچھے لفظوں سے یاد کیا کرتے تھے اور میں نے دیکھا کہ جب اُن سے روایت کردہ حدیث "اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌ بَابُھَا" کے بارے میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ حدیث ابو الصلت

کے علاوہ بھی ابی معاویہ سے بیان کی گئی ہے۔

میں نے کہا ! وہ کس نے بیان کی ہے؟

توانہوں نے فرمایا! کہ محمد بن جعفر نے۔ تاریخ خطیب کا کلام تمام ہوا۔

متن ملاحظہ ہو۔

وفی تاریخ الخطیب قال الحسن بن علی بن مالک سئا لت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت الهروی فقال ثقه صدوق الا انه یتشیع وقال ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت فقال قد سمع وما عرفه بالکذب . قلت فحدیث الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال ما سمعت به قط وما بلغنی الاعنه ، وقال عبدالخالق بن منصور سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت فقال ما اعرفه قلت انه یروی حدیث مدینة العلم فقال ! ماهذا الحدیث بشئی قال الخطیب أحسب عبدالخالق سئال یحییٰ عن حال ابی الصلت قدیماً ولم یکن اذ ذاک یعرفه ثم عرفه بعد أجاب ابراہیم بن عبداللہ بن الجنید عن عن حاله۔

قال الخطیب ! واما حدیث الاعمش فان ابا الصلت کان یرویه عن ابی معاویة وعنه فانکره احمد بن حنبل ویحییٰ بن معین من حدیث ابی معاویة ثم بحث یحییٰ عنه فوجد غیر ابی الصلت قد رواه عن ابی معاویة۔

قال القاسم بن عبدالرحمٰن الانباری ! سئالت یحییٰ عن هٰذا الحدیث فقال هو صحیح۔

وقال الخطیب ! ارادأنه صحیح من حدیث ابی معاویة ولیس بباطل اذ قد رواه غیر واحد عنه۔

قال عباس الدوری ! سمعت یحییٰ بن معین یوثق ابا الصلت عبد السلام بن صالح فقلت له انه حدث عن ابی معاویة عن الاعمش انا مدینة العلم وعلی بابها؟

فقال ! ماتریدون من هذا المسکین ألیس قد حدث

محمد بن جعفر الفیدی عن ابی معاویۃ۔

وقال احمد بن محمد بن القاسم بن محرز ! سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت عبد السلام بن صالح الھروی فقال لیس ممن یکذب . فقیل لہ ! فی حدیث ابی معاویۃ انا مدینۃ العلم . فقال ! ھو من حدیث ابی معاویۃ اخبرنی ابن نمیر قال حدث بہ ابی معاویۃ قدیماً ثم کف عنہ وکان ابو الصلت رجلاً موسراً یطلب ھٰذہ الاحادیث ویکرم المشائخ فکانوا یحدثونہ بھا۔

وقال عبد المومن بن خلف النسفی ! سئالت باعلی صالح بن محمد عن ابی الصلت الھروی فقال ! رائت یحییٰ بن معین یحسن القول فیہ ورایتۃ سل عن الحدیث الذی روی عن ابی معاویۃ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فقال ! رواہ ایضاً الفیدی قلت ! ما اسمہ ؟ قال محمد بن جعفر انتہیٰ ما فی تاریخ البغداد۔

(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ جلد اول صفحہ ۳۳۳)
(تاریخ بغداد جلد ۴ صفحہ ۳۴۸ ۔ جلد ۷ صفحہ ۱۷۲، ۱۷۳)
(جلد ۱۱ صفحہ ۴۸، ۴۹، ۲۰۴)

خطیب کے بعد عُلائی

صاحب المستدرک اور صاحب تاریخ البغداد کی عبارات پیش کرنے کے بعد علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حافظ الحدیث علامہ صلاح الدین علائی کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے حدیث مصطفیٰ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" اور اس کے راویوں پر جرح کے جواب میں نقل فرمائی ہے بطورِ خاص اُنہوں نے ابوالصلت راوی کے متعلق ابن جوزی وغیرہ کی پھیلائی ہوئی بدگمانی کو دور کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

بغوی کی المصابیح پر سراج قزوینی کے تعاقب اور اُنکے اِس دعویٰ کہ "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" حدیث موضوع ہے کا جواب حافظ الحدیث صلاح الدین العلائی نے اپنے خط میں نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ !

ابوالفرج ابن جوزی نے اس حدیث کو متعدد طریق سے الموضوعات میں نقل کرنے کے بعد تمام طریق کے بطلان پر جزم کیا ہے اور اس کے بعد ایک جماعت نے جس میں سے ذہبی وغیرہ نے المیزان اس مشہور روایت کے راوی ابوالصلت عبدالسلام کے بارے میں کثیر کالام کیا ہے جسے ابی الصلت نے معاویہ سے اُنہوں نے اعمش سے اُنہوں نے مجاہد سے اور اُنہوں نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مر بیان کیا ہے۔

چنانچہ ابن جوزی اور اسکی جماعت ذہبی وغیرہ کہتے ہیں!

ابوالصلت کے لئے نسائی نے کہا ! ثقہ نہیں۔

دارقطنی اور ابنِ عدی نے کہا کہ متہم ہے دارقطنی نے مزید کہا کہ وہ رافضی ہے''

ابوحاتم نے کہا کہ اُس کے نزدیک سچا نہیں۔

مگر اِس حدیث اور اس کے راوی ابوالصلت کے بارے میں درست بات ابوزرعہ کی ہے اور و کہتے ہیں کہ !

حاکم نے کہا ہے! ہم سے یہ حدیث عباس الدوری نے بیان کرتے ہوئے بتایا کہ میں نے ابوالصلت کے بارے میں یحییٰ بن معین سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ سچا ہے۔

میں نے کہا کہ اُنہوں نے ابی معاویہ سے ''انا مدینۃ العلم وعلی بابہا'' حدیث بیان کی ہے؟ تو یحییٰ بن معین نے جواب دیا کہ ابی معاویہ سے یہ حدیث محمد بن جعفر الفیدی نے بھی بیان کی ہے اور وہ ثقہ ہے۔

اور یحییٰ بن معین سے سے ایسی ہی روایت صالح جزرہ نے بھی بیان کی ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی اِس وضاحت کے بعد مزید فرماتے ہیں کہ حدیث اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا'' کو حاکم نے محمد بن یحییٰ بن ضریس کے طریق پر بھی بیان کی ہے اور محمد بن یحییٰ ثقہ حافظ ہے اور اُس نے بھی محمد بن جعفر الفیدی سے انہوں نے ابی معاویہ سے اِس روایت کو بیان کیا۔

حافظ صلاح الدین مزید فرماتے ہیں اب جبکہ یہ حدیث ابی معاویہ سے دوسرے ثقہ لوگوں نے بھی بیان کی ہے تو ابوالصلت بری الذمہ ہیں اور ابومعاویہ ثقہ اور مامون ہیں اور اِس بات پر مشائخ کبار اور اُن کے حفاظ متفق ہیں، اور الاعمش کے تفرد کے بارے میں فرمایا کہ یہ جائز ہے کیونکہ حضرت علیؓ کے بارے میں اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر فرمان بھی موجود ہیں۔

اور اِس حدیث کے وضعی وغیرہ ہونے کہ بارے میں ایسی باتیں میں نے کہیں نہیں پائیں جیسی ابن الجوزی وغیرہ نے کی ہیں۔

المستدرک میں امام ابوعبداللہ الحاکم کی بیان کردہ روایت ''اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا'' کی صحت کے بارے میں مزید استدلال پیش کرتے ہوئے حافظ صلاح الدین علائی اِس سے ملتی جلتی حدیث '' ا

دار الحکمۃ و علی بابھا '' کو سامنے لاتے ہیں جسے امام ترمذی نے ترمذی شریف میں بیان کیا ہے اور ابن الجوزی اور اُس کی جماعت نے اُسے موضوع قرار دیا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین سے روایت کردہ اِن روایات صحیحہ کی شاہد '' انا دار الحکمتہ و علی بابھا '' حدیث بھی ہے جسے ترمذی نے جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً بیان کیا ہے، اور اُس کی اسناد یہ ہیں۔

اسمٰعیل بن موسیٰ الفزاری ، محمد بن عمر الرومی ، شریک بن عبداللہ ، سلمہ بن کھیل ، سوید بن غفلہ ، ابی عبداللہ صنالجی ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور اِس روایت کو ابو مسلم الکجی وغیرہ نے محمد بن عمر بن الرومی سے بیان کیا ہے اور یہ وہ شخص ہے جس سے بخاری نے بخاری شریف کے علاوہ کتابوں میں حدیث بیان کی ہے اور ابن حبان نے اِس کو ثقہ مانا ہے جبکہ ابوداؤد نے اس کا ضعف بیان کیا ہے اور ابوزرعہ نے کہا کہ اِس میں نرمی ہے اور ترمذی نے یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔

اِن میں سے بعض نے اِس حدیث کو شریک سے روایت کیا ہے اور صنالجی کا ذکر نہیں کیا اور ثقہ لوگوں میں سے سوائے شریک کے یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی اور شریک نخعی قاضی ہے اور محمد بن رومی اُس کے تفرد سے بری ہے اور یہ شریک ابن عبداللہ نخعی قاضی ہے مسلم نے اِس سے حجت پکڑی ہے اور بخاری کا اِس کے ساتھ تعلق ہے اور یحییٰ بن معین نے اِس کی توثیق کی ہے۔

العجلی نے کہا کہ شریک ثقہ حسن الحدیث ہے، عیسیٰ بن یونس نے کہا کہ میں نے شریک سے زیادہ اس کے علم میں ورع کسی کو نہیں دیکھا اور اس پر یہ کہ اُس کا تفرد بہتر اور اچھا ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جب اُس نے ابی معاویہ کی حدیث کو ضم کیا تو اُس پر وہ روایت نہ لوٹائی جائے جو صنالجی سے اسقط ہے کیونکہ سوید بن غفلہ تابعی ہے اور اُس نے خلفاء اربعہ کی زیارت بھی کی ہے اور اُن سے حدیث بھی سنی ہے۔

اور اِس میں صنالجی کا ذکر مزید سندوں کو قریب کرتا ہے اور ابوالفرج ابن الجوزی اور اُس کے سوا کسی دُوسرے کو شریک کی حدیث میں کوئی عیب یا نقص نظر نہیں آیا سوائے اِس کے کہ یہ لوگ اِس کے موضوع ہونے کا دعویٰ کردیں جسے پہلے زمانے میں ہی دفع کیا جاچکا ہے، انتھیٰ، حافظ علاء الدین علائی کا کلام اختتام پذیر ہوا۔

وقال الحافظ صلاح الدین العلائی ومن خطه نقلت فی اجوبته عن الاحادیث تعقبها السراج القزوینی علیٰ مصابیح

البغوی وادعیٰ انہا موضوعة حدیث انا مدینة العلم وعلی بابها قد ذکره ابو الفرج (ابن الجوزی) فی الموضوعات من طرق عدة وجزم ببطلان الکل وقال بعده جماعة منهم الذهبی فی المیزان وغیره والمشهور به روایة ابی الصلت عبدالسلام ابن صالح الهروی عن أبی معاویة عن الاعمش عن مجاہد عن ابن عباس مرفوعاً وعبد السلام ھٰذا تکلموا فیه کثیراً قال النسائی ! لیس بثقة وقال دارقطنی وابن عدی متهم زاد دار قطنی . رافضی وقال ! ابوحاتم لم یکن عنده صدوق۔

وصوب ابوزرعة علیٰ حدیثه ومع ذالک فقد قال الحاکم حدثنا عباس یعنی الدوری قال سئالت یحییٰ بن معین عن ابی الصلت فقال ثقة فقلت ألیس قد حدث عن ابی معاویة حدیث انا مدینة العلم . فقال ! قد حدث محمد بن جعفر الفیدی وهو ثقة عن ابی معاویة وکذالک روی صالح جزرة ایضاً عن ابن معین ثم ساقه الحاکم من طریق محمد بن یحییٰ بن الضریس وهو ثقة حافظ عن محمد بن جعفر الفیدی عن ابی معاویة۔

قال العلائی ! فقد بری ء ابوالصلت وعبد السلام من عهدته و ابو معاویة ثقة مأمون من کبار الشیوخ وحفاظهم المتفق علیهم وقد تفرد به عن الاعمش فقال ماذاوأی استحالة فی ان یقول النبی صلی اللّٰه علیه وسلم مثل ھٰذا فی حق علی رضی اللّٰه عنه ولم یأت کل من تکلم فی ھٰذا الحدیث وجزم وضعه۔

(اللآلی المصنوعه جلداول صفحه ۳۳۳)

بجواب عن هذا الروایات الصحیحه عن ابن معین ومع ذالک فله شاهد رواه الترمذی عن علی مرفوعاً ''انا دارالحکمت وعلی بابها '' فی جامعه عن اسمٰعیل بن موسیٰ

الفزاری عن محمد بن عمر بن الرومی عن شریک بن عبداللہ عن سلمة بن کھیل عن سوید بن غفلة عن ابی عبد اللہ الصنالجی عن علی مرفوعاً انا دار الحکمة و علی بابھا۔

ورواہ ابو مسلم الکجی وغیر عن محمد بن عمر الرومی وھو ممن روی عنه البخاری فی غیر الصحیح وقدو ثقه ابن حبان وضعفه ابوداؤد وقال ابو زرعة فیه لین وقال الترمذی بعد اخراج الحدیث ھذا حدیث غریب۔

وقدروی بعضھم ھذا من شریک ولم یذکر فیه الصنالجی ولا نعرف ھذا عن احد عن الثقات غیر الشریک النخعی القاضی برئ محمد الرومی من تفرد به وشریک ھو ابن عبد اللہ النخعی القاضی احتج به مسلم وعلق له البخاری وثقه یحییٰ بن معین۔

وقال العجلی ثقة حسن الحدیث . وقال عیسیٰ بن یونس مارأیت احد قط أورع فی علمه من شریک فعلیٰ ھذا یکون تفردہ حسناً فکیف اذا انضم الیٰ حدیث ابی معاویة ولا یرد علیه روایة من اسقط منه الصنالجی لان سوید بن غفلة تابعی مخضرم أدرک الخلفاء الاربعة وسمع منھم۔

وذکر الصنالجی فیه من المزید فی متصل الاسانید ولم یأت ابو الفرج ولا غیرہ بلة قادحة فی حدیث شریک سوی دعوی الوضع دفعاً بالصدر انتھیٰ کلام الحافظ الصلاح الدین العلائی۔

(اللآلی المصنوعة جلد اول صفحہ ۳۳۵)

ایک اور گواہی

خاتم حفاظِ مصر امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے "اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" حدیث کے بارے میں اب تک جو تصریحات بیان فرمائی ہیں اُن کے پیشِ نظر مزید کسی شہادت کی ضرورت باقی تو نہیں رہتی، تاہم اُنہوں نے اس سلسلہ میں مزید بھی کئی ثقہ عبارات سے حدیث کو موضوع قرار دینے والوں کی

تردید فرمائی ہے جن میں سے اب مشہور محدث امام ابن حجر المکی الہیثمی صاحب مجمع الزوائد اور الصوعق المحرقہ وغیرہما کی ایک مختصر مگر فیصلہ کن عبارت پیش کی جاتی ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اور جب شیخ الاسلام ابوالفضل ابن حجرؒ سے حدیث

"اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا !

یہ حدیث ابو عبداللہ امام حاکم نے المستدرک میں نقل فرمائی ہے اور اسے صحیح کہا ہے جبکہ ابوالفرج ابن الجوزی نے اس کے خلاف اسے موضوعات میں نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بناوٹی اور جھوٹی حدیث ہے۔ حالانکہ صواب اور درست بات ان دونوں کے اقوال کے خلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنی اسناد کے اعتبار سے، یہ حدیث حسن کی ایک قسم میں سے ہے کیونکہ نہ تو یہ ترقی کر کے صحیح کے درجہ کو پہنچی ہے اور نہ ہی انحطاط پذیر ہو کر کذب کے درجہ میں داخل ہو سکتی ہے۔

اور یہ بیان طویل بحث کا اقتضاء کرتا ہے تاہم اس میں لائق اعتماد یہی بات ہے جو بیان ہوئی۔ انتھیٰ"

وسئل شیخ الاسلام ابو الفضل بن حجر عن ھٰذا الحدیث فی فتیا فقال ھٰذا الحدیث اخرجه الحاکم فی المستدرک وقال انه صحیح وخالفه ابو الفرج ابن الجوزی فذکره فی الموضوعات وقال انه کذب۔

والصواب خلاف قولهما معاً وان الحدیث من قسم الحسن لایرتقیٰ الی الصحة ولا یخط الی الکذب وبیان ذالک یستدعی طولا ولکن ھٰذا المتعمد فی ذالک۔ انتھٰی۔

(اللآلی المصنوعۃ فی احادیث الموضوعۃ جلد ا صفحہ ۳۳۴) (الصواعق المحرقۃ لابن حجر صفحہ ۱۲۲

حدیث نمبر ۱

"انامدینة العلم و علی بابها فمن أراد العلم فلیأت الباب:"

یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے تو جو علم حاصل کرنا چاہتا ہے دروازے سے آئے۔

حدیث نمبر ۲

"انا دار الحکمة وعلی بابها"

یعنی میں دارِ حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے کے سلسلہ میں امام جلال الدین سیوطی کی تصریحات کا اتمام ہوتا ہے اور اب اُن احادیث پر مختصر تبصرہ بیان ہوگا جو اس مضمون کو تغیر لفظی کے ساتھ بیان کرتی ہیں اور اُنہیں بھی ابن الجوزی اور ذہبی وغیرہ نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

حدیث پاک " اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا " حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے چونکہ اس روایت کی ابتداء میں مشہور روایت کے علاوہ مزید بھی چند جملے ہیں چنانچہ امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ اس کو بھی زیب عنوان کی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

اس روایت کا متن ہے !

حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے روز حضرت علی کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا !

" ھٰذا امیر البرزه و قاتل الفجره، منصور من نصره، مخذول من خزله یمد بها صوته. انا مدینة العلم و علی بابها فمن أراد العلم فلیأت الباب..

اگرچہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ ابن جوزی نے حسبِ عادت موضوعات میں کہا ہے کہ!

ھٰذا الحدیث لا یصح من کل الوجوه.

(الموضوعات جلد ا صفحہ ۳۵۳)

یعنی یہ حدیث تمام وُجوہ سے نادرست ہے مگر امام سیوطی اس مزید جملوں والی حدیث کو پہلے بیان کی گئی حدیث کی شہادت کے طور پر پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ امام ابوعبد اللہ حاکم نے مزید کہا کہ اس حدیث کی شاہد حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی حدیث بھی ہے جس کے راوی یہ ہیں۔

ابو بکر محمد بن علی الفقیه الشاشی القفال، نعمان بن ہارون البلدی، احمد بن عبد اللّٰہ بن یزید الحرانی، عبد الرزاق، سفیان ثوری، عبد اللّٰہ بن عثمان بن خیثم، عبد الرحمٰن بن عثمان التیمی، حضرت جابر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه مرفوعاً۔

علامہ سیوطی اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ذہبی نے لسان المیزان میں ابی معاویہ سے جعفر بن محمد کی روایت کا تعاقب کرتے ہوئے کہا کہ یہ حدیث موضوع ہے لہٰذا یہ اُس کے لئے نص نہیں۔"

حالانکہ المستدرک میں حاکم نے اس کے کثیر طرق بیان کئے ہیں، جبکہ اصل حدیث کے لئے قلیل

احوال بھی کافی ہیں تو اندریں حالات کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اِس پر مطلقاً وضعی ہونے کا حکم لگائے۔

علاوہ ازیں انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت الباب حدیث کے درست ہونے کے سلسلہ میں امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ خطیب نے تلخیص المتشابہ میں اس کے باقی طرق میں سے ایک طریق یہ بیان کیا ہے۔

علی بن ابوعلی، محمد بن مظفر حافظ، محمد بن حسین خثعمی، عباد بن یعقوب، یحییٰ بن بشار الکندی، اسماعیل بن ابراہیم ہمدانی، ابی اسحاق، حارث، علی، عاصم بن ضمرہ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ پس جو علم کے حصول کا ارادہ رکھتا ہے وہ دروازے سے ہو کر آئے"

وزادان الحاکم روی له شاهداً من حدیث جابر . قال حدثنی ابو بکر محمد بن علی الفقیه الشاشی القفال حدثنی النعمان بن هارون البلدی حدثنا احمد بن عبد الله بن یزید الحرانی حدثنا عبدالرزاق حدثنا سفیان ثوری عن عبدالله بن عثمان بن خیثم عن عبدالرحمٰن بن عثمان التمی عن جابر مرفوعاً به۔

وقال فی لسان المیزان عقب أیرادالذهبی روایة جعفر بن محمد عن ابی معاویة وقوله هذا موضوع مانصه وهذا الحدیث له طرق کثیرة فی مستدرک الحاکم أقل احوالها ان یکون للحدیث أصل فلا ینبغی ان یطلق القول علیه بالوضع انتهیٰ۔

(اللآلی المصنوعہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۴)

خطیب نے کہا ہے کہ یحییٰ بن بشار اور اُس کا شیخ غیر معروف ہیں۔

امام سیوطیؒ زیب عنوان حدیث کی تقویت کے لئے ایک طریق مزید بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی مثل ابن النجار نے بھی اپنی تاریخ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مرفوعاً روایت بیان کی ہے جس کے راوی یہ ہیں"

رقیہ بنت معمر بن عبدالواحد، فاطمہ بنت محمد بن ابی اسعد بغدادی، سعید بن احمد نیشاپوری، علی بن الحسن بن بندار الدمشقی، علی بن محمد بن مہرویہ، داؤد بن سلیمان غازی، علی بن موسیٰ رضا، اُن کے آباءِ الکرام،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔

ذہبی نے میزان میں کہا کہ داؤد بن سلیمان غازی نے حضرت موسیٰ رضا کی سند سے ایک کتاب وضع کر رکھی تھی اُس سے اِسے سچے راوی علی بن محمد مہرویہ قزوینی نے روایت بیان کی ہے۔ ذہبی کی گرفت کا جواب دیتے ہوئے امام سیوطی فرماتے ہیں کہ اِس حدیث کو ابوالحسن نے ابن عمر الحرابی سے امالیہ میں ان راویوں سے بیان کیا ہے۔

اسحٰق بن مروان، عامر بن کثیر السراج، ابی خالد، سعد بن طریف اصبغ ابن نباتہ،

حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میں علم کا شہر ہوں اور علی تو اِس کا دروازہ، یا علی وہ شخص جھوٹا ہے جو یہ گمان کرے کہ میں بغیر دروازہ کے شہر میں داخل ہو جاؤں گا۔''

وبقی للحدیث طرق ! قال الخطیب فی تلخیص المشابه انبأنا علی بن ابی علی حدثنا محمد بن ابن المظفر الحافظ حدثنا محمد بن حسین الخثعمی حدثنا عباد بن یعقوب حدثنا یحییٰ بن بشار الکندی عن اسماعیل بن ابراهیم الهمدانی عن ابی اسحاق عن الحارث عن علی وعن عاصم بن ضمرة عن علی قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی بابها فمن ارادالعلم فلیات الباب ـ قال یحییٰ بن بشار وشیخه اسماعیل مجهولان۔

(اللآلی المصنوعہ جلد ا صفحہ ۳۳۴)

وقال ! ابن النجار فی تاریخه حدثتنا رقیه بنت معمر بن عبد الواحد انباتنا فاطمة بنت محمد بن ابی سعد البغدادی انبأنا سعید بن احمد النیشا پوری انبأنا علی بن الحسن بندارا المثنیٰ انبأنا علی بن محمد بن مهروية حدثنا دائوبن سلیمان الغازی حدثنا علی بن موسیٰ الرضا عن آبائه عن علی مرفوعاً مثله ..

قال الذهبی فی المیزان داؤد بن سلیمان الغازی له نسخة موضوعة عن علی بن موسٰی الرضا رواها علی بن محمد مهروية القزوینی الصدوق عنه وقال ابو الحسن عن ابن

عمر الحربی فی امالیه حدثنا اسحق بن مروان حدثنا ابی حدثنا عامر بن کثیر السراج عن ابی خالد عن سعد بن طریف عن الصبغ ابن نباتة عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم انا مدینة العلم وعلی انت یا بھا علی کذب من زعم انه یدخلها من غیر بابھا۔

(اللآلی المصنوعة جلد ا صفحہ ۳۳۵).

حکمت کا شہر

اور ابوالحسن شاذان الفضلی نے خصائصِ علی میں بیان کیا ہے کہ ابوبکر محمد بن ابراہیم بن فیروز الانماطی حسین بن عبداللہ تیمی، خبیب بن نعمان جعفر بن محمد اپنے دادا سے وہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں حکمت کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ میں شہر میں آؤں تو وہ دروازہ سے آئے۔"

اور خطیب نے یہ روایت دار قطنی کے طریق پر تلخیص المتشابہ میں محمد بن ابراہیم الانماطی سے روایت کی ہے اور اِس کے ساتھ دیلمی نے بھی اس سند کو بیان کیا کہ خبر دی ہمیں اَبی نے کہا خبر دی ہمیں المیدانی نے کہا خبر دی ہمیں ابو محمد الحلاج نے کہا کے خبر دی ہمیں ابوالفضل محمد بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبداللہ نے کہا حدیث بیان کی ہم سے احمد بن عبید ثقفی نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن خلف العطار نے کہا حدیث بیان کی ہم سے موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم نے کہا حدیث بیان کی ہم سے محمد بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کہا حدیث بیان کی ہم سے عبدالمہین بن عباس نے اپنے باپ عباس سے اُنہوں نے اپنے دادا سہیل بن سعد سے انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

" علی میرے علم کا دروازہ اور میری اُمت کے واسطے مبین اور میرے بعد پہنچانے والا ہے اسکی محبت ایمان اور اِس کا بغض کفر ہے، پھر آپ نے نگاہِ شفقت آمیز سے علی کی طرف دیکھا "

وقال ابو الحسن شاذان الفضلی فی خصائص علی حدثنا ابو بکر محمد بن ابراہیم بن فیروز الانماطی حدثنا الحسین بن عبداللّٰه التمیمی حدثنا خبیب بن النعمان حدثنا جعفر بن محمد حدثنی ابی عن جدی عن جابر بن عبداللّٰه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم انا مدینة الحکمة

وعلی بابها فمن أرادالمدینة فلیأت الی بابها۔

اخرجه الخطیب فی تلخیص المتشابه من طریق الدارقطنی حدثنا محمد بن ابراہیم الانماطی به وقال. الدیلمی انبأنا أبی انباالمیدانی أنبانا ابو محمد الحلاج أنبانا ابوالفضل محمد بن عبدالله حدثنا احمد بن عبید الثقفی حدثنا محمد بن علی بن خلف العطاء حدثنا موسیٰ بن جعفر بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبدالله بن جعفر بن ابی طالب حدثنا عبدالمهین بن العباس عن ابیه عن جده سهل بن سعد عن ابی ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم علی باب علمی ومبین الامتی ما ارسلت به من بعدی حبه ایمان وبغضه نفاق والنظر الیه رأفة۔

(اللآلی المصنوعہ جلد ا صفحہ ۳۳۵)

سب یہی کہتے ہیں

ملا علی قاری حنفی موضوعات کبیر میں زیب عنوان حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اِسے ترمذی نے جامع ترمذی میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ سخاوی نے بیان کیا اور کہا کہ اِس کے لئے درست وجہ نہیں ہے اور ابن معین نے کہا کہ اِس کے لئے کچھ اصل نہیں، جیسا کہ ابو حاتم اور یحییٰ بن سعید نے بیان کیا،،

اور ابن جوزی اسے موضوعات میں لایا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اِس پر اُس کی موافقت کی ہے اور ابن دقیق العید نے کہا کہ یہ حدیث اُس کے لئے ثابت نہیں اور بعض نے کہا کہ باطل ہے اور دارقطنی نے کہا کہ غیر ثابت ہے اور جب حافظ عسقلانی سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے اِس کا جواب یہ دیا کہ یہ حدیث حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ تو صحیح کا درجہ رکھتی ہے جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی موضوع ہے۔ جیسا کہ ابن جوزی کا گمان ہے۔

اور سیوطی نے اِس کے تذکرے میں بیان کیا کہ حافظ ابو سعید علائی نے کہا درست اور صواب امر یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے طرق کے اعتبار سے حسن کا درجہ رکھتی ہے نہ صحیح اور نہ ضعیف۔

انا مدینة العلم وعلی بابها رواه الترمذی فی جامعه قال انه منکر وکذا قال السخاوی وقال انه لیس له وجه الصحیح .

وقال ابن معين انه كذب لااصل له وكذا قال ابو حاتم ويحيیٰ بن سعيد واورده ابن الجوزی فی الموضوعات واوفقه الذهبی وغيره علیٰ ذالک۔

وقال ابن دقيق العيد هٰذا الحديث لم يثبتوه وقيل الدارقطنی غير ثابت وسئل عنه الحافظ العسقلانی فاجاب بانه حسن لاصحيح كماقال الحاكم ولاموضوع كماقال ابن الجوزی ذكره السيوطی وقال الحافظ ابوسعيد العلائی الصواب انه حسن باعتبار طرقه لاصحيح ولا ضعيف۔

(الموضوعات الكبير صفحہ ۲۴)

المقاصد الحسنہ

حدیث :اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے "

حاکم نے اِس روایت کو اپنی کتاب مستدرک کے باب المناقب میں اور طبرانی نے اپنے معجم الکبیر میں اور ابو شیخ ابن حیان نے اپنی کتاب السنہ میں اور اِن کے علاوہ دیگر تمام نے ابی معاویہ ضریر، اعمش، مجاہد، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مزید اِس جملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ پس جو حصولِ علم کے لئے آئے وہ دروازہ سے آئے۔

اور ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی کے باب المناقب میں اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اِن دونوں کے علاوہ دوسروں نے حضرت علیؓ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

" میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے"

اِس دُوسری حدیث یعنی" انا دار الحکمۃ وعلی بابھا" کا تعاقب کرتے ہوئے دار قطنی نے اپنی کتاب علل المتناہیہ فی حدیث الواہیہ میں کہا کے یہ حدیث مضطرب غیر ثابت ہے۔

اور ترمذی نے کہا کہ یہ منکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بخاری نے کہا کہ اس کے لئے صحیح وجہ نہیں، اور ابن معین نے کہا کہ خطیب نے تاریخ بغداد میں اس کے لئے حکایت بیان کی یہ جھوٹی ہے اور اسکے لئے کوئی اصل نہیں۔

اور حاکم نے پہلی حدیث" اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" بیان کرنے کے بعد کہا کے یہ صحیح الاسناد ہے اور ابن جوزی نے دونوں کو ہی دو وجہوں سے موضوعات میں بیان کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اُس کی موافقت کی ہے۔

اور اسکی طرف ابن دقیق العید نے اشارہ کیا ہے کہ اُس کے قول کے مطابق یہ حدیث ثابت نہیں اور کہا کہ یہ باطل ہے۔

جبکہ ابو معاویہ ثقہ حافظ الحدیث ہے، ابن عینیہ وغیرہ کی طرح اس کے افراد سے حجت پکڑی جاتی ہے۔

پس جو اس حدیث کے جھوٹا ہونے کا حکم لگاتے ہیں وہ غلطی پر ہیں کیونکہ اِس میں ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جنھیں عقل تسلیم نہ کرتی ہو، بلکہ یہ حدیث اِس حدیث کی طرح ہے کہ ارحم اُمتی یا متی یعنی میری اُمت پر میری اُمت کے ساتھ رحم کر یعنی الماضی ءصنیع لائق اعتماد ہے پس یہ حدیث ہر گز جھوٹی نہیں۔

انا مدینة العلم وعلی بابها . الحاکم فی المناقب من مستدرکه من حدیث ابی معاویة الضریر عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس مرفوعاً به بزیادة . فمن أتی العلم فلیأت الباب۔

ورواه الترمذی فی المناقب من جامعه ابونعیم فی الحلیة غیرهما من حدیث علی ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال!

انا دارالحکمة وعلی بابها . قال الدارقطنی فی العلل عقب ثانیها . انه حدیث مضطرب غیر ثابت قال الترمذی ! انه منکر . وکذاقال شیخه البخاری وقال ! انه لیس له وجه صحیح ..

وقال ! ابن معین فیما حکاه الخطیب فی تاریخ بغداد انه کذب لااصل له . وقال الحاکم عقب اولها ! انه صحیح الاسناد . واورده والطبرانی فی معجمه الکبیر . وابو لشیخ ابن حیان فی السنة وغیرهم کلهم ابن الجوزی من هٰذین الوجهین فی الموضوعات ووافقه الذهبی وغیره علیٰ ذالک۔

واشار الیٰ هذا ابن دقیق العید بقوله هذا الحدیث لم یثبتوه . قیل انه باطل . قال وابو معاویة ثقة حافظ محتج بأفراده کابن عینیه وغیره فمن حکم علی الحدیث مع ذالک بالکذب. فقد اخطأ قال ولیس هو من الألفاظ المنکرة التی

تأباها العقول ، بل هو الحديث ارحم امتی بامتی یعنی الماضی ضیع معتمد ، فلیس هٰذا الحدیث بکذب ،

(المقاصد الحسنۃ للسخاوی صفحہ ۴۲)

(مطبوعہ مکتبۃ الخانجی بمصر)

ہم نہیں مانتے

اگرچہ علومِ حدیث سے واقفیت رکھنے والے علمائے متقدمین اپنے اپنے زمانہ میں اِس حدیث کے نفسِ مضمون اور رجال وغیرہ پر سیر حاصل بحث کرنے کے بعد یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف اور موضوع وغیرہ نہیں بلکہ حسن حدیث ہے بلکہ علامہ سیوطی کی آخری تحقیق کے مطابق صحیح کا درجہ حاصل کر چکی ہے

بایں ہمہ کچھ لوگ مسلسل اِسی غم میں دُبلے ہوئے جا رہے ہیں کہ تاجدارِ ہل اتی مشکل کشا شیرِ خدا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہِ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اتنے بڑے بڑے اعزازت سے کیوں نوازا گیا، حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں اپنے علوم کا وارث کیوں بنایا اُنہیں اپنا بھائی اور اپنی جان کیوں کہا وغیرہ وغیرہ،،

اکابرین کے چند نسخے

ہمارے پاس اُن کے اِس غم کا تو کوئی مداوا نہیں تاہم اُن لوگوں کے اکابرین کے بیان کردہ چند نسخے پیش کرنے پر اِکتفاء کریں گے ہوسکتا ہے کہ انہی سے اُن کے درد کا درمان اور غم کا چارہ ہوسکے، علاوہ ازیں علامہ ابن جوزی کا بھی مختصر تعارف کرادیتے ہیں کہ وہ صحیح احادیث کو موضوع قرار دینے میں کس قدر بیتاب اور مضطرب رہا کرتے تھے،

چنانچہ اِس سلسلہ میں پہلے تو ابن جوزی اور ابن تیمیہ گروپ کے ایک بزرگ کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں جو حدیث اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا پر کیا گیا ہے اور بعد ازاں علامہ ابن جوزی کا تعارف ملاحظہ فرمائیں حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ گم گشتہ راہ لوگوں کا جواب یہی ہوگا کہ ہم نہیں مانتے، بہر حال ہمیں تو اپنا فریضہ ادا کرنا ہی ہے،

وہ بھی صرف اِس خیال سے کہ موجودہ دَور کے علماء وہابیہ بجائے خارجیت کو فروغ دینے کے اپنے ان بزرگوں کا ہی کچھ خیال رکھیں، ہماری نہیں تو اِن کی ہی بات سُن لیں جو نہ تو ہم اپنی طرف سے کہتے ہیں اور نہ ہی اُنہوں نے اپنی گرہ سے کی ہے۔

منصف بھی ہوتے ہیں

اگرچہ ابن الجوزی کی تصریحات سے ابن تیمیہ اور علامہ ذہبی وغیرہ نے پورا پورا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی ہے، تاہم کوئی بھی طبقہ اعتدال پسندوں سے یکسر خالی نہیں ہوتا چنانچہ اسی طائفہ کے ایک بزرگ شوکانی نے اپنی کتاب ''فوائد المجموعہ فی الاحادیث الموضوعۃ'' میں علامہ ابن جوزی کی تمام وکمال بحث نقل کرنے کے بعد اُس کی تردید کی ہے اور وہ لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں اور لا اصل ہے اور ابن جوزی نے اِسے متعدد طُرق سے موضوعات میں شمار کرتے ہوئے سب کے بطلان پر جزم کیا ہے اور ذہبی وغیرہ نے ابن جوزی کی اتباع کی ہے مگر ابن جوزی نے کہا کے حدیث ''انا مدینة العلم و علی بابها فمن أراد العلم فلیئات الباب'' خطیب اور طبرانی اور ابن عدی اور عقیلی اور ابن حبان نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مرفوعاً بیان کی ہے لیکن خطیب کی اسناد میں جعفر بن بغدادی مُتہم ہے حالانکہ یحییٰ بن معین نے اُسے ثقہ کہا ہے

ابن جوزی نے کہا ہے کہ ! طبرانی کی اسناد میں ابوالصلت الہروی عبدالسلام بن صالح کے لئے حدیثیں وضع کرتا تھا، حالانکہ ابن معین اور حاکم اُسے ثقہ قرار دیتے ہیں۔

اور جب یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا یہ حدیث صحیح ہے،

اور ترمذی نے حضرت علیؓ سے اِسے مرفوعاً نقل کیا ہے،

اور حاکم نے مستدرک میں اِسے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مرفوعاً نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا کہ ابن جوزی اور حاکم دونوں کے برعکس درست بات ہے کہ اسناد کہ مطابق یہ صحیح حسن ہے نہ تو یہ صحیح کے ہی درجہ کو پہنچی ہے اور نہ ہی کذب میں داخل ہے، اِنتھیٰ۔

انا مدینة العلم و علی بابها . قیل لا یصح ولا اصل له وقد ذکر هذا الحدیث ابن الجوزی فی الموضوعات من طرق عدة وجزم ببطلان الکل وتابعه الذهبی وغیره۔

انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت الباب .. رواه الخطیب عن ابن عباس مرفوعاً ورواه الطبرانی وابن عدی والعقیلی وابن حبان عن ابن عباس ایضاً مرفوعاً وفی اسناد الخطیب جعفر بن محمد البغدادی وهو متهم وفی اسناد الطبرانی ابوالصلت الهروی عبدالسلام بن صالح قیل

هوالذی وضعه.

واعجیب عن ذالک ! بأن محمد بن جعفر البغدادی الفیدی قد وثقه یحییٰ بن معین . وان ابی الصلت الهروی قد وثقه ابن المعین والحاکم وقد سئل یحییٰ عن هٰذا الحدیث فقال الصحیح واخرجه الترمذی عن علی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه مرفوعاً واخرجه والحاکم فی المستدرک عن ابن عباس مرفوعاً۔

وقال صحیح الاسناد قال حافظ ابن حجر والصواب خلاف قولهما معاً یعنی ابن الجوزی والحاکم وان الحدیث من قسم الحسن لایرتقیٰ الی الصحة ولایخط الی الکذب .انتهیٰ۔

(الفوائدالمجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ صفحہ ۳۸

تعارف ابنِ جوزی کا

چونکہ سب سے پہلے اِس حدیث کوموضوع اور لا اصل ثابت کرنے کا فریضہ ابن جوزی نے ادا ہے اِس لئے موضوعات کی جن دو کتابوں کی عبارات ہدیہء قارئین کی گئی ہیں اُنہی میں سے علامہ ابن جوزی کے تعصبات وشدائد، تساہل وتجاہل اور تحکم اور زبردستی کی چند مثالیں ہدیہء قارئین کرنے کے بعد پھر ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کریں گے۔

جمال الدین ابوفرج عبدالرحمن بن علی بغدادی المعروف ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ کی کتاب الموضوعات میں اِن کتابوں کی موضوع روایات نقل کی گئی ہیں۔

الکامل ابن عدی،، ضعفا، ابن حبان، ضعفا ابوالفتح ازدی، تفسیر ابن مردویہ، معجم صغیر طبرانی، معجم اوسط طبرانی، معجم کبیر طبرانی، الافراد، دارقطنی، خطیب بغدادی اور ابن شاہین کی تالیفات ، ابونعیم کی تصنیفات تاریخ حاکم کتاب الاباطیل جوزقانی،

تساہل سے کام لینا

ابن جوزی کتاب الموضوعات میں احادیث کے متعلق حکم لگانے میں تساہل سے کام لیتا ہے۔ نیز بعض ایسی بھی لایا ہے جنہیں اپنی دوسری تصنیف "العلل المتناہیہ فی احادیث

الواہیہ" میں خود نقل کرتا ہے اور اپنی اس کتاب العلل کی بعض موضوعات کو اس نے "الموضوعات" میں نقل نہیں کیا۔

نیز تساہل سے کام کرتے ہوئے صحیح اور ضعیف احادیث کو بھی موضوع قرار دیتا ہے ابن حجر عسقلانی کا بیان ہے کہ ابن جوزی اور حاکم دونوں نے ہی تساہل سے کام لیا ہے یعنی حاکم حسن اور منکر وغیرہ احادیث کو صحیحات میں شمار کرتا ہے، جبکہ ابن جوزی صحیح، حسن، مرسل وغیرہ احادیث کو موضوع قرار دیتا ہے اس لئے ان دونوں کی کتابیں نفع بخش ثابت نہ ہو سکیں۔

کتاب الموضوعات . الجمال الدین ابی الفرج . عبدالرحمٰن بن علی البغدادی المعروف بابن الجوزی المتوفی (۵۹۷) جمع فیه ماوردمن . الموضوعات . فی کتاب . الکامل لابن عدی والضعفا للعقیلی والضعفاء لابی الفتح الازدی . وما فی تفسیر ابن مردویه ومعاجم الطبرانی فی الثلاثه . والافراد للدار قطنی وما فی تصانیف الخطیب البغدادی وابن شاہین و مصنفات ابی نعیم وتاریخ الحاکم وکتاب الاباطیل ملجوز قانی

وابن الجوزی متساہل فی الحکم الحدیث بالوضع ہٰذا الکتاب وقدا ورده بعض للحادیث التی اور دھا فی کتابه . العلل المتناہیه فی الاحادیث الواہیه وفی کتاب العلل ایضاً بعض ماورده فی الموضوعات واورده فیه بعض الاحادیث الصحیحة والضعیفة تساہلا منه۔قال ابن حجر العسقلانی وتساہل الحاکم اعدم النفع بکتابیهما۔

(مقدمہ المقاصد للسخاوی)

(عبدالوہاب عبداللطیف مدرس جامعہ ازہر مصر)

المقاصد الحسنہ کے اس مقدمہ کے بعد مختصراً موضوعات کبیر ملا علی قاری کی ایک جسارت ملاحظہ فرمائیں۔

زرکشی نے مسند احمد میں آنے والی عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مرفوع حدیث کو حسن کہا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ السلام کی مثل اس اُمت میں تیس ابدال ہونگے جب ان میں سے کوئی ابدال فوت ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ دُوسرے شخص کو بھیج دیتا ... کشی نے ... ابن

جوزی کی موضوعات کا تعاقب کرتے ہوئے بیان کی ہے۔

بہر نوع! علمِ حدیث سے واقفیت رکھنے والے علامہ ابن جوزی کے تساہل اور تحکم سے پورے طور پر واقف ہیں۔

قال الزرکشی فی مسند احمد من حدیث عبادۃ بن الصامت مرفوعاً الابدال فی ھذا الامتہ ثلثون مثل ابراہیم خلیل الرحمٰن کلمافات رجل ابدال اللّٰہ مکانہ رجلا وھو فی التعاقب علی الموضوعات (ابن جوزی)

(موضوعات کبیر مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۶)

مزید تعارف

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں ابن جوزی کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں،،

علامہ ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے موضوع احادیث پر ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے افراط وزیادتی سے کام لیا ہے اور جو کچھ اُن کے علم میں تھا اس کے خلاف محض تُوہم کی بنیاد پر بہت سی احادیث کو موضوع قرار دے دیا، شیخ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مقامات میں ابن جوزی کو اپنی بحث کا نشانہ بنایا ہے اور کہا احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا،

آئندہ سطور میں ابنِ جوزی کی تصنیف تلبیسِ ابلیس کے بارے میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

علامہ ابن جوزی کی یہ تنقید بھی ابلیسِ تلبیس کا ہی کرشمہ ہے علامہ موصوف کو (شیطان) نے اس طریقہ کا شکار بنایا اور غرور وتکبر میں ڈال دیا،،

آخر پر شیخ محقق ابن جوزی کی شخصیت کا تعارف اِس طرح کرواتے ہیں مختصر یہ کہ ابنِ جوزی عالم و فاضل شخص تھے لیکن اپنے علم وفضل اور جوانی پر نظر کرکے غرور میں مبتلا ہوگئے موصوف سخت گیر، سخت مزاج اور نہایت خشک طبیعت تھے۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ مترجم اردو جلد ۱ ص ۱۶۵،۱۶۶)

ہمارا بنیادی مقصد ابنِ جوزی وغیرہ کو زیر بحث لانا نہیں بلکہ حدیثِ پاک ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' کے حقائق ومعارف بتانا ہے،

حوالے اور بھی ہیں

قارئین، امام المحدثین سیدنا امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ کی تحقیق ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں۔ یعنی پہلے تو امام جلال الدین سیوطیؒ دیگر محدثین کی طرح اِسے حسن حدیث کے درجہ میں بیان کرتے رہے مگر دورانِ تحقیق آپ نے اِس کی اسناد کے متعدد طرق کو بنظرِ عمیق جانچا تولا، تو فرمایا کہ یہ حدیث، حسن سے بڑھ کر صحیحات میں شمار ہوتی ہے۔

جیسا کہ آپ "جمع الجوامع" میں فرماتے ہیں کہ میں نے اِس حدیث کے حسن ہونے پر ایک زمانہ تک توقف کیا پھر جب حدیث علیؓ کی تصحیح تہذیب الآثار ابن جریر میں اور اِس کے ساتھ ابن عباسؓ کی حدیث کی تصحیح مستدرک حاکم میں دیکھی تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے استخارہ کیا اور جزم کیا کہ یہ حدیث حسن سے ترقی کرکے مرتبہ صحت کو پہنچتی ہے،

قال کنت اجیب بهذا الجواب یعنی حسن الحدیث دهراً ان وقفت علی تصحیح ابن جریر لحدیث علی فی تهذیب الآثار مع تصحیح الحاکم لحدیث ابن عباسؓ فاستخرت الله و جزمت بارتقاء الحدیث من مرتبة الحسن الیٰ مرتبة الصحة والله اعلم۔

(جمع الجوامع للسیوطی جلد ۶ صفحہ ۴۰۱)

یا پیٹوں جگر کو میں

اگرچہ آپ کی تحقیق کے مطابق یہ حدیث صحیح کے درجہ میں داخل ہے تاہم اُنہوں نے تاریخ الخلفاء میں اِسے حدیث حسن ہی لکھا ہے مگر صورتِ حال یہ ہے کہ !

دِل کو رؤوں یا پیٹوں جگر کو میں

خارجیوں کی جفا ہی کیا کم تھی کے اچھے بھلے لوگ بھی ستم ڈھانے لگے ہمارے سامنے اِسی تاریخ الخلفاء کا ایک ایسا ترجمہ پڑا ہُوا ہے جس میں ترجمہ نگار نے حاشیہ نگاری کا فریضہ اِس انداز سے انجام دیا ہے کہ مؤلف کی رُوح لرز لرز گئی ہوگی کتاب "نفیس اکیڈمی کراچی" کی مطبوعہ ہے ترجمہ اقبال احمد گاھندری صاحب نے کیا ہے۔

آپ کو خیر سے دیگر متعدد کتب تواریخ وسیر کے تراجم کرنے کی سعادت بھی حاصل ہے شائد یہی وجہ ہے کہ آپ خود کو مزید نمایاں کرنے کے لئے اپنی ذاتی رائے کو حاشیہ پر درج کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔

جبکہ متعدد مقامات پر آپ یوں بھی حق ترجمہ ادا کرتے ہیں کہ اصل متن کی کئی کئی سطور قلم انداز کرتے ہوئے مسلسل آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں جس کا واضح ترین مطلب یہ ہے کہ جو واقعہ یا روایت آپ کے مزاج کے خلاف ہو اُسے سرے سے ہی حذف کر دیا جائے اور اگر کسی ایسی روایت کو شہرت کی وجہ سے چھوڑنا ممکن نہ ہو تو پھر اُس کا اصل مفہوم اپنے حاشیہ کی بھول بھلیوں میں گم کر دینے کی کوشش ضرور کر ڈالی جائے۔

ہمارے سامنے آپ کی حاشیہ بندی کے متعدد اور نادر نمونے موجود ہیں جن کو تمام و کمال یہاں نقل کرنا محض تضیع اوقات ہوگا لہٰذا محض اِسی حدیث پاک پر ہی آپ کی حاشیہ آرائی سپرد قلم کرتے ہیں۔

پہلے آپ تاریخ الخلفاء کی اصل عبارت کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں اور اِس پر از مترجم، کے عنوان سے ہی عجیب و غریب حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ !

ترمذی اور حاکم نے حضرت علیؓ کی زبانی لکھا ہے کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" میں جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تحقیقات کو اپنی کتاب تحقیقات موضوعات میں تفصیل سے لکھا ہے۔

ابن جوزی اور نووی وغیرہ نے اِس حدیث کو موضوع لکھا ہے اور اِن کی یہ تحقیق بالکل غلط ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

یہ حاشیہ

شہر کا دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جس میں سے ہو کر شہر میں داخل ہوتے ہیں چونکہ تصوف کے تمام طریقے حضرت علی کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں اور حضرت علی علم ولایت کے سردار ہیں غرضیکہ علم سے مطلق علم نہیں بلکہ علمِ ولایت مراد ہے وگرنہ مشاہدات کی خلاف ورزی ہوگی۔

اور کسی کے دل میں یہ وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علمِ ولایت حاصل نہ تھا واقعہ یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کے لئے دروازہ کے راستے کے بغیر شہر میں داخل ہونا ناممکن ہے لیکن جو حضرات کہ شہر میں مقیم ہوں اُن کے لئے ضروری نہیں کہ وہ شہری کام کاج انجام دینے یا شہر سے مزید استفادہ کے لئے شہر کے باہر جا کر پھر شہر کے دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے رہیں بلکہ وہ شہر کے شہر میں رہتے ہوئے بخوبی افادہ و استفادہ کرتے ہیں ہر ایک کا رُتبہ بلند اور ہر ایک کا رہائے نمایاں میں فائق و برتر، سب آپس میں برابر اور دوسروں سے برتر اور بلند و بالا ہیں۔ از مترجم

(تاریخ الخلفاء مترجم، مؤلفہ امام جلال الدین سیوطیؒ) (ترجمہ اقبال احمد گاھندری مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی صفحہ ۱۹۹)

توازن یہ غیر متوازن

جنابِ مترجم و محشی اگرچہ اُن بدعقیدہ لوگوں میں تو ہرگز شامل نہیں جنہوں نے مکمل طور پر تاریخ کا حلیہ بگاڑ دینے کی قسم کھا رکھی ہے تاہم آپ کو اُن لوگوں میں بھی شمار نہیں کیا جاسکتا جو قطعی طور پر غیر جانبدار ہو کر مؤلف کے ٹھیک ٹھیک نظریات دُوسری زبان میں منتقل کر دینے کے شرف سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

بہر حال ! آپ نے اپنے اِس حاشیہ میں جو تخیلاتی موشگافیاں اور تصوراتی بوقلمونیاں فرمائی ہیں وہ ایک طرف تو آپ کے ذہنی خلجان اور دماغی خلفشار کی منہ بولتی تصویر ہیں اور دُوسری طرف آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا ہوا نظر آتا ہے جو محض توازن برقرار رکھنے کے لئے خود کو غیر متوازن کر لیتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنے قائم کردہ ذاتی نظریات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لافانی ارشادات و اشارات میں مدغم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں یقینی طور پر متلون مزاجی کا شکار بھی ہونا پڑتا ہے اور اُن کے تصورات اور تخیلات میں بھی اضطراب و اضطرار کی جھلکیاں نمایاں طور پر نظر آتی ہیں۔

شرعی حیثیت کیا ہے

چنانچہ مترجم صاحب جیسے جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غیر مشروط فرمانِ عالیہ کو محض اپنے تخیل کی بناء پر مسلسل مشروط فرماتے گئے ہیں۔ اِن کا یہ شاخسانہ تمام تر غیر حقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ ناقابلِ فہم بھی ہوتا چلا گیا۔

مثلاً مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ علمِ وِلایت کی سرداری یقینی طور پر حضرت علیؓ کے لئے ثابت ہے کیونکہ تصوف کے تمام طریقے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کے ذریعہ سے ہی حاصل ہوتے ہیں مگر اِس سے مطلق علم مراد نہیں ورنہ مشاہدات کے خلاف ہوگا۔

اُن مشاہدات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اِس کا تذکرہ مترجم صاحب نہیں کر سکے لہٰذا قرینِ قیاس یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے مشاہدات کا ذکر فرما رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

کس قدر حیرت و استعجاب کی بات ہے کہ خود ہی یہ بتایا جارہا ہے کہ تصوّف کے وہ طریقے حضرت علی علیہ السلام کے ذریعے سے ہی حاصل ہوتے ہیں جن کا سرچشمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور حضرت علیؓ علمِ ولایت کے سردار ہیں اور خود ہی یہ حد بندی کی جارہی ہے کہ اِس سے مُطلق علم مراد نہیں۔

عِلم کی تقسیم کہاں سے کی ؟

اِس مقام پر ہم یہ سوال ضرور کریں گے کہ مترجم صاحب اتنا تو بتا دیجئے کہ حدیث پاک " انا

مدینۃ العلم وعلی بابھا " میں کوئی ایسا لفظ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی فرمایا ہے جس کا یہ مطلب ہو کہ اس سے مطلق علم مراد نہیں بلکہ علم ولایت مراد ہے اور اسی علمِ ولایت کے حضرت علیؓ سردار ہیں

دوسروں کے لیے علمِ ولایت کا اثبات

علاوہ ازیں ہم آپ سے یہ معلوم کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کے مشاہدات کی فہرست میں علوم ولایت میں کس کس بات کا علم شامل ہے؟

ہمارا دعویٰ ہے کہ مترجم صاحب تو کیا اِن کا کوئی بڑا بھی اِن اُمور کی حقیقت نہیں بتا سکے گا۔ اس لئے کہ محض اپنے تخیل کے زور پر پیدا کردہ تاویلات عام طور پر لاینحل ہی ثابت ہوتی ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضور سرورِ کونین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ اقدس میں ہرگز ہرگز کسی علم کی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ مطلق طور پر آپ نے فرمایا ہے کہ !

" میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں اور جو شخص بھی علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو وہ دروازہ سے ہو کر آئے۔"

اس حدیثِ پاک میں صاف طور پر یہ وضاحت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جس بھی قسم کا علم کوئی حاصل کرنا چاہتا ہے اُسے جناب شیرِ خدا مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے واسطہ و وسیلہ سے ہی حاصل ہوگا۔

علاوہ ازیں مترجم صاحب کے مشاہدات کی وسعت کا عالم تو دیکھئے کہ آپ پر آج تک یہ منکشف نہیں ہو سکا کہ علمِ ولایت یعنی علمِ طریقت علومِ شریعت سے الگ کسی چیز کا نام نہیں بلکہ علوم شریعت کے منتہائی مقام سے علمِ طریقت کی ابتداء ہوتی ہے گویا علمِ شریعت، علمِ طریقت کا ہی جزو متصور ہوتا ہے۔

فرمانِ نبی غیر مشروط ہے

مترجم صاحب کا تصوراتی شاخسانہ اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس کا واضح طور پر یہ مطلب ہوگا کہ علوم ولایت سے بہرہ ور ہونے والے حضرات یعنی اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ علومِ شریعت سے نابلد محض ہوتے ہیں حالانکہ یہ قطعی طور پر غلط اور واہمہ ہے کیونکہ علمِ شریعت سے کماحقہٗ واقفیت کے بغیر علمِ طریقت کا حصول یا مقامِ ولایت پر فائز المرام ہونا ممکن ہی نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ مقامِ طریقت پر متمکن ہونے والے حضرات ظاہر و باطن کے ہر دو علوم پر واقفیت رکھنے کی وجہ سے باطنی مسائل پر بھی گفتگو کرنے کے مجاز ہوتے ہیں جو بعض اوقات محض علوم ظواہر سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے باعث حیرت ہوتی ہے۔

بہرکیف ! ہم بحث کو طوالت سے بچاتے ہوئے مترجم صاحب کو صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضور نبیؐ

اکرم عالمِ ما کان و ما یکون سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانِ اقدس ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' قطعی طور پر غیر مشروط ہے اِس لئے اگر آپ اپنی محدود عقل ونظر کے مشاہدات کی بناء پر اسے مشروط کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ قطعی طور پر نا قابلِ تسلیم اور غلط بات ہوگی۔

اور پھر آپ کے مشاہدات پر کیسے بھروسہ کیا جا سکتا ہے جب کہ آپ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ علوم شریعت و علمِ ولایت و طریقت کا ہی ایک حصہ ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ اخبار الاخیار شریف میں فرماتے ہیں کہ جب اُس ولی سے پوچھا گیا کہ شریعت و طریقت کا آپس میں کیا تعلق ہے تو آپ نے فرمایا کہ طریقت جان ہے اور شریعت جسم۔

بہرکیف ! آپ مانیں یا نہ مانیں آپ کے یہ مشاہدات اِس لئے بھی مسترد کر دینے کے قابل ہیں کہ آپ کے علم میں آج تک یہ بات بھی نہیں آسکی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام صحابہ کرام کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین میں علومِ شریعت کے بھی سب سے بڑے عالم تھے۔

ہمیں تو حیرت ہوتی ہے کہ آپ متعدد کتبِ احادیث و سیر کے تراجم کرنے کہ باوجود یہ تک نہیں جان سکے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے تمام علوم کا وارث اور اعلم الناس ہونے کا خطاب دے رکھا ہے۔

علاوہ ازیں جب آپ اِس اَمر کو تسلیم کر ہی رہے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تمام تر اہلِ ولایت کے سردار ہیں اور بقول آپ کے ولایت کے تمام سلسلے آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں تو پھر آپ کو اِس واہمہ نے کیوں آگھیرا کہ اِس بات کا وہم تک نہ آنے پائے کہ دیگر صحابہ راشدین کو علمِ ولایت حاصل نہ تھا، حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاہِ ولایت ہونے سے دوسرے کسی بھی علمِ ولایت رکھنے والے کے علم کی نفی کا واہمہ پیدا ہونے کا کسی بھی طریقہ سے کوئی اِمکان موجود ہی نہیں ، بلکہ اِس میں تو دُوسروں کو علمِ ولایت حاصل ہونے کا واضح ترین اثبات موجود ہے۔

واہمے کی پیداوار

جنابِ والا ! یہ تمام تر شاخسانہ آپ کے اپنے ہی واہمے کی پیداوار ہے ورنہ کوئی بھی ذی شعور زیبِ عنوان حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں لے سکتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، افصح الناس، عالمِ علم ما کان و ما یکون نے یہ فرمان صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بجائے محض دُوسرے لوگوں کو کیا تھا۔

صحابہ راشدین سے آپ کی مراد اگر خلفائے راشدین سے ہے جیسا کہ آپ کی آخری سطور سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر آپ کے تراشیدہ فارمولا کی خود سے ہی موت واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اگر صرف انہی چار حضرات کو شہر کے اندر رہنے والے اور اِن کے علاوہ دیگر ایک لاکھ کرا[illegible] اللہ علیہم اجمعین کو شہر

کے باہر رہنے والے ثابت کیا جائے گا تو پھر اُن صحابہ کرام کا کیا بنے گا جو بقول آپ کے "مشاہداتی علم کے مختلف علومِ شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہِ راست حاصل کرتے تھے۔"

علمِ حدیث کو ہی لے لیں

آپ علمِ حدیث کو ہی لے لیجیے، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ ابنِ عباس اور ان کی مثل دیگر متعدد صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین بلا واسطہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سُن کر حفظ کرتے تھے اور دُوسروں تک پہنچاتے تھے۔

آپ پر شائد ابھی تک یہ حقیقت منکشف نہ ہو سکی ہو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ احادیث حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرویات سے چالیس گنا سے بھی زیادہ ہیں۔

اندریں حالات اگر آپ صرف خلفائے اربعہ کو ہی ساکنانِ اندرونِ شہر ثابت کرنے کی کوشش کریں گے تو یہ ہر لحاظ سے غلط محض ہوگا۔ اور اگر آپ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ سب کے سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہرِ علم کے اندر رہنے والے ہیں اور حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کا اطلاق محض غیر صحابہ پر ہوتا ہے تو اِسے سوائے جہالت وسفاہت کے اور کوئی نام دیا ہی نہیں جا سکتا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان کا براہِ راست اور بالاصالت اطلاق ہوتا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ہے اور دیگر تمام اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اِس حکم میں بالواسطہ اور بالنیابت شامل ہے۔

محدثین کی شروح کا مطالعہ کریں

یقین جانیں کہ اگر آپ کو فنِ حدیث پر دسترس حاصل ہوتی تو آپ ہرگز اپنی ذاتی آراء اور ذہنی تاویلات سے حدیث پاک کے واضح ترین نفسِ مضمون کو چیستان بنانے کی کوشش نہ کرتے۔ ہاں! البتہ اگر آپ کو بابِ مدینۃ العلم، نفسِ رسول مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اِس عظیم ترین فضیلت سے متصف ہونا کسی طرح ناگوار اور شاق گذار ہی تھا تو بہتر یہ تھا کہ اپنی ذاتی رائے ٹھونسنے کی بجائے محدثین کی بیان کردہ شروح کا مطالعہ کرتے ممکن ہے کہ کسی دُوسرے قابلِ فہم طریقہ سے آپ کے ذوق کی تسکین کا سامان فراہم ہو ہی جاتا۔

بہرکیف! اگر کسی طریقہ سے میری یہ معروضات آپ تک پہنچ جائیں تو آئندہ کے لئے دِل سے عہد کریں کہ محض اپنی عقل سے کام لیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس کلام میں کبھی دخل اندازی نہیں کریں گے۔

غور تو فرمائیں کہ آپ کا یہ تصور کس قدر ہولناک ہے کہ شہر کے اندر رہنے والے تو براہِ راست استفادہ کرتے ہیں اور انہیں دروازے کی اِس لئے ضرورت نہیں کہ دروازہ شہر کے باہر ہوتا ہے جو صرف باہر سے آنے والوں کو ہی فائدہ دے سکتا ہے۔

عِلم کا شہر یا لوگوں کی رہائش گاہ

جنابِ والا! ، تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود کو شہرِ علم فرمایا ہے، علم حاصل کرنے والوں کی رہائش گاہ نہیں فرمایا۔ اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خود ہی علم تھے اور اِن صحابہ کرامؓ کو حاصل کرنے کے لئے لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ذریعہ سے شہر میں داخل ہو جایا کرتے تھے اور صحابہ کرام کو ساتھ لے کر واپس آجایا کرتے۔

حیرت یہ ہے کہ آپ کو یہ تک معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کا پیش کردہ فارمولا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرمانِ اقدس کی توہین کے مترادف ہوگا اور آپؐ کے اُس مقصد کو ہی فوت کر دے گا جو آپ کا اس حدیث پاک بیان کرنے سے ہے۔

اِس لئے کہ اگر دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ذواتِ عالیہ کو ہی علم تسلیم کر لیا جائے کیونکہ بقول آپ کے وہ شہر کے اندر رہنے والے ہیں اور حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے کونسا مقام متعین کیا جائے گا، کیونکہ بقول آپ کے شہر کا دروازہ ہونے کی صورت میں شہر سے باہر ہیں، اور صرف باہر سے آنے والے حضرات کے دخول و خروج کا راستہ ہیں،،

لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آخر آپ پر آپکی ظفر علی خاں مرحوم بننے کی کوشش بھی فضول محض ہے کیونکہ جانبداری کی انتہاء کر دینے کے بعد توازن قائم کرنے کی کوئی صورت ہی باقی نہیں رہتی۔

اصل معاملہ یہ ہے

جیسا کہ ہم زیرِ نظر مضمون کے آغاز میں قارئین کو بتا چکے ہیں کہ حدیث پاک " اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا " مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے فضائل و مناقب کا ایک ایسا عمیق و مواج سمندر ہے جس کا نہ کسی نے کنارا دیکھا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی تہہ تک پہنچ سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس مختصر مگر محیط کائنات جملے کی تشریحات کا سلسلہ لاکھوں صفحات تک پہنچ گیا ہے اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے اگر یہ جملہ محبین کے قلوب کو مخصوص کیفیات ولذات سے ہمکنار کرتا ہے تو معاندین کی آنکھوں کا خیرہ ہو جانا بھی غیر ممکن نہیں،،

بہر کیف ! ہم آخر پر اقبال احمد موصوف کو اُنہی کے ایک بزرگ کی تحریروں کے آئینہ میں باب مدینۃ العلم کے علوم کا ہلکا سا عکس پیش کرتے ہیں۔

شائد کہ اُتر جائے ترے دِل میں مری بات

گلہائے رنگا رنگ

درج ذیل مضمون غیر مقلدین کے امام و پیشوا علامہ وحید الزماں کی لُغت حدیث پر معروف تالیف "انوار اللُغت" کے چند اقتباسات سے ترتیب دیا گیا ہے تا کہ موجودہ دَور کے وہ غیر مقلد عُلماء جو وہابیت اور خارجیت کے درمیان ذرّہ برابر بھی حدِ فاصل دیکھنا گوارہ نہیں کرتے اپنے سلف کا ہی کچھ احترام کریں۔

اگر چہ یہ بات ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اِس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو اپنی ہی ذات میں ایک انجمن تصور کرتا ہے اور ہر مسئلہ کو براہِ راست قرآن و حدیث سے اخذ کرنے کا دعویدار ہے حالانکہ یہ محض خود فریبی ہے۔

بہر کیف ! ہم ایک موہوم سی اُمید پر قصرِ تحقیق و تجسّس کو گلہائے رنگا رنگ سے آراستہ کر رہے ہیں کہ شائد کبھی بھٹکتی ہوئی کوئی رُوح چند لمحات کے لئے اِس چمنستانِ محبت و مودّت میں گذار کر دائمی کیف اور ابدی قرار حاصل کرلے۔

اِس وضاحت کے ساتھ ہی اب آپ بلا تاخیر علوم ِ حیدر کرّار کے متعلق پیشوائے وہابیہ، سرخیلِ غیر مقلداں، صاحبِ تصانیف کثیرہ حضرت علامہ مولانا وحید الزماں غیر مقلد کی صرف ایک کتاب کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ سے نہ آئے تو چور ہے

حدیث پاک " انادار العلم یا مدینۃ العلم و علی بابھا "

میں علم کا گھر یا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں غیر مقلد رقمطراز ہیں، کہ !

گھر میں آدمی دروازہ سے ہی آتا ہے جو اُوپر سے آئے گا وہ اُچکا چور ہے اِسی طرح پکا عالم وہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت یعنی حضرت علی اور آپ کے ذریعہ سے علم حاصل کرے۔

اہل بیتؑ کی رائے اور اجتہاد کو دُوسروں کی رائے اور اجتہاد پر مقدم رکھے اُن کی محبت قلبی منجملہ لوازمِ ایمان سمجھے ورنہ وہ ایک چور ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناراض کرتا ہے۔ اور آپؐ کے حکم

کے خلاف چلتا ہے اور پھر آپ کی اُمت بن کر نجات کا طالب ہوتا ہے۔

(انوار اللغت پارہ دوم صفحہ ۷۷)(از علامہ وحید الزماں)

اقوالِ شیخین سے بڑھ جاتے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کہ ! ''میرا علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم کے مقابلہ میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک گڑھا '' کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں کہ !

اب جو لوگ علم شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دیتے ہیں۔ انہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ قرآن و احادیث کے بہت بڑے عالم تھے، کہ اس قول پر غور کرنا چاہیے۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفاء میں جو دلائل اِس مقام پر دیے ہیں، اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے حضرت علی علیہ السلام کے اقوال کا پورا استعیاب نہیں کیا ہے۔ اگر یہ سب اقوال جمع کئے جائیں تو شیخین کہ اقوال سے بہت بڑھ جاتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول کہ '' اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا '' ہمارے مطلوب کو پورا ثابت کرتا ہے۔

(انوار اللغت پارہ چہارم صفحہ ۳۶)

میرا تو یہ عقیدہ ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول کہ ''میرا علم حضرت علیؓ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا گڑھا'' کی تشریح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں مزید لکھتے ہیں کہ

سبحان اللہ! عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جو کہ اِس اُمت کے حبر یعنی بہت بڑے عالم گنے جاتے ہیں، جب وہ اپنے علم کی نسبت حضرت علی کے علم سے ایسی نسبت بیان کریں تو ظاہر ہے کہ حضرت علی کا علم وسیع ہوگا میرا تو اعتقاد یہ ہے اور اِسی اعتقاد پر اُٹھوں گا کہ حضرت علی حلم و شجاعت اور شرافت نسب میں تمام صحابہؓ سے افضل ہیں۔

(انوار اللغت پارہ ۲۱ صفحہ ۵۷)

حَلّ المُشکلات

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول،

''اَعوذُ باللہ من کُلِّ مَعضلۃٍ لیسَ لَہا ابو الحَسن '' کی تشریح کرتے ہوئے وحید الزماں

رقمطراز ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی پناہ اُس مشکل مسئلہ سے جس کے حل کرنے کیلئے ابا الحسن یعنی علیؑ موجود نہ ہوں۔

تو میں کہتا ہوں کہ یہاں سے حضرت علیؑ کا تبحر علمی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عمرؓ جو کہ دین کے بہت بڑے عالم تھے۔ اور دُوسرے صحابہؓ نے مشکل مسائل میں آپؑ کی طرف رجوع کیا۔

حاصل یہ ہے کہ حضرت علیؑ جیسے فنونِ حرب و سپہ گری اور شجاعت و بہادری میں طاق تھے ویسے ہی علوم شریعت وطریقت میں بھی مرجع آفاق تھے۔

مخالف کی گواہی

" وقد جارته مسئالة مشكلة .فقال معضلة ولا ابا حسن لها " امیر معاویہ کے قول کی تشریح میں لکھا کہ،

بڑا مشکل مسئلہ ہے اور کوئی ابوالحسن اس کو حل کرنے کے لئے نہیں ہے یعنی حضرت علیؑ کے مانند کوئی ایسا عالم موجود نہیں جو اس سوال کا جواب دے حالانکہ معاویہؓ حضرت علیؑ سے دُشمنی اور بُغض رکھتے تھے مگر ان کے علم وفضل کے قائل ومعترف تھے۔" الفضل ما شهدت به الاعداء "

(انوار اللغت پارہ بیسو دہم صفحہ ۱۳۵)

افضل شہادت

امیر معاویہ کے قول "كان النبي يغو علياً بالعلم " کی شرح کرتے ہوئے علامہ وحید الزماں رقم طراز ہیں،

معاویہ نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت علی کو علم کے لقمے بنا بنا کر کھلاتے تھے، جیسے پرندہ اپنے چوزے کو کھانے کے لقمے اُس کے حلق میں ڈالتا ہے۔ " الفضل ما شهدت به الاعداء "

معاویہ حضرت علیؓ کے بڑے مخالف تھے مگر اُن کے وفورِ علم کے قائل تھے اور کئی مشکل مسائل دُوسروں کے ذریعہ سے حضرت علیؑ سے حل کراتے تھے۔ خود حضرت عمرؓ نے کئی مسائل میں حضرت علیؑ سے مدد لی۔

(انوار اللغت پارہ ۱۸ صفحہ ۲۶)

تعجب ہے، جرأت نہ فرماتے

بہر حال! حضرت علی علوم شریعت اور رموزِ طریقت میں تمام صحابہ سے فائق اور معدنِ علم ووقار تھے

جتنے مسائل اور اُصولِ شریعت اور کلماتِ حکمت آپؑ سے منقول ہیں اتنے کسی صحابی سے منقول نہیں ہیں۔ اور مجھ کو شاہ ولی اللہ صاحب کی اِس تحریر پر بڑا تعجب ہوتا ہے کہ اُنہوں نے ازالۃ الخفاء میں یہ فرمایا ہے کہ اُصولِ شریعت اور احکامِ فقہی جتنے شیخین سے منقول ہیں حضرت علی سے اتنے منقول نہیں ہیں اگر وہ کتبِ حدیث کو باستقصاء ملاحظہ فرماتے تو ہرگز ایسی تحریر پر جرأت نہ فرماتے۔ الخ

ایک کھلی دلیل اِس کی یہ ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش ہوتا تو صحابہ کرامؓ آپ کی طرف رُجوع کرتے لیکن آپ کسی کی طرف رجوع نہ کرتے یہاں تک کہ عرب میں مثل مشہور ہو گئی'' قضية ولا ابا حسن لها ''

اور حضرت عمرؓ نے فرمایا ! '' لولا علیؑ لهلك عمر '' مسئلہ منبر یہ جیسے مشکل سوال کو آپ نے خطبہ میں ہی منبر پر فی البدیہہ حل کر دیا میری اس تحریر کا یہ مقصد نہیں کہ شیخینؓ کا علم وسیع نہ تھا بلا شبہ وہ بھی دین کے بہت بڑے عالم تھے مگر اُن کو حضرت علی سے اعلم قرار دینا محض بے دلیل ہے۔

حضرت علیؓ باریک اور مشکل مسائل کو سب صحابہ کرامؓ سے زیادہ جانتے تھے جن سے لوگ حیران ہو جاتے ہیں۔

(انوار اللغت پارہ ۱۳ صفحہ ۸۲)

غلط فہمی کا ازالہ

آج کل بعض وہابیہ عوام کو کبھی یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ علامہ وحید الزماں پہلے شیعہ تھے پھر اہلسنت یا غیر مقلد ہو گئے چنانچہ اُن کی غیر مقلد ہونے سے قبل کی تصانیف میں عقیدۂ روافض پایا جاتا ہے اور کبھی یوں کہتے ہیں کہ پہلے اہلسنت یا غیر مقلد تھے بعد میں شیعہ ہونے کہ بعد کی کتب میں شیعوں کا عقیدہ پایا جاتا ہے۔ یہ چونکہ اِن لوگوں کا گھریلو معاملہ ہے اِس لئے ہم اِس میں مداخلت تو نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ علامہ وحید الزماں کی تمام تر تصانیف مع تراجم وحواشی صحاح ستہ المشہور میں اُن کا عقیدہ اہلبیتِ کرام کے بارے میں یہی ہے جس کا نمونہ اُوپر بیان ہوا اور یہ عقیدہ عین عقائد صحابہ اور سلف صالحین اہلسنت کے مطابق ہے، حالانکہ تقلید کے معاملہ میں وہ متعصب غیر مُقلد ہیں۔

بہر کیف ! علامہ وحید الزماں کے بارے میں ہمارا تحقیقی مقالہ اُن کی کتاب ہدیۃ المهدی جس کا ہم نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے میں مقدمہ کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں، تاہم یہاں پر اِسی کتاب انوار اللغت کے چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ کم از کم یہ کتاب اُن کے رافضی ہونے کے دور کی لکھی ہوئی نہیں۔

علامہ وحید الزمان دُشمنانِ اہلبیت کا تذکرہ کرنے کے بعد اِسی کتاب میں رقم طراز ہیں۔

دوسری طرف تبرائی رافضیوں کا شور ہے جو آنحضرتؐ کے جانثار اور مخلصین صحابہؓ اور خلفائے راشدینؓ اور محبوبہ خاص پیغمبر صاحب جناب اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بُرا کہتے ہیں اور خدا کے غضب سے نہیں ڈرتے۔

(انوار اللغت پارہ ۱۳ صفحہ ۸۶)

ہم اہلسنّت کا مشرب

کتاب مذکور میں اُنہوں نے اِس سے پہلے ایک مقام پر لکھا ہے،

ہم اہلسنّت کا یہ مشرب نہیں کہ کسی پر لعنت کرنا یا کسی فرد کو بُرا کہنا جزوِ ایمان سمجھیں جیسے حضرات امامیہ کا مذہب ہے۔

(انوار اللغت پارہ ۱۳ صفحہ ۱۰)

ابُوبکرؓ برحق خلیفہ ہیں

علامہ وحید الزماں آگے چل کر اِسی کتاب میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتِ حقہ کی تائید وتصدیق اِن الفاظ میں کرتے ہیں،

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا تو حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح ہوئی کیونکہ خلیفہ برحق نے اُنہیں خلیفہ بنایا،

(انوار اللغت پارہ ۱۸ صفحہ ۱۶)

علاوہ ازیں بھی اِس کتاب کا ایک ایک لفظ اُن کے غیر مقلد اور مسلکِ اہلسنّت پر گامزن ہونے کی نشان دہی کرتا ہے اور اِس پر سینکڑوں شواہد اِسی کتاب سے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر طوالت بیکار ہوگی مُشتے نمونہ ازخروارے کے طور پر مندرجہ بالا تین تحریریں اُن کے مسلک کی وضاحت کے لئے بہر طور کافی ہیں۔

اور بھی تو ہیں

بلاشبہ غیر مقلدین وہابیہ کے گروہ میں اکثریت اُنہیں لوگوں کی ہے جنہوں نے دین کا حلیہ بگاڑنے میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ اور اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ توحید کے نام پر توحید کی صورت مسخ کرنے والے یہی لوگ ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ اِن کے ہاں جو تصورِ رسالت وولایت پایا جاتا ہے اُس سے نہ رسُول کا رسول ہونا ثابت ہوسکتا ہے اور نہ کسی ولی کی ولایت کا اثبات ہوتا ہے۔

علاوہ ازیں! ان لوگوں کے خود ساختہ عقائد اِس قدر وُسعت اختیار کر گئے ہیں کہ دَورِ اول کے

خوارج ونواصب بھی سرپیٹ لیتے ہونگے جن کا نمونہ آپ اِس کتاب کے آئینہ میں دیکھ ہی چکے ہیں اور جلد سوم میں مزید ملاحظہ فرمائیں گے،

بایں ہمہ اِن لوگوں میں ایسے خوش نصیب حضرات کی کمی نہیں جو غیر مقلد تو ہیں مگر اہلسنّت کے پاکیزہ عقائد سے بھی یکسر تہی نہیں جن میں نواب صدیق حسن بھوپالی، حضرت علامہ وحید الزمان، حضرت علامہ سیّد سلیمان سلمان منصور پوری، حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہم اللہ تعالیٰ اور اِن جیسے دیگر اکابرین وہابیہ ہیں۔

انہی حضرات میں غیر مقلدین کے پیشواء ومقتداء گروہ 'غزنویہ' ہے جن میں حضرت علامہ سیّد داوٗد غزنوی اور حضرت علامہ سیّد ابوبکر غزنوی کی ذوات مبارکہ پیش پیش ہیں۔

بطورِ خاص وحید الزمان اور سیّد ابوبکر غزنوی دو بزرگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے فرقہ کے مطلق العنان علماء کی شدّت وحدّت کو نہ صرف قلب کی گہرائیوں سے محسوس کیا بلکہ اُنہیں عقائد حقہ کے قریب لانے کی بھی بھرپور کوشش کی خُدا تعالیٰ اُنہیں جزائے خیر دے اور اُن کو اپنا مقتدا تسلیم کرنے والوں کو اُن کی باتوں پر غور کرنے کی توفیق نصیب فرمائے،

معاف کیجئے گا

پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

قارئین ! معاف کیجئے گا کہ راہوارِ قلم بے قابو ہو کر ایک نئی سمت کو مُڑ گیا اور بات سے بات پیدا ہونے والی بات ہوگئی ہے مگر ہر بات میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوتی ہے اِس لئے آپ بھی میرے قلم کے ساتھ ساتھ چلیں اِنشاء اللہ آپ شریکِ سفر رہے تو راستہ دُشوار ثابت نہیں ہوگا اور پھر جلد ہی ہم اپنی منزل کی طرف لوٹ آئیں گے۔

جیسا کہ آپ اُوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ طائفہ غیر مقلدین میں خاندانِ غزنویہ معتدل مزاج لوگوں پر مشتمل تھا اور اُن لوگوں نے جب اپنے ساتھیوں کی اِسلام کے بنیادی عقائد سے برگشتگی ملاحظہ کی تو حتیٰ الامکان اُن کی اِصلاح کرنا چاہی مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی، کے مصداق نتائج برعکس ظہور پذیر ہو رہے ہیں۔

ذیل میں ہم اِس خاندان کے جلیل القدر بزرگ حضرت علامہ سیّد ابوبکر غزنوی کی چند عبارات پیش کر رہے ہیں جس سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ایک تو وہابیہ کو پتہ چل جائے کہ اُن کے علامہ وحید الزمان صاحب اگر محبت ومودّت اہل بیت رسول کا درس دیتے ہیں تو اِس کا مطلب اُن کا شیعہ ہونا نہیں لیا جا سکتا اور دُوسرا ہمارا مقصد یہ ہے کہ وہابیہ منزلِ خوارج میں داخل ہونے سے قبل ایک بار پیچھے مُڑ کر بھی دیکھ لیں، ہمیں

یقین ہے کہ اگر یہ لوگ تشدد و تعصب کو چھوڑ کر اِنصاف پسندی کا مظاہرہ کرنا شروع کردیں تو اِن کے ذاتی فائدے کے علاوہ ملک وملت کی سلامتی کی بھی بہت بڑی ضمانت ہوگی،

بہرکیف! حضرت علامہ سید ابوبکر غزنوی کی چند عبارات ملاحظہ فرمائیں۔

محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے

حضورِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جو جو اُنہیں محبوب تھا ہم بھی اُنہیں چاہیں اور اُن سے پیار کریں جن جن سے اُنہیں تعلق خاطر تھا ہم بھی ایک قلبی رابطہ اُن سے محسوس کریں اور اُن کا ادب واحترام کریں، اُن کی تعظیم وتوقیر رُوح کی گہرائیوں سے محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے۔ اور ہم محب رسول ہونے کا ہزار دعویٰ کریں اگر یہ کیفیت نہیں تو یہ حب رسول محض ایک فریب ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اسکی خوشبو بسی ہوتی ہے جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔

صحابہؓ سے پُوچھو

اِن کیفیتوں کا حال صحابہ کرامؓ سے پوچھو، آپ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا، صحابہ کرامؓ اُس پر جھپٹ پڑتے اور تبرکاً اور تیمناً اپنے جسم پر ملتے تھے، آپ کا لعابِ مبارک صحابہؓ کے ہاتھوں پر گرتا تھا آپ حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عاشقوں کا آپکے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ کے بالوں کو سر سے اُترتے ہی اُچک لیتے،

اہلِ بیت سے محبت کرو

ہاں تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے، اُس کی گلیاں عزیز، اُس کا آستانہ عزیز، اُس کا پیراہن عزیز، اُسکی جوتیاں عزیز، اُس کا گھرانا عزیز، اُس کے خادم عزیز،

پس اُس ذاتِ اطہر واقدس کی محبت کا بدیہی تقاضا ہے کہ اہلِ بیت سے محبت ہو جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

''احبونی لحب اللہ واحبو اہل بیتی لحبی''

(ترمذی)

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بنا پر میرے (اہلبیت) گھرانے کے افراد سے محبت کرو۔

پاکیزہ گھرانہ

پھر گھرانہ بھی وہ کہ خود خداوند تعالیٰ آخری صحیفۂ آسمانی میں اُن سے خطاب کرتا ہے اور اُن کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

(سورۃ الاحزاب آیت ۳۳)

اے پیغمبر کے گھر والو! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تم سے ہر طرح کی گندگی دُور کردے اور تمہیں پاک وصاف کردے۔

دُرودوسلام بھیجو

وہ جن کی عظمت وعزت کا یہ عالم ہو کہ قرآنِ مجید میں اُن پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو جب یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

(سورۃ الاحزاب آیت ۵۶)

"یعنی بلاشبہ اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر پر دُرود بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اِن پر درودوسلام بھیجو۔"

ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا،

امرنا اللّٰہ ان نصلی علیک یا رسول اللّٰہ ! فکیف نصلی علیک؟

یعنی یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر دُرود بھیجیں۔ آپ ہمیں سکھائیں کہ ہم آپ پر کیسے درود بھیجیں ؟

توآپ نے ارشاد فرمایا یوں کہو !

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰىٓ اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰىٓ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(صحیح مسلم جلد اول) (قربت کی راہیں صفحہ ۸۶،۸۷)

قرآن اور اہلِ بیت

وہ جن کے مجد و شرف کا یہ مقام کہ حجۃ الوداع کے خطبے میں کتاب اللہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کا ذکر کیا اور فرمایا !

''انا تارکٌ فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و اہل بیتی''

(مسلم)

یعنی میں تم میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑ چلا ہوں اور وہ دو چیزیں اللہ کی کتاب اور میرے گھرانے کے افراد ہیں۔

سفینہ نوح

وہ جن کی فضیلت کعبے کا دروازہ تھام کر آپ نے یوں بیان فرمائی۔

'' الا ان مثل اہل البیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبہا نجاء و من تخلف عنہاہلک۔''

(مسند امام احمد عن ابی ذر)

یعنی دیکھو! میرے اہلِ بیت کی مثال تم میں کشتیء نوح کی سی ہے جو اِس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو دُور رہا ہلاک ہوا۔

کیا سلوک کرتے ہو ؟

وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے آپ نے نصیحت فرمائی۔

ولن یتفر قا حتیٰ یر د علیٰ الحوض فانظرو اکیف تخلفونی فیہما

(مسند احمد)

''یعنی کتاب اللہ اور اہلِ بیت ہرگز ایک دُوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتیٰ کے وہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم اِن سے کیا سلوک کرتے ہو۔''

خصوصی محبت

بالخصوص حضرت حسن اور حسین علیہما السلام سے آپ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا۔ اُن کی پیدائش مبارکہ کے وقت خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے کان میں اذان دی تھی اور اشھد ان لا اِلٰہ الا اللہ کی صدا اُن کی رُوح میں اُتار دی تھی اور اپنا لعابِ دہن مبارک اُن کے منہ میں ڈالا تھا۔

آپ اُنہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے

مسند امام احمد میں ہے "یفھم الیہ حسناً وحسیناً" وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی سعادتِ عظمیٰ ہے جو حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کے حصے میں آئی۔

بارگاہِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جن کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ آپ فرمائیں۔

"ہذان ابنای و ابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما۔"

(ترمذی من تحفۃ الاحوزیہ ۳۳۹)

"حسنؓ اور حسینؓ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ! میں اِن سے محبت کرتا ہوں تو بھی اِن کو اپنا محبوب بنا اور جو اِن سے محبت کرے تو بھی اُس سے محبت کر۔"

سردارانِ جنت

وہ جن کے بارے میں آپ فرمائیں .

"الحسن و الحسین سیّد الشباب اہلِ الجنۃ"

یعنی حسنؓ اور حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں،

(ترمذی)

خطبہ چھوڑ دیا

وہ جن پر آپ کی شفقت کا یہ عالم تھا کہ آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ سُرخ قمیض پہنے ہوئے آئے اور چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اُترے اور دونوں کو گود میں اُٹھا لیا اور فرمایا !

"اللہ تعالیٰ نے سچ کہا ہے تمہارا مال اور اولاد آزمائش ہی تو ہیں میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ چلتے ہوئے لڑکھڑا رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور اپنی بات قطع کرتے ہوئے اِن کو اُٹھا لیا "

اصحابِ ثلاثہ تعظیم بجالاتے تھے

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے رحلت فرمائی تو بعض روایتوں کے مطابق حضرت حسینؑ کی عمر مبارک سات برس تھی اور البدائیہ والنہایہ میں ہے۔

''کان الصدیق یکرمه ویعظمه وکذالک عمر و عثمان۔''

یعنی حضرت ابو بکر صدیق ؓ حضرت حسین علیہ السلام کا احترام کرتے تھے اور اُن کی تعظیم بجالاتے تھے اور یہی حال حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا تھا۔

یہ بیان حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا تھا جو نہایت محتاط مورخ اور بلند پایہ محقق ہیں اور اُنہوں نے یہ کہا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت حسین علیہ السلام سے محبت کرتے تھے بلکہ یہ کہا ہے کہ اِس پانچ سات سال کے بچے کی تعظیم بجالاتے تھے۔

اِسی طرح صحابہ کرامؓ حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ کا بہت احترام کرتے تھے۔

ایک بار بہت سے لوگ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے تھے اتفاق سے حضرت امام حسین علیہ السلام کا اُدھر سے گزر ہوا تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہنے لگے۔

میں تمہیں بتاؤں کہ زمین میں رہنے والوں میں سے آج آسمان والوں کو کون سب سے زیادہ محبوب ہے اور وہ یہی ہے جو جا رہا ہے۔

صحابہ کرام کو جو محبت وعقیدت جنابِ حسنؑ اور جنابِ حسینؑ سے تھی اُس کا سرچشمہ وہی عشق اور والہانہ شیفتگی تھی جو اُن کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ گرامی سے تھی۔

اِک بات اُس میں پائی تھی شوخیٔ یار کی
ہم نے بھی اپنی جان لڑا دی قضا کے ساتھ

(قربت کی راہیں صفحہ ۸۸ تا ۹۰)

دِلوں میں جھانکو

پس جس گھرانے کی محبوبیت کا یہ عالم ہو اُس کی محبت اور یاد میں جو صبحیں اور شامیں بسر ہو جائیں حاصلِ عمر رہیں گی۔

اُن کی مدح و توصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں کم ہیں۔

اُن کی یاد رُوح کی پاکیزگی اور طہارت کا سامان ہے۔

ساتھیو! اپنے حریمِ دل میں جھانک کر دیکھو اگر اِس میں اہلِ بیت کی محبت اور بالخصوص حسینؑ بن فاطمہؑ کی محبت نہیں پاتے ہو تو یقین کرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریب

نفس ہے۔

صحابہ کرام کو دیکھو کہ آپ کا پسینہ، آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی حتیٰ کہ آپکا لعاب دہن مبارک بھی اُنہیں عزیز تھا۔

پھر آہ صد ہزاراں آہ حرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسینؓ بن علی فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور تعظیم سے خالی پاتے ہو یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اُتر جائے تو تم اُنکے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے

آہ! یہ کیسی للّٰہیت ہے کہ موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبرِ رسولؐ پر کھڑے ہو کر اُس محبوب کی بارگاہِ رسالت، اُس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔

وُہ گھرانا جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وُہ جنکی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان و اسلام کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہو گیا کہ تم اُن کی ہی عیب چینیاں کرتے ہو، پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لئے تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی، پھر تم اپنے لب و لہجہ کو تو دیکھو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن الجوشن، یزید اور ابنِ زیاد نے اہلِ بیت کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنا لیا ہے۔

حدیثِ قُدسی ہے !

''من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنتهٗ بالحرب''

جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے میں اُس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں،

حضرت حسینؓ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے، وہ صحابی بھی تھے اور اہلِ بیت میں سے بھی تھے، وہ صرف صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر علماء صحابہ میں سے تھے، وہ صرف اہلِ بیت ہی میں سے نہ تھے، محبوب بارگاہِ رسالت بھی تھے، پس حضرت حسینؓ کی شانِ اقدس میں گستاخی، اِن کی تنقیص، اُن کے بارے میں سوئے ادب سَراسَر موجبِ حرماں ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضلِ ربّ

(قربت کی راہیں صفحہ ۹۱، ۹۲)

جراحی کا عمل ناگزیر ہے

ساتھیو! محض تمہارا جی بہلانے کے لیے یا تمہیں خوش کرنے کے لیے تو میں وعظ نہیں کہتا، خدا تعالیٰ

محض اپنی رضا اور خوشنودی کے لئے وعظ کہنے کی توفیق دے، تمہاری رنجش اور تمہاری خوشنودی سے کیا ہوتا ہے۔

از ردّ و از قبول تو فارغ نشستہ ایم
اے آنکہ خوبِ ماشناسی از زشت ما

وہ بیماریاں جو تم میں اور مجھ میں نہیں ہیں میں اُن پر بات کیوں کروں کہ ایسا کرنا محض تضیع اوقات ہو، وعظ کہنے کا مقصد تو اصلاحِ حال ہے، کبھی مادۂ فاسد کے اخراج کے لئے جراحی کا عمل ناگزیر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ نشتر لگتا ہے تو مریض کو تکلیف ہوتی ہے مگر یہ تکلیف بڑی سُود مند ہے دوستو!

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

(قربت کی راہیں صفحہ ۹۲، ۹۳)

منبرِ رسول کی توہین

سیدابوبکر غزنوئیؒ کی کتاب "قربت کی راہیں" کے چند اقتباسات محض غیر مقلد حضرات کے مسلسل بگڑتے ہوئے عقائد کی اِصلاح کے لئے بلاکم وکاست تحریر کردیئے گئے ہیں ممکن ہے کہ عباسی وغیرہ کے دامِ تزویر میں پھنسنے والا نوگرفتار بلا اِن سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرلے۔

محترم غزنوی صاحب کی مندرجہ بالا عبارات اِس اَمر کی صاف طور پر غماز ہے کہ اُن کے اپنے فرقہ کے لوگ فی الواقع منبرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے ادبی اور توہین واہانت کے مرتکب ہوتے ہیں۔

بہرحال اُنہوں نے نہایت احسن طریقہ سے اپنی جماعت کی گرفت کی ہے اللہ تعالیٰ اُن کی اِس سعیٔ سعید کو منظور ومشکور فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلینؐ

یہ نئی بات نہیں

غیر مقلدین وہابیہ حضرات جو خود کو بزعمِ خویش اہلِ حدیث اور محمدی ہونے سے موسوم کرتے ہیں پیش ازیں بھی خوارج کے وضع کردہ مسائل پر ہی جان چھڑکتے تھے جس کے متعدد شواہد ہماری دیگر تصنیف کردہ کتب میں موجود ہیں تاہم اِن میں بعض ایسے اعتدال پسند حضرات موجود رہے اور ہیں جن کا مقصد محض تقلیدِ شخصی سے فرار حاصل کرنا تھا حالانکہ وہ بھی بیشتر مسائل اُن علماء سے اخذ کرنے پر مجبور ہیں جو بذاتِ خود تقلیدِ شخصی میں جکڑے ہوئے ہیں جیسا کہ ابنِ تیمیہ، حافظ ابنِ قیم، محمد بن عبدالوہاب نجدی وغیرھم۔

تاہم اِن لوگوں کو ایک امام کی بجائے متعدد مقلدین کی تقلید میں گرفتار ہونے کہ علاوہ اپنے طائفہ میں رہتے ہوئے بھی یہ امتیاز حاصل کر رہا کہ اُنہوں نے چند فروعی مسائل کے علاوہ اپنے منقولہ بالا اسلاف کی اُن باتوں سے سخت پرہیز کیا جو اُنہوں نے توہینِ خدا اور رسول اور اہانتِ اہلِ بیت و اولیاء کہ ضمن میں کی تھیں اِن خوش نصیب حضرات میں سے دو بزرگوں کی تصریحات قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

تاہم یہ اُمر مسلّم ہے کہ اِس غالی اور متشدد طائفہ کی اکثریت شروع سے ہی خوارج کے متعینہ راستوں پر گامزن بھی ہے اور اُن عقائد کی ترویج و ترقی کے لئے بھی کوشاں ہے اگرچہ برِ صغیر میں ان کی شدّت وحدت میں اضافہ چند سال قبل سے ہی ہوا ہے اور اہلِ بیتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں قابلِ مذمت گفتگو کا انداز بھی اُنہوں نے اپنے شیخ اور امام ابنِ تیمیہ کی منہاج السنتہ سے اپنایا ہے اور مقامِ رسالت وولایت کا توہین آمیز تعین بھی اُنہوں نے ابنِ تیمیہ اور حافظ ابنِ قیم کی کتاب الوسیلہ صراط المستقیم اور اغاثہ الافہان وغیرہ سے کیا ہے۔

اگر آپ غیرِ مقلد ہیں ؟

ہم یہاں ان لوگوں سے ایک سوال پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر آپ غیر مقلد ہیں تو پھر بطورِ خاص ابنِ جوزی، ابنِ تیمیہ اور ابنِ قیم وغیرہ کے اخذ کردہ مسائل کو کیوں حرزِ جاں بنا رکھا ہے آپ کا دعویٰ ہے کہ آپ مسائل ضروریہ کی تخریج قرآن وحدیث سے براہِ راست کرتے ہیں تو پھر آپ اس دعوے کو اپنے کردار و عمل سے مدلّل ومبرہن کیوں نہیں کرتے۔

کیا آپ کی مزعومہ صحاح کُتبِ ستہ میں ایسے عقائد موجود ہیں جو ابنِ تیمیہ وغیرہ نے بیان کئے ہیں؟

کیا اِن کتبِ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلِ بیت سے اِس قسم کا سلوک کرنا موجود ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا ان کتبِ حدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہی تصور پیش کیا گیا ہے جو آپ کرتے ہیں ؟

کیا اِس مزعومہ صحاح میں کوئی ایسی حدیث موجود ہے جس میں بتایا گیا ہو کہ ابن حزم اور ابنِ تیمیہ کے افکار کو ہی جزوِ ایمان بنا کر رکھنا ہے ؟

اگر یہ بات نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر آپ کیا ہیں؟ جو ایک طرف چاروں اماموں کی تقلید کو کفر تک کہہ دیتے ہیں اور خود ایک ایسے شخص کے دامِ تقلید میں پھنسے ہوئے ہیں جو مقلد بھی ہے اور نئے نئے عقائد بھی خود ہی وضع کرتا ہے۔

ہم باب دوم میں آپ کے امام ابنِ تیمیہ کا تبصرہ پیش کر رہے ہیں جو انہوں نے حدیثِ پاک "انا مدینة العلم و علی بابھا" پر کیا ہے تاہم پیش ازیں چند معتبر کتابوں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن میں اِس حدیثِ پاک کو درست تسلیم کر کے نقل کیا گیا ہے جبکہ ابنِ تیمیہ نے اِس حدیث کو قرآن و حدیث سے نہیں بلکہ اپنی عقل کے زور سے جھٹلاتے ہوئے مسترد کیا ہے۔

الموضوعات کا تعاقب

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے ابنِ جوزی کی کتاب "الموضوعات" کے ردّ و ابطال میں باقاعدہ طور پر ایک کتاب مسمّی بہ "التعقباتِ موضوعات" تالیف فرمائی ہے اور اِس میں حدیث پاک "انا مدینة العلم و علی بابھا" کے حسن حدیث ہونے پر بے شمار شواہد پیش کرتے ہوئے ابنِ جوزی کی تردید کی ہے تاہم آپ نے اسے دیگر متعدد کُتب کے علاوہ اپنی عظیم تالیف جامع الصغیر میں بھی نقل کیا ہے۔

اِس کتاب کے متعلق امام جلال الدین سیوطی دعوے سے کہتے ہیں کہ اس میں تخریج روایات کے معاملہ میں انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور کوئی وضعی اور جھوٹی روایت اِس کتاب میں موجود نہیں۔ آپ فرماتے ہیں،

"اقتصرت فیه علی الاحادیث وجیزه. ولخصت فیه من معادن الا ثربریزه و بالغت فی تحریر التخریج فترکت القشر وأ خذت اللباب وضته عما تفرد به وضاع أو کذاب"

(الجامع الصغیر مطبوعہ مصر ص ۲)

اب اِسی کتاب سے مذکورہ بالا حدیث کی عبارت ملاحظہ فرمائیں،

"انا مدینة العلم و علی بابها فمن أراد العلم فلیات الباب"

(الجامع الصغیر مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۱۰۷ بحوالہ ضعفا للعقیلی الکامل لابن عدی معجم الکبیر لاطبرانی، المستدرک للحاکم،)

علاوہ ازیں یہ حدیثِ پاک متعدد دیگر کتبِ احادیث و سِیَر میں بھی موجود ہے چند ایک کتابوں کے حوالے مع متن عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

المستدرک

" عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم انا مدینة العلم و علی بابها فمن

ارادالمدینۃ فلیات الباب۔"

دُوسری روایت ہے،

" انا مدینۃ العلم و علی بابہا من توی المدینۃ الامن قبل الباب"

(المستدرک جلد سوم ص ۱۲۶ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

دونوں روایتوں کا ترجمہ بالترتیب اس طرح ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہیں پس جو شخص شہر میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ دروازہ سے آئے۔"

" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں نہیں کوئی شخص آئے گا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا پڑے گا۔"

اب آپ مزید چند ثقہ کتابوں سے مذکورہ روایت مع اسناد ملاحظہ فرمائیں۔

اُسدالغابہ

أنباء نازید بن الحسن بن زید ابو الیمن الکندی وغیرہ کتابۃ قالو انباء نا ابو منصور زریق انباء نا احمد بن علی بن ثابت أنباء نا محمد بن أحمد بن رزق أنباء نا ابو بکر بن مکرم بن احمد بن مکرم القاضی حدثنا القاسم بن عبد الرحمن الانباری حدثنا أبوالصلت الهروی حدثنا ابو معاویۃ عن الاعمش عن مجاهد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۔ "انا مدینۃ العلم و علی بابها فمن أراد العلم فلیات بابہ"

(أسدالغابہ جلد چہارم صفحہ ۲۲)

علامہ عزالدین ابی الحسن المعروف ابنِ اثیر صاحب أسدالغابہ اس حدیث مقدسہ کے ضمن میں دیگر بھی متعدد شواہد پیش کرتے ہیں جو قارئین کی معلومات میں اضافے کے پیشِ نظر پیشِ خدمت ہیں یہ روایت ابو

معاویہ کے علاوہ اعمش سے بھی مروی ہے،

بہتر فیصلہ فرمانے والے

نیز شعبہ ابی اسحاق سے، وہ عبدالرحمن بن یزید سے، وہ علقمہ سے، وہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب تمام اہلِ مدینہ میں بہتر فیصلہ فرمانے والے تھے اور سعید ابنِ مسیب نے کہا کے سوائے حضرت علی ابن ابی طالب کے لوگوں میں سے کسی شخص نے بھی یہ نہیں کہا کہ مجھ سے جو چاہو پوچھ لو،

سب سے زیادہ علم والے

اور روایت بیان کی کہ یحییٰ بن معین نے عبدہ بن سلیمان سے اس نے عبدالمالک بن سلیمان سے کہ میں نے حضرت عطاء کی خدمت میں سوال عرض کیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں کوئی شخص ایسا بھی تھا جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے زیادہ علم رکھتا ہو؟ تو حضرت عطاء نے جواب میں کہا کہ! نہیں خدا کی قسم کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ عالم نہیں تھا۔

نو حصے علم حضرت علی کے پاس

نیز حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حصے علم حضرت علیؑ کے پاس تھا اور علم کے بقایا دسویں حصہ میں بھی آپ دُوسروں کے ساتھ شریک ہیں۔

رواہ غیر ابی معاویة عن الاعمش وروی شعبة عن ابی اسحٰق عن عبدالرحمٰن بن یزید بن علقمه عن عبد اللّٰه بن مسعود قال کنا نتحدث ان اقضیٰ اهل المدینة علی ابن ابی طالب ،وقال سعید بن المسیب ماکان أحد من الناس یقول سئلونی غیر علی ابن ابی طالب ، وروی یحییٰ بن معین عن عبدة بن سلیمان عن عبدالملک بن سلیمان قال قلت العطاء أکان فی الصحاب محمد اعلم من علی قال لاواللّٰه لااعلمه وقال ابن عباس لقد أعطی علی تسعة اعشا ر العلم وایم اللّٰه لقد لشارکهم فی العشر العاشر۔

(أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد چہارم صفحہ ۲۲ مطبوعہ بیروت)

اُسد الغابہ میں حضرت علی کریم علیہ السلام کے علم مبارک کے متعلق دیگر بھی کئی ایک روایات موجود ہیں جنہیں ہم کسی دُوسرے موقع پر بیان کریں گے۔ اور اُسد الغابہ کی اُوپر بیان کی گئی روایات بھی متعدد کتب مُعتبرہ سے اپنے اپنے مقام پر بیان کی جائیں گی۔ یہاں تو یہ بتانا تھا کہ جناب علی علیہ السلام کے علم مبارک کے متعلق کسی ایک روایت کا انکار کرنے والوں کو حاصل کیا ہوگا جب کہ ایک سے بڑھ کر ایک حدیث آپکی وسعتِ علمی کی روشن تر دلیل ہے۔

الاستیعاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ!

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اُس کا دروازہ ہیں، پس جو علم کا طلبگار ہوگا تو وہ دروازہ سے آئے گا۔"

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

" تم میں سے درست فیصلہ کرنے والے علی ابنِ ابی طالب ہیں۔"

عمر ابن الخطابؓ نے کہا کہ !

"ہم میں سب سے بہتر فیصلہ فرمانے والے علیؑ اور سب سے اچھے قاری ابیؑ ہیں۔"

عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " انا مدینة العلم و علی بابہا فمن اراد العلم فلیاته من بابه "

وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی اصابہ "اقضاہم علی ابن ابی طالب" وقال عمر بن الخطاب ! " علی اقضانا وابیؑ اقرونا "

(الاستیعاب فی اسماء الاصحاب مطبوعہ مصر جلد دو صفحہ ۸ سللعلامہ ابنِ عبدالبر)

کبھی غلطی نہیں کی

اسماعیل ابنِ خالد سے کہا کہ شعبی نے مغیرہ سے روایت بیان کی کہ میں حلف اٹھاتا ہوں کہ خدا کی قسم ! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کسی قضیہ کا فیصلہ فرماتے ہوئے کبھی غلطی نہیں کی۔

عن اسماعیل بن ابی خالد قال قلت للشعبی عن المغیرة حلف باللہ ما اختا علی فی قضاء وقضی به قط.

(الاستیعاب فی اسماء الاصحابللعلامہ ابنِ عبدالبر)

(مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۳۸)

ریاض النضرہ

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں"

یہ حدیث ترمذی نے بیان کی اور کہا کہ حدیث حسن غریب ہے۔

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ!

"میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں"

یہ روایت مصابیح میں حسن روایات میں آئی ہے۔

اور حدیث نقل کی ابو عمر نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہے اور یہ زیادہ کیا کہ جو چاہتا ہے کہ میں علم حاصل کروں تو اُسے چاہئے کے وہ دروازہ سے آئے۔"

سب سے زیادہ جانتے ہیں

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، آپ نے صحابہ کرام کو فرمایا کہ! تم لوگوں نے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کا فتویٰ کس سے لیا؟

اُنہوں نے عرض کیا کہ! حضرت علیؑ سے، تو جناب عائشہ صدیقہ نے فرمایا! "بیشک علیؑ سنت کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں۔"

عن علی علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! " انا دار الحکمة و علی بابھا " اخرجہ الترمذی وقال حسن غریب عن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! " انا دار العلم و علی بابھا اخرج فی المصابیح فی الحسن واخرجہ ابو عمر وقال " انا مدینة العلم و علی بابھا وزاد فمن ارادالعل فلیاتہ من بابہ۔"

عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت ! من اختاکم بصوم عاشورا؟ قالوا ! علی قالت " اما انہ اعلم الناس باسنة۔"

(ریاض النضرہ فی المناقب عشرہ للعلامہ محب طبری)

(جلد دوم صفحہ ۲۵۶)

الصواعق المحرقة

مشہور محدث امام ابنِ حجر مکی روافض کی تردید میں اپنی عظیم تصنیف صواعق مُحرقہ میں زیرِ بحث حدیث پاک کے متعلق تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے لکھا ہے۔

نقل کیا بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے اور طبرانی نے وحاکم نے، نیز نقل کیا عقیلی نے ضعفا میں اور ابنِ عدی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ترمذی و حاکم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

' میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اِس کا دروازہ ہیں اور جو کوئی ارادہ رکھتا ہے کہ علم حاصل کرے تو وہ دروازہ سے آئے۔''

اور دُوسری روایت ترمذی نے اِس طرح بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

'' میں حکمت کا گھر ہوں اور علیؑ اِس کا دروازہ ہیں''

اور آخری روایت اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! '' علیؑ میرے علم کا دروازہ ہیں۔''

بیشک اِس روایت کے متعلق لوگوں میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت جس میں ابنِ جوزی و نووی ہیں، اِس کو موضوع کہتی ہے حدیث کا علم رکھنے والوں کو حدیث اور طرق کے متعلق اُنکی معرفت کافی ہے، یہاں تک کہ بعض محقق محدثین نے کہا کہ نووی کے بعد ایسا کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا جو اُس کی برابری کر سکے۔

اور حاکم اپنی عادت کے مطابق اِس کو صحیح کہتے ہیں۔

اور راہِ صواب پر وہ متاخرین محقق ہیں جو حدیث کے علم پر اچھی طرح مطلع ہیں اور اُن کا بیان ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اِس حدیث کے حاشیہ پر عبدالوہاب عبداللطیف مدرس جامعہ ازہر رقمطراز ہے کہ سیوطیؒ نے کہا کہ درست بات یہ ہے کہ حدیث حسن ہے۔ صحیح نہیں جیسا کہ حاکم نے کہا اور نہ ہی یہ موضوع ہے جیسا کہ ابنِ جوزی و نووی کی جماعت کہتی ہے۔ اور اِس کی پوری وضاحت کتاب ''التعقبات'' میں ہے جو ابنِ جوزی کی کتاب ''الموضوعات'' کے رد میں تصنیف کی گئی ہے۔

اخرج البزار وطبرانی فی الاوسط عن جابر بن عبداللّٰہ والطبرانی والحاکم والعقیلی فی الضعفاء وابن عدی عن عمر

والترمذی والحاکم عن علی (علیہ السلام) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا فی روایتہ فمن ارادالعلم فلیات الباب وفی اخریٰ عند الترمذی۔

عن علی (علیہ السلام) "انادارالحکمۃ وعلی بابھاوفی اخریٰ عند ابن عدی علی باب علمی۔

وقد اضطراب الناس فی ہذا الحدیث فجماعۃ علی انہ موضوع منھم ابن الجوزی والنووی من یدافیہ علم الحدیث فضلا عن یسادیہ وبالغ الحاکم علی عادتہ وقال ان الحدیث صحیح وصوب بعض محقق المتاخرین والمطلعین علی الحدیث انہ حدیث حسن ومرالکلام علیہ (حاشیہ) قال السیوطی ہذا الحدیث حسن علی الصواب لاصحیح کما قال الحاکم ولا موضوع کما قالہ جماعتہ منھم ابن جوزی والنووی وقد بنیت حالہ فی التعقبات علی الموضوعات۔

(الصواعق المحرقۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲۲ للعلامۃ ابن حجر المکی)

فیض القدیر شرح جامع الصغیر مناوی

گذشتہ اوراق میں قارئین خاتم حفاظ مصر امام جلال الدین سیوطیؒ کی موضوعات وغیرہ سے پاک کتاب "جامع الصغیر" کے حوالہ سے حدیث پاک "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" کی تفصیل ملاحظہ فرما چکے ہیں۔اب "فیض القدیر شرح جامع الصغیر" سے اس حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں۔

دروازہ ضروری ہے

علامہ عبدالرؤف مناوی مذکورہ بالا کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا!

" میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں۔"

یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا شہر ہیں جو تمام تر معانی دیانیات کا جامع ہے۔لہٰذا ضروری

ہے کہ اس شہر کا دروازہ بھی ہو، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اس کا دروازہ ہے اور وہ دروازہ علیؑ ہے۔

پس جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے طریقہ کی اتباع کی تو وہ شہر میں داخل ہو گیا اور جو اس طریقہ سے پہلو تہی کرتے ہوئے بھول گیا تو وہ ہدایت کے راستے کو بھول گیا یعنی گمراہ ہو گیا اور ایسا ہی کتاب "تیسیر" میں ہے۔

"انا مدينة العلم وعلى بابها۔" فان المصطفیٰ المدينة الجامعته المعانی فی الديانيات كلهاولا بدلها من باب فاخبر ان بابهاهو علی فمن اخذ طريقتيه دخل المدينة ومن اخطأه اخطاطريق الهدىٰ وكذاقال فی التيسير۔

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر للعلامہ مناوی جلد اول صفحہ ۴۶ ۳)

کنز العمال

حدیث کی عظیم کتاب کنز العمال میں علامہ علی متقی ہندی زیرِ نظر حدیث درست سمجھتے ہوئے نقل فرماتے ہیں بلکہ اس پر اٹھائے گئے اعتراضات کو بھی رد کرتے ہیں۔

چنانچہ آپ نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں، نہیں کوئی داخل ہوگا شہر میں مگر اُسے دروازہ سے آنا پڑے گا۔"

امام ابن جریر نے کہا کہ اس حدیث پاک کی سند ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اس کو حاکم اور خطیب بغدادی نے صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی نقد رجال کی کتاب "لسان المیزان" میں رقم طراز ہیں کہ یہ حدیث کثیر طریقوں سے ثابت ہے اور اس حدیث کے بارہ میں فتویٰ دیتے ہوئے حافظ ابن حجر نے کہا کہ حاکم نے اس کو مستدرک میں نقل کیا اور کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے،

مگر ابن جوزی نے اس اَمر کی مخالفت کرتے ہوئے اس حدیث کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ اور کہا کہ یہ کذب ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ راہِ صواب ان دونوں کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث از قسم حسن ہے اور اس کے متعلق معتبر قول یہی ہے۔

سیوطیؒ کہتے ہیں کہ میں ایک زمانہ تک اس تحقیق کو صواب سمجھتے ہوئے اس حدیث کو حسن تسلیم کرتا رہا اور یہی جواب دیتا رہا اور پھر جب میں نے اس حدیث کے متعلق ابن جریرؒ کی تصحیح دیکھی جو انہوں نے "تہذیب الآثار" میں آنے والی حضرت علی کی روایت کردہ اس حدیث پر لکھی ہے۔ اور حاکم کی اس تصحیح پر غور

کیا جو انہوں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ کی بیان کردہ روایت پر کی ہے تو میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے اس امر میں استخارہ کیا حتیٰ کے مجھے یقین ہوگیا کہ یہ حدیث مرتبہ حسن سے بلند ہے اور صحیح کے درجہ پر پہنچ چکی ہے۔

قال ابن جرير هذا خبر عندنا صحيح سند وصحيحه الحاكم والخطيب وقال الحافظ ابن حجر فى لسانه هذاالحديث له طرق كثيرة وقال فى فتوىٰ هذاالحديث اخرجه الحاكم فى المستدرك وقال انه صحيح وخالف ابنِ جوزى تذكرة فى الموضوعات وقال انه كذب والصواب خلاف قولهما معا ان الحديث مثل من القسم لحسن وهذا هوالمعتمد فى ذالك وقال السيوطى وقد كنت اجيب بهذاالجواب دهراً الى ان وقفت على تصحيح ابن جرير لحديث على فى تهذيب لآثار مع تصحيح الحاكم لحديث ابن عباس فاستخرت الله وجزمت بارتقاء الحديث من مرتبته الحسن الى مرتبته الصحته ۔ والله اعلم۔۔

(کنزالاعمال جلد ششم صفحہ ۴۰۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن)

بارِ دیگر

علامہ علی متقی ہندی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث پاک کو مذکورہ بالا کتاب میں دُوسری جگہ مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں پس علم حاصل کرنے والے کو دروازہ سے آنا پڑے گا"

اس روایت کو عقیلی، ابن عدی، طبرانی، حاکم اور ابنِ جریر نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔

اور ابنِ عدی، حاکمؒ، ابنِ جریر اور ابو نعیم نے "المعرفت" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے صرف اسی قدر حدیث بیان کی ہے کہ اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِيٌّ بَابُهَا

قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم "انا

مدینة العلم و علی بابھا فمن ارادالعلم فلیأت وراوہ العقیلی
وابنِ عدی والطبرانی والحاکم ابن جریر عن ابن عباس
وابن عدی والحاکم ابن جریر وروی ابو نعیم فی المعرفة
عن علی الیٰ بابھا۔

(کنزالاعمال جلد ششم صفحہ ۱۵۲ للعلامہ علی المتقی الہندی)

الانتباہ فی سلاسل الاولیا

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کو نسبت طریقت بیان کرتے ہوئے تلمیح کے طور پر یوں نقل کرتے ہیں کہ حضرت حسن بصری قدس اللہ کی معروف نسبت باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف و مشہور ہے۔اور دوسرے طریقہ پر امام جعفر صادق سے ان کے آباؤ اجداد کرامؑ کے ذریعہ بابِ مدینۃ العلم کرم اللہ وجہہ الکریم تک معروف ہے،

الحسن البصری قدس اللہ ونسبتہ معروف الی باب مدینة
العلم معروف ومشھور ھھنا وطریق الخری الامام جعفر
عن ابا وجدا الیٰ باب مدینة العلم معروفتہ۔

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء صفحہ ۸ للعلامہ الشاہ ولی اللہ دہلوی)

شرح فقہ اکبر

موضوعات کبیر کے علاوہ مشہور فقیہ و محدث مُلّا علی قاری حنفی نے شرح فقہ اکبر میں زیرِ نظر حدیث پاک کو اس طرح بیان کیا ہے،

اور کبار صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے انتہائی مشکل مسائل دریافت کئے اور آپ ہی کہ فتاویٰ کی طرف رجوع کیا آپ کے فضائل مشہور اور بہت زیادہ ہیں جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اِس فرمانِ مقدس کی تائید کرتے ہیں کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور یہ کہ علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) تم میں بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔"

والمعضلات التی سالہ کبار الصحابة ورجعوا الیٰ فتوة
فیھا فضائل کثیرة شھیرة تحقق قولہ علیہ السلام "انا
مدینة العلم وعلی بابھا" قولہ علیہ السلام اقضاکم علی۔۔

(شرح فقہ اکبر مطبوعہ مصر صفحہ ٦٧)

صرف حوالے دیکھ لیں

اگرچہ یہ حدیث تفسیر و حدیث تاریخ و سیر اور فقہ وغیرہ کی سینکڑوں کتب میں موجود ہے تاہم مضمون کو مختصر کرتے ہوئے یہاں پر چند کتب کے حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ زیرِ بحث حدیث پاک کے ضمن میں مختلف قسم کی مباحث ابھی باقی ہیں جن میں ابنِ تیمیہ کے اعتراضات کے جوابات کے علاوہ یہ بتانا بھی ابھی باقی ہے کہ اِس حدیث میں حضرت علی کے سواء دوسروں کی شراکت محض کسی کا تخیلاتی شاخسانہ ہے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا، بہرحال آپ یہاں حدیث "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" اور "انا دار الحکمت علی بابھا" کے ضمن میں حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

(فیض القدیر زرکشی ج ۳ ص ۴۷) (سراج المنیر شرح جامع الصغیر عزیزی ج ۲ ص ۹۳)

(تہذیب التہذیب عسقلانی ج ۷ ص ۳۳۷) (مطالب المسئول محمد بن طلحہ شافعی ص ۲۲)

(لسان المیزان عسقلانی ج ۳ ص ۱۲۸) (فتاوی حدیثیہ ابن حجر ہیثمی ص ۱۲۶، ۱۹۷)

(تذکرہ سبط ابن جوزی ج ۱ ص ۴۳ ص ۴۹) (مجمع الزوائد ابن حجر ہیثمی ج ۹ ص ۱۱۴)

(مناقب للموفق بن احمد حنفی ص ۴۹) (اسنی المطالب شمس الدین جزری ص ۱۴)

(الف، باء ابن الشیخ ج ۱ ص ۲۲۲) (تذکرۃ الموضوعات طاہر پٹنی ج ۱ ص ۹۲)

(البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج ۷ ص ۳۵۸) (بہجۃ النفوس ابن ابی جمرہ ج ۲ ص ۱۷۵)

(الدرر المنتثرۃ سیوطی) (فتوحات اسلامیہ دحلان مکی ج ۲ ص ۵۱۰)

(مع فتاوی حدیثیہ ابنِ حجر ص ۴۳) (مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۲۶۱)

(اسعاف الراغبین مع نور الابصار ص ۱۵۶) (مقتل الخوارزمی ج ۱ ص ۲۶۱)

(مقتل الامام سبط للموفق ص ۴۳) (فصول المہمہ صباغ مالکی ص ۱۸)

(الکفایہ الکنجی شافعی ص ۹۸) (الفائق زمخشری ج ۲ ص ۲۸)

(روح المعانی ج ۱ ص ۱۳، ج ۷ ص ۳)

مندرجہ بالا حوالہ جات حدیث پاک اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کے متعلق ہیں جبکہ حدیث شریف "انا دار الحکمت وعلی بابھا" کے سینکڑوں حوالہ جات ابھی باقی ہیں جن میں سے چند ایک حوالہ جات کسی دوسرے مقام پر پیش کریں گے،

تاہم اب باب دوم شروع ہوتا ہے جس میں زیرِ نظر حدیث کے بارے میں مخالفین کے اعتراضات اور خود ساختہ عبارات کا مخلصانہ محاکمہ کیا گیا ہے۔

باب دوم

حدیث

اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُهَا

پر اعتراضات کا محاکمہ

بات آگے بڑھے گی

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانِ مقدس "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" زیرِ نظر عنوان "قرآن اور علی" میں خاص اہمیت کا حامل ہے اس لئے بات مزید آگے بڑھے گی، ممکن ہے کچھ حضرات طوالتِ مضمون کو ذہنوں پر بار محسوس کریں تاہم انہیں بھی اِس کی افادیت سے انکار نہیں ہوگا۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ!

"میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اِس کا دروازہ ہیں اور کوئی بھی شہر میں بغیر دروازہ کے داخل نہیں ہوگا"

اگرچہ جدید دور کے شہروں کو مختلف نئے نئے طریقوں سے آباد کیا جا رہا ہے تاہم تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ چند صدیاں قبل جو بھی شہر آباد کئے جاتے رہے اُن میں شہر پناہ کا وجود لازمی اور قطعی ہوتا تھا اور اُس میں ایک یا ایک سے زائد دروازے رکھے جاتے تھے۔

حالانکہ یہ حقیقت بھی ناقابلِ تردید ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ کے دور میں مدینۃ المنورہ زاد اللہ شرفہا و دیگر قرب وجوار اور دُور دراز کے جس قدر بھی شہر تھے اُن کا صرف ایک ہی دروازہ ہوتا تھا۔ اور اِس طریقہ سے شہر آباد کرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اگر کوئی غنیم شہر پر حملہ آور ہو تو شہر کے لوگ اگر فوری طور پر طاقت کا جواب طاقت سے نہ دے سکتے ہوں تو شہر کا دروازہ بند کر دیں اور دروازہ کے اندرونی جانب فوج متعین کر کے خود کو محصور کر لیں۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ دروازہ صرف دُشمنوں پر ہی بند کیا جاتا ہے، دوستوں پر نہیں۔ دوستوں کے لئے دروازے ہر وقت کُھلے رہتے ہیں۔ آئندہ اوراق میں اس اَمر کی وضاحت نہایت دلچسپ اور خوبصورت پیرایہ میں ہدیۂ قارئین کی جائے گی۔ فی الحال تو یہ بتانا مقصود ہے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس حقیقت کا صاف طور پر غماز ہے کہ آپ کی ذاتِ اقدس سے حصولِ علم و عرفان صرف اور صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وسیلہ، جلیلہ سے ہی کیا جا سکتا ہے خواہ وہ علم قرآن و حدیث کا ہو یا فقہ و تفسیر کا، قرآنِ مجید کے ظاہری مطالب و معانی ہوں یا باطنی اسرار و رموز، بغیر تاجدارِ ہل اتیٰ بابِ مدینۃ العلم سیدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی وساطت معظمہ کے نہ کسی کو حاصل ہو سکے اور نہ آئندہ ہو نگے۔

ابنِ تیمیہ اس حدیث کو موضوع قرار دینے کے لئے جو استدلال پیش کرتا ہے وہ یہی ہے کہ چونکہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد علوم جو فقہ وحدیث اور تفسیر و تاویل کے متعلق ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علاوہ دیگر متعدد صحابہ کبار کے ذریعہ سے بھی لوگوں تک پہنچے ہیں اور حضرت علیؑ کے علم سے محض کوفہ وغیرہ کے شہریوں نے استفادہ کیا ہے اس لئے یہ غیر ممکن ہے کہ حضرت علی، علم کے شہر کا دروازہ ہوں

ابن تیمیہ اپنے اس واہمے اور قیاس کو درست ثابت کرنے کے لئے بزعم خویش مضبوط ترین استدلال پیش کرتا ہے۔ مگر واہمہ، واہمہ ہی رہا خواہ اس کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے کتنا ہی زور صرف کردیا

چونکہ موجودہ دور کے خوارج نے اس واہمے میں مزید رنگ آمیزی کرتے ہوئے اُلٹی قلابازیاں لگانی شروع کردیں ہیں لہٰذا درج ذیل تحریر پھر پڑھیں۔

اُلٹی قلابازیاں

اگر یہ دونوں باتیں غلط ہیں تو پھر صحیح بات یہی ہے کہ ان صحابہ نے مدینۃ العلم یا دارالحکمۃ سے براہِ راست علم وحکمت کی تعلیم حاصل کی تھی اور یہ سب حضرت علیؑ کی طرح شہر علم اور حکمت کا دروازہ تھے۔

اب غور فرمایئے کہ حدیث " اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا " اگر صحیح ہے اور اس کا وہی مطلب درست ہے جو بیان کیا جاتا ہے تو آخر اُن حدیثوں کے متعلق کیا کہا جائے گا۔ جو دوسرے صحابہ کے متعلق معتبر سندوں سے وارد ہوئی ہیں؟ اور اسے کیسے صحیح سمجھ لیا جائے کہ علی مدینۃ العلم کے واحد باب ہیں۔ اور جس کو شہر میں داخل ہونا ہے وہ صرف اسی ایک دروازہ سے داخل ہو سکتا ہے۔

زیادہ سے زیادہ اگر تسلیم کیا جا سکتا ہے تو یہی صحیح ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے دروازوں سے ایک دروازہ علی ہیں۔ اس کے خلاف دیلمی نے فردوس میں اسے ان الفاظ میں لکھا ہے۔

"میں علم کا شہر ہوں، ابوبکر اس کی بنیاد ہیں، عمر اس کی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

اب بتایئے کیا بغیر بنیاد، دیواروں اور چھت کے دروازہ ممکن ہے کھلی ہوئی بات ہے کہ گھر کا تصور اُسی وقت ہو سکتا ہے جب یہ چاروں اجزاء مرکب ہوں، ان میں سے کسی ایک کو علیحدہ کردیجئے نہ گھر کا تصور ہو سکتا ہے نہ دروازہ کی اہمیت۔

(سادات بنو اُمیہ صفحہ ۳۱۳)

زیادہ ہولناک ہے

متذکرہ وضعی ٹکڑوں سے مملو روایت ہمارے نزدیک ابن تیمیہ یا اُس کے پیش رو کے صحیح حدیث کو

وضعی ثابت کرنے سے زیادہ وحشت ناک اور ہولناک ہے،

اگر یہ روایت اصحاب ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زیادہ سے زیادہ فضائل ومناقب بیان کرنے تک ہی محدود ہوتی تو خواہ یہ انتہائی حد تک بھی ضعیف ہوتی تو اسے زیرِ بحث نہ لایا جاتا کیونکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث بھی محدثین کے نزدیک مقبول ہے۔ مگر یہ واہی روایت تو اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھی باعث اذیت ہے کیونکہ وہ مقدس بزرگ ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے کہ کوئی شخص انہیں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فوقیت دینے کی جسارت کرے جب کہ اِس روایت میں نہ صرف یہ کہ اصحابِ ثلاثہ کو حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برتر ثابت کیا گیا ہے بلکہ تاجدارِ انبیاء ومرسلین کی توہین و اہانت کرنے کا کھلم کھلا ارتکاب کیا گیا ہے۔

جہاں تک اصل حدیث میں ضم کئے گئے اضافی ٹکڑے کے وضعی ہونے کا تعلق ہے تو اِس کے لئے صرف یہی بتا دینا کافی ہوگا کہ اِسے سب سے پہلے نقل کرنیوالے نے بھی بغیر کسی سند کے ہی نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں سب سے بڑی بات یہ کہ متقدمین میں سے کسی بھی محدث یا غیر مجتہد نے اِسے تحسین کی نظروں سے نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی حدیث کی ثقہ کتاب میں اِس کو جگہ مل سکی اور نہ ہی کسی محدث نے اس کی صحت پر کوئی دلیل قائم کی، بلکہ اِس کی تضعیف وتردید کرتے ہوئے اِسے رکیک الفاظ کا مجموعہ قرار دیا ہے۔ البتہ متاخرین میں سے معدودے چند لوگوں نے اس کی خوب پذیرائی کی ہے جسے ہرگز نہیں سراہا جا سکتا۔

ہم اِس ملغوبے کو نقل فرمانے والے بزرگوں کی نیتوں کو تشکیک واشتباہ کی نظر سے دیکھنے کے مجاز تو نہیں تاہم اُن کی سادگی کی داد ضرور دیں گے۔ کیونکہ اُنہوں نے کئی دیگر روایات کی طرح خلافتوں کی ترتیب کے قائم کردہ طریقِ فضیلت کے پیشِ نظر اِس ملغوبے کو قبول فرمالیا، مگر یہ خیال نہ کیا کہ اِس مفروضے کو وضع کرنے والے نے اصحابِ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حقِ محبت عطا کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین وتنقیص کرنے میں کون سی کسر باقی چھوڑی ہے۔

مطلب اِس کا یہ ہوگا

اس ملغوبے کے محض اس ایک جملہ پر ہی غور فرمائیں کہ اگر حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا شہر ہوں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اِس شہر کی اساس اور بنیاد ہوں تو جوہر کائنات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصل واساسِ کائنات ہونگے یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فرع قرار پائیں گے۔

خوب غور کیجئے کہ اِس اندازِ فکر کے مطابق آپ کے لامتناہی علوم کا حصول براہِ راست اللہ تبارک وتعالیٰ سے ثابت ہوگا یا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وساطت اور ذریعہ سے۔

تعجب ہے کہ اِس عظیم و جلیل ہستی کی اساس و بنیاد کسی اور کو قرار دے دیا جائے جو خود اساس و بنیادِ کائنات اور وجہِ کن فکاں ہو، باعثِ تخلیق کون و مکاں اور ہر عِلّت کی علتِ غائیہ ہو، جس کا علمِ پاک اوّلین و آخرین کے علوم پر محیط ہو، لوح و قلم کے تمام تر علوم جس کے لامتناہی علم کا ایک حصہ ہوں۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبداءِ تخلیق کائنات اور جوہرِ اوّل ہیں باوجود تولید کی حیثیت سے آپ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں مگر تخلیق کے اعتبار سے آپ حضرت آدمؑ کے بھی باپ ہیں علامہ اقبال فرماتے ہیں

جوہرِ اُو نے عرب نے عجم است
آدم است و ہم ز آدم اقدم است

شہر کہاں گیا؟

اور پھر بات یہاں پر ہی کب ختم ہوتی ہے بلکہ الحاقی عبارت کے باقی ماندہ دونوں ٹکڑے بھی شامل کر لئے جائیں تو اصل حدیث میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اپنے متعلق فرمائے گئے ارشاد ''انا مدینۃ العلم'' کی ہی تکذیب ہو جاتی ہے۔

حضور تاجدارِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء فرماتے ہیں کہ ''میں علم کا شہر ہوں'' مگر اِس الحاقی روایت کے مطابق شہر کا تصور کسی بھی طریقہ سے قائم رکھا ہی نہیں جا سکتا۔

اگر جناب صدیق اکبرؓ اساس و بنیاد، جناب فاروقِ اعظمؓ دیوار اور حضرت عثمانؓ چھت ہوں تو یہ کسی ایک محدود کمرے کا نقشہ تو بن سکتا ہے مگر شہر متصور نہیں ہو سکتا اِس لئے کہ پوری دُنیا کے نقشہ پر ایسے کسی بھی شہر کا وجود کبھی نہیں رہا جس کو ایک ہی چھت سے چھتا ہوا ہو۔

حضور امام الانبیاء، تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم افصح الناس بھی ہیں اور تمام مغیبات وظہورات کے جاننے والے بھی اندریں حالات یہ کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ بات تو شہر کی کر رہے ہوں اور نقشہ ایک کمرے کا پیش کریں۔ اور کمرہ بھی ایسا جس کی بنیاد اور دیوار بھی آپ نہ ہوں اور چھت بھی کوئی تیسری ہستی ہو کس قدر تحیر انگیز اور تعجب خیز بات ہے کہ ایسا کمرہ جس کو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی ذات سے منسوب قرار دے کر اُس کا نام شہر تجویز فرمائیں اور اُس میں آپ کا وجودِ مسعود کمرہ کی کھڑکی اور روشندان کی صورت میں بھی ظاہر نہ ہوتا ہو۔

ممکن ہے کہ روایت وضع کرنے والے کو اِس اَمر کا خیال ہی نہ آیا ہو کہ اِس قسم کے عجوبہ روزگار شہر میں کھڑکی اور روشندان وغیرہ کی بھی گنجائش ہوتی ہے ورنہ وہ اِس افسانے کو مزید نکھارنے کے لئے یہ اضافہ ضرور کرتا کہ جنابہ ہندہ اِس کی کھڑکی اور جناب ابوسفیان اِس کا روشندان ہیں۔

کیونکہ یارلوگوں نے ایک ایسی بھی روایت گھڑ رکھی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ " میں علم کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ اور معاویہ اس کا پرنالہ یا دروازے کی چوکھٹ ہے۔"

تیرے مُحیط میں حباب

تاجدارِ انبیاء، سید المرسلین، رسولِ غیب دان، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شانِ اقدس کا قرآن و حدیث میں مشاہدہ کیا تو شاعرِ مشرق ترجمانِ اہلسنت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ یوں بارگاہِ مصطفوی میں عرض پرداز ہوئے،

لوح بھی تُو ، قلم بھی تُو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے مُحیط میں حباب

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! لوح بھی آپ کی ہی ذاتِ اقدس ہے اور قلم بھی آپ ہی کا وجودِ اقدس ہے یہی نہیں بلکہ محبوب! آپ کا وجودِ باجود ہی کتاب ہے اور یہ گنبدِ آبگینہ رنگ یعنی آسمان تو آپ کی ذاتِ اقدس کے بحرِ بیکران میں بلبلے کی حیثیت رکھتا ہے۔

شہر کا دروازہ ہی ہوسکتا ہے

قارئین حضرات! ایک پتے کی بات ہمیشہ یاد رکھیں کہ صفات ذات کا غیر نہیں ہوتیں اور پھر صفت علم تو وہ صفت ہے جس کے متعلق صوفیاء اور علمائے حقہ کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ اِسے ذات سے الگ تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

ہوسکتا ہے کہ آئندہ اوراق میں اِس ضمن میں تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوجائے تاہم صرف یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود کو علم کا شہر فرمایا ہے تو اِس سے مُراد آپ کی ذاتِ اقدس ہی ہے جس کا دروازہ ہوتا تو قطعی طور پر درست اور بدیہی امر ہے لیکن اِس شہر کی تعمیر و تکمیل میں کسی دُوسرے کی شرکت کا تصور بالکل ایسے ہی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ آپ کا نور مبارک فلاں فلاں کے نور سے مکمل کیا گیا یا آپ کا خمیر (معاذ اللہ) فلاں فلاں کے خمیر کو ایک جگہ کرنے سے تیار ہوا۔

اُمید ہے ہمارے قارئین اِس صورتِ حال کو بہتر طور پر سمجھ چکے ہونگے جو اِس الحاقی عبارت کو تسلیم کرلینے سے سامنے آتی ہے۔

یہاں ہم خاص طور پر مذہب حقہ سوادِ اعظم اہلسنت و جماعت کے علمائے کرام کی خدمت میں مودبانہ اِلتماس کریں گے کہ وہ محض خلفائے اربعہ کے فضائل کا توازن برقرار رکھنے کے لئے خود کو غیر متوازن نہ کرلیا کریں اور اُن روایات کو بیان کرنے سے اِجتناب کیا کریں جن میں کسی بھی طریقہ سے اہانتِ مصطفی

علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی چھوٹے سے چھوٹا پہلو بھی موجود ہو، کیونکہ ایسی کوئی صحیح روایت موجود ہی نہیں جس میں توہینِ مصطفیٰ پر مبنی کوئی ایک جملہ بھی پایا جاتا ہو بلکہ اِس قسم کے توازن پیدا کرنے کی کوشش میں حدیث گھڑنے کی کوشش وہی شخص کر سکتا ہے جس کا اپنا ذہنی توازن بگڑ جائے کیونکہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا واضح طور پر یہ ارشاد موجود ہے کہ !

"وہ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا یعنی ایسی بات جو میں نے نہیں کہی دانستہ مجھ سے منسوب کر دی تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے"

دُودھ کا دُودھ پانی کا پانی

زیبِ عنوان حدیثِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء چونکہ ہمارے اِس مضمون میں اخص الخاص اہمیت کی حامل ہے اِس لئے مناسب یہی ہے کہ اِس کے ہر گوشہ کو کھلے طور پر سامنے لایا جائے، اگرچہ ایسا کرنے سے مضمون خاصا طویل ہونے کا واضح اِمکان موجود ہے۔ تاہم کوشش کی جائے گی کہ معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ قارئین کی دلچسپی برقرار رہے۔

چنانچہ سب سے پہلے ہم اصل حدیث اور اِس کے مابین معلّق کئے گئے ٹکڑے کی وہ حیثیت پیش کریں گے جو محدثینِ کرام نے بیان کی ہے۔ اور اِس انکشافِ حقیقت کے لئے سب سے پہلے علامہ سخاوی علیہ الرحمۃ کی کتاب "مقاصد الحسنہ" کی وہ طویل عبارت پیش کی جائے گی جس میں اصل حدیث پر ناقدینِ حدیث کی جرح وتعدیل بھی موجود ہے۔ اور اُن وضعی جملوں کی وضاحت بھی موجود ہے جو اِس میں زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اگرچہ اِس بحث کا ابتدائی حصہ پہلے بیان ہو چکا ہے مگر مسئلے کی رُوح تک پہنچنے کے لئے پوری کی پوری بحث بیک وقت سامنے رکھنا ناگزیر ہے،

پُوری اور اصل حدیث

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

اِس حدیث کو حاکم نے مُستدرک کے باب مناقب میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں اور ابو شیخ ابن حیان اور دیگر تمام ناقلین نے ابی معاویہ ضریر کی حدیث سے اُنہوں نے اعمش سے اُنہوں نے مجاہد سے اُنہوں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اِسے مزید اِس جُملہ کے ساتھ مرفوعاً بیان کیا ہے کہ !

"فمن اتیٰ العلم فلیأت الباب"

گویا یہ پوری حدیث مع الاسناد اس طرح ہے کہ

عن ابی معاویة الضریر عن الاعمش عن مجاھد عن ابنِ عباس قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

''انا مدینة العلم و علی بابھا فمن أتی العلم فلیات الباب''

یعنی، ''میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں پس جو حصولِ علم کا طلبگار ہے وہ دروازہ سے ہی آئے گا''

ایسی ہی دُوسری حدیث

جامع ترمذی کے باب المناقب میں ترمذی نے، ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں اور اِن دونوں کے علاوہ دیگر لوگوں نے حدیثِ علیؓ کے متعلق بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !'' انا دار الحکمتہ و علی بابھا'' یعنی '' میں دار الحکمت ہوں اور علیؓ اِس کا دروازہ ہیں ''

ورواہ الترمذی فی المناقب من الجامعہ و أبو نعیم فی الحلیة و غیر ھما من حدیث علی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قال انا دار الحکمة و علی بابھا ..

یہ حدیث ناقدین کی نظر میں

دار قطنی نے العلل میں اِس دُوسری حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ مضطرب غیر ثابت ہے۔ اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے جیسا کہ اُس کے اُستاد بخاری نے کہا ہے کہ یہ اُس کے نزدیک صحیح وجہ سے نہیں۔

قال الدار قطنی فی العلل عقب ثانیھما . انہ حدیث مضطرب غیر ثابت. وقال ترمذی انہ منکر وکذا قال شیخہ البخاری وقال! انہ لیس لہ وجہ صحیح۔

اور ابنِ معین نے کہا کے اِس کے بارے میں خطیب نے تاریخ بغداد میں جو حکایت بیان کی ہے وہ جھوٹ اور بے اصل ہے۔

وقال ابن معین فیما حکاہ الخطیب فی تاریخ بغداد انہ کذب لا اصل لہ۔

پہلی حدیث پر تبصرہ

پہلی حدیث یعنی اَنَا مَدِینَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کے بارے میں مخالفین کا تعاقب کرتے ہوئے حاکم نے کہا کہ یہ صحیح الاسناد ہے،

وقال الحاکم عقب اولھما انہ صحیح الاسناد

دونوں موضوع ہیں ؟

ابنِ جوزی نے اِن دونوں حدیثوں کو دو وجہوں سے موضوعات میں شامل کیا ہے، اور ذہبی وغیرہ نے اس پر اس کی موافقت کی ہے،

ورواہ ابن الجوزی من ھٰذین الوجھین فی الموضوعات ووافقہ الذھبی وغیرہ علیٰ ذالک۔

ابنِ جوزی کا تعاقب

اور ابنِ دقیق العید نے اُن کے قول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے اور کہا کہ یہ باطل ہے، اور وہ لوگ جو توقف کرتے ہیں وہ اِس طرف نہیں گئے کہ یہ روایت کذب کے حکم میں داخل ہے بلکہ صرح علائی توقف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ محلِ نظر ہے اور کہتے ہیں کہ اس کے درمیان میں ابی معاویہ راوی کی شہادت ہے جو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کرتا ہے۔ اور وہ ہمیشہ اِس کے سوا یعنی غلط روایت سے پرہیز کرتا ہے اور کہا کہ ابو معاویہ ثقہ، حافظ حدیث اور ابنِ عینیہ وغیرہ افراد کے ساتھ لائقِ حجت ہے۔ پس اِس حدیث پر کذب کا حکم لگانا یقیناً غلط ہے۔

اور فرمایا کہ اِس میں ہرگز ایسے الفاظ منکرہ نہیں ہیں جن کا عقول انکار کریں بلکہ یہ اُس حدیث کی طرح ہے جس میں ہے "میری اُمت پر میری اُمت کے ساتھ رحم کر" پس یہ حدیث ہرگز جھوٹی نہیں۔

واشار الی ھذہ ابن دقیق العید ، بقولہ ! ھٰذا الحدیث لم یثبتوہ ، وقیل انہ باطل وھو مشعر بتوقفہ فیما ذھبوا الیہ من الحکم بکذبہ۔

بل صرح العلائی بالتوقف فی الحکم علیہ بذالک فقال ! وعندی فیہ نظر . ثم بین ما یشھد لکون ابی معاویۃ

راوی حدیث ابن عباس حدث به فزال المحذور ممن هودونه۔

قال! وابومعاویة ثقة حافظ محتج بافراد کابن عیینة وغیرہ فمن حکم علی الحدیث مع ذالک بالکذب فقد اخطاء قال! ولیس ھو من الفاظ المنکرة التی تأباھا القول بل ھو کحدیث '' ارحم امتی بامتی یعنی الماضی '' وھو صنیع معتمد فلیس ھذا الحدیث بکذب۔

(مقاصد الحسنہ للعلامہ سخاوی مطبوعہ مصر)

اور بھی توہیں

حدیث پاک اَنَا مَدِینَةُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا پر محدثین کرام کی مسطورہ بالا آرا وتعدیل پیش کرنے کے بعد علامہ سخاوی مزید فرماتے ہیں کہ بطورِ خاص اس حدیث پر اس لئے بھی کذب کا حکم نہیں لگایا جاسکتا کہ دیلمی نے اپنی مُسند میں ضعیف سند کے ساتھ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ حدیث بھی بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ '' علیؑ ابنِ ابی طالبؑ بابِ حطہّ ہے پس جو اس میں داخل ہو وہ مومن ہے اور جو اس سے نکل گیا وہ کافر ہے۔

نیز حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ!

'' علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری اُمت تک وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔ اس کی محبت ایمان اور اس کے ساتھ بغض منافقت ہے اور اس کی طرف نگاہِ رافت سے دیکھو۔''

علاوہ ازیں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ!

'' میں میزانِ علم ہوں اور علی اس کے پلڑے اور حسن وحسین اس کی ڈوریاں ہیں۔''

خصوصاً وقد اخرج الدیلمی فی سندہ بسندہ ضعیف جداً عن ابن عمر مرفوعاً علی ابن ابی طالب باب حطة فمن داخل فیه کان مؤمنا ومن خرج منه کان کافراً۔

ومن حديث ابي ذر رفعه على باب علمي ومبين لامتي ما ارسلت به من بعدي ، حبه ايمان وبغض نفاق والنظر اليه رأفة۔

ومن حديث ابن عباس رفعه ! انا ميزان العلم وعلى كفتاه والحسن والحسين خيوطه ۔ الحديث

بے سند جھوٹی روایت یہ ہے

بعد ازاں علامہ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ صاحب فردوس نے بغیر کسی سند کے حضرت ابنِ مسعود سے بیان کیا اور اُن کے بیٹے نے اِس کی اِتباع میں نقل کیا ہے کہ،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !

" میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکر اس شہر کی بنیاد ہے اور عمر اس کی دیواریں ہے اور عثمان اِس کی چھت ہے اور علی اس کا دروازہ ہے "

دوسری جھوٹی روایت یہ ہے

ایسے ہی بغیر کسی سند کے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں، علی اس شہر کا دروازہ ہے اور معاویہ اِس کا چوکھٹہ یا پرنالہ ہے۔"

ورواه صاحب الفردوس وتبعه ابنه المذكور بلااسناد عن ابنِ مسعود ورفعه . انا مدينة العلم و ابو بكر اساسها و عمر حيطانها و عثمان سقفها و على بابها۔

وعن انس مرفوعاً . انا مدينة العلم و على بابها ومعاوية حلقتها۔

تبصرہ یوں کیا ہے

علامہ سخاوی موخرالذکر روایتیں نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بالجملہ یہ سب ضعیف ہیں اور اِن میں اکثر الفاظ رکیک ہیں۔ اور اچھی حدیث حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے بلکہ یہ حدیث حسن ہے کہ !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے پس علم کا طلبگار دروازہ سے آئے گا۔"

وبا الجمله فکلها ضعیفة و الفاظ اکثر ھارکیکة و احسنها حدیث ابنِ عباس بل وھو حسن۔

تبصرے پر حاشیہ

مقاصد الحسنہ کے محشی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہی نہیں متعدد وجوہ کی بناء پر صحیح ہے۔ میرے برادرِ حقیقی نے اِس "فتح الملك العلی بصحة باب مدینة العلم العلی" کتاب تالیف کی ہے جس کی مثل کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی۔

بل صحیح جد العدة وجود بینها شقیقنا الحافظ ابو الفیض فی فتح الملک العلی بصحة حدیث بابِ مدینة العلم علی لم یوئلف مثله۔

(مقاصد الحسنہ للعلامہ الامام الحافظ الناقد المورخ شمس الدین ابی الخیر محمد بن عبد الرحمن السخاوی المتوفی ۹۰۲ھ)
(ص ۹۷ تا ۹۸ مطبوعہ مصر)

محشی کا تعارف

کتاب کے سرورق پر محشی کا تعارف اِس طرح ہے کہ عبد اللہ محمد صدیق علمائے الازہر اور قرویین سے ہیں اور علمِ حدیث اور اسناد میں مخصوص و مختص ہیں۔

شدید غلط فہمی اور اُس کا ازالہ

کتبِ موضوعات کی حقیقت

ہم ابنِ تیمیہ اور اُس کے ہم نواؤں کو کیا کہیں جبکہ ہم نے اپنے کانوں سے بعض اہلِ سنت حضرات کو ماتے سنا ہے کہ! "اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا" موضوع روایت ہے۔ کیونکہ ملا علی قاری ں کو اپنی کتاب موضوعاتِ کبیر میں لے آئے ہیں۔

حیرت ہے کہ بعض پڑھے لکھے حضرات بھی اس قسم کے وہم میں مبتلا ہیں کہ موضوعات کی کتاب میں نے والی ہر روایت موضوع ہوتی ہے حالانکہ حقیقت صرف یہ ہے کہ موضوعات کے موضوع پر مرتب شدہ کثر کتب معتبرہ میں محدثین کرام موضوع روایت کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ اُن روایات کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں جن کو بعض لوگوں نے کسی غلط فہمی یا تعصب کی بناء پر موضوع قرار دے رکھا ہے۔ حالانکہ وہ احادیث قطعی طور پر درست ہوتی ہیں۔

جیسا کہ قارئینِ کرام گذشتہ اوراق میں علامہ سخاویؒ کی موضوعات کے عنوان پر لکھی ہوئی مشہور کتاب "المقاصد الحسنہ" میں اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا کے متعلق مکمل بحث ملاحظہ فرما چکے ہیں ایسے ہی ملا علی قاری حنفی اپنی تالیف "موضوعات کبیر" میں موضوع روایتوں کا ابطال کرنے کے ساتھ ساتھ اُن احادیث کا بھی احقاق کرتے ہیں جنہیں محض تعصب کی بناء پر بعض متشددین نے موضوعات میں شمار کر رکھا ہے۔

ان تصریحات کی تصدیق اور وضاحت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کے ارشادات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

تحقیق رضویہ

احادیث موضوعہ کے بیان میں جو کتابیں تصنیف ہوئیں دو قسم کی ہیں۔ ایک تو وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا جیسے موضوعات ابن الجوزی و اباطیل جوزقانی و موضوعات صنعانی،

ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلا شبہ یہی بتائے گا کہ مصنف کے نزدیک
موضوع ہے جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کر دی ہو۔ ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ

خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔

بہ واقع عدم صحت بھی ثابت نہ ہوگا، چہ جائیکہ ضعف وسقوط اور بطلان، اِن سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار احادیث حسان وصحاح بھی بھر دی ہیں اور محض بے دلیل اُن پر حکم وضع کا لگا دیا ہے جسے آئمہ محققین ونقاد منقحین نے بدلائل قاہرہ باطل کر دیا۔ جس کا بیان مقدمہ ابن صلاح، تقریب امام نووی، الفیہ امام عراقی اور فتح المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور اُنہیں کی تعقبات اور اللآلی المصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن اور امام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے نہایت تفصیل واضح وروشن مطالعہ تدریب سے ظاہر ہے کہ ابن جوزی نے اور تصانیف تو درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا جن کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) مسند احمد
(۲) صحیح بخاری
(۳) صحیح مسلم
(۴) سنن ابی داوٗد
(۵) جامع ترمذی
(۶) سنن نسائی
(۷) سنن ابن ماجہ

دوم

اِس فن پر لکھی ہوئی وہ کتابیں ہیں جن کا صرف ایراد موضوعات واقع نہیں بلکہ دُوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح ہے۔ جیسے اللآلی امام سیوطی یا نقد ونظر کے لئے اُن احادیث کا جمع کر دینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے اُنہی کا ذیل اللآلی المصنوعہ ہے۔ امام ممدوح خطبہ موضوعات کُبریٰ میں فرماتے ہیں۔

''ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بن الحسن بل والصحیح کما نبه علیٰ ذالک الائمته الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقادئه و انتقاده فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامه ثم ان کان متعقبا نبهت علیه،

یعنی ابن جوزی نے کتاب ''موضوعات '' میں بہت ضعیف بلکہ حسن بلکہ

صحیح حدیثیں نقل کر دی ہیں کہ آئمہ حفاظ نے اِس کے اختلاجِ ضمیر پر نقد و جرح کی اور اِن احادیث کی حقیقت بیان کی۔ جن کو وہ موضوعات میں شمار کرتا ہے، پھر اُس کا پورا پورا تعاقب کیا اور اِجتناہ کیا۔

اِسی قسم دوم میں مقاصد الحسنہ امام سخاوی کی ہے۔ اور یہ کتاب ہرگز تصانیف مختصہ بہ موضوعات سے نہیں بلکہ اُن کا مقصود اُن احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں۔ اگرچہ وہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل، چنانچہ اُس میں بہت سی احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں کے یہ بخاری میں ہے اور یہ مسلم میں اور یہ صحیحین دونوں کے متفق۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم ص ۴۸۷ تا ۴۸۸)

ابنِ تیمیہ کی اختراعات

جیسا کہ ہم بارہا عرض کر چکے ہیں کہ محدثین زیبِ عنوان حدیث کو قطعی درست تسلیم کرتے ہیں مگر بعض سر پھرے لوگ اِس تحقیق کے بعد بھی ابنِ تیمیہ کے وہی واہی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں جو اُس نے حدیث کو وضعی قرار دے کر کئے ہیں، حالانکہ صحیح حدیث پر اپنے تخیلات کو مسلط کرنا کسی بھی صورت میں کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ تاہم ابنِ تیمیہ کے اعتراض ملاحظہ ہوں ابنِ تیمیہ نے بقول شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی وحشت انگیز کتاب منہاج السنۃ میں لکھا ہے کہ حدیث ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' ضعیف ترین اور واہی ہے۔ اِس لئے اُسے موضوعات میں شمار کیا گیا ہے اور ترمذی نے اِس کو روایت کیا اور ابن الجوزی نے اِس کے تذکرے میں بیان کیا ہے کہ یہ تمام طرق کے اعتبار سے موضوع ہے، اور اِس حدیث کے وضعی اور جھوٹی ہونے پر اِس کا نفسِ مضمون ہی شاہد ہے،

کیونکہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا شہر ہوں تو اِس حدیث کے مطابق علم حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی دروازہ ثابت ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنے سے اَمرِ اسلام مسدود ہو جاتا ہے حالانکہ مسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ علمِ رسول کا کسی فردِ واحد کے ذریعہ پہنچنا روا نہیں، بلکہ ضروری ہے کہ مبلغین اِس تواتر کے ساتھ ہوں کہ وہ لوگ بھی اُن کے اخبار سے تحصیل علم کریں جو حاضر نہیں تھے۔

اور خبرِ واحد بغیر قرائن کے مفید نہیں ہو سکتی جبکہ قرائن یا تو وہی یا اکثر لوگوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں پس وہ قرآن اور سُنتِ متواتر کا علم حاصل نہیں کر سکیں گے۔

وحديث انا مدينة العلم و على بابها. اضعف واوهى

ولهذا انما یعدفی ،

عقل نہیں مانتی

اگر چہ قرآن وحدیث کی نصوصِ قطعیہ کو میزانِ عقل پر وزن کرنے والوں کی کمی تو نہیں مگر اہلِ اسلام کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ خدا اور رسول کے فرامین کے تجزیہ کے لئے اپنی عقول کو میزانِ عدل قرار دے لیں ،،

جب کسی شخص کی گردن میں اسلام کا قلادہ پڑ جاتا ہے تو اُس کا وجدان اُسے آگاہ کر دیتا ہے کہ !

عقل قرباں کُن بپیش مصطفیٰ

مگر ہم انہیں کیا کہیں جو ایک طرف تو اہلِ اسلام ہی نہیں شیخ الاسلام ہونے کے مدعی ہیں اور دُوسری طرف محض تسکینِ اَنا کے لئے اپنی عقول پر فرامینِ مصطفیٰ کو بھی قربان کر دینے سے گریز نہیں کرتے ،،

بہر کیف ! کتاب " منہاج السنۃ " میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ

پھر یہ حدیث قرار واقعی حقائق کے بھی خلاف ہے کیونکہ تمام اِسلامی شہروں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم حضرت علی کے علاوہ دوسرے لوگوں کے ذریعہ پہنچا ہے۔

چنانچہ یہ تو ظاہر ہے کہ اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ کو بغیر حضرت علیؓ کی وساطت کے علم پہنچا جبکہ اہلِ شام اور اہلِ بصرہ کو بھی بغیر حضرت علیؓ کے وسیلہ کے علم پہنچا ہے کیونکہ شام اور بصرہ کے لوگوں نے حضرت علی سے نہایت ہی قلیل تعداد میں اور اُن کے سوا دوسرے لوگوں سے بکثرت روایات بیان کی ہیں۔

ہاں ! حضرت علی کا زیادہ علم اہل کوفہ کو پہنچا ہے مگر یہ نہیں کہ اہل کوفہ کو سب کا سب علم اُنہیں کے ذریعہ پہنچا ہے بلکہ اہلِ کوفہ خلافت علیؓ سے پہلے حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں ہی قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کر چکے تھے جبکہ اہلِ مدینہ میں سے فقہاء حضرات حضرت عمرؓ کے زمانے میں دین کو حاصل کر چکے تھے اور اہلِ یمن نے حضرت معاذ بن جبل سے تحصیل علم کی ہی کیونکہ حضرت معاذؓ نے حضرے علیؓ سے زیادہ دیر اُن کے پاس اقامت کی ہے، یہی وجہ ہے کہ اہلِ یمن کثرت کے ساتھ حضرت معاذؓ سے ہی روایت بیان کرتے ہیں "

علاوہ ازیں ! اکابر تابعین شریح وغیرہ نے حضرت معاذ بن جبلؓ سے ہی فقاہت حاصل کی تھی کیونکہ جب حضرت علیؓ کوفہ میں آئے تو شریح وہاں کے قاضی تھے چنانچہ شریح اور عبیدہ سلمانی نے حضرت علی سے نہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے فقہ کا علم حاصل کیا اور اسلام کا علم حضرت علی کے کوفہ پہنچنے سے قبل شہروں میں پھیل چکا تھا ،،

الموضوعات وان رواہ الترمذی وکذکرہ ابن الجوزی

وبين ان سائر طرقه موضوعة ، والكذب يعرف من نفس متنه فان النبی صلی الله علیه وسلم اذا كان مدينة العلم ولم يكن له الا الباب واحد ولم يبلغ عنه العلم الافرد واحد فسد امر الاسلام ولهذا اتفق المسلمون علیٰ انه لا يجوز ان يكون المبلغ عنه العلم الاواحد ابل يجب ان يكون المبلغون اهل التواتر الذين يحصل العلم بخبرهم للغائب وخبرالواحد لا يفيد العلم الا بقرائن وتلك قد تكون منتفيه أو خفية عن اكثرالناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة۔

ثم ان هذا خلاف المعلوم بالتواتر فان جميع مدائن الاسلام بلغهم العلم عن الرسول من غير علی اما اهل المدينة ومكة فالامر فيهما ظاہرو كذالک الشام والبصرة فان هولآ لم يكونوا يروون عن علی الاشياء قليلاً وانما كان غالب علمه فی الكوفة ومع هذا فاهل الكوفة كانوا تعلمواالقرآن والسنة قبل ان يتولیٰ عثمان فضلا من علی وفقهاء اهل المدينة تعلمواالدين فی خلافة عمرو تعليم معاذ بن جبل لاهل اليمن ومقامه فيهم اكثر من علی ولهذاروی اهل اليمن عن معاذ بن جبل اكثر ممارووا عن علی وشريح وغيره من اكابر التابعين انما تفقهوا علی معاذ بن جبل ولما قدم علی الكوفة كان شريح فيها قاضيا وهو عبيدة السلمانی تفقها علی غيرة فانتشر علم الاسلام فی المدائن قبل ان يقدم علی الكوفة۔"

(منہاج السنہ جلد سوم)

یہ منکرین حدیث کا استدلال ہے

ابن تیمیہ کے یہ ذہنی افکار جو یقیناً ذہنی خلفشار کی پیداوار ہیں ماہرین فن حدیث کے نزدیک کسی

عبارات میں بعض مقامات پر جو مجھے تصرف کرنا پڑا ہے وہ محض اُن مشکل الفاظ کو آسان لفظوں میں تبدیل کرنے تک محدُود ہے جن کی تبدیلی سے نفسِ مضمون کا کوئی گوشہ بھی متاثر نہ ہو۔

علاوہ ازیں بعض روایات پر اصل کتابوں کے حوالے نقل کرنے کے ساتھ ساتھ وضاحتی نوٹ بھی تحریر کر دئے ہیں۔

جواب خلفشار کا

(۱) ابنِ تیمیہ کی یہی دلیل معاذ اللہ انکارِ نبوت پر بھی قائم ہو سکتی ہے۔ مثلاً کہا جا سکتا ہے کہ خداوند عالم چونکہ علیم ہے اور اس کے علم کا شرائع و احکام ثابت ہیں۔ مگر اس علم کو ہر زمانہ میں ایک شخص اس طریق پر نہیں پہنچا سکتا کہ لوگوں کو علم یقینی حاصل ہو۔ لہٰذا ہر زمانہ میں متعدد انبیاء کا آنا ضروری ہے ورنہ چاہیے کہ دینِ الٰہی مسدود اور بند رہے لہٰذا معاذ اللہ کیلئے نبی کی نبوت باطل ہے ،،

(۲) ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ ذریعہ علم کا بحدِ تواتر کثیر ہونا اور عدم جواز، تو حد یعنی ذریعہ علم کا ایک ہو جائز نہیں سراسر باطل ہے تمام اہلِ سنت والجماعت باستثناء چند غیر معتبرین کے خبر واحد یعنی ایک شخص کی خبر کو واجب العمل جانتے ہیں اور علمائے اُصول اِس دعوے پر آیات و احادیث ذکر کرتے ہیں اور انہی دلائل کے سیاق میں لکھتے ہیں کہ ! " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اطراف اور شہروں میں دین اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ایک آدمی بھیجنا کافی سمجھا ہے اور کسی بھی طرف اشخاصِ کثیرہ جن کی کثرت تواتر تک پہنچے نہیں بھیجے "

صحابہ کرامؓ ہمیشہ خبر واحد کو قبول فرماتے رہے اور اُن سے جس نے بھی کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسا سُنا وہ تسلیم کرتے تھے،،

چنانچہ علمائے اصول اِس مقام پر صحابہؓ کے اِس اجماع کو حجت سمجھتے ہیں،

نیز درج ذیل آیات قرانیہ اور حدیث بھی اِسی اصول کے حق میں ہیں۔

پہلی آیت

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ

ترجمہ !

اور جس وقت لیا اللہ نے عہد اہلِ کتاب سے البتہ بیان کرو گے تم اُس کو واسطے لوگوں کے۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۸۷)

اگر ہر ایک شخص کی خبر حجت نہ ہوتی تو بیان علم کے ساتھ مامور کیوں ہوتا۔

دوسری آیت

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

(سورۃ توبہ آیت ۱۲۲)

یعنی چاہئے کہ ہر قوم میں سے بعض لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہ کر علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو جا کر سکھا دیں۔

اس آیت کے متن کے سلسلہ میں سوال کیا جا سکتا ہے کہ طائفہ چونکہ جماعت کا نام ہے بدلیل لحوق تاطعو پھر یہ آیت خبر واحد یعنی ایک شخص کی خبر کے واجب العمل ہونے پر کیسے دلیل ہو سکتی ہے۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ لفظ طائفہ بناء براصح ایک پر بھی بولا جاتا ہے اور زیادہ پر بھی بدلیل قولہ تعالیٰ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ النور آیت ۲) مراد طائفہ یہاں سے عام ہے ایک مومن ہو یا زیادہ کما قال قتادہ اور نیز سبب نزول وَإِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (سورۃ الحجرات آیت ۹) میں منقول ہے کہ یہ دو انصاری تھے جن میں سے ایک ہی نے آپؐ کے پاس مرافعہ کیا تھا

تیسری آیت

فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

(سورۃ النحل آیت ۴۳)

یعنی درصورت بے علمی سوال از اہلِ علم واجب ہے اور سوال کا وجوب قبول کوئی معنی نہیں رکھتا۔

چوتھی آیت

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ

(سورۃ النساء آیت ۱۳۵)

اس آیت میں بانصاف اور شہادت للّٰہی کا ارشاد ہے پس اخبار عن الرسول جیسا کہ

قال اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یاسمعت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم۔

بالقسط اور شہادت للّٰہی ہے جس کا وجوب بجز اس کے کہ قبول اس کا بھی واجب ہو معنی ندارد ورنہ شہادت کا واجب ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائیں گے جو ظاہر البطلان ہے۔

پانچویں آیت

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی

(سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۹)

اِس آیت میں کتمانِ ہدیٰ پر وعید بیان فرمایا گیا ہے جس سے اظہارِ دین کا وجوب، جیسا کہ اُوپر گزرا پایا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ وجوب اظہار و تبلیغ بغیر وجوب قبول متحقق نہیں۔

چھٹی آیت

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْٓا

(سورۃ الحجرت آیت ٦)

یہاں فاسق کی خبر واحد کو بھی سرے سے مرد‌ُود نا قبول نہیں سمجھا گیا بلکہ اس پر تحقیق کا ارشاد فرمایا گیا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ خبر واحد بھی باطل نہیں کیونکہ درصورت عِلّت ہونے وصف کے، وصف عارض کو علّت بنانا قبیح ہوتا ہے اور متکلم کی سفاہت کا کافی ثبوت، مثلاً اگر کوئی کہے کہ مردہ بوجہ قلم دوات نہ ہونے کے نہیں لکھتا تو سامع کو قبیح معلوم ہوگا کیونکہ اِنعدام کتابت کی علّت اور اصلی و کافی سبب موت ہے تو پھر انعدام دوات قلم کی علّت بنانا ناجائز ہے۔

حضرت سلمان کی خبر

احادیث

بریرہ کی خبر ہدیہ کے بارہ میں حضور علیہ اسلام نے قبول فرمائی حالانکہ وہ ایک خادمہ عورت تھی۔

ایسا ہی سلمانؓ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کی خبر قبول فرمائی تھی سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل از حصول شرف اسلام اس قوم سے تھے جو ابلق گھوڑوں کی پرستش کرتے تھے پھر اس دین سے ناخوش ہو کر کئی ادیان کی طرف منتقل ہوتے رہتے تھے کسی صومعہ نشین نے اُن سے کہا شاید تو دین حنیفی کی تلاش میں ہے اب اُس کا وقت قریب آ گیا ہے تو یثرب (مدینہ) جا، نبی معبوث ہدیہ یعنی پیش کش کھالے گا اور اُس کے دو شانوں کے مابین مہرِ نبوت ہوگی، یہ سُن کر آپ مدینہ کو چل دیے۔ راستہ میں اُنہیں کسی عرب نے گرفتار

کر کے مدینہ کے یہودی پر بیچ ڈالا۔ وہاں اپنے آقا کے باغ میں مشقت کیا کرتے تھے۔ تا آنکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے۔ حضرت سلمانؓ سنتے ہی ایک طبق خرما لیکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

آپؐ نے فرمایا! کیا ہے ؟

جواب عرض کیا! یہ صدقہ ہے۔

آپؐ نے اصحابؓ کو فرمایا! تم لوگ کھاؤ اور آپؐ نے تناول نہ فرمایا۔ سلمانؓ نے دل میں کہا کہ یہ ایک علامت ہے منجملہ علامات نبوت کے، پھر دوسرے دن سلمانؓ اور خرما لائے۔

آپؐ نے فرمایا کیا ہے اے سلمانؓ ؟

جواباً عرض کیا یہ ہدیہ ہے۔ پھر آپؐ نے بھی تناول فرمایا اور اصحابؓ کو بھی شامل کیا۔ اس پر سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دل میں کہا یہ دوسری علامت ہے نبوت کی،

پھر حضرت سلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیچھے کی طرف ہوئے۔ آپؐ نے اُن کا مطلب سمجھ لیا لہٰذا اپنی چادر اپنے شانہائے مبارک سے علیحدہ کر دی اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم نبوت کو دیکھ لیا اور مشرف باسلام ہوئے۔

اِس سے ثابت ہوا کہ آپؐ نے خبرِ واحد یعنی سلمانؓ کی خبر در بارہ صدقہ وہدیہ اگرچہ وہ عبد (غلام تھا) قبول فرمائی۔

آپؐ نے اُم سلمہؓ کی خبر در بارہ ہدایہ قبول فرمائی تھی۔

بادشاہوں کے تحائف وہدایہ اُن کے فرستادوں کے ہاتھ آپ قبول فرمالیتے تھے اور ایسا ہی اُن کا قول بھی مقبول ہوتا تھا۔

غلام کو اس قول میں کہ میں ماذون ہوں سچا سمجھتے تھے۔

چاند کی شہادت

ایک اعرابی کی شہادت رویت ہلال کے متعلق منظور فرمائی۔ جس نے بیان کیا تھا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے علاوہ ازیں ولید بن عقبہ کی خبر کو آپؐ نے صحیح مانا اور بوجہ یہ خبر دینے کے کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں اُن پر چڑھائی کی تیاری کی۔ جس پر یہ آیت نازل ہوئی،

قولہ تعالیٰ اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌ الآیۃ

اور آپ جاسوسوں اور عریفوں کی خبریں جن کو دشمن کے ملک میں بھیجا جاتا تھا قبول فرمالیتے تھے۔

آپؐ نے افراد یعنی اکیلے کو تعلیم احکام کے لئے اطراف میں بھیجا، کہیں یہ اَمر ثابت نہیں کہ

اتنے کثیر التعداد لوگ آپ ارسال فرماتے تھے جن کا عدد تواتر تک پہنچے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا امیر بنا کر بھیجا بعد ازاں معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی یمن میں تعلیم احکام کے لئے روانہ فرمایا اور دحیہ کلبی ؓ کو خط دے کر قیصر اور ہرقل کی طرف روم میں اور عتاب بن اسید کو مکہ کا امیر بنا کر احکامِ تعلیم کے لئے اور عبداللہ بن حذافہ سہمی کے ہاتھ خط کسریٰ کی طرف اور عمرو بن امیہ ضمیری حبشہ کو اور عثمان بن ابی العاص کو طائف کی طرف اور حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس صاحب اسکندریہ کے پاس اور شجاع بن وہب اسدی کو حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف دمشق میں اور سلیط بن عمر مری کو ہودہ بن خلیفہ کے پاس یمامہ اور عثمان ؓ بن عفان کو اہلِ مکہ کے پاس حُدیبیہ میں اور عمر ؓ کو صدقات پر والی بنایا اور ایسا ہی قیس بن عاصم و مالک بن نویرہ اور برقان بن بدر و زید بن حارثہ اور عمرو بن العاص و عمرو بن حزم و اسامہ بن زید و عبدالرحمن بن عوف اور ابو عبیدہ بن الجراح وغیرہم کو مبعوث فرمایا۔ جن کا ذکر موجبِ طوالت ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۔ اگر یہ لوگ مع کثیر التعداد اور رفقاء کے بھیجے جاتے تو دارِ ہجرت یعنی مدینہ منورہ اصحاب ؓ کرام سے خالی ہو جاتا اور باتفاق اہلِ سیر ثابت ہے کہ معبوث الیہم ان کا قول قبول کرتے تھے۔ اِس سے ظاہر ہوا کہ خبرِ واحد موجب للعمل ہے مثل متواتر کے۔

ایسا ہی صحابہ کرام نے بھی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اخبار احاد کے ساتھ اپنے واقعات میں عمل کیا ہے۔ جس کی وجہ سے قبول خبرِ واحد کا مسئلہ اجماعی مانا گیا ہے۔

(۱) یوم السقیفہ میں حضرت ابوبکر ؓ کی روایت "الائمۃ من قریش" بغیر کسی انکار کے مقبول ٹھہری

(۲) ایسا ہی صدیقِ اکبر ؓ کے قولِ ذیل کی طرف سب نے رجوع کیا۔

"الانبیاء یدفنون حیث تموتون۔"

(۳) ایسا ہی صدیقِ اکبر ؓ کی روایت "معاشر الانبیاء لا نورث وما ترکناہ صدقہ مسلم ٹھہری۔

(۴) ایسا ہی صدیق اکبر ؓ کا رجوع توریثِ جدّہ کے مسئلہ میں مغیرہ اور محمد بن مُسلمہ کے اس حدیث کو روایت کرنے پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جدّہ کو سُدس دیا۔ یعنی دادی کو بعض حالات میں چھٹا حصہ پوتے کی وراثت سے ملتا ہے۔

(۵) ایسا ہی حضرت صدیق ؓ کا حضرت بلال ؓ کی خبرِ ذیل کو سُن کر اپنے حکم کا نقض کرنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیصلہ کے برخلاف صدیقی حکم ہُوا ہے۔

(۶) ایسا ہی حضرت عمر کا رجوع تفصیل اصابع سے "یقول عمرو بن حزم ان فی کل اصبع عشرۃ" تفصیل کا مطلب یہ ہے کہ عمر ؓ انگلیوں کی دِیت میں یکساں حکم نہیں فرماتے تھے بلکہ بالتفصیل خنصر کے لئے چھ اُونٹ اور بنصر کے لئے نو۔ اور وسطیٰ و سبابہ کے لئے دس دس اور ابہام میں پندرہ۔

(۷) ایسا ہی عمرؓ پہلے عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے محروم الارث (محروم الوراثت) سمجھتے تھے بعد ازاں ضحاک بن مزاحم کی روایت ذیل سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ضحاک کی جانب حکم نامہ بھیجا کہ اشیم ضبابی کی عورت کو اپنے شوہر کی دیت سے وارث کرے۔ آپؓ نے اپنا طریقہ بدل دیا۔

(۸) ایسا ہی مجوس سے جزیہ لینے میں حضرت عمرؓ نے عبدالرحمنؓ بن عوف کی روایت ذیل پر عمل کیا تھا کہ "سنوا بھم سنة اهل الکتاب" یعنی مجوس سے اہل کتاب کی طرح معاملہ رکھو۔

(۹) ایسا ہی حمل بن مالک کی روایت کو حضرت عمرؓ نے قبول کیا جو اس نے کہا!

کنت بین جاریتین لی یعنی ضرتین فضربت احدهما الاخریٰ بمسطح فالقت جنینا میتا فقضیٰ فیه رسول اللّٰه علیه وسلم بغرة۔

یعنی میری دو عورتیں تھیں ایک نے دوسری کو لکڑی سے مارا جس کی وجہ سے اُس کا مرا ہوا بچہ پیدا ہوا آپؐ نے اِس میں یہ فیصلہ فرما دیا کہ یہ غفلت یا بے خبری کی وجہ سے ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا! اگر ہم یہ روایت نہ سنتے تو اپنی رائے سے حکم کرتے۔

(۱۰) عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فریعہ بنت مالک کی اِس روایت کو قبول کیا جو اُس نے کہا!

جئت الیٰ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم استاءذنه بعد وفاة زوجی فی موضع العدة فقال امکثی حتی ینقضی عدتک ولم ینکر الخروج للاستفتاء فی ان المتوفی عنها زوجها تعتد فی منزل الزوج ولا تخرج لیلاً ولا نهاراً اذا وجدت من یقوم بامرها۔

(۱۱) علی نے مذی کے بارہ میں مقدادؓ کی روایت پر عمل فرمایا کہ فقط وضو لازم ہے غسل نہیں۔

(۱۲) مسئلہ وجوب الغسل بالتقاء الختانین میں جمہور نے حضرت عائشہؓ کی خبر کو واجب العمل سمجھا

خبرِ واحد کے مقبول ہونے پر اجماع

باجماعِ اُمت معاملات میں مثل

"هذه الجارية اهدیٰ الیک فلان وان فلانا وکلنی ببیع هذه الجارية او ببیع هذا الشئی"

خبرِ واحد مقبول ہوتی ہے۔ بعض معاملات میں کبھی حق اللہ بھی واحد پر مترتب ہو جاتا ہے۔

خبرِ واحد کے متعلق چار مذاہب

اہلِ سنت کا اجماع خبرِ واحد کی قبولیت اور موجب علم ہونے پر ہے۔ جس کو انہوں نے کتاب اللہ و سنت و اجماع و قیاس سے ثابت کیا ہے۔

بلکہ سنتِ متواترہ اور اجماع کا اتباع ہے۔ جو دلائلِ قاطعہ ہیں یعنی سنتِ متواترہ اور اجماع سے ثابت ہو چکا کہ خبرِ واحد واجب العمل ہے۔ اِس تقریر میں خبرِ واحد کے متعلق مذاہب اربعہ بھی معلوم ہو گئے ہیں۔

ابنِ تیمیہ مذہبِ روافض پر

بعض اُن میں سے از رُوئے عقل افادۂ وجوبِ عملی کا اِنکار کرتے ہیں مثل جبائی و روافض کے اور بعض بدلیل سمعی یعنی ہر دو آیت مذکورہ کی وجہ سے۔ اُن کے استدلال کا جواب اہلِ سنت کی جانب سے اُوپر لکھ چکا ہوں۔ شیخ ابنِ تیمیہ نے معلوم نہیں اِس مقام پر اپنا حنبلی مذہب چھوڑ کر روافض کا مذہب کون سی مجبوری اور ضرورت کے تحت اختیار کیا ہے اگر کہا جائے کہ منہاج السنۃ میں رافضی کو جواب دے رہے ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ یہ الزامی جواب ہو تو گزارش ہے کہ آپ بطریقِ تحقیق جواب لکھ رہے ہیں نہ بطرزِ الزام۔ چنانچہ اِسی جواب میں واحد کو غیر معصوم ٹھہرایا گیا ہے۔ ورنہ یہ جواب ہی ہباء منثورا ہو جاتا ہے پھر تعجب بر تعجب اِس سے پیدا ہوتا ہے کہ خبرِ واحد کے غیر مقبول ہونے کو اجماعی لکھتے ہیں۔ اگر صرف بعض الناس کا مذہب لے کر خبرِ واحد کو نا مقبول کہتے تو بھی ایک بات تھی حیرت انگیز تو یہ امر ہے کہ ایک مردود مذہب کو جو کتاب اللہ وسُنت و اجماع و قیاس کے برخلاف ہے اجماعی قرار دیا گیا ہے خلاصہ یہ ہے کہ مسئلہ قبول خبرِ واحد ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی اثبات کے لئے اہلِ سُنت نے مستقل رسالے اور تالیفات لکھے ہیں۔

جواب لاجواب

اب دُوسرے جملہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو شیخ ابنِ تیمیہ نے اِسی جواب میں لکھا ہے۔

(وخبر الواحد لا يفيد العلم الا بقرائن و تلك قد تكون منتفية او خفية عن اكثر الناس فلا يحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترة)

اگر کہا جائے کہ شیخ ابنِ تیمیہ کا مطلب عبارت متعلقہ تردید متن حدیث سے یہ نہیں کہ خبرِ واحد درجہ

قبولیت سے ساقط ہے اور وجوبِ عمل کے لئے مفید نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ علم یقینی خبرِ متواتر کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔

پس عبارت ذیل میں علم سے مرادِ علم شرعی یعنی یقینی علم ہے نہ تصدیقِ منطقی، یعنی مطلق اعتقاد و جازم جو شامل ہے، ظن کو بھی، قرآنِ حکیم کا محاورہ ہے کہ علم بمقابلہ ظن کو بولا جاتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ !

وَمَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ

اتفق المسلمون علیٰ انه لا یجوزان المبلغ عنه العلم الا واحدًا بل یجب ان یکون المبلغون اهل التواتر الذین یحصل العلم بخبرهم للغائب۔

چنانچہ بعد اِس کے فلا یحصل لهم العلم بالقرآن والسنن المتواترہ میں بتخصیص قرآن وسنن متواترہ اِرادہ مذکورہ پر کافی شاہد ہے اور ظاہر ہے کہ قرآن وسُننِ متواترہ کا علم خبرِ واحد سے ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔

اِن کے لئے بکثرت مبلغین چاہئیں۔ لہٰذا صرف ایک ہی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم رسولؐ کے لئے مبلغ ٹھہرنا ایسا اَمر ہے جس سے کارخانۂ اسلام بالکلیہ فاسد ہوجاتا ہے۔ پس قول ابنِ تیمیہ (فسد امر الاسلام) صحیح اور بجا ہے تو در جواب اِس کے کہا جاتا ہے کہ منہاج السنۃ کی ساری عبارت منقولہ پر جو صدر بحث میں بتمامہا نقل کی گئی ہے۔ اگر غور کو کام میں لایا جائے تو علم سے مراد مسائلِ شرعیہ یا مطلق اِعتقاد ہے جیسے جملہ فان جمیع مدائن الاسلام بلغهما العلم عن الرسول من غیر علی فان هٰؤلاء لم یکونوا یروون عن علی الا شیئاً وانما کان غالب علمه فی الکوفة۔ وغیرہا سے ایک ذوبصیرت سمجھ سکتا ہے۔

دُوسروں کو بھی علم تھا مگر

بہرکیف ! شیخ ابنِ تیمیہ کے ہر دو اعتراض کا جواب یہ ہوا کہ حدیث مدینۃ العلم صحیح ہے موضوع نہیں چنانچہ مفصل گزر چکا ہے اور متن حدیث میں علم سے مراد خاص علم ہے یعنی علم اسرار مطلب یہ ہے کہ میں علمِ اسرار کا شہر ہوں اور علی اُس شہر کا دروازہ ہیں بغیر از وساطت علی کوئی علمِ اسرار کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اگر در مدینۃ علم سے عام علم لیا جائے ظاہری ہو یا باطنی تو بالخصوص علی کرم اللہ وجہہ الکریم، کا دروازہ ہونا اِس لحاظ سے نہیں کہ کسی اور صحابی کو اصلاً علم نہ تھا۔

بلکہ اِس کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسا کہ کوئی اُستاد اپنے لائق، ممتاز، اعلیٰ درجہ کے ذہین طالب علم کی نسبت کہے کہ میرا علم کماحقہٗ اور پورے طور پر اُسی شخص کو پہنچے گا جس نے بوساطت میرے فلاں طالب علم

کے حاصل کیا۔

گو اور میرے شاگرد بھی اِس شاگرد کی طرح مجھ ہی سے مستفید ہیں مگر فلاں چونکہ فہم سخن اور اداۓ بیان مسائل میں ممتازانہ طرز رکھتا ہے۔ اور بوجہ کمال اتحاد وفیما بین اُس کو اعلیٰ درجہ کا ملکہ پیدا ہو گیا ہے۔ جس کے سبب سے ہر ایک قسم کے مشکل و مفصل مسائل کے پیش آنے پر اُن کی پوری پوری تشریح وحل پر قادر ہو گا۔ لہٰذا میرے علم کا ذریعہ اور واسطہ ہونا اُسی کا حق ہے۔ دوسرے شاگردوں کو بھی حل مشکلات و معضلات میں اُسی کی طرف رُجوع کرنا چاہئے۔

شیخین کے مددگار

اور ظاہر ہے کہ بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی مشکل مسئلہ کے پیش آنے پر شیخین وغیرہ ہما بھی آپ سے ہی امداد لیتے تھے۔ رضی اللہ عنھم۔

جیسا کہ حضرت عمرؓ کے فرمان " لولا علی لھلك عمر " اور " قضیة ولا ابا حسن لها " مشہورہ تمثیلات سے ہیں۔

آپؑ کی علمیت اور فضیلت علمی پر احادیث صحیحہ جو اہلِ سُنت علماء کرام کی تصنیفات ہیں بااسناد مذکور ہیں اِسی حدیث مدینۃ العلم کی تائید کرتی ہیں، (اقضاکم علی)

" علی باب علمی مبین لامتی ما أرسلت به من بعدی۔" بعد فتح خیبر " انت باب علمی " کا ارشاد ہوا ایسا ہی آپ کے حق میں

" عبیة علمی وبابی الذی اوتی منی "

" میرے علم کا برتن اور دروازہ ہے " اور نیز

" ھذا اوّل من آمن بی و اوّل من یصافحنی یوم القیامة "

" وہ پہلا مومن شخص ہے جو بہشت میں مجھ سے مصافحہ کرے گا۔" ایسا ہی

" علی باب حطة من دخل فیه کان مؤمنا ومن خرج منه کان کافرا "

" علیؑ وہ باب حطہ ہیں جو اس میں داخل ہوا مومن ہوا اور جو خارج ہوا کافر " ایسا ہی

" یا علی انت حجة اللّٰه و انت باب اللّٰه "

" اے علی! تُو خُدا کی حجت ہے " اور

" علی و انا منه ولا یودی عنی الا انا او علی "

بحث سے پہلے

اِس سے قبل کہ سرکار گولڑوی علیہ الرحمۃ کے استدلالات کا باقی ماندہ حصہ ہدیۂ ناظرین کیا جائے مناسب معلوم ہوتا کہ مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علم عظیم کے بارے میں انا مدینۃ العلم و علی بابھا کے علاوہ اُن کی بیان کردہ اور اِس ضمن میں آنے والی دیگر متعدد احادیث مع حوالہ ہدیۂ ناظرین کردی جائیں اور اور چند ایک ایسے واقعات و مسائل کا تذکرہ بھی کردیا جائے جن کے حل کے لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے مدد بھی حاصل کی اور اظہار تشکر و امتنان کے طور پر اُن کے لا احصٰی علمِ مبارک کو خراجِ عقیدت بھی پیش کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے زیب عنوان حدیث کے علاوہ اِس ضمن میں آنے والی چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

عُلوم مُرتضوی کا اعلان

(۱) حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی سیدۃ نساء العلمین کی ترویج مبارک کے موقع پر فرمایا!

''مالک تبکین یافاطمه فواللّٰه لقدانکحتک اکثرھم وافضلھم واولھم سلماً۔''

'' اے فاطمہ! تو کیوں روتی ہے میں نے تیرا اُس سے نکاح کیا ہے جو اِن میں سب سے کثیر علم والا سب سے زیادہ حلم والا اور سب سے پہلے اسلام لانے والا ہے۔''

(مجمع الزوائد ج ۹ ص ۱۰۱) (کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲، ج ص ۱۵۳)

(اُسد الغابہ ج ۵ ص ۵۲۰) (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵)

(۲) حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا!

''انا دار الحکمة وعلی بابھا''

'' میں حکمت کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''

(ترمذی ج ۲ ص ۲۹۹) (مشکوۃ ج ۲) (مرقاۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵)

(اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۷۰) (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۴)

(کنز الاعمال ج ۶ ص ۱۵۴ جلد ۶ ص ۴۰۱) (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۰۰)

(۳) حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا !

" انت مبین لامتی ما اختلفوا من بعدی "

"جب میری اُمت کے لوگ میرے بعد اختلاف کریں گے تو تُو انہیں پہنچانے والا ہے۔"

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶) (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳)

(کنوز الحقائق مع جامع الصغیر ص ۱۸۸)

(۴) حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

" علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت به من بعدی "

" علی میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد لوگوں کو وہ چیز پہنچانے والا ہے جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں۔"

(۵) حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

" انا دار العلم وعلی بابها "

"میں علم کا گھر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں "

(ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۷۷)

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۱۱ ص ۳۴۵)

(۶) حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا !

" فهو باب مدينة علمی "

"یہ میرے شہرِ علم کا دروازہ ہے۔"

(ینابیع المودۃ ص ۷۱)

(۷) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

" انا میزان العلم وعلی کفتاه "

" میں میزانِ علم ہوں اور علی اُس کا پلڑا ہے۔"

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۵۶)

(۸) حضور معلمِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

" علی باب علمی وعیبة علمی "

'' علی میرے علم کا دروازہ اور میرے علم کا برتن ہے۔''

(فیض القدیر شرح جامع صغیر للمناوی ج ۴ ص ۳۵۶)

(۹) حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

'' انا مدینۃ الفقہ و علی بابہا ''

'' میں فقہ کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ''

(تذکرہ سبط ابن جوزی ص ۲۹)

(۱۰) '' عن انس قال ! قیل یارسول اللّٰہ عمن نکتب العلم ؟ قال عن علی و سلمان ۔''

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا یارسول اللہ! علم کس سے لکھا جائے ؟ آپؐ نے فرمایا ! علی اور سلمان سے۔''

(تاریخ بغداد ج ۴ ص ۱۵۸)

یاد رہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تلمیذ ارشد اور تربیت یافتہ ہیں۔

یہ ہیں دروازے

باب مدینۃ العلم تاجدارِ ہل اتیٰ، مشکل کشا، شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایک قول کی شرح کرتے ہوئے امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا !

''قال علی علیہ السلام علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف باب من العلم واستنبطت من کل باب الف باب قال فاذا کان حال المولیٰ ھکذا فکیف حال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ''

'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے علم کے ہزار دروازوں سے تعلیم دی اور میں نے ہر دروازے سے ہزار دروازے نکال لئے ''

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۲۱۱)

بعد ازاں امام رازی فرماتے ہیں کہ جب مولیٰ کے علم کا یہ حال ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے علم مبارک کا کیا حال ہوگا۔

منقولہ بالا روایت تغیر لفظی سے علامہ علی متقی ہندی کنز العمال میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ!

''عن علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ علمنی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الف باب کل باب یفتح الف باب''

حضرت علیؓ نے فرمایا!

''مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہزار دروازوں سے علم سکھایا اور میں نے ہر دروازے سے ہزار دروازے کھول لئے۔''

(کنز العمال ج ۶ ص ۳۹۲)

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل علم کے سمندر سے چند در آبدر پیش کرنے کے بعد اب ہم اُن چند اُمور کا ذکر کریں گے جن میں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خزانہ علم وحکمت سے استفادہ کرتے ہوئے اُنکی علمی وجاہت کا اعتراف کیا۔

فاروقِ اعظم کا اعتراف

ایک مرتبہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ایسی عورت کو رجم کرنے کا حکم فرمایا جس نے نکاح سے چھ ماہ بعد بچے کو جنم دیا تھا، جب اِس واقعہ کی اطلاع بابِ مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا! اُس عورت پر رجم نہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ ارشاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچا تو اُنہوں نے آپ کی خدمت میں دریافت حال کے لئے کسی کو بھیجا، مولائے کائنات کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے!

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

''اور لڑکے والیاں اپنے لڑکے کو دو سال دودھ پلائیں''

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳)

پھر فرمایا حمل اور دودھ پلانے کی مدت تیس ماہ ہے چھ ماہ اُس کے حمل کے اور دو سال دودھ پلانے کے تو یہ تیس مہینے بنتے ہیں چنانچہ اُس عورت کی خلاصی ہوگئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس مسئلہ کی تصدیق فرماتے ہوئے کہا !

''اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا !

''الٰہی! مجھے اُس وقت زندہ نہ رکھنا جب مشکل کو حل کرنے کے لئے ابن ابی طالب نہ ہوں۔''

متن ملاحظہ ہو !

ان عمر بن الخطاب رفعت اليه امراة ولدت لستته فهم برجمها فبلغ ذالک علياً فقال ! عليهما رجم. فبلغ عمر رضی الله تعالیٰ عنه فارسل اليه فساله ؟ فقال ! قال الله تعالیٰ ''وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ ۔'' وقال ! وحمله وفصاله ثلاثون شهرا فستة اشهر وحمله وحولين فذالک ثلاثون شهرا فنحلى عنها.

(تفسیر دُرِ منثور ج ۱ ص ۲۸۸) (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۸۴)

(سُنن کبریٰ بیہقی ج ۷ ص ۴۴۲) (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۹۴)

(کنز العمال ج ۳ ص ۹۶،۲۸۸) (مناقب خوارزمی ص ۵۷)

(اربعین رازی ص ۴۶۶) (ذخائر العقبیٰ محب طبری ص ۸۲)

باب مدینۃ العلم ہی حل کرسکتا ہے

ایک مرتبہ ایک شخص کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا لوگوں نے اُس سے پوچھا تھا کہ تُو نے کیسے صبح کی ؟

اُس نے کہا تھا کہ میں نے فتنے کی محبت، حق کی ناپسندیدگی، یہود و نصاریٰ کی تصدیق غیر مرئی کو ماننے اور جسے پیدا نہیں کیا گیا اُس کے اقرار سے صبح کی ہے،

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بُلا کر یہ سارا ماجرا آپ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا!

یہ سچ کہتا ہے، یہ فتنے سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تمہارے اموال اور تمہاری اولادیں فتنہ ہیں،

اور یہ حق یعنی موت کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے سکرات موت کا آنا حق ہے

یہ یہود و نصاریٰ اہلِ کتاب کی تصدیق کرنے والا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے! یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے پاس کچھ نہیں اور نصرانی کہتے ہیں یہودیوں کے پاس کچھ نہیں اور مومن اللہ کو بن دیکھے ایمان لاتا ہے اور ابھی پیدا نہ گئی یعنی قیامت اور آخرت کا اقرار کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سُنا تو کہا! میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اُس مشکل کے لئے جسے حل کرنے کے لئے علی نہ ہوں،

سعید بن مسیب کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کہا تھا الٰہی مجھے اُس مشکل کے لئے باقی نہ رکھنا جس کو حل کرنے کے لئے ابا الحسن یعنی حضرت علی نہ ہوں۔

قال اصحبت احب الفتنة و اکرہ الحق واصدق الیهود والنصاریٰ وامن بما لم اره واقربما لم یخلق۔

قال علی ! قال الله تعالیٰ " اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ " (التغابن آیت ۱۵) وقال الله تعالیٰ ! " وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ " (سورة ق آیت ۱۹) وقال الله تعالیٰ " وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ " (البقرہ آیت ۱۱۳)

فقال عمر اعوذ بالله معضلة لاعلی وقال سعید بن المسیب قال عمر اللهم لاتبقنی لمعضلة لیس لها ابو الحسن

(شممۃ العنبر یہ نواب صدیق حسن بھوپالی ۱۰۹)

اِس مقام پر اُن لوگوں کو بھی غور کرنا چاہئے جن کے خیال میں یہ سمایا ہوا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دُوسرے سے عناد اور دُشمنی تھی، بہر حال تصفیہ کی باقی بحث ملاحظہ فرمائیں۔

مکہ معظّمہ میں عِلمِ علی علیہ السلام

شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کے۔ فلان جمیع مدائن الاسلام بلغهم العلم من الرسول من غیر علی۔ بالکل غلط اور خلاف واقع ہے کیونکہ اسلام کے شہروں سے مدینہ طیبہ و مکہ معظّمہ کا حال تو ظاہر ہے کہ آپ نے مدینہ طیبہ میں اپنی عمر کا زیادہ حصہ بسر کیا ہے اور اعاظم اصحاب مثل شیخین وغیرہما رضی اللہ عنھم ہر مشکل اور معضل امر میں آپ سے مُستفید ہوا کرتے تھے چنانچہ علامہ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں !

" وسوال کبار الصحابة له ورجوعهم الیٰ فتاواه واقواله فی المواطن الکثیرة والمسائل المضلات مشهور "

یعنی اکابر اصحاب کا استفادہ اور مشکلات میں حل طلبی مشہور امر ہے، ایسا ہی ابن روزبہان سے منقول

ہے۔

"رجوع الصحابة الیه فی الفتویٰ غیر بعید لانه کان من مفتی الصحابة والرجوع الی المفتی من شان المستفتین وان رجوع عمر الیه کر رجوع الائمة وولا ۃ العدل الیٰ علماء الائمة"

علامہ عجلی زخیرۃ المآل میں لکھتے ہیں۔

"ولم یکن یسئال منهم واحدٌ وکلهم بساله مسترشدا وماذالک الا لخمود نار السوال تحت نور الااطلاع

یعنی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کسی سے کسی مسئلہ کی دریافت نہیں فرماتے تھے اور سب صحابہ کرام آپ سے مُستفید ہوتے تھے۔ جس کی وجہ سوا اسکے اور کچھ نہ تھی کے روشنیٔ اطلاع کے نیچے سوال اور دریافت کرنے کی آگ مدھم ہو گئی تھی۔ مکہ معظمہ میں آپ ابتداء عمر سے ہجرت تک تشریف فرما تھے۔

تلمیذ تھے علی علیہ السلام کے

اور ہجرت کے بعد بھی کئی مرتبہ آپ مکہ معظمہ تشریف فرما ہوئے ہیں پھر کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ اہلِ مکہ کو آپ کا علم نہیں پہنچا اور نیز عبداللہ بن عباسؓ جن کو شرف تلمذ و شاگردی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا حاصل ہوا ہے عرصہ دراز تک مکہ میں مقیم ہو کر اشاعت علم فرماتے رہے چنانچہ علامہ ذہبی "تذکرۃ الحفاظ" میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

"الاعمش عن ابی وائل قال استعمل علی ابن عباس علی الحج فخطب یومئذ خطبة لو سمعها الترک والروم لاسلمو اثم قراعلیهم سورة النور فجعل یفسرها"

یعنی علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے خاص شاگرد عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو ایام حج میں عامل بنا کر بھیجا۔

ابنِ عباسؓ نے وہاں پر ایسا پُر تاثیر و پُر بلاغت خطبہ پڑھا کہ کفار ترک اور روم بھی اُسی کو سنتے تو ضرور اسلام قبول کر لیتے۔ پھر سورہ نور کی تفسیر بیان فرماتے رہے "طبقات" میں محمد سعد بن منیع البصری کہتے ہیں،

"اخبرنا محمد بن عمر حد ثنی و اقد بن ابی یاسر عن طلحة بن عبد الله بن عبد الرحمن بن ابی بکر عن ابیه عن

عائشه انها نظرت الی ابن عباس ومعه الخلق لیالی الحج وهو یُسئل عن المناسک فقالت هو اعلم من بالمناسک "

یعنی اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبداللہ بن عباسؓ کے بارہ میں فرمایا اس حالت میں کہ ایامِ حج میں لوگ عبداللہ بن عباسؓ سے مناسکِ حج دریافت کر رہے تھے کہ باقی ماندہ اصحاب میں سے وہ مناسک کا علم زیادہ رکھتا ہے۔

ایسا ہی ابومحمد یوسف بن عبداللہ نمری قرطبی "اِستعیاب" میں لکھتے ہیں۔

"روینا ان عبد اللّٰہ بن صفوان مر یوما بدار عبد اللّٰہ بن عباسؓ بمکۃ فرای فیھا جماعۃ من طالبی الفقہ ومر بدار عبید اللّٰہ بن عباس فرای فیھا جمعا یتناولونا الطعام فدخل علی ابن زبیر فقال لہ اصبحت واللّٰہ کما قال الشاعر"

فان تصحبک من الایام قارعة

لم یبک منک علیٰ دنیا ولا دین

قال وما ذاک یا اعرج فقال ھذا ان ابنا عباس احدھما یفقه الناس والآخر یطعم الناس فما ابقیا لک مکرمة الیٰ آخر القصة "

یعنی عبداللہ بن صفوان ایک روز مکہ میں عبداللہ بن عباسؓ کے مکانوں کے پاس سے گزرا کیا دیکھتا ہے کہ عبداللہ بن عباس طلباء کو علمِ دین پڑھا رہا ہے اور دوسرا بھائی عبیداللہ ابن عباسؓ لوگوں کو کھانا کھلا رہا ہے اِس کے بعد وہ عبداللہ بن زبیرؓ والئ مکہ کے پاس جا کر کہنے لگا کہ قسم خُدا تمہارا حال تو ایسا ہی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

اگر زمانہ سے تجھے کوئی حادثہ پہنچے تو تُو اِس قابل نہیں

کہ تجھ پر دُنیا کے لحاظ سے رویا جائے یا دین کی وجہ سے

اِس پر عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا ! اے لنگڑے کیا بات ہے ؟ عبداللہ بن صفوان نے کہا ! عباس کا ایک بیٹا علم دین پڑھانے کی وجہ سے فیاض ہو رہا ہے، اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے، پھر تمہارے لئے اُنہوں نے خصائل حمیدہ و کمالات سے کیا چھوڑا اور تو کس کام کا ہوا،

والئ مکہ نے عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ عباس کے دونوں بیٹوں سے جا کر کہہ دو کہ امیر المومنین (عبد اللہ بن زبیرؓ) کہتے ہیں کہ تم دونوں مع اپنے طلباء و متعلقین اہلِ عراق کے مکہ سے نکل جاؤ واہ فعلت وفعلت ورنہ میں ایسا کروں گا اور ایسا عبداللہ بن عباسؓ نے جواباً لکھ کر بھیجا کہ ہمارے پاس یا علم کا طالب آتا ہے یا فضل یعنی جود کا خواہاں، بغیر اُن کے اور کوئی نہیں آتا تو ان میں سے کس کو روکے گا۔

دروغ گورا حافظہ نہ باشد

مختصر مطلب یہ ہے کہ حضرت عبداللہ و حضرت عبید اللہ فرزندانِ عباسؓ دینی اور دُنیاوی فوائد کے لحاظ سے مرجع خلائق ہیں اور یہی شانِ خاندانِ نبوت کی ہے جس کی مثال دُوسروں میں مشکل ملتی ہے عبد اللہ ابن عباسؓ کی مکہ معظمہ میں فیاضی اور تعلیمِ دینی پر تاریخ شہادت دیتی ہے۔

تعجب یہ ہے کہ ابنِ تیمیہ خود اہل مکہ کو بوجہ شرف تلمذ ابن عباس تفسیر دانی میں سب سے بڑھ کر عالم مانتے ہیں۔ چنانچہ علامہ سیوطی ''اتقان ''میں کہتے ہیں،

قال ابن تیمیه اعلم الناس بالتفسیر اهل مكة لانهم اصحاب ابن عباس رضي الله عنه المجاهد و عطا ابن ابی رباح و عکرمة مولیٰ ابن عباس و سعید بن جبیر و طاؤس و غیر هم .

شام میں علمِ علی علیہ السلام

اب شام کا حال سُنئے ۔ شام کے عالم، بروایت اکابر علماء اہلِ سُنت ابوالدرداءؓ تھے، جو عبد اللہ بن مسعودؓ کے شاگرد ہیں اور وہ تلمیذ و فیض یافتہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ہیں، چنانچہ علامہ ذہبی ''تذکرۃ الحفاظ ''میں بترجمہ ابو درداء لکھتے ہیں،

''وكان عالم اهل الشام و مقری اهل دمشق و فقیههم وقاضيهم''

اور اخطب خوارزمی ''کتاب المناقب'' میں کہتے ہیں۔

عن ابی الدرداء رضی الله عنه العلماء ثلثة رجل بالشام یعنی نفسه ورجل بالكوفة یعنی عبد الله بن مسعود ورجل بالمدينة یعنی علياً فالذی بالشام يسئال الذی بالكوفة والذی بالكوفة يسئال الذی بالمدينة والذی بالمدينة لا يسئل احداً۔

ابو درداءؓ فرماتے ہیں کے عالم تین ہیں ایک تو شام میں یعنی خود ابو درداء اور دُوسرے کوفہ میں یعنی عبد اللہ بن مسعود اور تیسرا مدینہ میں یعنی علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) شامی عندالحاجت کوفی سے پوچھتا ہے اور کوفی مدنی سے اور مدنی (یعنی سیّدنا علیؓ) کسی سے نہیں پوچھتے، اور محب طبری ریاض النضرہ میں لکھتا ہے۔

عن ابی زاعراء عن عبد الله قال علماء الارض ثلثة

عالم بالشام و عالم بالحجاز وعالم بالعراق فاما عالم اهل الشام فهو ابو درداء واما عالم الحجاز فعلی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب واما عالم اهل العراق فاخ لكم اهل الشام و عالم اهل العراق يحتاجان الى عالم اهل الحجاز و الحجاز يحتاج اليهما اخرجه الحضرمی .

بصرہ میں علمِ علی علیہ السلام

اور بصرہ کے متعلق تاریخ دان پر مخفی نہیں کے سیدنا علیؓ بہ نفس نفیس خود بصرہ میں تشریف فرما ہوئے اور اپنے بے نظیر مواعظ وخطب سے لوگوں کو بہرہ یاب و مُستفید فرمایا۔ جیسا کہ تاریخ طبری وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اپنے عہد خلافت میں بصرہ کی حکومت اپنے خاص شاگرد یعنی عبداللہ بن عباسؓ کو عطا فرمائی تھی اور اہلِ بصرہ وقتاً فوقتاً فیضیاب ہوتے رہے پھر کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا علیؓ کا علم بصرہ میں نہیں پہنچا تھا ”اسد الغابہ“ میں بترجمہ ابن عباسؓ مذکور ہے،

واستعمله علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب علی البصرة فبقی عليها اميراً ثم فارقها قبل ان يقتل علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب وعادالى الحجاز وشهد مع علی رضی اللہ عنہ صفين وكان احد الامراء .

یعنی آپ نے ابن عباسؓ کو بصرہ کا امیر بنایا تھا پھر وہ قبل از شہادتِ علیؓ ابن ابی طالب حجاز کو لوٹ آئے، وہ جنگ صفین میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ منصبِ امارت پر تھے۔

ابن حجر ”اصابہ“ میں لکھتے ہیں،

وذكر خليفة ان علياً ولاه البصرة وكان على الميسرة يوم صفين واستخلف ابا الاسود على الصلوٰة زياداً اعلى الخراج وكان استكبة .فلم يزل ابن عباس رضی اللہ عنہ على البصرة حتى قتل على فاستخلف على البصرة عبدا لله بن الحارث ومضى الى الحجاز .

علامہ ذہبی ”تذکرۃ الحفاظ“ میں بترجمہ ابن عباس لکھتے ہیں۔

المدائنی عن نعيم بن حفص قال ابو بكرة قدم ابن عباس علينا البصرة وما فى العرب مثله جسما وعلماه وبيانا

وجمالا و کمالا۔

"طبقات" میں ہے۔

اخبرنا عبد اللہ بن جعفر الرقی نامقعمو بن سلیمان عن ابیہ عن الحسن قال اوّل من حرف بالبصرة عبد اللہ بن عباس قال وکان . متبحرا اکثیر العلم قال فقراء سوارہ سورة البقرة ففسرھا آیة .

یعنی حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ بصرہ میں سب سے پہلے ابن عباسؓ نے لوگوں کو دین کا شناسا کیا ہے اور ابن عباس علم کے بکثرت پہچاننے والے تھے۔

ابن حجر نے "اصابہ" میں کہا ہے۔

واخرج الزبیر بسند لہ ان ابن عباس کان یعشی الناس فی رمضان و ھوامیر البصرة فما ینقضی الشھر حتیٰ یفقھھم۔

سب علیؓ کے محتاج تھے

ان روایات منقولہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ شیخ ابن تیمیہ کا یہ قول کہ مکہ اور مدینہ اور بصرہ و شام میں علم غیر علیؓ سے پہنچا تھا اور علیؓ کا علم کوفہ تک محدود تھا وہ بھی قلیل۔" کس قدر خلاف واقع اور مخالف اپنے تصریحات کے ہے۔ سب اہلِ سنت مثل ابن حجر وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ علمِ مرتضوی کے بیان سے عبارات قاصر ہیں۔ کیوں نہ ہوں، وہ علیؓ ہی تھے جو کوفہ کے منبر پر "سلونی قبل ان تفقدونی الخ" فرماتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔

"اے لوگو! میرے انتقال سے پہلے جس امر کی دریافت کرنی چاہو کر لو"

میرے اندر بہت علم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لعاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یہ علم عطا کیا ہے، میری طرف وحی نہیں آئی،

قسم بخدا اگر مجھے ایک مسند پر بٹھا کر دریافت کیا جائے تو اہلِ تورات کو تورات اور اہلِ انجیل کو انجیل کے مطابق فتویٰ دوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تورات اور انجیل کو گویا کرے تو وہ کہیں کہ علیؓ نے سچ کہا ہے اور تم کو مطابق اُس کے دیا ہے کہ جو کچھ ہم میں اتارا گیا ہے،

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو پس کیوں نہیں جانتے۔

(سورۃ البقرۃ آیت ۴۴)

وہ علیؓ ہی ہیں جنہوں نے اپنے سینہ مبارک کی طرف اشارہ فرما کر کہا کہ اس جگہ (سینہ) میں بہت علوم ہیں۔ کاش کہ میں ان کے لینے والا کوئی پاتا۔

اور اگر میں چاہوں تو سورۃ فاتحہ کی تفسیر اتنی بڑی لکھوں جس کو ستر (۷۰) اُونٹ اُٹھائیں اس میں کوئی شک نہیں اگر ساری دُنیا آپ کے علم کو سیکھتی تو بھی ختم نہ ہونے میں آتا۔

آپ کے علم کی بکثرت اشاعت مدینہ منورہ میں ہوئی ہے کیونکہ خلفاء ثلاثہ اور باقی اصحاب کا ہر مشکل میں آپ کی طرف رجوع ہوتا تھا اور اپنے اعلیٰ درجے کے شاگردوں کی تعلیم مثل حضرت سلمانؓ وابوذر ومقدادؓ وعمارؓ وغیرہم اور اپنے قریبی رشتہ داروں مثل عبداللہؓ بن عباس اور قرۃ العینین رسول الثقلین وجگر پارہ بتول زہرا سیدۃ النساء وسرورِ جان مرتضوی سیدنا حسنؓ وسیدنا حسینؓ کو افاضہ وعلومِ اسرار کی تعلیم بوجہ فراغت مدینہ منورہ میں ہوئی تھی۔

خلیفہ ثانی تلمیذِ علیؑ کے ملتجی

کوفہ میں علمِ علی علیہ السلام

کوفہ میں تو آپ ناکثین وقاسطین ومارقین کے قتال میں بکثرت مصروف رہے۔ پھر نا معلوم ابنِ تیمیہ نے "وانما کان غالب علمہ فی الکوفۃ" کس بناء پر لکھ دیا اور اس پر بھی اکتفا نہیں کی۔

بلکہ یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اہلِ کوفہ نے بھی علم قرآن وسنت، خلافت مرتضویؓ بلکہ عثمانی سے پہلے حاصل کیا ہوا تھا تاریخ شاہد ہے کہ کوفہ میں مسلمانوں کا قیام ۱۷ھ میں ہوا ہے، اور خلیفہ ثانیؓ کا انتقال ۲۳ھ میں تو کیا اس چھ سال کے قلیل عرصہ میں کتاب وسنت کا علم اس قدر حاصل ہو گیا تھا کہ سیدنا علیؓ جیسے بحرِ بے کنار سے بھی مستغنی ہو گئے، جیسا کہ ابنِ تیمیہ لکھتے ہیں،

ومع هذا فاهل الكوفة كانوا تعلموا القرآن والسنة من قبل ان يتولى عثمان رضي الله عنه فضلا عن على رضي الله عنه۔

بلکہ بروایات ثقات اہلِ سنت ثابت ہے کہ عہدِ فاروقیؓ میں کوفیوں کی تعلیم کے لئے خلیفہ ثانیؓ نے عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعود کو بھیجا تھا۔ جو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد تھے، چنانچہ اس پر روایات ذیل شاہد ہیں۔

طبقات میں ہے،

اخبرنا عفان بن مسلم و موسیٰ بن اسمٰعیل قال ناوھیب عن داؤد عن عامران مہاجر عن عبد اللّٰہ بن مسعود کان بحمص فخلاہ عمرالی الکوفۃ وکتب الیھم انی واللّٰہ الذی لاالٰہ الاھو آثر تکم بہ علی نفسی فخذ وامنہ۔

ایسا ہی طبقات میں بترجمہ عمار اور اِستعیاب میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ، اور اسد الغابہ میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ وعمارؓ اور تذکرۃ الحفاظ میں بترجمہ ابنِ مسعودؓ اور اصابہ میں عبداللہ بن مسعودؓ وعمارؓ مذکور ہے۔ یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفیوں کو لکھتے ہیں،

کہ قسم بخدا جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے لوگوں کو اپنی جان پر پسند کرلیا ہے، اگرچہ مجھ کو بھی عبداللہ بن مسعودؓ کی دارالخلافہ کے واقعات میں حاجت وضرورت تھی مگر میں نے اُس کو تمہاری طرف بھیج دیا ہے پس تم اُس سے علم سیکھو سبحان اللہ کیا شانِ مرتضویؓ ہے کہ خلیفہ ثانیؓ جیسے عظیم الشان صحابی بھی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگرد کی طرف اپنے فیصلہ جات میں ملتجی ہیں۔

آلِ محمد کو اُمت پر قیاس نہ کرو

شیخ ابنِ تیمیہ کا یہ قول کہ اہلِ یمن میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیم واقامت بہ نسبت مرتضوی تعلیم واقامت کے زیادہ رہی۔

کما قال وتعلیم معاذبن جبل لاھل الیمن ومقامہ فیھم اکثر من علی ولھذا روی اھل یمن عن معاذ بن جبل اکثر مما رواہ عن علی۔

اگر سب پہلو سے مان بھی لیا جائے تو بھی اُن کے لئے مُفید مطلب نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن میں پہلے جناب خالد بن ولید کو بغرض دعوت اسلام بھیجا تھا جس پر عرصہ چھ ماہ تک کوئی شخص مشرف باسلام نہ ہوا۔

بعد ازاں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھیجے گئے اور ایسا مفید ثابت ہوا کہ بغیر جدال وقتال قبیلہ ھمدان کے سارے لوگ ایک ہی دن میں مسلمان ہو گئے۔

اس خبر کے سننے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدۂ شکر بجالائے اور پاک زبانِ حق ترجمان سے دو دفعہ ارشاد ہوکہ السلام علی ھمدان۔ اِس سے موازنہ کیا جاسکتا ہے کہ مرتضوی تعلیم بہ نسبت دیگر تعلیمات کے کیا اثر وافاضہ رکھتی ہے۔

قاعدہ ہے کہ فیما بین تعلیم ایک اعلیٰ درجہ کے محقق فصیح بلیغ کے اور ایک معمولی عالم کے بڑا فرق ہوتا ہے تھوڑے ہی عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب ؓ کرام کو اتنے احکام و شرائع کی تعلیم فرمائی جس کا عشرِ عشیر بھی نوح علیہ السلام اپنے اِس قدر دراز عرصہ میں اپنی اُمت کو نہ پہنچا سکے۔

اپنے خطبات میں سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے صاف فرمادیا ہے،

لا یقاس بآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذہ الامۃ احد ا الخ.
یعنی آلِ پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی کو مساوات نہیں۔

شریح شاگردوں کے شاگرد ہیں

پھر شیخ ابن تیمیہ کا قول،

وشریح وغیرہ من اکابر تابعین انما تفقھو علی معاذ بن جبل
یعنی اکابر تابعین میں سے شریح وغیرہ نے علمِ دین کی تعلیم معاذ ؓ بن جبل سے پائی تھی کس قدر بے بنیاد ہے۔

اکابر تابعین کو چھوڑیئے۔ پہلے قاضی شریح کا حال سُنئے علامہ نووی ''تہذیب الاسماء'' میں لکھتے ہیں۔

ادرک النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یلقہ وقیل لقیہ المشھور الاول قال یحییٰ بن معین کان فی زمن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولم یسمع منہ روی عن عمر بن الخطاب وعلی وابن مسعود و زید بن حارثہ و عبد الرحمن بن ابی بکر وعروۃ البارقی رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔

ابن حجر عسقلانی ''تہذیب التھذیب'' میں بترجمہ شریح اور ایسا ہی صفی الدین احمد بن عبد اللہ خزرجی ''خلاصہ تہذیب'' میں ایسا ہی ابن حبان کتاب الثقات میں یہ سب ثقات اِسی طرح لکھتے ہیں۔

یعنی شریح حارث کا بیٹا قائف شاعر قاضی تھا۔ خلیفہ ثانی سے روایت کرتا ہے ۷۸ھ یا ۹۷ھ میں اُس کی وفات ہے ایک سو دس یا ایک سو بیس سال اُس کی عمر تھی ۵ یا ۷ سال عُہدہ قضا پر رہا جن سے ابن زبیر کے فتنہ والے تین سال مُستثنیٰ کرتے ہیں۔

علاوہ روایت از خلیفہ ثانی علی وابن مسعود زید بن ثابت وعبد الرحمن بن ابی بکر وعروہ بارقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے بھی روایت رکھتا ہے معاذ سے شریح کی روایت کا کوئی ذکر نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ شریح سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بلا واسطہ اور بالواسطہ

بھی شاگرد ہیں۔

(ماخوذ تصفیہ مابین سنی وشیعہ صفحہ ۷۴ تا ۸۶)

بہر کیف! حدیث "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" چونکہ رسولِ خدا التحیۃ والثناء کا فرمانِ عالیشان ہے اس لئے اِس پر کسی بھی شخص کی ذہنی اختراع اثر پذیر نہیں ہوسکتی۔

تعصب کی بناء پر پیدا کئے گئے اعتراضات ہر زمانے میں ٹھکرائے جاتے رہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ العزیز ایسا ہی ہوگا۔

بہر کیف! کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ وہ صادق و مصدوق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مُصدقہ فرامین کو جانچنے کے لئے اپنی عقل کو معیار بنائے۔

اور اگر بالفرض محال حدیث کو جانچنے کے لئے عقل ہی کو معیار بنانا ہے تو پھر اُن اعتزال پسندوں پر گرفت کے کیا معنی ہیں جن کو اُن کی عقل نے جبریہ وقدریہ جیسے فرقے جنم دینے پر مجبور کردیا فلسفہ ہی معیارِ حق و باطل ہے تو زمخشری اور بُوعلی سینا کے فلسفے سے کیوں اختلاف ہے ؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو عقل محورِ اسلام سے ہٹ جائے اُسے اسلام کے مسائل میں کیسے رہبر بنایا جاسکتا ہے اور پھر وہ شخص جو محض ضد اور عناد کی وجہ سے اپنی بات منوانا چاہتا ہو وہ تو ویسے ہی عقلِ سلیم سے تہی ہوتا ہے، یہی حال ابنِ تیمیہ کا ہے۔

اگر آپ سُنّی ہیں

منقولہ بالا پُرشکوہ مضمون سیّدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کی کتاب لاجواب "تصفیہ مابین سُنّی شیعہ" سے ماخوذ ہے اگرچہ ابنِ تیمیہ وغیرہ کی اختراعات اور فرار حق کے جواب میں ہمارے پاس دیگر بھی سینکڑوں شواہد موجود ہیں مگر ہم اُنھیں اِس بحث کا حصہ بنانے کی بجائے براہِ راست مولائے کائنات بابِ مدینۂ علم سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل ومناقب میں بیان کریں گے۔

اِن سطور میں صرف اُن ذی الاحتشام علمائے کرام کو منقولہ بالا تصریحات کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے جو بحمد اللہ تعالیٰ صحیح العقیدہ سُنّی ہونے کے ساتھ ساتھ سلسلہ ہائے طریقت میں بھی کسی نہ کسی کے ساتھ وابستہ ہیں اور کُونُوا مَعَ الصَّادِقِیْن کی تفسیر کا بھی علم رکھتے ہیں۔

اُن کے حضور میں ہماری التجاء ہے کہ روافض کی خرافات کا جواب دینے کے لئے اُسی شعار کو اپنائیں جو اہلسنّت وجماعت کا طُرۂ امتیاز ہے اور وہ طریقہ اختیار نہ کریں جو خوارج نے اپنا رکھا ہے آپ ہر دو گمراہ فرقوں کے درمیان میزانِ اعتدال ہیں لہٰذا آپ کو چاہئے کہ خارجیت کے سیلاب میں آئے بغیر احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کریں۔

یاد رکھیں کہ اگر آپ مقاماتِ ولایت پر یقین رکھتے ہیں تو شہنشاہِ ولایت و امامت کی شانِ اقدس کو اُسی طرح سمجھنا اور بیان کرنا پڑے گا جس طرح اولیاء کاملین نے سمجھا اور بیان کیا ہے اور اس بات کو بھی ذہن نشین رکھنے گا کہ جن علماء نے ایک دوسرے کی تفضیل کا مسئلہ وضع کیا ہے اُنہوں نے کسی ایک کے اُن فضائل کا انکار نہیں کیا جو خُدا اور رسول کی طرف سے اُنہیں تفویض ہو چکے ہیں اور نہ ہی اُنہوں نے ایک کے فضائل دوسرے کی جھولی میں ڈال دینے کا قبیح کام کیا ہے بلکہ اُنہوں نے اپنی عقل اور تحقیق کے مطابق سب کے جمیع فضائل کو سامنے رکھتے ہوئے ترتیب تفضیل دی ہے۔

اُن کے اس اجتہاد کو قبول کرنے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ آپ کسی کی اُن خصوصیات میں ڈنڈی مارنا شروع کر دیں جن میں بحکم خُدا اور رسول کوئی بھی اُن کا شریک و سہیم نہیں،،

ہم ایک مرتبہ پھر التماس کریں گے کہ ردِ روافض کا وہی طریقہ اپنائیں جو ہمارے اکابرینِ اہلسنّت و جماعت اولیاء کرام اور عُلمائے اعلام کا ہے اور اِس سلسلہ میں خارجیوں کا واہی استدلال اپنانے کی بجائے پوری قوت سے مُسترد کر دیں اِسی میں اہلسنّت کی بقا کا راز مضمر ہے اور اِسی میں آپ کی اولیاء کاملین سے وابستگی باقی رہ سکتی ہے۔

اور یہی وہ شاہراہِ مستقیم ہے جس پر چل کر آپ دُنیوی اور اُخروی سعادتوں سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا ہے کہ وہ علمائے اہلسنّت کو راہِ حق پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگرچہ زیبِ عُنوان حدیث کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لامتناہی علوم کے متعدد گوشے قارئین کے سامنے آچکے ہیں تاہم آخر پر مزید چند پہلو ملاحظہ فرمالیں۔

مکتوباتِ مجدد الف ثانیؒ

درج ذیل مضمون تاجدارِ سرہند حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے چند مکتوبات علیہ سے بھی ترتیب دیا گیا ہے، جس میں آپ نے حدیثِ پاک "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" کی توثیق و تائید بھی فرمائی ہے اور دیگر متعدد اسرار و رموز اور مقاماتِ روحانیہ کی نشاندہی بھی کی ہے۔

مکان میں سوراخ

جذبہ کی نوعِ اوّل جو حضرت ابوبکر صدیق کی طرف منسوب ہے اِس کے حصول کے لئے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوفِ عددی کا راستہ ہے۔

اور وہ سلوک جو اِس جذبہ کے حصول کے لئے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے بلکہ کئی قسم کا ہے۔ ایک قسم

تو وہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک پہنچے اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی جذبہ کے اس خانہ سے اسی طریقہ سے پہنچے ہیں۔

اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ وتقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت سے مخصوص ہوئے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا سلوک سیر آفاقی سے طے ہوتا ہے اور حضرت ابوبکر کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا، یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے۔

حضرت علی علیہ السلام کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت ابوبکر کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر لازماً حضرت علی علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت ابوبکر صدیق نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور خلّت کی قابلیت پیدا کی۔

(مکتوبات ۲۹۰، ۲/۸۲۶)

چھ نکات

مندرجہ بالا عبارت سے جن اُمور کی نشاندہی ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) جذبہ کی پہلی قسم جو حضرت صدیق اکبر سے منسوب ہے اُس کے حصول کا طریقہ سب سے الگ ہے۔

(۲) جس طریقہ سے حضرت صدیق اکبر مقصود تک پہنچے ہیں اُسی طریقہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے راہِ سلوک طے کی۔

(۳) چونکہ صدیق اکبر فنافی الرسول تھے اس لئے یہ راستہ اُن کے لئے مخصوص کیا گیا۔

(۴) حضرت علی علیہ السلام کا راستہ آفاقی ہے جبکہ اس کے برعکس حضرت ابوبکر صدیق جذبہ کے مکان میں سوراخ کر کے مطلوب تک پہنچے۔

(۵) حضرت علی علیہ السلام کے سلوک میں معرفت اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے طریقہ میں محبت حاصل ہوتی ہے۔

(۶) اسی بناء پر لازماً حضرت علی علیہ السلام علم کے شہر کا دروازہ قرار پائے اور حضرت صدیق میں دوستی اور خلّت کی قابلیت پیدا ہوئی۔

اگر بالعکس ہوتا

جناب مجدد پاک کے ارشاد فرمودہ اِس چھ نکاتی ارشادِ عالیہ کا پہلا نکتہ یہ ہے کہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلوک کی جن راہوں پر چل کر اپنا مقصود حاصل کیا ہے اُسی طریقہء معظمہ کو اپنا کر حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی جذبہ کے اُس خانہ میں پہنچے ہیں۔

حالانکہ اگر اِس تحریر کو بالعکس کرلیا جاتا تو یہ نکتہ انتہائی لطیف ہونے کے ساتھ ساتھ عام آدمی کی سمجھ میں بھی آسانی سے آسکتا تھا یعنی یوں فرما دیا جاتا کہ جس طریقہ پر عمل پیرا ہو کر حضور سرورِ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے مقصود تک پہنچے اُسی طریقہ اور سنّتِ مصطفی پر عمل پیرا ہو کر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال اتباع کرتے ہوئے جناب بوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی منزل سے ہمکنار ہوئے۔

چونکہ یہ بات ہم نے اپنی عقلِ ناقص کے مطابق کی ہے اِس لئے اِسے حتمی قرار نہیں دیا جاسکتا ہوسکتا ہے کہ بغیر کسی تاویل کے بھی آپکا ارشادِ بالا درست معنی دیتا ہو کیونکہ آپ کا درج ذیل ارشاد بھی اِس کی تائید وتقویت کا باعث ہوسکتا ہے جس میں آپ یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ مقام صدیقیت مقام نبوت سے بلند تر اور مقام نبوت مقام صدیقیت سے بہت نیچے ہے۔ آپ مکتوب نمبر اٹھارہ میں فرماتے ہیں۔

صدیقیت کا مقام مقاماتِ بقا میں ہے جس کا رُخ عالم کی طرف ہے اِس سے بھی بہت نیچے مقامِ نبوت ہے جو فی الحقیقت بہت بلند ہے اور کمال صحو و بقا کا مقام ہے قرب کا مقام، مقام صدیقیت اور مقامِ نبوت کے درمیان برزخیت اور واسطہ کی لیاقت نہیں رکھتا کیونکہ اِس کا رُخ صرف تنزیہہ کی طرف ہے اور تمام عروج سے اِس کا تعلق ہے اور دونوں میں بہت فرق ہے،

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
ہرچہ استاد ازل گفت بگو ! میگویَم

یعنی مجھے طوطی کی طرح آئینہ کے پیچھے بٹھا دیا گیا ہے جو کچھ استادِ ازل کہتا ہے کہو! میں وہی کہتا ہوں،

اِس شعر کے بعد آپ فرماتے ہیں

"علوم شرعیہ نظریہ استدلالیہ کو فقیر کے لئے ضروریہ کشفیہ کردیا گیا۔ علمائے شریعت کے اُصولوں سے بال برابر بھی مخالفت نہیں ہے۔"

(مکتوبات شریف جلد ا صفحہ ۸۰)

اگرچہ مندرجہ بالا ارشاد فرمانے کے بعد آپ نے اپنی گفتگو مبارکہ کو وما ینطق عن الھویٰ کی تفسیر اور اُن احوال کشفیہ سے عبارت قرار دیا ہے جن میں علمائے شریعت کے اُصولوں کے مطابق بال برابر کا بھی

تحائف موجود نہیں تاہم قرآن مجید میں النبیین کے بعد والصدیقین کی ترتیب ہی ان تی ہے۔

دوراستے

تاجدارِ سرہند شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان، تاجدار مملکت نقشبندیت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز حصولِ فیضان اور واصل باللہ ہونے کے لئے بلا واسطہ اور بالواسطہ جن دوراستوں کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں وہ بلا تبصرہ پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف پہنچانے والے دوراہ ہیں ایک وہ راہ ہے جو قربِ نبوت سے تعلق رکھتا ہے اور اصل الاصل تک پہنچانے والی ہے۔

اِس راہ سے واصل ہونے والے اصل میں تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور اُن کے صحابہ اور باقی اُمتوں میں سے جس کو بھی اِس دولت سے نوازیں گے۔

اگر چہ وہ تھوڑے ہوتے ہیں بلکہ بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اِس راہ میں توسط وحیلولت نہیں۔ جو بھی اِن واصلین میں سے فیض حاصل کرتا ہے بغیر کسی وسیلے کے اصل سے حاصل کرتا ہے۔ اور کوئی بھی دوسرے کے راہ میں حائل نہیں ہوتا۔

قربِ ولایت کی راہ

اور ایک وہ راہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے اقطاب اوتاد اور بدلا و نجباء اور عام اولیاء اللہ اسی راہ سے واصل ہیں راہِ سلوک اِسی راہ سے عبارت ہے،

بلکہ متعارف جذبہ بھی اِسی میں داخل ہے اور اِس راہ میں توسط اور حیلولت ثابت ہے اور اِس راہ کے واصلین کے پیشوا اور اِن کے سردار اور اِن کے بزرگواروں کے منبع فیض حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔

اور یہ عظیم الشان منصب اِن سے تعلق رکھتا ہے۔ اِس راہ میں گویا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں قدم مبارک حضرت علی علیہ السلام کے مبارک سر پر ہیں اور حضرت فاطمۃ الزہرا اور حسنین علیہما السلام اِس مقام میں اِن کے ساتھ شریک ہیں۔

سب کے ملجا و ماویٰ

میں سمجھتا ہوں کے حضرت امیر علیہ السلام (کرم اللہ وجہہ الکریم) اپنی جسدی پیدائش سے پہلے بھی اِس مقام کا ملجا و ماویٰ تھے جیسا کہ آپ جسدی پیدائش کے بعد ہیں۔

اور جس کسی کو بھی فیض و ہدایت اِس راہ سے پہنچی اِنہی کے ذریعہ سے پہنچی کیونکہ وہ اس راہ کے آخری نقطہ کے نزدیک ہیں اور اِس مقام کا مرکز اِن سے تعلق رکھتا ہے۔

اور جب حضرت امیر علیہ السلام کا دور ختم ہوا تو یہ عظیم القدر منصب ترتیب وار جناب حسنین علیہما السلام کے سپرد ہوا اور اُن کے بعد وہی منصب آئمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک ترتیب وار اور تفصیل سے مقرر رہا اور اِن بزگواروں کے زمانہ میں اور اِس طرح ان کے انتقال کے بعد جس کو بھی فیض و ہدایت پہنچتا ہے اِن بزرگواروں کے ذریعہ وحیلولتہ سے پہنچا اگرچہ اقطاب و نجبائے وقت ہی کیوں نہ ہوں۔

کیونکہ اطراف کو اپنے مرکز کے ساتھ الحاق کرنے سے چارہ نہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

پیشوائے واصلانِ ایں راہ وسر گروہ ایں ہا و منبع فیض ایں بزرگواران حضرت علی المرتضیٰ ست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وایں منصب عظیم الشان بایشان تعلق دریں مقام گویا ہر دو قدم مبارک آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام بر فرق مبارک اوست کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، حضرت فاطمہؓ وحضرات حسنین علیہما السلام دریں مقام بایشاں شریک اند۔

انگارم کہ حضرت امیر قبل از نشاۃ عنصری نیز ملاذ وملجا ایں مقام بودہ اند، چنانچہ بعد از نشاۃ عنصری وہر کرا فیض وہدایت ازیں راہ میرسید بتوسط ایشاں میرسید وچوں دورہ حضرت امیر تمام شد ایں منصب عظیم القدر بحضرات حسنین ترتیباً مفوض ومسلم گشت وبعد از ایشان ہماں منصب بہر یکے از آئمہ اثناء عشرو اتفصیل قرار گرفت ودر اعصار ایں بزرگواران وہمچنیں بعد از ارتحال ایشاں ہر کرا فیض وہدایت میرسد بتوسط ایں بزرگاں بود۔

(مکتوبات شریف جلد سوم ص ۱۴۴ مکتوب نمبر ۱۲۳)

یہ راستے

تاجدار سرہند حضرت مجدد پاکؒ نے حصولِ منزل کے لئے جن دو راستوں کی نشاندہی فرمائی ہے اُن میں سے ایک راستہ تو وہ ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام اور اُن کے صحابہ کے لئے مختص ہے علاوہ ازیں معدودے چند اُمتیوں کو بھی اِس راستہ پر گامزن ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے۔

اِس طریقہ علیہ میں آپ نے خاص طور پر جس کرامت و شرف کا تذکرہ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اِس راستہ سے حصولِ منزل یعنی وصال و اتصال کی دولت سے ہمکنار ہونے والوں میں سے کوئی ایک شخص بھی کسی دوسرے شخص کے وسیلہ کا محتاج نہیں، خواہ وہ دوسرا شخص کتنا ہی عظیم اور والا قدر کیوں نہ ہو، بلکہ ہر سالک خود بخود بغیر کسی وساطت اور ذریعہ کے واصل بالذات ہو کر اپنی منزل سے ہمکنار ہو جاتا چنانچہ اِس طریقہ

عظیمیہ میں کسی نبی، ولی، شہید، صدیق، غوث، قطب، اوتاد، ابدال، نجیب، نقیب، وغیرھم کے وسیلہ کی ہرگز ہرگز ضرورت نہیں۔

اِس طریقہء مقدسہ کے بالعکس جناب مجددیت مآب قدس سرہ العزیز نے جس طریقہ کی وضاحت فرمائی ہے، اُس طریقہ کے پیشواء حضور سیدنا حیدر کرار علیہ السلام ہیں۔

جمیع اولیاءِ کبار خواہ وہ اُممِ سابقہ میں ہوں یا اس اُمت مرحومہ میں سب کے سب سیّدنا حیدر کرار علیہ السلام سے ہی مستفید اور مستفیض ہو کر اپنی اپنی منزلوں سے ہمکنار ہوتے ہیں۔

پہلے طریقہ سے انبیاء کرام اور اُن کے صحابہ کرام کے علاوہ محض چند دوسرے لوگوں کا ہی منزل پر پہنچ سکنا قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے، جب کہ اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سمیت پہلی تمام اُمتوں کے کروڑوں اولیاء کرام، امیر المومنین، تاجدارِ مملکتِ ولایت، سیدنا و مرشدنا غالبِ علیٰ کل غالب جناب علی ابن ابی طالبؑ کے واسطہ اور وسیلہ سے ہی مقامِ ولایت پر متمکن ہو سکے ہیں اور آئندہ بھی تا قیامِ قیامت اسی بابِ مدینۃ العلم سے ہی علم و عرفان کی روشنی مل سکتی ہے۔

قارئین کرام کو دعوتِ غور و فکر دیتے ہوئے انہی سطور کے ساتھ اِس بحث کو ختم کیا جاتا ہے کیونکہ اگر کوئی مخصوص اور عالی قدر ہستی دروازہ کی طرف جانے کی بجائے سوراخ کر کے مقصد حاصل کرتی ہے تو یہ کمال صرف ان کی اپنی ذات کے لئے مخصوص ہے،

دوسرا کوئی بھی اِس عظیم مرتبہ میں اُن کا شریک و سہیم نہیں ہو سکتا اور ہر ولی خواہ وہ کسی بھی سلسلہ عالیہ میں سے ہو مقامِ ولایت اور قربِ الٰہی کے لئے حضرت علیؑ کے وسیلے کا محتاج ہے۔

نہایت ضروری وضاحت

تاجدارِ انبیاء و مرسلین عالمِ مکان و مایکون اصل وجوہرِ کائنات حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام تر علوم پورے کے پورے کسی دوسرے کی طرف منتقل ہونے کے متعلق نہ تو کوئی روایت ہی ثقاہت کے درجہ کو پہنچتی ہے اور نہ ہی یہ امر ممکن ہو سکتا ہے،

کیونکہ تمام تر علوم مصطفیٰ کو خود ہی سمیٹنے کے لئے کسی ایک نبی کا سینہ بھی متحمل نہیں ہو سکتا،

چہ جائیکہ کوئی ایک غیر نبی اِس بحرِ بیکراں کو خود میں سمو لینے کی طاقت رکھتا ہو۔

ہاں البتہ یہ بات ضرور ہے کہ ازل سے ابد تک ہمہ اقسام کے علوم سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کہ فیضان و کرم کے صدقہ سے تمام انبیاء و اولیاء کو ملے اور ملتے رہیں گے۔

اور اِس کے باوجود بھی آپ کے کنزِ علوم کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا بلکہ بقدرِ ظرف ہر ایک کو اِس کا حصہ ملا، ملتا ہے اور ملتا رہے گا۔

بایں ہمہ اِس اَمر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جناب حیدرِ کرار سیدنا علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سب سے قریب بلکہ اقرب ہیں جس پر متعدد نصوص مثل "علی منی وانا منہ" اور "انا مدینۃ العلم و علی بابھا" شاہدِ عدل ہیں۔

یہ درست ہے کہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام علوم شرعیہ سے صحابہ کرام کی کثیر جماعت معہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مستفیض ہوئی باوجود اِس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ علم بھی اُن تمام لوگوں سے اسقدر زیادہ تھا کہ دوسروں کے پاس اِس کا عشرِ عشیر بھی ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

سب سے وسیع تر علم علیؑ کا ہے

اِس مقام پر سرتاج المحدثین، راس المحققین، امام الاولیاء سیدنا شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس میں آپ نے مکمل طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ "حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا علم تمام تر صحابہ کرام سے وسیع تر اور عظیم ترین ہے۔"

چنانچہ آپ حدیث پاک "انا دار الحکمت و علی بابھا" کے تحت حدیث مدینۃ العلم کا تذکرہ فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا !

"میں دار الحکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں" یعنی میں حکمت کی سرائے ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہیں اور مشہور الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا !

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اِس کا دروازہ ہیں" اور کہا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم دیگر صحابہ کی طرف بھی آیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ یہ تخصیص اِس خاص وجہ سے ہے کہ جناب علی المرتضیٰ کا علم سب سے وسیع تر، مفتوح تر اور عظیم تر ہے۔ متن ملاحظہ فرمائیں !

> "قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انا دارالحکمۃ وعلی بابھا من سرائے حکمتم وعلی درآنست ومشھور بلظ "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" وگفت کہ شک نیست کہ علم آں حضرت از جانبِ صحابہ دیگر نیز آمدہ ومخصوص بمرتضیٰ نیست بلکہ بوجھے خاص خواھد بود کہ وسیع تر است ومفتوح تر. عظیم تر خواھد بود مثلاً چانکہ آمدہ است اقضاکم علی"

(اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۲۲۶)

جیسا کہ حدیث پاک میں صحابہ کرام کو ارشاد ہوتا ہے کہ تم میں عہدہ قضا کے لائق صرف علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ اس ضمن میں حضرت شیخ کی متعدد عبارات ہم آئندہ بھی کسی دوسرے عنوان کے تحت پیش کریں گے یہاں ہم ابن جوزی اور ابن تیمیہ کی تقلید میں حدیث "انا مدینۃ العلم وعلی بابھا" کو موضوع قرار دینے والوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلویؒ موضوع روایت کی تشریح میں مذکورہ بالا استدلال پیش کر رہے ہیں؟

بہر کیف! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی آیات واحادیث کو اُن کے لئے مخصوص بھی رہنے دیا جائے تو اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اُس عظمت وشان میں ذرہ برابر کمی واقع نہیں ہوتی جو اُنہیں خدا اور رسول کی طرف سے عطا کی جا چکی ہے۔

اگر آپ وہابی ہیں

گذشتہ اوراق میں ہم نے غیر مقلدین حضرات کے دو بزرگوں کی چند ایسی تحریریں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تھی جن میں شانِ اہلِ بیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہ سعی سعید بھی کی گئی ہے کہ غیر مقلدین تنقیصِ اہلِ بیت سے باز آ جائیں۔

اُسی ذیل میں ہم وہابیہ کے ایک اور بڑے پیشوا کی چند ایسی تحریریں اُن کے سامنے لاتے ہیں جس میں شان اہلِ بیت بیان کرنے کے علاوہ سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابِ مدینۃ العلم اور اعلم الناس ہونے کا اقرار کیا گیا ہے، اور یہ وہی شخص ہے جس نے اپنی زندگی کی اضطرار اور اضطرابی دور میں یہ قبیح وشنیع جُملے لکھے ہیں کہ معاذ اللہ حضور مر کر مٹی میں مل گئے ہیں، آپؐ کی تعظیم بڑے بھائی جیسی بلکہ اُس سے بھی کم کرنا چاہئے، اللہ چاہے تو کروڑوں محمدؐ کے برابر پیدا کر سکتا ہے اور جس کا نام محمدؐ یا علی ہے وہ کسی چیز کا مالک ومختار نہیں وغیرہ وغیرہ، بہر کیف! یہ بھی دیکھیں اس لئے کہ

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی اس کی

علی خدا کے پسندیدہ ہیں

بعض اُن اکابر اولیاء کرام کے بیان ہیں جو مذکورہ کمالات میں انبیاء کرام علیہم السلام سے مشابہت رکھتے ہیں اور یہ دو تنبیہوں پر مشتمل ہے۔

تنبیہہ اوّل

اِن بعض مقبولانِ بارگاہ بندگانِ خُدا کے متعلق ہے، جو اگرچہ منصبِ نبوت پر فائز نہیں مگر کمالات

مذکورہ اُن کو حاصل ہیں، بلکہ وہ اپنی ذات میں یہ استعداد اور قوت بھی رکھتے ہیں کہ اِن کمالاتِ مذکورہ کو دوسرے بندگانِ متقبولین کو بھی پہنچا سکیں۔

اِن متقبولینِ بارگاہ کے مذکورہ کمالات سے مُتصِف ہونے پر جس قدر آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں اگر اِن سب کو بالاستعیاب ذکر کیا جائے اور ہر بیان وکمال کے اظہار کے لئے آیات واحادیث سے الگ الگ شواہد پیش کئے جائیں تو کلام نہایت طوالت اختیار کر جائے گا۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ اِس مقام پر چند ایسے کمالاتِ مذکورہ کو جو اِن میں نہایت عمدہ ہیں نقل کرنے پر اکتفاء کیا جائے۔

میں کہتا ہوں کہ انبیاء کرام کے علاوہ پسندیدہ اور چنے ہوئے لوگوں پر یہ آیاتِ کریمہ مستفاد ہوتی ہیں۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾

اور جب کہا فرشتوں نے کہ اے مریم بے شک اللہ نے تجھے چُن لیا اور خُوب پاکیزہ فرمایا اور آج تمام جہان کی عورتوں سے تجھے پسند فرمایا۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۴۲)

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا

پس اِن ''مریم علیہ السلام'' کو اُن کے ربّ نے بوجہ احسن قبول فرمالیا ہے اور اُن کی عمدہ طور پر نشوونما فرمائی۔

(سورۃ آلِ عمران آیت ۳۶)

اِس دوسری آیتِ کریمہ میں جناب مریم علیہ السلام کے سنِ طفولیت میں ہی اللہ تعالیٰ کی توجہ کا ذکر ہے۔ اِسی طرح حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو فرمایا!

''اے میری پیاری بیٹی اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ میں نے فاطمہ کو فاطمہ کے باپ (محمدؐ) کو اور اُس کے شوہر علیؑ کو چن لیا ہے۔''

شعب الایمان بیہقی میں اس واقعہ کا ذکر تفصیل سے مذکور ہے۔

علی خُدا کے محبوب ہیں

پس خُدا تعالیٰ سے نسبتِ محبوبیت کا ذکر اِن آیات واحادیث سے ظاہر ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں ایک پرندے کا پکا ہوا گوشت آیا تو آپ

نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا یا الٰہی! اِس وقت ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھے تمام خلقت سے محبوب ہوتا کہ وہ میرے ساتھ اِس کھانے میں شرکت کرے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حاضرِ خدمت ہوکر پ کے ساتھ مل کر پرندے کا گوشت تناول فرمایا۔

ایک حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ چار اشخاص سے محبت فرماتا ہے اور مجھے بھی حکم فرمایا کہ میں اِن سے محبت کروں اور پھر صحابہ کے استفسار پر فرمایا کہ اُن میں ایک تو علیؓ ہیں اور باقی تین ابوذر، مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں!

در بیان آنکہ بعضے اکابر اولیاء در کمالاتِ مذکورہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مشابہت می دارند و آں مشتمل بر دو تنبیہ است۔

تنبیہ اول: در بیاں آنکہ بعضے از بندگانِ مقبولین ہر چند منصب نبوت نمی دارند اما از کمالات مذکورہ نصیبہ فراخور استعداد خود می دارد کہ نصیبہ ازیں کمالات مذکورہ بدیگر بندگان مقبول ہم می رسد، ہر چند آیات و احادیث کہ دلالت بر اتصاف مقبولین باایں کمالات مذکورہ می دارد اگر ہمہ را بالا استعیاب ذکر کردہ شود ہر بیان وہر کمال علیحدہ علیحدہ شواہد از آیات و احادیث گذاریندہ شود نہایت تطویل کلام دریں مقام لازم آید بناء علیہ بذکر چندے کمالات مذکورہ اجمالاً کہ عمدہ ترین آں ہا است دریں مقام اکتفا کردہ شد پس می گوئم اما ثبوت وجاہت اجتبائی مرغیر انبیاء راپس مستفاد ازیں آیت می شود۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ وقال الله تعالیٰ! فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا۔

و دریں کریمہ ثانیہ ذکر توجہ و عنایت حضرت حق بسوئے حضرت مریم در سنِ طفولیت۔

وقال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ، لفاطمة ان الله اطلع علیٰ اهل الارض فاختار اباک وبعلک وذکر شعب آں تفصیلاً پس ذکر محبوبیت به نسبت رب العالمین دریں آیات و احادیث واقع شده الخ۔

قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم اللّٰهم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی ھذا الطیر فجائه علی فاکل معه ، وقال النبی صلی الله علیه ان الله تبارک وتعالیٰ یحب اربعة

واخبرنی انه یحبهم قیل یارسول الله منهم لنا . قال علی منهم یقول ذالک ثلاثه وابوذر ومقداد وسلمان امرنی یحبهم واخبرنی از یحبهم۔

(منصب امامت صفحہ ۳۸)

علی وسیلہ ہیں اِن کی اتباع کرو

ولیکن سیادت یعنی وسیلہ وساطت رب العالمین اور بندگانِ مقبولین کے مابین فیضانِ غیبی کے حصول اور انحصارِ مقبولیت انہی لوگوں کی محبت اور اتباع میں ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے،

وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان،

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ

منافق نہ بنو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں فرمایا کہ اِن سے محبت وہی کرے گا جو مومن ہو اور بُغض وہی رکھے گا جو منافق ہو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ کے حق میں یہ دعا مانگی کہ الٰہی جو علی کا دوست ہے تُو اُسے دوست رکھ اور جو علی کا دشمن ہے اُس کو تُو بھی دشمن رکھ۔

ہلاک ہو جاؤ گے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ میری اہلِ بیت کی مثال سفینہ نوح کی طرح ہے جو اِس سے وابستہ ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے اِس کی مخالفت کی وہ ہلاک ہو گیا۔

اور صحابہ کرام کو فرمایا! میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم ان دونوں سے تمسک کرتے رہے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے اور وہ دو چیزیں ایک تو قرآن ہے اور دوسری میری عترت و

اہلبیت ہے۔

واما سیادت یعنی وساطت درمیان رب العالمین وعباد مقبولین در وصول فیض غیبی وانحصار مقبولیت در محبت واتباع ایشاں، قال اللہ تبارک وتعالیٰ

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ "

وقال اللہ تعالیٰ " وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ "

وقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی حقہ علی لا یحبہ الا مومن ولا یبغض الا منافق

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللھم من والاہ وعاد من عاداہ وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینۃ نوح من رکبھا ومن تخلف عنھا ہلک۔

وقال انی تارک فیکم الثقلین مان تمسکتم بھالن تضلوا بعدی کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی۔

(منصب امامت صفحہ ۳۹،۴۰)

علی عالمِ کتاب اور علم لُدنی ہیں

اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم نے اُس کو علم الدنی عطا فرمایا،

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ۝

اس مقام پر عبد سے مراد خضر علیہ السلام ہیں اور اصح قول یہ ہے کہ وہ جملہ انبیاء میں سے نہیں اور کمالات مذکورہ تفہیم غیبی ہے اور معنی اِس کے فکر ونظر میں القائے برکت ہے جو قوت نظریہ کو کشاں کشاں راہ راست پر لے آتی ہے۔ اور تجویز شدہ کو حق تک پہنچاتی ہے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کے حق میں فرمایا!

ہم نے اُسے علم وحکمت عطا فرمائے اور ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک اُس وقت سات سال تھی اور آپ نبوت کے منصب پر فائز نہیں تھے۔

اور حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! مجھے اُس ذات کی قسم جس نے جنت کو پیدا فرمایا اور دانے کو پھاڑا میرے پاس قرآن ہے اور وہ فہم ہے جو اللہ تعالیٰ کتابِ مقدس کے متعلق فرماتا ہے۔

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تو میں نے منصبِ قضاء کے سلسلہ میں اپنی ناتجربہ کاری کا اظہار کیا جس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے دُعا فرمائی چنانچہ اِس کے بعد مجھے کبھی اپنے کسی فیصلہ میں شک پیدا نہیں ہوا۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

وقال اللہ تعالیٰ '' فَوَجَدَا عَبۡدًا مِّنۡ عِبَادِنَاۤ اٰتَیۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِنَا وَعَلَّمۡنٰهُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ''

ومراد از عبد دریں مقام خضر اند وایشاں بر اصح اقوال از جملہ انبیاء ہستند واز کمالات مذکورہ تفہیم غیبی است ومعنی آں القائے برکت است در فکر ونظر کہ قوت نظریہ را کشاں کشاں برراہ راست آرد وبحق مشخص رساند، قال اللہ تعالیٰ '' ففھمنھا سلیمان کلا اتیناہ حکماً وعلماً '' ظاہر است کہ حضرت سلیمان دریں زمان کہ ہفت سالہ بود بہ منصب نبوت فائز نشدہ بودند وقال علی (علیہ السلام)

والذی خلق الجنة والبراء والنسمته ما عندنا الا ہذا القرآن الا فہما یعطی رجل فی کتابه وعن علی قال بعثنی رسول اللہ (صلی اللہ علیه وآله وسلم) الیٰ الیمن قاضیاً فقلت یارسول اللہ ترسلنی والاحدیث السن ولا علم لی بالقضاء فقال ان اللہ سیهدی قلبک ویثبت لسانک قال علی فما شککت فی قضائ۔

(منصبِ امامت صفحہ ۴۲)

علی دارِ حکمت کا دروازہ ہیں

اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ہم نے اُسے حکمت عطا فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں دارِ حکمت ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابنِ عباس رضی اللہ عنہم کے لئے دُعا فرمائی کہ الٰہی اِسے حکمت کا علم عطا فرما

قال اللہ تبارک ولقد اٰتینا لقمان الحکمة ان اشکر للہ ''

وقال رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انا دار الحکمۃ وعلی بابھا ودعا صلی اللہ علیہ وسلم لابن عباس اللّٰھم علمہ الحکمۃ۔

(منصب امامت صفحہ ۴۲)

اِن تصریحات کا پس منظر اور پیش منظر

مندرجہ بالا تصریحات کسی رافضی کی پیش کردہ نہیں بلکہ وہابیہ کے شہید اور امام کی بیان کردہ ہیں لہٰذا ملت وہابیہ کو اس پر بھی غور کرنا چاہئے تقویۃ الایمان کو حرزِ جان بنا رکھنے والوں کو منصب امامت پر بھی غور کرنا چاہئے اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ منصبِ امامت مُصنف کو اپنی امامت کے لئے راہیں ہموار کرنے کے لئے اور صراطِ مستقیم اپنے مرشد کی ولایت ظاہر کرنے کے لکھنا پڑی تھی تاہم وہابیہ کو تو اسے مشعلِ راہ سمجھنا چاہئے۔

ہمارے خیال میں اِس امر پر غور کر لینے سے کچھ حرج نہیں کہ اگرچہ مصنف نے خود کو کمالاتِ انبیاء کرام کا مظہر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر اُس کا استدلال تو خُود ساختہ نہیں بلکہ اُس نے جو کچھ بھی بیان کیا قرآن وحدیث ہی کی روشنی میں ہی کیا ہے، لہٰذا اگر آپ بھی خواہ مخواہ کی ضد چھوڑ کر قرآنِ مجید کی متعین کردہ شاہراہ مستقیم پر آجائیں تو کیا حرج واقع ہوگا جبکہ اِس کے برخلاف سراسر نقصان اور تباہی ہے۔

آپ اپنے لئے نہ سہی مُلک وملت ہی کے لئے تھوڑا سا ایثار کر لیں ہو سکتا ہے کہ اگر آپ چند نہایت ہی بد دیانت اور بد طینت قلمکاروں کی پذیرائی اور ہمنوائی چھوڑ دیں تو لالہ زار وطن کسی بھی وقت بھڑک اُٹھنے والی اُس آگ کے شعلوں سے بچ جائیں جسے ہم پہلے خاکستر اور اب چنگاریوں کی صورت میں دیکھ رہے ہیں، شانِ حیدر سے ضد ہے تو نشانِ حیدر کی عزت کے لئے ہی حالات کا تجزیہ کر لیں، آپ دراصل ٹھیک طور پر سوچتے نہیں ہیں اور ہنگامی طور پر آپ نتائج اخذ کرنے کے عادی ہیں ورنہ اگر آپ بھی سلیقے سے غور فرمائیں تو یہ بات آسانی سے سمجھ میں آجائے گی کہ یہ وطن یاعلی کے نعرے لگانے والے شہیدوں کے خون کی بنیادوں پر اُستوار ہوا ہے لہٰذا دُشمنانِ علی بن کر اس کی باگ ڈور کبھی ہاتھ نہیں آسکتی،

اِن الفاظ کے ساتھ ہی زیبِ عنوان حدیث پاک کے ضمن میں آنے والی مختلف مباحث کا اختتام کیا جاتا ہے اور اِس کے ساتھ ہی اِسی سلسلہ کی ایک کڑی آیت کریمہ عندہ علم الکتاب کے لطیف و دلنواز مفاہیم و مطالب بیان کرنے سے تیسرے باب کا آغاز کیا جاتا ہے۔

منقولہ بالا آیت کریمہ کے ضمن میں آنے والی روایات اِس امر پر شاہدِ عدل ہیں کہ بابِ مدینۃ العلم حضرت علیؑ ہے وہ بحر العلوم ہیں جنہیں مدینۃ العلم کا دروازہ ہونے کا شرف حاصل ہو سکتا تھا۔

باب سوم

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

یا محمد فرما دیجئے کہ حق تعالٰی اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے ، میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے میں کافی ہے۔

(سورۃ الرعد ۴۳)

تفسیر سے پہلے

اِس سے پہلے کے آپ عندہ علم الکتاب کی تفسیر کی لطافتوں سے بہرہ اندوز ہوں چند ایسی روایات ملاحظہ فرمائیں جن کی روشنی میں واضح ہوجائے گا کہ مولائے کائنات شیر خدا باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے زیادہ اِس آیت کے مصداق قرار پاتے ہیں،

اِس مقام پر اِس امر کی وضاحت ہوجانا ضروری ہے کہ منقولہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے اِس امر کا فیصلہ تو آئندہ اوراق کی تحریریں ہی کرسکیں گی تاہم یہاں پر صرف اِسی قدر بتانے پر اکتفاء کیا جاتا ہے کہ اگر اِس آیت میں کتاب سے مراد قرآنِ مجید ہے تو یہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں کسی بھی صورت میں نہیں ہوسکتی اور اگر اِس سے مراد توریت ہے تو تورات کا علم رکھنے والے تمام صحابہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی سب سے بڑے عالم ہیں۔

بہر کیف! حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے قرآنِ مجید کے علاوہ دوسری آسمانی کتابوں کے سلسلہ میں بھی اعلم الناس کے متعلق چند روایات ملاحظہ فرمائیں،

چونکہ جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان آپ مشکل کشا جلد اوّل میں بھی ملاحظہ فرماچکے ہیں اور آئندہ اوراق میں شرح و بسط کیساتھ بیان ہوگا کہ آپ نے منبر پر لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا!

مجھ سے پہلی کتابوں توریت و زبور اور انجیل سے سوال کرو میں تمہیں انہی کتابوں سے جواب دوں گا

چنانچہ یہاں قرآنِ مجید کے علوم کے بارے میں آپ کے فرامین ملاحظہ فرمائیں۔

علومِ قرآن اور مولا علی

علومِ قرآن کے بارے میں مولائے کائنات مولا علی علیہ السلام فرماتے ہیں،

(۱) خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی جس کے بارے میں میں نہیں جانتا، کہ اُس میں کیا ہے اور وُہ کہاں نازل ہُوئی اور، کس کے لئے نازل ہُوئی ہے بے شک میرے پروردگار نے مجھے قلبِ سلیم، عقل و حکمت، اور زبانِ ناطق عطا فرمائی ہے۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ مُجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو میں ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ وُہ رات کو نازِل ہُوئی یا دن میں میدان میں نازل ہُوئی ہے یا پہاڑ پر۔

متن ملاحظہ فرمائیں

(۱) عن علی بن ابی طالب علیہ السلام قال! واللّٰہ ما نزلت آیت الا وقد علمت فیھم نزلت واین نزلت ان ربی وھب لی قلباً عقولاً ولساناً ناطقاً۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، ۱۳۳۸) (صواعق محرقہ صفحہ ۱۲۷)

(ابن عساکر حدیث ۱۰۳۸) (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲)

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

(انساب الاشرف بلاذری جلد ۲ صفحہ ۹۸)

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۶)

(۲) قال علی سلونی عن کتاب اللّٰہ فانہ لیس من آیۃ الا وقد عرفت بلیل نزلت ام بنھار ام فی سھل ام جبل۔

(اسد الغابہ جلد ۴ صفحہ ۲۹) (الاصابہ جلد ۴ صفحہ ۲۷۰)

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۷) (طبقات الکبریٰ ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۳۸)

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۸) (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۲)

(تہذیب التہذیب لابن حجر جلد ۷ صفحہ ۳۳۷) (الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۶۳)

ظاہر اور باطن کا علم

(۱) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کے قرآنِ مجید سات قرأت میں نازل ہوا ہے اور اُن میں سے ایک قرأت بھی ایسی نہیں جس کے لئے ظاہر اور باطن کے معنی نہ ہوں اور حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے پاس ظاہر اور باطن دونوں کا علم ہے۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۱ صفحہ ۶۵)

(۲) ابی صہبا بکری سے روایت ہے کہا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی مجھ سے کتاب اللہ کی کسی بھی آیت کے متعلق سوال کرے میں اُس کو اُس کے بارے میں بتادوں گا، پس ابن الکوا نے اُٹھ کر پوچھا ذاریات ذرواً کیا ہے آپ نے فرمایا ہوائیں،

سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور علومِ قرآن کے سلسلہ میں بے شمار روایات آئندہ اوراق میں پیش ہونگی یہاں پر مزید ایک ایسی روایت پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے جس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اُن اسرار و رموز پر مطلع ہونا ثابت ہے جنہیں نہ جبرائیلؑ جانتے ہیں نہ میکائیلؑ، ملاحظہ ہو۔

علی کا علم جبریلؑ بھی نہیں جانتے

حضرت علامہ امام عبدالباقی زرقانی اپنی مشہور زمانہ تالیف ''زرقانی علی المواہب'' میں شبِ معراج کے واقعات نقل کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کے سیدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضور تاجدار اہل اتی حیدرِ کرار علی المرتضیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اِس سے پہلے کہ میں تم سے علیحدہ ہوجاؤں مجھ سے ایسے علم کے متعلق پوچھ لو جس کو نہ تو جبریل علیہ السلام جانتے ہیں اور نہ ہی حضرت میکائیل علیہ السلام جانتے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھے اُس علم کی تعلیم دے رکھی ہے جو آپ نے شبِ معراج میں سیکھی تھی۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے ربّ نے شبِ اسریٰ میں بے شمار علوم مجھے سکھائے، یہ اُنہیں علوم میں سے ہیں جو آپؐ نے مجھے سکھا دیئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں،

عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنهما . قال قال علی(علیه السلام) علمنی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم مما علمه لیلة الاسریٰ . قال علمنی ربی علو ماشتی فاعلمنی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم.

(زرقانی علی المواہب الدنیہ مطبوعہ بیروت جلد ششم صفحہ ۱۱۲) (للعلامہ عبدالباقی الزرقانی)

نبیؐ کے علم کا وارث علیؑ ہے

قارئینِ کرام! جلد اوّل میں امیر المومنین، سیّد المسلمین، امام المتقین غالبِ علی کُل غالب حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے قرآنِ ناطق ہونے پر مختصر سا مضمون ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ سرورِ کائنات، فخرِ موجودات امام المرسلین، احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؑ کے متعلق واضح طور پر ارشاد فرما رکھا ہے کہ،

''علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ کبھی الگ الگ نہیں ہونگے حتیٰ کے دونوں حوضِ کوثر پر ہم سے ملاقات کریں گے''

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت ''مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا''، کی تفسیر بیان کرتے ہوئے روایت نقل کرتے ہیں کہ نزولِ آیت کے بعد حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب صحابہؓ کرام میں بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا بھائی بناتے وقت ارشاد فرمایا،

مجھے اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے۔

''یا علی! میں نے تجھے اپنی ذات کے لئے پسند کیا ہے، پس میرے نزدیک تو ایسے ہی ہے جیسے موسیٰ کے لئے ہارون اور تو میرا وارث ہے''

ارشادِ مصطفی سنا تو حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کی وراثت کیا ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ہماری وراثت وہی ہے جو پہلے انبیاء کرام کی ہے،
جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انبیاء کی وراثت کیا ہے؟

تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا !

اللہ کی کتاب اور انبیاء کی سُنت اور اے علی تو جنت میں میری بیٹی فاطمہؑ کے ہمراہ میرے ساتھ میرے ہی محل میں رہے گا اور تو میرا بھائی ہے اور میرا ساتھی ہے۔

مندرجہ بالا روایت معہ دیگر بے شمار حوالہ جات کے ساتھ انشاء اللہ العزیز حدیث اخوت کے تحت بیان ہوگی۔

یہاں ہم قارئین کو اِس عبارت کے صرف اُس ٹکڑے کی اہمیت سے روشناس کرائیں گے،

''قال ما ورثت الانبیاء ؟ قال کتاب اللہ وسنتھم ؟''

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا وارث بنا کر وراثت میں عطا ہونے والی جس چیز کی طرف اشارہ فرمایا، وہ اللہ کی کتاب، قرآنِ مجید، اور آپ کی اپنی سُنتِ مبارکہ ہے۔

علی بالاصالت وارث علمِ رُسول ہیں

اِس حدیث پاک کی تائید اِس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ علمائے کرام انبیاء کرام علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ کسی کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوجائے کہ اگر تمام علمائے دین ہی انبیاء کے وارث ہیں تو پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی کیا تخصیص ہے؟

مگر اِس سوال کا جواب مسطورہ بالا حدیث میں بالصراحت موجود ہے۔ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اخوتِ صحابہ کرام کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ بھائی اور وارث ہونے کا اعزاز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطا فرمانا ہی اِس اَمر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم مقدس کا بالا صالت اگر کوئی وارث ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف تاجدارِ ہل اتی شیرِ خدا حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ

وجہہ الکریم ہی کی ذاتِ مقدس ہے۔

اور دیگر تمام علمائے اُمت میں سے خواہ وہ کوئی بھی ہو علومِ رسالت کا بالنیابت ہی وارث قرار پا سکتا ہے۔ اس وضاحت کے بعد جس اُمر کا اظہار مقصود ہے وہ یہ ہے کہ زیب عُنوان روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کو خاص طور پر جو وراثت میں عطا فرمایا وہ علمِ کتاب اور اتباعِ سُنت ہے۔

یہی وجہ ہے

یہی وجہ ہے کہ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کے ساتھ ہے، اور علی ہی سب سے زیادہ حضور کی سُنت کو جاننے والے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کے وہ تمام تر اسرار و رموز اور مفاہیم و مطالب امام انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ودیعت فرما دیئے تھے، جن کے بغیر اعزازِ وراثت کی تکمیل نہیں ہو سکتی۔

اندریں حالات یہ گمان کرنا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دامن کو جھٹک کر کسی دوسرے ذریعہ سے قُرآنی علوم پر دسترس حاصل کی جا سکتی ہے تو یہ محض دیوانگی اور حقائق سے اعراض ہے۔

قُرآن میں کیا ہے ؟

ہم جلد اوّل میں شرح و بسط کے ساتھ بتا چکے ہیں کہ کتابِ مقدس قُرآنِ مجید تمام تر علوم پر محیط ہے حتیٰ کہ لوحِ محفوظ جس پر ہر رطب و یابس مرقوم ہے وہ بھی قُرآنِ مجید ہی میں موجود ہے۔ مگر اِن علوم و اسرار پر کامل دسترس ہر کسی کو حاصل نہیں اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ہر شخص اُن تمام تر علوم و اسرار کو اپنے سینے میں سمو سکے جو صاحبِ قُرآن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے عطا فرمائے اور پھر وہ علوم حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مقدس امانت کی صورت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف منتقل ہو گئے۔

بلا شک و ریب قُرآنِ مجید فرقانِ حمید میں تمام تر علوم اجمالی طور پر موجود ہیں لیکن اُن علوم کی تفصیل پر کماحقہ، وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو مہبط وحی الٰہیہ خود اُس پر مطلع کریں کیونکہ اِس اجمال کی تفصیل کو صرف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جاننے والے ہیں اور آپ ہی نے خصوصیت کے ساتھ اِس تفصیل سے جناب علی علیہ السلام کو آگاہ فرمایا، نیز یہ کہ قرآن مجید کے متعلق اللہ تبارک وتعالیٰ کا واضح ارشاد قرآنِ مجید میں ہی اِس طرح موجود ہے،

اور ہم نے آپ پر کتاب اُتاری جو تمام چیزوں کو بیان کرنے والی ہے۔

نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ

(سورۃ النحل آیت نمبر ۸۹ پارہ ۱۴)

قُرآن کی روشنی میں قُرآن پڑھو

اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ جلال الدین سیوطی علیہ رحمۃ لکھتے ہیں کہ روایت نقل کی سعید بن منصور اور ابنِ ابی شیبہ نے اور عبداللہ بن احمد نے زوائد الزہد میں اور ابنِ ضریس نے فضائل قُرآن میں اور محمد بن نصر نے کتاب اللہ میں اور طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان میں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص علم حاصل کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے تو وہ قُرآن کی روشنی میں کرے کیونکہ قُرآن میں اولین و آخرین کا علم ہے۔

متن یہ ہے۔

واخرج سعید بن منصور و ابن ابی شیبة وعبد اللّٰه بن احمد فی ''زوائد الزہد'' وابن الضریس فی فضائل القرآن و محمد بن نصر فی کتاب اللّٰه والطبرانی والبیهقی فی شعب الایمان عن ابن مسعود وقال من اراد العلم فلینود القرآن فأن فیه علم الاولین ولآخرین۔

(تفسیر در منثور جلد چہارم صفحہ ۱۲۸)

مندرجہ بالا روایت سے صاف طور پر ظاہر ہے کہ قُرآنِ مجید میں اوّلین و آخرین کے تمام علوم موجود ہیں۔ اور اِس اَمر کا اظہار کرنے والا بھی وہ شخص ہے جو صاحبِ علم الکتاب حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا تلمیذ ارشد اور شاگردِ خاص ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اِس قسم کا دعویٰ وہی شخص کرسکتا ہے جو یا تو اُن علوم سے خود بہرہ مند ہو یا اُن کے متعلق اُس نے کسی جاننے والے سے سُنا ہو۔

بہرحال بتانا یہ بھی تھا کہ قرآنِ مجید میں علم الاوّلین بھی ہے اور علم الآخرین بھی اور اگر کوئی شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو بقول ابنِ مسعود قرآنِ مجید سے کرے۔

نُکتہ دلنواز

قارئین! اِس لطیف ترین نُکتہ سے یقیناً لطف اندوز ہوں گے کہ ایک طرف تو جناب مولا مرتضیٰ شیرِ خدا حضرت علی حیدرِ کرار علیہ السلام کے اُستادِ گرامی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ اگر تم علم حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہو باب مدینۃ العلم یعنی علیؑ کی وساطت سے حاصل کرو قرآن آپ کے لئے جبھی اپنے سینے میں چھپے ہوئے علم و عرفان کے خزانے ظاہر کرے گا جب آپ قرآنِ ناطق جناب علی علیہ

السلام کے دامن سے کامل طور پر وابستہ ہونگے۔

بصورتِ دیگر قرآنِ مجید تمام تر علوم و اسرار پر محیط ہونے کے باوجود آپ کے لئے حجاب ہی بناء رہے گا۔ خواہ آپ اپنے طور پر ظاہری علوم کی کتنی ہی ڈگریاں حاصل کرلیں۔ اور تفسیر کی کتنی ہی کتابیں ہضم کر جائیں۔

افسانہ نہیں حقیقت

قرآن اور علی میں مندرجہ بالا مناسبت محض افسانوی تخیل یا فلسفیانہ نکتہ آفرینی نہیں بلکہ قرآن و حدیث کے متعدد شواہد کا جوہر ہے اور جناب شیرِ خُدا علی علیہ السلام کا اپنا فرمان اِس پر شاہد و عادل ہے کہ قُرآنِ مجید خاموش قرآن ہے اور میں بولنے والا قرآن ہوں چنانچہ آپ کے اِس ارشادِ عالیہ کو دیگر محدثین کے علاوہ خارجی عباسی کے معتمد شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بھی "ازالۃ الخفاء" میں نقل کرتے ہیں اور یہ وہ کتاب ہے جس کی اکثر عبارتوں کو قطع برید کر کے عباسی نے اپنی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کی بنیادوں میں استعمال کیا۔

بہر حال شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نقل کرتے ہیں !

"حضرت مرتضیٰ (علیہ السلام) فرمود کہ ایں قرآن صامت است و من قرآنِ ناطقم"

(ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص ۱۵۳)

قُرآن حلق سے نہیں اُترتا

علاوہ ازیں ہمارے مندرجہ بالا موقف کی تائید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ لوگ قُرآن پڑھیں گے مگر قُرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترے گا اور وہ لوگ دین سے اِس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے۔

یہ حدیث پاک دیگر سینکڑوں کتابوں کے علاوہ بخاری، مسلم میں بھی موجود ہے

یہاں صرف یہی بتانے پر اکتفاء کیا جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان محض اور محض دُشمنانِ حیدر کرار علیہ السلام یعنی خوارج وغیرہ کے لئے ہے اور یہ بات ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہے۔

اِس حدیث کی موجودگی میں آسانی کے ساتھ یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ قُرآن صرف اُنہی لوگوں کے حلق سے اُتر سکے گا جن کے قلوب محبت علی سے سرشار ہونگے۔

بصورتِ دیگر قرآن کے اسرار و رموز اور مفاہیم و مطالب سے آشنائی تو ایک طرف قُرآن کے ظواہر بھی حلق سے نیچے نہیں جائینگے خواہ الفاظ قُرآنیہ کو کتنی ہی خوش الحانی سے تِلاوت کیا جائے۔

ناطقِ قرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے شاگردِ رشید عبداللہ بن مسعودؓ کا یہ قول ہے کہ علم کی روشنی کے حصول کا اِرادہ ہو تو قُرآن سے رجوع کرو کیونکہ اِس میں علم الاولین و الآخرین ہے اِن دونوں روایات کا تجزیہ کریں تو صاف صاف وضاحت ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علوم کے حصول کے لئے صرف دو ہی ذریعے ہیں، اور وہ علی اور قُرآن ہیں،

البتہ ان دونوں ذریعوں میں ایک انتہائی لطیف فرق ضرور موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ قُرآن مجید فُرقانِ حمید کتابِ صامت اور جناب علی کتابِ ناطق ہیں۔

قُرآن کو سمجھ کر قُرآن پڑھو

قطب الاقطاب، فرد الاحباب، سرتاج الواصلین، امام المحدثین سیدی و مرشدی امام عبدالوہاب شعرانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخاری میں آنے والی یہ حدیث مبارکہ اُن لوگوں کے حق میں ہے جو قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر قرآن اُن کے حلق سے نیچے نہیں اُترتا تو جاننا چاہیے کہ جو شخص مقام تلاوت قرآن میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وارث نہیں یعنی جس کو علوم و اسرارِ قرآن بطور وراثتِ مصطفیٰ نہیں پہنچے وہ شخص حروف قرآنیہ کو محض اپنے تصورات و تخیلات کی صورت میں ادا کرتا ہے مگر قرآن کے مطالب و معانی کی تلاوت نہیں کرتا اور محض صرف پڑھتا ہے یہی وجہ ہے کہ قرآنِ مجید کے حروف و الفاظ ادا کر لینے کے باوجود اِس کے دل میں کوئی چیز نہیں اُترتی مندرجہ بالا روایت کی روشنی میں صاف طور پر وضاحت ہوجاتی ہے کہ قرآنِ مجید کے محض الفاظ و حروف کو پڑھ لینے سے اِن رموز و اسرار سے واقفیت حاصل نہیں ہوتی جن کو "تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ" سے موسوم کیا گیا ہے۔

فی حدیث البخاری فی الذین یقرون القرآن لا یجاوز حناجر هم اعلم ان من لم یکن وارثا لرسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم فی مقام تلاوته للقرآن انما یتلوا حروفا ممثلته فی خیاله لانه ما تلا المعانی و انما تلا حروفاً فلا یصل الی قلبه شئ۔

(الکبریت الاحمر مطبوعہ مصر ص ۲۰۱ مؤلفہ شعرانی)

بہر حال ہمارے سامنے سینکڑوں ایسے شواہد مزید موجود ہیں جن کی روشنی میں وارث علوم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب علی المرتضیٰ علیہ اسلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد قرآنِ مجید کے ظاہری

باطنی علوم کا تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہونا قطعی طور پر ثابت ہے منجملہ ایک یہ ہے کہ قرآنِ مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا ! "اے محبوب فرما دیجئے اللہ کافی گواہ ہے مجھ میں اور تم میں اور وہ جسے کتاب کا علم ہے"۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾

(سورۃ الرعد آیت ۴۳)

یہ آیت کس کے حق میں ہے

مذکورہ بالا آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام نے مختلف روایات بیان کی ہیں ایک روایت میں ہے کہ جس کے پاس کتاب کا علم کہا گیا ہے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی اپنی ہی ذات کریم ہے لیکن یہ روایت باطل بھی ہے اور نا قابلِ فہم بھی ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر تو آیت کی ابتداء ہی میں موجود ہے یعنی قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا لہٰذا یہاں صاحب علم الکتاب سے کوئی دوسرا مراد ہے۔

یہ حضور کے حق میں نہیں

اور اگر کوئی کہے کہ یہاں سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنفسہٖ مراد ہیں تو آپ کا ذکر بھی پہلے آچکا ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اُمت مصطفیٰ کے بعد "وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ" کا تذکرہ آیا ہے اور درمیان میں واؤ عاطفہ بھی موجود ہے جو پہلے دونوں سے تیسرے کو الگ کرتی ہے حالانکہ یہ حقیقت بھی بدستور اپنے مقام پر موجود ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے براہِ راست علم الکتاب کو حاصل کرنے والے خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں اور دوسرا شخص جو بھی ہے وہ حصولِ علم کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی محتاج ہے۔

یہ جبریل کے حق میں نہیں

مفسرین ایک قول یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ "من عندہ علم الکتاب" سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں لیکن وہ خود ہی اِس روایت کو قبول نہیں کرتے ویسے بھی یہ امر قرین قیاس نہیں کیونکہ جب جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے حروفِ مقطعات کی تلاوت کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے تھے ہم جانتے ہیں اور جبریل علیہ السلام عرض کرتے محبوب آپ کیسے جانتے ہیں جب کہ اِن کی ماہیت مجھے بھی معلوم نہیں بہرکیف یہ روایت جلد اول میں گذر چکی ہے۔

راجح قول یہ ہے

یہ آیتِ کریمہ بعض روایات کے مطابق علمائے یہود جو ایمان لائے تھے مثل سلمان فارسیؓ اور عبداللہ بن سلامؓ وغیرہم کے حق میں بتائی جاتی ہے لیکن اکثر طور پر جس روایت کو راجح قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ یہ صرف حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر آیت مکی ہے

مندرجہ بالا یہ راجح قول اپنے مفہوم کے اعتبار سے تو قابلِ قبول ہوسکتا ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام تورات کا علم رکھتے تھے لیکن واقعاتی طور پر یہ درست ثابت نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیت مکی ہے جبکہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ میں اسلام قبول فرمایا

تفسیر ابن کثیر میں ہے ''اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے بصیغہ قیل کہا کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اِس روایت کے متعلق مجاہد نے کہا کہ یہ غریب قول ہے کیونکہ بے شک یہ آیت مکی ہے اور حضرت عبداللہ بن سلام اُس اول وقت میں اسلام لائے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے۔

وقوله ومن عنده علم الكتاب قيل نزلت فى عبدالله بن سلام قاله مجاهد هذا قول غريب لان هذا آلائته مكيه و عبدالله بن سلام انما اسلم فى اول مقدم النبى صلى الله عليه وآله وسلم المدينه۔

(تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۲۷۳)

خاتمِ حفاظِ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر دُرِ منشور میں اِس حقیقت کا اظہار یوں فرماتے ہیں کہ،

روایت نقل کی سعید بن منصور، ابنِ جریر، ابنِ المنذر، ابنِ ابی حاتم نے اپنی کتابوں میں اور نحاس نے اپنی کتاب ناسخ میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے کہ جب اُن سے پوچھا گیا کہ،

''من عندہ علم الکتاب'' حضرت عبداللہ ابنِ سلام کے حق میں ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے اور یہ سورت تو مکی ہے۔

واخرج سعيد بن منصور و ابنِ جرير و ابنِ المنذر وابن ابى حاتم والنحاس فى ناسمنه عن جبير رضى الله تعالىٰ عنه انه

سئل عن قوله '' ومن عنده علم الکتاب '' أھو عبد اللّٰه بن
سلام قال وکیف و ھذہ السورۃ المکیۃ۔

(دُرِ منثور جلد چہارم صفحہ ۶۹ مطبوعہ تہران)

عبداللہ بن سلام کے حق میں کوئی آیت نہیں

اِس ضمن میں امام جلال الدین سیوطیؒ مزید ایک یہ روایت بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابنِ منذر نے شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبداللہ ابنِ سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے قرآن میں کوئی بھی چیز نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن شعبی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ . قال ما
نزل فی عبد اللّٰہ بن سلام رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ شئی من
القرآن .

(دُرِ منثور جلد ۴ صفحہ ۶۹)

پیشوائے وہابیہ نواب صدیق حسن بھوپالی بھی زیرِ آیت اِن دونوں روایات کو اس طرح نقل کرتے ہیں۔

اور شعبی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں۔ اور جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے؟ تو اُنہوں نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ سُورت (الرعد) تو مکّی ہے اور عبداللہ بن سلام نے تو مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔

وعن شعبی ما نزل فی ابنِ سلام شی من القرآن وعن
سعید بن جبیر انہ سئل آلا ناأھو ابنِ سلام فقال کیف
وھذا السورۃ المکیہ وعبداللہ سلام اسلم بالمدینہ

(تفسیر فتح البیان جلد سوم ص ۱۳۰ مطبوعہ مصر)

مفسرین کی اس تصریح سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے علاوہ یہ آیت حضرت سلمان فارسیؓ اور دیگر احبار وعلمائے یہود جو مسلمان ہوگئے تھے کے حق میں ثابت نہیں کی جاسکتی کیونکہ وہ لوگ بھی مدینہ منورہ میں ہی دولت اسلام سے مُشرف ہوئے تھے۔

اَب کِدھر جائیں

اس آیتِ کریمہ کے مُتعلق جس قدر بھی اقوالِ آئمہ تفسیر نے نقل کئے ہیں وہ ہدیہ قارئین کردیئے

گئے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر یہ آیت کسی ایک پر بھی کامل طور پر چسپاں نہیں ہوتی تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ اِس کا ذکر کیوں فرمایا کہ"

"وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ"

جب کہ پہلا جملہ اللہ تعالیٰ کا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی ساری اُمت پر گواہ ہونا بہر صورت کافی ہے۔ یعنی

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ"

لہٰذا اب اِس کے سوا چارۂ کار نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اُس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے اُس مقدس ہستی کو تلاش کیا جائے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کے درمیان خداوندِ قدوس کی شہادت میں بھی شامل ہے،

اور اُس کے پاس تمام کتاب کا بھی علم ہے۔ تو اُس کے لئے خالقِ کائنات کا قرآنِ مجید میں واضح طور پر ارشاد ہے کہ،

فاسئلو اہل الذکر،

یعنی جب تمہیں کسی مشکل کا سامنا ہو تو اس کا حل اہلِ ذکر سے دریافت کرو۔

اب سوال یہ پیدا ہوگا کہ اہلِ ذکر تو کروڑوں کی تعداد میں ہونگے ان حالات میں کسی ایک کی تخصیص کیسے کی جائے؟

تو اِس کے لئے کُتب وتفاسیر واحادیث میں بالوضاحت بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی اہلِ بیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور بالاصالت اہلِ ذکر بھی یہی خانوادۂ نور ہے۔ اگرچہ بالنیابت دوسرے بھی کروڑوں خوش نصیب ہوں۔

علاوہ ازیں اِس امر کی تصدیق حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمان سے بھی ہوتی ہے جو آپ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی اُمت کے لئے جاری فرمایا کہ "میں تم میں قرآن اور اہلبیت دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم اِن دونوں سے وابستہ رہے اور اِن کا دامن مضبوطی سے تھام رکھا تو تم کبھی گمراہ نہیں ہوگے"

قرآن والوں سے پوچھ لیں؟

خدا اور رسول کی طرف سے اِس واضح ترین راہنمائی کے بعد ہمیں اِدھر اُدھر بھٹکنے کی بجائے دامانِ اہلبیت میں ہی پناہ حاصل کرنی چاہئے کیونکہ جب ہم اِن مقدس نفوس سے اپنی مشکل کا حل طلب کریں گے

توہمیں مایوسی کا منہ نہیں دیکھنا پڑیگا، چنانچہ اِس سلسلہ میں سب سے پہلے شہنشاہِ مملکتِ تقدس وطہارت بحر العلوم، امام الآئمہ سیدنا ومرشدنا حضرت امام باقر ابن سید الساجدین امام زین العابدین علیہما وعلیٰ آباؤ الکرام الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے

مشہور مفسرِ قرآن علامہ ثعلبی اور معروف محدث اور سیرت نگار علامہ ابن مغازلی اپنی اپنی اسناد کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عطا فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدؑ باقر علیہ السلام مسجد میں تشریف فرما تھے اور میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے وہاں حضرت عبداللہ بن سلام کے بیٹے کو دیکھا تو کہا کہ یہ اُس شخص کا بیٹا ہے جس کے حق میں یہ آیت آئی ہے کہ اُسے کتاب کا علم ہے، امام عالی مقام حضرت محمد باقر علیہ السلام نے سن کر فرمایا کہ یہ آیت کریمہ علی ابنِ ابی طالبؑ کے حق میں آئی ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ الثعلبی و ابن المغازلی بسندیهما عن عبد الله بن عطا قال كنت مع محمد الباقر (عليه السلام) فی المسجد فرائت ابن الذی، عنده علم الكتاب قال انما ذالک علی ابن ابی طالب۔

(ینابیع المودۃ جلد ا صفحہ ۱۱۳)

علامہ ثعلبی اور علامہ ابنِ مغازلی کے علاوہ اِس روایت کو حافظ الحدیث اور ثقہ محدث حافظ ابو نعیم صاحب حلیۃ الاولیاء و دلائل النبوۃ نے بھی نقل فرمایا ہے، چنانچہ لکھا ہے کہ ثعلبی اور ابو نعیم نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حنفیہؓ کی روایت زادان نے بیان کی کہ محمد بن حنفیہ نے فرمایا" کہ قرآنِ مجید کی آیت، من عندہ علم الکتاب ، جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے حق میں ہے۔

فضیل بن یسار کی روایت ہے کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ آیتِ کریمہ" ومن عندہ علم الکتاب"، یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے اِس سے مراد حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ متن ملاحظہ فرمائیں!

الثعلبی و ابو نعیم بسندیهما عن زادان عن محمد بن الحنفية قال " من عنده علم الكتاب " علی ابن ابی طالب۔

عن الفضيل يسا عن الباقر عليه السلام قال هذا

الآئته نزلت فی علی علیه السلام۔

(ینابیع المودۃ جلد ا صفحہ ۱۰۳)

ارشادِ صادق علیہ السلام

امام الآئمہ،سرتاج ولایت مرشدنا وہادینا امام جعفر الصادق علیہ وعلیٰ آباؤ الصلوٰۃ مذکرہ روایت کے متعلق مزید وضاحت فرماتے ہیں۔

آپ کا ارشادِ گرامی ہے !

"خدا کی قسم! ہمارے پاس تمام کتاب کا علم موجود ہے جبکہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے وزیر کو اسمِ اعظم کا محض ایک حرف اور کتاب میں سے کچھ علم حاصل ہوا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے اُس کے پاس کتاب میں سے علم تھا یعنی کتاب کا بعض علم تھا اُس نے کہا کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت لا دیتا ہوں،

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ ہم نے اُس کے لئے تختیوں پر ہر نصیحت تحریر فرمادی،

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ اُنہوں نے کہا اور میں اِس لئے آیا ہوں کہ تم پر وہ بعض باتیں واضح کردوں جن پر تم جھگڑتے ہو یعنی بعض کلمات اور حضرت علی علیہ السلام کو فرمایا اُس کے پاس تمام کتاب کا علم ہے اور فرمایا کہ کوئی خشک وتر ایسا نہیں جو قرآنِ مجید میں موجود نہ ہو اور یہ کتاب حضرت علی علیہ السلام کے پاس ہے۔"

متن ملاحظہ فرمائیں !

وقال الصادق علم الکتاب کله والله عندنا واما اعطی وزیر سلیمان بن داؤد علیهما السلام انما عنده حرف واحد من الا الاسم العظم وبعض الکتاب کان عنده قال الله تعالیٰ "قال الذی عنده علم من الکتاب" ای بعض الکتاب . قال الذی "انا اتیک به قبل ان یرتد الیک طرفک" (النمل) قال الله تعالیٰ موسیٰ علیه السلام "وکتبنا له فی الالواح من کل شئ موعظة" (انعام ۱۴۵) وقال فی عیسیٰ علیه السلام "لابین لکم بعض الذی تختلفون فیه" (زخرف ۶۳) ای بکلمة بعض

وقال فی علی علیه السلام ، ومن عنده علم الکتاب وقال لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین ، هذا الکتاب عنده۔

(ینابیع المودۃ جلد اول صفحہ ۱۰۳)

قولِ صادقؑ کی دلیل

سید السادات، امیر کائنات سیدنا و مرشدنا امام ہمام امامِ عالی مقام امام جعفر الصادق علیہ السلام وعلیٰ آباؤ الکرام واولادہ العظام الصلوٰۃ والسلام کی اس تفسیرِ مبارکہ کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمانِ مقدس سے بھی ہوتی ہے۔ جناب عطیہ بن عوفی سے روایت ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آیت کریمہ"

وَالَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمٌ مِنَ الْکِتَابِ، کے متعلق پوچھا یعنی وہ شخص جس کے پاس کتاب میں سے کچھ علم تھا، تو آپ نے فرمایا کہ وہ شخص سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا وزیر تھا۔ پھر میں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس ارشاد کے متعلق سوال کیا" وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ "یعنی وہ شخص کون ہے جسے تمام کتاب کا علم ہے تو آپؐ نے فرمایا !

"یہ شخص میرا بھائی علی ابنِ ابی طالب ہے۔"

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن عطیة العوفی عن ابو سعید الخدری رضی اللہ عنه قال مسئلت رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہ وسلم عن هذا الآیة " الذی عنده علم من الکتاب " قال ذلک وزیرا سلیمان بن داؤد علیهم السلام مسئله عن قول اللہ عزوجل " ومن عنده علم الکتاب " ؟ قال ذالک اخی علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔

(ینابیع المودۃ جلد ا صفحہ ۱۰۴ مطبوعہ تہران)(المناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۲۹)

علمِ کتاب کیا ہے؟

اس سے پہلے کہ ہم سیدنا حیدر کرارؓ کے صاحبِ علم کتاب ہونے پر دیگر دلائل پیش کریں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید کا علم معمولی چیز نہیں قرآنِ مجید اُس خداوندِ قدوس کا کلام ہے جس نے تمام کائنات ارضی وسماوی اور اس کے علاوہ تمام تر موجودات ومخلوقات کو ایک لفظ کُن سے پیدا فرما دیا،،

قرآن مجید اُن تمام تر علوم واسرار کا جامع ہے جو پہلے انبیاء کرام کو عطا فرمائے گئے،

قرآنِ مجید کلامِ خداوندی کے اُن معجزات کا مخزن ومعدن ہے جو ہر قاری پر نئے سے نئے انداز میں رُونما ہوتے ہیں اور یہ سلسلہ تا ابدالآباد جاری وساری رہے گا،

حضور سرورِ کائنات، فخرِ موجودات، امام الانبیاء احمدِ مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انبیاء ومرسلین کے سردار اور تمام مخلوقات سے اعلیٰ وافضل ہیں، لہٰذا آپ پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب بھی ایسی ہی اُتاری جو تمام کتب وصحائف سابقہ سے افضل واعلیٰ ہے، بلاشبہ انبیاء سابقین پر خُداتعالیٰ کی نازل کردہ کتابیں بھی رموز واسرارِ الٰہیہ کا خزانہ تھیں مگر اُن پر اُسی قدر اسرار وحقائق منکشف کرنا ضروری تھا جن کی ضرورت تھی،

حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت ورسالت کو قیامت تک باقی رہنا تھا اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب پر ایسی کتاب اُتاری جو قیامت تک کے لئے ہر طبقہ کے لئے راہنمائی کرے۔

قرآنِ مجید کے ظواہر کو ہی لے لیجئے اور پھر غور کیجئے کہ دُنیا کا ایسا کونسا علم ہے جس کی نشاندہی آیاتِ قرآنیہ میں موجود نہیں، سیاست ہو یا سائنس ریاضی ہو یا عمرانیات دُنیا بھر کا کوئی بھی مسئلہ تو ایسا نہیں جس کا حل قرآنِ مجید میں موجود نہ ہو،

ایسے ہی قرآنِ مجید کے باطنی رموز واسرار پر آگاہی حاصل کرنے والے صاحبانِ علمِ طریقت ومعرفت سے جس قدر بھی خوارق وکرامات کا ظہور ہُوا ہے وُہ قرآنِ مجید ہی کے باطنی اثرات کا معجزہ ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر جناب آصف بن برخیا کے پاس کتاب ہی کے علم کا کچھ حصہ تھا جس کے اثرات کا ظہور اِس طرح ہوا کہ ملکہ بلقیس کا طویل وعریض تخت پلک جھپکنے سے پہلے سینکڑوں میل کا سفر طے کر کے آگیا۔

قرآن بلاوجہ بیان نہیں کرتا

قرآنِ مجید نے اِس واقعہ کا خود اظہار فرمایا اور قرآنِ مجید بلاوجہ کوئی واقعہ بیان نہیں کرتا، اس قصے کے بیان سے منشاء ایزدی یہ تھا کہ لوگ کتابِ مُبین ومحکم قرآنِ مجید پر غور وتدبر کریں، یہاں یہ امر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کو پڑھ لینے سے یا قرآنِ مجید کو حفظ کر لینے سے یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ قرآن کا علم سیکھ لیا گیا ہے، جیسا کہ بعض جہلاء یہ گمان کرتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے ظواہرات کا علم ہو جانا ہی کافی ہے اور محض ظاہری معنوں سے ہی تعلیمِ قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے حالانکہ ایسا گمان کرنا قرآن مجید کی واضح ترین توہین کرنا ہے، اس لئے کہ زبور شریف جو قرآنِ مجید کے سرچشمہ علوم کا ایک حصہ ہے اُس میں سے کسی ایک حصے یا جملے کے باطنی عالم کا یہ حال تھا کہ اُس نے جنوں کے سردار کی قوت کو چیلنج کرتے

ہوئے آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے تخت بلقیس کو منگوا لیا، اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ زبور کا وہ علم قرآن میں نہیں ہے جس کہ بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے آصف بن برخیا کے لئے ارشاد فرمایا کہ "عندہ علم من الکتاب" بصورت دیگر یہ تسلیم کرنا ازبس ضروری ہے کہ قرآن مجید میں وہ تمام علوم و اسرار موجود ہیں جنہیں جان لینے والا تمام کائنات ارضی و سماوی پر متصرف ہوجاتا ہے، اور وہ اِس علم کی برکت سے تمام انبیاء کے معجزات کے مظاہر کرامات کی صورت میں ظاہر کرسکتا ہے،

بلکہ حق بات یہ ہے کہ اولیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جس قدر بھی کرامات کا ظہور ہُوا یا ہوتا ہے وہ قرآنِ مجید ہی کے لفظوں کے اسرار کا ظہور ہے۔

غوثِ اعظم کے فرامین

غوث الثقلین، شیخ الکل، امام الاولیاء واصفیاء سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرامین و کرامات قرآنِ مجید ہی کا تو معجزہ ہیں آپ کا وہ راز قرآنِ مجید کا ہی علم تو ہے جس کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ

اگر میں اپنا یہ راز سمندر پر ظاہر کردوں تو وہ خشک ہوجائے۔

اور اگر میں اپنا راز پہاڑ پر ڈال دوں تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے،

اور اگر میں اپنا راز بھڑکتی ہوئی آگ پر ڈال دوں تو وہ سرد ہوجائے،

اور اگر میں اپنا راز مُردے پر ڈال دوں تو وہ زندہ ہو کر کھڑا ہوجائے،

اور اِن تمام اُمور کی وجہ آپ نے اس سے پہلے بیان کی ہے کہ مجھ کو راز قدیم پر اطلاع کی دی گئی ہے جبکہ یہ راز قدیم قرآنِ عظیم ہی کے اسرار میں سے ہے۔

قُرآن خود شاھد ہے

کاشف الغمہ امام الائمہ سید الاصفیاء فخرِ سادات سُلطان الاولیاء والاتقیاء حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس قُرآنِ مجید کا وہ علم ہے کہ اگر ہم اس کا ایک شمہ پہاڑوں پر ڈال دیں تو وہ اپنی جگہ چھوڑ دیں،

امام صادق و مصدوق امام برحق سیدنا امام جعفر صادق علیٰ آباءِ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ فرمانِ عالیشان یونہی نہیں کردیا اور نہ ہی آپ کا یہ دعویٰ بے دلیل ہے بلکہ فی الحقیقت آپ کے پاس قرآنِ مجید کا ایسا ہی علم تھا جیسا کہ زیبِ عنوان آیت مقدسہ عندہٗ علم الکتاب کی تفاسیر سے ظاہر ہے۔

بلکہ قرآنِ مجید کے بارے میں قرآنِ مجید میں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد بالصراحت موجود ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ پھٹ جاتے اور ریزہ ریزہ ہوجاتے۔

اسرارِ قرآنی اور ظہورِ کرامت

بتانا یہ تھا کہ قرآنِ مجید کے اسرارِ باطنیہ کو جان لینے سے ہی اولیاء اللہ سے ظہورِ خوارق اور صدورِ کرامت ہوتا ہے اور قرآنِ مجید کے کسی لفظ کے اسرارِ باطنیہ کے حصول سے ہی تقربِ خُداوندی حاصل ہوتا ہے جو ولایت کا مقصدِ اولین اور اعلیٰ ترین مرتبہ ہے۔

جیسا کہ سابقہ اوراق میں بتایا گیا ہے کہ سیّدنا حیدر کرار شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم منبعِ ولایت ہیں اس لئے ضروری تھا کہ اُن کے پاس کتاب کا وہ علم ہوتا جو اُمم سابقہ کے اولیاء کرام پر حُجت بھی ہوتا اور قیامت تک آنے والے اولیاء اللہ کی رہنمائی بھی کرتا،

زیبِ عُنوان آیت کریمہ عندہ علم الکتاب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم مبارک پر خُداوندِ قُدوس کی سب سے بڑی گواہی ہے اور اِس کی شہادت کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ حضرت علی کے پاس کتاب کا علم ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ ارشاد کہ علی شہرِ علم وحکمت کا دروازہ ہیں ایک ہی سلسلے کی دو کڑیاں ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ پورے طور پر مُنسلک ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اَعلم الناس ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

قارئین کے لئے اِس مقام پر جان لینا بھی ازبس ضروری ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا اعلم الناس ہونا کسی بھی شخص کے علم کی نفی نہیں کرتا بلکہ اِس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ دُوسروں سے زیادہ جانتے ہیں جیسا کہ اوراقِ سابقہ میں متعدد روایات گذر چکی ہیں۔

بہرکیف! بابِ مدینۃ العلم سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام تر علوم کے جامع ہیں قرآن مجید کے الفاظ کے ظاہری معنی ہوں یا باطنی اسرار ورموز حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر کامل طور پر منکشف تھے یہی وجہ ہے کہ آپ منبر پر بیٹھ کر کہا کرتے تھے کہ قرآنِ مجید کے بارے میں جو بھی پوچھنا ہے مجھ سے پوچھ لو،

علاوہ ازیں قرآن مجید کے اسرار ورموز کو جان لینے ہی کہ یہ اثرات ہیں کہ آپ آسمانی اُمور میں بھی تصرف فرمالیتے تھے جبکہ جناب آصف بن برخیا علمِ زُبور کی برکت سے تختِ بلقیس کو لانے کے لئے صرف زمین پر ہی متصرف ہوئے تھے۔

مُتن سب یہ ہے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس مقام پر چند ایک ایسی روایات پیش کر دی جائیں جن سے مولائے کائنات کا مُتصرف کائنات ارضی وسماوی ہونا واضح طور پر ثابت ہوجائے۔ اِس سلسلے میں ہمارے سامنے بیشمار کتابیں اور حوالے پڑے ہوئے ہیں مگر اُن سب کو یہاں لانا نہایت مُشکل اَمر ہے اِس لئے تاجدارِ عرب

وبجم حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دو ایسے عُشاق کی کُتب سے استفادہ کیا جارہا ہے جن کا عاشقِ رسول ہونا مسلم ہے، جن کی وجاہتِ علمی مُصدقہ اور جن کی ولایت اہلِ سُنت کے نزدیک متفق علیہ ہے،

اِن میں سے ایک بزرگ قُطب الواصلین امام زمانہ عاشقِ رسول حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ لسامی ہیں اور دوسرے بزرگ شیخ المشائخ، وحید العصر قُطبِ ربانی حضرت علامہ محمد اسماعیل بن یُوسف نبھانی رحمتہ اللہ علیہ ہیں، درج ذیل اقتباس بالترتیب ہر دو حضرات کی کُتب شواہد النبوت اور جامع کرامات اولیاء سے پیش کئے جارہے ہیں ملاحظہ کریں اور غور فرمائیں، کہ!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب دانائے کُلِ غیوب حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے حضرت علی مُرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے دامن کو علوم واسرارِ قُرآنیہ کی دولت سے کس قدر معمور فرما رکھا ہے،

آپ کو اِن کرامات میں مولا علی شیرِ خُدا کے لامتناہی اور لاحصر علم مبارک کی جھلکیاں بھی نظر آئیں گی،

آپ کے تصرف فی الارض والسما کے مناظر بھی سامنے آئیں گے آپ کے اُمورِ غیبیہ پر مطلع ہونے کے آثار بھی نمایاں ہونگے اور یہ بھی واضح ہوگا کہ آپ رسول اللہ کے علوم کے وہ وارث کامل واکمل ہیں جنہیں آپ نے اپنا وصی بھی فرمایا اور اُن کا تذکرہ کُتب سابقہ میں بھی مذکور ہے۔

علیؑ کے لئے سُورج کی دوبارہ واپسی فرمانِ مصطفی سے

خُدا تعالیٰ نے آپؓ کے لئے دو دفعہ سُورج کو مغرب سے لوٹایا پہلی دفعہ عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اور دوسری دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انتقال کے بعد۔

حضرت اُمِ سلمہ، حضرت اسماء بنتِ عمیس، حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن آپ کے ہاں مقیم تھے اور آپؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بیٹھے تھے اچانک حضرت جبریل علیہ السلام وحی لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گرانیٔ وحی کے باعث اپنا سرِ انور حضرت علیؓ کی ران سے نہ اُٹھایا۔ جناب امیر المومنین علیؓ نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کرلی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی سے ثِقل وگرانیٔ وحی ختم ہوئی تو پوچھا،

اے علیؓ! تمہاری عصر کی نماز فوت ہوگئی ہے۔

اُنہوں نے عرض کی، حضور! میں نے بیٹھے بیٹھے اشاروں سے نماز ادا کرلی تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! دُعا کروں کہ رب العزت سورج کو لوٹا دے تاکہ تُم نماز

عصر بروقت ادا کرلو۔

حضور علیہ السلام نے دُعا فرمائی تو آفتاب پلٹ آیا اور ایسا معلوم ہُوا جیسے نمازِ عصر کا وقت تھا۔ اس طرح حضرت علیؓ نے نماز بروقت ادا کی۔

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں جب سورج غروب ہوا تو آرا چلنے کی سنائی دیتی تھی۔ یہ قصہ چونکہ پہلے گزر چکا ہے اور چونکہ روایتوں میں تفاوت تھا اس لئے دوبارہ مذکور و مرقوم ہوا۔ حضور علیہ السلام کی وفات کے بعد جو واقعہ پیش آیا وہ یُوں ہے:

دُعائے مُرتضیٰ سے

آپؓ بابل کی طرف جا رہے تھے تو فرات سے گزر کر نمازِ عصر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ ہُوا۔ آپ کے ساتھیوں نے دریائے فرات سے اپنی سواریاں گزارنی شروع کر دیں یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا اور ان کی نماز قضاء ہو گئی۔ وہ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے سنا تو اللہ تعالیٰ سے سورج کو لوٹانے کی التجاء کی تاکہ ان کے ساتھی نماز گزار لیں۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آپ کی دُعا قبول فرمائی، آفتاب نکل آیا اور عصر کا وقت ہو گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو سورج غروب ہو گیا اور اس میں سے ہولناک آواز آنے لگی، لوگوں پر خوف و ہراس چھا گیا اور وہ سُبحان اللہ۔ لَآ اِلٰہَ الا اللہ. اور اَستَغفِرُ اللہ پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔

چشمہ کہاں سے نِکالا

جس وقت آپ جنگِ صفین میں مشغول تھے آپ کے ساتھیوں کو پانی کی سخت ضرورت پڑی۔ لوگ دائیں بائیں دوڑے لیکن پانی دستیاب نہ ہُوا۔ حضرت امیر المومنینؓ نے اپنی توجہ ایک کنویں سے ہٹائی تو لق و دق صحرا میں ایک کلیسا نظر آیا۔ آپؓ نے اس کلیسا میں رہنے والے سے پانی کے متعلق پُوچھا !

اُس نے کہا ! یہاں دو فرسنگ کے فاصلے پر پانی موجود ہے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا اے امیر المومنینؓ ! ہمیں اجازت دیجئے شاید ہم اپنی قوت ختم ہونے سے پہلے پانی تک رسائی حاصل کر لیں،

حضرت امیر المومنین نے فرمایا! اس کی کیا حاجت ہے ؟ پھر آپ نے اپنے خچر کو مغرب کی طرف ایڑ لگائی اور ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا! یہاں سے زمین کھودو، ابھی تھوڑی ہی زمین کھودی گئی تو نیچے سے ایک بڑا پتھر نکلا جسے ہٹانے کے لئے کوئی ہتھیار بھی کاری گر نہ ہو سکا۔

حضرت امیر المومنینؓ نے فرمایا! یہ پتھر پانی پر واقع ہے اسے اُکھاڑ پھینکو۔ آپ کے ساتھیوں نے

ہر چند کوشش کی لیکن اُسے اپنی جگہ سے ہلا نہ سکے۔ اس پر جناب امیرؑ اپنے خچر سے نیچے تشریف لائے اور اپنی آستین چڑھا کر اپنی اُنگلیاں اُس پتھر کے نیچے رکھ کر زور لگایا۔ اُس پتھر کو پانی سے ہٹایا تو نیچے سے نہایت ٹھنڈا میٹھا اور صاف پانی نکل آیا۔ ایسا صاف کہ تمام سفر میں اُنہوں نے ایسا پانی نہ پیا تھا۔

سب نے پانی پیا اور جتنا چاہا بھر لیا۔ پھر حضرت امیرؑ نے اس پتھر کو اُٹھا کر چشمہ میں رکھ دیا اور فرمایا! اس پر خاک ڈال دو۔

جب راہب دیر نے ان احوال کا مشاہدہ کیا تو کلیسا سے نیچے اُتر کر حضرت امیر المومنینؑ کے حضور میں آیا اور سامنے کھڑا ہو کر پوچھا! کیا آپ پیغمبر ومُرسل ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! نہیں

اس نے پوچھا! کیا آپ کوئی ملک مُقرب ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! نہیں

اس نے پوچھا! پھر آپ کون ہیں؟

حضرت امیرؑ نے فرمایا! میں وصی پیغمبر مُرسل جناب محمد بن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں

راہب کہنے لگا! ہاتھ بڑھایئے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کروں۔

حضرت امیرؑ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو راہب نے کہا! اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ واشھد انک علی وصی رسول اللہ۔

بعد ازاں حضرت امیرؑ نے اس سے پوچھا! اس کی کیا وجہ ہے کہ تم مدت سے پہلے اپنے دین پر کار بند تھے اور اب تم ایمان لے آئے ہو؟

اُس نے کہا! اے امیر المومنینؑ! اس کلیسا کی بنیاد اس پتھر ہٹانے والے کے لئے تھی مجھ سے پہلے کئی راہب یہاں رہتے تھے کیونکہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ اس جگہ پر چشمہ ہے اور اس پر ایک نادیدہ پتھر ہے جسے پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا کوئی نہ اُکھاڑ سکے گا۔ جب میں نے دیکھا کہ آپؑ نے اُس پتھر کو اُکھاڑ پھینکا ہے تو میری مُراد پوری ہوگئی اور مجھے جس چیز کا انتظار تھا وہ مجھے مل گئی۔

جب امیر المومنینؑ نے یہ بات سُنی تو اتنے روئے کہ آپ کی داڑھی کے بال تر ہوگئے۔ پھر فرمایا! سب تعریف اللہ رب العزت کے لئے ہے کہ میں اُس کے ہاں بھولا بسرا نہیں ہوں بلکہ اس کی کتابوں میں میرا ذکر ہے۔

اس کے بعد جب وہ راہب حضرت امیرؑ کا ملازم بن گیا اور آپ کے ساتھ اہلِ شام سے مقاتلہ کرتا رہا یہاں تک کہ شہید ہوگیا۔ حضرت امیرؑ نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُسے دفن کیا اُس کے لئے

دُعاء مغفرت کی، جس وقت بھی اُس کا ذکر ہوتا آپ اُسے اپنا غُلام کہہ کر پکارتے۔

کتابِ عیسیٰ میں ذکرِ علی

حیہ عرنی جو حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متوسلین میں تھے کا بیان ہے کہ حضرت معاویہ سے جنگ کے دوران میں حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم نے دریا کہ کنارے پر پڑاؤ ڈالا، اچانک وہاں ایک آدمی آیا اور کہا !

السلام علیک یا امیر المومنینؓ !

حضرت علی نے کہا: وعلیک السلام !

اُس نے بتایا ! میں سمعوم بن یوحنا ہوں اور اِس کلیسا میں رہتا ہوں۔ اُس نے کلیسا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، پھر کہا ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میراث در میراث چلی آرہی ہے اگر آپ چاہیں تو پڑھ کر سناؤں اگر آپ چاہیں تو حاضرِ خدمت کروں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا ! پڑھو

اُس نے پڑھنا شروع کی۔ اس کتاب میں حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نعت تھی اور آپ کے اوصافِ حمیدہ تھے۔

آخری مضمون یہ تھا: ایک دن اِس دریا کہ کنارے وہ شخص اُترے گا جو اس زمانہ میں دین اور قرابت داری کے لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب ترین ہوگا۔ وہ اہلِ مشرق کے ساتھ اہلِ مغرب سے مقاتلہ کرے گا اُس کے سامنے دُنیا کی قدر و قیمت ریت سے بھی کمتر ہوگی۔ وہ شدت جنگ میں طوفانوں سے بھی زوردار ہوگا اور اُس کی نگاہوں میں موت اتنی عزیز ہوگی جتنا شربت ہوتا ہے اللہ کی مدد اُس کے شاملِ حال ہوگی اور اُس کے ساتھ قتل ہونا شہادت ہوگا۔

پھر اُس نے کہا ! جب وہ نبی مبعوث ہوئے تو میں اُن پر ایمان لے آیا اور جبکہ آپ نے یہاں پڑاؤ ڈالا ہے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوگیا ہوں تا کہ زندہ و مُردہ آپ ہی کے پاس رہوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم رو دیئے اور آپ کے ساتھ حاضرین بھی رونے لگے پھر فرمایا ! سب تعریفیں اُس ذاتِ اقدس کے لئے ہیں جس نے میرا تذکرہ نیک لوگوں کے صحیفہ میں کیا۔

پھر حیہ عرنی سے کہا: اے حیہ ! اس کی صبح و شام نگہداشت کرتے رہو۔ اس کے بعد آپ جب بھی کھانا کھاتے اُسے طلب فرماتے۔ وہ راہب اس وقت لیلۃ الہریرہ میں شہید ہوا، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم امیر معاویہ سے شدید جنگ کر رہے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس کی نمازِ جنازہ ادا کی اور اُس قبر میں اُتر کر فرمایا ! یہ شخص اہل بیت میں سے ہے۔"

جنّات پر تصرّفِ مُرتضیٰ

حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے جب سیّدِ عالم و عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صلح حدیبیہ کے دن مکہ معظمہ کو مراجعت فرمائی تو مسلمان سخت پیاسے تھے کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ حضور علیہ السلام نے بمقام حجفہ قیام کیا اور فرمایا ! تم میں سے کون ہے جو فلاں کنویں پر جا کر مشکیں بھر کر پانی لے آئے تا کہ خُدا کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُسے جنت کی ضمانت دیدے، ایک شخص اُٹھا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں جاتا ہوں۔

حضور علیہ السلام نے اُسے سقّوں کی ایک جمعیت کے ساتھ بھیجا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں اُن کے ساتھ تھا جب ہم اُس کنویں کے نزدیک پہنچے تو وہاں بہت سے درخت دیکھے جن سے طرح طرح کی آوازیں آرہی تھیں اور وہ درخت عجیب طرح سے حرکت کر رہے تھے۔ ہم نے اُن سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے بھی دیکھے جن سے ہم سخت خائف ہوئے۔ اِس ڈر کے باعث ہم اُن درختوں سے گذر نہ سکے اور حضور علیہ السلام کی خدمت میں واپس چلے آئے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ! وہ جنوں کا ایک گروہ تھا جو تمہیں ڈراتا تھا۔ اگر تُم میرے کہنے کے مطابق چلتے رہتے تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتی۔

یہ سُن کے ایک اور صحابی اُٹھے اور عرض کی : یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میں جاتا ہوں وہ بھی سقّوں کی اُسی جماعت کے ہمراہ روانہ ہوا لیکن اُنھیں بھی اسی حالت میں واپس آنا پڑا۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا ! اگر تم میرے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے تو کوئی مکروہ چیز تمہیں آڑے نہ آتی اسی حیص وبیص میں شام ہوگئی اور صحابہؓ پر پیاس کا غلبہ ہونے لگا۔

حضور علیہ السلام نے حضرت سیّدنا علیؓ کو بلایا اور فرمایا ! فلاں کنویں سے پانی بھر لاؤ۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں ہم اپنے کندھوں پر مشکیں اور ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے باہر آگئے۔ حضرت علیؓ ہمارے آگے آگے چلتے گئے اور مندرجہ ذیل رجز پڑھتے گئے،

اعوذ بالرحمن ان ابیلا
عن غرف جن اظھرت تنویلا
وواقدة نیرانھا تعویلا
وفرعه مع غرفھا الطویلا

جب ہم اُس جگہ پہنچے تو وہی آوازیں آنے لگیں اور درختوں نے ہلنا شروع کر دیا، ہم پر خوف و

ہراس چھانے لگا۔ میں نے دِل میں کہا کہ علیؓ بھی پہلے دو آدمیوں کی طرح واپس لوٹیں گے، اِس پر حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم نے میری طرف دیکھا اور کہا میرے قدم بہ قدم چلتے آیئے جو تمہیں نظر آرہا ہے اِس سے مت ڈرو کیونکہ اب تمہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گی۔ جونہی ہم درختوں کے جُھنڈ میں آئے تو اُن میں آگ کے بھیانک شعلے نکلنے شُروع ہوگئے، اُن شعلوں میں سے کٹے ہوئے سر ظاہر ہونے لگے جن میں سے سخت ہولناک آوازیں آتی تھیں، ان آوازوں سے ہمارے اوسان خطا ہوگئے۔ لیکن امیر المومنین علیہ السلام اِن سروں سے گزرتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔ میرے قدم بہ قدم چلتے آؤ اور دائیں بائیں مت دیکھو۔ اب کوئی خوف نہیں رہا۔ ہم آپؓ کے پیچھے چلتے گئے یہاں تک کہ اس کنویں تک جا پہنچے، ہم نے ایک ڈول کنویں میں ڈالا براء بن مالک نے ایک بار وہ ڈول سے ہی پانی نکالا تھا کہ رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر گیا۔ کنویں سے قہقہوں کی آوازیں آنے لگیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا! کوئی ہے جو لشکرِ اسلام میں جا کر ایک اور ڈول لے آئے،

ساتھیوں نے کہا ! یہ ہمارے بس سے باہر ہے کہ ہم اِن درختوں کے درمیان سے گزریں۔

حضرت علی علیہ السلام کمر سے پٹکا باندھ کر کنویں میں اُتر گئے کنویں سے قہقہوں کی آوازیں اور زیادہ زوردار لہجے سے آنے لگیں۔

جب حضرت علی علیہ السلام کنویں کے درمیان میں پہنچے تو آپ کا پاؤں پھسل گیا اور آپؓ نیچے گر گئے، کنویں سے عجیب وغریب غلغلہ اُٹھا اور اِس طرح آواز آنے لگی جیسے کسی کا گلا گھونٹا جارہا ہو۔

اچانک حضرت علی علی علیہ السلام نے اللہ اکبر انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکارا اور کہا مشکیں نیچے پھینکو۔ آپ نے تمام مشکیں پانی سے بھرلیں۔ اُن کے منہ باندھے اور ایک ایک کر کے باہر نکالیں۔

بعدازاں آپ نے دو مشکیں اُٹھائیں، اور ہم نے صرف ایک ایک، جب ان درختوں کے پاس پہنچے تو جو کچھ بھی ہم نے پہلے دیکھا اور عنا وقوع میں نہ آیا، ہم درختوں سے گزرنے لگے تو ہمیں ہچکیں آواز سنائی دی۔

ہاتف نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور حضرت علی علیہ السلام کی منقبت پڑھنا شروع کی۔

جناب امیر المومنین علیہ السلام نے تمام قصہ حضور علیہ السلام کو آ سنایا۔ جناب ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! وہ ہاتف عبداللہ جن تھا جس نے بتوں کے شیطان کے مسعر کو کوہِ صفا میں قتل کیا تھا۔

مقام کربلا کی نشاندہی

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے براء بن عاذبؓ سے قبل از واقعہ کرب وبلا کہہ دیا تھا کہ

میرے لختِ جگر حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیری آنکھوں کے سامنے شہید کریں گے لیکن تو ان کی کوئی مدد نہ کر سکے گا۔ جب حضرت امیر المومنین حسینؓ شہید کئے گئے تو براء بن عاذبؓ کہنے لگے۔ جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے سچ فرمایا تھا حسینؓ شہید کئے گئے اور مجھ سے اُن کی کوئی مدد نہ ہو سکی وہ یہ کہتے ہوئے اظہارِ ندامت کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضرت سیّدنا علی علیہ السلام سرزمینِ کربلا سے گذرے تو گریہ وزاری کرتے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے اور کہا ! بخدا ان کی شہادت اور اُن کے اونٹوں کے مرجانے کے یہی موضع ومحل ہیں۔

آپ کے ساتھیوں نے پوچھا ! یہ کونسا مقام ہے ؟

آپؓ نے فرمایا! یہ کربلا ہے یہاں ایک ایسی جماعت کو شہید کیا جائے گا جو بغیر حساب وکتاب جنت الفردوس میں داخل ہوگی یہ کہہ کر وہاں سے چلے آئے اور کسی کو اِن باتوں کی تاویل سمجھ میں نہ آئی یہاں تک کہ حضرت حسین علیہ السلام کی شہادت کا واقعہ سامنے آیا۔

جس روز آپؓ نے کُوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہلِ کُوفہ نے بصد قال وقیل لشکر بھیجا اس سے پیشتر کہ لشکر آپ کے پاس آتا۔

آپ نے فرمایا! کہ کُوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔ آپ کے ایک ساتھی نے جب آپ کی یہ بات سُنی تو لشکر کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا، اُس نے ایک ایک آدمی گنا اور اتنے ہی آدمی نکلے جتنے آپ نے بتائے تھے ان میں ایک کم تھا نہ ایک زیادہ۔

قُرآن کیسے پڑھتے تھے؟

روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جب آپؓ سواری کرتے وقت گھوڑے کی رکاب میں پاؤں رکھتے تو تلاوتِ قُرآن شروع کرتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھتے تو ختم کلامِ مجید کر لیتے۔ دوسری روایت کے مطابق آپ گھوڑے پر پُوری طرح بیٹھنے سے پہلے قُرآنِ کریم ختم کر لیتے۔

ابُوترابؑ سے زمین باتیں کرتی تھی

اسماء بنتِ عمیسؓ نے حضرت سیدہ زہرا سلام اللہ علیہا سے روایت کی کہ جس رات حضرت سیّدنا علی علیہ السلام نے میرے ساتھ شبِ زفاف گزاری مجھے آپ سے بہت خوف لاحق ہوا کیونکہ میں نے زمین کو آپؓ سے ہمکلام ہوتے ہوئے سُنا۔ صبح ہوئی تو میں نے یہ سارا واقعہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سُنایا۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک طویل سجدہ کیا اور سر اُٹھا کر فرمایا: اے فاطمہؓ!

تجھے پاکیزہ اولاد کی خوشخبری ہو جن کو خُدائے تعالیٰ نے تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے اور زمین کو حکم دیا کہ وہ آپ کو ایسے تمام واقعات بتلائے جو مشرق و مغرب تک اِس پر واقعہ ہونے والے ہیں۔

دریاؤں پر تصرّفِ مُرتضیٰ

اہلِ کوفہ نے عرض کی! یا امیر المومنین! اِمسال فرات میں طغیانی کے باعث ہماری کھیتیاں ضائع ہوگئی ہیں کیا ہی اچھا ہو اگر آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگیں کہ دریا کا پانی کم ہو جائے۔

آپ اُٹھ کر گھر تشریف لائے۔ لوگ گھر کے دروازہ پر آپ کا انتظار کرنے لگے، اچانک آپؓ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جبہ پہنے، عمامہ سر پر باندھے اور عصائے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے باہر تشریف لائے۔ ایک گھوڑا منگا کر اُس پر سوار ہوئے۔ اپنے اور بیگانے سب لوگ آپ کے پیچھے پیچھے پاپیادہ چل دیئے۔ جب فرات کے کنارے پر پہنچے تو آپ گھوڑے سے اُتر آئے اور جلدی سے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر اُٹھ کر عصائے مبارک ہاتھ میں لے لیا اور فرات کے پُل پر آگئے اُس وقت حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے ساتھ تھے۔ آپؓ نے عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا تو پانی کی سطح ایک فٹ کم ہوگئی۔

آپؓ نے فرمایا! کیا اتنا کافی ہے؟

لوگوں نے کہا! نہیں اے امیر المومنین!

آپ نے پھر عصا سے پانی کی طرف اشارہ کیا۔ پانی ایک فٹ پھر کم ہوگیا، جب تین فٹ سطح آب گر گئی تو لوگوں نے کہا! یا امیر المومنین! بس اتنا کافی ہے۔

بارگاہِ علیؓ میں جھوٹے کی سزا

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ وہ اُن کی خبریں حضرت معاویہ کو پہنچاتا ہے اُس نے صحتِ اتہام سے انکار کر دیا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا! قسم کھاتے ہو!

اُس نے قسم کھائی!

حضرت علیؓ نے فرمایا! اگر تُم قسم کھانے میں جھوٹے ثابت ہوئے تو خُدا تعالیٰ تمہیں اندھا کر دے گا۔

ابھی ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عصا پکڑے ہوئے گھر سے باہر نکلا، اُسے نظر نہیں آتا تھا۔

اسی طرح امام مستغفریؒ نے دلائلِ النبوۃ میں بیان کیا ہے کہ حضرت امیر المومنینؓ نے رحبہ میں ایک

شخص سے کسی بات کے متعلق پوچھا اس نے سچ نہ بتایا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا ! تم جھوٹ بولتے ہو،

کہنے لگا ! نہیں جناب۔

آپؑ نے فرمایا ! میں تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں اگر تم نے جھوٹ بولا ہوگا تو خداوند کریم تمہیں اندھا کردے گا۔

کہنے لگا ہاں ! آپ دعا کریں، ابھی وہ شخص رحبہ کی حدود میں ہی تھا کہ اندھا ہو گیا۔

علیؑ سے جھوٹ بولنے والا مبروص ہو گیا

ایک دن آپؑ نے حاضرینِ مجلس کو قسم دی کہ جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد من کنت مولاہ فعلی مولاہ سنا ہو وہ گواہی دے۔

اُس وقت انصار سے بارہ آدمی موجود تھے جنہوں نے گواہی دی۔ لیکن ایک شخص جس نے حضور علیہ السلام سے یہ حدیث سُنی تھی نے گواہی نہ دی، حضرت امیر کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ! تم گواہی کیوں نہیں دیتے ؟ تم نے بھی تو حضور علیہ السلام سے یہ سُن رکھا ہے۔

وہ بولا ! میں نے سنا ہے لیکن بھول گیا ہوں۔

حضرت علیؑ نے دعا کی ! اے پروردگار ! اگر یہ شخص جھوٹ بولتا ہے تو اِس کے چہرہ پر برص کے نشان ظاہر کردے جسے عمامہ بھی نہ ڈھانپ سکے۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے بخدا وہ شخص دیکھا ہے، اُس کی دونوں آنکھوں کے درمیان برص کے نشان تھے۔

علیؑ کا گواہ نہ بننے والا نابینا ہو گیا

حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں ! میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا میں نے بھی یہ حدیث سُن رکھی تھی لیکن اِس کی گواہی نہ دی اور بات چھپائے رکھی۔ خداوند تعالیٰ نے مجھے بصارت سے محروم کردیا کہتے ہیں وہ ہمیشہ گواہی نہ دینے پر اظہارِ شرمندگی کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کیا کرتے تھے۔

علیؑ کو جھٹلانے والا پاگل ہو گیا

ایک دن برسرِ منبر فرمایا !

انا عبد اللہ واخو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نیز فرمایا !

نبی رحمت کا وارث میں ہوں،

سیدۃ النساء العالمین کا خاوند میں ہوں،

وصیوں کا سردار میں ہوں،

اوصیاء کو ختم کرنے والا میں ہوں، میرے علاوہ جو اِس بات کا دعویٰ کرے خُدا تعالیٰ اُسے بدی میں مبتلا کر دے،

ایک شخص کہنے لگا ! اِس سے خوش کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو انا عبد اللّٰہ واخو رسول اللّٰہ کہتا ہے، وہ شخص ابھی اپنی جگہ سے اُٹھا بھی نہ تھا کہ اس کے دماغ میں جنون و دیوانگی واقع ہو گئی۔ چنانچہ لوگ اُسے پکڑ کر مسجد سے باہر لے گئے، بعد ازاں جب اس کے رشتہ داروں سے پُوچھا گیا کہ اُسے اس سے پہلے کبھی ایسا عارضہ لاحق ہوا یا نہیں تو اُنہوں نے کہا ! نہیں، ہر گز نہیں۔

علیؑ غیب کی خبریں دیتے ہیں

یہ تیرا شوہر نہیں بیٹا ہے

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کُوفہ میں آئے تو آپ کے پاس لوگ جمع ہو گئے۔ ایک روز حضرت امیر علیہ السلام نے صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں قصبہ میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے جس کے پہلو میں ایک مکان واقع ہے اس میں ایک عورت اور مرد باہم لڑ رہے ہیں اُنہیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص وہاں گیا اور اُن دونوں کو ساتھ لے آیا۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ! آج تمہارا جھگڑا طول پکڑ گیا تھا۔

نوجوان نے جواب دیا ! اے امیر المومنین علیہ السلام میں نے اِس عورت سے نکاح کیا لیکن جب میں اس کے پاس آیا تو مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی، اگر یارا ہوتا تو میں اسے اسی لحہ اپنے پاس سے دُور کر دیتا۔ اِس نے میرے ساتھ جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپؑ کا فرمان پہنچ گیا۔

حضرت امیر علیہ السلام نے اہلِ مجلس کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص بہت سی باتیں کہنا چاہتا ہے لیکن یہ نہیں چاہتا کہ کوئی اور اس کی باتیں سُن لے یہ سُنا تو تمام حاضرینِ مجلس وہاں سے چلے گئے اور صرف وہ دونوں باقی رہ گئے۔ حضرت علی علیہ السلام نے اس عورت کی طرف منہ کر کے پُوچھا ! اِس نوجوان کو پہچانتی ہو؟ اُس نے جواب دیا ! نہیں جناب۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! میں تمہیں بتاؤں تا کہ تُو اسے پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ خواہ مخواہ انکار نہ کرنا۔ اُس نے عرض کی: حضور! آپ کی بات کا بلا وجہ انکار نہ کروں گی۔

فرمایا ! تُم فلاں بنت فلاں نہیں ہو ؟

اُس نے کہا ! ہاں حضورؑ ! وہی ہوں۔

فرمایا ! کیا تُمہارا ایک چچازاد بھائی نہ تھا اور تُم ایک دُوسرے کو بہت چاہتے تھے ؟

اُس نے کہا ! ہاں جناب۔

آپ نے فرمایا ! ایک رات تُم کسی کام کو باہر آئی تو اُس نے تجھے پکڑ کر تُجھ سے جماع کیا جس کے نتیجہ کے طور پر تو حاملہ ہوگئی۔ یہ واقعہ تُو نے اپنی ماں کو بتادیا لیکن باپ سے اِس راز کو پوشیدہ ہی رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت آیا تو رات کا وقت تھا تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی تیرے ہاں بچہ پیدا ہُوا تو تُو نے اُسے ایک کمبل میں لپیٹ کر دیوار کے پیچھے پھینک دیا جہاں سے آدمی آتے جاتے تھے۔ وہاں ایک کُتا آیا جس نے اُسے سُونگھا، تُو نے اُس کُتے پر ایک پتھر دے مارا جو بچے کے سر پر لگا جس سے وُہ زخمی ہوگیا۔ تیری ماں نے اپنے ازار بند سے کچھ کپڑا پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دیا۔ پھر تُم دونوں واپس چلی آئیں اور پھر تمہیں اس کا کچھ پتا نہ چلا۔

اُس عورت نے جواب دیا: ہاں سرکار! ایسا ہی ہُوا تھا لیکن اے امیر المومنینؑ! اِس واقعہ سے میرے اور میری ماں کے علاوہ کسی کو خبر نہ تھی۔

آپؑ نے فرمایا ! جب صبح ہُوئی تو فلاں قبیلہ اس لڑکے کو اُٹھا کر لے گیا اور اس کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا اور ان کے ساتھ ہی کُوفہ میں آیا اور اب تجھ سے شادی کرلی، پھر آپ نے اُس نوجوان سے کہا! ذرا اپنا سر ننگا کرنا۔ اُس نے سر کو ننگا کیا تو زخم کا اثر نمایاں تھا پھر آپ نے فرمایا ! یہ تمہارا لڑکا ہے، رب العزت نے اسے حرام چیز سے محفوظ رکھا، اب جا اسے لے جا۔

تیرا قاتل حجاج ہوگا

حجاج بن یوسف نے حضرت کمیل بن زیادؓ کو بلایا لیکن اُنہوں نے ان کے پاس آنے سے گریز کیا اور تمام مراعات ووظائف جو انہیں حاصل تھے واپس کردیئے۔ پھر اپنے آپ سے کہا ! میں تو اپنی عمر کے آخری ایام پورے کررہا ہوں۔ یہ مناسب نہیں کہ میں اپنی قوم کو بھی ان مراعات سے محروم کردوں۔ چنانچہ آپ حجاج کے پاس چلے گئے۔

حجاج نے کہا ! میں تجھے سیدھا کردوں گا۔

حضرت کمیلؓ بولے ! میری عمر بہت تھوڑی رہ گئی ہے تو جو دل چاہے کرلے ہمارا موعد پروردگار ہے لیکن یہ بات یاد رہے میرے قتل کے بعد حساب ہوگا اور مجھے امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے

بتادیا ہوا ہے کہ میرا قاتل حجاج ہوگا یہ سنتے ہی حجاج نے انہیں شہید کر دیا۔

حضرت قنبرؓ کی شہادت

ایک دن حجاج کہنے لگا! میں چاہتا ہوں کہ حضرت علیؓ کے کسی مقرب سے مل کر تقرب ربانی حاصل کروں۔

حجاج کہ حاشیہ برادروں نے کہا! ہم قنبرؓ کے سوا اور کسی شخص کو نہیں جانتے جس نے اُن کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہو۔

حجاج نے حضرت قنبرؓ کو بلایا اور پوچھا! کیا تُم ہی قنبرؓ ہو؟

قنبرؓ بولے! ہاں

پھر حجاج نے پوچھا! کیا تو غلامِ علیؓ ہے؟

قنبرؓ نے جواب دیا! میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور حضرت علیؓ میرے ولی نعمت ہیں۔

حجاج بولا! ان کے مذہب سے بیزار ہو جاؤ۔

قنبرؓ نے جواب دیا: ان کے مذہب سے بہتر کونسا مذہب ہے؟

حجاج کہنے لگا! میں تمہیں قتل کر دوں گا جس طریقے سے مرنا چاہتے ہو تمہیں اختیار ہے،

قنبرؓ بولے! میرے قتل کا ہر طرح تمہیں اختیار ہے آج کر دو یا کل، مجھے تو جناب امیر المومنین علیؓ نے پہلے ہی خبر دے دی ہوئی ہے کہ تمہیں ظلم وستم کے ہاتھوں شہادت حاصل ہوگی۔

یہ سُن کر حجاج نے جلاد سے کہا! جس نے قنبرؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت امیر المومنین ایک شخص کو قبل از وقت خبردار کیا کہ اُسے سولی پر چڑھا دیا جائے گا۔

آپ نے وہ درخت جس کے ساتھ اُسے سولی چڑھایا جانا تھا اور وہ مقام جہاں پر یہ واقعہ ہونا تھا بھی بتا دیئے۔ چنانچہ جس طرح آپؓ نے فرمایا تھا ویسے ہی ہُوا۔

جو کہا وُہی ہُوا

جندب بن عبد الازدی کہتے ہیں کہ میں جنگِ جمل اور جنگِ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہُ الکریم کے ساتھ تھا۔ مجھے اِس بات میں ذرا بھی شک نہ تھا کہ آپ حق پر ہیں۔ لیکن جب ہم نہروان میں ٹھہرے تو مجھے کچھ شک گزرا کہ ہمارے مخالف سب کے سب قاری اور نیک لوگ ہیں ان کا قتل کرنا تو کارِ عظیم ہے۔

صبح ہوئی تو میں لشکر سے باہر آیا، میرے ہاتھ میں لوٹا تھا، میں نے اپنے نیزہ کو زمین میں گاڑ دیا۔

اور اپنے سر کی اس سے ٹیک لگا کر اس کے سایہ میں بیٹھ گیا، اچانک جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم وہاں تشریف لے آئے، اور پوچھا ! کچھ پانی ہے؟

میں نے پانی سے بھرا ہوا لوٹا آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ لوٹا لیکر اس قدر دُور چلے گئے کہ میری آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر ظاہر ہوئے تو وضو فرما کر سایہء آسمان میں بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک گھڑسوار آکر مجھ سے آپؑ کے متعلق پوچھنے لگا۔

میں نے کہا: اے امیر المومنینؑ ! یہ سوار آپؑ کی کیوں جستجو کر رہا ہے؟

آپ نے فرمایا ! اسے بلاؤ۔ میں اُسے بلا لایا۔

اس نے عرض کی: اے امیر المومنینؑ ! مخالفین نے نہروان سے گزر کر پانی کاٹ دیا ہے۔

آپ نے فرمایا ! ہو نہیں سکتا کہ وہ وہاں سے گزر چکے ہوں، ابھی یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک اور شخص آیا جس نے مخالفوں کے نہروان سے گزرنے کی اطلاع دی۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا ! بخدا وہ نہیں گزرے۔

وہ بولا ! حضور میں تو اُنہیں دیکھ کر آیا ہوں، پانی کے اس جانب اُن کے جھنڈے گڑے ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! خُدا کی قسم وہ نہیں گزرے۔ جب گزریں گے تو اُن کی شکست اور خونریزی کا مقام تو یہی ہے۔ اِس کے بعد آپ اُٹھے اور آپؑ کے ساتھ میں بھی اُٹھ کھڑا ہُوا۔ میں نے دِل میں کہا: الحمد اللہ! اب میرے ہاتھ میزان آگیا ہے جس سے میں اس شخص کے احوال جان لوں گا۔ اب معلوم ہو جائے گا کہ یہ جھوٹا ہے یا اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اس پر عیاں ہے یا حضور علیہ السلام نے اِسے ہر بات سے مطلع فرما دیا ہُوا ہے

میں نے دِل میں عہد کر لیا یا رالہا ! اگر مخالفین کو نہروان سے گزرتا ہوا دیکھ لوں تو پہلا شخص میں ہوں گا جو اس شخص سے لڑوں گا اور اگر مخالفین نہروان سے نہ گزرے ہوں گے تو میں ان کے ساتھ میدان کارزار میں ثابت قدم رہوں گا۔ جب ہم صفوں سے آگے بڑھے تو ان کے جھنڈے ویسے کے ویسے ہی زمین میں گڑے تھے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے پیچھے سے پکڑ کر جھنجوڑا اور فرمایا! اے فلاں! حقیقت کار تجھ پر روشن ہوگئی ہے یا نہیں ؟

میں نے عرض کی ! ہاں اے امیر المومنینؑ۔

پھر فرمایا ! اپنے کام میں مشغول ہو جاؤ۔

میں نے لڑتے لڑتے ایک آدمی مارا، پھر دوسرا مارا، پھر تیسرے سے گتھم گتھا ہو کر اسے زخمی کر دیا۔ مجھے اس نے زخمی کر دیا۔ ہم دونوں زمین پر گر پڑے۔ میرے ساتھی مجھے پکڑ کر ایک محفوظ جگہ پر لے گئے،

اور مجھے اس وقت تک ہوش نہ آیا جب تک امیر المومنین علیہ السلام جنگ سے فارغ نہ ہو گئے۔

جب آپ نے خوارج کی طرف توجہ کی تو فرمایا کہ جب تک وہ اس جگہ سے نہ گزریں گے کبھی بھی قتل نہ ہونگے اور وہ سب کہ سب قتل ہو جائیں گے اور صرف نو آدمی بچیں گے،

اور میرے ساتھیوں میں سوائے دس افراد کے کوئی بھی شہید نہ ہوگا پھر آپ خوارج سے جنگ میں مشغول ہوئے اور اس طریقے سے جنگ کی کہ ان میں سے صرف نو افراد باقی بچے اور آپ کے صرف نو افراد شہید ہوئے۔

پسند کا سودا

کہتے ہیں کہ ایک روز آپؑ کے پاس لوگوں کا ایک اجتماع عظیم حاضر ہُوا۔ لوگوں کی اس بھیڑ میں آپؑ کے پاؤں خون آلود ہو گئے۔ آپؑ نے دُعا مانگی: بارالہا ! مجھے یہ لوگ پسند نہیں اور نہ ہی یہ لوگ مجھے پسند کرتے ہیں۔ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے خلاصی بخش چنانچہ اسی رات وقت سحر گاہی آپ کو مجروح و زخمی کیا گیا۔

رُوحانی معلومات، سرِّ عارفاں

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں اگر سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے محافظوں کے ساتھ جھگڑوں سے فُرصت ملتی تو ہمارے لئے علمی اور رُوحانی معلومات کا وہ ذخیرہ چھوڑتے جسے دل برداشت کرنے کے متحمل نہ ہوتے۔

شرح تعرف میں ہے کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ سرِّ عارفاں ہیں، آپ کے حقایق آمیز کلمات کسی دوسرے سے بیان نہیں ہوئے اور آپ کے بعد بھی کوئی شخص بیان نہیں کر سکے گا۔

حتیٰ کہ ایک دن آپؓ منبر پر تشریف فرما ہوئے،

"سلونی عمادون العرش فان مابین الحوائج علماء بما هذا العاب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم زقازقا فوالذی نفسی بیده لواذن للتوریت والا نجیل ان یتکلما لرضعت وصاوه فاجرت بما فیها فصد قو الذی علی ذالک۔"

اسی مجلس میں ایک شخص موجود تھا جو دعلب یمنی کے نام سے مشہور تھا، آپ نے فرمایا ! یہ شخص بڑے لمبے چوڑے دعوے کرتا تھا مجھے اس کے دعوے کبھی بھی اچھے نہ لگے، چنانچہ وہ مجلس میں کھڑا ہو گیا اور کہا کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! تم صرف فقہ و دانائی کے متعلق سوال اور آزمائش قابلیت کے متعلق بات نہ پوچھنا۔

دعلب نے کہا ! اب آپ نے مجھے اس کا پابند بنالیا ہے چنانچہ آپ بتائیں۔

کیا آپؑ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے ؟

فرمایا ! یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں اور اسے نہ دیکھوں۔

اُس نے کہا ! آپ نے اسے کیسا پایا ؟

آپؑ نے فرمایا ! آنکھوں کے مشاہدے سے تم اسے نہیں دیکھ سکتے بلکہ بصیرتِ قلب اور حقائق اور ایقان سے دیکھ سکتے ہو۔

وہ واحد ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ، اس کا کوئی ولی نہیں ، وہ بے نظیر بے مثال ہے اُس کا کوئی مکان نہیں اور نہ وہ کسی زمانے کا پابند ہے اس سے پہچانا نہیں جاسکتا اور نہ اسے دوسرے انسانوں پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔

دعلب یہ باتیں سن کر چیخنے لگا اور بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا تو کہنے لگا، اب میں نے اپنے خُدا سے عہد کرلیا ہے کہ کسی سے بر سبیل امتحان و آزمائش سوال نہیں کروں گا۔

فارُوقِ اعظمؓ کا مرجع

امام مستغفریؒ نے دلائل النبوت میں لکھا ہے کہ روم کے بادشاہ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کے دوران چند مشکل سوال بھیجے،

(تفصیل کتاب مذکور میں درج ہے) حضرت عمرؓ نے اُنہیں پڑھا اور لے کر حضرت علیؓ کے پاس چلے آئے۔ جب امیر المومنینؓ نے انہیں پڑھا تو قلم و دوات طلب فرما کر ان کا جواب لکھا،

پھر کاغذ لپیٹ کر قیصر کے سفیر کو دے دیا۔ قیصر کے سفیر نے استفسار کیا کہ جواب لکھنے والا کون ہے؟

حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ! یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عم زادہ ہیں، آپؐ کے داماد اور دوست ہیں۔

خطاب ابُوتراب

آپ بارہ اماموں میں سے پہلے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسنؓ اور ابوتراب ہے۔

آپ کو ابوتراب سے زیادہ کوئی نام پسندیدہ نہ تھا۔ جب آپؓ کو اس نام سے پُکارا جاتا تو آپ

بہت مسرور و شادماں ہوتے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت زہراؓ کے گھر تشریف لائے تو حضرت علیؓ کو گھر پر نہ پایا،

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے پوچھا میرا عم زاد بھائی کہاں ہے ؟

حضرت سیّدہ زہرا سلام اللہ علیہا نے جواب دیا ! ہمارے درمیان کوئی بات واقع ہو گئی تھی جس سے آپؓ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں اور میرے ہاں قیلولہ بھی نہیں کیا۔

حضور علیہ السلام نے کسی سے فرمایا ! دیکھو علی کہاں ہے؟

اُس شخص نے آکر جواب دیا: حضور! آپ مسجد میں سوئے ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں پہنچے تو آپؓ کو اس حال میں سویا ہوا پایا کہ آپؓ کی چادر کندھے سے سرکی ہوئی تھی اور آپؓ کے کندھے خاک آلود تھے۔

حضور علیہ السلام نے اپنے دستِ شفقت سے ان کے کندھے سے مٹی جھاڑی اور فرمایا ! اے ابو تراب اُٹھیے ! اے ابوتراب اُٹھیے ! آپ کے فضائل وشمائل اتنے زیادہ ہیں جتنے کہ زُبان تقریر وقلم ادا نہ کر سکے۔

سب سے زیادہ فضائل

حضرت احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں صحابہ کرامؓ میں سے حضرت علیؓ سے زیادہ کسی کے فضائل وشمائل دستیاب نہیں ہیں۔

(ماخوذ شواہد النبوت مترجم ص ۲۷۳ تا ۲۹۲)

سیّد العلماء عارفِ حق حضرت علامہ عبدالرحمن جامی علیہ الرحمۃ کی مشہور کتاب شواہد النبوت کے یہ چند اقتباسات اہلِ محبت سُنّی حضرات کے لئے ارمغانِ عقیدت اور مضطرب قسم کے سنی حضرات کے لئے لمحہ فکریہ ہیں، یہاں اُن نام نہاد سُنّی قلم کاروں کو بھی غور کرنا چاہیے جو سُنیت کا لباس پہن کر حق خارجیت ادا کر رہے ہیں اُن کو سوچنا چاہیے کہ عارفانِ حق جناب شیر خدا علیہ السلام کی سیرتِ پاک کے جن گوشوں کو نمایاں کرنے میں اپنی عاقبت کا سامان تلاش کرتے ہیں اُن پر پردہ ڈالنے والوں کا کیا حشر ہو گا۔

بہر کیف ! اب آپ راس العلماء حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ کی کتاب جامع کرامات الاولیاء سے شانِ حیدر کرار کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمائیں۔

مولا علی کی اہلِ قبور سے گفتگو

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن مسیبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز امیر المومنین،

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی معیت میں مدینہ منورہ زاد اللہ شرفہا واکرامہا کے قبرستان میں گیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اہلِ قبور کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ "اے اہلِ قبور تُم پر سلام اور اللہ کی رحمت ہو تُم ہمیں اپنے احوال سے آگاہ کرو گے یا ہم تمہیں بتائیں۔

حضرت سعید بن مسیب ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اہلِ قبرستان کی یہ آواز سنی کہ یا امیر المومنین ! آپ ؓ پر بھی سلام ہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں آپ ہی ہمیں بتائیں کہ ہمارے بعد کیا کچھ ہوا ہے؟

تاجدارِ ہل اتیٰ، شیرِ خُدا، ولائت مآب، غالب علیٰ کُل غالب مولا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد تمہاری بیویوں نے دوسرے لوگوں کے ساتھ نکاح کر لیا ہے تُمہارے اموال تقسیم ہو چکے ہیں، تمہاری اولادوں کا گروہ یتیموں کے زُمرہ میں شامل ہے اور جن مکانوں کو تُم نے بڑی محبت سے تعمیر کیا اُن میں تُمہارے دُشمن رہائش پذیر ہیں۔

اِس کے بعد جناب امام المتقین جناب امیر علیہ السلام نے اُنہیں فرمایا کہ ہمارے پاس تُمہارے لئے یہ اطلاع ہے اب تُم وہ خبر ہمیں دو جو تمہارے پاس ہے؟

ایک مُردے کا جواب

چنانچہ ایک مُردے نے یہ جواب دیا کہ ہم کفنوں میں لپٹے ہوئے ہیں اور ہمارا شعور بکھرا ہوا ہے۔

ہماری جلدیں قطع ہو چکی ہیں،

ہماری آنکھوں کی پتلیاں حلقوں سے باہر نکلی ہوئی ہیں،

ہمارے نتھنوں کے زخموں میں سے پیپ رس رہی ہے اور جو ہم نے یہاں پہلے ہی بھیج دیا تھا وہ ہمیں مل گیا ہے اور جو ہم پیچھے چھوڑ آئے تھے اُس کا ہمیں خسارہ پہنچا ہے اور ہم رہن کئے گئے ہیں۔

متن ملاحظہ کریں۔

اخرجه البيهقى . عن سعيد بن المسيب قال ادخلنا مقابر المدينه المنوره مع على عليه السلام فنادى ياأهل القبور السلام عليكم ورحمة الله . تخبرونا باخبارکم أم تخبرکم قال ! فسمعنا صوتا وعليكم السلام ورحمة الله وبركاته يا امير المومنين ، خبرنا عما كان بعدنا ؟

فقال على عليه السلام ! اما ازواجكم فقد تزوجن،

واموالكم فقد اقتسمت واما اولاد فقد حشروا فی زمرة الیتمیٰ واما بناء الذی شیدتم فقد سکنه اعدای کم فهذه اخبار ما عندنا . فما اخبار ما عندکم ؟ فاجابه میت ! قد تخرقت الاكفان ، وانتشرت الشعور ، وقطعت الجلود ، وسالت الأحداق علی الخدود ، وسالت المناخر بالقویح والصدید ، وما قدمناه وجدناه ، وما خلفناه خسرناه ونحن مرتهون۔

(جامع کرامات الاولیاء للعلامہ النبہانی جلد اول صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ مصر)

ایک خطا کار کی التجاء

حضرت تاج الدین سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''طبقات الاولیاء'' میں روایت بیان فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین کریمین علیہما السلام نے ایک شخص کو رات کے وقت بارگاہِ خداوندی میں یہ التجا کرتے ہوئے سُنا کہ،

اے اندھیرے میں مضطر اور پریشان لوگوں کی دُعائیں سُن کر جواب دینے والے،

اے بلاؤں اور مصیبتوں کے نقصان سے بچانے والے،

جب لوگ گھر کی چاردیواری میں سوجاتے ہیں تو اے حی وقیوم تو نہیں سوتا،

اے حرم میں مخلوق کی اُمیدگاہ مجھے اپنے جود و فضل سے نواز اور میری ذلالت ورذالت سے درگذر فرما،

جب خطا کار تیری بخشش اور عطا سے مایوس نہیں ہوتا تو گنہگاروں پر تیری بخشش کا انعام ہوجاتا ہے۔

حضرت علیؓ کا جذبہ رحم

امام المتقین، امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس شخص کی فریاد و فغاں سُنی تو حسنین کریمین علیہما السلام میں سے ایک کو ارشاد فرمایا کہ اس شخص کو یہاں بُلالاؤ، چنانچہ شہزادۂ حیدر کرار علیہ السلام نے اُس کو جاکر فرمایا کہ تمہیں حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے یاد فرمایا ہے،

تو وہ شخص اس حال میں حاضر ہوا کہ اُس کا جسم پھٹا ہوا تھا پھر وہ آپؑ کے سامنے بیٹھ گیا۔ مولائے کائنات شیرِ خُدا حیدر کرار علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شخص ! ہم نے تمہاری اس دُعا کو سُنا ہے لہٰذا بیان کرو کہ تمہارا کیا قصہ ہے ؟

قصہ خطا کار کا

اُس شخص نے عرض کیا کہ میں طرب اور گناہوں میں ڈوبا ہوا شخص تھا۔ ایک دفعہ میرے باپ نے مجھے نصیحت کی اور فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے قہر اور انتقام سے ڈر، اور اُس کا انتقام ظالموں سے دُور نہیں، پھر جب وہ نصیحت کرتے وقت گڑگڑانے لگے تو میں نے اُن کو مارا۔

اُنہوں نے مجھے نہ بلانے کی قسم کھائی اور مکہ معظمہ میں آ کر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا اور استغاثہ پیش کیا۔

چنانچہ ابھی اُن کی دُعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میری حالت خراب ہونے لگی اور دائیں طرف سے جسم پھٹ گیا۔ پھر میں اپنے اس فعل سے بہت نادم ہوا جو مجھ سے سرزد ہو گیا تھا اور اُن کے پاس جا کر اُنہیں راضی کیا، اُنہوں نے مجھے آغوش میں لیکر دعا فرمائی۔

پھر میں نے ان کی خدمت میں اُونٹنی پیش کی اور وہ اُس پر سوار ہو گئے تو اونٹنی نے اُن کو دو بڑے بڑے پتھروں کے درمیان گرا دیا، وہ زیادہ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہیں پر فوت ہو گئے۔

دُعائے مُرتضیٰ بخشش خُدا

اُس شخص کا واقعہ سُن کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اگر تیرا باپ تجھ سے راضی ہو گیا تھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ بھی تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔

اُس شخص نے عرض کیا کہ خُدا کی قسم ! میں نے جو کچھ بتایا ہے وہ بالکل درست ہے۔

پھر مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُٹھ کر دو رکعت نماز ادا فرمائی اور اُس شخص کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا فرمائی۔ پھر اُس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا !

اے برکت والے اُٹھ، جب وہ شخص آپ کے حکم پر اُٹھ کے کھڑا ہو گیا تو وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکا تھا۔

پھر جناب علی علیہ السلام نے اُسے فرمایا ! اگر تُم نے اپنے باپ کو راضی نہ کر لیا ہوتا تو تمہارے لئے ہرگز دُعا نہ کی جاتی۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال التاج فی " الطبقات " روی ان علیا وولدیه الحسن علیه السلام والحسین علیه السلام سمعوا قائلا یقول فی یوم اللیل

یامن یجیب دعا المضطر فی الظلم ، یاکاشف الضرو البلوی مع القم قد نام وفدک ، روقذنام وفدک حول البیت وانتهبوا ، وانت یاحی یاقیوم لم تنم۔

هب لی یجودک فضل العفو عن زللی ، یامن الیه رجام الخلق فی الحرم ۔ ان کان عفوک لایرجوه ذو خطا ، فمن یجود علی العاصین بالنعم۔

فقال علی کرم اللّٰه وجهه الکریم لواحد طلب لی ہذا القائل ، فاتا ، فقال احب امیر المومنین فأقبل یحبر شقه حتیٰ وقف بین یدیه فقال ! قد سمعت خطابک فما قصتک ؟ فقال ! انی کنت رجلا مشغولا باالطرب والعصیان ، وکان والدی یغطنی ویقول ان اللّٰه سطوات ونغمات۔

وما ہی من الظالمین ببعید ، فلما الح فی الموعظة اضربته ،فخلف لیدعون علی ویأتی مکته مستغیثا الی اللّٰه ففعل ودعا ، فلم یتم دعاؤه حتیٰ جف شق الایمن ، فقدمت علی ماکان منی وداریته وأرضیته الی ان ضمن لی انه یدعولی حیث دعا علی ، فقدمت الیه ناقته فارکبته ، فنفرت الناقته ورمت به بین صخرتین فمات حضاک ،

فقال له علی علیه السلام ، رضی اللّٰه عنک ان کان ابوک رضی عنک ، فقال واللّٰه کذالک ، فقام علی کرم اللّٰه وجهه وصلی رکعات ودعا بدعوات أسرها الی اللّٰه عزوجل ثم قال ! یامبارک قم، فقام ومشی ودعاو الی الصحت کما کان ، ثم قال ! لولا انک حلفت ان أباک رضی عنک مادعوتک لک۔

(جامع کرامات اولیاء علامہ نبہانی جلد اول صفحہ ۱۵۵)

چور کی سزا

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اگرچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کرامات بہت

تھوڑی نقل فرمائی ہیں، تاہم وہ جناب شیرِ خدا امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ایک یہ کرامت نقل فرماتے ہیں کہ

حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آپ سے محبت کرنے والا ایک سیاہ فام غلام چور کی حیثیت سے پیش کیا گیا تو آپ نے اُس پر سوال کیا کہ کیا فی الواقع تم نے چوری کی ہے ؟

اُس نے عرض کیا ! ہاں یا امیر المومنین مجھ سے چوری کرنے کا جُرم سرزد ہوا ہے۔

چنانچہ اقبالِ جُرم کے بعد مولائے کائنات علیہ السلام نے اُس کا ہاتھ کٹوا دیا جب وہ شخص عدالت مرتضویہ علیٰ صاحبہا السلام سے واپس ہوا تو اُس کی ملاقات حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابن الکواء رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوگئی۔

ہاتھ کاٹنے والے کا قصیدہ

جناب ابنِ کواء نے اُس شخص پر سوال کیا کہ تمہارا ہاتھ کس نے کاٹ دیا ہے ؟

اُس شخص نے کہا ! مومنوں کے امیر، دین کے سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد، اور جناب سیّدہ بتول سلام اللہ علیہا کے شوہر حضرت علی علیہ السلام نے

جناب ابنِ الکواء نے فرمایا ! تم عجیب آدمی ہو کہ اُنہوں نے تمہارا ہاتھ کاٹ دیا اور تم اُن کی تعریف اور مدح بیان کر رہے ہو۔

اُس شخص نے کہا کہ میں اُن کی مدح کیا بیان کر سکتا ہوں۔ یہ ایک حقیقت ہے جو میں نے بیان کی ہے۔

رہا یہ کہ اُنہوں نے میرا ہاتھ کاٹ دیا ہے تو یہ اُنہوں نے ناحق تو نہیں کیا بلکہ اُنہوں نے مجھے آگ سے نجات دلوائی ہے۔

کٹا ہُوا ہاتھ پھر جوڑ دیا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، نے یہ پورا واقعہ مولائے کائنات، ولائت مآب، امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر بیان کیا تو آپ نے اُس سیاہ فام کو واپس بُلایا اور اُس کا کٹا ہوا ہاتھ پھر جوڑ دیا۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الفخر الرازی ، وقد ذکر قلیلا من کرامات الصحابة

مماذکرته لهنا واما علی کرم الله وجهه نیروی أن واحد من مجیه سرق وکان عبدا أسورفاتی به الی علی . فقال له ! أسرقت ؟ قال نعم ! فقطع یده . فانصرف من انده فلقیه سلمان الفارسی وابن الکوا رضی الله تعالیٰ عنهما

فقال ابن الکوا ! من قطع یدک ؟ف

قال امیر المومنین . یعسوب الدین . دفتن الرسول . وزوج البتول .

فقال ! قطع یدک وتمدحه ؟ فقال ! ولم لاأمدحه وقطع یدی بحق وخلعنی من النار .

فمع سلمان رضی الله تعالیٰ عنه ذالک فاخبر علیا . فدعا الأسود ووضع یده علی ساعده وغطاه بمندیل ودعا بدعوات . فسمعنا صوتا من السماء ارفع الرواء عن الید فرفعناه فاذا الید قد برأت باذن الله وجمیل صنعه۔

(جامع کرامات اولیاء صفحہ ۱۵۵)

مراجعت بجانبِ مُوضوع

بابِ مدینۃ العلم اور صاحبِ علم الکتاب امام الاولیاء والاتقیاء امینِ علم الدنی وارث علم رسولؐ زوجِ بتول سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کراماتِ عالیہ کا احاطہ وحصر کرنا غیر ممکن بھی ہے اور محال بھی تاہم سمندر سے چند قطرے یا مشتے از خروارے کے طور پر چند کرامات بیان کرنے کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف لوٹتے ہیں اور اِس ضمن میں چند روایات مزید پیش کرتے ہیں کہ آیتِ کریمہ من عندہ، علم الکتاب کے صحیح مصداق حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں کیونکہ آپ قرآن مجید کے ہمہ اقسام کے مفاہیم ومطالب اور رموز و اسرار سے کماحقہ واقف تھے چنانچہ روایات میں آتا ہے،

کہ جب حضرت سعید جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ آیتِ کریمہ من عندہ علم الکتاب حضرت عبداللہ بن سلام کہ حق میں ہے؟

تو اُنہوں نے فرمایا ! نہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ یہ سُورت مکی ہے۔

اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خُدا کی قسم یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے حق میں نہیں بلکہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالبؓ کے حق میں ہے کیونکہ وہ یقیناً قرآن

مجید کی تفسیر وتاویل ناسخ ومنسوخ اور حلال وحرام کو جاننے والے تھے۔

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کے پاس کتاب کا علم ہے اور وہ اسے اوّل سے آخر تک جانتے ہیں۔

ثم روی ایضا انه سئل سعید بن جبیر ومن عنده علم الکتاب . عبداللّٰه بن سلام قال ! لا فکیف وهذه سورة مکیه . وقد روی عن ابن عباس لا واللّٰه ما هوالا علی بن ابی طالب لقد کان عالم بالتفسیر والتاویل والناسخ والمنسوخ والحلال والحرام وروی عن ابی حنفیة علی ابن ابی طالب عنده علم الکتاب الاول والآخر۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

کوئی چیز بھی نہیں

واخرج سعید بن منصور وابن جریر ابن المنذر وابن ابی حاتم والنحاس فی ناسخه عن سعید بن جبیر رضی اللّٰه عنه انه سئل قوله ''ومن عنده علم الکتاب '' اهو عبداللّٰه بن سلام قال وکیف هذه السورة المکیه۔

(درمنثور جلد چہارم صفحہ ۶۹ مطبوعہ تہران)

اس ضمن میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مزید ایک مزید روایت یہ بھی نقل فرماتے ہیں کہ ابن منذر نے شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی کہ حضرت عبداللہ ابن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لئے قرآن میں کوئی چیز بھی نازل نہیں ہوئی۔

واخرج ابن المنذر عن الشعی رضی اللّٰه تعالیٰ عنه، قال مانزل فی عبد اللّٰه بن سلام رضی اللّٰه تعالیٰ عنه شئی من القرآن،

(درمنثور صفحہ ۶۹ جلد ۴)

ایک حوالہ ایک صراحت

پیشوائے وہابیہ نواب صدیق حسن صاحب نے بھی زیرِ آیت اِن دونوں روایات کو اِس طرح نقل

کیا ہے۔

وعن شعبی ما نزل فی ابن سلام شی من القرآن وعن سعید بن جبیر انه سئل عن الایة أهو ابن سلام فقال کیف وہذا الاسورة لمکیة وعبد اللہ بن سلام اسلم بالمدینه.

اور شعبی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں قرآنِ مجید کی کوئی ایک آیت بھی نہیں اور جب سعید بن جبیر سے پوچھا گیا کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

تو اُنہوں نے کہا! یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ یہ سورت (الرعد) تو مکی ہے اور عبداللہ بن سلام نے تو مدینہ منورہ میں اسلام قبول کیا۔

(تفسیر فتح البیان جلد سوم صفحہ ۱۳۰)

مفسرین کی اِس تصریح سے یہ بھی ثابت ہوجاتا ہے کہ عبداللہ بن سلام کے حق میں یہ آیت تو کیا اور کوئی آیت بھی نازل نہیں ہوئی جبکہ بعض مُفسرین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں آنے والی مُتعدد آیات کا رُخ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا ہے،

ایک سوال اور اُس کا جواب

ایسا کیوں ہے اس سوال کو قلم انداز کرتے ہوئے آگے بڑھیں کیونکہ ایسا ہے اور اِس کی شہادت آپ کو آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ کی تفسیر میں مل جائے گی جو آئندہ اوراق میں بیان ہورہی ہے حالانکہ اُس مقام پر تصور بھی نہیں کیا جاسکتا کہ یہ آیت سوائے حضرت علی کے کسی اور کے حق میں ثابت کی جاسکتی ہے۔

بہرکیف! ان اُلجھنوں کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم پھر اپنے مؤقف کی طرف آتے ہیں کہ عندہ علم الکتاب آیت کا اطلاق اگر پوری خوبصورتی کے ساتھ کسی شخص پر ہوسکتا ہے تو وہ صرف اور صرف مولائے کائنات باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذاتِ اقدس ہے۔

علی وارث علمِ رسول ہیں

اِس لیے کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم کے وارث ہیں،
علی امامتِ کُبریٰ کا بار اُٹھانے والے ہیں،
علی ولایت کا کاروبار سنبھالنے والے ہیں،
علی امام الاوصیاء بھی ہیں اور امام الاولیاء بھی،

علی عالمِ علومِ قرآن بھی ہیں اور ناطقِ قرآن بھی،

علی مُفسرِ قرآن بھی ہیں، اور قرآن کی تفسیر بھی،

علی نکتہ دانِ قرآن بھی ہیں اور بسم اللہ کی با کا نقطہ بھی،

بہر کیف! علی بارِ امامت کو اُٹھانے والے ہیں اُن کے سوا اِن تمام علوم کا متحمل کون ہو سکتا تھا جو صدرِ رسول سے سینہ علی میں منتقل ہوتا تھے۔

بقول شاہ عبد العزیز حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ امانت اسی کے سپرد کر سکتے تھے جسکی تربیت بچپن ہی سے خود اپنے ہاتھوں میں کرتے۔

امامت کُبریٰ کا انکار و اقرار

اگرچہ بعض اچھے بھلے لوگ بھی کسی اہم ضرورت کے تحت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی امامت کُبریٰ کا انکار کر دیتے ہیں حالانکہ اُنہی کے افرادِ خانہ میں سے ایک بزرگ حضرت شاہ عبد العزیز آپ کی خلافت کُبریٰ کے نہ صرف مُقِر ہیں بلکہ اُس پر نصوص کے ساتھ پُر شکوہ استدلال قائم کرتے ہیں جس کی تفصیلی روایت مشکل کُشا جلد اوّل میں گذر چکی ہے اور اس کی مثل دوسری مختصر روایت ابھی بیان ہوگی۔

بہر کیف! اِس سے پہلے زیبِ عنوان آیت کریمہ کی تائید میں ایک اور آیت مقدسہ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے جو یقیناً اِس امر کی تقویت کا باعث ہے کہ حضرت علی ہی مخاطبِ عندہ علم الکتاب ہیں۔

علی امام مبین ہیں

بلاشک و ریب اکثر مفسرین کرام نے "کل شئی احصینا فی امام مبین" کی تفسیر کرتے ہوئے امام مبین سے مُراد لوحِ محفوظ کو ہی لیا ہے یعنی لوحِ محفوظ نے تمام اشیاء کا احاطہ کر رکھا ہے لیکن اس حقیقت کو تسلیم کئے بغیر بھی چارہ کار نہیں کہ لوحِ محفوظ کے علوم کو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں جمع فرما رکھا ہے جس کا اجمالی خاکہ ہم مشکل کُشا جلد اوّل میں پیش کر چکے ہیں اور اُس کی تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

لوحِ محفوظ کا قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں ہونا محض ہمارا تخیل ہی نہیں بلکہ یہ امر نصوص صریحہ وقطعیہ سے ثابت ہے، جیسا کہ ابھی بیان ہوگا۔

علاوہ ازیں اِس حقیقت سے بھی قارئین کرام روشناس ہو ہی چکے ہیں کہ قرآنِ ناطق حضرت امیر المومنین، امام المتقین، اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم قرآنِ مجید کے تمام تر علوم پر احاطہ کئے ہوئے تھے جبکہ لوحِ محفوظ کے علوم کے بارے میں تو قدوۃ العارفین سیّدنا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ صاحبِ مثنوی شریف یُوں ارشاد فرماتے ہیں،

لوحِ محفوظ اَست پیشِ اولیاء

اب جب کہ لوحِ محفوظ تمام اولیاء اللہ کی نگاہوں کے سامنے ہے تو ظاہر ہے کہ امام الاولیاء والاصفیاء مرشدی ومولائی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی نگاہِ عالی مرتبت سے کب پوشیدہ ہوگی۔

اِس حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض اہلِ عرفان مُفسرینِ کرام امامِ مبین کی تفسیر کرتے ہوئے یہ فرماتے ہیں کہ لوحِ محفوظ بھی حقیقت میں جناب علی علیہ السلام کی ذاتِ والا صفات ہی ہے جو تمام تر اشیاء کے علوم پر محیط ہے۔

حوالہ جات پیش کرنے سے پہلے ہم اِس امر کو مزید آسان کرنے کے لئے آپ کی توجہ پھر اِس امر کی طرف مبذول کرائیں گے کہ جناب علی المرتضیٰ شیرِ خُدا مُشکل کُشا علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ،

"جمیع صحائف جو تمام تر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئے ان کے تمام علوم اور قرآن مجید کے تمام تر ظاہری، باطنی علوم سورہ فاتحہ میں پوشیدہ ہیں اور سورۃ فاتحہ کے تمام تر علوم بسم اللہ الرحمن الرحیم میں موجود ہیں اور بسم اللہ شریف کے تمام علوم اور اسرار بسم اللہ کی ب میں موجود ہیں اور ب کے تمام علوم ب کے نقطہ میں ہیں اور ب کا وہ نُقطہ "میں" ہوں" یعنی

انا النقطۃُ تحت الباء.

اور پھر آپ خود کو قرآنِ ناطق کے لقب سے بھی مُلقب فرماتے ہیں اندریں حالات یہ سامنے کی بات ہے کہ جب آپ کی ذاتِ اقدس کا امامِ مبین یعنی لوحِ محفوظ ہونا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوتا ہے جبکہ لوحِ محفوظ بحکم پروردگارِ عالم قرآن مجید میں ہی موجود ہے۔

یہاں یہ نکتہ بھی ذہن نشین رکھنے کے قابل ہے کہ عارف رومی نے جو یہ فرمایا ہے کہ" لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء " تو اِس سے مُراد بھی اولیاء کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا امیر المومنین، امام المتقین سیّد الاولیاء والاصفیاء کی ذاتِ والا صفات سے مکمل ترین رابطہ ہے۔

بہر کیف! اب آپ چند ایسے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر چیز کو احاطہ کرنے والے امام مبین بھی جناب امیر علیہ السلام ہی ہیں۔

گواہی اہلبیت کی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے والدِ گرامی حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے اور وہ اپنے والدِ مکرم ومعظم امام ہمام حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت بیان فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت کریمہ "کل شئی احصینا فی امام مبین" اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے نازل فرمائی یعنی ہم نے ہر چیز کو

امام مبین میں جمع فرما دیا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کیا امام مبین سے مراد تورات و انجیل یا قرآنِ مجید ہے ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ! نہیں۔

پھر میرے والدِ گرامی جناب علی علیہ السلام کی طرف توجہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص ''امام مبین'' ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ہر چیز کو جمع فرما دیا ہے۔

دُوسری حدیث

دوسری روایت صالح بن سہل حادینا و مرشدنا حضرت امام جعفر الصادق علیٰ آبائہ الکرام علیہم وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت بیان کرتے ہیں کہ آیت مبارکہ وکل شئی احصینا فی امام مبین، امیر المومنین، امام المتقین مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہے۔

اس ضمن میں تیسری حدیث مولائے کائنات سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنا فرمان ہے۔ جو آپ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ہی قسم کے واقعہ کے سلسلہ میں الگ الگ موقعہ پر کیا،

تیسری روایت

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ!

میں امیر المومنین، مولا مشکل کشا، شیرِ خُدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ شریک سفر تھا کہ ہمارا گذر ایک ایسی وادی سے ہوا جو چونٹیوں سے بھری پڑی تھی۔

میں نے چونٹیوں کی اِس لاتعداد فوج کو دیکھا تو بارگاہِ ولایت مآب میں عرض کیا یا امیر المومنین! آپ خُداوند قدوس جل مجدہ الکریم کی مخلوق میں سے کسی ایسے شخص کو جو یہ بتا سکے کہ اِن چونٹیوں کی تعداد کتنی ہے ؟

عمارؓ فرماتے ہیں کہ میرے اِس سوال کے جواب میں مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہاں! بلکہ اے عمارؓ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو یہ بھی بتا سکے کہ اِن چونٹیوں میں نر کتنے اور مادائیں کتنی ہیں۔

آپ کے اِس فرمان سے میرا تجسس بڑھا تو میں نے مکرر عرض کیا یا مولا! وہ شخص کون ہے ؟

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ! تم نے سورۃ یٰسین میں ''کُلَّ شَیۡءٍ احصینٰہ فی امام

مبین" آیت کو نہیں پڑھا۔

میں نے عرض کیا ہاں! یا امیر المومنین میں نے پڑھا ہے، جناب شیرِ خدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے ارشاد فرمایا! اے عمار! وہ امام مبین میں ہی تو ہوں۔

منقولہ بالا روایت کی تائید درج ذیل روایت سے ہوتی ہے جو حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

چوتھی روایت

اسی ضمن میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ روایت موجود ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں جناب شیرِ خدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہمراہ جارہا تھا کہ اچانک ہمارا گذر ایک ایسی وادی سے ہُوا جہاں چونٹیوں کی اس قدر بھرمار تھی جیسے چونٹیوں کا سیلاب آ گیا ہو۔

میں نے یہ عجیب وغریب منظر دیکھا تو میرے منہ سے بے اختیار نکلا اللہ اکبر! وہ بہت ہی بڑا ہے جو ان چیونٹیوں کی تعداد کو شمار فرمانے والا ہے۔

جناب علی علیہ السلام نے فرمایا ابوذر! ایسا نہ کہو، بلکہ یوں کہو کہ ان کا پیدا فرمانے والا بہت بڑا ہے۔

قسم ہے اُس ذات کی جس نے تمہیں اور مجھ کو انسانی صورت میں پیدا فرمایا میں باذنِ اللہ تعالیٰ اِن کی تعداد کو بھی جانتا ہوں کہ اِن میں نر کتنے ہیں اور مادائیں کتنی ہیں۔

(ماخوذ ینابیع المودة ص ۸۷) (از علامہ سلیمان حنفی قندوزی)

اگر تعجب ہو ؟

اگر کوئی شخص جناب شیرِ خدا مشکل کشا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس فرمانِ عالی شان سے تعجب وتحیر کی وادیوں میں کھو جائے تو وہ قرآن مجید میں سے سورۂ نمل کی وہ آیات پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کرے جن میں چیونٹیوں کا سردار حضرت سلیمان کے لشکر کی آمد کی خبر دیتا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام میلوں پر بیٹھے ہوئے نہ صرف اُن چیونٹیوں کو دیکھ رہے ہیں بلکہ اُن کی گفتگو بھی سن رہے تھا۔

یہ کون ہیں ؟

خاتم المحدثین شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاجدار ہل اتیٰ شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام کی شہادت مبارکہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے مقام مرتضویٰ کی جو نشان دہی اپنے طویل مضمون

میں فرمائی ہے اِس کے چند اقتباس ملاحظہ فرمائیں اور اندازہ کریں کہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کو اپنا رہنما تسلیم کرتے ہوئے بھی بعض لوگ اُن کے مسلک سے کس حد تک دُور ہو کر خارجیت نوازی کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

کیا فرما رہے ہیں

اِسی طرح امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا جسمانی وجود مبارک ہے۔ کیونکہ آپ خلافت حقہ کو ختم فرمانے والے تھے۔

اور آپ کی ذات اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت کے کمال کی صورت تھی اور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت کا نور مبارک آپ ہی کی ذات کے راستے جلوہ گر تھا اور آپؑ کے قرب معنوی کی روشنی اِسی راہ سے ظاہر تھی، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت و نیابت آپ کے زمانہء خلافت میں آپ ہی کی ذات والاصفات میں منحصر تھی۔

یہی وجہ ہے کہ جس طرح کعبہ اور قرآن کی طرف دیکھنا عبادت بتایا گیا ہے۔ اِسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے رُخِ انور کی طرف دیکھنا بھی عبادت قرار دیا گیا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے

''النظر الی الکعبة عبادة''

یعنی ''بیت اللہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے''

اور قرآن مجید کے متعلق آتا ہے۔

''النظر الی المصحف عبادة''

یعنی ''قرآن مجید کے حروف کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔''

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں آیا

''النظر الی وجه علی عبادة''

یعنی '' علی کے چہرہ کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔''

تو اس وقت حضرت علی علیہ السلام کا وجود شریف حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک کی مثل تھا۔ اس واسطے کہ اس وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے پیاسے اسی چشمہء خاص سے سیراب ہوتے تھے اور آپ کی ذات مبارک تمام تر صفات کمال بشری کے جمع ہونے کی وجہ سے ہر ظاہری اور باطنی حاجت کو پورا فرمانے میں کفایت کرتی۔

آپ کی شہادت سے نبوت کی خلافت منقطع ہو گئی اور کوئی بھی قائم مقام اس مرتبے کا نہ رہا، اس امر کو جانتے ہوئے صحابہ کرامؓ السوبر ظہار کیا۔

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کی شہادت کی خبر اُن کو پہنچی تو فرمایا ! اب اہلِ عرب جو چاہیں کریں اب کوئی ایسا نہیں جو اُنہیں برے کام سے روکے۔

اب جاننا چاہیے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے وصال کے بعد صحابہ کرام میں علماء اور واعظین کثرت سے موجود تھے اور وہ بنو اُمیہ کے بادشاہوں اور دوسرے سرداروں کو سچی بات کہنے میں خاطر داری اور لحاظ نہیں کرتے تھے مگر اُن کا اچھی بات کا حکم دینا اور بری بات سے روکنا محض علماء کی طرح تھا اور اہتمام کرنا مثل اولیاء کے تھا، نہ کہ پیغمبروں کے حکم کی مانند، چونکہ مثل پیغمبروں کے احکام صادر کرنے کی بات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم پر ختم ہوگئی تھی، یہی وجہ تھی کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد فرمایا اب عرب جو چاہیں برے افعال کریں اُن کو روکنے والا اب کوئی نہیں۔

(تفسیر عزیزی ص ۳۲۷ تا ۳۲۸)

علم کا مخفی خزانہ

حضرت علامہ ابن طلحہ حلبی الشافعی ہل اتیٰ امام المتقین، امیر المومنین ولایت مآب غالب علی کل غالب اسد اللہ الغالب جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے یہ اشعار اپنی کتاب ''الدُرّ المنظم'' میں رقم فرماتے ہیں جو آپؑ نے اپنی ہی ذات مبارک کے متعلق ارشاد فرمائے ہیں۔

میں اوّلین کے علوم سے بہرہ مند ہوں اور آخرین کے علوم کا مخفی خزانہ ہوں۔

میں پوشیدہ رازوں اور غیب کے اسرار کو ظاہر کرنے والا ہوں۔

میرے پاس جدید وقائم تمام باتوں کا علم ہے۔

میں تمام سہارا دینے والوں سے بہتر سہارا دینے والا ہوں۔

میں نے تمام جہانوں پر احاطہ کر رکھا ہے اور میں تمام اُمور کو جاننے والا ہوں۔

اِن اشعار کے بعد مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کرنا چاہوں تو ستر ۷۰ اُونٹوں کا بوجھ بن جائے۔

لقد حزت علم الاولین وانني
ظنين بعلم الآخرين كتوم

وكاشف اسرار الغيوب باسر طها
وعندي حديث و حادث قديم

وانی القیوم علی کل قیم

محیط بکل العالمین علیم

ثم قال علیه السلام لوشئت لاو قرت من تفسیر الفاتحه سبعین بعیرا۔

میں سچ کہتا ہوں

مذکورہ بالا کتاب الدُّر المنظم کے حوالہ سے حضرت سلیمان حنفی قندوزی مفتی اعظم قسطنطنیہ جناب شیر خدا اہل اتّی امام الاولیاء والاصفیاء سراج المتقین، امیر المومنین، سیّدنا ومرشدنا حضور ولائت مآب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کا ایک اور ارشاد نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا!

خُدا کی قسم! اگر میں چاہوں تو تم لوگوں میں سے ہر شخص کو اُسکے مخرج اور مدخل کا پتہ بتادوں اور اُس کے تمام تر حالات سے آگاہ کردوں، لیکن مجھے خدشہ ہے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے کُفر نہ کر بیٹھو، ہاں البتہ! میں ان علوم سے ان لوگوں کو یقیناً آگاہی بخشوں گا جو راسخ العقیدہ اہل ایمان ہیں،

مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق کے ساتھ معبوث فرما کر تمام تر خلائق میں برگزیدہ بنایا، میں جو کچھ بھی کہتا ہوں سچ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے اِن امور کا عہد لیا ہے۔

قُرآن بھی ذکر رُسول بھی ذکر

ناظرین اب علم کتاب کے سلسلہ میں نہایت لطیف اور وجدان آمیز چند نکتے ملاحظہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں قرآن مجید کو ذکر کے نام سے موسوم کرتے ہوئے فرمایا ہے،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝

(سورۃ الحجر آیت ۹)

بے شک ہم نے اُتارا ذکر (یعنی قرآن مجید) اور ہم ہی اِس کے نگہبان ہیں،

ایسے ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد فرمایا!

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

(سورۃ الطلاق آیت ۱۰)

بے شک تُم پر اللہ نے ذکرِ رسول اُتارا جو تُم پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔

اِن دونوں آیات سے یہ معنی مفہوم ہوتے ہیں کہ قرآن ورسول دونوں ذکر ہیں۔ اِس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھیں کہ اگر تُم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھو، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اہلِ ذکر ہم ہیں ملاحظہ ہو،

ہم اہلِ ذکر ہیں فرمانِ علی

جعفر جعفی سے اُس کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ،

اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے سوال کرو۔

تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہم اہلِ ذکر ہیں۔

روی بسنده عن جابر الجعفی قال: لما نزلت فاسألوا اهل الذكر ان كنتم لاتعلمون. قال علی علیه السلام: نحن اهل الذكر

(تفسیر ابن جریر الطبری ج ۱۷ ص ۵)

اہلِ ذکر ہی ذِکر ہیں

اندریں صورت حضرت علی علیہ السلام کا عندہ علم الکتاب کا مصداق ہونا قطعی اور یقینی ہوجاتا ہے کیونکہ آپ اہلِ بیتِ رسول بھی ہیں اور اہلِ قرآن بھی۔

علی رسول اللہ کی جان بھی ہیں اور مع القرآن بھی

علی قرآنِ ناطق بھی ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا ظرف بھی۔

یہی وجہ ہے کہ

قرآن کو دیکھنا بھی عبادت ہے اور علی کو دیکھنا بھی عبادت

قرآن کی آیات کی تلاوت کرنا بھی عبادت ہے اور علی کے چہرے کی تلاوت کرنا بھی عبادت

ذکر یعنی قرآن ورسول کو بھیجنے والے کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے اور علی کا ذکر کرنا بھی عبادت ہے۔

اگر قلبی تسکین اور ذہنی طمانیت کے طلبگار ہو تو ذکرِ خدا کے ساتھ ذکرِ محمد مصطفیٰ اور ذکرِ علی المرتضیٰ سے بھی رطب اللسان رہا کرو، یہی منشاء ایزدی ہے اور اِسی میں نجات ہے۔

آیت کریمہ "فَسْئَلُوٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" کی تفسیر کرتے ہوئے

مُفسرین کرام فرماتے ہیں یعنی "اگر تمہیں علم نہیں ہے تو صاحبانِ ذکر سے دریافت کرو۔"

ثعلبیؒ نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت نقل کی ہے کہ امیر المومنین، امام المتقین، ولائت مآب مولا علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے جن اہلِ ذکر کا ذکر فرمایا ہے، وہ ہم لوگ ہیں،

علاوہ ازیں آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور ہمیں اس آئتِ کریمہ میں بھی ذکر کے نام سے یاد کیا ہے۔

اَتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

یعنی اے وہ لوگ جو دانش مند ہو اور ایمان لے آئے ہو اللہ سے ڈرتے رہو، اُس نے تمہاری طرف ذکر نازل فرمایا جو کہ رسول ہے اور تم پر اللہ تعالیٰ کی روشن آیات تلاوت فرماتا ہے،

امام الآئمہ سیّدنا ومرشدنا امام ہمام حضرت امام جعفر الصادق بن الامام محمد باقر علیہما السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ مجید میں ذکر کو دو معنوں میں استعمال فرمایا گیا ہے،

ایک ذکر تو آنحضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، اور دوسرا ذکر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن مجید ہے۔

اہلبیت اہلِ ذِکر

"عیون الاخبار" میں امام ہمام حضرت امام علی رضا بن امام موسیٰ رضا علیہما السلام کی بیان فرمودہ روائت نقل کی گئی ہے کہ آپ نے "فاسئلو اہل الذکر" کے ضمن میں فرمایا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُمتیوں کو چاہیے کہ ہم سے اُمورِ دین کے مسائل دریافت کرتے رہیں، کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اِس آئتِ کریمہ میں ہمارے ہی اہلِ ذکر ہونے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے،

علاوہ ازیں دیگر تمام اہلِ ذکر بطور تبعیت ہوں گے۔

قیامت تک کا سوال کرو

حضرت ابی طفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میری موجودگی میں حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا!

مجھ سے سوال کرو! خُدا کی قسم مجھ سے تم قیامت تک ہونے والی جس چیز کے بارے میں پوچھو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا،

مجھ سے اللہ کی کتاب کے بارے میں سوال کرو! خُدا کی قسم میں قرآن مجید کی ہر آیت کو جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی ہے یا دن کو اُس کا نزول میدان میں ہوا ہے یا پہاڑ پر،

داریات کیا ہے؟

آپ کا یہ ارشاد سنا تو ابن الکوا نے اُٹھ کر عرض کی اے امیر المومنین ذاریات ذرواً کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! افسوس ہو تجھ پر مُشکل کی بجائے تفقہ کا سوال کرتا ہے اور پھر فرمایا!

والذاریات ذرواً ہوائیں ہیں۔

فالحاملات وقراً بادل ہیں۔

فالجاریات یسراً سفن یعنی زمین سے ٹکرا کر چلنے والی ہوائیں ہیں اور فالمقسمات امراً فرشتے ہیں۔

چاند کی سیاہی کیا چیز ہے ؟

پھر اُس نے کہا! چاند میں جو سیاہی ہے وہ کیا چیز ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا! اندھے کو اندھیرے میں ہے کیا دور کی سُوجھی پھر فرمایا اللہ تبارک وتعالٰی نے ارشاد فرمایا ہے،

اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا تو رات کی روشنی کو دُھندلا ہوا اور مٹا سا کر دیا اور دن کی نشانی روشن کر کے دکھانے والی بنائی،

پس رات کی مٹی ہوئی نشانی چاند میں ہے،

ذوالقرنین کون تھا؟

ابن الکواء نے عرض کی ! ذوالقرنین نبی تھے یا بادشاہ،

مولائے کائنات علیہ السلام نے فرمایا! دونوں میں سے ایک بھی نہیں یعنی نہ تو وہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ بلکہ وہ اللہ تعالٰی کے غلام تھے، وہ اللہ تعالٰی سے محبت کرتے اور اللہ تعالٰی اُن سے محبت کرتا، اللہ تعالٰی نے اُنہیں نصیحت کی تھی اور وہ اللہ تعالٰی کے لئے نصیحت کرنے والے تھے اللہ تعالٰی نے اُنہیں لوگوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ اُنہیں ہدایت کی طرف بلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے دائیں سینگ پر ضرب لگائی جس کی وجہ

سے وہ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا ڑکے رہے،،

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے اُنھیں پھر لوگوں کے پاس بھیجا تا کہ وہ اُنھیں ہدایت کی طرف بلائیں تو اُن لوگوں نے اُن کے بائیں سینگ پر چوٹ لگائی اور اُن کے سینگ بیل کے سینگوں کی طرح نہیں تھے۔

قوس کیا ہے ؟

بعدازاں ابن الکواء نے عرض کی ! قوس کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا !

یہ نُوح علیہ السلام اور اُن کے پروردگار کے درمیان علامت ہے اور یہی امانِ غرقابی ہے۔

بیت المعمور کیا ہے

اُس نے کہا ! بیت المعمور کیا ہے؟

مولائے کائنات نے فرمایا!

ساتوں آسمانوں کے اُوپر اور عرش کے نیچے ایک گھر ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں مگر اُن کو قیامت تک وہاں دوبارہ جانا نصیب نہیں۔

اُس نے سوال کیا! وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری میں تبدیل کر دیا؟

باب مدینۃ العلم علیہ السلام نے فرمایا! کہ یہ لوگ قریش کے فجار ہیں جو بدر کے دن موت سے ہمکنار کر دیئے گئے۔

دُنیا کے لئے کوشش کرنے والے؟

بعدازاں اُس نے کہا! وہ کون لوگ ہیں جن کی ساری کوشش دُنیاوی زندگی میں گم ہوگئیں اور وہ اسی خیال میں ہیں کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں؟

مولائے کائنات نے فرمایا ! اہل حرور یعنی خارجی اُنھیں میں سے ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی الطفیل عامر بن واثلۃ قال ! شھدت علی بن ابی طالب علیہ السلام یخطب فقال فی خطبتہ۔

سلونی فواللہ لا تسألونی عن شئی یکون الی یوم القیامۃ الاحدثتکم

سلونی عن کتاب اللّٰہ فواللّٰہ ما من آیۃ الا انا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سہل نزلت ام فی جبل۔

فقام الیہ ابن الکواء فقال یاامیرالمومنین ما الذاریات ذروا؟

فقال لہ ! ویلک سل تفقھا ولا تسئل تعنتا.(والذاریات ذروا) الریاح (فالحاملات وقراً) السحاب (فالجاریات یسراً) السفن (فالمقسمات امراً) الملائکہ.

فقال ! فما السواد الذی فی القمر؟

فقال ! اعمی یسأل عن عمیاء . قال اللّٰہ تعالیٰ !

وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ۔

فمحو آیۃ اللیل السواد الذی فی القمر.

قال ! فماکان ذوالقرنین انبیاً أم ملکا؟

فقال ! لم یکن واحداً منھما. کان عبد'للّٰہ احب اللّٰہ وأحبہ اللّٰہ وناصح اللّٰہ فنصحہ اللّٰہ . بعثہ اللّٰہ الی قوم یدعوھم الی الھدی فضربوہ علی قرنہ الأیمن ثم مکث ماشاء اللّٰہ ثم بعثہ اللّٰہ الی قومہ یدعوھم الی الھدی فضربوہ علی قرنہ الأیسر ولم یکن لہ قربان کقرنی الثور.

قال ! فما ھذہ القوس؟

قال ھی ! علامۃ کانت بین نوح وبین ربہ وھی امان من الغرق۔

قال ! فما البیت المعمور ؟

قال ! بیت فوق سبع سماوات تحت العرش یقال لہ الضراح یدخلہ کل یوم سبعون الف ملک ثم لا یعودون الیہ الی یوم القیامۃ.

قال ! فمن الذین بدلوا نعمت اللّٰہ کفراً؟

قال ! ھم الأفجرا من قریش قد کفیتمو

قال ! فمن (الذین ضل سعیهم فی الحیاۃ الدنیاوهم
یحسبون انهم یحسنون صنعاً)
قال ! قد کان أهل حروراء منهم۔
(کنز العمال جلد ا صفحہ ۲۲۸)(فتح الباری جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۱)

تورات کی خبریں

حضرت اصبغ بن نباتہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک یہودی نے آکر کہا اے امیر المومنین ! اللہ تعالیٰ کب سے ہے؟

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ غم وغصہ کے ساتھ یہودی کی طرف بڑھے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ! اِسے نکال دو،

پھر اُسے روک کر مولائے کائنات نے فرمایا! اے یہودی سن جو بات ہم تیرے لئے کہیں اُنہیں کانوں سے سن اور دل میں محفوظ رکھ، یہ بات میں تجھے تیری اُس کتاب سے سناؤں گا جو حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل ہوئی پس اگر تو نے اپنی کتاب پڑھ کر یاد کی ہوگی تو تجھے ضرور یہ پہنچی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اُس وقت سے ہے جب کچھ نہ تھا وہ بلا کیف وکم اور بلا کینون وکائن ہر قبل سے قبل اور ہر بعد سے بعد ہمیشہ سے ہے اُس کی کوئی غایت نہیں اور نہ ہی کوئی غایت اُس پر منتہی ہوتی ہے، اُس کے سوا تمام غایتیں منقطع ہیں پس وہ تمام تر غایتوں کی غایت ہے۔

یہودی کا قبول اسلام

حضرت علی علیہ السلام سے بات سُن کر یہودی رونے لگا اور اُس نے کہا! خُدا کی قسم اے امیر المومنین یہ باتیں حرف بحرف تورات میں موجود ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس کے بندے اور رسول ہیں۔

متن ملاحظہ فرمائیں !

عن الأصبغ بن نباتة قال کنا جلوساً عند علی بن ابی
طالب علیه السلام فأتاه یهودی فقال یا امیر المومنین متی
کان اللّٰه ؟
فقمنا الیه فلهزناه حتی کدنا نأتی علی نفسه۔
فقال السلا ! خلوا عنه ثم قال ! اسمع یا

اخا اليهود ماأقول لک فاسمعه باذنک ، واحفظه بقلبک .
فانما احدثک عن کتابک الذی جاء به موسی بن عمران فان
کنت قد قرأت کتابک وحفظته فانک ستجده کما أقول انما
یقال متی کان لمن لم یکن ثم کان ، فأما من لم یزل بلا کیف
یکون بلا کینونة کائن ، لم یزل قبل القبل وبعد البعد لا
یزال بلا کیف ولا غایة ولا منتهی ، الیه غایة انقطعت دونه
الغایات فهو غایة کل غایة ، فبکی الیهودی وقال ! والله یاامیر
المومنین ، انها لفی التوراة هکذا حرفاً ، وانی اشهد ان لا اله الا
الله واشهد ان محمد صلی الله علیه (وآله)وسلم عبده
ورسوله ،

(کنزالعمال جلد ا صفحہ ۱۰۳)

کتاب ناطق سے پُوچھو

امام ابن جریر حضرت ابی طفیل سے روایت کرتے ہیں اُنہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سُنا تو مجھ سے بولنے والی کتاب اور سُنت ماضیہ سے جوبھی پوچھو گے میں تمہیں بتادوں گا پس ابن الکواء نے ذاریات کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ذاریات ہواؤں کو کہتے ہیں۔

روی بسنده عن أبي الطفیل قال : سمعت علیاً یقول لا
تسألونی عن کتاب ناطق ولا سنة ماضیه الا حدثتکم فسأله
ابن الکوا عن الذاریات فقال :هی الریاح ،

(تفسیر ابن جریر جلد ۲۶ صفحہ ۱۱۶)

تنزیل وتفسیرِ قرآن کے فقیہ

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی گفتگو کے آخر پر فرمایا! بے شک حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کے شرف سے مشرف اور اپنے خاندان میں وسیع تر مقام پر فائز ہیں۔

آپ مانگنے والوں کو عطا کرنے والے ہیں، قُرآن کی تنزیل کے عالم اور تفسیرِ قرآن کی فقاہت رکھنے والے ہیں۔

قال ابن عباس في اخره : ولقد فاز علی علیه السلام بصهر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وبسطة فی العشیرة . وبذلاً للماعون. وعلماً بالتنزیل . وفقهاً للتاویل ونیلاً للأقران .

(کنزالعمال جلد ۶ صفحہ ۳۹۳ جلد ا صفحہ ۱۹۰)

حضرت ابن عباس کا خراجِ محبت

ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے مولائے کائنات باب مدینۃ العلم کے حضور میں خراجِ عقیدت و نیاز مندی پیش کرتے ہوئے آپ کا تعارف یوں کروایا کہ اللہ تبارک وتعالی ابا الحسن یعنی حضرت علی علیہ السلام پر رحم فرمائے،

خُدا کی قسم ! آپ ہدایت کا علم اور متقیوں کی پناہ گاہ تھے،

آپ محل حجت اور عقل کا مینار تھے،

آپ اسرار و شرافت کا نُور اور اندھیروں میں روشنی تھے،

آپ اسرار و رموز کی طرف بلانے والے تھے،

آپ پہلے صحیفوں یعنی انبیاء کرام پر نازل ہونے والی کتابوں کے عالم تھے،

آپ قرآن مجید کی تفسیر و تاویل اور ذکر پر قائم تھے،

آپ کا تعلق اسبابِ ہدایت سے تھا اور آپ ظلم و جور اور اذیت کو ترک کرنے والے تھے،

آپ بُرے راستوں کی ناکہ بندی کرنے والے تھے،

آپ پرہیز گاروں اور مومنوں میں بہتر تھے،

آپ پہننے اور روکنے والوں کے سردار تھے،

آپ حج اور سعی کرنے والوں میں افضل تھے،

آپ عدل و انصاف کرنے والوں میں صاحب جود تھے،

آپ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء کے سوا تمام اہل عالم میں سب سے بہتر خطیب تھے،

آپ صاحب قبلتین تھے اُن کے برابر توحید پرست کہاں ہے؟

آپ تمام عورتوں سے بہتر خاتون سلام اللہ علیہا کے شوہر تھے،

آپ سبطین علیہما السلام کے والد گرامی تھے،
نہ میری آنکھ نے آپ جیسا کسی کو دیکھا ہے اور نہ قیامت تک اُن جیسا کوئی نظر آئے گا اور ملے گا،

الى ان قال فما تقول فى على بن ابى طالب ؟ قال ! رحم الله ابا الحسن كان والله علم الهدى ، وكهف التقى ، ومحل الحجى ، وطود البها ، ونور السرى ، فى ظلم الدجى ، وداعياً المحجة العظمى ، عالما بما فى الصحف الاولى ، وقائما بالتاويل والذكرى، متعلقا باسباب الهدى ، وتاركاً للجور والاذى وحائدا عن طرقات الردى ، وخير من آمن واتقى ، وسيد من تقمص وارتدى وافضل من حج وسعى ، واسمع من عدل وسوى ، وأخطب اهل الدنيا الا الانبياء والنبى المصطفىٰ ، وصاحب القبلتين ، فهل يوازيه موحد ؟ وزوج خير النساء ، وأبو السبطين لم يرعينى مثله ولا ترى الى يوم القيامة واللقائ، . .

(ذخائر العقبی صفحہ ۷۸)

یہ تعارف

سیّدنا حیدرِ کرار شیرِ خُدا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ مختصر تعارف کرانے والی شخصیت اُس ذات والاصفات کی مالک ہے جس کے علم وبرکت کے لئے حضور تاجدارِ انبیاء سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دوبارہ دُعا فرمائی،

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسلام کے وہ بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم ہیں جن کی علمی وجاہت کے پیشِ نظر اُن کو حبر اُلامت کہا جاتا اُمت کا یہی عظیم عالم، باب مدینۃ العلم کا قصیدہ بیان کرتے ہوئے اُن کو دنیا کے سب سے بڑے عالم، سب سے بڑے عادل، سب سے بڑے خطیب، سب سے بڑے فقیہ اور سب سے بڑے مفسّرِ قُرآن کہہ رہا ہے جناب عبداللہ ابن عباس عام قصیدہ خوان نہیں وہ صحابی رسول ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جن کے بیانات وفرمودات سے سند پکڑی جاتی ہے اور یہ وہ گفتگو ہے جسے حدیث کہا جاتا ہے،

بہرکیف! سیّدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اعلم الناس ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہے اور وہی شخص عندہ علم الکتاب کا مخاطب اور باب مدینۃ علم ہوسکتا ہے جو اعلم الناس اور اخطب اہل الدُنیا ہو،

شہزادۂ کونین کی گواہی

روایات میں آتا ہے کہ تاجدار الاولیاء، امام الاصفیاء سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت عظمیٰ واقع ہوجانے کے بعد شہزادۂ کونین امام العارفین سیدنا امام حسین علیہ السلام نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے اپنے والدِ گرامی سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں فرمایا!

اے لوگو! کل رات تم سے وہ شخص الگ ہوگیا جس کہ علم پر نہ تو پہلوں نے سبقت حاصل کی اور نہ ہی بعد والوں میں سے کوئی ایسا نظر آتا ہے،

حدثنا وکیع عن شریک عن أبی اسحاق عن هبیرہ قال: خطبنا الحسین بن علی علیهما السلام فقال: لقد فارقکم رجل بالأمس لم یسبقه الاولون بعلم ولا یدرکه الاخرون

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد ا صفحہ ۱۹۹) (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۴۱۲) (حلیۃ الاولیاء جلد ا صفحہ ۶۵)

نبی کا وصی زیادہ علم والا

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی !

یارسول اللہ ! ہر نبی کا وصی ہوتا ہے آپکا وصی کون ہے؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری طرف سے خاموشی اختیار فرمائی، پھر جب میں نے اس کے بعد آپکی طرف دیکھا تو آپ نے فرمایا!

اے سلمان! کیا تجھے یہ پوچھنے کی جلدی ہے؟ میں نے کہا لبیک،

آپ نے فرمایا! کیا تو جانتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصی کون تھا؟

میں نے عرض کی ! یوشع بن نون،

آپ نے فرمایا ! وہ کیوں وصی تھا ؟

میں نے کہا ! وہ اس وقت سب لوگوں سے زیادہ عالم تھا،

آپ نے فرمایا ! میرا وصی اور میرے اسرار کا مقام اور جو میں نے تمہارے لئے اپنے بعد بہتری چھوڑی ہے اور میرے دین کے فیصلے کرنے والا علی ابن ابی طالب ہے؟

سلمان قال قلت ! یارسو الله ان لکل نبی وصیا فمن

وصیک ؟ فسکت عنی فلما کان بعد رآنی ۔ فقال ! یاسلمان فأسرعت الیه . قلت ! لبیک .

قال ! تعلم من وصی موسی ؟

قال ! نعم یوشع بن نون ،

قال ! لم ؟

قلت ! لان کان أعلمهم یومئذ ،

قال ! فان وصی وموضع سری وخیر من أترک بعدی وینجز عدتی ویقضی دینی علی بن ابی طالب ،

(الہیثمی فی مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۱۱۳) قال رواہ الطبرانی ،

نکتہ آفرینی اور بات ہے

بعض عبارات کو الفاظ کے پیچ وخم میں اُلجھا کر نکتہ آفرینی کر لینا اور بات ہے مگر فلسفیانہ استدلال اور منطقی استنباط صداقت کو تبدیل کر لینے پر قادر نہیں ہو سکتا ،

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنے علوم واسرار کا وارث بنا کر اعلم الناس کا خطاب دیا ہے اس لئے وہ اعلم الناس ہی رہیں گے اور اس سلسلہ میں ایک سے بڑھ کر ایک شہادت موجود ہے ،

کیسے محتاج ہوئے ؟

ابی زہرا حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اِس وقت پوری روئے زمین پر تین عالم ہیں ۔ ایک عالم شام میں ہے اور ایک عالم حجاز میں اور ایک ہی عالم عراق میں ہے ۔

شام کے عالم حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں ،

حجاز کے عالم حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں ،

جبکہ عراق کا عالم تمہارا بھائی یعنی میں عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں اور شام کے عالم ابو دردا اور عراق کے عالم حضرت عبد اللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی حجاز کے عالم جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے محتاج ہیں مگر حجاز کے عالم جناب علی علیہ السلام ان دونوں میں سے کسی کے بھی محتاج نہیں ۔

عن ابی الزهراء عن عبد الله . یعنی ابن مسعود قال ! علماء الأرض ثلاثه .عالم بالشام . وعالم بالعراق . فأما

عالم الشام فهو أبو الدرداء ، وأما عالم أهل الحجاز فهو علی بن طالب علیه السلام وعالم أهل الشام وعالم اهل العراق یحتاجان انی عالم أهل الحجاز وعالم أهل حجاز لا یحتاج الیهما۔

(الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

یہ حدیث

بیشک ہم نے اِس سے پہلے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق ایسی روایات نقل کی ہیں کہ آپ مُطلق طور پر سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور یہ علم سُنت کے ساتھ ہے۔

اور بے شک آپ دار العلم کا دروازہ ہیں اور تمام صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی سوائے آپ کے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔

عِلمِ غیب کیا ہے؟

مندرجہ بالا روایت سینکڑوں ثقہ کُتب میں موجود ہے، یہاں تک کہ مخالفین کو بھی اِس کے جُھٹلانے پر جرأت نہیں ہوسکی،

بایں ہمہ بعض لوگ اللہ تعالیٰ جل مجدہٗ الکریم کے علم مبارک حقیقی اور ذاتی کی آڑ لیکر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اُس علم مبارک کی بھی نفی کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں جو انہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے محض اپنے فضلِ خاص سے عطا فرمایا ہے جبکہ اس علم مبارک کی وُسعت کا یہ عالم ہے کہ بقول علامہ بوصیری لوح وقلم کا علم محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم مبارک کا کچھ حصہ ہے، اور اِس امر کی تصدیق قرآن مجید کی اُن آیات مبارکہ سے بھی ہوتی ہے جن میں ہے کہ لوحِ محفوظ نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے اور وہ قرآن مجید میں ہے اور قرآنِ مجید اپنے متعلق یہ بھی بتاتا ہے کہ مجھ میں ہر چیز کی تفصیل ہے،

اندریں حالات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم مبارک کو محدود کرنے کی کوشش غیر عاقلانہ فعل ہے کیونکہ قیامت تک کی ہر بات بتانے کا اعلان تو اُس شہرِ علم کا دروازہ کر رہا ہے، بہر حال مزید دیکھیں،

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! مجھے وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا ! یاعلی کہو کہ میرا پروردگار میرا اللہ ہے اور پھر اِس پر قائم ہوجاؤ،

میں نے آپ کے ارشاد کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی،

ربی اللہ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب .

یعنی میرا پروردگار میرا اللہ ہے نہیں مجھ میں توفیق مگر ساتھ اللہ تعالیٰ کہ مجھے اُسی پر بھروسہ ہے اور میں اُسی کی طرف رجوع کرنے والا ہوں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم علم سے خوب سرشار ہو اور سیر ہو اور بے شک علم کا شربت تم نے سیر ہو کر پیا ہے۔

روی بسندہ عن أبي صالح الحنفي عن علي علیہ السلام قال ! قلت یارسول اللہ اوصني.

قال ! قل ربی اللہ ثم استقم . قال ! قلت اللہ ربی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب . فقال ! لیھنک العلم أبا الحسن لقد شربت العلم شرباً ونھلتہ نھلاً.

(ریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۲۲۱) (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد ۱ صفحہ ۶۵)

(ایضاً جلد ۷ صفحہ ۵۴)

علی خُدا کے چُنے ہوئے ہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی صاحبزادی والاشان سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اُن کی شادی مبارک کے موقع پر فرمایا! بیٹی تو کیا اِس پر خوش نہیں کہ میں نے تیری شادی ایسے شخص سے کی ہے جو اِسلام میں اوّل المسلمین ہے اور اُن میں سب سے زیادہ عالم ہے اور تو اس اُمت کی عورتوں کی سردار ہے جس طرح مریمؑ اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھیں،

اے فاطمہؑ ! کیا تو خوش نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین سے دو افراد کو چُنا تھا جن میں ایک تیرا باپ ہے اور ایک تیرا شوہر،

قال ! أما ترضین انی زوجتک اول المسلمین اسلاماً . واعلمھم علماً.

فانک سیدۃ نساء امتی کما سادت مریم قومھا أما ترضین یافاطمۃ أن اللہ اطلع علی أھل الارض فاختار منھم رجلین فجعل أحدھما أباک والآخر بعلک.

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

علمِ رسولؐ کی زنبیل

مولائے کائنات بابِ مدینۃ العلم سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان آپ سابقہ اوراق میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ

''علی عیبته علمی''

یعنی ''علی میرے علم کا برتن ہے''

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی بیان کردہ اس حدیث میں آنے والے لفظ عیبہ کے لغات میں کئی معنی بیان کیے گئے ہیں جن میں مطلق معنی ظرف یا برتن بتایا گیا ہے جبکہ اس کا اطلاق صندوق، زنبیل اور تجوری وغیرہ پر بھی ہوتا ہے یعنی ایسا ظرف جس میں کسی قسم کا خزانہ محفوظ کیا جاسکے،

اندریں صورت یہ امر اُن تمام تر شکوک وشبہات سے پاک ہے جو بعض لوگوں کے دِلوں میں خواہ مخواہ پیدا ہوتے رہتے ہیں کہ آپ کے علم سے فلاں لوگ مستفیض ہوئے اور فلاں فلاں نے استفادہ نہیں کیا، کیونکہ حضرت علی وہ خزانہ ہیں جس میں علومِ رسول موجود ہیں۔

اخرجه ابن عدی عن ابن عباس قال ! ان النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم علی علیه السلام عیبة علمی.

(کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۵۳)

تبصرہ اِس حدیث پر

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس فرمانِ اقدس پر علامہ مناوی فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں علامہ ابنِ درید کا تبصرہ یوں بیان کرتے ہیں!

یہ آپؐ کے اُس مختصر اور آسان کلام میں سے ایک ہے جس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی کیونکہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اُن اُمورِ باطنیہ پر مُطلع ہونے کی خصوصیت مراد ہے جن پر اُن کے سوا کسی شخص کو بھی اطلاع نہیں اور یہ حضرت علی علیہ السلام کی انتہائی مدح ہے یا اس کا مقصد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی مدحت ومنقبت بیان کرنا ہے،

علاوہ ازیں یہ حدیث جناب علی علیہ السلام کے دُشمنوں لپٹے ہوئے ضمیروں کو اُن کی تعظیم کے عقائد کی طرف لاتی ہے،

وذکره المناوی وقال فی الشرح ! قال ابن درید وهذا من کلامه الموجز الذی لم یسبق ضرب المثل به فی ارادة

اختصاصه بأموره الباطنة التى لا يطلع عليها احد غيره وذلک غاية فى مدح على عليه السلام . وقد كانت ضمائر أعدائه منطوية على اعتقاد تعظيمه .

(فیض القدیر جلد ۴ صفحہ ۳۵۶)

قُرآن کی دلیل

عبید ابن ابی رفاعہ انصاری سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس عزل کے بارے میں جھگڑا کر رہے تھے، حضرت عمر فاروق نے اُنہیں فرمایا! اگر آپ جھگڑا کر رہے ہیں جن میں اخیارِ بدر موجود ہیں تو آپ کے بعد لوگوں کا کیا حال ہوگا ؟

اسی اثناء میں دو شخص آپس میں سرگوشی کرنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا! یہ کیسی سرگوشی ہے ؟

کہا! کہ اس یہودی کا گمان ہے! کہ یہ چھوٹا مادہ ہے،

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ! یہ مادہ وجود میں نہیں آتا یہاں تک کے اُسے سات مراحل سے گذرنا پڑتا ہے،

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے! کہ بیشک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا فرمایا ہے،

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سُن کر حیران ہو گئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے،

میں کہتا ہوں کہ یہ آیت شریفہ سُورۃ مومنون کی ہے اور پوری آیات یہ ہیں،

ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين . ثم جعلناه نطفة فى قرار مكين . ثم خلقنا النطفة علقة . فخلقنا العلقة مضغة . فخلقنا المضغة عظاماً فكسونا العظام لحما . ثم انشأناه خلقاً آخر فتبارک الله احسن الخالقين۔

پھر ہم نے اس نُطفہ کو قرارگاہ کا مکین بنایا، پھر اس پانی کے قطرے کو خون کی پھٹکی اور پھر گوشت بنایا پھر گوشت کے لوتھڑے کو ہڈیاں بنایا اور پھر اُن ہڈیوں کو گوشت پہنایا پھر اُسے اور ہی صورت دی یعنی صورت انسان میں ڈھالا تو برکت والا اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے،

پس سات مرتبہ گذرنے سے مراد مٹی، نُطفہ، منجمد خون، گوشت کا لوتھڑا، ہڈیاں گوشت اور تخلیق آخری ہے،

روى بسندين عن عبيد بن ابى رفاعة الانصارى قال !

تذاكر اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم عند
عمر بن الخطاب العزل ، فاختلفوا فیه ، فقال عمر ،
قد اختلفتم وأنتم اهل بدر الاخیار فکیف بالناس بعد کم ؟
اذ تناجی رجلان فقال عمر ! ماهذه المناجاة ؟
قال ! ان الیهود تزعم الماوودة الصغری ،
فقال علی علیه السلام ! انها لا تکون مؤودة حتی
مالتارات السبع فی ،(ولقد خلقنا الانسان من سلالة من
طین) الی آخر الآیة فتعجب عمر من قوله وقال ! جزاک اللّٰه
خیراً .
والآیة الشریفة ھی فی سورة المومنون وتمامها ھکذا (
ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین ، ثم جلناه نطفة فی
قرار مکین ، ثم خلقنا النطفة علقة ، فخلقنا العلقة مضغة ،
فخلقنا المضغة عظاماً فکسونا العظام لحما ، ثم انشأناه
خلقاً آخر فتبارک اللّٰه احسن الخالقین) فالمراد من ،
واللحم والخلق الاخر التارات السبع ھو الطین ،
والنطفة ، والعلقة ، والمضغة ، والعظام ،
(مشکل الآثار للطحاوی جلد ۲ صفحہ ۳۷۳)

عِلم وحکمت سے بھرا ہوا سینہ

وعن ابن عباس ، وقد سئال الباس فقالوا ای رجل کان
علی علیه السلام ؟ قال ! کان ممتلئاً جوفه مسکما وعلماً وباساً
ونجدة مع قرابته من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم
۔(اخرجه احمد فی المناقب)
(الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے لوگوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں
پوچھا تو آپ نے فرمایا !
اُن کے سینے میں علم وحکمت اور جرأت وشجاعت کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے اور اس پر رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُن کے ساتھ قرابت مُستزاد ہے،

علم قُرآن علم علی پر منحصر ہے

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی یہ حدیث ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ آپ سابق الاسلام، عالم قرآن، عالم فقہ وسُنت، بہادر وشجاع اور جواد وسخی تھے،

چنانچہ اِس حدیث کی شرح کرتے ہوئے علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں فرماتے ہیں،

امامِ غزالیؒ نے کہا کہ بے شک اولین وآخرین کا علم اور فہم قرآن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے علم پر مُنحصر ہے اور جو اِس بات سے جاہل ہے وہ اس دروازے کا راستہ کھو چکا ہے جو اس کے پیچھے ہے جس سے اللہ تعالیٰ دلوں کے پردے اُٹھاتا ہے یہاں تک کہ اِس دروازے پر جانے سے
اِس کو حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے اور پردہ اُٹھنے میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

قال ! المناوی فی الشرح ما هذا لفظه . قال الغزالی ! قد علم الأولون والآخرون ان فهم كتاب الله منحصر الی علم علی ومن جهل ذلک فقد ضل عن الباب الذی من ورائه یرفع الله عن القلوب الحجاب . حتی یتحقق الیقین الذی لا یتغیر بكشف الغطاء .

(فیض القدیر جلد ۳ صفحہ ۴۶)

خُدا کی نعمت کا چرچا کرو

علامہ رازی نے "واما بنعمة ربك فحدث" کی حدیث میں یہ تفسیر بیان کی ہے کہ لوگوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ اپنے بارے میں بیان فرمائیں،

چنانچہ آپ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر فرمایا !

میں جب سوال کرتا تھا تو مجھے عطا کیا جاتا تھا اور جب میں خاموش ہوتا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ابتداء فرماتے تھے اور میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان علم بھرا ہوا ہے پوچھو کیا پوچھنا ہے،

فی ذیل تفسیر قوله تعالیٰ ! (واما بنعمة ربک فحدث)
فی سورة الضحی

فقالوا له ، يعنى لعلى عليه السلام ، فحدثنا عن
نفسک ، فقال ! انى احدث ، كنت اذا سئلت اعطيت ، واذا
سكت ابتديت، وبين الجوانح علم جم فاسألونى ،
(الفخر الرازی فی تفسیرہ الکبیر جلد ۸ صفحہ ۶۴۰)

یہودیوں کو الزامی جواب

محمد بن قیس سے روایت ہے کہ چند یہودیوں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا
! آپ لوگوں نے اپنے نبیؐ کے بعد پچیس سال بھی صبر نہیں کیا اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے ؟
حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا! بیشک یہ صبر اور خیر ہے بیشک یہ صبر اور خیر ہے،
مگر تمہارے پاؤں ابھی سمندر کے پانی سے خشک بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم نے کہنا شروع کر دیا !
اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایسے معبود مقرر کر جیسے اُن کے لئے ہیں۔

وعن محمد بن قيس على بن ابى طالب عليه السلام
فقالوا له ، ماصبرتم بعد نبيكم الا خمسا وعشرين سنة
حتى قتل بعضكم بعضاً ،
فقال على عليه السلام ! قد كان صبر وخير ، قد كان
صبر وخير و لكنكم ما جفت اقدا كم من النحر حتى قلتم
ياموسى اجعل لنا الها كما لهم آلهة ،
(اخرجہ احمد فی المناقب)(الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۲۲)

سب سے زیادہ علم والے ہیں گواہی ایک مُبشر کی

حضرت قیس بن حازمؓ سے روایت ہے کہ میں مدینہ منورہ کہ بازار میں گھومتا ہوا احجار زیت پر پہنچا تو
ایک گھوڑے کے اسوار کو لوگوں نے گھرا ہوا پایا جو حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو برا بھلا کہہ
رہا تھا اور لوگ اُس کے گرد جمع تھے،
اِسی اثناء حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں تشریف لے آئے اور اُن لوگوں کے
پاس رُک کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟
لوگوں نے بتایا کے یہ شخص حضرت علی علیہ السلام کو گالیاں دیتا ہے،
حضرت سعد نے اُسے جا کر کہا! اے شخص تو علی ابن ابی طالب کو کیوں برا کہتا ہے؟

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ اوّل المسلمین ہیں؟

کیا تجھے نہیں معلوم کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھنے والے ہیں؟

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں ؟

یہاں تک کہ آپ نے فرمایا! کیا تو نہیں جانتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کے شوہر ہیں،

کیا تو نہیں جانتا کہ وہ غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پرچم بردار ہیں،

شاتمِ علی پر گرفتِ خُداوندی

بعد ازاں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبلہ رُخ ہو کر دونوں ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ خُداوندی میں عرض کی الٰہی! یہ شخص تیرے ایک ولی کو گالیاں دیتا ہے، اِس مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے پہلے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا دے،

حضرت قیس فرماتے ہیں! خُدا کی قسم ہم لوگ ابھی متفرق نہیں ہوئے تھے کہ اُس شخص کو اُس کے گھوڑے نے زین سمیت نیچے گرا دیا اور اُن پتھروں پر دوڑتے ہوئے اُس کی کھوپڑی پاش پاش کر دی پس اُس کا دماغ پھٹ گیا اور وہ وہیں پر واصلِ جہنم ہو گیا،

روی بسنده عن قیس بن ابی حازم قال کنت بالمدینة فبینا انا اطوف فی السوق اذبلغت احجار الزیت فرأیت قوم مجتمعینعلی فارس قد رکب دابة وهو یشتم علی بن ابی طالب ، والناس وقوف حوالیه ، اذقبل سعد بن ابی وقاصؓ فوقف علیهم فقال ! ما هذا ؟

فقالوا ! رهک یشتم علی ابن ابی طالب فنقدم سعد فأخرجواله حی وقف علیه فقال ! یاهذا علی تشتم علی ابن ابی طالب ؟ الم یکن اول من أسلم ؟

الم یکن اول من صلی مع رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ؟

الم یکن اعلم الناس ؟ وذکر حتی قال !

الم یکن ختن رسول الله صلی الله علیه وآله سلم علی

ابنته؟

الم یکن صاحب رایة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم فی غزواته؟

ثم استقبل القبلة ورفع یدیه وقال! اللهم ان هٰذا یشتم ولیا من اولیائک فلا تفرق هذا الجمع حتی تریهم قدرتک۔

قال قیس! فواللّٰه ما تفرقنا حتی ساخت به دابته فرمته علی هامته فی تلک الاحجار فانفلق دماغه فمات۔

هذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین

(مستدرک الصحیحین جلد ۳ صفحہ ۴۹۹)

شہیدِ بغاوت کی گواہی

یحییٰ بن عبداللہ بن حسن اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے دورانِ خطابت ایک شخص نے کھڑے ہو کر سوال کیا!

اے امیر المومنین! مجھے بتائیں کہ اہلِ جماعت، اہلِ فرقہ، اہل سُنت واہل بدعت کون ہیں؟

جناب مولائے کائنات نے ارشاد فرمایا! اب تو جو کچھ بھی تم لوگ مجھ سے پوچھتے ہو میں بتا دیتا ہوں مگر میرے بعد تمہیں تمہارے سوالات کا جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا،

لوگوں نے آپ کا یہ ارشاد سنا تو ہائے وائے کرنے لگے تو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا!

اے لوگو! اگر تم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اتباع و اطاعت کرتے رہے تو یہ اتباع و اطاعت تمہیں ایک بال کے برابر بھی تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور راستے سے نہیں ہٹنے دے گی اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وصایا ومنایا اور فصل الخطاب ہارون بن عمران کی طرح اُس وقت ودیعت فرمائے جب آپ نے فرمایا تھا!

”یا علی! تو مجھے ایسے ہے جیسے موسیٰ کو ہارون مگر میرے بعد نبی نہیں،“

حضرت عمارؓ مزید فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں اپنے اُس اکرام کی وجہ سے جو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے انہیں اپنے فضل خاص سے نوازا ہے اور انہیں وہ کچھ عطا کیا ہے جو تمام مخلوق میں سے کسی دوسرے کو عطا نہیں کیا۔

عن يحيیٰ بن عبد اللہ بن الحسن عن ابیه قال ! کان علی علیه السلام یخطب ، فقام الیه رجل فقال ! یاامیرالمومنین اخبرنی من اهل الجماعة ومن اهل الفرقة ومن اهل السنة ومن اهل البدعة ؟

فقال ! ویحک اما اذا سألتی فافهم عنی ولاعنیک ان تسأل عنها احداً بعدی ،

وتنادی الناس من کل جانب اصبت یاامیر المومنین اصاب اللہ بک الرشاد والسداد ،

فقام عمار فقال ! یاایهاالناس انکم واللہ ان اتبعتموه واطعتموه لم یضل بکم عن منهاج نبیکم قیس شعرة وکیف لا یکون ذلک وقد استودعه رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم المنایا والوصایا وفصل الخطاب ۔ علی منهاج هارون بن عمران ، اذقال له رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم ان منی بمنزله هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی ، فضلاً خصه اللہ به اکراماً منه لنبیه صلی اللہ علیه وآله وسلم حیث أعطاه مالم یعطه احدا من خلقه ،

(کنزالعمال جلد ۸ صفحه ۲۱۵)

منقبت کے پھول

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اِس مقام پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں آنے والی چند ایسی روایات مبارکہ نقل کرنے کی سعادت حاصل کرلی جائے،

جن میں آپ کی ہمہ گیر شخصیت کے چند ایسے پہلو نمایاں ہوں جو آپ کو وارثِ علمِ رسول ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دیگر متعدد قسم کے اعزازت کی بھی نشاندہی کرتے ہوں ملاحظہ ہو !

قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۠

آیتِ کریمہ کے ضمن میں درج ذیل مضمون میں جس امر کی وضاحت مقصود ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آپ سابقہ اوراق میں مولا مشکل کشا شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کے اہلِ ذکر اور امامِ مبین ہونے میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر ملاحظہ فرما چکے ہیں اس طرح آپ پر یہ بھی ظاہر ہوجائے کہ حضرت علی کلمۃ اللہ بھی ہیں،

بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کے نام سے موسوم کیا ہے مگر اس امر میں شک وریب کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی کلماتِ ربانی سے ایک کلمہ ہیں،

چونکہ ہم نے اِس عنوان کا نام "منقبت کے پھول" رکھا ہے لہٰذا اُن پھولوں میں آپ مختلف قسم کی رنگینیوں اور خوشبوؤں میں خنکیٔ نگاہ اور مشامِ جان کو معطر کرنے کا سامان بھی پائیں گے اور ضمناً حضرت علی علیہ السلام کے کلمۃ اللہ ہونے کے دلائل کا بھی مشاہدہ کریں گے، ملاحظہ ہو،

آدم کا وسیلہ کون بنا؟

بعض لوگ علمائے سوء کی غیر متوازن اور فرضی عبارات کے پیچ وخم میں اُلجھ کر اِس قسم کے عقیدہ کو راہِ نجات متصور کئے ہوئے ہیں کہ اگر ہم نے کسی دوسرے کو اپنا واسطہ یا وسیلہ بنا کر خداوند قدوس سے اپنی حاجات طلب کیں تو ہم مشرک ہوجائیں گے۔

حالانکہ یہ تصور قطعی طور پر غیر اسلامی اور قرآن وحدیث کی تعلیماتِ مُقدسہ کے سراسر خلاف ہے یہ لوگ اگر اِس تخیلاتی شرک کو محض اپنی ذات تک محدود رکھتے تو اسلام کے ساتھ شائد اِس قدر سنگین مذاق نہ ہوتا

جواب ہو رہا ہے، کیونکہ یہ طائفہ ہر اُس مسلمان پر مُشرک ہونے کا فتویٰ چسپاں کئے بیٹھا ہے جو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خُدا تعالیٰ کے حضور میں اپنا وسیلہ و واسطہ بنا کر حاجتیں طلب کرتا ہے۔

اور یہی اِس فرقہ ضالہ کی بدقسمتی ہے کیونکہ اس فتویٰ سے نہ صرف یہ کہ قرآن وحدیث کی تکذیب صریح ہوتی ہے بلکہ یہ اِن لوگوں کے جہنمی ہونے کی بھی واضح ترین برہان ہے،

کیونکہ بفحوائے حدیثِ مصطفی یہ ایک مُسلّمہ اصول ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر کہتا ہے اور وہ مسلمان فی الواقع مرتکب کفر نہیں ہوا تو وہ شخص یقیناً کافر ہو جائے گا جس نے اُسے کافر کہا۔

اِس فرمانِ رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشِ نظر یہ سمجھ لینا قطعاً دُشوار نہیں کہ اگر قائلینِ وسیلہ مشرک نہیں تو جو شخص اُنکو مشرکین کی صف میں شمار کرتا ہے وہ خود یقیناً مشرک ہو جاتا ہے اور مشرک کی سزا ازرُوئے قرآن وحدیث ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنمی ہو جانا ہے۔

یہ موضوع چونکہ طویل وضاحت کا مقتضی ہے۔ یہاں صرف یہ بتائیں گے کہ تمام بنی نوع انسان کے جدِامجد سیّدنا آدم علیہ السلام باوجود خلیفۃ اللہ اور رفیع الشان پیغمبر ہونے کے حضور سرورِ کائنات سیّد الانبیاء حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آلِ عبا علیہم السلام جن میں تاجدارِ ھل اتٰی جناب حیدر کرار علیہ السلام بھی شامل ہیں کے وسیلہ سے حاجت طلب کرتے ہیں اور آپ کی توبہ انہیں خمسہ نفوسِ قُدسیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ اور وسیلہ سے قبول ہوئی۔

سیّدنا آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ سُنت قیامت تک کے لئے تمام اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لازمی قرار دے دی گئی ہے چنانچہ جب تک کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی آل پاک پر درُود نہیں بھیجے گا اُس کی دعا کبھی بابِ اجابت تک نہیں پہنچے گی بلکہ راستہ ہی میں معلق ہو کر رہ جائے گی۔ "درُود اور دُعا" بھی ایک الگ حیثیت کا حامل مضمون ہے اِس لئے اسکی وضاحت باب "علیٰ آلِ محمد ہے" میں کی جائے گی۔ یہاں آپ صرف یہ ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی

توبہ کیسے قبول ہوئی

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے،

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنۡ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ ؕ

(سورۃ بقرہ آیت ۳۷)

یعنی پھر آدم (علیہ السلام) نے اپنے پروردگار سے چند کلمات سیکھ لئے (جن کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر متوجہ ہو گیا۔

کلمات کیا تھے ؟

اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کلمات کیا تھے جن کے ادا کرنے سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی خاص رحمت جناب آدم علیہ السلام کے شریک حال ہوگئی بعض نے لکھا ہے کہ وہ دُعا تھی جو حضرت آدم علیہ السلام اکثر کیا کرتے تھے یعنی "ربنا ظلمنا انفسنا آخر لآیۃ، مگر یہ دُعائیہ کلمات تو جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسی وقت ادا کر دیئے تھے جب آپ کو جنت سے باہر بھیج دیا گیا تھا اگر یہی کلمات تھے تو پھر آپ کا مدت مدید تک آہ وزاری کرتے رہنا اور دُعا کا شرف قبولیت حاصل نہ کر سکنا، کن معنوں میں متصور ہوگا،

اِس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی توجہ منعطف کرانے کے لئے جو کلمات سکھائے تھے وہ ربنا ظلمنا کے علاوہ کوئی دوسرے ہی کلمات تھے،

خاتم حفاظِ مصر سیّد المفسرین، سند المحدثین امام اجل علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز اپنی مشہور زمانہ تفسیر "دُرِ منثور" میں زیرِ آیت "فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ" روایت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ،

دیلمی نے مسندِ فردوس میں سند کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کی ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے "فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات"، کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدمؑ کو ہندوستان میں اور حوا کو جدہ میں اور ابلیس کو بیسان میں اور سانپ کو اصبہان میں پھینکا۔

حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں سو سال تک ٹھہرے اور اپنی نادانستہ لغزش پر آنسو بہاتے رہے حتیٰ کے اللہ تبارک وتعالیٰ نے جبریل کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ اے آدم!

کیا میں نے تجھے اپنے ہاتھ سے نہیں بنایا ؟

کیا میں نے تجھ میں اپنی روح نہیں پھونکی ؟

کیا میں نے تجھے اپنے فرشتوں سے سجدہ نہیں کروایا ؟

کیا میں نے اپنی کنیز حوا سے تیرا نکاح نہیں کیا ؟

جناب آدم علیہ السلام نے کہا ! کیوں نہیں ؟

جبریل نے پوچھا ! یہ اگر درست ہے تو پھر یہ رونا کیسا،

جناب آدم علیہ السلام نے کہا کہ میں کیوں نہ روؤں جب کہ مجھے جوارِ رحمن سے دُور کر دیا گیا ہے۔

جبریل نے کہا کہ تمہاری توبہ کی قبولیت اور مغفرت کے لئے یہ کلمات ہیں،

کہیے الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں بحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وآل محمد تو پاک ہے تیرے سوا کوئی

معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، میری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے، پس یہ کلمات تھے جو آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے۔

واخرج الدیلمی فی مسند الفردوس بسندہ رواہ عن علی قال سئالت النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم عن قول اللّٰہ . فتلقیٰ آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ .. فقال ان اللّٰہ اھبط آدم بالھند وحوا . بجدۃ و ابلیس ببسیان والحیۃ باصبھان وکان للحیۃ قوائم کقوائم البعیر ومکث آدم بالھند مائتہ سنتہ باکیۃ علی خطیئتہ حتیٰ بعث اللّٰہ الیہ جبریل وقال یا آدم ! الم اخلقک بیدی الم انفخ فیک من روحی الم اسجد لک ملائکتی الم ازوجک حوا امتی . قال بلی . قال بما ہذا البکا؟ قال وما یمنعنی من البکاء وقد اخرجت من جوار الرحمن قال ! فعلیک بھولاء والکلمات فان اللّٰہ قابل توبتک وغافر ذنبک قل اللھم انی اسئالک بحق محمد وآل محمد سبحانک لااله الا انت عملت سواء وظلمت نفسی فاغفرلی انک انت الغفور الرحیم . اللھم انی اسئالک بحق محمد وآل محمد سبحانک لااله الا اللّٰہ انت عملت سواء وظلمت نفسی فتب علی انک انت التواب الرحیم فھٰولاء الکلمات التی تلقی آدم ..

(تفسیر درمنثور جلد اول صفحہ ٦٠)

امام المحدثین امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیرِ آیت دوسری روایت اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ابنِ نجار نے نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اِن کلمات کے متعلق پوچھا جو انہیں توبہ قبول کرنے کے لئے سکھائے گئے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا! کہ بحق محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ سوال کرو تاکہ تمہاری توبہ قبول کرلی جائے۔

امام جلال الدین سیوطی کے علاوہ سند المحدثین، راس المحققین، شیخ المشائخ، شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز جذب القلوب الی دیار المحبوب میں توبہ کے ضمن میں فرماتے ہیں،

جیسا کہ قرآن میں ہے "فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ" اور حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے

جانے والے کلمات یہ تھے،

یا اللہ بحرمت محمد و آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بخش دے،

(جذب القلوب مترجم ص ۲۳۵)

مفتئ اعظم قسطنطنیہ حضرت علامہ سلیمان حنفی نقشبندی قندوزی رحمۃ اللہ علیہ جگر گوشہ بتول آلِ رسول امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مبارکہ کے حوالہ سے روائت نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ روائت بیان کی سیّد الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے والدِ گرامی شہزادۂ گلگوں قبا حضرت امام حسین علیہ السلام سے اُنہوں نے اپنے والدِ معظم امیر المومنین حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم نے ہماری صورتیں صُلبِ آدم علیہ السلام میں منتقل فرمائیں تو اُنہوں نے اپنی پشتِ انور میں ایک شعلۂ نور جلوہ فگن ہوتا ہوا ملاحظہ فرمایا۔

جناب آدم علیہ السلام نے اُس نور کی تجلیات کو مشاہدہ تو فرمالیا لیکن ہماری شکلوں کو نہ پہچان سکے، اور بارگاہِ خُداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ الٰہی یہ نور کیا ہے؟

خُداوند قدوس نے فرمایا کہ یہ صورتوں کے وہ انوار ہیں جنہیں ہم نے عرشِ مُعلٰی کے بہترین مقامات سے مُنتقل کر کے تمہاری پشت میں جاگزیں فرمایا ہے۔

اور انہیں انوار کی بدولت ہم نے ملائکہ کو حکم فرمایا کہ وہ تمہیں سجدہ کریں، تمہاری ذات ان نور بیز صورتوں کے لئے مثل ایک ظرف کے ہے۔

جناب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمانِ خُداوندی سُنا تو عرض کی کہ اے میرے پروردگار یہ مُقدس صورتیں مجھ پر ظاہر فرمادے۔

خُداوند قدوس جل مجدہ العلیٰ نے التجائے آدم علیہ السلام کو قبول فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا آدم! عرش کی طرف دیکھو، جب آدم علیہ السلام نے نظر اُٹھائی تو ہماری صورتیں دامانِ عرش پر متجلّی ہوگئیں،

گویا عرش پر ہماری شکلیں تصویروں کی صورت میں طبع ہوگئیں،

جناب آدم علیہ السلام نے ان صورتوں کا مشاہدہ کیا تو بارگاہِ ایزدی میں معروض ہوئے الٰہی یہ شکلیں کیا ہیں؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا! اے آدم، یہ صورتیں میری تمام مخلوق اور خلقت سے افضل واعلیٰ ہیں،

یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور میں اپنے افعال میں محمود ہوں، میں نے اسمِ محمد کو اپنے اسمِ محمود سے نکالا ہے،

یہ علی علیہ السلام ہیں اور میں علی العظیم ہوں اس نام کو بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

یہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں اور میں فاطر السماوات والارض ہوں فیصلہ کے دن یعنی قیامت کے روز اپنے دشمنوں کو اپنی رحمت سے الگ کردوں گا اور اُن لوگوں کو اِن لوگوں سے دور رکھوں گا جو ان پر تبرّا کرتے ہیں اور ان کو متہم کرتے ہیں، میں نے ان کے نام کا اشتقاق بھی اپنے نام سے کیا ہے۔

یہ حسن و حسین علیہما السلام ہیں اور میں محسن ہوں اور احسان کرتا ہوں ان دونوں کے اسماء بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کئے ہیں، یہ میری مخلوق کے بہترین لوگ ہیں اور میری خلقت میں کرامت اور بزرگی والے ہیں، ان کی دشمنی کی وجہ سے میں لوگوں پر گرفت کروں گا اور ان کی دوستی کی وجہ سے میں عطا کروں گا، انہی کی وجہ سے لوگوں کو معذّب کروں گا اور انہی کی وجہ سے لوگوں کو اجر وثواب عطا فرماؤں گا۔

اے آدم! اگر تمہیں کوئی مشکل درپیش آجائے تو انہی کے ذریعہ سے مجھ سے رابطہ قائم کرنا اور ان کو اپنا شفیع بنانا،

میں نے اپنی ذات کی قسم اُٹھا رکھی ہے کہ ان کے وسیلہ سے جو شخص بھی میرے حضور میں کوئی اُمید لے کر حاضر ہوگا میں اُسے مایوس نہیں کروں گا یہی وجہ تھی کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے ان پانچوں نفوسِ قُدسیہ کے وسیلہ سے خالقِ کائنات کے حضور میں دعا کی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُس دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی۔

کتاب المناقب میں جنابِ مفضل سے روائت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے آیت کریمہ " وَاِذِ ابْتَلٰٓی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ " کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ وہ کلمات ہیں جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام کو القاء کئے گئے اور انہیں کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی،

حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض کیا تھا کہ اے میرے پروردگار میں تجھ سے جناب محمد و علی و فاطمہ حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں میری توبہ قبول فرما چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی بیشک اللہ تعالیٰ رب الرحیم ہے۔

ینابیع المودۃ کی روایت

ینابیع المودۃ میں علامہ ابن المغازلی کی مُسند کے حوالہ سے بھی اس ضمن میں روایت موجود ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ابن مغازی اپنی مُسند میں حضرت سعید بن جبیرؓ سے روایت لائے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ وہ کون سے کلمات تھے جنہیں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے سیکھ کر توبہ کی تو توبہ قبول ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے میرے علاوہ علی و فاطمہ حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دے کر دعا کی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔

چوتھا حوالہ

آیت کریمہ "فتلقی آدم من کلمات ربہ" کے تحت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی بیان فرمودہ طویل حدیث مبارکہ سے ملتی جلتی روائت حضرت علامہ عبدالرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور تالیف نزہتہ المجالس میں امام برحق حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام کی سند سے نقل فرمائی ہے جس کا اُردو ترجمہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے کیونکہ تفسیرِ عسکری کی طویل عربی عبارت ہدیہء قارئین کی جا چکی ہے ملاحظہ ہو،

امام برحق امام جعفر الصادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام جنت الفردوس میں رہائش پذیر تھے کہ ایک دن حضرت جبرائیل علیہ السلام ان دونوں کو سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ایک قصرِ معلیٰ میں لے گئے اُس عظیم الشان محل میں یاقوت کا تخت بچھا ہوا تھا اور اس تخت پر ایک نور کا قبہ رکھا ہوا تھا اُس قبہ مبارکہ میں ایک نورانی پیکر جلوہ افروز تھا جس کے فرقِ اقدس پر نور کا تاج تھا اور گوش ہائے مبارکہ میں مرواریدکے گوشوارے تھے اور گلوئے انور نور کے گلوبند سے مزین تھا،

جناب آدم اور جناب حوا علیہما السلام نے جب اُس پیکرِ نورانی کی زیارت کی تو اس قدر متحیر و متعجب ہوئے کہ عالمِ بے خودی میں ایک دوسرے کو بھول گئے اور پوچھنے لگے کہ اس نورانی صورت کا اسمِ گرامی کیا ہے؟

ارشاد ہوا کہ یہ فاطمہ بنت محمدؐ ہے (علیٰ ابیہا و علیہا الصلوٰۃ) ان کے سرِ انور پر جو نورانی تاج ہے وہ ان کے والدِ گرامی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ان کا مقدس گلوبند ان کے شوہر معظم جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے گوش ہائے انور میں جو آویزے ہیں وہ ان کے صاحبزادے جناب حسن اور حُسین علیہما السلام ہیں،

اس وضاحت کے بعد اچانک حضرت آدم علیہ السلام نے اس قبہ مبارک کی طرف نگاہ اُٹھائی تو دیکھا کہ وہاں پر یہ کلمات تحریر ہیں،

میں محمود ہوں، اور یہ محمد ہیں۔
میں اعلیٰ ہوں اور یہ علی ہیں۔
میں بنانے والا فاطر ہوں اور یہ فاطمہ ہیں۔
میں محسن ہوں اور یہ حسن ہیں

میں احسان کرتا ہوں اور یہ حُسین ہیں، متن ہے۔

انا المحمود و ہذا محمد ، انا الا علی وہذا علی، انا الفاطر و ہذا الفاطمہ ، انا المحسن و ہذا الحسن ، احسان المنی و ہذا الحسین ،،

حضرت آدم علیہ السلام ان اسماء مقدسہ کا مشاہدہ فرمارہے تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ان اسماء گرامی کو یاد فرمالیجئے کیونکہ ایک دن آپ کو ان کی ضرورت پیش آنے والی ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام نے ان اسماء گرامی کو یاد فرمالیا اور پھر جب آپ کو جنت الفردوس کی فضائیں چھوڑ کر زمین پر آنا پڑا تو آپ تین سو سال کے طویل عرصہ تک روتے رہے کہ ان اسمائے مبارکہ کو وسیلہ بنا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ الٰہی بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حسین مجھ سے درگذر فرما، اے اعلیٰ اے فاطر اے محسن، متن ہے،

الھم اغفر بحق محمد و علی و فاطمہ و حسن و حُسین یا اعلیٰ یا فاطر یا محسن۔

حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کا سلسلہ جاری تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا سلام پہنچایا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ،اے آدم! اگر تو نے ان مقدس اسماء کے وسیلہ سے اور واسطہ سے اپنی تمام اولاد کی مغفرت طلب کی ہوتی ہم ضرور بخش دیتے۔

(نزہتہ المجالس عربی مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۲۸)

قارئین مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں جان ہی چکے ہیں حضرت علی صاحب علم الکتاب ہونے کے علاوہ اہلِ ذکر، امام مبین اور کلمتہ اللہ بھی ہیں اس ضمن میں مزید بھی سینکڑوں حوالے پیش کئے جاسکتے ہیں مگر اس مضمون کو سمیٹتے ہوئے سیّد العارفین حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ کے چند اشعار کا ترجمہ مع متن پیش کرنے کیساتھ اس باب کا اختتام کیا جاتا ہے ان اشعار میں کیا ہے خود غور فرمائیں۔

پیرِ رومیِ در حضورِ مرتضیٰ

اگر اخلاصِ عمل سیکھنا ہے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے سیکھ اور دیکھ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ شیر فریب کاری اور حیلہ جوئی سے کسطرح منزہ ہے۔

جنابِ شیرِ خدا نے دورانِ جنگ میں ایک پہلوان کو زور یداللہی سے زمین پر گرادیا اور جب آپ کی شمشیرِ جواہر دار اس پہلوان کی گردن پر چلنے ہی والی تھی کہ اُس نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔

اُس ذاتِ اقدس کے چہرہ پر جو ہر نبیؑ اور ہر ولی کے لئے باعثِ افتخار و مباہات ہے۔ اُس چہرہ انور پر جو آسمان کے چاند کی سجدہ گاہ ہے اور چاند اُس کے سامنے سجدہ ریز ہوتا ہے۔

جب آپ کی ذوالفقار کی زد میں آئے ہوئے شکار نے یہ گستاخانہ حرکت کی تو آپ نے اُس کی گردن پر پھرنے سے پہلے ہی تلوار کو اُس کی گردن سے اُٹھالیا اور آپ کی فطرتی برق اندازی تساہل پذیر ہو گئی

آپ کے رویہ میں اچانک تبدیلی دیکھی تو آپ کا شکار عرض پرداز ہوا کہ،

یا علی! آپ تو اپنی تیز تلوار سے میری گردن کاٹنے والے تھے، آپ نے کس چیز کا مشاہدہ فرمایا ہے جو کہ مجھے قتل کرنے سے رک گئے؟

کیا آپ پروردگار کے شیر نہیں ہیں؟ اور اگر ہیں تو پھر شفقت و مروّت کس وجہ سے ہے؟

یا علیؑ آپ تو عقلِ کُل اور بصارت تمام ہیں، ان میں ایک ذرہ کا ہی اظہار فرما دیجئے کہ آپ نے کیا مشاہدہ فرمایا ہے؟

اے علی المرتضیٰ سلام اللہ علیہا! سوء قضا کے بعد اس حسن قضاء کا راز تو آشکار فرما دیجئے؟

اے شیرِ خدا! آپ جبکہ مدینۃ العلم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دروازہ ہیں اور آفتابِ حلم و شفقت ہیں تو اے بابِ مدینۃ العلم! مجھ پر بھی تو وہ دروازہ کھول دیجئے تاکہ دروازہ کا متلاشی اپنے مطلب و مقصد تک رسائی حاصل کرلے۔

اے مظہرِ ذاتِ کفواً احد! یعنی اے اللہ تبارک وتعالیٰ کی بے مثل ذات کے عکسِ جمیل اور اے تاابدالاباد رحمت کے دروازے! مجھ پر بھی یہ راز افشا فرما کہ آپ کیا دیکھ کر مجھے قتل کرتے کرتے رُک گئے؟

اے شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی درسگاہِ عظیم سے اِن اسرار و رموز کے سیکھنے والے! مجھے بھی اس بھید سے آشنائی عطا فرمائیں۔

اے شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حلقۂ دام میں آنے والے شہباز اور بغیر فوج کے فوجوں کو زیروزبر کرنے والے! آپ اکیلے ہی لاکھوں پر بھاری ہیں۔

یا علیؑ! آپ کی عقابی قوتوں کا شکار انسان بنتے ہیں مجھے کچھ تو بتا دیجئے کہ مجھے چھوڑ دینے میں کیا راز ہے؟

جنابِ شیرِ خدا مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ اے شخص! میں نے محض تم پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے تلوار اُٹھائی تھی اس لئے کہ میں اپنے جسم کا بندہ نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں۔

میں ہوس کا شیر نہیں بلکہ حق کا شیر ہوں۔

میرا ہر کام میرے دین کے لئے ہوتا ہے، میں تو چمکتی ہوئی تلوار ہوں مگر چلانے والا وہ درخشاں آفتاب ہے جس کا ارشاد مارمیت اذ میت ہے، یعنی جنگ میں جو تیر تم نے چلایا وہ میں نے چلایا ہے، جب تم

نے چلایا

اور پھر میرے حلم کی تلوار نے میرے غصے کی گردن کو کاٹ دیا اور حق کا غصہ مجھ پر رحمت بن کر وارد ہو گیا۔

میں انوار الٰہیہ کی تجلیات میں گم ہوں اگر چہ بظاہر میرا جسم پراگندہ ہے،

اگر چہ میں (بوتراب) مٹی کا باپ ہوں مگر روحانیت کا چمنستان بن گیا ہوں،

میرے بخل و عطا محض اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہیں بلکہ میرا جو کچھ ہے صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے۔

اور میرا اپنا تو کچھ بھی نہیں، یہی وجہ تھی کہ جب میں نے تجھے گرا کر قتل کرنا چاہا تو وہ محض خوشنودی خدا تعالیٰ کے لئے تھا اور جب تم نے مجھے میری ذات کے لئے غصہ دلانا چاہا تو میں نے تجھے چھوڑ دیا۔

از علیؑ آموز اخلاص عمل
شیر حق را داں منزہ از دغل
در غزا بر پہلوانے دست یافت
زود شمشیرے بر آور دو شتافت
اوخدو، اندافت برروئے علی
افتخار ہر نبیؑ و ہر ولی
اوخدو ، انداخت برروئے کہ ماہ
سجدہ آرد پیش اُودر سجدہ گاہ
در زماں انداخت شمشیر آں علی
کرد او اندر غزائش کاہلی
گفت! برمن تیغ تیز افراشتی
ازچہ افگندی مرا بگذاشتی
در شجاعت شیر ربانیستی
در مروّت خود کہ داند کیستی
اے علیؑ کہ جملہ عقل و دیدہ
شمہ واگو از آں چہ دیدہ
راز بکشا اے علیؑ المرتضیٰ
اے پس القضا حسن القضا

چوں تو بابی آں مدینہ علم را
چوں شعاعے آفتاب حِلم را
باز باش اَے باب برجو یائے باب
تا رسند از تو قشور اندر لباب
باز باش اَے باب رحمتِ تا ابد
بارگاہِ مالۂ کفواً احد
باز گو اَے باز پر افروختہ
باشاد با ساعدش آموختہ
باز گو اَے باز عنقا گیر شاہ
اے سپاہ اشکن بخود نے با سپاہ
امت وحدی یکے و صد ہزار
باز گوئے اَے بندہ بازت را شکار
گفت من تیغ از پئے حق میزنم
بندۂ حقم نہ مامورِ تنم
شیرِ حقم ، نیستم ، شیرِ ہوا
فعل من بردین من باشد گوا
من چوں تیغم واں زنندہ آفتاب
مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ در حراب
تیغ حِلم گردن خشم زدست
خشم حق برمن چوں رحمت آمدست
غرقِ نورم گرچہ سقفم شد خراب
روضۃ گشتم گرچہ ہستم بو تراب
بخل من للّٰہ عطا للّٰہ زِبس
جملہ للّٰہ ام نیم من آن کس

(مثنوی شریف جلد اوّل ص ۲۳۰: ۲۳۲)

چوتھا باب

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَمَنْ
حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ
تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ
نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ
فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

(سورۃ آل عمران آیت ۶۰-۶۱)

آیت مباہلہ

قرآن مجید سورہ آل عمران میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ترجمہ: محبوب انہیں فرمادیجیے کہ ہم تم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

پیش ازیں بھی ہم آیت مباہلہ کی شان نزول کے بارے میں اجمالی طور پر اپنی چند ایک تصانیف میں بتا چکے ہیں، مگر بعض احباب نے ہماری توجہ خاص طور پر اس طرف مبذول کروائی کہ یہ واقعہ نہایت شرح وبسط اور تفصیل کے ساتھ لکھنا چاہیے تاکہ پڑھتے وقت تشنگی کا احساس باقی نہ رہے

چنانچہ ہم اپنے ان احباب کی فرمائش کو پورا کرتے ہوئے نہایت تفصیل کے ساتھ تمام واقعات ہدیہ قارئین کرتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اُن شکوک وشبہات کا بھی مکمل طور پر ازالہ کر دیا گیا ہے جو خارجی قسم کے لوگ آئے دن اپنی رسوائے زمانہ کتابوں کے ذریعہ سے عوام الناس کے دلوں میں پیدا کرتے رہتے ہیں،

مکتوب بنام اہل نجران

نجران ملکِ عرب ہی کی ایک بستی ہے اور مکہ معظمہ سے یمن کو جاتے ہوئے سات منزلوں کی مسافت پر واقع ہے۔ ملک عرب میں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے قبل اصنام پرستوں کے علاوہ یہود ونصاریٰ کی خاصی تعداد بھی مختلف مقامات پر موجود تھی۔

نجران میں آباد لوگوں کی کثیر تعداد نصاریٰ یعنی عیسائیوں پر مشتمل تھی۔

حضور رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی دعوت الی الحق کا فریضہ انجام دینے کے لئے مکتوب لکھا اور صحابہؓ کے ایک وفد کے ذریعہ حقانیت اسلام سے روشناس کرانا چاہا۔ چنانچہ جب اہلِ اسلام کا وفد اُن لوگوں کے پاس نبی آخر الزمان کا مکتوب لے کر پہنچا تو انہوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ ہم آپ کے پیغام پر غور وفکر کرنے کے بعد خود حاضرِ خدمت ہو کر گفتگو کریں گے۔

یہ سنہ ۱۰ ھ کا واقعہ ہے اور اس وقت عرب کے اکثر حصہ پر اسلام کی عظمت وشوکت پورے جاہ جلال کے ساتھ نمایاں ہو چکی تھی۔

چنانچہ اہلِ نجران کے لئے سوائے اس کے چارۂ کار نہیں تھا کہ وہ ایفائے عہد کرتے ہوئے بارگاہ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ اُن کے دلوں میں اپنے مذہب کی حقانیت اور سچائی پورے طور پر سمائی ہوئی تھی اور وہ اپنے مذہب کے مقابلہ میں اسلام کو ہر گز بہتر مذہب قبول کرنے کو تیار نہیں تھے۔

اسی داعیہ کے تحت اُن لوگوں نے باقاعدہ طور پر ایک جنرل میٹنگ کا اہتمام کیا اور پھر مختلف قبائل کے چودہ سرداروں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مناظرہ کے لئے باقاعدہ طور پر منتخب کرلیا۔

بعض روایات کے مطابق ان چودہ سرداروں کے ساتھ عام لوگ بھی اس مناظرہ کا منظر دیکھنے کے لئے مدینہ منورہ کو جانے کے لئے تیار ہو گئے اور ان سب کو ملا کر کل تعداد ساٹھ تک پہنچ گئی۔

ساٹھ کی روایت

وفد علیه وفد نصاریٰ نجران ایضاً بعد الهجرة و کانوا ستین راکبا.

(سیرت حلبیہ ۳:۲۳۵)

مگر دیگر کتب معتبرہ میں ان لوگوں کی تعداد چودہ ہی بتائی گئی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ صرف گروہ کی نمائندگی کرنے والوں کا ذکر ہی ضروری سمجھا گیا ہو کیونکہ ان چودہ سرداروں کی مزید درجہ بندی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری ان کے ساتھ باقی جماعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان کی تعداد ساٹھ افراد پر مشتمل تھی۔

علامہ بغوی نے کلبی اور ربیع بن انس کا قول بھی یہی لکھا ہے کہ ان آیات کا نزول نجران کے نمائندوں کے متعلق ہوا جن کی تعداد ساٹھ تھی۔

اس سے پہلے آپ دلائل النبوۃ بیہقی کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں کہ ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے محمد بن سہل بن ابی امامہ نے کہا کہ جب نجران کے نمائندے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کے متعلق سوال کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو اُن کے متعلق سورۃ آل عمران شروع سے اسی 80 آیات آخر تک نازل ہوئی۔

آگے چل کر لکھا ہے کہ نجران کے عیسائی اُونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ پوری جماعت کے سردار چودہ اشخاص تھے اور ان میں صرف تین لیڈر تھے۔

(۱) ان سب کے امیر اور مشیر اعلیٰ کا نام عاقب تھا جس کے مشورہ کے بغیر اہل وفد کوئی کام نہیں کرتے تھے۔

(۲) امیر سفر کا لقب سید اور نام ایہم تھا۔

(۳) اہل قافلہ کے مذہبی عالم اور پادری کا نام ابو حارثہ بن علقمہ تھا۔

(تفسیر مظہری جلد دوم صفحہ ۱۷۰)

دیگر کتب کثیرہ میں لکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب اہل نجران کو مکتوب گرامی بھیجا تو اُن میں سے چودہ سردار بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے اور انہوں نے مسجد نبوی میں مشرق یعنی بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی۔

اُن لوگوں نے ریشمی منقش لباس پہنا ہوا تھا اور نہایت فاخرانہ انداز سے چلتے تھے جب وہ نماز سے فارغ ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شرف ہم کلامی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے اعراض فرماتے ہوئے رُخ پھیر لیا اور گفتگو نہ کی۔

گفتگو نہ کرنے کی وجہ

معارج النبوت میں مزید تفصیل ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجرانی عیسائیوں کے سرداروں کو شرف ہم کلامی سے محروم کر دیا تو وہ لوگ مسجد سے باہر نکل آئے بیرون مسجد ان کی ملاقات حضرت عثمان غنی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہوگئی اور وہ اُن سے واقف بھی تھے۔

دورانِ ملاقات اُن لوگوں نے ان دونوں حضرات سے شکایتاً کہا کہ آپ لوگوں نے ہمیں خود مکتوب لکھا اور دعوت دی جس کے جواب میں ہم فوراً حاضر ہو گئے، فارسی متن ملاحظہ ہو۔

وچوں از نماز باز پرداختند نزد آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند ہر چند تکلم نمودند ہیچ جوابے نہ شنیدند از مسجد بیرون رفتند امیر المومنین عثمان وعبدالرحمن بن عوف در آں جا پیدا شدند، بنا بر سبقت معرفتے بایشاں داشتند از ایشاں پرسیدند کہ شما مکتوبے از برائے ما نوشتہ مارا دعوت کردہ اید وما آمدیم وتحیت وسلام بجا آوردیم جواب نشنیدیم ہر چند سخن کردیم بجز سکوتے چیزے نہ دیدیم اکنوں مصلحت شما چیست باز گردانیم دیار خود یا توقف کنیم؟

در مجمع امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نیز حاضر بود، عثمان وعبدالرحمن بعلی رضی اللہ عنہم خطاب کردند یا اباالحسن رائے تو دریں باب چیست؟ گفت رائے من ایں است کہ ایں جامہائے ابریشمین وانگشتریہائے زریں از خود دور کنند۔

آں قوم بموجب فرمودہ علی عمل نمودہ بمجلس انور آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند سلام کردند آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب دادہ فرمود سوگند باں کس کہ مرا بدرستی بخلق فرستادہ کہ نوبت اول کہ ایں جماعت بمجلس من در آمدند شیطان بایشاں بود بجہت آں جواب ایشاں نہ دادم۔

(معارج النبوت جز چہارم صفحہ ۲۵۰)

مگر نہ تو آپ کے نبی نے ہمارے سلام کا جواب دیا ہے اور نہ ہی ہماری طرف التفات فرمایا ہے کیا آپ ہماری راہنمائی کریں گے کہ اندریں حالات ہم لوگ واپس چلے جائیں یا ابھی کچھ دیر ٹھہریں۔

اِسی اثناء میں سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے سیدنا عثمانِ غنی ذوالنورین اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تمام ماجرا آپ کی خدمت میں عرض کر کے پوچھا یا ابا الحسن آپ اِس سلسلہ میں کیا مشورہ دیتے ہیں ؟

آپ نے فرمایا ! میرا مشورہ یہ ہے کہ یہ لوگ ریشمی ملبوسات اور طلائی انگوٹھیاں اتار کر عام کپڑے پہن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ملاقات کریں تو یقیناً اِن کو پذیرائی حاصل ہو جائے گی۔

چنانچہ ان لوگوں نے آپ کے مشورہ پر عمل کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شرفِ ملاقات و ہم کلامی حاصل ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ! بخدا جب یہ لوگ پہلے آئے تھے تو ان کے ساتھ شیطان بھی ہماری مسجد میں در آیا تھا۔

ایک سوال کا جواب

پیشتر اس کے کہ ہم اِس واقعہ کو مزید آگے بڑھائیں ایک ایسے شُبے کا ازالہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں جو خاص طور پر اُن لوگوں کے اذہان میں ہلچل پیدا کر سکتا ہے جو بجائے اہل اسلام کے مُستشرقین کی تصانیف سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں اور وہ یہاں سے اپنی پراگندہ خیالی کو سہارا دینے کے لئے متعصب مُستشرقین کی تائید کا پہلو نکالنے کے وہم میں مُبتلا ہو سکتے ہیں۔

ایسے لوگوں کے ذہن میں جن منفی اثرات مرتب ہونے کا خدشہ ہے وہ یہ ہیں کہ جب یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجسمۂ مہر و محبت اور پیکرِ حسنِ اخلاق تھے، اور آپ کا خلق عظیم آپ کی بہترین صفات میں شامل ہوتا ہے تو آپ نے اُن لوگوں سے گفتگو کرنے اور اُن کے سلام کا جواب دینے سے کیوں اعراض فرمایا، جن کو خود دعوت دے کر بلایا گیا تھا اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ تو دشمنوں کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے تھے پھر ایسے لوگوں کے لئے جو دامنِ اسلام میں آنا چاہتے تھے کیوں ایسا شدید برتاؤ کیا گیا۔

اس قسم کے تمام شکوک و شُبہات کا مختصراً جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ لوگ ہرگز ہرگز اسلام قبول کرنے کے ارادہ سے نہیں آئے تھے بلکہ وہ واضح طور پر پوری تیاری کے ساتھ تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ بحث و مناظرہ کی غرض سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے تھے۔

بلکہ وہ بحث و مناظرہ سے ایک قدم آگے بڑھ کر گھر ہی سے یہ ارادہ لے کے آئے تھے کہ ہم مسلمانوں کے رسول سے مباہلہ کریں گے۔

فقر کی لاج رکھنا تھی

آپ کے عیسائیوں کے ساتھ اِس روّیہ کی دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ باوجود اسلام کا عرب کے کثیر حصہ پر سکہ بیٹھ جانے کے مدینہ طیبہ میں رہنے والے مسلمانوں کی اکثریت پیوند شدہ کپڑوں میں ملبوس تھی،

خاص طور پر مسجدِ نبوی شریف میں رہنے والے اصحابِ صفہ تو فقر مصطفائی کا واضح ترین عکسِ جمیل تھے۔ حضور رحمۃ للعالمین، تاجدار انبیا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہرگز یہ گوارا نہیں فرما سکتے تھے کہ آپ کے درویش صفت غلام عیسائیوں کے ریشمی ملبوسات اور طلائی زیورات سے مرعوب ہو کر اپنی تذلیل محسوس کریں۔

کیونکہ اگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کے اِس فخر و استکبار اور نخوت و غرور کے انداز کو پسند فرما کر اُن کا والہانہ استقبال کرتے تو غُربا و مساکین اہلِ اسلام کے اذہان پر اُس کے مثبت اثرات مرتب ہونا ہرگز ممکن نہ تھا۔

مزید حکمتیں

علاوہ ازیں نصاریٰ کے ساتھ آپ کے اِس برتاؤ کے سلسلہ میں تیسری خاص حکمت جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ عیسائیوں کے متکبر سربراہوں کے ذہنوں سے یہ خناس نکل جائے کہ ان کا بیش بہا اور فاخرہ لباس ایک بوریہ نشین پیغمبر کو اپنی طرف خاص طور پر متوجہ کر لینے کا باعث بھی بن سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضور رحمۃ للعالمین، سرور کائنات، مختارِ کل، تاجدارِ انبیاء و مرسلین، مامور من اللہ بھی تھے اور عالم ماکان و ما یکون بھی تھے آپ جانتے تھے کہ یہ لوگ ابھی راہِ راست پر نہیں آئیں گے فی الحال اِن کے غرور و تکبر کی دھجیاں اُڑانا ضروری ہے اور اِسی میں اہلِ اسلام کی عزت اور اسلام کی عظمت کا راز مضمر ہے اور یہی اللہ تبارک و تعالیٰ کی رضا جوئی اور خوشنودی کا ذریعہ ہے۔

قارئین ! اندازہ لگائیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو اُن عیسائیوں کی آمد کے وقت مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہتے ہیں کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے کہ یہ وفد مسجد میں داخل ہوا یہ لوگ منقش یمنی کپڑے کی عبائیں پہنے ہوئے اور اِنتہائی قیمتی چادریں اوڑھے ہوئے اِس انداز فاخرانہ میں آئے کہ ہم نے اِس سے پہلے اِس شان کا کوئی "ڈیپوٹیشن" نہیں دیکھا۔

(مظہری وغیرہ)

حال ! مقصدِ رسالت پورا ہو کر رہا آپ نے ان لوگوں پر واضح کرنا تھا کہ خدا تعالیٰ کا پیغمبر

بوریہ نشین ہو کر بھی تاج و تخت کے مالکوں سے مرعوب نہیں ہو سکتا اور خدا کا رسول عالم فقر میں بھی شانِ استغناء کا تحفظ کرنا جانتا ہے اور پھر وہ رسولِ غیب دان جس کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن غرباء اور مساکین کی جماعت ہی میرے ساتھ محشور ہو گی لہٰذا نصاریٰ کے سرداروں کا سب سے پہلے غرور توڑنا انتہائی ناگزیر تھا جب انہوں نے اپنی ظاہری شوکت کا تار و پود خود ہی بکھیر لیا تو پھر انہیں شرف ہم کلامی بھی عطا فرمایا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جب تم پہلے آئے تو تمہارے ساتھ شیطان بھی موجود تھا اور پھر اُن کو اُن کی خواہش کے مطابق بحث و مناظرہ کا وقت بھی دیا اور پھر اُن کی آخری خواہش جو کہ مباہلہ کرنے کی تھی بحکمِ پروردگار وہ بھی پوری فرما دی یہ الگ بات ہے کہ اُن کے مقدر میں ابھی مزید ذلیل و رسوا ہونا لکھا تھا جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کرنے والے ہیں۔

حق و باطل کا تاریخی مکالمہ

عیسائی سرداروں کے مذہبی پیشوا نے آغاز گفتگو کرتے ہوئے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عرض کیا کہ آپ نے جس مقصد کے لئے ہمیں مکتوب گرامی لکھا ہے وہ بیان فرمائیں۔

آپ نے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ ہم تمہیں دولتِ اسلام سے سرفراز کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تم لوگ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو جاؤ۔

نجرانی! ہم تو اس سے پہلے بھی مسلمان ہیں۔

سرکارِ دو عالمؐ! تم اس سے قبل ہرگز مسلمان نہیں بلکہ جھوٹ کہتے ہو۔

نجرانی! آپ کس وجہ سے ہمیں مسلمان نہیں مانتے۔

سرکارِ دو عالمؐ! تمہیں یہ تین چیزیں اسلام سے روکتی ہیں۔

اوّل یہ کہ تم صلیب کی عبادت کرتے ہو،

دوم یہ کہ تم خنزیر کا گوشت کھاتے ہو،

سوم یہ کہ تم جناب مسیح علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہو۔

نجرانی! ہاں یہ بات تو ہے مگر آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں کیا وہ بندہ ہے؟

سرکارِ دو عالمؐ! ہم انہیں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اُس کا رسول سمجھتے ہیں نیز انہیں اللہ تعالیٰ کا کلمہ سمجھتے ہیں جو جناب مریم علیہ السلام پر القاء کیا گیا۔

نجرانی! (غضب ناک ہو کر) کیا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا نہیں ہوئے؟

کیا وہ غیب کی خبریں نہیں بتاتے تھے؟

کیا وہ مردوں کا زندہ نہیں کرتے تھے؟
کیا وہ مٹی کے پرندے پیدا نہیں کرتے تھے ؟
اگر یہ درست ہے تو انہیں اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے سوا کیا سمجھا جا سکتا ہے اور وہ آپ سے افضل ہیں۔
ابھی سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کو جواب دینا ہی چاہتے تھے کہ جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر حاضرِ خدمت ہو گئے۔

آسمانی دلیل

نیز یہ آیتِ کریمہ نازل ہو گئی کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی طرح ہے اُسے مٹی سے بنایا پھر فرمایا ہو جا، وہ فوراً ہو جاتا ہے۔

إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ ۖ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

(سورۃ آل عمران آیت ۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب خدا تعالیٰ کی نازل فرمودہ آیت اُن کے سامنے پیش کی تو وہ لاجواب ہو گئے، مگر اپنی بات پر اڑے رہے حالانکہ اگر اُن کی قسمت یاور ہوتی تو وہ یقیناً دولتِ اسلام سے مشرف ہو جاتے کیونکہ انہیں تو صرف اِس ایک گمان نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے پر مجبور کر دیا تھا کہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے حالانکہ اُن کو اُن کی والدہ مکرمہ نے جنا تھا۔
اور خداوندِ قدوس کی وحی فرمودہ مثال تو اِس سے کہیں بڑھ کر تھی کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ماں اور باپ دونوں کے بغیر محض لفظ کن سے پیدا فرما دیا تھا۔
بہر حال ! عیسائی اِس بات کو تسلیم کرتے ہوئے بھی کہ آدم علیہ السلام ماں باپ کے بغیر پیدا ہوئے تھے اپنی ہٹ پر قائم رہے جس کے جواب میں اتمامِ حجت کے طور پر خالقِ کائنات نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ،
پھر اے محبوب ! جو تم سے عیسیٰ کے بارے میں حجت کریں بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرما دو، آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں گے اور جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ڈالیں گے۔
چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجرانی وفد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر تم اپنی ضد پر قائم ہی رہنا چاہتے ہو تو پھر ہمارے ساتھ مباہلہ کر و تا کہ فیصلہ ہو جائے کہ کون سچا ہے اگر ہم حق پر ہیں اور سچی بات کہتے ہیں تو پھر تمہیں تمہارے بطلان کی سزا مل جائے گی اور اگر تم حق پر ہوئے تو نتیجہ اس کے برعکس ہو گا۔

نجرانی عیسائیوں کا دم خم اب ٹوٹ چکا تھا اور سب کے کس بل نکل چکے تھے لہٰذا فوراً ہی کوئی فیصلہ کُن جواب دینے کی بجائے کہنے لگے کہ ہمیں آج شب کی مہلت دی جائے، کل ہم لوگ حتمی بات کریں گے۔

حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کی اس عرض کو منظور کرتے ہوئے غور وفکر کر لینے کی مہلت مرحمت فرمادی، چنانچہ وہ لوگ مسجدِ نبوی سے اُٹھ آئے اور جہاں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں پہنچ گئے۔

تخلیہ میں آکر اُن لوگوں نے اپنے رہنما عاقب سے پوچھا کہ عبدالمسیح تمہاری اِس معاملہ میں کیا رائے ہے غور وفکر کے کے بتایئے کہ کیا ہمیں مباہلے کی دعوت کو قبول کر لینا چاہیے؟

عاقب نے کہا کہ مسیحی بھائیو ! تم اچھی طرح پہچان چکے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نبی مُرسل ہیں، خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی قوم نے کسی نبی سے مباہلہ کیا ہو اور پھر اُن میں سے کوئی چھوٹا یا بڑا بچا ہو یا چھوٹے کو بڑھنے کا موقع نصیب ہوا ہو، بہر حال کل صبح دیکھا جائے گا، چنانچہ وہ شب بھر مختلف قسم کے مشوروں میں اُلجھے رہے۔

ارشادِ ربّانی کی تعمیل

اِدھر عیسائیوں پر تو یہ اضطرابی کیفیت طاری تھی اور اُدھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشادِ ربانی کی تعمیل کے لئے تیاری مکمل فرما چکے تھے۔

چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ اپنی صاحبزادی والا شان سیّدۃ النساء العالمین، مخدومہٗ کائنات، طیبہ طاہرہ سیّدہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے اور تمام حالات سے آگاہ فرما کر مُباہلہ کی تیاریوں کا حکم فرمایا۔

جناب سیدۃ النساء العالمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کی فوراً تعمیل کی اور اُسی وقت اپنی مقدس ردا کو فرقِ ہمایوں سے لے کر مبارک قدموں تک بُرقعہ کی طرح اوڑھ لیا۔

اسی اثناء میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بھی ارشادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوا کہ علی تم بھی ہمارے ساتھ چلو اور ہمارے جگر گوشوں حسنین کریمین کو بھی ساتھ لے لو۔

چند ہی لمحوں میں جب یہ سب لوگ تیار ہو گئے تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن چاروں نفوسِ قُدسیہ کی طرف اشارہ کر کے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی ! ’’یا اللہ ! یہ میرے اہل بیت ہیں

یہ بہت بڑا اعزاز ہے

جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنابِ سیّدہ فاطمۃ الز اسلام اللہ علیہا جنابِ حسنین کریمین

علیہا السلام کو جمع فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خصوصیت کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں عرض کرنا کہ "یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں" کوئی معمولی اعزاز نہیں یہ مختصر سا جملہ اپنے دامن میں اِس قدر وسیع تر مضامین سمیٹے ہوئے ہے جن اظہار کے لئے بے شمار دفاتر درکار ہیں۔

قافلہء نور

بعد ازاں دولت سرائے فاطمہ سے یہ مختصر مگر عظیم تر قافلہء نور اِس شان سے جلوہ گر ہوا کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حسین علیہ السلام کو اپنی آغوشِ رافت میں اُٹھایا ہوا تھا اور سیّدنا حسن علیہ السلام کی اُنگلی تھامی ہوئی تھی،

آپ کے عقب میں جنابِ سیّدۃ النساء العالمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے آپ کی مقدس کملی کا کنارا تھاما ہوا تھا اور جنابِ سیّدہ کے عقب میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم ان کے جسدِ اطہر سے لپٹی ہوئی ردائے نور کا آنچل پکڑے ہوئے چل رہے تھے۔

نقش قدم کا پردہ

جنابِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی والا قدر اور عصمت مآب صاحبزادی کے پردے کی عظمت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے جبکہ آپ کا پورا جسمِ انور بھی دوہرے پردے میں چھپا ہوا ہے اور آپ کے مقدس پاؤں بھی نعلینِ اقدس کے پردے میں مستور ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ آپ اپنا قدم مبارک اپنے والدِ گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم پر رکھتی ہیں اور جنابِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے نقشِ قدم پر اپنا قدم مبارک رکھ دیتے ہیں تا کہ اگر تحت الثریٰ والے اُوپر نظر اُٹھائیں تو انہیں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقشِ قدم نظر آئیں اور اگر آسمان والے زمین کی طرف دیکھیں تو وہ صرف جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقشِ قدم کا نظارا کر سکیں۔

زمیں کی حور کا پردہ تو دیکھو
چھپائے جا رہے ہیں نقش پا کے
نظر نقشِ قدم آئیں نبی کے
اگر دیکھیں مکیں تحت الثریٰ کے

فلک والے نگاہوں کو جھکا کر
اگر صائم زمیں کی سمت دیکھیں

نظر بس نقشِ پا آئیں گے اُن کو
جنابِ مرتضیٰ مشکل کشا کے

شہزادی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقوشِ پا کا بھی یوں پسِ پردہ کر دیا جانا بظاہر تو جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا کے بے مثال پردہ کا ہی آئینہ دار معلوم ہوتا ہے لیکن در حقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت کی عورتوں کے لئے وہ عظیم ترین درسِ حیات ہے جس پر عمل کر کے دونوں جہان کی نعمتوں سے مالا مال ہوا جا سکتا ہے اور بقولِ حضرت اقبال علیہ الرحمۃ ایسی لازوال زندگی کا حصول ہو جاتا ہے جسے کبھی فنا نہیں۔

علامہ اقبال مسلمان عورت کو مخاطب کر کے مشورہ دیتے ہیں کہ اگر تو اس درویش کی نصیحت پر عمل کرے تو خواہ ہزار قومیں فناہ ہو جائیں مگر تو نہیں مر سکے گی اور وہ مشورہ یہ ہے کہ بنتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سیّدہ بتول علیہا الصلوٰۃ کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی خود کو زمانے کی نظروں سے پوشیدہ کر لے تاکہ تیری گود میں بھی کوئی عزمِ حسین کا وارث آ جائے۔

اگر پندے ز درویشے پذیری
ہزار اُمت بمیرد تُو نہ میری
بتولےؓ باش پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

بناتِ قوم کو یہ مفید مشورہ عرض کرنے کے بعد ہم پھر اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں خاندانِ مصطفیٰ کا یہ مقدس قافلہ چند قدم آگے بڑھتا ہے "پنجتن پاک" کی اس نورانی جماعت کے خرامِ ناز کے اِس منظر کو احاطہء تحریر میں کون لا سکتا ہے۔

جگر گوشہء بتول جنابِ امام حسن علیہ السلام نانا جان کی انگشت شہادت کو تھامے ہوئے آپ کی ساقِ اقدس کے ساتھ لپٹ لپٹ کر یوں چل رہے ہیں، جیسے آفتاب کے گوشہ زیریں سے چاند طلوع ہو کر آفتاب کے ساتھ ہی ساتھ آگے بڑھتا جائے۔

جنابِ امام حسین علیہ السلام اپنے مقدس نانا جان کی گود میں یوں جلوہ افروز تھے جیسے صدرِ آفتاب سے ایک اور آفتاب طلوع ہو رہا ہو یا پھر اُس منظر کا عکسِ جمیل اِس شعر کو سمجھ لیجئے۔

یُوں جلوہ گر حسین تھے نانا کی گود میں
قرآں ہو جیسے ہاتھ میں قرآں لئے ہوئے

بہرحال ! الفاظ کی بوقلمونیاں اُس رنگ و نور اور نگہت و لطافت میں ڈوبے ہوئے دلآویز منظر کی عکاسی کرنے سے قطعی طور پر عاجز ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ان چاروں رفقاء کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کی جب

ہم اہلِ نجران کے ساتھ مُباہلہ فرماتے وقت دُعا کریں تو تم ہماری دُعا کے ساتھ آمین کہتے رہنا۔ سب نے تعمیل ارشاد کرنے کے لئے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پھر یہ قافلہ نور آہستہ آہستہ چلتا رہا۔

نجرانیوں کا مُباہلے سے فرار

اہلِ نجران نے جب اِن نفوسِ قُدسیہ کو مُباہلے کے لئے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو کانپ کر رہ گئے اُن کے پادری (عالم) کے چہرے پر خوف کی آندھیاں چلنے لگیں اور وہ اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پکار اُٹھا کہ

> اے گروہ نصاریٰ ان لوگوں سے ہرگز ہرگز مُباہلہ نہ کرنا دخدا کی قسم ! میں ان میں وہ صورتیں دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ٹل جانے کے لئے اللہ سے سوال کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو بھی اُس جگہ سے ہٹا دے گا۔

اس کے ساتھیوں کو تو آفتابِ صداقت کی نور بیز شعائیں پہلے ہی یوں معلوم ہو رہی تھیں جیسے اُن کے سروں پر بجلیاں کوند کوند کر اُن کے خرمنِ حیات کو جلا دینے کے لئے پر تول رہی ہوں۔

فوراً کہنے لگے کہ تم سب سے زیادہ عالم اور سمجھدار ہو جو مناسب سمجھو کرو ہمیں کوئی عذر نہیں ہوگا۔

چنانچہ ان لوگوں سے آگے بڑھ کر عرض کی کہ اے ابو القاسم ہم آپ سے مُباہلہ نہیں کریں گے۔

آپ نے فرمایا ! ٹھیک ہے اگر تم مُباہلے سے فرار چاہتے ہو تو پھر اسلام قبول کر کے مُسلمان ہو جاؤ جو مُسلمانوں کے حقوق و فرائض ہیں وہی تمہارے ہو جائیں گے۔

اُنہوں نے کہا ! یہ تو نہیں ہو سکتا اور آپ نے فرمایا کہ اگر مُباہلہ بھی نہیں کرتے اور مسلمان بھی نہیں ہونا چاہتے تو پھر جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اسقف یعنی عیسائیوں کے سردار عاقب نے کہا کہ ہم آپ سے جنگ بھی نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہم میں عربوں کے ساتھ جنگ لڑنے کی طاقت ہی نہیں۔ البتہ آپ ہمارے ساتھ اِس شرط پر صلح کر لیں کہ نہ تو آپ ہم پر لشکر کشی کریں اور نہ ہی ہمیں خوفزدہ کریں اور نہ ہی ہمیں اپنا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور کریں۔ اس کے عوض میں ہم لوگ آپ کو جزیہ کے طور پر ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑوں کے ادا کرتے رہیں گے، ایک ہزار جوڑا کپڑے صفر المظفر کے مہینہ میں اور ایک ہزار جوڑے رجب المرجب میں،

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی اِس شرط کو منظور کرتے ہوئے ارشاد فرمایا! کہ قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر ہم ان عیسائیوں پر لعنت فرما دیتے تو ان کی صورتیں مسخ ہو جاتیں اور یہ لوگ بندر اور سؤر بن جاتے اِن کا شہر تباہ و برباد ہو کر رہ جاتا اور تمام شہری جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے۔

اور اُن پر آگ اِس طرح برستی کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے تمام پرندے جل جاتے اور تمام عیسائی ہلاک ہو جاتے۔

قارئین ! پہلے اب تک مُباہلہ کی صُورت میں پیش کیے گئے واقعات میں سے انتہائی ضروری حصوں کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

فاتوا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم قد احتضن الحسن واخذ البید الحسین وفاطمۃ تمشی خلفہ وعلی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھم اجمعین یمشی خلفھا والنبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نقول لھم اذادعوت فآمنوا فلما راھم اسقف نجران قال یا معشر النصاریٰ انی لارایٰ وجوھا لوشا لوا اللّٰہ ان یزیل جبلا من مکانہ لازالہ فلا تبتھلوا فتھلکوا ولا یبق علی الارض نصرانی الی یوم القیامۃ . فقالوا یا ابا القاسم قد رائنا ان الانبیاء ھلک۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۰۰) (نور الابصار صفحہ ۱۱۱) (خازن جلد ا صفحہ ۳۰۲) (معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۳۰۲)
(سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۶) (تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۲۰۰) (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۲۵۴)

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم والذی نفسی بیدہ ان العذاب تدلی اہل نجران ولولا عنوا المسخوا قردۃ وخنازیر ولاضطرم علیھم الوادی ناراً ولاستاصل اللّٰہ نجران واھلہ حتی الطیر علی الشجر ولما حال اطول علی النصاریٰ کلھم حتی ھلکوا۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۰۲) (معارج النبوۃ جلد ۴ صفحہ ۲۹۶)
(اشعۃ اللمعات جلد ۲ صفحہ ۶۸۲) (تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۳۰۲)
(معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۳۰۲) (تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۳۵۴)

آیتِ مُباہلہ کی شانِ نزول کے متعلق ہم اپنی متعدد تصانیف میں قبل ازیں بھی بتا چکے ہیں۔ چونکہ پیش ازیں اس واقعہ کا پس منظر اجمالی طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ بعض احباب کی فرمائش تھی کہ مزید بھی وضاحت کی جائے چنانچہ یہ واقعہ مناسب حد تک تفصیل سے پیش کر دیا گیا ہے اُمید ہے کہ قارئین کرام اب تشنگی محسوس نہیں کریں گے۔

ان معروضات کے بعد ہم اِس آیتِ کریمہ کی تفسیر کے چند ایسے پہلو ناظرین کے سامنے لاتا

ضروری سمجھتے ہیں جو کسی نہ کسی طرح زیر بحث آتے ہی رہتے ہیں۔

مُباہلہ نہیں ہوا

پہلی بات تو یہ ہے کہ دورِ حاضر میں خارجیوں کا ایک گروہ اِس بات پر اڑا ہوا ہے کہ آیتِ مُباہلہ کے بارے میں جو واقعات بیان کیے جاتے ہیں وہ رافضیوں کے من گھڑت ہیں اور بعض سُنیوں نے بھی غالی شیعوں کی ہمنوائی میں یہ واقعات بغیر کسی تحقیق کے اپنی تصنیفات میں درج کرر کھے ہیں۔

اِس کے لئے اِس گمراہ گن اور گمراہ فرقہ کے گرو گھنٹال عباسی وغیرہ دلائل پیش کرتے ہیں۔

(ا) چونکہ مُباہلہ ہوا ہی نہیں تھا۔ اِس لئے جناب حیدرِ کرار، جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا اور جنابِ حسنین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تشریف لانا محض بے بنیاد بات ہے۔

(ب) یہ کہ نجران کے عیسائی اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بیٹے لے کر نہیں آئے تھے اِس لئے اُن کے مقابلہ میں حضور کا کسی کو ساتھ لیکر آنا نا قابلِ فہم امر ہے۔

(ج) یہ کہ آیت کریمہ میں نساءنا و نساءکم کا جملہ اِس بات کا متقاضی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ازواجِ مطہرات کو ساتھ لاتے نہ کہ بیٹی کو۔

(د) کوئی عرب بھی نساءنا سے اپنی بیٹی مراد لینے کی غلطی نہیں کر سکتا کیونکہ اِس لفظ کا اطلاق محض بیوی پر ہوتا ہے۔

دُوسری بات یہ ہے کہ اِسی فرقہءِ ملعونہ نے ایک یہ دلیل ابھی تیار کر رکھی ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ''نساءنا'' سے بیٹی یا بیٹیاں مُراد لیتے تو پھر یقیناً وہ اپنی ساری صاحبزادیوں کو ساتھ لے کر تشریف لاتے۔

تیسری بات بھی انہی لوگوں سے متعلق ہے اور وہ ان کا یہ کہنا ہے کہ مُباہلہ ہوا تو نہیں تھا تاہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مُباہلہ کی تیاری کے طور پر جن لوگوں کو منتخب فرمایا تھا وہ دیگر حضرات تھے اور ان چاروں میں سے ایک بھی اُن میں شامل نہیں ہے، یہاں تک تو تھا خارجیوں کا وہ شاخسانہ جو محض اور محض بُغضِ اہلبیت کی بناء پر تیار کر رکھا ہے۔

چوتھی بات انتہائی عجیب بھی ہے اور حیرت انگیز بھی اور وہ یہ ہے کہ بعض سُنی حضرات نے بھی یہ شوشہ چھوڑ رکھا ہے کہ

آیتِ مُباہلہ کے نازل ہونے پر حضور سرورِ کائنات نے فی الحقیقت انہی چاروں نفوسِ قُدسیہ کو ساتھ لیا تھا مگر اِس میں یہ چیز غلط ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ'' کے تحت شامل فرمایا، بلکہ درست یہ ہے کہ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا

"اَبۡنَآءَنَا وَاَبۡنَآءَكُمۡ" کے زُمرہ میں شامل فرمایا۔

اِس سے پہلے کہ ہم ان تمام تر اعتراضات کا ردِ بلیغ ہدیۂ قارئین کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ خارجیوں کی واقعہ مباہلہ کو من گھڑت قرار دینے والی تحریر بلفظہٖ ہدیۂ قارئین کردی جائے۔

خارجیوں کے گرد گھنٹال نا محمود عباسی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "خلافتِ معاویہ ویزید" کے مقدمہ میں جو خرافات درج کی ہے وہ یہ ہے کہ،

رشید رضا نے تفسیر القرآن میں آیت مباہلہ کے سلسلہ میں وضعی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان روایتوں کا منبع اور مصدر شیعہ ہیں، ان روایتوں کی اشاعت حتی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہلسنت میں سے کثیر تعداد بھی متاثر ہوئی۔

مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں نے اس آیت پر تطبیق عمدگی کے ساتھ نہیں کی کوئی عرب نساء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر اس طرح نہیں لاسکتا کہ مُراد اس کی اس لفظ سے بیٹی سے ہو خاص کر جب اُس بیٹی کا شوہر بھی موجود ہو اور نہ اُن کی لُغت سے اِس لفظ کا یہ مفہوم پیدا ہوسکتا ہے اور اس سے بعید بات یہ ہے کہ انفسنا کی مراد علی کی ذات سے لی جائے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی نہ اُن کی بیویاں تھیں۔ نہ اُن کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہوا نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹیوں کو نجران سے نہ بلالیتے پوری ہوتیں۔

اگر پوری ہوتی تو آپ اپنی ازواج مطہرات اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں کو جن پر اِس آیت کے لفظ نساءنا وابناءنا کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا نے فرمایا ہے نساء کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے استعمال نہیں کرسکتا اور ابن کا لفظ نواسہ کے لئے نہیں ہوسکتا۔

(مقدمہ خلافتِ معاویہ ویزید ص ۳۸)

لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر

نا محمود عباسی کی زہریلی تحریر قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں جسے اس نے اپنے ہی ایک ہم جنس کی کتاب سے نقل کرکے بزعمِ خویش میدان مارلیا ہے،

اور نہایت چالاکی سے اپنے مؤقف کو مزید مضبوط کرنے کے لئے آخر پر دو مفسرین کے نام بھی لکھ دیئے۔

حالانکہ رشید رضا اور محمد عبدہ دونوں اُستاد شاگرد ہیں اور دونوں نے مل کر قرآن مجید کو نشانہ قلم بنایا ہے اور جگہ جگہ تفسیر بالرائے کا اعادہ کرتے ہوئے اپنی خارجیانہ ذہنیت کو مکمل طور پر اجاگر کیا ہوا ہے اور دونوں کی

ایک تفسیر ہے جس کا نام "منار الایمان" ہے ہم نے نا محمود عباسی کی مذکورہ بالا بد دیانتی کی وضاحت مجمل طور پر اپنی کتاب شہید ابنِ شہید حصہ دوم میں بھی کر دی تھی۔

تاہم اب نہایت تفصیل کے ساتھ اس فراڈ کو بے نقاب کیا جاتا ہے بلکہ اس کا خاتمہ بھی کر دیا ہے ان خارجیوں کا کہنا ہے کہ کوئی عرب اپنی بیٹی پر لفظِ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں کر سکتا اور نہ ہی لُغت عرب نساء کے مفہوم کو بیٹی کے معنوں میں لانا جائز قرار دے سکتی ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ خُدا تعالیٰ جب کسی کو جہنم کا ایندھن بنانے کا ارادہ فرما لیتا ہے تو پھر اُسے صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ، کے زُمرہ میں مکمل طور پر داخل فرما دیتا ہے اور اس زُمرہ میں داخل ہونے والے کی قلبی بیماری میں زیادتی تو ہو سکتی ہے کمی نہیں آتی۔

ہم ان لوگوں کے لئے ہدایت کی دعا تو نہیں کر سکتے تاہم اتنا ضرور کہیں گے کہ آخر انکے متبعین کی عقلیں کیوں خبط ہو کر رہ گئیں ہیں۔ جبکہ وہ خود کو کبھی اہلحدیث اور کبھی اہل سنت والجماعت حنفی دیوبندی کے نمائندوں کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔

ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کے عباسی کا ناپاک قلم اب اُسے جہنم کے اُس مقام پر پہنچا چکا ہے جہاں سے اس کی واپسی قطعی طور پر ناممکن اور امرِ محال ہے۔ اس کو جہاں جانا تھا جا چکا لہٰذا اُسے واپس لانے کی کوشش بے کار ہے۔

کم از کم اُس کی اندھی تقلید کرنے والوں کو تو کچھ عقل سے کام لینا چاہیے۔ کیا یہ لوگ بھی اس مقامِ وحشت تک رسائی حاصل کرنے کا پورا پورا ارادہ کر چکے ہیں۔ جسے عباسی نے اپنا ایمان اور اپنی غیرت بیچ کر حاصل کیا ہے۔

کیا ان کو معلوم نہیں کہ شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی بھی امر کو خاص فرما سکتے ہیں۔

جبکہ ان کی مزعومہ صحاح ستہ ہی کی معتبر کتابوں مسلم شریف اور ترمذی شریف میں باسناد صحیحہ یہ روایت موجود ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کے فرمانِ عالیشان کی تعمیل کرتے وقت نساءنا کے لئے صرف اور صرف جناب سیّدۃ نساء العالمین حضرت فاطمۃ الزہرا کو ہی مخصوص فرمایا۔

اب جبکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عملی طور لفظ نساء کی تفسیر فرماتے ہوئے اپنی عالی قدر صاحبزادی کو خاص طور پر منتخب فرماتے ہیں تو پھر اس سے بڑھ کر عربوں کی اور کس لُغت کی ضرورت ہے جس سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جائے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو سکتا ہے یا نہیں۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر دُنیا کا کون عربی دان اور لُغتِ عرب سے واقف ہو سکتا ہے کیا قرآن مجید کی آیت مقدسہ اور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیثِ مبارکہ کسی لُغت کی محتاج ہیں۔ ارے نادانو! قرآن واحادیث کی تلمیحات نے ہی تو لُغت عرب کے دامن کو وسیع تر کیا ہے، اور تم

یہ گمان کئے بیٹھے ہو کہ قرآن وحدیث لغاتوں کے ماتحت ہیں۔

یہاں پر ایک نئی بحث چھڑ جانے کا امکان ہے اس لئے ہم اس بحرِ ذخار میں اُترنے سے دانستہ گریز کرتے ہیں ورنہ ہم تمہیں بتاتے کہ قرآن وحدیث لغات کے محتاج نہیں بلکہ لغات قرآن وحدیث کی محتاج ہے۔ اور تمہاری لغت دانیوں نے تمہیں جن سرابوں میں دھکیل رکھا ہے وہ تمہیں کبھی منزل سے ہمکنار نہیں ہونے دیں گے۔

بہر حال حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نِساء نا کے ارشادِ ربانی کی تعمیل میں اپنی بیٹی کو خاص فرما دینا بھی بجائے خود ایک زبردست دلیل ہے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہوسکتا ہے۔

اب ہم پھر عباسی کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھتے ہیں کہ ارے فاتر العقل، نادان بڈھے تم نے جبکہ اپنی تصنیفی خرافات کی بنیاد خاندانِ نبوت کے سب سے بڑے معاند ابنِ تیمیہ کی کتاب نام نہاد منہاج السنۃ پر رکھی ہے تو اس مقام پر اُسے کیوں نظر انداز کر کے رشید رضا اور محمد عبدہٗ کے پیچھے دوڑ پڑے ہو کیا تمہارے مُطلق العنان اور بے حیا قلم کو کہیں قرار بھی ہے یا نہیں؟

تمہیں یقیناً معلوم ہے کہ ابنِ تیمیہ اُس بُغضِ اہلبیت کے پیشِ نظر جو اس کے قلبِ مبغوض میں ہوا ہے شانِ اہلبیت میں آنے والی سینکڑوں روایتوں کو موضوعات کا پلندہ قرار دینے کے باوجود اس حدیث سے انحراف نہیں کرسکا۔

بلکہ تصدیق کرتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے وقت جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا جناب حسنین کریمین کو ہی منتخب فرمایا تھا، اور ان چاروں کو جمع فرما کر بارگاہِ ایزدی میں عرض کی تھی! یا اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں، اور اب وہ اس حدیث پاک کو اس لئے مسترد نہیں کرسکا کہ یہ مسلم شریف اور ترمذی شریف میں بھی موجود ہے۔ ورنہ اگر یہ اس قسم کی چھ کتابوں کے علاوہ خواہ کسی بھی ثقہ کتاب میں موجود ہوتی تو وہ اسے واہی اور موضوع قرار دینے میں ذرہ برابر بھی جھجک محسوس نہ کرتا،

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں ابن تیمیہ کا بھی باوا جان ثابت کرنے کے لئے ابنِ تیمیہ ہی کی کتاب سے اس روایت کی ثقاہت کو بیان کردیا جائے۔

ابنِ تیمیہ کیا کہتا ہے؟

ابنِ تیمیہ نے لکھا ہے کہ اور جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے علی اور حسن وحُسین کو مباہلہ کے وقت ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ مسلم میں سعد بن ابی وقاص کی طویل روائت موجود ہے کہ جب آیت مباہلہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حُسین کو بُلایا اور فرمایا کہ یا اللہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔ مگر یہ روایت اہلِ بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔ متن یہ ہے۔

ان یقال اما اخذ علیاً والحسن و الحسین فی المباہلة فحدیث صحیح رواہ مُسلم عن سعد بن ابی وقاص قال فی حدیث طویل لما نزلت ھذہ لآئت ۔ فقل تعالو اندع ابناکم ونساء نا ونساء کم وانفسنا و وسلم علیاً و فاطمة و حسناً وحسینا فقال اللھم ھولائِ اھلی ۔ ولکن لادلالة فی ذالک علی الامامة ولا عن الفضیلة ۔

(منہاج السنۃ ابن تیمیہ ۴: ۳۴)

ابن تیمیہ نے اگرچہ اپنی شقاوتِ قلبی کا اظہار آخر پر کر ہی لیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہونے کے باوجود بھی جناب حیدر کرار کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔

حالانکہ اس حدیث کو بیان فرمانے والے جناب سعد بن ابی وقاص عشرہ مبشرہ میں سے ہونے کے باوجود جناب حیدر کرار کا مباہلہ کے دن منتخب ہونا عظیم ترین وجہِ فضیلت قرار دیتے ہیں جس کی تفصیل انشاء اللہ العزیز آئندہ اوراق میں پیش کی جائے گی۔

اب جبکہ ابن تیمیہ جیسا غالی اور متشدد ترین شخص بھی یہ تسلیم کرتا ہے کہ تاجدارِ انبیاء سید المرسلین شارح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نساء نا کی تعمیل کے لئے محض اپنی بیٹی کو ہی خاص فرمایا۔ اگرچہ اس میں بقول اُس کے عظمت کا کوئی پہلو نہیں نکلتا تو کم از کم تمہیں اس قسم کی تاویلات کا سہارا نہیں لینا چاہیے جس سے تمہارے معنوی والدِ گرامی ابن تیمیہ کا بھی رافضیوں میں شامل ہونے کا گمان پیدا ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لفظِ نساء کا اطلاق اپنی عالی قدر بیٹی پر فرما کر قطعی طور پر فیصلہ فرمایا ہے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہوسکتا ہے اور یہ لفظ صرف بیویوں پر ہی حصر نہیں اور پھر قرآن وحدیث میں تو کئی ایسے شواہد موجود ہیں کہ بیویوں کے علاوہ بھی دیگر سب عورتوں کے لئے مجموعی طور پر لفظِ نساء ہی استعمال ہوتا ہے اور بیوی کے لئے خاص طور پر لفظ اِمراۃ، آتا ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پاک بیویوں کو ازواج النبی کہا گیا ہے۔

خُدا تعالیٰ اور لُغتِ عرب

اب ہم تمہاری فوت شدہ عقلوں کے تابوت میں آخری کیل کی صورت میں قرآن مجید کی ایک واضح ترین ایسی آئتِ کریمہ پیش کرتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ لفظِ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہوسکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہاری فرسودہ عقلیں خداوند قدوس جل وعلا کو بھی لُغتِ عرب سے ناواقف قرار دیں اور تم مزید تاویلات میں اُلجھ کر مزید اُلٹی سیدھی ہانکنا شروع کر دو۔ مگر تمہاری یہ حماقت مآبیاں قیامت تک بھی قرآن

مجید کے واضح ارشادات کو تبدیل کرنے سے قطعی طور پر قاصر رہیں گی۔

ہم سے پہلے بھی اس آئت کریمہ کو علمائے حقہ نے معترضین کا منہ بند کرنے کے لئے یقیناً متعدد بار پیش کیا ہو گا مگر ہم اسے خصوصی اہتمام سے تمہارے سامنے لا رہے ہیں تاکہ آئندہ تمہیں کبھی یہ جسارت نہ ہو سکے کہ اس قسم کی شاطرانہ چالوں کو بروئے کار لا سکو۔

اور وہ اہتمام یوں کیا ہے۔ کہ تمہارے نزدیک بھی اگر کوئی ثقہ مفسّر یا مترجم ہے تو اس کی تفسیر اور ترجمہ بھی تمہارے سامنے آجائے اور تمہارے متبعین اچھی طرح جان جائیں کہ تم لوگ محض اور محض کھلا ہوا فراڈ ہونے کے ساتھ ساتھ حدودِ اسلام سے اس قدر دور ہو۔ ممکن ہے ہماری اس کوشش سے تمہارا کوئی نیا شکار تمہارے دامِ فریب میں پوری طرح آنے سے پہلے ہی اپنا بچاؤ کر سکے اور خود کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ میں چھلانگ لگانے سے باز رکھ سکے۔

قرآنِ مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہوتے ہی قتل کردینے کے جنون میں فرعون نے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ بنی اسرائیل کے گھروں میں جب بھی کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اُسے اُسی وقت قتل کروا دیتا اور جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوتی تو اُسے زندہ چھوڑ دیتا، اور اس مقام پر خود خالقِ کائنات جل مجدہٗ الکریم نے بیٹوں کے لئے لفظ ابناء کم اور بیٹیوں کے لئے لفظ نِساء کم استعمال فرمایا ہے۔ پہلے تم وہ آیت پڑھ لو تو پھر اس کی مزید وضاحت کی جائے گی۔

وَ اِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ

ترجمہ !

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر عذاب کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے تھے۔

(سورۃ البقرہ آیت ۴۹)

اس سے پہلے کہ ہم اس آیت کریمہ کے دیگر تراجم وتفاسیر کی طرف رجوع کریں تم سے صرف یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ فرعون کے سپاہی بنو اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کر کے اُن کی بیویوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے یا پھر اُنکی عورتوں کے ہاں بیٹوں کے علاوہ بیویاں پیدا ہوتی تھیں۔

حیرت ہے کہ خداوند قدوس جل شانہٗ کو بھی لُغتِ عرب کا پتہ نہ چل سکا۔ اور ابناء کم کے ساتھ بجائے بناتکم کے نساء کم فرمادیا اگرچہ ہمیں معلوم ہے کہ تمہاری غیرت کا جنازہ نکل چکا ہے تاہم تمہیں کم از کم اس قدر تو شرم آنی چاہیئے کہ تمہاری لُغت دانیوں کے فریب سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہی محفوظ رہ سکے۔ کیا اب تم اپنی اتباع کرنے والوں کے ساتھ ساتھ خداوند قدوس کو بھی لغت عر ب کے قاعدے پڑھانا

شروع کردو گے؟

احناف کے مقتدر مفسر امام نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہاں نساء کم سے مراد بناتکم یعنی بیٹیاں ہیں جنہیں فرعون کے سپاہی اس لئے زندہ رہنے دیتے تھے کہ اُنہیں کنیزیں بنا کر خدمت کروایا کریں گے۔ متن ہے۔

تفسیر نسفی مدارک، یستحیون نِساء کم یترکون بناتکم احیاء للخدمة۔

(مدارک علی الخازن ۴۹:۱)

خاتم حفاظ مصر جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ زیرِ آئت فرماتے ہیں کہ زنانِ بنواسرائیل کے ہاں جب کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو فرعون نے اس کو قتل کر دیتے اور لڑکی پیدا ہوتی تو اسے زندہ رہنے دیتے۔

تفسیر دُرِ منثور! زیرِ آئت،

فاذا ولدت امرأة غلاما أتى به فرعون فقتله ویستحیی الجواری.

(در منثور ۶۹۔۱)

تفسیر مواہب الرحمن

یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَ کُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَ کُمْ "تمہارے لڑکوں کو ذبح کرتے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے یعنی فرعون کے حکم سے اگر بنی اسرائیل کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ قتل کر دیا جاتا اور اگر لڑکی پیدا ہوتی تو وہ چھوڑ دی جاتی تھی۔

(تفسیر مواہب الرحمن جلد اول ص ۱۸۵)

دیو بندیوں کے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ فرعون نے بیٹوں کو قتل کرتے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تاکہ جب وہ بڑی ہو جائیں تو ان کی کنیزیں بنا کر خدمت لی جائے،

تفسیرِ عثمانی

فرعون نے خواب میں دیکھا تھا نجومیوں نے اس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اس کو خدمت کے لئے زندہ رہنے دو۔

(تفسیر عثمانی ص ۱۲)

اگرچہ ان حوالہ جات کو مزید وسعت دی جاسکتی ہے تاہم اہلِ فکرو دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر یہاں کوئی ایک حوالہ بھی نہ دیا جاتا تو جب بھی آیتِ کریمہ کا مطلب صاف طور پر واضح ہے کہ یہاں لفظ نساء کم سے خالقِ کائنات کی مراد قطعی طور پر بنا تکم ہے، اور اگر نساء کم سے خالقِ کائنات کی مراد بنی اسرائیل کی ازواج ہوتیں تو پھر آیت کے الفاظ یہ ہوتے کہ فرعون نے لڑکوں کو قتل کر کے اُن کی ماؤں کو زندہ رہنے دیتے اور بجائے نساء کم لفظ کے امہاتھم استعمال ہوتا۔

بہر حال یہ بات اپنے مقام پر قطعی طور پر اٹل حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتیں یا تو بیٹے جنتی تھیں یا بیٹیاں یہ تو ممکن ہی نہیں کہ وہ لڑکوں کی صورت میں بیٹے جنتی تھیں اور لڑکیوں کی صورت میں بیویاں جنتی تھیں۔

عباسی اور اس کے پیش رو رشید رضا وغیرہ کو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی کوشش کرنی چاہیے، جو خداوند قدوس جل وعلا کے واضح ترین فرمان کی موجودگی میں اس واہیات جسارت کو عملی جامہ پہنانا چاہتے ہیں کہ لُغتِ عرب کے لحاظ سے لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر ہو ہی نہیں سکتا۔ بلکہ کوئی عرب یہ گوارا ہی نہیں کر سکتا کہ وہ لفظ نساء سے مُراد اپنی بیٹی لے۔

اس وضاحت کے بعد ہم چاہتے تھے کہ ان متعدد تفاسیر کے حوالے بھی یہاں پیش کر دیئے جاتے جن میں صاف طور پر آتا ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے دن جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی نساء نا میں شامل فرمایا۔

مگر بخوفِ طوالت اس لئے قلم انداز کر رہے ہیں کہ وہ تمام حوالے جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفسِ رسولؐ ہونے کی بحث میں آرہے ہیں اور جن مُفسرین نے "انفسنا" سے مُراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب حیدر کرار علیہ السلام کی پاک جانوں کو لیا ہے وہ سب کے سب قطعی طور پر متفق ہیں کہ حضورؐ نے "نساء نا" میں صرف جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو ہی داخل فرمایا تھا۔

حسنین کریمین بیٹے نہیں

عباسی اور اس کے ہمنواؤں کا یہ توجیہہ پیدا کرنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابناء نا میں اپنے نواسوں کو کس طرح شامل فرما سکتے تھے جبکہ وہ ابناء نا کا صاف مطلب ہمارے بیٹے ہے چونکہ نواسے بیٹے نہیں ہوسکتے اس لئے یہ بالکل فرضی افسانہ ہے کہ آپؐ نے مباہلہ میں شمولیت کے لئے جناب حسنین کریمین کا انتخاب فرمایا۔

چونکہ یہ سب باتیں خلاف واقع ہیں اس لئے مباہلہ ہوا ہی نہیں اور ہاں البتہ اگر مباہلہ ہوتا تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابناء نا کی تعمیل میں اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیتے نہ کہ

اپنی بیٹی کے بیٹوں جناب حسن و حسین علیہما السلام کو لیتے ۔ خارجیوں کے اس فرضی شاخسانہ کے جواب میں نہایت اختصار سے کام لیتے ہوئے چند دلائل ہدیہ قارئین ہیں۔

اوّل یہ کہ نبی المختار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قطعی طور پر صاحب اختیار اور مختارِ کُل ہیں آپ مامورِ من اللہ اور ماذون من اللہ ہیں آپ کو کُلی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اختیار حاصل ہے کہ جس کے لئے بھی چاہیں کوئی بات مخصوص کر دیں مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جناب سلمان فارسی اور جناب اسامہ بن زید" کو فرمانا کہ یہ میرے اہلِ بیت ہیں ۔ ہم اس کے علاوہ سینکڑوں ایسے اُمور یہاں بیان کر سکتے ہیں جن میں حضور سرورِ کونینؐ نے متعدد لوگوں کے لئے مختلف تخصیصات فرمائی ہیں لیکن طوالت سے بچنے کے لئے صرف وہی ایک دلیل پیش کی ہے جو بالعموم خارجی لوگ "اہلِ بیت مصطفیٰ" کا دائرہ وسیع کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں ۔ اُمید ہے کہ اس دلیل سے یہ لوگ منحرف ہونے کی ہرگز کوشش نہیں کریں گے اور تسلیم کریں گے کہ ایسے ہی سرکارِ دو عالمؐ نے اپنے نواسوں کو ابناء میں شامل فرمالیا تھا۔

دوم یہ کہ اگر مباہلہ ہوتا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کو ساتھ لیتے نہ کہ نواسوں کو، تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ جب اہلِ نجران مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو بعض روایات کے مطابق اُس وقت حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات حسرت آیات ہو چکی تھی ۔ ثقہ روایات کے مطابق آپ نے ۱۶ ماہ کی عمر مبارک میں ہی ربیع الثانی ۱۰ھ میں انتقال فرمایا جب کہ نجرانی عیسائی اسی سال رجب المرجب کے مہینہ میں مدینہ منورہ پہنچے۔

بعض روایات کے مطابق نجرانی عیسائی اُسی ماہ میں آئے تھے جس مہینے میں جناب ابراہیم ابنِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال مبارک ہوا۔

ایک روایت کے مطابق وہ جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال مبارک سے دو مہینے پہلے یعنی صفر المظفر میں آئے تھے اور اگر اس روایت کو ہی درست تسلیم کر لیا جائے تو رسولِ غیب دان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فراستِ رسالت کو خراجِ عقیدت پیش کرنا پڑے گا کہ آپ نے محض اس وجہ سے انہیں شامل نہیں کیا ہوگا کہ اگلے چند روز میں ان کا انتقال ہونے والا ہے اور اگر مباہلہ کے فوراً بعد جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ خداوندی میں پہنچ جاتے تو عیسائیوں کے علاوہ یہودیوں اور مشرکین وغیرہ پر اس کا ردِ عمل کیا ہوتا۔

قرینِ قیاس یہی ہے کہ یا تو نجرانی عیسائی رجب المرجب ۱۰ھ میں آئے تھے یا پھر صفر المظفر ۱۰ھ میں یہ واقعہ پیش آیا تھا کیونکہ عیسائیوں کے صلح نامہ میں ہر سال دو ہزار جوڑے کپڑے جزیہ کی صورت میں ادا کرنے کے لئے جو دو قسطیں مقرر ہوئیں ان میں انہیں دو مہینوں کا نام لکھا گیا تھا یعنی عیسائی کپڑوں کا ایک ہزار جوڑا رجب میں اور ایک ہزار جوڑا صفر کے مہینہ میں ادا کرتے رہیں گے۔

علاوہ ازیں ثقہ روایات کے مطابق جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پرورش دولت کدہ مصطفیٰ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بجائے ایک لوہار کی بیوی کے سپرد تھی جو دایہ کے فرائض سرانجام دیتی تھی اور اس کا گھر آپ کے گھر سے کافی دور تھا تاہم اگر جناب ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُس وقت بقیدِ حیات ہوتے اور آپ انہیں شامل فرمانے کا ارادہ رکھتے تو انہیں گھر میں منگوا لینا اتنا مشکل بھی نہیں تھا مگر فراستِ نبوت کو چیلنج کرنا بذاتِ خود ایک شرمناک جسارت اور رزالت وضلالت کی انتہا ہے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتخاب پر جرح وقدح کرنا سوائے اسلام سے رُوگردانی کے اور کچھ بھی نہیں۔ اس قسم کی خرافات کہ ایسا تھا تو ایسا ہونا چاہیے تھا یہ کیوں ہوا۔ اگر ایسے ہوتا تو حضور کو ویسا کرنا چاہیے تھا وغیرہ وغیرہ سب کی سب شیطنت اور کفر وضلالت ہے۔

سوم یہ کہ محض مباہلہ کے دن پر ہی یہ امر موقوف نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹے فرمایا بلکہ آپ اکثر طور پر اپنے بیٹے ہی فرمایا کرتے تھے اور آپ کا یہ ارشاد خارجیوں کے نزدیک بھی ثقہ ترین کتب احادیث میں موجود ہے کہ تمام پیغمبروں کی نسل اُن کی پشت سے چلی اور میری نسل صُلبِ علیؑ سے چلی ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث تو خوارج کو بار بار پیش کرنا پڑتی ہے کہ امیر معاویہ اور حسن علیہ السلام کے درمیان صُلح کی پیش گوئی فرماتے ہوئے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ، میرا یہ بیٹا دو مسلمان گروہوں کے مابین صُلح کرائے گا۔

کیا یہ مقامِ حیرت نہیں کہ اُس حدیث میں تو بڑے دھڑلے کے ساتھ جناب امام حسن علیہ السلام کو ابنِ رسول اللہ تسلیم کیا جاتا ہے اور آیت مباہلہ کے وقت اس قسم کی تاویلیں کی جاتی ہیں کہ امام حسن وحسین تو آپ کے نواسے تھے آپ نواسوں کو بیٹے کیسے قرار دے سکتے تھے لہٰذا ابناءنا میں جناب حسنین کریمین آ ہی نہیں سکتے وغیرہ وغیرہ اگرچہ ہماری خواہش ہے کہ مسئلہ میں انتہائی اختصار سے کام لیا جائے لیکن وضاحت طلب امور بغیر تفصیل میں جانے کے تشنۂ تکمیل رہتے ہیں۔

حالانکہ ابناءنا کی بحث اب بھی مزید تشریح کی متقاضی ہے لیکن اُسے یہاں اس لئے قلم انداز کر دیا گیا ہے کہ وہ نہایت لطیف واضح اور بے شمار حوالہ جات سے مُزین پوری کی پوری بحث ہماری کتاب "شہید ابن شہید" جلد دوم میں موجود ہے قارئین اگر اس مسئلہ کی وضاحت کا مزید اشتیاق رکھتے ہوں تو کتاب مذکورہ بالا کا مطالعہ فرمائیں۔

علاوہ ازیں جن مفسرین کرام نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ آیت مباہلہ میں ابناءنا سے مراد جناب حسنین کریمین علیہما السلام ہی ہیں۔ اُن کی تفصیل بھی لفظ انفسنا کی بحث میں ملاحظہ کریں کیونکہ جن مفسرین نے انفسنا سے حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جناب مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو مراد لیا ہے وہ سب کے سب نساءنا سے جناب سیّدۃ نساء العٰلمین سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ

علیہا اور ابناءنا سے جناب حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذواتِ مبارکہ کو ہی مراد لیتے ہیں۔

انہی الفاظ پر اس بحث کا اختتام کیا جاتا ہے تاہم آئندہ اوراق میں ہم کئی ایک معروف ثقہ کتابوں کے حوالہ جات آیتِ مباہلہ کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔ جن میں قطعیت کے ساتھ ثابت ہے کہ آیت مباہلہ کی تفسیر بننے والے پنجتن پاکؑ علیہم الصلوٰۃ والسلام ہی ہیں۔

علی نفس رسُول نہیں؟

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ خوارج کی ہمنوائی میں بعض سُنی العقیدۃ حضرات بھی جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفسِ رسول ماننے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ ایسا گمان کرنا قطعی طور پر خلاف واقعہ اور غیر حقیقی بات کو درست مان لینے کے مترادف ہے۔

اس سے پہلے کہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نفسِ رسول اور جانِ مصطفیٰ ہونے کے تفصیلی شواہد پیش کئے جائیں اختصار کے ساتھ ان چند احادیث کے ترجمہ کو اجمالی خاکہ کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے جن کی تصویر سیّدنا پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمۃ نے اپنے ایک مصرع میں اس طرح کھینچی ہے۔

لحمک لحمی جسمک جسمی فرق نہیں مابین پیا

حضور امام الانبیاء تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی تمام اُمت کو مخاطب کر کے یہ اعلان فرما رکھا ہے کہ:

علی سے محبت کرنا ہم سے محبت کرنا ہے اور ہم سے محبت کرنا اللہ تبارک وتعالیٰ سے محبت کرنا ہے۔

علی سے عداوت اور بغض رکھنا ہم سے بغض وعداوت رکھنا ہے اور ہم سے بغض وعداوت رکھنا اللہ عزوجل سے دشمنی اور بغض رکھنا ہے۔

علی سے دوستی رکھنا، ہمیں دوست بنانا ہے اور ہمارے ساتھ دوستی رکھنا اللہ تبارک وتعالیٰ کو دوست بنانا ہے۔

علی کو تکلیف وایذا دینا، ہمیں تکلیف واذیت دینا ہے اور ہمیں اذیت دینا خُدا تعالیٰ کو اذیت دینا ہے

علی سے محبت کرو ہماری وجہ سے اور ہم سے محبت کرو اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے۔

علی کا اکرام ہماری وجہ سے کرو اور ہمارا اکرام اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے کرو۔

علی کا گوشت ہمارا گوشت ہے اور علی کا خون ہمارا خون ہے۔

علی کا جسم ہمارا جسم ہے اور علی کی رُوح ہماری رُوح ہے۔

علی کا تعلق ہم سے ایسے ہے جیسے سر اور جسم۔

علی کا تعلق ہم سے ایسے ہے جیسے جسم اور رُوح۔

علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔
علی کا نُور اور ہمارا نُور ایک ہے۔
علی اور ہم ایک نُور سے ہیں۔
علی اور ہم ایک درخت سے ہیں۔
علی ہمیں ایسے ہے جیسے ہماری جان۔
علی ہمارے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں اور جس کے ہم ولی ہیں اُس کے علی ولی ہیں۔
علی تمام مومنوں کے مولا ہیں جس کے ہم مولا ہیں اس کے علی مولا ہیں۔
جس نے علی سے صُلح رکھی اُس نے ہم سے صُلح رکھی اور جس نے علی سے جنگ کی اُس نے ہمارے ساتھ جنگ کی۔
ہر نبی کا وارث وصی ہوتا ہے اور ہمارا وارث وصی علی ہے۔
ہمارا پیغام سوائے علی کے کوئی دوسرا نہیں پہنچا سکتا۔ اپنا پیغام یا ہم خود پہنچائیں گے یا علی پہنچائیں گے۔

سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بارگاہِ الٰہی میں عرض کرتے ہیں۔
یا اللہ! علی سے محبت کرنے والوں کو اپنا دوست بنا اور علی سے دُشمنی رکھنے والوں کو اپنا دُشمن بنا۔
جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے حضور تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔
یا علی جس نے تمہاری اطاعت کی اُس نے ہماری اطاعت کی اور جس نے ہماری فرمانبرداری کی اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی اور جس نے تمہاری نافرمانی کی اُس نے ہماری نافرمانی کی اور جس نے ہماری نافرمانی کی اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔
یا علی تمہاری محبت ہماری محبت ہے اور تمہارا دوست اللہ تعالیٰ کا حبیب ہے۔ تمہارا دُشمن ہمارا دُشمن ہے۔ اور ہمارا دُشمن اللہ تبارک وتعالیٰ کا دُشمن ہے۔
یا علی ہمارا فارق اللہ تبارک وتعالیٰ میں فرق کرنے والا ہے اور جس نے تُم میں فرق کیا اُس نے ہم میں فرق کیا۔

تُو اور نہیں مَیں اور نہیں

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چند ارشادات عالیہ کا ترجمہ پیش کرنے کے بعد ہم

اہلِ انصاف حضرات سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی ایک رِوایت کو مختلف تاویلوں کی نظر بھی کر دے تو اسے حاصل کیا ہوا اور اُس نے اس بے جا کوشش سے اہلِ سُنت و جماعت کی کون سی خدمت سرانجام دی۔

تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے تعلقات کو جن جن صورتوں میں واضح فرمایا ہے، وہ کسی دوسری دلیل کے محتاج نہیں اور نہ ہی وہ کسی تاویل کا سہارا طلب کرتے ہیں۔ بلکہ قطعی طور پر اِس امر کی نشاندہی کرتے ہیں۔

تاکس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تُو دیگری

آیتِ مباہلہ کے ضمن میں ہم قدما مفسرین کی متعدد تفاسیر کی روشنی میں نہایت شرح وبسط کے ساتھ واضح کر چکے ہیں کے رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشادِ ربانی کی تعمیل کرتے ہوئے نِساءنا میں جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اور ابناءنا میں جناب حسنین کریمین علیہما السلام کو اور انفسنا میں اپنی ذات سُتودہ صفات کو اور جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو شامل فرمایا تھا۔

اگر اِن تمام روایات کی تشریحات اور متن کو جو ہم اب تک آپ کے سامنے پیش کر چکے ہیں رکھ کر تجزیہ کیا جائے تو جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول مان لینے اور انفسنا میں شامل کر لینے میں عقلی طور پر بھی کوئی امر مانع نظر نہیں آتا۔

جان نہیں داماد

بایں ہمہ جو صحت مند لوگ، ٹھوس اور درست مسلک کے پیروکار ہونے کے باوجود محض ایک گروہ کی مخالفت کے پیشِ نظر 'انفسنا' میں حیدر کرارؓ کو شامل کرنے سے گریز کرتے ہیں اُن کی بات کیسے تسلیم کی جاسکتی ہے۔

حالانکہ وہ نہ تو خارجیوں کی طرح آیتِ مباہلہ میں پنجتن پاک کی شمولیت کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کے دل میں بظاہر بُغضِ اہلِ بیت کا کوئی شائبہ موجود ہے۔

اِن حالات میں اُن کی مَن گھڑت تاویل کا سختی سے نوٹس لینا کس قدر مشکل کام ہے کہ حضرت علی انفسنا میں نہیں ابناءنا میں شامل تھے کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے داماد تھے اور داماد بیٹے کی جگہ ہوتا ہے۔

ہم اُن کی اس خود ساختہ دلیل کو مُسترد کر دینے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں جبکہ ہمارا واسطہ تو اُن لوگوں

سے پڑا ہوا ہے۔ جو اہلِ بیتِ مصطفیٰ کی شان میں آنے والی ہر روایت کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے مذموم عزائم لے کر میدانِ عمل میں آ چکے ہیں۔

بہر حال قارئین کرام کو اتنا ضرور بتائیں گے کہ اگر کوئی شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو انفسنا کی بجائے ابناءنا میں شمار کرتا ہے یہ تو اس کی اپنی رائے اور ذاتی خیال ہے بلکہ فی الحقیقت یہ تفسیر بالرائے ہے، کیونکہ جمہورِ مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ انفسنا سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذواتِ مبارکہ ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ضمن میں متعدد تفاسیر کے حوالے ہدیہ قارئین کریں۔ اس امر کی نشاندہی کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آخر اس قسم کی تفسیر بالرائے کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اور وہ کون سی مصلحت ایسی تھی جس کی بناء پر ایک سیدھی سی بات کو چیستان بنانا پڑا۔

مصلحت یہ تھی

ایک مسلمہ حقیقت سے انحراف کی وجہ وہ خود ہی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ،

ایک گروہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جانِ رسول ہونے کی حیثیت سے خلیفہ رسولؐ بلا فصل ثابت کرتا ہے۔

یہ تھی وہ وجہ جو تفسیر بالرائے کرانے کا موجب بنی، حالانکہ یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ کسی گروہ کی تردید میں حقیقت کو تبدیل کرنے کی کوشش کر ڈالی جائے؛

ہم کہتے ہیں کہ روافض کے اِس خیال کی تردید کرنے کے لئے تھوڑی سی محنت کر لی جاتی تو روایت کو غلط تاویل کی نذر کرنے کے بغیر بھی کام چلایا جا سکتا تھا۔

من گھڑت تفسیر کرنے کی بجائے خارجیوں کے باوا آدم "ابن تیمیہ" کا اس قسم کا قول دہرا دینا ہی کافی تھا کہ اگرچہ یہ روایت پنجتن پاک کے حق میں ہے اور انفسنا سے مراد بھی حضور سرورِ کونین اور حضرت علیؓ ہیں مگر اس سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلا فصل ثابت نہیں ہوتی۔

ابنِ تیمیہ کیوں ؟

ہمارا یہاں یہ مقصد نہیں کہ لازمی طور پر ابنِ تیمیہ کا ذکر یہاں کیا جائے یہ ذکر اِس لئے کیا گیا ہے کہ ایک تو خارجیوں پر ایک بار پھر واضح ہو جائے کہ وہ آیتِ مُباہلہ کو پنجتن پاک کے ہی حق میں مانتا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ تفسیر بالرائے کرنے سے بہتر ہے کہ مخالفین کے غلط استدلال کو تحکم سے مسترد کر دیا جائے۔

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ آیتِ مُباہلہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت

علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو نفسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تسلیم کر لینے کے بعد پوری قوت سے تحریر فرماتے ہیں کہ ''ان احادیث سے جنہیں ایک گروہ اپنے جواز میں پیش کرتا ہے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جنابِ حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ بلافصل ہیں۔

علاوہ ازیں دیگر متقدین مفسرین کی سینکڑوں ایسی تحریریں مل سکتی تھیں جنہیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بالفصل کے ثبوت میں پیش کیا سکتا ہے۔

اگرچہ اس میں قدرے مشقت تو ضرور ہوتی، تاہم ایک تو تفسیر بالرائے کرنے سے نجات حاصل ہو جاتی اور دوسرے اہلسنّت وجماعت کے لئے انتہائی کارآمد ذخیرہ جمع ہو جاتا۔

بہرحال قارئین کرام! پہلے تو چند معتبر کتبِ تفاسیر کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں جن سے واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''اَبْنَآءَنَا'' میں نہیں بلکہ ''اَنْفُسَنَا'' میں شامل فرمایا تھا لہٰذا علی نفسِ رسول اور جانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۱) عن شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی کرم اللہ وجهه الکریم

اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَکُمْ الحسنا والحسین۔
نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمْ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

(دلائل النبوۃ صفحہ ۲۹۸)

(۲) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب۔

(ابن کثیر ص ۳۷۱)

(۳) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

(۴) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی۔

(در منثور جلد ۲ صفحہ ۳۸)

(۵) (اَنْفُسَنَا) عن نفسہٖ وعلیاً۔

(خازن جلد ا صفحہ ۱۶۳)

(۶) (اَنْفُسَنَا) عن نفسہٖ وعلیاً۔

(معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۱۶۳)

(۷) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالبؑ۔

(عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱)

(۸) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی۔

(تفسیر مدارک جلد ا صفحہ ۱۶۱)

(۹) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی۔

(تفسیر ابی سعود جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

(۱۰) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب۔

(الاتقان جلد ۲ صفحہ ۲۰۰)

(۱۱) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی ابن ابی طالب۔

(تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۵)

(۱۲) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی کرم اللّٰہ وجهه۔

(زاد المعاد صفحہ ۲۹۱)

(۱۳) (اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ) رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه۔

(فتح الباری)

تاویل بیکار ہے

اگرچہ اس ضمن میں دیگر بے شمار حوالہ جات بھی پیش کئے جا سکتے ہیں تاہم اہل علم و دانش کے لئے یہی کیا کم ہیں۔

ہماری مخلصانہ تحقیق کے مطابق یہ قطعی اور آخری بات ہے کہ جناب حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے "اَنْفُسَنَا" میں شامل فرمایا ہے لہٰذا اس کے خلاف جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا وہ محض ایک ایسا مفروضہ ہوگا جو حقیقت سے کوسوں دُور ہو۔

بایں ہمہ اگر کوئی شخص من گھڑت تاویلوں میں اُلجھنا چاہتا ہے تو یہ اُس کا اپنا ذوق ہے ہم اُسے کیا کہہ سکتے ہیں۔

البتہ اتنا ضرور ہم بتائیں گے کہ اگر آیتِ مُباہلہ میں پیش کردہ ان تمام حقائق سے رُوگردانی کرتے ہوئے ان تمام حوالہ جات سے صرف نظر بھی کر لیا جائے تو جب بھی ایسی بے شمار احادیثِ مصطفیٰ موجود ہیں جن سے جنابِ علی علیہ السلام کا جانِ رسول ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اس لئے صرف ایک اس روایت میں تاویلیں پیش کرنا بے کار محض ہے۔

گذشتہ اوراق میں قارئین متعدد ایسی احادیث کا ترجمہ ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اپنے مخصوص ربط و تعلق کی کھلی وضاحت فرما رکھی ہے آخر پر اسی ضمن میں دو روایتوں کا ترجمہ مزید ملاحظہ فرمائیں۔

علی جانِ رسول ہیں

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے کے لئے ارض جذام جسے السلاسل بھی کہتے ہیں روانہ فرمایا۔

وہاں سے کامیاب ہو کر لوٹنے کے بعد میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کوئی عزیز نہیں ہوگا۔ چنانچہ میں نے اپنا یہ خیال بارگاہِ مصطفوی میں پیش کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ! فداک امی وابی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سب سے زیادہ عزیز کون ہے ؟

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ! عائشہ

میں نے عرض کیا ! میں نے عورتوں کے متعلق سوال نہیں کیا، تو آپ نے فرمایا ! عائشہ کا باپ

میں نے عرض کی ! ابوبکر صدیقؓ کے بعد کون پیارا ہے ؟

آپ نے فرمایا ! حفصہ

میں نے پھر عرض کی کہ میں نے عورتوں کے متعلق نہیں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا ! حفصہ کا باپ

میں نے عرض کی یارسول اللہ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں علیؑ کہاں گئے ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا اس کو دیکھو یہ میری جان کے متعلق سوال کرتا ہے۔

(اسد اللہ صفحہ ۲۷)

درج ذیل روایات کی تفصیل قارئین غزوۂ طائف اور بنو ثقیف کے اسلام قبول کرنے کے ضمن میں مع حوالہ جات ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں اس لئے محض ترجمہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا گیا۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ جب فتح مکہ کے بعد طائف میں پہنچے تو سترہ یا اُنیس راتوں کا محاصرہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا اُس خطبہ میں آپ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اپنی عزت کے ساتھ بھلائی کی وصیت کرتا ہوں اور (اس کے عوض) حوضِ کوثر کا وعدہ کرتا ہوں اور قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم نے نماز اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیا تو تمہاری طرف ہماری جانب سے ایک ایسا شخص آئے گا جو تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص مجھے ایسے ہے جیسے کہ میری جان اور پھر آپ نے جنابِ حیدرِ کرار کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ وہ شخص یہ ہے۔

اور یہی خطبہ آپ نے بنو ثقیف کے وفد کے سامنے ارشاد فرمایا جو بغرضِ صلح مدینہ منورہ آیا تھا۔ آپ نے انہیں واضح طور پر فرمایا کہ اگر تم نے احکاماتِ خداوندی میں فروگذاشت کرنا چاہی تو وہ شخص جو مجھے میری جان کی طرح ہے تمہاری گردنیں اُڑا دے گا اور وہ شخص علی ابن ابی طالبؑ ہے۔

حوالہ جات

اب آپ آیتِ مباہلہ کے ضمن میں حوالہ کی ان کتابوں کے نام ملاحظہ فرمائیں جن میں شرکائے مباہلہ پنجتن پاک ہی کو بتایا گیا ہے۔

(۱) مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸

(۲) ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۳۶

(۳) المستدرک للحاکم جلد ۲ صفحہ ۵۹۴

(۴) تلخیص ذہبی جلد ۲ صفحہ ۵۹۲

(۵) مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۴۲۴

(۶) تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی جلد ۴ صفحہ ۱۲۲

(۷) فتح الباری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۳

(۸) مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۳۶۲

(۹) مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۷

(۱۰) اشعات اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۶۸۲

(۱۱) مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۳۶

(۱۲) لمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۸ صفحہ ۳۳۹

(۱۳) مرآۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۷ صفحہ ۲۳۲

(۱۴) دلائل النبوۃ صفحہ ۲۹۸

(۱۵) البدایہ والنہایہ ۸/۳۵

(۱۶) زادالمعاد (ابن قیم) جلد ۱ صفحہ ۴۹۱

(۱۷) الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲

(۱۸) الاستعیاب

(۱۹) اسد الغابہ جلد ۳ صفحہ ۱۴

(۲۰) مدارج النبوۃ جلد ۲ صفحہ ۲۳۴

(۲۱) نسیم الریاض شرح شفاء جلد ۳ صفحہ ۲۶۷

(۲۲) ریاض النضرۃ فی مناقب عشرۃ مبشرہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۴

(۲۳) صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۷

(۲۴) تاریخ الخلفاء صفحہ 115

(۲۵) معارج النبوۃ جلد ۴ صفحہ ۳۰۶

(۲۶) طبقات ابن سعد جلد ۱ صفحہ ۳۰۱

(۲۷) شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۳۴

(۲۸) نورالابصار صفحہ ۱۲۴

(۲۹) اسعاف الراغبین صفحہ ۱۰۶

(۳۰) سیرت حلبیہ جلد ۳ صفحہ ۵۴۴

(۳۱) سیرت رسول عربی صفحہ ۳۶۱
(۳۲) الشرف المؤبد صفحہ ۱۰۶
(۳۳) الکوکب الدری صفحہ ۱۴۵
(۳۴) مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۲۳۴
(۳۵) کنز الاعمال جلد ۵ صفحہ ۱۱۲
(۳۶) تاریخ اسلام جلد ۲ صفحہ ۱۱۹
(۳۷) تفسیر ابن جریر جلد ۳ صفحہ ۳۰۱
(۳۸) تفسیر رُوح المعانی جلد ۳ صفحہ ۳۱
(۳۹) تفسیر رُوح البیان جلد ا صفحہ ۱۱۴
(۴۰) تفسیر بحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۴۵
(۴۱) تفسیر قرطبی جلد ۴ صفحہ ۱۰۵
(۴۲) نہایہ ابن اثیر جلد ۴ صفحہ ۱۷
(۴۳) تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ صفحہ ۲۴
(۴۴) خصائص نسائی صفحہ ۱۴
(۴۵) ینابیع المودۃ صفحہ ۱۰۵
(۴۶) مودۃ فی القربیٰ صفحہ ۱۴
(۴۷) مکتوبات مجدد
(۴۸) تفسیر مظہری جلد ۲ صفحہ ۱۷۰
(۴۹) تفسیر جامع البیان جلد ا صفحہ ۲۳۱
(۵۰) تفسیر مواہب الرحمن جلد ا صفحہ ۴۲۶
(۵۱) تفسیر فتح البیان جلد ا صفحہ ۴۰۵
(۵۲) تفسیر کشاف جلد ا صفحہ ۳۶۹
(۵۳) تفسیر جمل علی الجلالین جلد ا صفحہ ۲۸۳
(۵۴) تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۱۰۵
(۵۵) تفسیر دُرِ منثور جلد ۲ صفحہ ۶۱
(۵۶) زرقانی علی المواہب جلد ۵ صفحہ ۳۷
(۵۷) ارشاد الساری شرح بخاری

(۵۸) فتاویٰ عزیزیہ صفحہ ۳۲۲

(۵۹) تحفہ اثناء عشریہ صفحہ ۱۲۳

(۶۰) تفسیر مجمع البیان جلد ا صفحہ ۱۴۷

(۶۱) تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۹

(۶۲) فتوحات مکیہ

(۶۳) تفسیر نیشاپوری حاشیہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۱

(۶۴) تاریخ ابن خلدون

(۶۵) تفسیر خازن جلد ا صفحہ ۳۰۲

(۶۶) تفسیر معالم التنزیل جلد ا صفحہ ۳۰۲

(۶۷) تفسیر جلالین جلد ا صفحہ ۱۵۰

(۶۸) تفسیر عرائس البیان جلد ۲ صفحہ ۳۵۱

(۶۹) تفسیر ابو سعود جلد ۲ صفحہ ۶۹۸

(۷۰) تفسیر مدارک نسفی جلد ا صفحہ ۱۴۱

(۷۱) تاریخ طبری

(۷۲) تفسیر حقانی جلد ا صفحہ ۱۵۳

(۷۳) تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۷۱

(۷۴) تفسیر عدۃ الابرار جلد ا صفحہ ۳۲۸

(۷۵) تفسیر مراح لبید صفحہ ۱۳۶

(۷۶) تفسیر نعیمی جلد ۲ صفحہ ۶۳۷

(۷۷) تفسیر بیضاوی جلد ا صفحہ ۱۱۲

باب پنجم

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ﴿۸﴾

(سورۃ الدھر آیت ۸)

اعتذار

ناظرین ہمیں افسوس ہے کہ باوجود کوشش کے منتخب مضامین کو اُس صورت میں نہیں پیش کر سکے جو ہمارا منشا تھا، ہم چاہتے تھے کہ علی فی القرآن کے زیرِ عنوان مولائے کائنات سیّدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں آنے والی تین صد آیات کو یکے بعد دیگرے نقل کر کے حوالوں سے مزّین کرتے مگر ہماری یہ کوشش اِس لئے ثمر بار نہ ہو سکی اور نہ ہو سکتی ہے کہ جس ہولناک دور سے ہم گذر رہے ہیں اُس میں ایسا ہونا ممکن ہی نہیں، خوارج کی شورشوں میں دِن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور فیصلہ شُدہ اُمور ازسرِ نو نام نہاد ریسرچ کی زد میں آتے جا رہے ہیں حالانکہ یہ تحقیق سرے سے تحقیق کہلانے کی مستحق ہی نہیں بلکہ تحقیقِ جدید کے نام پر قرار واقعی حقائق کو مسخ کر دینے کی ایک گستاخانہ جراٗت اور مذموم کوشش ہے۔

اندریں صورت اُس ترتیب کو قائم رکھنا نہایت مشکل امر ہو کر رہ گیا ہے ہر ثقہ روایت اعتراضات کے بوجھ تلے دبائی جا رہی ہے اور اِن خوارج کے اعتراضات کو رفع کرتے وقت کسی بھی بحث کا طویل ہو جانا لازم ہے۔ علاوہ ازیں ایسی کربناک صورت سے بھی گذرنا پڑتا ہے جو ہمیں ہرگز پسند نہیں اور وہ صورت یہ ہے کہ کچھ ایسے لوگ بھی بحث میں شامل کرنا پڑتے ہیں جو الگ ہی رہتے تو اچھا تھا۔

بہرکیف ! اپنا ذوق پورا کرنے کے لئے آئندہ جلد میں زیادہ سے زیادہ آیات کو زینت بنانے کی کوشش کی جائے گی فی الحال آپ جنابِ شیرِ خدا علیہ السلام کی شان میں دو آیات مزید ملاحظہ فرمائیں،

تاجدارِ ہل اتیٰ

امام المتقین، اشجع الاشجعین، امیر المومنین، تاجدار ہل اتیٰ، مرتضیٰ، مشکلکشا، شیرِ خدا، امام الاوصیاء سیّدنا و مرشدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی حیات طیبہ طاہرہ اور مبارکہ اور معظمہ کا ہر گوشہ اِس قدر منور، اس قدر تابندہ اور اس قدر درخشندہ ہے کہ اس کی آفتابی شعاعوں اور ماہتابی کرنوں کا راستہ روکنے والے تعصب و عناد کے ہزاروں ابرِ سیاہ کے ٹکڑے اُمڈ اُمڈ کر آتے رہے مگر خود ہی پاش پاش ہو کر وادیٔ فنا میں گم ہوتے گئے۔

درج ذیل واقعہ اور اس کے ضمن میں آنے والی آیت کریمہ جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کی عظمت و رفعت کی وہ انمٹ تصویر ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جا سکتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بایں ہمہ یہ واقعہ بھی عقل کے دامِ فریب میں جکڑے ہوئے لوگوں کی دست بردسے محفوظ نہیں رہ سکا۔

ہم آئندہ اوراق میں اس واقعہ کی اہمیت کم کرنے والے حضرات کے عقلی دلائل کا شاخسانہ پیش

کرنے کے بعد انشاء اللہ العزیز اس کارِ تبلیغ بھی ہدیہءِ قارئین کریں گے۔ فی الحال آپ وہ واقعہ تفصیل کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں جس کی وجہ سے جناب علی شیرِ خدا علیہ السلام کو تاجدارِ ہل اتٰی کہا جاتا ہے۔

تفسیر عزیزی میں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی زیر آیت وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا۝ نقل فرماتے ہیں.

بیماری میں منّت ماننا

تفسیرِ واحدی اور دوسری تفسیروں میں لکھا ہے کہ حضرت امامین حسنین کریمین علیہما السلام ایک دفعہ بیمار ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صاحبزادگان والاشان کی عیادت کے لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کثیر جماعت کے ساتھ تشریف لائے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خدمت میں مشورۃً عرض کیا! آپ اپنے صاحبزادگان علیہم السلام کی مرض سے رہائی کے لئے نذر مقرر فرمالیں اور منت مان لیں "

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اس مشورہ کو شرفِ قبولیت سے نوازتے ہوئے فرمایا کہ میں خُداوندِ قدوس جلّ وعلا کے لئے تین روزے نذر کرتا ہوں،

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ نذر مقرر کی تو سیدۃ النساء العالمین، بضعۃ الرسول خاتونِ جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور آپ کی کنیز جناب فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنے اپنے لئے یہی نذر مقرر کرلی، یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ صاحبزادگان کو صحت یاب فرمائے تو ہم بھی تین تین روزے رکھیں گی۔

در واحدی و دیگر تفاسیر مذکورہ است کہ حضرت امامین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیمار شدند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برائے عیادت ایشاں تشریف آوردند وہمراہ آنجناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ بسیار آمدندم (رضی اللہ عنہم) شخصے ازآں جماعت بحضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ گفت کہ مرض فرزندان شماصعب اس بائید کہ نذرے مقرر کنید، ایشاں گفتند کہ من سہ روزہ برائے خدا نذر کردم۔

حضرت خاتونِ جنت نیز ہمیں نذر بر خود مقرر کردند وکنیزک ایشاں کہ فضہ نام داشت نیز ہمیں نذر مقرر کد، حق تعالیٰ فضل خود فرمود کہ حضرت امامین رضی اللہ عنہما شفا یافتند وہ ہر کسہ موافق نذر خود روزہ وار شدند و دراں روز از اسباب خوردنی ہیچ موجود نہ بود۔

حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ پیش شمعون خیبری یہودی کہ غلہ فروش بود تشریف بردو قرض خواہ شدندو او بنابر عداوتِ اسلام در دادن قرض اشادگی کرد آخر بعد کدو کاوش بسیار دو آزہ آثار جو بایشاں داد بخانہ

روزوں کی منت مانی گئی تو خداوندِ قدوس جلَّ مجدہ الکریم نے فضل فرمایا اور امامین کریمین علیہما السلام شفایاب ہو گئے، چنانچہ تینوں بزرگواروں نے ایفائے نذر کرتے ہوئے پہلا روزہ رکھ لیا۔

خاندانِ رسالت کا فقیر

روزہ تو رکھ لیا گیا مگر اس روز افطاری کے لئے دولت کدہ بتول میں کھانے کی کوئی چیز بھی موجود نہیں تھی، جنابِ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ حال دیکھا تو آپ ایک خیبری یہودی شمعون نامی غلہ فروش کے پاس تشریف لے گئے اور اس سے قرض کی صورت میں اناج طلب فرمایا۔

یہودی پھر یہودی تھا عداوتِ اسلام تو ان لوگوں کے سینوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اس نے ادھار غلہ دینے سے پہلے تو صاف انکار کر دیا اور پھر کافی رد و کد کے بعد بارہ آثار جو دینے پر رضامند ہو گیا۔

جنابِ شیرِ خدا حضرت علی علیہ السلام وہ جو لے کر گھر تشریف لے آئے تو جنابِ سیدۃ النساء العالمین بنتِ رسول سیدہ زہرا بتول صلوٰۃ اللہ علیہا نے اُن میں سے ایک تہائی جو خود اپنے مقدس ہاتھوں سے چکی میں پیس کر آٹا فِضہ کنیز کے حوالے فرما دیا اور فِضہ نے پانچ روٹیاں اہلِ خانہ کے اعداد کے مطابق پکا لیں، چنانچہ جب افطاری کا وقت ہوا تو وہ روٹیاں سامنے رکھ کر ابھی کھانے کی تیاری کر ہی رہے تھے کہ اچانک دروازہ پر کسی سائل نے آواز دی یا اہلبیت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، میں گدایانِ اسلام میں سے ایک گدا ہوں اور آپ کے دروازے پر آیا ہوں کہ مجھے کچھ کھانے کے لئے عطا کیا جائے میرے اہل و عیال پانچ افراد پر مشتمل ہیں آپ ہمیں کھانا کھلائیں اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جنت الفردوس کے خوانہائے نعمت سے کھانا کھلائے۔

آوردند، حضرت خاتونِ جنت چہار آثار جو در آسیہ انداختند آس کردند کنیز یک ایشاں پنج نان را آوردہ پیش حضرات گذاشت می خواستند کہ ازآں نان ہا تناول فرمانید ناگاہ بر دروازہ گدائے آمدہ ایستادہ گفت کہ سلام خدائے تعالیٰ برشما باد اے اہلبیتِ محمد گدائے از گدایان اسلام بر دروازہ شما آمدہ است چیزے بخورانید و پنج کس درعیال دارو شمارا حق تعالیٰ ازخوان ہائے جنت خواہد خورانید۔

ایں صاحبان ہر پنج نان راباں گدا حوالہ کردند وغیر از آب آں شب چیزے نخوردو صبح روزہ دار برخاستند چوں شام شد وقتِ افطار طعامِ معلوم تیار کردہ بر دستار خوان نہادند ناگاہ یتیمے پیدا شُد آں روز طعام معلوم را بہ یتیم دادند۔

وروزے سوم اسیرے پیدا شد طعام آں روز با سیر دادند چوں روز چہارم صبح خواستند مانند چوزہ

عطائے اہل بیت

حضراتِ اہلبیت کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے مسکین کی صدا سُنی تو پانچوں روٹیاں اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرمالیا اور سوائے پانی کے کچھ بھی نہ کھایا پیا۔

صبح ہوئی پھر روزہ رکھ لیا گیا اور روزِ اوّل کی طرح ایک تہائی جو پیس کر پانچ روٹیاں تیار کر کے اسی طرح افطاری کے وقت کھانے کے لئے جمع ہوئے تو اچانک دروازے پر ایک یتیم کی صدا اُٹھی کہ (اے اہل بیت محمد یتیم ہوں کھانا عطا کیجئے)

چنانچہ اہلبیتِ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ پانچوں روٹیاں یتیم کے حوالے کر دیں اور خود پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار کر لینے پر ہی اکتفا فرمایا،

تیسرے دن پھر آخری روزہ رکھ لیا گیا اور باقی ماندہ جو پیس کر پانچ روٹیاں پکائی گئیں، افطاری کے وقت جمع ہوئے تو دروازہ پر ایک اسیر کی آواز آئی کہ اے اہلبیت محمد اسیر ہوں بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خانوادۂ رسول نے اس روز بھی سب روٹیاں اُٹھا کر سائل کر حوالے کر دیں اور خود پانی کے چند گھونٹ پینے پر اِکتفا فرمایا۔

جب چوتھی صبح طلوع ہوئی تو سب لوگوں پر بھوک کی وجہ سے ضعف ونقاہت کا یہ عالم تھا کہ حرکت کرنے کی طاقت بھی نظر نہیں آتی تھی اور بچے بھوک سے یوں نڈھال تھے جیسے کسی پرندہ کے ننھے ننھے بچے لرز رہے ہوں۔

بیتابیٔ مصطفیٰ

اُسی روز سرورِ کائنات حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صاحبزادگان والاشان امامین کریمین کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے، تو بچوں کی کمزوری اور نقاہت کو دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا کہ میری بیٹی کہاں ہے ؟

جانورے می لرزیدند واز شدت گرسنگی اصلا طاقت حرکت نماندہ بُود، آں حضرت درآں روز برائے دیدن حضرت امامین تشریف آوردند، ایں حالت رادیدہ بیتاب شدند وفرمودند کہ دخترِ من کجا است؟ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ عرض کردند یارسول اللہ در محراب خود مشغول بہ نماز است۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش آں خاتونِ جنت تشریف بُردند

دیدند شکم ایشاں بالپشت چسپیدہ واست وہر دو چشم ایشاں فرورفتہ بہ سبب دیدن ایں حالت آنحضرت

جنابِ حیدرِ کرار نے عرض کی ! یارسول اللہ وہ تو اپنی محراب میں نماز پڑھنے میں مشغول ہیں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آگے بڑھے اور اپنی مقدس بیٹی کا حال دیکھا۔

حضور پر نور، تاجدارِ انبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی پیکرِ صبر و رضا بیٹی جنابِ سیّدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کو اس حالت میں نماز پڑھتے دیکھا کہ جناب سیّدہ کا شکمِ اطہر کمرِ مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے اور نقاہت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے ہیں، سرکارِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ حال دیکھا تو آبدیدہ ہو گئے۔

تاجدارِ انبیاء کی چشمانِ مُبارک کو آنسوؤں سے تر دیکھا تو اُسی وقت جبریل امین علیہ السلام پیغام خداوندی لیکر حاضرِ دربار ہو گئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ سورہ مبارکہ "الدھر شریف" آپ کو اور آپ کی اہلبیت کو مبارک ہو اور یہ آیات پڑھیں،

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا۝

ترجمہ ! اور کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں مسکینوں کو اور یتیموں کو اور اسیروں کو (اس ارادے سے کہ) ہم تو تم کو بس اللہ ہی کی خوشنودی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں۔

(سورۃ الدھر آیت ۸۔۹)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اِس واقعہ کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ نے خاندانِ مصطفیٰ پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے اور اس کے بعد پھر کبھی یہ لوگ اِس قسم کی شدتِ فقر میں مبتلا نہیں ہوئے۔'

مفسرین فرماتے ہیں کہ ہر سہ شب جبرائیل علیہ السلام سوالی کی صُورت میں مسکین، یتیم اور اسیر بن کر اہلبیت کرام کے صبر کا اِمتحان لینے کے لئے بحکمِ خُداوندِ قدوس حاضر ہوتے رہے۔

اگرچہ تفسیرِ عزیزی کی اِس واضح ترین عبارت کے بعد اس ضمن میں کوئی حوالہ بھی نہ پیش کیا جائے تو

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اشک ریز شُدند، در ہمیں اثناء حضرت جبرائیل نزول فرمود و گفت کہ بگیر اے پیغمبر ایں سورہ را مبارک شُدتُرا در اہلِ بیت تو وایں آیات خواندند بعد ازاں حق تعالیٰ فتوحِ ظاہری می فرمود و باز بایں شدتِ فقر مبتلا نہ شدند، گویند کہ در ایں ہر سہ شب جبرائیل بصورتِ گدا و یتیم و اسیر شدہ برائے اِمتحان صبر اہلبیتؑ علیہ السلام تشریف آوردہ بودند۔"

(تفسیر فتح العزیز مطبوعہ دہلی پارہ ۲۹ صفحہ ۲۶۷)

(مؤلفہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

جب بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ شانِ اہلبیت میں آنیوالی ہر آیت اور ہر روایت کا رُخ کسی نہ کسی طرح کسی دوسری طرف پھیر دینے کا فریضہ پوری قوت سے سرانجام دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں، اِس لئے مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تو اس واقعہ کی صحت پر مزید استدلال کی صورت میں چند دیگر معتبر تفاسیر کے حوالے پیش کر دیئے جائیں اور پھر بعض لوگوں کے ان مضطرب اور منتشر خیالات کو غلط محض ثابت کر دیا جائے جو اس کے برعکس متصور کئے ہوئے ہیں۔

تفسیر خازن تفسیر معالم التنزیل تفسیر فتح البیان

علامہ خازن تفسیر خازن میں اور علامہ بغوی تفسیر معالم التنزیل میں اور نواب صدیق حسن بھوپالی تفسیر فتح البیان میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس میں نازل ہوئی ہیں اور اس کی تفصیل یہ ہے۔

کہ آپ کسی یہودی سے کچھ جو لائے اور اُن میں سے ایک تہائی کو پیس کر روٹیاں پکائیں۔ ابھی آپ نے کھانا بھی نہیں شروع کیا تھا کہ ایک مسکین نے روٹی کا سوال کیا آپ نے وہ تمام روٹیاں اُٹھا کر اُسے عطا فرمادیں۔ پھر دوسری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور ابھی آپ نے کھانا شروع بھی نہیں فرمایا تھا کہ ایک یتیم نے سوال کیا تو آپ نے وہ سب کی سب روٹیاں اُٹھا کر اس یتیم کے حوالے کر دیں۔

تیسری دفعہ باقی ماندہ آٹا یعنی آخری تہائی کی روٹیاں پکائی گئیں اور ابھی آپ نے کھانا بھی شروع نہیں کیا تھا کہ مشرکین میں سے ایک قیدی نے روٹی کا سوال کر دیا تو آپ نے وہ تمام روٹیاں اُٹھا کر اُس کو عطا فرمادیں تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی،

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا ۝

متن ملاحظہ فرمائیں!

روی ابن عباس رضی اللہ عنہما انہا نزلت فی علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وذالک انہ عمل لیہودی بشئ من شعیر فقبض ذالک الشعیر فطحن منہ ثلثہ واصلحوا منہ شیئاً یا کلونہ فلما فرغ اتی مسکین فسائل فاعطوہ ذالک ثم عمل الثلث الثانی فلما فرغ اتی یتیم فسائل فاعطوہ ذالک ثم عمل الثلث الباقی فلما تم نضجہ آتی اسیر من المشرکین فسائل

فأعطوه ذالک وطو و ایونهم ولیلتهم فنزلت ہٰذا الآیۃ ویطعمون الطعام علیٰ حبہٖ الی آخر الآیۃ۔

(تفسیر خازن ج چہارم ص ۱۸۶) (تفسیر معالم التنزیل ج ۴ ص ۱۸۶)

(تفسیر فتح البیان جزو ہم ۱۰ ص ۱۳۶)

تفسیرِ کبیر

امام فخر الدین رازیؒ زیرِ آئت تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مزید فرمایا کہ ہمارے اصحاب میں سے علامہ واحدی نے اپنی تصنیف کتاب البسیط میں نقل کیا ہے کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے اس کے بعد یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حسن و حسین علیہما السلام بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی عیادت کو مع صحابہ کے تشریف لائے۔ الخ، آگے چل کر لکھا ہے

جناب فاطمۃ الزہرا نے پانچ روٹیاں پکائیں تو مساکین میں سے ایک مسکین نے کہا اے اہلِ بیت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام مجھے کھانا کھلایئے اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو کھانا کھلائے گا۔

پھر لکھتا ہے کہ،

جناب علی علیہ السلام نے حضرت حسن اور حسین علیہما السلام کو ساتھ لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ جناب فاطمۃ الزہرا محراب میں مصروفِ عبادت ہیں۔

دیگر متعدد تفاسیر میں مندرجہ بالا واقعات کی تفصیل اس طرح ہے کہ یہ آیتِ کریمہ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم، جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور جناب فضہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں اس وقت نازل ہوئی جب حضرت حسنین کریمین علیہما السلام بیمار ہوئے تو ان تینوں نے نذر مانی کہ ہم تین روزے رکھیں گے، چنانچہ جب حضرات حسنین کریمین کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی تو جناب علی علیہ السلام ایک یہودی سے تین صاع جو لائے ان میں سے ایک صاع جو حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے پیس کر روٹیاں پکائیں اور اسی اثناء میں ایک مسکین نے کھانے کا سوال کیا۔

تو تمام روٹیاں سائل کو عطا کر دیں۔ اور اہلِ بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پانی سے روزہ افطار کیا۔

دوسرے دن جناب فاطمۃ الزہراؑ نے پھر ایک صاع جو پیس کر روٹیاں پکائیں تو ایک یتیم نے روٹی کا

سوال کیا تو اہلِ بیت کرام نے تمام روٹیاں یتیم کو عطا فرما دیں اور پہلے دن کی طرح پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

تیسرے روز حسبِ معمول جب پھر روٹیاں پکائیں گئیں تو ایک اسیر نے سوال کر دیا کہ یا اہلِ بیتِ محمد بھوکا ہوں کھانا کھلائیں تو خاندانِ مصطفیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تمام روٹیاں اُٹھا کر اس کے حوالے کر دیں اور خود پانی سے روزہ افطار فرمایا۔

ان ہذا الآیۃ نزلت فی علی بن ابی طالب علیہ السلام والواحدی من اصحابنا ذکر فی کتاب البسیط انہا نزلت فی حق الحسن والحسین علیہما السلام۔

فروی عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان الحسن والحسین علیہما والسلام مرضا فعادہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ الخ

فی اناس من شعیر فطحنت فاطمہ صاعا واختبزت خمسۃ اقراص علی عدہم فقال السلام علیکم مسکین من مساکین المسلمین اطعمونی اطعمکم اللہ اخذ علی علیہ السلام الحسن والحسین ودخل علی رسول اللہ علیہ والصلوٰۃ والسلام معہم فرائی فاطمۃ فی مہرابہا۔

(تفسیر کبیر جلد ۸ ص ۲۷۶)

دیگر تفاسیر میں ہے !

نزلت فی علی وفاطمۃ وفضہ جاریۃ لہما مرض الحسن والحسین رضی اللہ عنہما نذر و اصوم ثلثۃ ایام فاسقرض علی رضی اللہ عنہ عن یہودی ثلاثۃ اصوع من الشعیر فطحنت فاطمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کل یوم صاعا وخبزت ثلاثہ عشایا علی انفسہم مسکیناً ویتیماً واسیرا ولم یذوقوا الا الماء فی وقت الفطار۔

(تفسیر مدارک ج ۲ ص ۲۱۸) (تفسیر نیشاپوری مع ابن جریر ج ۲۹ ص ۱۱۲)

(تفسیر مہائی ج ۱ ص ۳۷۹) (تفسیر کشاف ج ۴ ص ۲۳۲)

(تفسیر در منثور ج ۶ ص ۲۹۹) (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۷۴)

اعتراض

اس واقعہ پر بعض لوگوں نے جو اعتراض کیا ہے وہ صرف یہ ہے کہ چونکہ سورۃ الدہر شریف مکی ہے اور یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے اس لئے یہ آیات خاندانِ اہلِ بیت کی شان میں نازل ہونا قرینِ قیاس نہیں بلکہ واضح طور پر خلاف واقعہ ہے۔

جواب

اس انتہائی معمولی سے اعتراض کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اصولِ تفسیر کی کتب کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ بعض مکی سورتوں میں مدنی آیات بھی موجود ہیں اور ایسے ہی مدینہ منورہ میں نازل ہونے والی بعض سورتوں میں مکی آیات موجود ہیں جیسا کہ سورۃ توبہ شریف پوری کی پوری مدنی ہے لیکن اس کی آخری دو آیات مکی ہیں یہی نہیں بلکہ اس قسم کی بیسویں مثالیں کتبِ تفاسیر میں موجود ہیں جن سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

دوسری خاص بات یہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں مسکین اور یتیم کے ساتھ اسیر کا بھی ذکر آیا ہے۔ جب کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی زندگی میں اسیر کا تصور ہی موجود نہیں چنانچہ مفسرین کرام نے بالوضاحت لکھا ہے کہ یہ اسیر مشرکین میں سے تھا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں کسی مسلمان کو قیدی بنایا ہی نہیں جاتا تھا۔

اب جبکہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ طیبہ کی حیاتِ طیبہ میں بھی کسی مسلمان کے قیدی ہونے کا تصور موجود نہیں تو مکۂ معظمہ میں کسی مسلمان کے اسیر ہونے کا گمان کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ مفسرین قیدی کو مشرکین میں سے بتاتے ہیں جبکہ مکہ معظمہ میں مسلمانوں میں بظاہر وہ قوت ہی موجود نہ تھی، جس کے بل بوتے پر کسی کافر و مشرک کو قیدی بنا سکتے۔

مکّی بھی اور مدنی بھی

چنانچہ تفسیر دُرِ منثور میں خاتم حفاظِ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ بالا دونوں اقسام کی روایات اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

اوّل !

نحاس سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۃ الانسان

(الدھر) مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور ابن مردویہ، ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت بیان کرتے ہیں فرمایا کہ سورۃ ھل اتی علی الانسان مکہ معظمہ میں نازل ہوئی۔ متن ہے،

اخرج النحاس عن ابن عباس قال نزلت سورة الانسان بمكة واخرج ابن مردويه عن ابن الزبير قال أنزلت بمكة سورة هل اتى على الانسان۔

(تفسیر دُرِ منثور جلد ششم ص ۲۹۷)

دوم:

ابن غریس وابن مردویہ اور بیہقی حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ سورۃ الانسان مدینہ منورہ (زاداللہ شرفہا) میں نازل ہوئی ہے متن ہے۔

واخرج ابن الغريس و ابن مردويه والبهيقى عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنه' قال نزلت سورة الانسان با لمدينة

(تفسیر دُرِ منثور جلد ششم ۲۹۷)

اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار آثار و اقوال اور اصول و شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں مگر خواہ مخواہ طوالت سے گریز کرتے ہوئے اس بحث کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔ البتہ اگر کبھی ضرورت محسوس ہوئی تو تیسری جلد میں مزید حوالے بھی پیش کروئے جائیں گے۔

مسکین کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیّدہ سے خِطاب

اگرچہ تفاسیر واحادیث اور تواریخ وسیر کی متعدد کتابوں کے حوالہ جات اس ضمن میں پیش کئے جا چکے ہیں تاہم مسکین، یتیم، اور قیدی کو کھانا کھلانے کا واقعہ خود جناب حیدرِ کرار علیہ السلام نے اپنے اشعار میں بھی قلمبند کیا ہے جسے قارئین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جا رہا ہے جب مسکین نے آپ کے دروازہ پر روٹی کا سوال کیا تو آپ نے سیدۃ نساء العالمین سلام اللہ علیہا سے فرمایا!

اے بزرگی کی مالک اور یقین کرنے والی فاطمہؑ اور اے تمام لوگوں سے بہتر باپ کی بیٹی آپ نے ملاحظہ نہیں فرمایا کہ آپ کے دروازہ پر ایک مسکین فریاد کر رہا ہے۔

اور وہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دعا کر رہا ہے اور نہایت غمزدہ ہو کر ہم سے بھوک کی شکا کرتا

ہر شخص اپنے کئے ہوئے کام کا ذمہ دار ہے اور نیکی کرنے والا وہی ہے جو قرض دیتا ہے۔

فاطمة ذات الجد واليقين
يا بنت خيرالناس اجمعين
اما ترين ألبآئس المسكين
قد قام بالباب له حنين
يدعوا الى الله ويستكين
يشكوا الينا جائع حزين
كُلّ اِمرءٍ بكبه رهين
وفاعل الخيرات من يدين

(دیوان علی علیہ السلام ص ۱۸۵)

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب میں عرض فرمایا،
اے ابنِ عم! میں نے آپ کا حکم سنا بھی اور تسلیم بھی کیا میں ابھی اسے کھانا کھلاتی ہوں اور مجھے بھوکے رہنے کی ہرگز کوئی پرواہ نہیں۔

امرک سمع یاابن عم وطاعة
اطعمه ولا أبالى الساعة

(دیوان علی علیہ السلام صفحہ ۱۸۵)

یتیم کو کھانا کھلانے کے لئے سیّدہ سے خِطاب

اے سرورِ کونین اور بزرگ و کریم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا خُدا آج اس یتیم کو آپ کے دروازے پر لایا ہے تو جو شخص اس پر رحم فرمائے گا وہ رحیم و مہربان ہوگا۔ اور اس کے لئے اس جنت نعیم کا وعدہ ہے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے کمینوں پر حرام کر رکھا ہے۔

فاطمة بنت سيّد الكريم
بنت نبى ليس بالزنيم
قد جاء نا لله بذاليتيم
من يرحم اليوم فهورحيم

موعدہ فی جنة النعیم
حرمہا اللہ علی اللئیم

جنابِ سیّدہؑ کا جواب

اے میرے سرتاج میں اس یتیم کو کھانا ضرور عطا کروں گی۔ اور اپنی بھوک کی ہرگز پرواہ نہ کروں گی اور اپنے بچوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم کو ترجیح دوں گی۔ میرے ان بچوں نے بھوکے رہ کر صبح سے شام کی ہے اور اُن میں سے میرا چھوٹا بچہ اچانک شہید کر دیا جائے گا۔ اور اس کے قاتل پر تباہی اور وبال آئے گا۔

انی اعطیه ولا اُبالی
واوثر اللّٰه علی عیالی
وامسوا جیاعاً وهم شبالی
اصغر هم یقتل باغتیالی
للقاتل الویل مع الوبال

(دیوانِ علی السلام ص ۱۶۳)

قیدی کو کھانا کھلانے کے لئے جناب سیّدہؑ کو فرمایا !

یا فاطمہ بنتِ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اے اس رسول اکرم کی صاحبزادی جو دونوں جہان کی سردار ہیں،

اس (اسیر کو) اللہ تبارک وتعالیٰ نے نازک گردن سے مزین کر کے نبی مُہتدیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قیدی بنایا ہے۔

یہ زنجیر میں بندھا ہوا اور طوق میں مقید ہو کر ہمارے پاس حد سے بڑھی ہوئی بھوک کی شکایت لے کر حاضر ہوا ہے۔

آج جو کچھ بھی اس کو کوئی کھلائے گا، خُداوندِ اعلیٰ وبالا اور واحد یکتا کے پاس اس کا صلہ پائے گا۔
زراعت پیشہ نے جو بویا ہے وہی کاٹے گا۔ لہٰذا آپ بغیر کسی قسم کا احساس جتائے اسکو کھانا کھلائیں حتیٰ کہ اس کا وہ بدلہ عطا فرمایا جائے جس کے لئے نہ زوال ہے نہ فنا۔

فاطمه یا بنت النبی احمد
بنت نبي

قد زنه الله بجبيرا غيدا
هذا اسير للنبی المهتدی
مُکبلٌ فی غلةٍ متید
یشکوا الینآ الجوع قد تمددا
من یطعم الیوم یجده فی غدٍ
عند العلی الواحد الموحد ا
مازرع الزارع سوف یحصد
فاطعمی من غیر من انکداء
حتیٰ تجازی بالذی لا ینقد

جنابِ سیّدہ کا جواب

جناب سیدہ سلام اللہ علیہا نے جواب دیا اے سرتاج! جو کچھ آپ لائے تھے ان میں سوائے اس ایک صاع جَو کے کچھ بھی باقی نہیں بچا اور میرا ہاتھ بھی پیانہ کے ساتھ جاتا رہا یعنی تھک گیا ہے۔

خُدا کی قسم میرے بچے بھوکے ہیں اور ان کا باپؑ نیکی اور خیرات کرنے والا ہے اور طرح طرح سے نیکی کرتا ہے۔

لم یبق مما جئت غیر صاعٍ
قد ذهبت کفی مع الذراع
ابنای واللہ من الجیاع
ابوهما للخیر ذو اصطناع
یصطنع المعروف باعتراع

(دیوان علی کرم اللہ وجہہ الکریم ص ۵۹)

فصل دوم

محبت حیدر کرار محبوبِ مومنین

تاجدارِ ہل اتیٰ امیر المومنین سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مُحبت رکھنا مومن ہونے کی سب سے بڑی نشانی ہے۔

محبت حیدر کرار علیہ السلام ایک ایسا معیار ہے جس کے پیشِ نظر ہر شخص آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ ایماندار ہے یا نہیں قارئین حیران ہونگے کہ یہی ایک بات بار بار کیوں کرتے ہیں جبکہ کسی ایک بات کو ایک ہی بار کہہ دینا کافی ہوتا تو اس کے جواب میں ہم آپکو یقین دلاتے ہیں کہ اس تکرار کی ذمہ داری ہم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی بلکہ خُداوند قدوس جل وعلیٰ اور جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والثناء نے مُحبتِ حیدر کرار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے بار بار اس امر کا تذکرہ فرمایا ہے اور اگر وہ تمام فرامین خُدا اور سول جو مُحبتِ علی کے بارے میں وارد ہیں ایک جگہ جمع کردئے جائیں تو سینکڑوں صفحات پر مشتمل ایک علیحدہ کتاب معرضِ وجود میں آسکتی ہے اس لئے بغیر تحیر کی وادیوں میں گُم ہونے کے بعد آپ یوں سمجھ لیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید فرقانِ حمید میں نماز پڑھنے کے لئے مسلسل سات سو بار اپنے ایک ہی حکم کا اعادہ کیا ہے۔

حالانکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کسی ایک بات کو ایک ہی مرتبہ ارشاد فرما دینا بہر صورت کافی ہے مگر اس بار بار کی تاکید میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کا حال بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ خالقِ حقیقی اور قادرِ مطلق کے علم ازلی میں یہ بات موجود تھی کہ لوگ اسلام قبول کرنے کے بعد نمازوں سے جی چرائیں گے۔

اور ان کا یہ تساہل ان کے لئے مصائب اور تباہیوں کا پیش خیمہ ہوگا اس لئے بار بار ایک ہی امر کا اعادہ کر کے واضح کردیا گیا کہ انسان اپنی فطرت کے مطابق بار بار یاد دلانے پر ہی راہِ راست پر آسکے تو یہ غیر ممکن نہیں بلاتشبیہ یہی حال جناب علی علیہ السلام کی مُحبت کا ہے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم ایزدی اہلِ اسلام کو بار بار متنبہ کیا کہ علی سے محبت رکھنا ہی مومن کی دلیل ہے۔ چونکہ امام الانبیاء رسول غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھی طرح جانتے تھے کہ کچھ لوگ اسلام قبول کر لینے کے باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت سے تہی دامن ہوں گے۔

ان کے دلوں پر بُغض ونفاق کی تہیں جم جائیں گی۔ اس لئے بار بار اس امر کا اعادہ کیا گیا تا کہ جو لوگ ازلی شقاوت سے بچے ہوئے ہیں وہ راہِ راست پر آجائیں اور منافق ہونے سے بچ جائیں،

ہم آئندہ اوراق میں اس کے متعلق مزید وضاحت بھی پیش کریں گے۔ فی الحال آپ قرآن مجید کی ایک ایسی آیت ملاحظہ فرمائیں جس میں جناب حیدرِ کرار شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کی مُحبت کو مومنوں کے دلوں میں اُتار دینے کی ذمہ داری خود خالقِ کائنات جل مجدہٗ الکریم نے قبول کی ہے۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

(سورۃ مریم آیت ۹۶)

ترجمہ: بیشک جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام بھی کئے تو خُدائے رحمن اُن کے لئے محبت پیدا کردے گا۔

مفسرین ومحدثین کرام نے لکھا ہے کہ آیتِ مذکور تاجدارِ ہل اتیٰ مرتضیٰ، مشکل کشا، شیرِ خُدا، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں نازل ہوئی ہے کیونکہ وہ خُداوند قدوس جل وعلا کی طرف سے لوگوں کے محبوب کئے گئے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ زیرِ آیت رقمطراز ہیں۔

تفسیر دُرِ منثور

ابن مردویہ اور دیلمی اپنی اپنی کتاب میں حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ارشاد فرمایا یا علی! اللہ تعالیٰ کے حضور میں یہ دُعا کرو الٰہی مجھے اپنا وعدہ کیا گیا بنا اور مجھے اپنا محبوب بنا، اور مومنین کے دلوں میں میری محبت جاگزین فرما، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

فرمایا کہ یہ آیت مولا علی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

واخرج ابن مردویه والدیلمی عن البراء قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لعلی قل اللّٰهم اجعل لی عند ک عهدا واجعل لی عند ک ودا واجعل لی فی صدور المومنین مودة۔

فانزل الله اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجۡعَلُ لَہُمُ الرَّحۡمٰنُ وُدًّا۔ قال فنزلت علی۔

(درمنثور جلد چہارم صفحہ ۲۸۷)

تفسیر کی اِسی کتاب میں دوسری روایت اس طرح ہے: طبرانی اور ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ یہ آیت حضرت علی کی شان میں نازل

ہوئی ہے فرمایا کہ مومنوں کے دلوں میں علی کی محبت ہے۔

واخرج الطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباس قال فنزلت فی علی ابن ابی طالب ان الذین آمنوا . الی آخر الآیۃ قال محبۃ فی قلوب المومنین ۔

(درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۸۷)

تیسری روایت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ حکیم ترمذی اور ابن مردویہ نے اپنی کتابوں میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے فرمان سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۔ کا مطلب کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ محبت جو مومنین اور ملائکۃ المقربین کے دلوں میں ہے اور پھر فرمایا، یاعلی اللہ تعالیٰ مومن کو تین چیزیں عطا فرماتا ہے۔ منت ومحبت اور حلاوت وہیبت صالحین کے سینوں میں ہے۔

واخرج الحکیم الترمذی وابن مردویہ عن علی قال سئالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عن قولہ " سیجعل لھم الرحمن ودا ما ھو ؟ قال المحبۃ فی قلوب المومنین والملائکۃ المقربین یاعلی ان اللہ اعطی المومن ثلاثہ المنۃ والمحبۃ والحلاوۃ والھابۃ فی صدور المومنین ۔

(درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۸۷)

انوار محمدیہ من مواھب اللدنیہ

ریاض النضرہ فی مناقب العشرۃ

سیرت کی مشہور کتاب مواہب اللدنیہ میں علامہ نبھانیؒ اور مناقب کی عظیم کتاب ریاض النضرہ میں محب طبریؒ رقمطراز ہیں کہ نقاشؒ نے ذکر کیا ہے کہ،

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

حضرت علی کی شان میں نازل ہوئی ہے اور حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے کوئی ایسا مومن نہیں دیکھا جو علی علیہ السلام اور اہلِ بیت کرامؓ سے محبت نہ کرتا ہو۔

(گویا جس کے دل میں سیدنا حیدر کرار کی محبت نہیں وہ مومنین کے زمرہ سے ہی خارج ہے)

وقد ذکر النقاش اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔) نزلت فی علیٍ وقال محمد بن الحنفیه لا تجد مومناً الا وھو یحب علیاً والبیة۔

(انوار محمد من مواھب اللدنیہ مطبوعہ مصر صفحہ ۴۳۶

ریاض النضرہ کی عبارت میں ہے۔کوئی مومن باقی نہیں مگر اس کے دل میں علی اور اہلِ بیت کی محبت ہے۔

لایبقی مومن الا وفی قلبه ودلعلی واهل بیته

(الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ جلد دوم صفحہ ۲۸۷ للمحب طبری مطبوعہ مصر

تفسیرِ کشاف

زیرِ آیت علامہ زمخشری اپنی مشہور کتاب تفسیر کشاف میں لکھتے ہیں: مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو فرمایا: یا علی کہئیے یا اللہ تو میرے لئے وعدہ فرما اور مومنوں کے سینوں میں میری مودت قائم فرما۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی،

کہ بیشک جو ایمان لائے اور نیک عمل بھی کئے تو رحمن (لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت پیدا کردے گا)

وروی ان النبی صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال لعلی رضی اللّٰه عنه یاعلی ! قل اللهم اجعل لی عند عهد واجعل لی فی صدور المومنین مودة فانزل اللّٰه هذه الآیة۔

(تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جلد سوم صفحہ ۱۸ للعلامۃ الزمخشری)

الصواعق المحرقہ

طبرانی حسن سند کے ساتھ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے محبت رکھی اُس نے مجھ سے محبت رکھی) اور جس نے مجھے محبوب بنایا اُس نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا اور جس نے علی سے بُغض رکھا اُس نے مجھ سے عناد رکھا اور جس نے مجھ سے عناد رکھا اُس نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے بُغض رکھا۔

اخرج الطبرانی بسند حسن عن ام سلمة عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم قال من احب علیاً فقد احبنی

ومن احبنی فقد احب اللّٰہ ومن البغض علیاً فقد البغضنی
ومن البغضنی فقد ابغض اللّٰہ۔

(الصواعق المحرقہ صفحہ ۱۲۳)

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ جناب شیرِ خُدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابِ محبت کا یہ مختصر ترین حصہ ہے جسے ہم نے یہاں ضرورتاً نقل کیا ہے ورنہ یہ تو ایک ایسا بحرِ بیکنار ہے جسے ایک پوری جلد میں بھی نہیں سمویا جا سکتا۔

اس مقام پر چند اوراق پیش کرنے کی غایت یہ ہے کہ جو لوگ محض چند عقائد میں مقید ہو کر محبانِ علی ہونے کے دعوے دار ہیں وہ حضرت علی علیہ السلام سے ہی پوچھ لیں کہ اُن کا شیعہ اور اُن کا حبدار کون ہے چنانچہ اس سلسلہ میں ایک ثقہ روایت پیشِ خدمت ہے۔

محبتِ علی کا جھوٹا دعویدار

اصبغ بن نباتہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں جناب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھا، اسی اثناء میں ایک شخص بارگاہِ مُرتضویؑ میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ اے امیر المومنین! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہوں۔

مولائے کائنات تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خُدا امیر المومنین، امام المتقین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اُس کا یہ زبانی دعویٰ سنا تو ارشاد فرمایا۔

اے مجھ سے دعویٰء محبت کرنے والے سن! مجھے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہزار نصیحت کی تعلیم ارشاد فرمائی ہے جن میں سے ہر ایک حدیث کا ایک ایک ہزار باب ہے۔

تمام لوگوں کی عالمِ ارواح میں ایک دوسرے سے باہم ملاقات ہوئی تھی جس شخص کو وہاں کسی دوسرے کا تعارف حاصل ہو گیا وہ اس جہان میں بھی اس کے ساتھ خاص طور پر مانوس ہے اور ان میں اپنائیت اور یگانگت پائی جاتی ہے، اور جس شخص نے عالمِ ارواح میں کسی دوسرے کا انکار کیا اور اس کے لئے اپنے دل میں مغائرت کا جذبہ محسوس کیا تو وہ یقینی طور پر اس دنیا میں بھی اس سے اختلاف رکھتا ہے اور ذہنی طور پر اُس کا منکر ہے۔

خُدا کی قسم! تم میرے ساتھ دعویٰ محبت میں ہرگز مخلص نہیں ہو بلکہ واضح طور پر کذب سرائی اور افتراء سے کام لے رہے ہو، اور میں دیکھ رہا ہوں کے تمہارا چہرہ مجھ سے محبت کرنے والوں کے چہروں جیسا نہیں ہے اور نہ ہی تمہارا نام میرے محبین کی فہرست میں شامل نہیں ہے۔

محبتِ علی کا سچا دعویدار

جناب شیرِ خدا مرتضیٰ مشکل کشا علیہ السلام نے ابھی اپنی گفتگو ختم فرمائی کہ ایک اور شخص آپ کی بارگاہِ بیکس پناہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا امیر المومنین علیہ السلام میں اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم کی خاطر آپ کو اپنا دوست رکھتا ہوں۔

حضور مولائے کائنات علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یقیناً تم اپنے دعویٰ محبت میں سچے ہو، پھر فرمایا کہ ہماری طینت اور ہمارے حبداروں کی طینت خُداوندِ قدوس کے علمِ مقدس میں خزانہ کی صورت میں موجود ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشتِ انور میں اس سے وعدہ لیا گیا تھا کہ نہ تو اِس طینت کے لوگ ایک دوسرے کو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ ہی اس سے الگ طینت کے لوگ اِن میں داخل ہو سکتے ہیں۔

اے میرے محب! تو اپنے لئے فقر کی ردا تیار کر لے کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ،

خُدا کی قسم ! فقر ہمارے دوستوں کی طرف ڈھلوان کی طرف دوڑنے والے سیلاب سے بھی زیادہ قوت اور تیزی سے دوڑے گا۔

(ماخوذ از ینابیع المودۃ جلد اوّل ص ۴۷)

شیعانِ علی کون ہیں

عصرِ حاضر میں چند وضعی عقائد کی بناء فرقہ خود کو شیعانِ علی متصور کئے ہوئے ہے اس لئے خاص طور پر مندرجہ ذیل فرامین حیدر کرار علیہ السلام لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتے ہیں کاش یہ فرقہ اپنے افعال وکردار کا موازنہ ان لوگوں کے ساتھ کرتا جن کو جناب شیر خدا علیہ السلام نے اپنے حبدار ہونے کی سند عطا فرما رکھی ہے۔

اس حقیقت سے شاید ہی کوئی شوریدہ سر ہی انکار کرے کہ "شیعان علی" کی اصطلاح جنگِ صفین کے موقع پر ہی ظہور پذیر ہوئی تھی، اگرچہ بعض لوگ بزعم خویش اِس اصطلاح کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے وقت سے ہی فرض کئے ہوئے ہیں، مگر اِس مفروضہ کو نہ تو تاریخی شواہد کی روشنی میں ہی ثابت کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کے لئے کوئی نصِ قطعی پیش کی جا سکتی ہے۔

ہاں! اگر اس لفظ کے حقیقی معنی ومطالب کو سامنے رکھا جائے تو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو اپنا دوست، اپنا مولا اور اپنا ولی سمجھتے تھے، چونکہ درج ذیل مضمون اس قسم کی مباحث کا متحمل نہیں ہے لہٰذا جناب شیرِ خُدا حضرت علی علیہ السلام کا قائم کردہ وہ معیار ہدیہء قارئین جو آپ

نے اپنے شیعوں یعنی دوستوں اور حُب داروں کے لئے قائم فرمایا ہے۔

مولا علی سے پُوچھ لیتے ہیں

ایک جماعت کا گذر حضرت علی علیہ السلام کے پاس سے ہوا تو وہ لوگ جلدی سے آپ کی طرف ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ کس قوم سے تعلق رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا یا امیر المومنین ہم لوگ آپ کے شیعہ ہیں۔

آپ نے فرمایا بہت خوب! پھر اس کے بعد اُن کو مخاطب کر کے فرمایا۔

میں تم میں اپنے شیعوں کی کوئی علامت نہیں دیکھتا اور نہ ہی اپنے دوستوں کے لباس میں تمہیں ملبوس دیکھتا ہوں۔

آپ کا یہ ارشاد سُنا تو وہ لوگ مارے شرم کے جواب دینے سے رُک گئے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ ایک شخص موجود تھا نے آپ کی خدمت میں عرض کیا، میں آپ سے اُس ذات کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس نے آپ اہلِ بیت کو مکرم بنایا اور آپ کو مخصوص کیا اور آپ کو نوازا ہمیں اپنے شیعوں (دوستوں) کی علامات سے آگاہ فرمایئے۔

جناب شیرِ خُدا، تاجدارِ ہل اتی، مولائے کائنات، غالب علیٰ کل غالب حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا، ہمارے شیعہ یعنی دوست (۱) عارف باللہ ہوتے ہیں۔

(۲) اللہ تبارک وتعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے ہیں۔

(۳) فضائل کے مالک ہوتے ہیں اور ٹھیک بات کہتے ہیں۔

(۴) اُن کی خوراک قوت لایموت ہوتی ہے یعنی خوردن برائے زیستن۔

(۵) اُن کا لباس چھوٹا موٹا ہوتا ہے۔

(۶) اُن کا چلنا تواضع ہوتا ہے۔

(۷) اللہ تبارک وتعالیٰ کی اطاعت کرتے وقت اُس سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(۸) اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرتے وقت خشوع وخضوع ظاہر کرتے ہیں۔

(۹) چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو دیکھنے کی بجائے نگاہیں نیچی کر کے چلتے ہیں۔

(۱۰) اپنے کان اپنے رب کے علم پر لگائے رہتے ہیں۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جاتے ہیں۔

(۱۲) اگر اللہ تعالیٰ نے اُن کی زندگیاں مقررہ وقت تک متعین نہ کی ہوتیں تو اُن کی روحیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ملاقات اور ثواب کے شوق کے جسموں میں قرار نہ پکڑتیں۔

(۱۳) دردناک عذاب کے خوف کی وجہ سے اپنے پیدا کرنے والے کو اپنے دلوں میں بڑا سمجھتے ہیں اور اس کے سوا ہر چیز کو چھوٹا تصور کرتے ہیں۔

(۱۴) جنت اُن کے نزدیک ایسی ہے گویا انہوں نے جنت کو دیکھا ہوا ہے۔

(۱۵) دوزخ اُن کے نزدیک ایسے ہے گویا اُنہوں نے اسے دیکھا ہوا ہے اور اس میں انہیں عذاب دیا گیا ہے۔

(۱۶) انہوں نے تھوڑے دنوں تک صبر کیا ہے۔ مگر ان کا انجام کار بہت لمبی راحت ہے۔

(۱۷) دُنیا نے اُن کو چاہا مگر اُنہوں نے دُنیا کو نہ چاہا۔

(۱۸) دُنیا نے اُن کو طلب کیا لیکن وہ دُنیا کے قابو سے باہر رہے۔

(۱۹) میرے دوست رات کے وقت صفیں باندھ کر اپنے قدموں پر قائم رہتے ہیں۔

(۲۰) ترتیل کے ساتھ اجزائے قرآن کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور اُس کی مثالوں کی اپنے دِلوں میں عزت کرتے ہیں۔

(۲۱) کبھی اس کی دوا سے اپنے دکھوں کا علاج کرتے ہیں۔

(۲۲) کبھی اپنے چہروں، ہتھیلیوں، گھٹنوں، اور اپنے قدموں کو زمین پر بچھاتے ہیں۔

(۲۳) اُن کے آنسو اُن کے رُخساروں پر بہتے ہیں۔

(۲۴) جبارِ عظیم کی بزرگی بیان کرتے ہیں۔

(۲۵) اپنی گردنوں کو چھڑانے کے لئے اُس سے التجاء کرتے ہیں یہ ان کی رات ہے اور یہ ان کا دن ہے۔

(۲۶) یہ لوگ علماء دانا، نیک اور پرہیز گار ہیں۔

(۲۷) پاکیزہ اعمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتے ہیں تھوڑے اعمال کے ساتھ راضی نہیں ہوتے اور بڑے اعمال کو بہت زیادہ خیال نہیں کرتے۔

(۲۸) وہ اپنے نفسوں کو اتہام لگاتے ہیں۔ اور اپنے اعمال سے ڈرتے رہتے ہیں۔

(۲۹) ہمارا دوست دین کے بارے میں قوی اور نرمی میں احتیاط والا ہوتا ہے۔

(۳۰) ہمارا دوست ایمان میں یقین والا، علم میں حریص۔ فقہ میں فہم والا اور صبر میں علم والا ہوتا ہے

(۳۱) ہمارا دوست ارادہ میں غنی، تنگ دستی میں صاحب تحمل، تکلیف میں صابر اور عبادت کے وقت تواضع والا ہوتا ہے۔

(۳۲) ہمارا شیعہ! لوگوں پر رحم کرنے والا، لوگوں کا حق دینے والا، کمانے میں نرمی برتنے والا اور حلال چیز کا طالب ہوتا ہے۔

(۳۳) ہمارا شیعہ ہدیہ دینے میں خوش ہونے والا، خواہش (نفسانی) سے رکنے والا ہوتا ہے۔

(۳۴) ان لوگوں کا کام اللہ کا ذکر ہے، ان کا فکر اللہ کا شکر ادا کرنا ہے۔

(۳۵) وہ رات اس حالت میں بسر کرتا ہے کہ غفلت کی اونگھ سے ڈرتا رہتا ہے۔

(۳۶) جو کچھ اللہ کا فضل اور رحمت حاصل ہو جاتی ہے، اس کی وجہ سے صبح خوشی کی حالت میں بسر کرتا ہے۔

(۳۷) رحمتِ خداوندی سے جو چیز باقی رہ جائے اُس کی رغبت رکھتا ہے۔

(۳۸) جو چیز فنا ہو جائے اُس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے۔

(۳۹) اُس نے علم کو عمل سے ملا دینا ہے۔ اور علم کو دائمی بردباری سے مقرون کر رکھا ہے۔

(۴۰) اُس کی خوشی دور ہے اور اسکی سستی قریب ہے۔

(۴۱) اُس کی آرزو تھوڑی ہے اور وہ منکسر المزاج زاہد ہے۔

(۴۲) اُسکا دل اللہ تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا ہے۔

(۴۳) اُس کا رب اس کو بری باتوں سے منع کرتا یعنی بچائے رکھتا۔

(۴۴) اُس کا نفس بچنے والا اور اس کا دین غصہ پی جانے والا ہے۔

(۴۵) اُس کا غصہ اس سے امن میں ہے۔

(۴۶) اُس کا ہمسایہ اُس سے آرام میں ہے۔

(۴۷) اُس کا حکم منقود ہے اور اُسکا صبر بہت زیادہ ہے۔

(۴۸) نیکی کا کوئی کام ریاکاری کی وجہ سے نہیں کرتا اور نہ ہی اسے حیا کی وجہ سے چھوڑتا ہے۔

ت سُن کر جان دے دی

اور پھر فرمایا ان صفات کے حامل لوگ ہمارے شیعہ اور ہمارے دوست ہیں اور ہم لوگوں میں سے ہیں۔ اور ہمارے ساتھ ہونگے۔ ان کے ملنے کا ہمیں کتنا شوق ہے۔ آپ کے یہ ارشادات آپ کے ایک ساتھی نے سُنے تو چیخ بلند کی اور غش کھا کر گر پڑا جب اُسے ہلایا گیا تو وہ دُنیا چھوڑ چکا تھا اُس شخص کا نام ہمام بن عباد بن خشیم تھا اور یہ عبادت گذار لوگوں میں سے تھا اُس کو غسل دیا گیا تو جناب امیر المومنین علی علیہ السلام نے اُن لوگوں کے ساتھ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھی۔

وست کی یہ صفات

امیر المومنین، امام المتقین، تاجدارِ ہل اتیٰ، مرتضیٰ شیرِ خدا، مشکل کشا اسد اللہ غالب جناب علی ابنِ

ابی طالب علیہما السلام نے اپنے محبداروں کی جو مندرجہ بالا نشانیاں ارشاد فرمائیں ہیں ان کے پیش نظر محبت علی کا دعویٰ کرنے والا ہر شخص نہایت آسانی سے اندازہ لگا سکتا ہے کہ وہ اپنے مولا کے قائم فرمودہ معیار میں کہاں تک پورا اُتر سکتا ہے۔

زیب عنوان روایت امام ابن حجر مکی ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کی لاجواب کتاب الصواعق المحرقہ میں بھی ہے اور دیگر کُتب معتبرہ میں بھی موجود ہے جسے متن سمیت کسی دوسرے مقام پر متعدد تشریحات کے ساتھ بیان کیا جائے گا تاہم متذکرہ بالا ترجمہ شدہ اردو عبارت ہم نے دانستہ طور پر ایک ترجمہ نگار شیعی عالم ملک محمد شریف کی ترجمہ شدہ کتاب ینابیع المودۃ شریف کے باب نمبر ے سے پیش کی ہے۔ اُمید ہے کہ شیعانِ علی کہلانے والے حضرات اس عبارت پر ہمدردی سے غور فرما کر مخلصانہ تجزیہ فرمائیں گے اور کوشش کریں گے کہ حق و انصاف کے قریب تر آیا جا سکے۔

مولائے کائنات حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دوستوں کو جو نشانیاں بیان کی ہیں اُنہیں تلاش کریں ہمیں یقین ہے کہ وہ آپ کو قطب الواصلین داتا گنج بخش علی ہجویری غوث العالمین سیدنا عبدالقادر جیلانی، خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور فردِ فرید حضرت بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے طائفہ میں کامل طور پر نظر آ جائیں گی۔

باب ششم

نماز میں خیرات

آیتِ کریمہ

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

تمہارے ولی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں

تفسیر

روی انها نزلت فی علی کرم اللّٰہ وجهه الکریم حسین سئاله سائل وهو فی الصلوٰة فنزع خاتمه واعطاه له۔

(صاوی علی الجلالین ۲۵۳۔۱)

یہ آیت

یہ آیتِ کریمہ قرون اولیٰ میں متنازعہ فیہ نہ بھی رہی تو کم از کم سات آٹھ صدیوں سے دو متحارب گروہوں کے لئے شدید دلچسپی کا باعث رہی ہے

حالانکہ ان دونوں گروہوں کے مابین مفسرین و محدثین کا ایک ایسا غیر متعصب گروہ بھی موجود ہے جس نے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی صاف طور پر علیحدہ علیحدہ کر رکھا ہے۔ اور یہ گروہ قرونِ اُولیٰ بھی موجود تھا اور اب بھی ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ متذکرہ بالا ہر دو گروہ کسی بھی صورت میں ان کی حقیقت پسندانہ تحقیق سے مستفید ہونے کو پسند نہیں کرتے، یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے ضمن میں اب تک ہزاروں صفحات سیاہ کئے جا چکے ہیں اور کئے جا رہے ہیں لیکن معاملہ بجائے سلجھنے کے مزید پیچ و خم کا شکار ہو رہا ہے۔

ہماری دلی خواہش تو یہ ہے کہ یہ معاملہ کسی طرح سلجھ جائے لیکن اس اُمر کا امکان بہت کم ہے کیونکہ جو لوگ جدل و مناظرہ کے ذریعے گروہ بندی کو قائم رکھنے میں ہی اپنی عافیت سمجھتے ہیں ہماری گذارشات سے نہ تو خود خاطر خواہ فائدہ حاصل کر سکیں گے اور نہ ہی دوسروں کو کرنے دیں گے۔ البتہ اس بات کو خارج از

امکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ وہ لوگ جو حقیقت پسندانہ طرزِ عمل کو اپنانا ہی نجاتِ اخروی کا باعث خیال کرتے ہیں ہماری بے لاگ اور کھری کھری باتوں سے یقینی طور مُستفید ہو سکیں گے۔

اِسی امکان کے پیشِ نظر ہم اس آیتِ مقدسہ کے متعلق ہر دو متحارب اور متصادم گروہوں کے ذہنی تصورات کا وسیع تر جائزہ پیشِ خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ اُن لوگوں کی تحریریں بھی ہدیۂ قارئین کریں گے جن کا مقصد محض اور محض پوری دیانت داری کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرامین لوگوں تک پہنچا دینا ہے۔ اور وہ ان فرامین مُقدسہ ماتی طور پر کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتے۔

ان تمہیدی کلمات کے بعد اب ہم جانبین کے دلائل کا خلاصہ پیشِ خدمت کرتے ہیں۔ اور پھر جانبین کی مختلف تحریریں جن میں بعض کافی طویل بھی ہیں ہدیۂ ناظرین کرنے کے بعد پوری دیانت داری کے ساتھ اصل حقائق سامنے لانے کی کوشش کریں گے، ممکن ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے ہماری اس سعی وکاوش بعض حقیقت پسند حضرات کے لئے مشعلِ راہ بنا کر ہمارے لئے بھی نجاتِ اُخروی کا باعث بنائے۔

پہلے آپ اس آیتِ کریمہ کا ظاہری مفہوم اپنے ذہن میں اچھی طرح محفوظ فرما لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ۔

بے شک تمہارے ولی بس اللہ اور اس کا رسول اور مومنین میں وہ مومنین جو نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ رکوع کرتے ہیں۔

تین راستے

ایک گروہ کا خیال ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں مومنوں کے ولی سے مراد "اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں،، اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے یہاں تو یہ بتانا ہے کہ اس گروہ کا تصور یہ ہے کہ چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد بالتخصیص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ولی فرمایا گیا ہے، لہٰذا حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد آپ کی مسندِ خلافت پر اگر کوئی متمکن ہو سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف حضرت علی علیہ السلام ہی کی ذاتِ والا صفات ہے۔ چنانچہ یہ گروہ یہاں ولی کے معنی حاکم خلیفہ والی قسم کے لیتا ہے اور ان معنی کی رو سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت کرنا چاہتا ہے۔

دوسرے گروہ نے پورا زور اس بات پر صرف کر رکھا ہے کہ سرے سے یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے ہی نہیں، لہٰذا ولی کے معنی حاکم وغیرہ کرنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اس گروہ میں بعض افراد ایسے بھی ہیں جو اس آیتِ کریمہ تفسیر کرتے وقت بے شمار من گھڑت تاویلیں بھی پیش کرتے ہیں

جس کا تذکرہ ابھی ہوگا۔

ان دو متحارب اور متصادم گروہوں کے بین بین ایک حقیقت پسند گروہ ایسا بھی ہے جو اس آیت کریمہ کا نزول حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتا ہے، اوت ان نصوصِ حدیث کی نشاندہی کرتا ہے جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ آیت کریمہ فی الواقع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔ اور بلا شک و ریب حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے ولی ہیں۔ اور اگر یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہ بھی ہوتی تو جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیگر بے شمار فرامین ایسے موجود ہیں جن سے قطعی طور پر وضاحت ہوجاتی ہے کہ حضور مولائے کائنات تاجدار ہل اتی حیدر کرار جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد تمام مومنوں کے والی، ولی اور مولا ہیں، لیکن آپ کے ان اعزازات میں آپ کی اس خلافت بلافصل کا کوئی واضح ارشاد موجود نہیں جو مابہ نتزاع ہے۔

پہلے گروہ کے لئے ہم نہایت شرح و بسط کے ساتھ مشکل کشا کی پہلی جلد میں وضاحت کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ملنے والی خلافت کس نوعیت کی تھی۔ تاہم آئندہ اوراق میں ان کے پیش کردہ استدلال کو حقائق کی روشنی میں لانے کی مزید کوشش کی جائے گی۔ اگرچہ ہمیں یقین ہے کہ تعصب کو ہوا دینے والے حضرات ہماری گذارشات پر قطعی طور پر غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کریں گے۔ کیونکہ اپنی انا کو محض حق کی خاطر قربان کردینا ہر کس و ناکس کا کام نہیں۔

دوسرا گروہ

مقابل میں دوسرا متعصب گروہ خوارج کا ہے۔ اور اس گروہ کا واحد مقصد یہ ہے کہ ہر اس آیت اور حدیثِ رسول کو جو جناب علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے یا تو دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف منتقل کر دیا جائے یا پھر اُن روایات کو واہی اور باطل قرار دے دیا جائے جو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں آنے والی آیات و احادیث کی جانب نشاندہی کرتی ہیں۔

اس گروہ میں اگرچہ بڑے بڑے جغادری قسم کے لوگ ہو گذرے ہیں اور اب بھی اپنی تمام خبث باطنیوں سمیت پورے کروفر سے اپنے مکروہ عقائد کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں، تاہم اس گروہ کو جس قدر کثیر گمراہ باطل مواد ابنِ تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ کے ذریعے فراہم کیا ہے اس کی مثال شائد کہیں بھی موجود نہ ہو۔

ابنِ تیمیہ نے اگرچہ یہ ضخیم کتاب ایک رافضی کی چھوٹی سی کتاب کی تردید میں ترتیب دی ہے تاہم

س میں اہلِ سُنت کے مسلمہ اصول وضوابط اور افعال وعقائد کی جس طرح دھجیاں بکھیری گئیں ہیں اور صحت مند روایات کی تکذیب کی گئی ہے اُس کی نظیر نہیں ملتی۔

منقولہ بالا کتاب کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ ابنِ تیمیہ نے یہ تمام ترکاوش باطلہ اور سعی ضالہ تردید روافض کے لئے نہیں بلکہ تذلیل و تنقیض اہلِ بیتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے کرتا رہا ہے۔

مگر افسوس ہے

ابنِ تیمیہ کی یہ گمراہ کن تصنیف جب اُس وقت کے علمائے اہلسنت کے سامنے آئی تو انہوں نے حسبِ حیثیت پوری کوشش کے ساتھ اس کی تکذیب وتردید بھی کی اور عوام الناس کو اس گمراہ کن اور شرانگیز کتاب کے مطالعہ سے روکنے کے لئے بھی پوری پوری قوت صرف کردی جس کی تفصیل آیندہ اوراق میں آئے گی ،مگر افسوس اس امر کا ہے کہ بعد میں آنے والے بعض عُلمائے اہلِ سُنت روافض کے دلائل کا جواب دینے کے لئے اس رسوائے زمانہ کتاب سے استدلال کرنے لگے اور اس توازن کو برقرار نہ رکھ سکے جو اہلِ سُنت کے مسلمہ اصول وضوابط سے قائم تھا۔

اور اس سے بھی افسوسناک پہلو یہ ہے کہ بعض مقتدر علماء اہلِ سُنت نے ابنِ تیمیہ کے استدلال کو براہِ راست اپنے نام سے پیش کرنا شروع کردیا جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کیا ہوتا کہ سوادِ اعظم کے کچھ لوگ ان گمراہ کن دلائل کو اہلِ سُنت کے عقیدے کا ہی ایک جُز قرار دینے لگے۔

اگر ایسا نہ ہوتا

ابنِ تیمیہ کے پیش کردہ دلائل اگر اُس کی کتاب منہاج السنۃ کے حوالہ سے ہی پیش کئے جاتے تو یہ امر یقینی تھا کہ وہ لوگ جن پر مُصنف وتصنیف کی حقیقت پورے طور پر واضح ہے کسی بھی دلیل کو اخذ کرتے وقت یقینی طور پر احتیاط کرتے مگر جب وہی استدلال باطلہ اہلسنت وجماعت کے بڑے بڑے عُلماء کے نام سے عُلمائے متاخرین کے سامنے آیا تو اُن کا اُن سے متاثر ہوجانا بدیہی امر تھا جب کہ مقابل میں فتنہء رافضیت بھی اپنی پوری حشر سامانیوں کے ساتھ موجود ہو۔

یہ تحریریں

عُلمائے اہلِ سُنت کا ابنِ تیمیہ کی زہر آلودہ تحریروں کو بغیر اُس کا حوالہ دیئے اپنی کتابوں میں نقل کردینا ایک طرف تو عصرِ حاضر کے عُلمائے حقہ کے ٹھوس اور صحت مند عقائد کو متزلزل کردینے کا ذریعہ ثابت

ہو رہا ہے اور دوسری طرف موجودہ دور کے خوارج کو بھی مزید کھل کھیلنے کا موقع فراہم ہو گیا۔ اور یہ لوگ ان عبارتوں کو مزید کانٹ چھانٹ اور تراش خراش کے ساتھ عوام الناس کے سامنے پیش کر کے خاندانِ مصطفیٰ ست ازلی عداوت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

متذکرہ بالا جن بعض علماء نے ابن تیمیہ کے معاندانہ افکار سے متاثر ہو کر تردید وتکذیب روافض میں اپنا زورِ قلم صرف کیا ہے ان میں مشہور محدث شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا نام پیش پیش ہے۔

آپ نے رافضیوں کی مزعومہ خلافت بلافصل جو وہ حضرت علی علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے ہیں کی تردید میں اکثر اُنہی دلائل کا سہارا لیا ہے۔ جنہیں ابن تیمیہ نے اپنی کتاب منہاج السنۃ میں پیش کیا ہے اور چند دلیلیں ایسی بھی بیان فرمائی ہیں جو امام فخر الدین رازی نے معتزلہ کے جواب میں فلسفہ کے زور پر پیدا کی ہیں۔

بہر حال یہ ایک ایسی خطرناک صورتحال ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ہمیں یہ مضمون وسیع سے وسیع تر کرنا پڑے گا۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طویل ترین بحث کا معتدبہ حصہ ہدیہء قارئین کر کے اُن مقامات کی نشاندہی کرنا پڑے گی جن سے سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت جن میں صوفیاء کرام کی کثیر جماعت شامل ہے کے عقائد کی تکذیب ہونے کا واضح ترین احتمال موجود ہے۔ مگر اس طویل تر اور صبر آزما بحث کے آغاز سے پہلے ہم گروہِ اوّل کے حقیقت پسند حضرات کے سامنے خلافت بلافصل کے متعلق چند ایسے عقلی دلائل پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کی روشنی میں حقیقت کے قریب تر آیا جا سکتا ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ چند لمحوں کے لئے تعصب کا دامن چھوڑ کر اور خالی الذہن ہو کر حقائق کا تجزیہ کرنا پڑے گا۔

اور اگر ذہن پر نفرت وحقارت اور تعصب وشدائد کے تہہ بر تہہ دبیز پردے پڑے ہوئے ہوں تو پھر ہماری یہ گذارشات قطعی بے سود اور بے اثر ثابت ہوں گی۔ تاہم ہمیں اس کا موقع ملا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے والہانہ محبت رکھنے کے باوجود ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے بیزاری کا اظہار نہیں کرتے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ چند متنازعہ فیہ مسائل کا قابلِ قبول حل بھی چاہتے ہیں۔

خلافت بلافصل کیا ہے

بہر حال ہمارا کام نہایت دیانتداری اور خلوص سے ان حقائق سے قارئین کو روشناس کرانا ہے جو جانبین کی فرقہ وارانہ شدت وحدّت سے قطعی طور پر بالاتر ہوں اور عقلِ سلیم اُنہیں قبول کرنے کے لئے از خود مائل ہو۔

تاجدارِ ہل اتیٰ مولا حیدر کرار علیہ السلام کی خلافت بلافصل کے اثبات میں جو نتیجی دلائل پیش کئے جاتے ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہٗ الکریم نے قرآنِ مجید میں جناب مولا مشکل کشا شیرِ خدا علی المرتضیٰ علیہ السلام کو تمام مومنین کا ولی فرمایا ہے۔

اور ولی کے معنی حاکم ہوتے ہیں اس لئے آپ خلیفہء رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلافصل ہیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے متعدد مقامات پر جناب علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ، وصی، وارث، ولی، بھائی اور اپنی جان کہا ہے اس لئے آپ خلیفہء رسولؐ بلافصل ہیں۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے فرمایا ہے جس کا میں مولیٰ ہوں اُس کا علی مولا ہے۔ لہٰذا آپ خلیفہء رسولؐ بلافصل ہیں۔

(۴) حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اپنے بے شمار ایسے فرامین کتبِ احادیث وسیر میں موجود ہیں جن میں آپ نے اپنی خلافت کا تذکرہ فرمایا، اس لئے آپ خلیفہء رسولؐ بلافصل ہیں۔

ان تمام تر امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ہم نے مشکل کشا جلد اوّل میں جناب امیر علیہ السلام کی خلافت کے متعلق بالوضاحت بتایا تھا کہ ان تمام شواہد کی روشنی میں آپ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے روحانی خلیفہ بلافصل اور جانشینِ اوّل ہیں۔ لہٰذا اصحاب ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی خلافتِ حکومت آپ کی خلافتِ بلافصل کی ضد اور نقیض نہیں۔

بہر حال یہ بات تو ہو ہی چکی ہے اب آپ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی اُس خلافت بلافصل کے متعلق معلومات حاصل کریں جو بعض حضرات کے نزدیک غصب کر لی گئی اور اُس کا شاخسانہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نمبر ایک

حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نائبِ اوّل اور خلیفہ بلافصل ہیں۔

نمبر دو

حضرت علی علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں پر اپنے بعد حاکم مقرر فرمایا تھا لیکن آپ کی خلافت سیاست کے ذریعہ سے بزور چھین لی گئی۔

ایک سوال

دیکھنا یہ ہے کہ تاجدارِ ہل اتیٰ امیر المومنین، امام المتقین جناب علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ بلافصل تھے یا خلیفہ بلافصل

اگر یہ ذرا سی بات سمجھ میں آجائے تو تمام تر اُلجھنیں خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر آپ کا یہ گمان ہو کہ جناب شیرِ خدا نبی اکرمؐ کے خلیفہ بلا فصل تھے، مگر آپ کی خلافت غصب کر لی گئی یا بزور چھین لی گئی اور آپ کی اس بلا فصل خلافت پر مسلسل تین حضرات نے ڈاکہ زنی کرتے ہوئے آپ کو اس منصب سے محروم کر دیا تھا، تو اس تخیل سے صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں براہِ راست اپنا خلیفہ، وصی اور جانشین بنایا تھا مگر کچھ لوگوں نے سازش کے ذریعہ سے یہ منصب آپؓ سے چھین لیا اور جو مسند حضور سرورِ کائنات نے آپ کے لئے مخصوص کی تھی اس پر دوسرے لوگ قابض ہو گئے۔

یہ مفروضہ

یہ مفروضہ درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر صاف صاف مطلب یہ ہوگا کہ جناب مولا مرتضیٰ کی خلافت کھجوروں کے باغ کی طرح وراثت میں دی گئی تھی لیکن دوسروں نے اِس پر قبضہ کر کے یا تو بیت المال کے کھاتہ میں ڈال دی یا پھر مروانی بادشاہوں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ حالانکہ وہ حضرت علی علیہ السلام کا حق تھا مگر اس سے دوسرے لوگ فائدہ اُٹھاتے رہے۔

اب اگر اذہان میں کسی ایسی ہی خلافت کا تصور ہو تو مشکل یہ سامنے آئے گی کہ آپ اُس خلافتِ کُبریٰ سے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُنہیں تفویض فرمائی تھی کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اور جب آپ کا ذاتی طور پر کچھ نفع حاصل نہ کرنا ثابت ہے تو آپ دوسروں کو اس سے کیا فائدہ پہنچا سکتے تھے۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پورے اہتمام سے عطا فرمائی ہوئی خلافت جسے تا قیامِ قیامت جاری وساری رہنا تھا اُس کا سلسلہ وصالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد پہلے ہی مرحلہ پر یا خود منقطع ہو گیا یا بزور منقطع کر دیا گیا اور ہمارے سامنے صرف یہ تصور رہ گیا کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ ضرور تھے مگر خلافت آپ کو نہ ملی۔

تاجدارِ ہل اتیٰ شیرِ خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانشینِ اوّل تھے! مگر مسند کسی اور نے سنبھال لی۔

فاتح خیبر واحزاب رسول اللہ کے وارث تو ضرور تھے! مگر آپ سے وہ وراثت چھین لی گئی۔

خدارا ذرا خیال تو کریں کہ اس تصور کے ساتھ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ امیر المومنین، امام المتقین جناب علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلیفہ، جانشین، وصی اور وارث تھے یا ہیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا استحقاقِ خلافت چھیننے کا تصور قائم کر لیا جائے تو فلسفہ کا تمام زور اور منطق کی تمام قوتیں مجتمع ہو کر بھی یہ ثابت نہیں کر سکتیں کہ آپ کو اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جانشین، خلیفہ، وصی، وارث اور نائب کہا جاسکتا ہے۔

اس لئے کہ یہ سب کچھ اسی صورت میں تسلیم کیا جاسکتا ہے کہ اگر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے تو آپ کی خلافت چھینی نہیں جاسکتی البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی ابلیس صفت انسان اس خلافت کا انکار کردے، لیکن کسی ایک کے انکار کے باوجود بھی اس خلافت میں نقص لازم نہیں آتا۔

اِسی طرح اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو اپنا وصی فرمایا ہے تو آپ سے یہ منصب تمام دنیا بھی مل کر نہیں چھین سکتی۔

ایسے ہی اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جناب مولا مشکل کشا کو اپنا وارث قرار دیا ہے تو بخدا قیامت تک آپ ہی اس منصب پر قائم رہیں گے، کسی دوسرے کی مداخلت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد وما ینطق عن الھویٰ کی تفسیر اور عین فرمانِ خُداوندی ہے۔ اور کسی کو خُدا اور رسولؐ کی طرف سے دیئے گئے اعزازات کوئی دوسرا چھین سکتا ہے ؟

اور اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کو تمام مومنوں کا ولی اور مولا بنایا ہے تو کیسے ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ حقِ ولایت کوئی دوسرا چھین لے۔

ہم حقائق پسند حضرات کو اس مقام پر پھر دعوتِ غور وفکر دیتے ہیں کہ اگر علی علیہ السلام کو خلیفہ بلافصل مانتا ہے تو اُسی طرح تسلیم کرو جس طرح تاجدارِ مدینہؐ نے آپ کو خلافتِ کُبریٰ تفویض کی تھی، اور یہ وہی خلافتِ کُبریٰ ہے جو جناب شیرِ خُدا علیہ السلام کی اولادِ طاہرہ کی طرف یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی اور گیارہ اماموں کے بعد اب یہ نعمتِ عظیمہ جناب امام مہدی آخر الزمان علیہ السلام کو تفویض ہوگی۔

آخر پر ایک بار پھر سمجھ لیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلیفہء بلافصل تھے تو پھر یقیناً آپ سے خلافت چھن گئی ہوگی اور ماننا پڑے گا کہ آپ اُس نعمت سے اُسی وقت محروم ہوگئے۔

اور اگر جناب حیدر کرار علیہ السلام خلیفہ بلافصل ہیں تو آپ کی خلافت چھن جانے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔

انہی الفاظ پر اس مضمون کو ختم کرتے ہوئے دوسرے گروہ کی سُنیئے۔

علیؑ کے لئے امامتِ کُبریٰ نہیں

جب دوفریقوں کی آپس میں ٹھن جاتی ہے تو ایسی کئی گفتنی اور ناگفتنی باتیں ہوجایا کرتی ہیں، جن کو معیار بنالینے سے حقیقتوں کا وجود تک چھپ جاتا ہے۔

فنِ مناظرہ سے واقفیت رکھنے والا طالب علم جانتا ہے کے مناظرے کی ہار جیت کا انحصار اکثر طور پر منطقی دلائل اور مناظر کی قوتِ بیانیہ پر ہوتا ہے۔

اگر مناظر حقائق کے کوہسار وابحار کو سینے میں بند کرلینے کے بعد منطقی استدلال اور قوتِ بیانیہ سے

محروم ہوتو اس کا میدانِ جدل سے سُرخرو ہو کر آنا کسی معجزہ کا آئینہ دار ہی ہو سکتا ہے ورنہ اکثر طور پر نتیجہ اس کے برعکس ہی ہوتا ہے۔

بہر حال! اس پیش منظر کی عکاسی کا مقصد محض یہ ہے کہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام تر مقدس ومطہر خاندان بالعموم اور سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی ذاتِ اقدس بالخصوص چودہ صدیوں سے جانبین کی گفتنیوں اور ناگفتنیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ علی مع الحق اور حق مع العلی ہے اور بلاشبہ سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام سراپا حق اور حق کے امام ہیں۔ اور آپ کا حق ہونا نہ ہونا تو حق ثابت کرنے والوں کا محتاج ہے اور نہ ہی وہ باطل کے نام کے ساتھ موسوم ہونے سے متاثر ہوتا ہے۔

تاجدارِ مملکتِ رُوحانیت، شہریار سلطنتِ طریقت، امیر المومنین، امام المتقین، قائد الغر المحجلین، خلیفۃ المسلمین وارث ووصی رسول، نائبِ رسول جانشینِ رسول، اخیٔ رسول، سیّدنا ومُرشدنا حضورِ ولائت مآب غالبِ علیٰ کلِ غالب علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی امامت وخلافتِ کُبریٰ کے اثبات پر اہلِ طریقت حضرات نے جو کچھ اب تک تحریر کیا ہے اگر ایک جگہ پر مجتمع ہو جائے تو ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز کر جائے مگر جانبین کے جدل ومناظرہ کا نتیجہ جو ہمارے سامنے آیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک فرقہ کے کچھ لوگوں نے آپ کی خلافت وامامتِ کُبریٰ کو ایک مخصوص قسم کا لبادہ اوڑھانے کی کوشش میں دوسرے فرقہ کے کچھ لوگ سرے سے ہی آپکی خلافت وامامتِ کُبریٰ کا انکار کر بیٹھے۔

تعجب خیز اور حیرت انگیز

سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی خلافتِ علیہ اور امامتِ کُبریٰ کا انکار کر دینے سے زیادہ سے زیادہ یہی حاصل کیا جا سکتا ہے جو اُس شخص نے حاصل کیا تھا جو آفتابِ عالمتاب کو نصف النہار پر دیکھ کر پہلے تو کمرے میں بند ہو گیا اور پھر آنکھیں بند کر کے چلانے لگا کہ آفتاب یا تو طلوع ہی نہیں ہوا یا غروب ہو گیا ہے۔

بہر کیف! حضرت علی علیہ السلام کی خلافت وامامت روحانیہ کو دنیوی رنگ آمیزی سے پیش کرنے والے حضرات کو بھی تعصب سے بالاتر نہیں کیا جا سکتا تاہم اس تعصب یا ناحق شناسی کا یہ تو انتہائی تعجب انگیز اور حیرت انگیز ہے کہ سرے سے آپ کی خلافت وامامتِ کُبریٰ کا انکار کر دیا جائے اور اس انکار کے لئے اُن لوگوں کی منفی تحریریں پیش کی جائیں جنہوں نے اس کے اقرار واثبات میں سینکڑوں صفحات تحریر کر رکھے ہوں۔

خطرناک صُورت

جدل ومناظرہ ایک ایسا بھیانک اور ہولناک راستہ ہے جو کبھی منزل آشنا نہیں ہونے دیتا اور سب

سے بڑی بات یہ کہ اس فن کو بلندیوں سے ہمکنار کرنے والے بزرگوں کی تحریریں نہ صرف اجتماع الضدین ہوکر رہ جاتی ہیں بلکہ اُن کی بزرگی کا بھی بھرم کھول دیتی ہیں۔

آئندہ صفحات میں ہم شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی ایک ایسی طویل تحریر پیش کررہے ہیں جو اگرچہ انہوں نے مولا مرتضیٰ شیرِ خُدا سیدنا علی علیہ السلام کی امامت و خلافتِ کُبریٰ کو لٹوا بیٹھنے والوں کے ردِ عمل کی صورت میں زینتِ قرطاس کی ہے مگر فی الحقیقت آپ کی اس تحریر کا ایک ایک لفظ چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ ردِ عمل کا طریق عالمانہ ہوتے ہوئے بھی مناظرانہ ہوگیا ہے۔ اور مناظرہ کی صورت میں شاہ صاحبؒ ہرگز ہرگز اپنے قلم پر قابو نہیں رکھ سکے، اور کچھ ایسی باتیں تحریر کر گئے ہیں جن کا اُن کے نام منسوب ہونا ایک نہایت ہی خطرناک ترین صورت اختیار کرچکا ہے۔

اس لئے کہ ایسے خود ساختہ دلائل کی تکذیب کے لئے تین ایسے مضبوط ذرائع موجود ہیں جو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔

پہلا ذریعہ ! شاہ صاحب کی اپنی ہی وہ بے شمار تحریریں جو تصورِ مذکورا کے برعکس ہیں۔

دوسرا ذریعہ ! آپ کے والد شاہ عبدالرحیم صاحب کے بے شمار لطائفِ طریقت و شریعت۔

تیسرا ذریعہ ! آپ کے بیٹے شاہ عبدالعزیز صاحب کی مضبوط تر تحقیق انیق۔ بہرکیف! ہم اپنے موقوف کو قوت دینے کیلئے یقیناً ان ذرائع سے بھی اِستفادہ کرینگے، تاہم پہلے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصوراتی نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔

یہ آیت

حضرت علی کے حق میں نہیں

آیت کریمہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ کے ضمن میں درج ذیل طویل ترین عبارت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی مشہور کتاب ''ازالۃ الخفاء'' سے متناً و ترجمتاً بلفظہٖ نقل کی جارہی ہے، ترجمہ مولانا اشتیاق احمد دیو بندی کا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد !

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

(۵۔۵۵)

جس کو شیعہ حضرات نے حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں بیان کیا اس آیت کا سیاق مُرتدین کا ذکر اور اُن کے ساتھ جہاد ہے

محققین کے حق میں ہے

مؤرخین میں سے کون ہے جو یہ یاد رکھتا ہے کہ اس لمبی اور دراز مدت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سوا کوئی اور بھی تھا جو یہ وصف رکھتا تھا کہ اُس نے لوگوں کو جمع کر کے مرتدین کے ساتھ قتال کیا۔ اور لفظ انما کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے آتا ہے۔

معنے یہ ہوئے کہ اے مسلمانو! عرب کے ارتداد اور ان کے اجتماع سے تم کیوں ڈرتے ہو سوائے اس کے کچھ نہیں کے تمہارا کارساز در حقیقت خدا ہے جو کہ الہام کرتا ہے اور الہام کے ذریعہ سے تدبیر امور

قولہ تعالیٰ'' اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ '' سیاق آیت ذکر مرتدین است و جہاد بایشاں ایں معنی باتفاق مفسرین در حق حضرت ابوبکر صدیق است، قالہ قتادہ

فرماتا ہے اور اس کا رسول کہ جہاد پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اسی کی ذات سے وابستہ ہے۔ اور وہ دعائے خیر سے اپنی اُمت کی مدد کرتا ہے۔ اور ظاہر (واسباب کے درجہ) میں محققین اہلِ ایمان ہیں جو کہ اقامت وصلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ اور اس کی حمد وثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے متصف ہیں اور داعیہ الٰہیہ کے تحمل کی اہلیت رکھتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ ان کے ہاتھ پر اصلاحِ عالم کی تکمیل فرماتا ہے۔

حاصِل یا لاحاصِل

الحاصل آیت مذکورہ انما ولیکم سیاق وسباق کی شہادت سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اور اُن کی اور اُن کے متابعین کی طرف تعریفیں کرتی ہے۔ اور اگر صیغہ کے عموم سے ہم دلیل پکڑیں تو تمام محققین کو (یعنی ان سب کو جن سے اس سلسلہ میں مساعی محقق ہوئیں) شامل ہے اور اسی بناء پر ابو جعفر محمد بن علی الباقر علیہ السلام نے جب اُن سے کہا گیا کہ یہ آیت علی علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے تو فرمایا کہ وہ بھی ان مومنین میں سے ہیں۔ اخذ کیا اس کو بغوی نے اور جابر بن عبداللہ کا یہ قول ہے کہ یہ عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کے اُن کو اُن کی قوم نے چھوڑ دیا تھا۔ اب مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق وسباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے کس طرح پیچھے پڑے ہیں، زیدی نے اساس میں کہا قول باری تعالیٰ والذین آمنو سے تنہا علی علیہ السلام مراد ہیں کیونکہ اس پر مفسرین واہلِ تواریخ کا تواتر واقع ہوا ہے۔ صیغہ جمع سے آیت کا ورود ہوا بہ اطلاق العام علی الخاص کی قسم میں سے ہیں اور اس کی نظیر یہ ارشاد ہے۔ ھم الذین یقولون

والضحاک والحسن بصری وحوادثے کے دو عالم پیدا شد اول دلیل است براں از میان ازیں مورخین کیست یاد دارد کہ کسے دریں مدت متطاولہ بوصف جمع رجال نصب قتال با مرتدین نمودہ باشد سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجددی پس اگر مفید فتجا قیص شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایتاء زکوٰۃ در حین رکوع بعمل آمدہ باشد و یک بار کفائت کند والا قائل بہ،

ولفظ انما کلام عرب برائے دلیل جملہ ابقہ وتحقیق وتثبیت اومی آید یعنی اے مسلمان ۔ ارتداد عرب وجموع متجمعہ چرا می ترسید غیر ازیں نیست کہ کارساز شما در حقیقت ۔ مااست کہ الہام می کند و تدبیر امور بہ ارالہام می فرمائد و رسول او کہ بر رشتہ ترغیب بر جہاد او در عالم آ ر و ۔ است در بہ عائے خیر دستگیر خود است

و در ظاہر محققین اہل ایمان کہ باقامت صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ بوصف نیائش وخشوع متصف اند واہلند داعیہ

تواتر کہاں ہے

یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جولوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع ہیں اُن پر کچھ خرچ کرو۔اور مزاد اس سے تنہا ابن اُبی ء ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ شخص جس تواتر کو منہ سے نکال رہا ہے وہ یہاں نہیں ہو سکتا، تواتر کے معنے یہ ہیں کہ ایک جماعتِ عظیم کو اتنے لوگوں کا عادۃً کذب پر جمع ہونا محال ہو وہ کسی چیز کو جس سے ادراک کرلیں اور اُس اپنے ادراک کی خبر لیں۔

یہاں پر جس کوئی نہیں ہو سکتی بجز سمع کے صادق و مُصدق علیہ السلام سے۔ اور اس بارے میں کوئی مرفوع بھی ثابت نہیں تو اتر کہاں سے آجائے گا۔ اور تواتر کے اصطلاحی معنے مردانہ لئے جائیں۔ تو یہ منع کی حد میں داخل ہے۔ جیسا کہ حضرت جابرؓ اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت گذر چکی ہے۔ بلکہ یہ تاویل خود ایک امر مختلف فیہ ہے۔ اس میں تامل کرنا چاہیے۔ اگر قاعدے کے مطابق ہو تو ہم لے لیں اور خلاف قاعدہ ہو تو رد کریں۔

پھر ہم کہتے ہیں کہ کونسی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام کے معنی خاص مراد لینے چاہئیں، بالخصوص جب کے لفظ جمع کو مفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے؟

اختراعی قصہ

فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ

الٰہیہ دارند و خدائے تعالیٰ بر دست ایشاں اصلاح عالم ای فرمائد۔

پس انما ولیکم بشہادۃ سیاق وسباق نازل است در باب ابو بکر صدیق و تعریض است باؤ و متابعان اؤ واگر بعموم صیغہ متمسک شویم جمیع محققین را شامل است ،قال ابو جعفر محمد بن علی الباقر حین قیل لہ انہا نزلت فی علی قال ہو من مومنین اخرجہ البغوی وقال جابر بن عبداللہ نزلت فی عند اللہ بن سلام لما ہجرہ قومہ حالا زیغ این مبتدعان را تماشا کن کہ ایں سیاق وسباق را گذشتہ در پے ترویج ہوائے باطل خدا افتادہ اند،،

قال الزیدی فی الاساس المعنی لقولہ ''والذین آمنوا علی وحدہ لوقوع التواتر بذالک من المفسرین بلفظ الجمع من باب الطلاق العام علی الخالص ونظیرہ قولہ تعالیٰ ''لھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عندہ ورسول اللہ''

علیہ السلام کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جدا امر ہے۔ تخصیص عام سے، اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں۔ عام میں صرف فرد واحد کے داخل ہونے پر بلکہ اس بات پر کہ بات کا یہ انداز بیاں اسی کے لئے تھا۔ جیسا کہ تعریضات کی فصل میں، ہم نے مفصل لکھا ہے۔ لیکن یہ شخص اپنی قلت معلومات کے سبب اس معنے کا آشنا نہیں ہے۔ اس لئے تخصیص پر محمول کر رہا ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اُس وقت صادق آئے گی جب کہ وہم راکعون حال واقع ہوتہا یوتون الزکوۃ سے۔

بار بار انگوٹھی دیتے

اور وہ قصہ مخترعہ حضرت علی سے مکرر واقع ہوا ہو اور دونوں باتیں ممنوع ہیں تین وجہ سے نمبر ایک وھم راکعون حال واقع ہوا ہے بعد ایسے دو جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے (یعنی يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ اور يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ) جو صلہ (الَّذِيْنَ) کے احاطہ میں داخل ہیں اور مبتنی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملوں سے حال واقع ہوا ہو اور اس صورت میں معنی مربوط نہیں ہوتے۔ کہ یہ صورت ہوگی کہ يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وہم راکعون، بخلاف اس کے یوں کہا جائے کہ! خاشعون اللہ فی اقامتہ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ اللہ کے لئے عاجزی کرنے والے ہیں، نماز قائم رکھنے اور زکوۃ دینے میں یا یوں کہیں "يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ المفروضۃ وَ يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ المکتوبۃ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ مواظبون علی النوافل،، فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں دراں حالیکہ وہ رکوع کرنے والے ہیں، یعنی نوافل پر مواظبت رکھنے والے ہیں۔

والمعنی بہا ابن ابی وحدہ اما تواترے کہ باں تفوہ می کند ممنوع است، معنی تواتر آں است کہ جماعۃ عظیمہ کہ تواطو ایشاں عادۃ برکذب ممتنع باشد بحس ادراک کردہ باشد چیزے را وخبر دہند ازاں ادراک خویش ایں جا حس غیر سمع از صادق مصدوق نمی تواند بود ہیچ حدیث مرفوع ثابت نیست چہ جائے تواتر۔

واگر بماہ از لفظ تواتر اتفاق ارادہ کردہ شود آں در حیز منع است لما مر جابرؓ والباقرؒ بلکہ ایں تاویل امریست مختلف فیہ تامل می باید کرد دراں اگر برقاعدہ باشد اخذ تکلیم واگر خلاف قاعدہ است ردنمائم،

بازی گویم کہ کدام ضرورت پیش آمدہ کہ از لفظ عام معنی خاص ارادہ می باید کرد بتخصیص آں کہ از جملہ جمع مفرد را مراد باید گرفت ایں قسم تاویل بعید را قرینہ قویہ می باید وآں قرینہ کجا است،

آنچہ ظن فقیر کاری کنند آں است کہ بعض مردم بطریق تعریض حضرت مرتضیٰؓ را ازیں لفظ فہمیدہ باشند وتعریض امر جدائی است غیر تخصیص عام ایں جا عام بر معنی عموم خود باقی است معہذا قرائن دلالت می نمایند بر دخول

دوسری وجہ یہ ہے کہ یوتون صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے استمرارِ تجددی پر، تو اگر یہ حال سے مقید ہوگا تو چاہیئے کہ بار بار زکوٰۃ دینا رکوع کے وقت عمل میں آیا ہو اور ایک بار کا عمل استمرار تجددی کے لئے کافی نہیں ہوتا اور کوئی اس کا قائل نہیں۔

یہ بھی کوئی اعزاز ہے

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیبِ نفس میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب و سنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے اس لئے خشوع نماز کے وقت میں اور صدقہ دونوں مطلوب شرعی ہیں اور ہزاروں دلائل شرعیہ اُن کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اِسی طرح فرائض کو قائم رکھنا اور نوافل پر مواظبت شریعت میں ممدوح ہے اور افرادِ بشر کی فضیلت و اکملیت کا ان پر مدار واقع ہوا ہے۔ بخلاف رکوع کے وقت صدقہ دینے کہ کوئی مناسب الاصدِ شرعیہ کے ساتھ اس میں واضح نہیں ہے۔ بجز اس کے کہ صدقات میں مسارعت پر فی الجملہ دلالت اور اِس صورت میں حسنِ عبارت یہ ہوگی کہ یوں کہیں گے وھم یسارعون فی الصدقہ خصوصیتِ رکوع کا اس میں کوئی دخل نہیں کہ مدح اس پر دائر ہو۔

مَت تسلیم کریں

پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ آیت حضرت مرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ

فردِ واحد در عام بلکہ بر آنکہ سوق کلام برائے او بودہ است چنانچہ در فصل تعریفات بسط نموریم لیکن ایں شخص بسبب قلت معلومات خود باں معنی آشنائیت بر تخصیص فرد دمی آرد۔

بازمی گوئیم کہ ایں جا تعریض دقیقے راست بیاید کہ وھم راکعون حال واقع شود از یوتون الزکوٰۃ تنہا و آں قصہ مخترعہ مکرر از مرتضیٰؓ واقع شدہ وکلاھما ممنوعان بسہ وجہ یکے آں کہ وھم راکعون حال واقع شدہ بعد دو جملہ متمما سقہ داخلہ در حیز صلہ در مبتنی بر ضمیر جمع کہ از ہر دو جملہ حال واقع باشد و حسنیذ معنی مربوط نہ گردد کہ یقیمون الصلوٰۃ وھم راکعون بخلاف آنکہ گوئیم وھم خاشعون اللہ فی اقامتہ الصلوٰۃ وایتا الزکوٰۃ یا گوئیم یقیمون الصلوٰۃ المفروضۃ ویوتون الزکوٰۃ المکتوبۃ وھم راکعون مواظبون علی النوافل،

دوم آنکہ یوتون صیغہ مضارع است دلالت می کند بر استمرار تجددی پس اگر مقید شود بحال می باید کہ چندیں دفعہ ایتا زکوٰۃ درحین رکوع بعمل آمدہ باشد و یک بار لم آیت نمی کند ولا قائل بہ

سوئم آنکہ توجیہے کہ ما اختیار کردیم ادخل است در تہذیب نفس و اوفق است بکتاب و سنت زیرا کہ خشوع در

دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت علی المرتضیٰؑ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسبِ واقعہ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے مرتضیٰ (علیہ السلام) کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ ان سے امورِ عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ روزِ بدر اور غزوۂ اُحد میں آپ کا معاملہ کرنا اور عمرو بن عبدود کو قتل کرنا۔

غزوۂ خندق میں اور واقعہ خیبر میں قلعہ کا فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ اور یہ نصر مسلمین (یعنی مسلمانوں کی مدد) تھی خلافت کہاں سے مفہوم ہوگئی اور دوسرا تحقیقی امر یہ ہے،

کہ قرآن میں جس جگہ لفظِ ولایت آیا ہے اُس کے معنی نصرت یعنی مدد لئے گئے ہیں۔ سورۃ انفال میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا الخ (۸۔ ۷۳) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے مال اور جان سے اللہ کے راستہ میں جہاد بھی کیا اور جن لوگوں نے رہنے کو جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں ...جب تک کہ وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے اُن کی مدد کرنی۔
اور سورۃ مائدہ میں ہے،

لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ. الخ (۵۔ ۵۱)

اے ایمان والو! مت بناؤ یہود و نصاریٰ کو دوست وہ آپس میں یار و مددگار ہیں ایک دوسرے کے ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔ خصوصاً اس آیت میں سیاق و سباق نصرت کے معنے پر صاف صاف دلالت کر رہا ہے۔ کیونکہ اوّل یہ فرما کر پھر آگے یہ فرماتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ. الخ (۵۔ ۵۴)

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم پیدا

وقت صلوٰۃ و صدقہ مطلوب شرعی است و ہزاراں دلیل شرعی بر مطلب آں دلالت می نماید و ہمچناں اقامت بر فرائض یا مواظبت بر نوافل ممدوح است در شریعت سومار افضلیت و اکملیت اِفراد بشر واقع شدہ بخلاف صدقہ دادن در وقت رکوع کہ ہیچ مناسبت مقاصد شریعہ پیدا نمی کند الا آنکہ فی الجملہ دلالت دارد بر مسارعت در صدقات و حلنیۂ حسن عبارت آں باشد کہ گویند و ہم یسارعون فی الصدقۃ خصوصیت رکوع و داخلے در حکایت ایں ماجرا دست بر مشرکان عرب بابلغ وجوہ کہ می گفتند لولا انزل ہذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم چوں معنی آیت دانستہ شدی گو تم ایں جا اصلاً ذکر خلافت نیس و مدلول آیت بامسئلہ ما مساسے نہ دارد و ذکر نبوت و وحی است و علی التسلیم لفظ ظالم حقیقتاً بر شخصے مطلق است کہ در وقت وقوع مضمون جملہ باشد نہ ہر شخصے کہ در زمانے کہ قبل آوست یا بعد اوست ظالم بود اطلاق عصیر بر خمر یا خمر بر عصیر مجاز است بالا تفاق و ابوبکر صدیق در وقت نیل خلافت ظالم نہ بود،

کردے گا جن کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی اور اللہ تعالیٰ کو اُن سے محبت ہوگی۔ الخ اور یہ نصرت کی طرف ہی اشارہ ہے اس کے بعد فرماتے ہیں،

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ . الخ (۵-۵۶)

اور جو شخص اللہ سے دوستی رکھے گا اور اس کے رسول سے اور ایماندار لوگوں سے سو اللہ کا گروہ بے شک غالب ہے،

اور یہ نصرت کے معنی صریح ہے۔ انصاف کرو کہ یہ دلیل فی نفسہٖ حضرت مرتضیٰؑ کی خلافت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے؟ یا ہوائے نفس کی بیماری سے اپنے سینے کو ہلکا کرنے کے لئے دور دراز سے کھینچ کر اپنے مدعا پر آیت کو ڈال دیا ہے۔

مفکر اسلام شاہ ولی اللہ صاحب کی فکر انگیزیوں کا سلسلہ ابھی جاری ہے۔

زیبِ عنوان آیت کے ضمن میں مخالفین کی پیش کردہ یہ حدیثِ رسول کہ اُے علی کیا تُم اس پر خوش نہیں کہ تُم مجھے ایسے ہو جیسے موسیٰ کو ہارون، اب شاہ صاحب کے زیرِ تبصرہ ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جیسے موسیٰؑ کو ہارونؑ

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) کو اپنی خانگی

قوله صلى الله عليه وآله وسلم الا ترضى ان تكون منى
بمنزلة هارون من موسىٰ الا انه لا نبى بعدى اصل قصه آں
است كه آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم

مصلحتوں کی وجہ سے گھر میں چھوڑا۔ اس کی وجہ سے ایک گونہ ملال حضرت مرتضیٰؑ کے دل میں پیدا ہوا کہ جنگ کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نہ ہوں گے۔

متوجہ شد بغزوۂ تبوک و حضرت مرتضٰی را در خانہ گذاشت بجہت مصلحت خانہ خود ازیں وجہ گونہ ملالے بخاطر حضرت مرتضیٰؑ بہم رسید کہ وقتِ جنگ چرا ہمراہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ باشد۔

آنحضرت فرمود والا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ اخرج الترمذی والحاکم من حدیث سعد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لعلی وخلفہ فی بعض مغازیہ فقال لہ علی یارسول اللہ تخلفنی مع النساء والصبیان فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ الا انہ لا نبوۃ بعدی

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ ہو جو ہارون کا مرتبہ تھا موسیٰ کے ساتھ اخذ کیا ترمذی اور حاکم نے سعد کی حدیث سے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فرمارہے تھے اور بعض غزوات میں پ نے اُن کو نائب بنا کر چھوڑ دیا تھا تو حضرت علی (علیہ السلام) نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور لڑکوں کے پاس چھوڑ رہے ہیں تو اُن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہارا مرتبہ میرے ساتھ وہ رہا جو ہارون کا مرتبہ تھا موسیٰ کے ساتھ بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔

امامت بھی گئی

حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے طور کی طرف جاتے ہوئے اپنی غیر حاضری تک بنی اسرائیل پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ تو حضرت ہارون میں یہ تین خوبیاں جمع ہو گئیں تھیں۔

(۱) یہ کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اہلِ بیت میں سے تھے۔

(۲) اُن کی عدم موجودگی میں اُن کے خلیفہ ہوئے۔

(۳) یہ کہ نبی تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) کو خلیفہ بنایا غزوۂ تبوک میں تو حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) نے حضرت ہارون علیہ السلام کے ساتھ دو خوبیوں میں مشابہت حاصل کر لی۔

حاصل آں است کہ حضرت موسیٰ در وقت غیبت خود از بنی اسرائیل بسوئے طور حضرت ہارون خلیفہ ساخت پس حضرت ہارون جمع کرد در میانِ سہ خصلت از اہل بیت حضرت موسیٰ بود و خلیفہ او بود بعد غیبت۔ نبی بود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوں مرتضی را خلیفہ ساخت در غزوۂ تبوک حضرت مرتضیٰ،

تشبہ پیدا کرد بحضرت ہارون در دو خصلت ثالثہ کہ نبوت است ایں معنی بخلافت کبریٰ کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باشد ہیچ ربطے نہ دارد،

زیرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم در ہر غزوہ شخصے را امیر مدینہ مقرر می ساخت خلافت کبری دیگر است و خلافت صغری در وقت غیبت از مدینہ و اگر دلالت کند بر آنکہ مرتضی حقیق است بآنکہ تفویض امور باو فرمانید،

اوّل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غیبت کے وقت اُن کی خلافت دوسری اہلِ بیتِ نبوت میں سے ہونا تیسری خوبی جو نبوت تھی اُس میں مشابہت نہ ہوئی۔ یہ مفہوم خلافتِ کبریٰ کے ساتھ جو آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہوگی کوئی ربط نہیں رکھتا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر غزوے میں کسی شخص کو امیرِ مدینہ مقرر کرتے تھے۔

خلافتِ کُبریٰ

خلافتِ کُبریٰ اور بات ہے اور خلافتِ صُغریٰ مدینہ سے غیر حاضری کے وقت میں اور بات ہے۔ اور اگر یہ ارشادِ نبوی اس بات پر دلالت کرے کہ حضرت علی المرتضیٰ (علیہ السلام) اس بات کے حق دار ہیں کہ امورِ مہمہ اُن کے سپرد فرمائیں تو اس خیال کا ہمارے مذہب سے کوئی اختلاف نہیں اور اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد خلافت کبریٰ ہوتی تو آپ حضرت یوشع کے ساتھ تشبیہ دیتے جو حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوئے ان کی وفات کے بعد کیونکہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کی بجانب طور غیبت کے وقت ان کے خلیفہ ہوئے تھے نہ ان کی وفات کے بعد حضرت ہارون کی وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے چند سال قبل ہوئی۔

اب شیعوں کی ہٹ دھرمی دیکھنے کے قابل ہے کہ اس دلیل کو صحیح بنانے کے لئے کہتے ہیں کہ یہ کلام دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ تمام منازل (مراتب) جو ہارون کے لئے ثابت ہیں موسیٰ کی جانب سے وہ تمام علی (علیہ السلام) کے لئے ثابت ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اگر ایسا نہ ہوگا تو استثنا صحیح نہ ہوگا اور ان منازل میں سے جو ہارونؑ کے لئے موسیٰؑ کے لئے کی جانب سے ثابت ہیں وہ ان کا استحقاق ہے موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن کا قائم مقام بننے کا اگر زندہ رہیں۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اگر اُن کو برخاست کر دیا ہوتا تو اس سے نفرت دلانے والے ہوتے اور انبیاء کے حق میں یہ جائز نہیں۔

اور نیز کہا ہے کہ ان منازل میں سے جو ہارونؑ کے لئے موسیٰؑ کی جانب سے ثابت ہیں۔ یہ کہ وہ ان

ایں معنی با مذہب ما خلافت ندارد و اگر مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت کبری می بود تشبیہ می داد بیوشع کہ خلیفہ حضرت موسیٰ بجانب طور خلیفہ او بود نہ بعد وفات او موت حضرت ہارون قبل حضرت موسیٰ است بچند سال حال تعنت شیعہ،

باید دید کہ برائے تصحیح ایں دلیل گفتہ اند ہذا یدل علی ان جمیع المنازل الثابتۃ لہارون من موسیٰ ثابتۃ لعلی من النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا لما صح الا ستثناء ومن المنازل الثابتۃ بہارون من موسیٰ استحقاق للقیام مقامہ بعد وفاتہ لو عاش لانہ لو عزلہ کان منفرا وذلک غیر جائز علی الانبیاء۔

کے شریک تھے رسالت میں اور اس کے لوازم میں سے ہے استحقاق طاعت کا موسیٰ کی وفات کے بعد اگر وہ باقی رہیں تو ضروری ہوا کہ یہ سب اوصاف ثابت کئے جائیں حضرت علی (علیہ السلام) کے لئے بھی سوائے اس کے کہ رسالت میں ان کی شرکت ممتنع ہوگئی تو واجب ہوا کہ بغیر رسالت کے اُن کو امت پر اس حیثیت کے ساتھ اُن کی اطاعت واجب ہو باقی رکھا جائے۔ اور یہی معنے امامت کے ہیں۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ہارونؑ کے مرتبہ میں ہونا بہ نسبت موسیٰ کے تشبیہ کی ایک نوع ہے اور تشبیہ میں وہی اوصاف معتبر ہوتے ہیں جو مشہور ہوتے ہیں اور زبانوں پر اُن کا ذکر آتا رہتا ہے نہ کہ دور دراز کے اوصاف، یہ ایسی ہی بات ہے کہ کوئی شخص " زید بمنزلة الاسد " زید شیر کے مرتبہ میں ہے زید کے شیر جیسے دانت اور لمبے بال بھی سمجھ بیٹھے، یا ہیئت میں زید کی شرکت کا اِدراک کرے۔ حضرت ہارون کی مشہور خوبیوں میں سے وہی تین خوبیاں ہیں (جو ہم نے ذکر کی ہیں) کوئی ذی عقل اِس قسم کے کلام سے بعد وفات خلافت کے استحقاق کے معنے نہیں سمجھ سکتا، خصوصاً اِس جوڑ کے لگا دینے کی وجہ سے۔

ٹھہریئے اور دیکھیے

قارئین کرام کو یہ اندازہ تو ہو ہی چکا ہوگا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب علیہ الرحمۃ زیب عنوان آیت کریمہ " انما ولیکم اللہ و رسولہ " کو کسی بھی صورت میں سیدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کے حق میں ماننے کے لئے تیار نہیں اور تردید روافض کا فریضہ انجام دینے کے ساتھ ساتھ سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کا یہ عظیم اعزاز بہر صُورت دوسروں کی جھولی میں ڈال دینے کا فرض بھی ادا کر رہے ہیں۔

چونکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکمل طور پر اِس امرِ خاص کا تہیہ کر چکے ہیں اِس لئے ہر اُس روایت کا بھی پوری شدّ و مد کے ساتھ محاکمہ اور محاسبہ فرمانے کی قسم کھا چکے ہیں جس سے اِس آیت کریمہ کے حضرت علی علیہ السلام کے حق ثابت ہونے کی توثیق وتائید ہوتی ہے۔

چنانچہ آپ ایسی تمام روایات کو پورے اہتمام کے ساتھ پہلے تو نقل فرماتے ہیں اور پھر بزورِ عقل اُس کو اِس قسم کے معنی پہنانے کی کوشش کرتے ہیں جو اُن کے مشن کی تکمیل میں کل پُرزوں کا کام دے سکیں، اور امیر المومنین، امام المتقین سیّدنا حیدرِ کرار علیہ السلام کی خلافتِ کبریٰ کی ناقابلِ تردید حقیقت کو سبوتاژ کرنے میں مددگار ثابت ہو سکیں۔

بہر کیف ! مولائے کائنات جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کے حق میں آنے والی زیر بحث آیت کریمہ کی توثیق وتائید سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانِ اقدس بھی پورے طور پر فرماتا ہے کہ

" من کنت مولاہ فعلی ھذا مولاہ "

یعنی جس کے ہم مولا ہیں، اُس کے علی مولا ہیں، لہٰذا شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مختلف اسناد سے آنے والی اُن روایات کا کثیر حصہ نقل فرما رکھا ہے جن میں "من کنت مولاہ فعلی ھذا مولاہ" کا فرمانِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہے۔

شاہ صاحب قبلہ چاہتے تو اِس سلسلہ کی ایک روایت نقل کرنے کے بعد اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنا سکتے تھے مگر شائد آپ نے اِس خیال سے تمام روایات یکجا کردی ہیں تا کہ بعد میں دوسروں کو اِن میں سے کوئی دُوسری روایت پیش کرنے کی ہمت باقی نہ رہے۔

اگرچہ ہم نے بھی یہ تمام روایات باب "غدیر خم" میں نقل کر رکھی ہیں اور اُنہیں بے شمار ثقہ کتابوں کے حوالوں سے بھی مزین کر رکھا ہے تاہم یہاں پر بھی یہ روایات شاہ صاحب کی تالیف "ازالۃ الخفاء" کی وساطت سے اِس ضرورت کے تحت نقل کی جارہی ہیں کہ شاہ صاحب کی موجودگی میں ذُرّیت کو کم از کم یہ تو باور کرایا جاسکے کہ شاہ صاحب اِن روایات کو تمہاری طرح واہی اور باطل نہیں سمجھتے، بلکہ اِن سب روایتوں کو صحت مند مان کر غیر صحت مند تبصرے کی نذر کرتے ہیں اور پھر مترجم صاحب نے خطوط وحدانی کا سہارا لے کر جن خطوط پر کام کیا ہے وہ شائد شاہ صاحب کے بس میں بھی نہیں تھا۔

بہر نوع ! اِنہی الفاظ پر اِس وضاحتی مضمون کو ختم کیا جاتا ہے اور شاہ صاحب کی کتاب سے وہ تمام تر روایات نقل کی جاتی ہیں جن سے مولا مشکل کشا، شیر خدا کے ہر اُس مومن کا مولا ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے حضور رسالت مآب التحیات والتسلیمات مولا ہیں۔

دوستی کا حکم دیا تھا

اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو یمن کی جانب بھیجا، وہاں اُن کے اور ان کے لشکر والوں کے درمیان کچھ ناگواری واقع ہوگئی۔ جب حجۃ الوداع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام اور آپ کے اصحاب حاضری سے مشرف ہوئے تو آپ کے لشکر والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شکایت پیش کی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز توقف فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام سے حقیقتِ حال دریافت کی۔ جب اصل قصہ آپ کے خیالِ مبارک میں منقح ہوگیا تو آپ کو لشکر والوں کی آپ کے ساتھ سرکشی معلوم ہوگئی۔

حجۃ الوداع سے واپسی کے دوران میں آپ نے اہل بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کے بارے میں ایک خطبہ پڑھا اور آخر خطبہ میں مروی ہے کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کے ساتھ تُند کلامی پر لوگوں کو جھڑکا

اور اُن کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا۔

لیکن در حقیقت

اخذ کیا مُسلم نے بروایت اسماعیل بن ابراہیم از ابی حبان از زید بن حبان، انہوں نے بیان کیا کہ میں حصین بن سبرہ اور عمر بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے، جب ہم اُن کے پاس بیٹھ گئے تو حصین نے کہا کہ اے زید ! آپ کو خیرِ کثیر نصیب ہوئی کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کا کلام سُنا اور آپ کے ساتھ جہاد کیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھی بیشک اے زید ! آپ کو خیرِ کثیر نصیب ہوئی ،
اے زید ! آپ ہم سے کوئی ایسی بات بیان کیجئے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی۔

زید نے فرمایا اے بھتیجے ! واللہ میری عمر بڑی ہو گئی اور میرا زمانہ پرانا ہو گیا اور بعض وہ باتیں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُن کر یاد کی تھیں بھول گیا ہوں تو جو کچھ میں نے تم سے بیان کی ہیں اُن کو قبول کرو اور جو نہیں کیں اُن پر مجھے تکلیف نہ دو۔ پھر کہا کہ ایک دِن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے خطبہ دینے کے لئے اُس مقام پر کھڑے ہوئے جس کو خم کہا جاتا ہے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور وعظ ونصیحت کی، پھر فرمایا ! اما بعد، یاد رکھو اے لوگو ! میں ایک بشر ہوں وہ وقت قریب ہے کہ میرے ربّ کا قاصد آجائے اور میں اُس کی دعوت قبول کروں اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں، اُن میں سے پہلی کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے تو کتاب اللہ کو پکڑو اور اس کو سنبھالے رہو تو آپ نے کتاب اللہ پر لوگوں کو اُبھارا اور اُس کی طرف رغبت دلائی۔

یازید خیرا کثیر رائت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم

قال یا ابن اخی واللّٰہ لقد کبرت منی وقدم عھدی ونسیت بعض الذی کنت اعی من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فما حدثتکم فاقبلوا وما لا فلا تکلفونیہ ثم قال قام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم یوماً ضینا خطیبا بماء یدعی خمسا بین مکۃ والمدینۃ محمد اللّٰہ دے واثنے علیہ دوعظ وذکر ثم قال اما بعد الایا ایھا الناس فانما انا بشر یوشک ان یاتی رسول وے فاجیب وانا تارک فیکم ثقلین اولھما کتب اللّٰہ فیہ الھدیٰ والنور فتخذوا بکتاب اللّٰہ

واستمسكو به فحث على كتاب الله ورغب فيه ثم قال واہل بیتی ذکر کم الله فی اہل بیتی

کس کس کیلئے

پھر فرمایا ! اور (دوسری چیز) میرے اہلِ بیت ہیں، میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کو یاددلاتا ہوں (کہ اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے) میرے اہلِ بیت کے ساتھ نیک برتاؤ کرو، تو اُن میں سے حصین نے کہا کہ اے زید ! اہلِ بیت نبی کون ہیں، کیا آپ کی بیبیاں اہلِ بیت میں سے ہیں ؟ لیکن (درحقیقت) آپ کے اہلِ بیت وہ ہیں کہ آپ کے بعد جن پر صدقہ لینا حرام کیا گیا،

حصین نے کہا ! وہ کون ہیں ؟

زید نے فرمایا کہ وہ آلِ علی، آلِ عقیل و آلِ جعفر ہیں اور آلِ عباس ہیں۔

حصین نے کہا کہ کیا ان سب پر صدقہ لینا حرام ہے ؟

زید نے کہا ! ہاں

فقال حصين ومن اهل بيته يا زيد اليس نسائه من اهل بيته قال نساء من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقه بعده قال ومن هم قال هم آل على وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس قال كل هولا وحرم الصدقة قال نعم

یہ اضافہ بھی ٹھیک ہے

اور بروایت محمد بن فضیل اور جریر از ابی حبان مثل حدیث اسماعیل (مذکورہ بالا) اور بروایت سعید بن مسروق از یزید بن حبان اُس طرح اتنی بات بلاشُبہ صحیح ہے جو صحیح مُسلم میں مذکور ہے اور حضرت علی المرتضیٰ کی موالاۃ کے قِصہ کا اضافہ یہاں مذکور نہیں اور اِس اضافہ کے بارے میں اہلِ حدیث مختلف الرائے ہیں ایک جماعت نے صحیح قرار دیا اور ایک جماعت نے غریب مطلق اور بندۂ ضعیف کا رجحان یہ ہے کہ یہ اضافہ بھی صحیح ہے لیکن حدیث مسلم کے درجہ میں نہیں، اخذ کیا حاکم نے بروایت سلیمان بن الاعمش من حبیب بن ابی ثابت از ابی الطفیل، زید بن ارقم،

ومن طريق محمد ابن فضيل و جرير عن ابی حبان نحو حديث اسماعيل ومن طريق سعيد بن مسروق عن يزيد بن حبان نحوه ایں قدر خود صحیح است مذکور در صحیح

مسلم در زیادۃ قصه امر ناس بموالاۃ مرتضیٰ ایں جامنکور نیست واہل حدیث داران زیادۃ مختلف اند طائفته صحیح دانند وطائفه غریب مطلق ومیل بندہ ضعیف بآں است لیکن نه بدرجه حدیث مسلم اخرج الحاکم من طریق سلیمان الاعمش من حبیب بن ابی ثابت لمن زید بن ارقم۔

قریبی دوست

حاکم نے اور ترمذی نے بھی اُسی طرح مروی ہے عمران بن حصین سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک سریہ بھیجا اور اُس پر امیر بنایا علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اور علی سریہ میں بڑھے جا رہے تھے کہ انہوں نے ایک جاریہ پر اپنا قبضہ کر لیا اُن کی یہ بات لوگوں کو ناگوار ہوئی، اِس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملنے کے لئے چار نے باہم یہ طے کر لیا کہ جو کچھ علی (علیہ السلام) نے کہا ہے اُس کی ہم آپ کو خبر دیں گے۔

ذوالحاکم والترمذی نحوہ عن عمران بن حصین قال بعث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم سریته واستعمل علیھم علی ابن ابی طالب علیه السلام خمض علی فی السریته فاصاب جاریة فانکروا ذالک علیه فتعا قد اربعة من اصحاب رسول اللّٰہ صلی الله علیه وآلہٖ وسلم اذا لقینا النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم اخبرناہ بماصنع علی قال عمران وکان المسلمون اذا قدموا من سفر برا دابر سول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فنظر و الیه سلموا علیه ثم ینصرفون الیٰ رجالھم فلما قدمت السریة سلموا علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فقام احد الا ربعة فقال یارسول اللّٰہ الم تران علیاً صنع کذافا عرض عنه ثم قام الثانی فقال مثل ذلک فاعرض عنه ثم قام الثالث

عمران کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا یہ معمول تھا کہ جب سفر سے آیا کرتے تو ملاقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے شروع کرتے اور آپ کی طرف دیکھتے اور آپ کو سلام کرتے پھر اپنے کجاووں کی طرف واپس ہوتے۔

تو جب سریہ آیا لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا تو اِن چاروں میں سے ایک کھڑا ہوا اور بولا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو علم نہیں کہ علی علیہ السلام نے ایسا کیا، تو آپ نے منہ پھیر لیا،

پھر دوسرا کھڑا ہوا تو اس نے بھی ایسا ہی کہا تو آپؐ نے اس سے بھی منہ پھیر لیا۔

پھر تیسرا کھڑا ہوا اُس نے بھی ایسا ہی کہا، آپؐ نے اُس سے بھی منہ پھیر لیا،

پھر چوتھا کھڑا ہوا اور اُس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام نے ایسا اور ایسا کیا تو اُس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوجہ ہوئے تو آپ کے چہرہ پر غضب کے آثار تھے اور آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ علی (علیہ السلام) کے بارے میں کیا ارادہ رکھتے ہو؟

بے شک علی مجھ سے ہے اور میں اُس سے، یعنی نہ میں علی کو چھوڑ سکتا ہوں اور نہ علیؑ مجھے چھوڑ سکتا ہے اور ہر مومن کا قریبی دوست ہوں۔

فقال ذلک فاعرض عنه ثم قام الرابع فقال یارسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الم تران علیا صنع کذاو کزان قیل علیه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم والغضب فی وجهه فقال یا تریدون من علے ان علیا منی وانا منه وانا ولی کل مومن

اور اخذ کیا حاکم نے، روایت ہے عمرو شاش الاسلمی اور وہ اصحاب حدیبیہ میں سے تھے۔ کہا کہ ہم علیؑ کے ساتھ یمن کی طرف نکلے تو انہوں نے اس سفر میں مجھے تکلیف پہنچائی یہاں تک کے میرے دل میں رنج پیدا ہو گیا جب میں مدینہ آیا تو میں نے مسجد میں لوگوں کے سامنے ان سے جو شکایت کی تھی اس کا اظہار کیا یہاں تک کہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچ گئی عمرو نے کہا کہ میں اگلے دن صبح کو مسجد میں داخل ہوا۔

کہا کہ جب واپس ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے اور اترے غدیرِ خم میں۔ تو آپ نے حکم دیا سیڑھیوں کے متعلق تو اُن کو صاف کر دیا گیا جن پر آپ نے مع اصحاب کے آرام فرمایا۔ پھر آپ نے ایک خُطبہ دیا جس کے دوران میں آپ نے فرمایا گویا کہ میں پکار لیا گیا ہوں اور جواب قبول بھی دے چکا ہوں۔

میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ رہا ہوں ان میں سے ایک دوسرے سے بڑی ہے کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت، تو دیکھو کہ ان دونوں کے ساتھ میرے بعد تمہیں کیا معاملہ کرنا ہے۔ یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جُدا نہ ہونگے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر وارد ہونگے۔

پھر آپ نے فرمایا! بے شک اللہ عزّ وجل میرا مولا (محبوب) ہے اور میں دوست قریبی ہوں ہر مومن کا، پھر آپ نے علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ جس کا دوست میں ہوں یہ بھی اُس کا دوست ہے اے اللہ آپ اُس سے محبت کیجئے جو علیؑ سے محبت کرے اور اس سے دشمنی کا معاملہ کیجئے جو علیؑ سے دشمنی کرے۔

واخرج الحاكم عن عمرو شاش الاسلمے وكان من اصحاب الحديبيه قال خرجنا مع علے عليه السلام اليمن فجفائے فى سفره ذلک حتے وجدت فى نفسے فلما قدمت اظهرت شكايته فے المسجد حتے بلغ ذالک رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال ذر خلت المسجد۔

قال لما رجع رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من حجته الوداع ونزل غدير خم امر بدرجات فقمن قال اكنى قد وعيت فاحبت انى قد تركت فى كم الثقلين احدهما اكبر ان آلاخر كتاب الله تعالىٰ وعترتى فانظر وا كيف تخلفو فے فيها فانهما لن يتفرق حتے يردا علے الحوض ثم قال ان الله عزوجل مولاى وانا ولى كل مومن ثم اخذبيد علے عليه السلام فقال من كنت وليه فهذا وليه اللهم وال من والاه وعادمن عاداه وذكر الحديث بطوله واخرج الحاكم من طريق سلمته بن كهيل عن ابيه عن ابى الطفيل انه سمع زيدابن ارقم يقول نزل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم بين مكة والمدينه عند سمرات خمس درجات عظام فلنس الناس ماتحت السمرات ثم راح رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عشية فصلے ثم قال خطيب محمد الله واثنے عليه وذكر ووعظ فقال ما شا الله ان يقول ثم قال ايه الناس انى تارک فيكم امرين لن تفلوان اتعبتو هما وهما كتاب الله و اهل بيتى عترتى ثم قال العملون انى اولىٰ بالمو منين من انفسهم ثلاث مرات قالو انعم فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من كنت مولا فعلى مولا۔

اور کیا چاہتے ہو

اور ذکر کیا زید بن ارقم نے حدیث کو اس کی تفصیل کے ساتھ اور اخذ کیا حاکم نے بروایت سلمہ بن کہیل از کہیل از ابی الطفیل کہ انہوں نے زید بن ارقم سے سُنا وہ کہتے تھے کہ اُترے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان نزدیک سمرہ کے درختوں کے پانچ بڑے درجات میں، تو لوگوں نے سمرات کے نزدیک زمین پر جھاڑو دے دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آرام فرمایا عشاء تک پھر نماز پڑھی پھر آپ نے کھڑے ہو کر خُطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد وثناء کی اور اللہ کا ذکر اور وعظ کہا اور جو اللہ کو منظور تھا کہ آپ کہیں ،وہ آپ نے کہنے کے بعد فرمایا اے لوگو! میں تُم میں دو چیزیں چھوڑ رہا ہوں اگر تم نے ان دونوں کا اتباع کیا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ دونوں کتاب اللہ اور میرے اہلِ بیت اور عترت یعنی خاص اقربا ہیں پھر آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین کے ساتھ اُن کے نفسوں سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا (ہر مرتبہ) لوگوں نے کہا ''نعم'' یعنی بے شک پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے (یعنی ولی ومحبوب)

اخذ کیا حاکم نے بریدہ اسلمی سے مروی ہے انہوں نے کہا میں نے یمن کی طرف علی علیہ السلام کی معیت میں جہاد کیا وہاں میں نے اُن میں لغزش دیکھی۔

پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو میں نے علیؑ کا ذکر کیا اور اُن کی برائی بیان کی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو متغیر ہوتے ہوئے دیکھا پھر آپ نے فرمایا اے بریدۃ! کیا میں مومنوں کے ساتھ ان کے نفسوں سے زیادہ تعلق والا نہیں ہوں؟

واخرج الحاکم عن بریدۃ الاسلمی قال غزوت مع علیٰ الیٰ لیمن فرایت منه جفوۃ فقدمت علیٰ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فذکرت علیاً فتنقصة فرایت وجه رسول الله صلی الله بتغیر فقال یا بریدۃ الست اولیٰ بالمومنین من انفسهم قلت بلیٰ یا رسول الله فقال من کنت مولا فعلی مولا واخرج۔

میں نے جواب دیا بے شک یا رسول اللہ۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اسکا مولا ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ موجود تھے تو جب آپ نے مجھے دیکھا تو اپنی دونوں آنکھوں کو مجھ پر جما دیا۔ راوی نے کہا کہ ان کا یہ کہنا تھا کہ آپ نے میری طرف

تیز نظر سے دیکھا یہاں تک کہ جب میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا کے اے عمرو ! خبردار بخدا تو نے مجھے اذیت پہنچائی،

میں نے کہا ! کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، اِس بات کی کہ میں آپ کو اذیت پہنچاؤں یا رسول اللہ۔

آپ نے فرمایا ! کیوں نہیں جس نے علی کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

ذات عذاۃ ورسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم لی ناس من اصحابہ فلمار آنے ابدنی عینیہ قال یقول حدد الی النظر حتیٰ اذا جلست قال یا عمرو اما واللّٰہ لقد آ ذ میتنی فقلت اعوذ اللّٰہ ان او ذیک یا رسول اللّٰہ قال بلیٰ من اذی علیاً فقد اذانی و اخرج الحاکم عن ابی سعید الخدری شکے الناس علی ابن ابی طالب الیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فقاما فینا خطیباً فسمعۃ یقول ایھا الناس لا تشکوٗ علیاً فو اللّٰہ انہ لا خیش فی ذات اللّٰہ او فی سبیل اللّٰہ

اخذ کیا حاکم نے روایت کی ابو سعید خذری نے کہ لوگوں نے علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے ہمارے سامنے بحثیت خطیب کھڑے ہوئے تو میں نے سنا آپ فرمارہے تھے کہ لوگو ! علی کی شکایت نہ کرو، واللہ وہ اللہ کی ذات، یا فرمایا کہ وہ اللہ کی راہ کے بارے میں کچھ متشدد ہے۔

علی کی نافرمانی نبی کی نافرمانی ہے

اخذ کیا ترمذی نے مروی ہے براء سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو لشکر بھیجے اور اُن میں سے ایک پر امیر بنایا علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام کو اور دوسرے پر خالد بن ولید کو اور فرمایا کہ جب قتال ہو تو علی پورے لشکر کے امیر ہوں گے (براء نے) کہا کہ پھر علی علیہ السلام نے ایک قلعہ فتح کیا اور (غنیمت میں سے) ایک جاریہ لے لی، اِس کے بعد خالد بن ولید نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں خط لکھ کر میری معرفت بھیجا جس میں علی علیہ السلام کی مخبری کی تھی۔

براء نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب (وہ خط لے کر) پہنچا جب آپ نے وہ خط پڑھا تو آپ کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا کہ !

" تو اس شخص کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے جو محبت کرتا ہے اللہ اور اُس کے

رسول سے اور اللہ اور اُس کا رسول اُس سے محبت کرتے ہیں۔

میں نے کہا ! میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اللہ کے غضب سے اور اُس کے رسول کے غضب سے میں تو صرف ایک ایلچی ہوں تو آپ خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس لاعلاج بیماری کے معالجہ کی بڑی کوشش فرمائی ہے اور سخت تنبیہات بھی کی ہیں اُن میں سے یہ ہے کہ فرمایا ! جس نے علی (علیہ السلام) کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔"

اس کو اخذ کیا حاکم نے حدیث اُمِ سلمہؓ سے اور اُن میں سے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اُس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تیری اطاعت کی اُس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اُس نے میری نافرمانی کی۔

اخرجه الحاكم من حديث ام سلمه و ازاں جمله خطاب فر مود بحضرتِ مرتضیٰ من اطاعنی فقدا طاع الله و من عصانی فقد عصی الله و من اطاعک فقد اطاعنی و من عصاک فقد عصانی اخرجه الحاکم من حدیث ابی ذر وازاں جمله حب علی آیته الایمان و بغض علی آیة النفاق۔

س کو حاکم نے اخذ کیا حدیث ابوذرؓ سے اور ان میں سے یہ ہے کہ علی علیہ السلام کی محبت ایمان کی علامت ہے۔ اور علیؑ سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

اس کو بخاری نے اخذ کیا۔ اور فرمایا، یا علیؑ مبارک ہے وہ شخص جس نے تجھ سے محبت کی اور بدانجام ہے وہ شخص جس نے تجھ سے بغض رکھا اور تجھ پر جھوٹ بولا اور یہ تمام الفاظ قریب قریب معنی کے ہیں اور ان کے فرمانے کے اوقات بھی قریب قریب تھے۔ جب یہ حدیث اور اس کا سبب ورود منقح ہو گیا تو اب ہم اصل بات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

کانٹا بدل دیا

اہلِ بیت کے حق کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت بڑی نیکی ہے نیک برتاؤ کرنا اپنے باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ۔

اِس کو اخذ کیا مسلم نے حدیث ابن عمرؓ سے اور اس میں شک نہیں کہ جب باپ سے محبت کرنے والوں کے ساتھ نیک برتاؤ مطلوب شرعی ہے تو حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بدرجہ اُولیٰ مطلوب ہے۔ اور یہ بات قرینِ عقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرمائیں اور حضرت عباسؓ

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد اور ازواج طاہرات سب اس امر میں داخل ہیں۔

عبدالمطلب ابنِ ربیع سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور میں آپ کے پاس موجود تھا، آپ نے فرمایا کہ آپ کو کس بات پر غصہ آرہا ہے ؟

انہوں نے کہا! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے ساتھ قریش کا یہ کیا معاملہ ہے، کہ جب یہ لوگ باہم ایک دوسرے سے ملتے تو بخندہ پیشانی ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اِن کا حال بدل جاتا ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غصہ آگیا یہاں تک کے آپ کا چہرہ سرخ ہوگیا پھر فرمایا !

قسم سے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے محبت کرے۔

احمرو جه ثم قال والذی نفس لا ید خل قلب رجل الا یمان حتی یحبکم الله و رسوله ثم قال ایها الناس من آذن فقد آذا نے فا نما عم الر جل صنوا بیه اخرجه الترمذی و عن عائشه ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم کان یقول نسآئه ان امر کن فما یمینی من بعدی ولن نبصر علیکن الالصا برون الصدیقون قالت عائشه یعنی المتصد قین ثم قالت عا ئشه ابی سلته بن عبد الرحمن سقے الله ابا ک من سلسبیل الجنة وکان ابن عوف قد تصدق علیٰ امها ت المومنین بحدیقةٍ بیعت باربعین الفا

پھر آپ نے عوام سے فرمایا اے لوگو! جس نے میرے چچا کو اذیت پہنچائی اُس نے مجھے اذیت پہنچائی کیونکہ کسی شخص کا چچا باپ کی ایک شاخ یعنی باپ کے مرتبہ میں ہے۔

اِس کو اخذ کیا ترمذی نے اور مروی ہے حضرت عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ایک مرتبہ) اپنی بیبیوں سے فرمارہے تھے کہ تمہارا معاملہ میرے بعد میرے لئے اہم امور میں سے ہے، تمہاری خدمت پر کمر بستہ ہرگز کوئی نہ ہوگا بجز صابروں اور صدیقوں کے، حضرت عائشہؓ نے کہا کہ آپ کی مراد (لوجہ اللہ) دینے والوں سے تھی۔

پھر فرمایا عائشہؓ نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف سے کہ اللہ نے تیرے باپ کو جنت کی نہر سلسبیل سے سیراب کیا اور ابنِ عوف نے اُمہاتِ مومنین پر ایک بہت بڑا باغ صدقہ کیا تھا جو چالیس ہزار میں فروخت ہوا تھا۔

اخذ کیا اس کو ترمذی نے اور سلمہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ اپنی ازواج سے فرما رہے تھے کہ جو شخص میرے بعد تم سے سخاوت کا معاملہ کرے گا وہ صادق اور نیک کردار ہوگا اے اللہ! عبدالرحمن بن عوف کو سلسبیلِ جنت سے سیراب کر۔

اخرجه الترمذی وعن ام سلمته قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول از واجه ان الذی یحثوا علیکن بعدی هوالصادق البار اللهم اسق عبدالرحمن ان عوف من سلسبیل الجنة۔

روایت کیا اس کو احمد نے اور کتاب اللہ اور اسکے ساتھ دوسروں کو جمع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ جب تک کتاب اللہ پر ایمان لانا واجب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے اقارب وازواج کے ساتھ حُسنِ سلوک بھی واجب ہے اور اِس کلام کا سیاق اِس حدیث کے سیاق کے قریب ہے کہ جو شخص تم سے اللہ اور یومِ قیامت پر ایمان لاتا ہے، اُس کو چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ یہ معنی زید بن ارقم کی حدیث میں مسلم کے الفاظ سے جو اِس کے سب سے زیادہ صحیح الفاظ ہیں ظاہر ہیں۔ اس میں کوئی اِخفا نہیں ہے۔ رہا حضرت مرتضیٰ کے لئے آپ کا غصّہ کرنا اور ان کو ایذا سے باز رہنے کی تاکید کرنا سب قرینِ عقل ہے،

اور کیا چارہ تھا

جب حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کا حق پر ہونا ظاہر ہوگیا اور ان کے حق میں بدگوئی کرنے والوں کا جھوٹا ہونا واضح ہوگیا تو حق کا اتباع کرنے والے یعنی (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے بغیر

رواہ احمد و معنی جمع در کتاب وغیرہ آں است تا وقتے کہ ایمان بکتاب اللہ واجب است صلہ اقارب و ازواج آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیز واجب است وسیاق ایں کلمہ قریب بسیاق ایں حدیث است من کان یومن باللہ والیوم الا خر فلیکرم ضیفہ وایں معنی از لفظ مسلم در حدیث زید بن ارقم کہ اصح الفاظ اوست ظاہر است لا خفالہ واما غضب برائے مرتضیٰ وتاکید در نہی ایذاء او نیز معقول المعنی است چوں حق مرتضیٰ ظاہر شد ولغت بدگویاں در حق او واضح گردید از متبع حق بغیر ایں تاکیدات چہ بروز نماید جوشیدن ملکوت ہنگام افک حضرت عائشہ دانستہ،

وقول آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتے کہ ملالے در میان ابوبکر صدیق وحضرت عمر رفت ہل انتم تار کون لے صاحبے الحدیث خواندہ

تاکیدات کے اور کیا چارۂ کار ہوتا اور خارجہء عدلِ الٰہی سے اِس سختی کے علاوہ اور کیا ظاہر ہوتا۔ ملکوت کا جوش میں آجانا حضرت عائشہ پر تہمت لگائے جانے کے وقت تمہیں معلوم ہی ہو چکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا فرمانا جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے مابین ایک گونہ رنجش پیدا ہوئی تھی کیا تم میرے رفیق کا میری خاطر پیچھا نہ چھوڑ و گے۔ الخ

تم پڑھ ہی چکے ہو (اِسی طرح آپ نے) دوستیءعلی المرتضیٰ علیہ السلام کے لئے اس کلمہ سے وصیت کی ''الست اولیٰ بکم'' کیا میں تم سے تمہاری جانوں کی بہ نسبت قریب تر نہیں ہوں سب نے کہا کیوں نہیں تو آپ نے فرمایا کہ فمن کنت مولیٰ'' الخ تو میں جس کا مولا ہوں علیؑ بھی اس کا مولا ہے اے اللہ جو علیؑ سے محبت کرے اُس سے آپ محبت کیجئے اور جو علی سے عداوت کرے اُس سے آپ عداوت کیجئے۔

اور اِس کلمہ ''الست اولیٰ بکم'' سے ابتداء کے یہ معنی ہاں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حق اُمت پر یہ ہے کہ اپنی تمام مصالح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مصالح کے سپرد کر دیں۔

سپردم بتو مایہء خویش را
تو دانی حسابِ کم و بیش را

اور اُن کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی اختیار نہیں اور استقلال نہ رہے گا جس طرح بچہ دایہ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ یا اندھا رہبر کے ہاتھ میں، اس طرح خود بے اختیار ہو جانا چاہیے تو جو لوگ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کے ساتھ عداوت رکھتے ہوں اُن سے شکایت کی وجوہ بیان کریں وہ اپنے نفس وعقل پر اعتماد نہ کریں اور پیغمبر کے حکم کے تابع نہ رہیں۔

اور مولیٰ کے معنی ہیں دوست، اس کو قرینہ ہے ''اللھم وال من والاہ'' الخ اور بہت سی احادیث اس کا قرینہ ہیں جن کا بیان ہم کر چکے ہیں مثلاً وتبغض ولا تشکوا یعنی نہ بُغض رکھ نہ شکائت کر۔

وصیت دوستی مرتضیٰ رابایں کلمہ نمود الست اولیٰ بکم من انفسکم قالوا بلیٰ قال فمن کنت مولا فعلی مولا اللھم وال من والاہ وعاد من عداہ ومعنیٔ ابتداء ایں کلمہ آں است کہ حق پیغامبر صلوٰت اللہ وسلامہ برامت آں است کہ جمیع مصالح خور را تفویض بحساب وے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمایند وایشاں را باپیغامبر حیرتے واستقلالے نباشد مانند طفل در دایہ یا مانند اعمے در دست قائد بے اختیار باید بور پس آنانکہ با مرتضیٰ عداوت داشتہ باشد و وجوہ شکایت اوتقریر کنند بر نفس وعقل خود اعتماد نہ نمایند

وتابع حکم پیغمبر باشند ومعنی مولیٰ دوست است بقرینہ اللھم وال من والاہ وعاد من اعاداہ وبقرینہ احادیث بسیار کہ مذکور کردیم

لاتبغض ولاتشکوا احت علی آیت الایمان من حب علیا فقد بی الیٰ غیر ذلک چوں ایں معنیٰ واضح شد

علیؓ کی محبت ایمان کی علامت ہے جس نے علیؓ کو گالی دی اُس نے مجھے گالی دی۔ وغیر ذلک جب یہ معنے واضح ہو گئے تو جاننا چاہیے کہ اس حدیث کا مسئلہ ایجاب واستخلاف سے کوئی دور کا علاقہ بھی نہیں۔ یہاں صرف اہلِ بیت کے ساتھ حُسنِ سلوک کی عظمت کا بیان کرنا مقصود ہے اور حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام کی دوستی کا حکم اور اس سے دشمنی رکھنے کی ممانعت مراد ہے اور اس قسم کی گفتگو آپ نے تنہا حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام ہی کے حق میں نہیں فرمائی بلکہ حضرت عباسؓ اور اُن کی اولاد اور ازواجِ طاہرات کے حق میں بھی فرمائی ہے اور ابوبکر صدیقؓ کے حق میں بھی "ھل انتم تارکون لی اباابکر"

علی امام نہیں معاذ اللہ

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں! شیعوں کی دروغ بیانی کا تماشا دیکھو جن اُن کو اس حدیث پر ناخن رکھنے کی جگہ نہ ملی تو کہنے لگے بمعنی اولیٰ ہے اور اولیٰ کو ہم تمام اُمت کے حق میں تصرف کرنے والے کے معنی میں لیتے ہیں الایۃ النبی اولیٰ بالمومنین الخ اور جو تمام اُمت کے حق میں اولیٰ بتصرف ہے وہ امام ہے پس حضرت مرتضیٰؓ امام ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ کے معنی ہیں محبوب اُن اسباب کے قرینت جو بیان ہو چکے اور اُن احادیث کے قرینہ سے جو اِس حدیث کے مضمون سے قریب ہیں اور اِس حدیث کے زمانہ کے نزدیک ہی وارد ہوئی ہیں اور ان کلمات کے قرینہ سے "الھم وال من والاہ الخ" ہم پھر کہتے ہیں کہ مولا معتق (آزاد کرنے والے) اور معتق (آزاد کردہ غلام) کے معنی میں مشہور ہے اور ناصر و مالک کے معنی میں بھی آیا ہے۔

باید دانست کہ ایں حدیث با مسئلہ ایجاب استخلاف مساسے ندارد ایں جا تعظیم صلۂ اہل بیت مراد است و امر بدوستی حضرت مرتضیٰ و نہی از دشمنی او است و ایں نوع درحق مرتضیٰ تنہا نہ فرمودہ اند بلکہ درحق عباس و اولاد او و درحق ازواج طاہرات نیز وارد شدہ و درحق ابوبکر صدیق نیز ہل انتم تارکون لی ابابکر الحدیث

تعنت شیعہ را تماشا کن چوں دریں حدیث ہم جائے ناخن بود ند ندیدند گفتند مولیٰ بمعنی اولیٰ است و اولیٰ متصرف درحق تمام امت می گیرم و اولیٰ بتصرف درحق جمیع امت امام است پس حضرت مرتضیٰ امام باشد گو یم مولیٰ بمعنی محبوب است از جہت قرینہ اسباب متقدمہ و از جہت احادیث کہ قریب بمضمون ایں حدیث و نزدیک بزمان او وارد شدہ و از جہت قرینہ اللھم وال من والاہ وعاد من عادہ و از میگوئم مولیٰ بمعنی معتق و معتق مشہور است و بمعنی ناصر و مالک نیز آمدہ لیکن بمعنی ولی امر نیامدہ ہیچ افعل بمعنی فعیل نخواندہ ایم باز میگوئم اگر مولیٰ بمعنی اولیٰ باشد یا در لفظ ذکر اولیٰ آمدہ باشد ہنوز دار دیگر جاوی است از کجا کہ ولایت در تصرف امور ملکیہ مراد است،

(ان اللہ مولاہ الذین آمنوا وان لکفرین لا مولی لھم) ولی امر کے معنے میں نہیں آیا اور کوئی افعل بمعنی فعیل ہم نے نہیں پڑھا۔

یعنی یہ لوگ اولیٰ کے جو بروزن افعل ہے اور ولی کے جو بروزن فعیل ہے ایک معنے بنا رہے ہیں) ہم پھر کہتے ہیں کہ (بالفرض) اگر مولی بمعنی اولیٰ ہو یا (کسی حدیث کے) لفظ میں ذکر ولی کا آ بھی گیا ہو تو پھر بھی یہ گرفت کرنے کا موقع موجود رہے گا کہ ولایت کو امورِ ملکیہ میں تصرف کرنے کے معنے میں مراد کہاں سے لے لیا گیا۔

یہ تھا فلسفہ

شاہ ولی اللہ صاحب کی طویل ترین عبارت مع ترجمہ بلفظہٖ پیش خدمت کر دی گئی، مترجم صاحب کی ترجمہ بازیوں کی تفصیل بھی کافی طویل ہے، تاہم ناگزیر مقامات پر اُن کی وضاحت کر دی جائے گی۔ اب اس طویل عبارت کے بعض حصوں کو زیرِ بحث لاکر قارئین پر حقیقتِ حال واضح کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ متلاشیانِ حق کے لئے اس بحث کو یقیناً کارآمد بنائے گا۔

بہرکیف! سب سے پہلے اس طویل تر بحث کا اختصار بارہ نکات کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

بارہ نکات

(۱) انما ولیکم اللہ جس کو شیعہ نے حضرت مرتضیٰؓ کے حق میں بیان کیا ہے۔ اس آیت کا سیاق مُرتدین کا ذکر اور اُن کے ساتھ جہاد ہے اور یہ معنی باتفاق مفسرین حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں ہیں۔

(۲) اس کے قائل قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔

(۳) مورخین کے نزدیک اور کون ہے جس نے صدیق اکبر کے سوا طویل اور دراز مدت تک لوگوں کو جمع کر کے مُرتدین سے قتال کیا۔

(۴) لفظ، انما کلام عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے آتا ہے، معنے یہ ہوئے،

"مسلمانو! تم عرب کے اِرتداد سے کیوں ڈرتے ہو، سوائے اس کے کچھ نہیں کہ تمہارا کارساز درحقیقت خدا ہے جو الہام کرتا ہے اور اُس کا رسول جہاد پر ترغیب کا سلسلہ عالم میں اُسی کی ذات سے وابستہ ہے اور وہ دُعائے خیر سے اپنی اُمت کی مدد کرتا ہے اور محققین اہلِ ایمان ہیں جو کہ اقامت صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ اور اُس کی حمد وثناء کرنے کے اوصاف اور خشوع سے مُتصف ہیں۔"

(۵) الحاصل آیت مذکورہ "انما ولیکم" سیاق وسباق کی شہادت سے حضرت صدیق اکبر کے بارے

میں نازل ہوئی۔

(۶) اگر صیغہ کے عموم سے دلیل پکڑیں تو تمام محققین شامل ہیں۔

(۷) ابو جعفر محمد بن علی الباقر سے جب کہا گیا کہ یہ آیت حضرت علی کے حق میں ہے تو انہوں نے کہا کہ علی مومنین میں سے ہیں۔

(۸) بغوی نے کہا کہ جابر بن عبداللہ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب کہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا تھا۔

(۹) اب مبتدعین کی کج روی کا تماشہ دیکھو کہ اِس سیاق و سباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔

(۱۰) زیدی نے کہا کہ یہ آیت تواتر سے حضرت علیؑ کے حق میں ہے یہ شخص جس تواتر کو منہ سے نکال رہا ہے ہو یہاں نہیں ہوسکتا اور اس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں تواتر کہاں سے آجائے گا۔ جیسا کہ جابرؓ اور باقرؒ۔

(۱۰) ہم کہتے ہیں کہ کون سی ضرورت پیش آئی کہ لفظ عام سے معنی خاص مراد لئے جائیں بالخصوص جب کہ لفظ جمع کو مُفرد مراد لینا ہو تو اس قسم کی تاویل بعید کے لئے قرینہ قویہ ہونا چاہیے اور ایسا قرینہ کہاں ہے

(۱۱) فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اِس لفظ سے حضرت مرتضیٰ کو سمجھے ہوں اور تعریض ایک جدا امر ہے تخصیص عام سے اس جگہ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اس کے باوجود قرائن دلالت کرتے ہیں عام میں صرف فردِ واحد کے داخل ہونے میں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ یہاں تعریض اس وقت صادق آئے گی جبکہ وہم راکعون حال واقع ہو تنہا" یو تون الزکوٰۃ" سے اور وہ قصہ مخترعہ حضرت مرتضیٰ سے مکرر واقع ہوا ہو۔ اور دونوں باتیں ممنوع ہیں۔

تین وجہ سے ایک یہ کہ "وھم راکعون' حال واقع ہوا ہے بعد دو ایسے جملوں کے جو ایک ہی نسق پر ارشاد ہوئے یقیمون الصلوٰۃ اور یو تون الزکوٰۃ جو صِلہ الذین کے احاطہ میں داخل ہیں اور متبنی ہیں ضمیر جمع پر جو کہ اُن دونوں کی فاعل ہے تو ظاہر یہ ہے کہ دونوں جملوں سے حال واقع ہوا ہو اور اس صورت میں معنی مربوط نہیں ہوتے، بخلاف اس کے یوں کہا جائے۔

"خاشعون اللہ فی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ و ھم راکعون مواظبون علی النوافل"

یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں، نماز قائم کرنے میں اور ادائے زکوٰۃ میں اور رکوع کرتے ہیں اور نوافل پر مواظبت رکھنے والے ہیں۔

(مترجم صاحب) فرض نمازیں قائم رکھتے ہیں اور فرض زکوٰۃ ادا کرتے ہیں درآں حالیکہ وہ رکوع

کرنے والے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ یوتون صیغہ مضارع ہے جو دلالت کرتا ہے استمرارِ تجددی پر تو چاہیے کہ رکوع میں بار بار زکوٰۃ دینا عمل میں آیا ہو،

تیسری وجہ یہ ہے کہ جو توجیہہ ہم نے اختیار کی ہے وہ تہذیبِ نفس میں بڑا دخل رکھتی ہے۔ اور کتاب وسُنت کے ساتھ پوری موافقت رکھتی ہے

(۱۲) پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ آیت حضرت مرتضیٰؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مرتضیٰؓ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسبِ واقعہ ہے، کیونکہ خُدا تعالیٰ نے حضرت مرتضیٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی یہاں تک کہ اُن سے امورِ عجیبہ کا ظہور رہا جیسا کہ بدرواُحد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنا اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں کی امداد کی مگر اس سے خلافت کہاں مفہوم ہوگئی۔

ایک تعارف

اس میں شک نہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی گوناگوں خوبیوں کے مالک اور علم وفضل کے بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ مگر اس امر سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ اپنی تالیفات میں نہ صرف ہر رطب ویابس جمع کر دینے کی کوشش میں مصروف رہے ہیں بلکہ کثرت سے تضادیات کا بھی شکار ہوتے رہے ہیں۔ ممکن ہے اس کی وجہ آپ کا بہت سے علوم پر دسترس رکھنا اور اُن سب باتوں کو کتابوں کی صورت میں محفوظ کرلینا ہو جو کسی نہ کسی طرح آپ کے علم میں آجاتی ہوں۔

علاوہ ازیں آپ کا فلسفیانہ اندازِ فکر بھی آپ کو کسی ایک بات پر جمنے نہیں دیتا شاید یہی وجہ ہے کہ آپ کی تصانیف پوری کی پوری ایک دوسری سے متصادم اور متخالف نظر آتی ہیں۔

بعض محققین کے نزدیک آپ کی علمی زندگی دو ادوار میں منقسم ہے، آپ کی علمی زندگی کے پہلے دور پر بھی اگرچہ فلسفے کی گہری چھاپ ہے تاہم آپ مسلکِ طریقت کو شریعتِ مطہرہ سے متصادم خیال نہیں فرماتے بلکہ اس دور کی آپ کی اکثر تصانیف سلوکِ شریعت وطریقت کا حسین امتزاج ہیں۔ جبکہ آپ کے دوسرے دور کی تصانیف اُن کے پہلے افکار کی تردید وتکذیب پر مشتمل ہیں۔ ہم اس مضمون کے اختتام پر آپ کی چند ایسی متضاد تحریریں ہدیہ قارئین کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جو ایک دوسرے کی نقیض ہونے کے ساتھ ساتھ اس امر پر بھی شاہدِ عدل ہوں گی کہ آپ جب فلسفہ کے زیرِ اثر ہو کر استدلال کرتے ہیں تو نصوصِ صریحہ وقطعیہ کو بھی اپنی تاویلات پر قربان کردینے میں باک نہیں سمجھتے۔

پہلا نکتہ

زیبِ عنوان آیت کی تفسیر میں اگرچہ آپ بنیادی طور پر ابنِ تیمیہ کے افکار سے ہی متاثر نظر آتے ہیں تاہم اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ آپ نے اپنے طور پر بھی متعدد موشگافیاں فرمائی ہیں۔ بلکہ آپ اپنی بات منوانے کے لئے دانستہ طور پر انحراف صداقت کی حدود تک جا پہنچے ہیں۔

مثلاً گذشتہ اوراق میں نقل کردہ "بارہ نکات" پر مشتمل تاویلات میں پہلا نکتہ آپ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ اِس آیت سے پہلی آیت میں چونکہ مرتدین کا ذکر ہے۔اس لئے یہ معنی باتفاقِ مفسرین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے حق میں ہیں۔

اگرچہ آپ کے اس ارشاد سے قبل مترجم نے یہ دم چھلا بھی اپنی طرف سے لگا رکھا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ حضرت علیؑ کے حق میں ہے۔ چونکہ مترجم صاحب نے اپنے نام کیساتھ اپنی انفرادیت بیان کرنے کے لئے لفظ "دیوبندی" کا بھی اضافہ کر رکھا ہے اِن لئے وہ قابلِ اصلاح دکھائی نہیں دیتا۔ اور اگر اُس کی اس معمولی خیانت کو اچھالا بھی جائے تو اس کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑے گا سوائے اس کے کہ یہ وضاحت ہو جائے کہ شاہ ولی اللہ سے اگر کوئی کسر رہ گئی تھی تو وہ اس نے پوری کر دی۔

اور پھر جب کہ ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس طائفہ کی گھسی پٹی نشانی ہے جس کی کذابیت کے سامنے لفظِ کذب بھی ندامت سے سر جھکا لیتا ہے۔تو اس معمولی سی بات پر گرفت کرنا نامناسب ہی کہنا پڑے گا۔

علاوہ ازیں اُس کی اس حرکت کو نظر انداز کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اُس نے اپنے ہی بزرگ کی عبارت میں جرمِ خیانت کا ارتکاب کیا ہے ہمیں ناراض ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ البتہ اتنا ضرور بتائیں گے کہ اُن شیعوں کے نام کیا ہیں جو اس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں مانتے ہیں۔

بہر حال یہاں تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جناب شاہ صاحب نے کس خوبصورتی سے آیت سیاق کا سہارا لے کر اس آیت کا رُخ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف موڑ دیا ہے۔

اگرچہ امام فخر الدین رازی نے بھی اس مقام کا ہلکا سا تاثر دینا چاہا ہے تاہم اُن کے فلسفہ میں اس قدر تمازت نہیں کہ حقائق ہی پگھلنے لگیں۔

شاہ صاحب کا یہ فرمان محض اس حد تک درست ہے کہ انما ولیکم اللہ سے پہلی آیت میں مرتدین کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم ہے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے دورِ خلافت میں مرتدین کی سرکوبی کے لئے عساکرِ اسلامی کو بھیجا لہٰذا بلاشک وریب اس آیت میں وہ بھی شامل ہیں۔

مگر یہ قطعی طور پر امرِ باطل ہے کہ مذکورہ آیت کے ساتھ ساتھ آیت کریمہ "انما ولیکم اللہ" بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے حقیقت یہ ہے کہ جس آیت کریمہ میں مرتدین سے جہاد کے متعلق فرما کر

جہاد کرنے والوں کو اعزاز دیا گیا ہے اُس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ دیگر متعدد حضرات بھی شامل ہیں اس لئے یہ کہنا کہ مفسرین کا اجماع ہے کہ سیاق آیت کی وجہ سے آیت کریمہ "انما ولیکم اللہ" بھی سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ہے قطعی طور پر غلط اور مفسرینِ کرام پر کذب وافتراء باندھنے کی بدترین مثال ہے۔

بارہ نکاتی پروگرام میں شاہ صاحب نے اس تصوراتی اجماع کو تقویت دینے کے لئے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ اس امر کے قائل قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں۔ لیکن آپ نے یہ ارشاد فرمادینا مناسب نہیں سمجھا کہ یہ اجماع کب ہوا۔

پہلے پہلی آیت کا فیصلہ کرلیں

بہرحال! اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آیت کریمہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ" کی تفسیر بیان کرنے سے پہلے اس کے سیاق کی آیت کی تفسیر بیان کردی جائے تاکہ شاہ ولی اللہ کی فلاسفری کا زور کچھ تو کم ہو اس کے لئے ہم پہلے شاہ صاحب اور آپ کے کاسہ لیسوں کے نزدیک ثقہ مفسر حافظ ابن کثیر کی تفسیر کی عبارت پیش کرتے ہیں اور بعد میں مزید چند تفاسیر کے حوالہ جات ہدیہء قارئین کریں گے تاکہ شاہ صاحب کے مزعومہ اجماع کی وضاحت میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ پہلے آیت ملاحظہ فرمائیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ

اے ایمان والو! تم میں جو کوئی اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ اللہ اُن سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہونگے۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۴)

تفسیر ابنِ کثیر

زیرِ آیت حافظ بن کثیر نے لکھا ہے۔

(۱) حضرت محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں کہ یہ آیت قریش سے دوستی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(۲) حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ یہ آیت ایامِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ارتداد کرنے والوں کے متعلق نازل ہوئی ہے

(۳) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ (پھر اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں) اہلِ قادسیہ کے حق میں

ہے

(۴) لیث بن ابی سلیم حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ یہ قوم سبا کے لوگوں کے حق میں ہے۔

(۵) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان "فسوف یاتی اللّٰہ یحبہم ویحبونہ" فرمایا کہ یمن والوں میں سے کچھ لوگوں کے لئے ہے۔ پھر کندہ والوں میں سے پھر سکون والوں میں سے

(۶) حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ قوم اہلِ یمن سے پھر کندہ پھر سکون میں سے، اور یہ حدیث غریب ہے۔

(۷) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ" نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قوم یہ ہے کہ (یعنی ابوموسیٰ اشعری کی قوم)

اور ایسی ہی حدیث امام ابن جریر نے شعبہؓ نے بیان کی ہے۔

قال محمد بن کعب نزلت فی الو لا ته من قریش وقال الحسن بصری نزلت فی اهل الردة ایام ابی بکر وقال ا بن عباس فسوف یا تی اللّٰه بقوم یحبهم و یحبو نه هم القاد سیة۔

وقال لیث بن ابی سلیم عن مجاهد هم قوم من سبا۔

عن ابن عباس قوله فسوف یا تی اللّٰه بقوم یحبهم و یحبو نه قال ناس من اهل الیمن ثم من کنده ثم من الکون۔

عن جا بر بن عبد اللّٰه قال سئل رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم عن قوله فسوف یا تی اللّٰه بقوم یحبهم و یحبو نه قال ہؤ لاء قوم من اهل الیمن ثم کنده ثم من السکون و هذا حدیث غریب۔

عن ابی موسیٰ الاشعری قال لما نزلت فسوف یاتی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبو نه قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلم هم قوم هذا ور واه ابن جریر من حدیث شعبه بنحوه انتهیٰ۔

(تفسیر ابن کثیر مع فتح البیان مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۳۶۶)

تفسیر صاوی

علامہ صاوی زیرِ آیت رقم طراز ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تین فرقے مرتد ہوئے جب کہ آپ کے بعد سات فرقے ابو بکر صدیقؓ کے زمانہ میں مرتد ہوئے اور ایک فرقہ نے عمر ابنِ الخطابؓ کے زمانہ میں ارتداد کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں جب اسود عنسی جو کہ گدھے کے نام سے مشہور تھا اور کاہن تھا" نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا تو بنو مدلج اور اُس کے سردار دینِ اسلام کو چھوڑ کر اُس کی اتباع کرنے لگے حتیٰ کہ ان لوگوں نے شہروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ گورنروں کو نکال دیا اور خود متولی بن بیٹھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس صورتِ حال کے پیشِ نظر گورنر یمن حضرت معاذ بن جبلؓ اور یمن کے دوسرے سرداروں کو اُن کی سرکوبی کے لئے والا نامہ لکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسود عنسی کو فیروز دیلمی کے ہاتھوں ہلاک کروادیا، جس رات اسود عنسی ملعون قتل ہوا اُسی رات مدینہ منورہ میں رسولِ غیب دان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اس کے قتل کی خوشخبری سنادی، جسے سُن کر مسلمانوں نے اظہارِ مسرت کیا، چنانچہ اس کے اگلے روز اُس کے قتل کی اور فتنہ ارتداد ختم ہونے کی اطلاع آگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک میں بنو حنیفہ اور ان کی قوم نے اس وقت ارتداد کیا۔ جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ اسلام کا انکار کر کے اُس کی اتباع کرنے لگے۔

مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا کہ میں بھی اللہ کا رسول ہوں اس لئے آدھی زمین میری ہے۔ اور آدھی زمین آپ کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب میں لکھا "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف" اما بعد، بیشک زمین اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور وہ جسے چاہے اس کا وارث بناتا ہے اپنے بندوں سے اور آخرت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

مسیلمہ کذاب خلافت ابو بکرؓ کے زمانہ میں وحشی کے ہاتھوں مارا گیا۔

وقد ارتد جماعة بعد موت النبی ای وہم ثمان فرق سبعة فی خلافة ابی بکر وفرقة من زمن عمر وارتدت ثلاث فرق ایضافی زمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبو مدلج وریسہم ذوالحمار لقب بہ لانہ کان لہ حمار یا عرا مر ویعتی بعتیہ وہو الاسود العنسی بفتح العین وسکون النون وکان کاہنا متنبیا بالیمن واستولی علیٰ بلادہ واخرج عمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

فکتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی معاذ بن جبل و سادات الیمن فا ہلکہ اللہ تعاولیٰ علیٰ ین فیر وز

الدیلمی۔

فاخبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم بقتله لیلة قتله فسر المسلمون و قبض رسول اللّٰہ من الغدو اتی خبر قتله۔

و بنو حنیفة و ہم قوم مسلیمة الکذب تنبأئو کتب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم من مسلیمة رسول اللّٰہ اما بعد فان الارض نصفھا نی و نصفھا لک فکتب الیه رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہ وسلم من محمد رسول اللّٰہ الی مسلیمة الکذاب اما بعد فان الارض للّٰہ یورثھا من یشاء من عبادہ و العاقبة للمتقین و ہالک فی خلافة ابی ابکر علی بدو حشی

(تفسیر صاوی ج۱ص ۲۵۲)

زیرِ آیت نواب صدیق حسن بھوپالی نہایت وضاحت کے ساتھ تفسیر فتح البیان میں رقمطراز ہیں، کہ! مسلمانوں کو کفار سے موالات ترک کرنے کے بعد احکام المرتدین کا بیان شروع ہوتا ہے۔ کشاف نے ارتداد کرنے والوں کے متعلق بتایا ہے کہ یہ عرب میں گیارہ فرقے تھے۔

ان میں تین فرقوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہی ارتداد کیا اور یہ بنو مدلج اور اُس کے سردار تھے اور دوسرا فرقہ بنو حنیفہ تھا اور وہ مسیلمہ کذاب کی قوم تھی تیسرا فرقہ بنو اسد اور وہ طلحہ بن خویلد کی قوم تھی۔

اور سات فرقوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں ارتداد کیا۔ اور وہ تھے۔

(۱) فزارہ قوم عینیه بن حصن فزاری۔

(۲) غطفان قوم قرته بن سلمه قشیری۔

(۳) بنو سلیم قوم فجائ بن عبد۔

(۴) بعضے تمم قوم سجاح بن منذر۔

(۵) کندہ قوم اشعث بن قیس کندی۔

(۶) بنو بکر بن وائل۔

(۷) قوم خطمی ابنِ یزید۔

پس ان ساتوں فرقوں نے مرتد ہونے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھوں پر کفائت فرمائی۔

اور ایک فرقہ حضرت عمر ابن الخطابؓ کے زمانہ میں مرتد ہوا اور وہ عنان تھا قوم جبلہ بن ایہم سے، پس اللہ تعالیٰ حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ پر انہیں کفائت فرمائی۔

فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ ،،کی تفسیر کرتے ہوئے مزید لکھا ہے،

اس سے مراد وہ قوم ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا لشکر جن میں وہ صحابہ اور تابعین بھی ہیں جنہوں نے مرتدین کو قتل کیا۔ کیونکہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین سے قتال کا ارادہ ظاہر فرمایا تو بعض صحابہ کرام نے آپکے اس خیال سے اتفاق نہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ اہلِ قبلہ ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تلوار میان سے باہر کرتے ہوئے فرمایا کہ میں ان لوگوں سے اکیلا جنگ کرونگا۔

حضرت عبداللہ ابنِ مسعودؓ فرماتے ہیں کہ پہلے تو ہم آپ کے اس کام پر ناخوش ہوئے لیکن بعد میں اس کی تعریف کرتے تھے۔

حضور نے کیا فرمایا

(۱) اور امام ابوعبداللہ حاکم صاحب مستدرک و امام بیہقی اور ان کے علاوہ دیگر محدثین حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی تو آپ نے مجھے فرمایا اے ابوموسیٰ! یہ تمہاری قوم کے لوگ ہیں اہلِ یمن سے (۲) اور ابنِ ابی حاتم اور ابوشیخ جابر بن عبداللہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ ،، کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ قوم ہے اہلِ یمن میں سے پھر فرمایا کندہ میں سے پھر فرمایا سکون میں سے پھر فرمایا تجیب میں سے۔

اور حضرت عبداللہ ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ وہ قوم اہلِ قادسیہ ہیں۔

اور وہ انصار تھے

اور سُدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ انصار کہ حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نصرت و اعانت کیا کرتے تھے۔ دین کو ظاہر کرنے میں اوّل اولیٰ ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اوصافِ عظیم پر مشتمل ان کی انتہائی تعریف و توصیف فرمائی۔

وقال السدی نزلت فی الا لضار لا منهم هم الذین
لفرز ارسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ودر عا نوه علی
اظها الدین الا ل ا لی ثم لله

بالا وصاف العظیمة المشتمة علی غائته المدح و نہایت الثناء فقلا یحبھم ویحبو نہ۔ انتھیٰ۔

(تفسیر فتح البیان مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۷۸ تا ۷۹)

(از نواب صدیق حسن بھوپالی)

تفسیر دُرِ منثور

ابن جریر اور ابنِ ابی حاتم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبہ کے متعلق نقل کیا کہ ضحاک کا قول یہ ہے کہ وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے اصحاب ہیں۔ کیونکہ جب بعض عرب قبائل اسلام چھوڑ کر مرتد ہو گئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں نے اُن سے جہاد کیا حتیٰ کہ وہ اسلام کی طرف لوٹ آئے۔

واخرج ابن الجریر و ابن ابی حاتم عن الضحاک فی قولہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ قال ہو ابوبکر و اصحابہ لما ارتد من العرب عن الاسلام جاہد ہم ابوبکر واصحابہ حتی ردہم الی الاسلام،

اور روایت نقل کی عبد بن حمید نے اور ابنِ جریر نے اور ابنِ المنذر نے اور ابنِ ابی حاتم نے اور ابو شیخ نے خیثمہ ترابلسی نے کتاب فضائل صحابہ میں اور بیہقی نے کتاب دلائل النبوۃ میں حسن بصریؒ سے کہ آیت کریمہ
"فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَيُحِبُّوۡنَهٗۤ" سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ اور آپکے وہ ساتھی جنہوں نے بعض عرب کے مرتد ہونے پر اُن سے قتال کیا۔

واخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابو الشیخ و خثیمتہ الا ترابلسی فی فضائل الصحابہ والبیہقی فی الدلائل عن الحسن فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ قال ہم الذین قاتلوا اہل الروۃ من العرب بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ابوبکر صحابہ،

اور روایت نقل کی ابنِ جریر نے صریح بن عبید سے کہ جب آیتِ کریمہ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡ

مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ‘‘ تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! کیا اس سے مراد میری قوم ہے؟

تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد ابو موسیٰ اشعری اور اس کی قوم ہے۔

اور نقل کیا ابنِ سعد نے طبقات میں اور ابنِ ابی شیبہ نے اپنی مُسند میں اور عبد بن حمید نے اور حکیم ترمذی نے اور ابنِ جریر نے اور ابنِ منذر نے اور ابنِ ابی حاتم نے اور ابو الشیخ اور طبرانی اور ابنِ مردویہ نے اور حاکم نے صحیح میں اور بیہقی نے دلائل میں کہ حضرت عیاض اشعری فرماتے ہیں کہ جب آیتِ کریمہ ’’فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ‘‘ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس سے مراد اسکی قوم ہے۔

واخرج ابن الجرير عن صريح بن عبيد قال لما انزل الله يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ يَّرۡتَدَّ مِنۡكُمۡ عَنۡ دِيۡنِهٖ فَسَوۡفَ يَاۡتِى اللّٰهُ بِقَوۡمٍ يُّحِبُّهُمۡ وَ يُحِبُّوۡنَهٗۤ ۙ قال عمر انا وقومي هم يا رسول الله قال بل هذا وقومه يعني ابا موسىٰ الاشعري۔

اور روایت نقل کی ابو الشیخ نے اور ابنِ مردویہ نے اور حاکم نے شعبہ کی حدیثوں کی جامع میں اور بیہقی نے کہ ’’فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ‘‘ آیت کریمہ کے متعلق حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ اس سے مراد تمہاری قوم اہلِ یمن سے ہے۔

اور روائت نقل کی ابنِ حاتم نے اور حاکم نے کتاب ’’الکنیٰ‘‘ میں اور ابو الشیخ نے اور طبرانی نے اوسط میں اور ابنِ مردویہ نے اچھی سند کے ساتھ کہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آیت کریمہ ’’فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ‘‘ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے مراد اہلِ یمن سے، کندہ، سکون، اور تجیب قبائل کے لوگ ہیں۔

اور روایت نقل کی ابن ابی شیبہ نے کہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباسؓ نے فرمایا کہ آیت کریمہ ’’فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ ‘‘ سے مراد اہلِ قادسیہ ہیں۔

اور بخاری نے اپنی تاریخ میں قاسم بن مخیمرہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ تشریف لائے اور میرے لئے مرحبا فرمایا اور پھر آپ نے آیتِ کریمہ ’’مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ یُّحِبُّہُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗۤ ‘‘ تلاوت فرمائی اور پھر میرے کندھے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ خدا کی قسم یہ لوگ اہلِ یمن میں سے تین قبائل ہیں۔ اور روایت نقل کی ابو الشیخ نے حضرت مجاہد سے کہ آیتِ کریمہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سے مراد قوم سبا ہے۔

واخرج ابن سعد وابن ابي شيبة في مسند ته عبد بن

حمید والحکیم ترمذی وابن جریروابن المنذرو ابن ابی حاتم وابو الشیخ والبطرانی وابن سویه والحاکم وصحیحه والبیهقی فی الدلائل عن عیاض الا شعری قال لما نزلت فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم ہم قوم ہذا و اشارالی ابی موسیٰ الاشعری۔

واخرج ابوالشیخ وابن مردویه والحاکم فی جمعه الحدیث شعبة والبیهقی فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ فقال النبی صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم قومک یا ابا موسیٰ اہل الیمن۔

واخرج ابن ابی حاتم والحاکم فی الکنی وابوالشیخ والطبرانی فی الاوسط وابن مردویه بسند حسن عن جابر بن عبداللہ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وآلہٖ وسلم عن قوله فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ قال ہولا قوم من اہل الیمن من کندۃ ثم من السکون ثم من التجیب۔

واخرج البخاری فی تاریخه وابن ابی حاتم وابوالشیخ عن ابن عباس فسوف یاتی اللہ بقوم یحبهم ویحبونه قال ہم قوم من اہل الیمن ثم کنده من السکون واخرج ابن ابی شیبة عن ابن عباس فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ قال ہم اہل القادسیه۔

واخرج البخاری فی تاریخه عن القاسم بن مخیمره قال اتیت ابن عمر فرحب بی ثم تلامن یرتد منکم عن ونبه فست یاتی اللہ بقوم یحبهم ویحبونه ثم ضرب علی منکبی وقال احلف باللہ انهم لمنکم اہل الیمن ثلاثه واخرج ابو شیخ عن مجاہد فَسَوْفَ يَأْتِي اللهُ بِقَوْمٍ قال ہم قوم سبا۔

(تفسیر درمنثور ج ۲ ص ۲۵۲)

ایک آیت بھی پوری نہیں

اگرچہ اس ضمن میں مزید متعدد کتب معتبرہ سے سینکڑوں حوالہ جات پیش کئے جا سکتے ہیں تاہم اسناد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوالِ صحابہ کرام کی روشنی میں یہ پتہ چلا لینا مشکل امر نہیں ہے کہ یہ آیت اگرچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن ساتھیوں کے حق میں بھی یقیناً بیان کی گئی تاہم اِس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہء مبارک میں مرتدین سے جہاد کرنے والے لوگ بدرجہء اولیٰ شامل ہیں۔ اب یہ کہ ایک آیت پوری کی پوری محض حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں ثابت نہیں کی جا سکتی تو تسلیم کرنا ہوگا کہ جناب شاہ ولی اللہ صاحب کا یہ تصور غلط محض ہے کہ اِس آیت کے بعد آنے والی آیات بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

تفسیر قرآن کرتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور اقوالِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اعراض کرتے ہوئے محض ذاتی اَنا کی تسکین کے لئے غلط سلط تاویلیں بیان کرنا کسی مُحدّث کی شایانِ شان ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ہم آئندہ اوراق میں مُعتمد و ثقہ کُتب سے بالوضاحت اِس قسم کی روایات نقل کریں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اہلِ ارتداد سے جنگ کرنے والے لوگوں کے حق میں آنے والی آیت کے مابعد کی آیت بلا شک و ریب حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

بارہ نکاتی فارمولہ کا جواب

علاوہ ازیں اگر شاہ صاحب ''انما'' کا سہارا لیکر سیاق و سباق کو صرف فردِ واحد کے حق میں بیان کرنے پر مصر ہیں تو ایک انتہائی عجیب و غریب صورت حالات سامنے آنے کے امکانات ہیں۔ اس لئے فی الحال اِس بحث کو دانستہ قلم انداز کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ بحث اس لئے بھی غیر ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اہلِ علم حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبلہ شاہ صاحب کا یہ تصور قرآن مجید کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے مترادف ہے۔ کیونکہ

''انما'' کا سیاق و سباق آپس میں ملا دینے سے ہرگز یہ معنی نہیں دے سکتا کہ یہ اور ہر دو آیات ایک ہی معنی و مفہوم پر مشتمل ہیں اور یہ کہ یہ دونوں کسی ایک ہی شخص کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم شاہ صاحب کے باقی نکات کو زیرِ بحث لائیں عظیم فقیہہ اور مُفسّر حضرت مُلا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیرات احمدیہ کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جو آپ نے نماز میں عمل قلیل سے نماز کے فاسد نہ ہونے کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اِس لئے کہ کسی فقیہہ کا کسی روایت کو مسئلہ کی صورت میں بیان کرنا

،بہر صورت اُس روایت کی ثقاہت پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت مُلا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ آیت ''انما ولیکم اللہ ورسولہ کے ضمن میں رقمطراز ہیں۔

تفسیراتِ احمدیہ

وہم راکعون، کا معنی امام زاہد کے نزدیک متطوعون نوافل ادا کرنے والے، یعنی فرض نماز اور فرض زکوٰۃ ادا کرنے کے ساتھ نفل نماز پڑھتے ہیں اور نفلی طور پر صدقہ کرتے ہیں۔

دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ ''راکعون'' صلوٰۃ وزکوٰۃ دونوں کا حال ہے اور اس کے معنی خشوع کرنے والے یعنی خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں اور خشوع کے ساتھ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

کشاف ومدارک میں ہے کہ یہ صرف ''یوتون'' سے حال ہے مطلب یہ کہ نماز کے دوران حالت رکوع میں زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اس معنی کے لحاظ سے یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی اور اس معنی کے لحاظ سے ہم نے اسے اپنے عنوانوں کے لئے بطور دلیل پیش کیا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز کے دوران حالتِ رکوع میں تھے کہ کسی سائل نے سوال کیا۔ آپ نے اپنی انگوٹھی اس کی طرف پھینک دی چونکہ انگوٹھی انگلی میں کھلی اور ڈھیلی تھی اس لئے اسے اتارنے میں عملِ کثیر کی ضرورت نہ تھی۔

اِسی بنا پر انہوں نے دورانِ نماز ہی انگوٹھی اِس کی طرف پھینک دی اِس کے بعد صاحب کشاف ومدارک لکھتے ہیں کہ آیت سے معلوم ہوا کہ دورانِ نماز صدقہ جائز ہے۔ اور یہ کہ عملِ قلیل سے نماز نہیں ٹوٹتی۔

(تفسیرات احمدیہ جلد اوّل ص ۲۱۶)

(از حضرت ملا احمد جیون رحمۃ اللہ علیہ)

دوسرا نکتہ

شاہ صاحب کا نکتہ نمبر ۲ ہے کہ یہ ہر سہ آیات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق میں ہیں اور اِس پر مُفسرین کا اجماع ہے۔ اور اس کے قائل، قتادہ، ضحاک اور حسن بصری ہیں یہ نکتہ ایسا نقطہ ہے جو غلطی سے بے نقاط حروف پر لگ جائے اور اچھے بھلے با معنی لفظوں کو مہمل بنا کر رکھ دے

اہلِ علم حضرات نے متعدد تفسیروں کے حوالہ جات ملاحظہ فرمالئے ہیں کہ نہ صرف ہر سہ آیات میں بلکہ پہلی آیت کریمہ میں بھی حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع حدیث اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وغیرہما متعدد صحابہ کرام کے اقوال اِس فرضی اجماعِ مفسرین کے سراسر مخالف ہیں۔

حیرت ہے کہ شاہ ولی اللہ جیسے پڑھے لکھے لوگ بھی اس قسم کے ذہنی مفروضوں کو حقیقت کی صورت میں لوگوں پر مسلط کرنے میں اپنی قابلیت خیال کرتے ہیں۔

تیسرا نکتہ

اندریں حالات تیسرا نکتہ بالکل ہی بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے تادیر مرتدین سے قتال کیا جبکہ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ پہلی آئت دیگر متعدد لوگوں کے علاوہ ابو بکر صدیقؓ کے جیوش کو بھی شامل ہے۔

چوتھا نکتہ

نکتہ نمبر ۴ تھوڑی سی وضاحت کا مقتضی ہے اور اِس نکتہ آفرینی میں شاہ صاحب نے اپنی نکتہ رس طبیعت کو بھی اضمحلال کی نذر کر دیا ہے۔

یعنی لفظ (انما) کلامِ عرب میں جملہ سابقہ کی دلیل اور اس کی تحقیق و تثبیت کے لئے آتا ہے۔ اور معنی یہ ہوئے کہ مسلمانو تم ارتداد سے نہ ڈرو کیونکہ تمہارا کارساز اللہ ہے اور اس کا رسول تمہیں جہاد کی ترغیب دیتا ہے اور محققین اہلِ ایمان ہیں، جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

شاہ صاحب کی اس نکتہ آفرینی نے تو آپ کی نکتہ شناس طبیعت کا بھرم ہی کھول کر رکھ دیا اور ثابت کر دیا ہے کہ انسان خواہ کتنا ہی بڑا عالم و فاضل کیوں نہ ہو جب جدل و مناظرہ کے اسٹیج پر آجائے تو پھر اپنی اَنا کو تحفظ دینے کے لئے وہ قرآن و حدیث کی نصوص کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

آئندہ اوراق میں معتبر تفاسیر اور دیگر ثقہ کُتب کے حوالہ جات محض اس ضمن میں پیشِ خدمت کئے جائیں گے کہ اہلِ ارتداد اور اُن سے جہاد کرنے والوں کے حق میں آنے والی آئتِ جمہور مُفسرین کے نزدیک اگلی آئت سے الگ تھلگ ہے اور اُس کا شانِ نزول واضح طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔ نیز یہ کہ جن تین تابعین کا ذکر شاہ ولی اللہ نے مندرجہ بالا تحریر میں کرتے ہوئے مفسرین کا اجماع اپنے حق میں ثابت کرنا چاہا ہے، اُن کے اقوال بھی شاہ صاحب کے اس فلسفیانہ خیال کی واضح طور پر تردید کرتے ہیں۔

پانچواں نکتہ

نکتہ نمبر ۵ میں شاہ صاحب نے بہت ہی اونچی اُڑان کر لی ہے جس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ بھی نہیں ہوسکتا کہ اتنی ... ے کو سر ... کیونکہ شاہ ... " کے

متعلق مزعومہ شانِ نزول سیاق وسباق کی روشنی میں کسی بھی صورت میں پہلی آیت کے مخاطبین پر منحصر نہیں کیا جاسکتا اور ہمارے اِس دعویٰ کی دلیل شاہ صاحب نے اپنے اسی بارہ نکاتی فارمولہ میں چھپار کھی ہے جس کا ابھی ذکر ہوگا۔ افسوس تو یہ ہے کہ شاہ صاحب کی جلالت علمی کے تحت ہم یہ مقولہ بھی نہیں دہرا سکتے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

چھٹا نکتہ

بہر حال نکتہ نمبر ۶ میں شاہ صاحب ہمارے دعویٰ کی دلیل بن کر پورے جاہ وجلال کے ساتھ رقمطراز ہیں کے صیغہ کے عموم سے دلیل پکڑیں تو یہ آیات تو مذکورہ خاص طور انما ولیکم اللہ ورسولہ، تمام محققین کو شامل ہے، شائد کسی نے ایسے ہی کسی موقعہ پر کہا ہو کہ جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ساتواں نکتہ

اور نکتہ نمبر ۷ تو شاہ صاحب کے نکتہ رس، نکتہ دان، نکتہ بین نکتہ چین، نکتہ آفرین اور نکتہ ء راز ہونے پر حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے یعنی اب تک جس قدر نکتہ بازیاں ہوئیں تھیں سب کی سب اپنے ہاتھوں صورت معکوس ہوگئیں،

آپ بھی اِس نکتہ سے محظوظ ہوں جو انتہائی بے خیالی کے عالم میں قلم سے سیاہی چھڑکتے وقت پہلے تو اچھی بھلی تحریر کے ایک حصّہ پر سیاہ نقطہ کی صورت میں گر جائے اور پھر بے خیالی ہی میں اُسے صاف کرتے وقت ایک بڑے دھبے کی صورت میں پوری تحریر کو ہی معدوم کر دے۔ اور وہ نکتہ یہ ہے کہ جب امام برحق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے سامنے یہ کہا گیا کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔ یعنی یہ آیت سب مومنین کے حق میں ہے۔ اور علیؑ بھی مومنوں میں سے ہیں۔

اگر چہ یہ قول دیگر مفسرین کرام نے بھی نقل کیا ہے لیکن اس سے پہلے وہ مرفوع احادیث اور اقوالِ صحابہ سے اس آیت کا حضرت علیؑ کے حق میں ہونا ثابت کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں حیرت تو اس امر کی ہے کہ جب بقول شاہ صاحب یہ آئت انما کی وجہ سے آئیت تو سیاق سے وابستہ ہے اور قطعیت کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کے لئے ہے۔

اور اگر اسے عموم میں بھی شامل کر لیا جائے تو ان تمام محققین کے لئے ہوگی جنہوں نے اہلِ ارتداد سے جنگ کی۔

مگر طرفہ تماشا یہ ہے کہ اگر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے پیش کردہ قول کی روشنی میں حضرت علی

کرم اللہ وجہہ الکریم کو عام مومنین کی صفات میں شامل کر کے عمومیت کی صورت میں اس کا اطلاق آپ پر کیا جائے تو اِس سے شاہ صاحب کے وہ تمام تانے بانے تارِ عنکبوت کی صورت میں منتشر ہو جائیں گے جو آپ نے اب تک بزورِ فلسفہ بنے تھے اور آپ کی اب تک کی تمام کارکردگی ہباءً منثوراً ثابت ہوگی کیونکہ آئت سیاق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن جیوش میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہرگز ہرگز شامل نہیں تھے جنہوں نے اہلِ ارتداد سے جنگیں لڑیں۔

لہٰذا واضح طور پر ثابت ہوگیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ میں ایک عام مسلمان کی حیثیت میں بھی شامل نہیں ہو سکتے حالانکہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منسوب قول کم از کم مولائے کائنات کے لئے اس قدر رعائت تو فراہم کرتا ہے کہ انفرادی طور پر نہ سہی اجتماعی طور پر آپ عام مسلمانوں کے ساتھ اس اعزاز کے ضرور مستحق ہیں۔

آٹھواں نکتہ

بہرحال شاہ صاحب کے پیدا کردہ پہلے چھ نکات اُن کے اپنے ہی بیان کردہ ساتویں نکتے کی زد میں آ کر مکمل طور پر سخت مجروح ہو چکے ہیں۔

اور اگر ان میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی بھی تو آپ کے آٹھویں نکتے نے ان سب کو باقاعدہ طور پر فنا کی وادیوں میں دھکیل دیا ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کا آٹھوں نکتہ جسے آٹھواں عجوبہ کہنا زیادہ درست ہوگا یہ ہے کہ،

بغویؒ نے کہا ہے کہ جابر بن عبداللہؓ کا قول یہ ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ جبکہ اُن کی قوم نے اُن کو چھوڑ دیا تھا۔

اگرچہ شاہ صاحب جلدی میں بغویؒ کی پوری عبارت نقل نہ کر سکے ورنہ علامہ بغویؒ نے صاف طور پر وضاحت فرما رکھی ہے کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ متعین شدہ فردِ واحد کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ فردِ واحد اور وہ فردِ فرید شیرِ خُدا تاجدارِ ہل اتیٰ مشکل کشا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

بہرحال یہ آٹھواں نکتہ شاہ صاحب کے ساتویں نکتہ سے پہلے چھ نکاتی پروگرام کی قطعی طور پر تغلیط و تکذیب اور تردید بطلان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کے اس واہی طرزِ استدلال کی بھی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔ حالانکہ شاہ صاحب اپنے ان دلائل کو انتہائی قوی اور زوردار سمجھتے ہوئے دوسروں کی تذلیل اِن الفاظ میں کرتے ہیں کہ مبتدعین کی کج روی کا تماشا دیکھو کہ اس سیاق وسباق کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں

آپ کے اس جارحانہ انداز کے متعلق ہم کیا کہہ سکتے ہیں قارئین خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ آپ نے

خود تو حقائق کو مسخ کرنے میں پوری قوت صرف کر دی ہے اور اپنی عقلِ ناتمام پر نصوصِ صریحہ وقطعیہ کو قربان کر دیا ہے اور غصہ دوسروں پر نکال رہے ہیں۔ دانستہ طور پر صراطِ مستقیم سے اعراض خود کرتے ہیں اور کج رو دوسروں کو کہتے ہیں۔ ریسرچ کے نام پر نئی نئی بدعات کو خود جنم دیتے ہیں اور مبتدعین کے خطاب سے دوسروں کو نواز رہے ہیں۔

بہر حال شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں قرآن وحدیث کی نصوص کو نظر انداز کرنے میں جس جرأت وجسارت سے کام لیا ہے یا تو آپ کی شان کے ہرگز لائق نہیں تھا یا پھر یہ آپ ہی کا کام تھا ورنہ عام مسلمان تو اس تصور سے ہی کانپ اُٹھتا ہے کہ تفسیر بالرائے کرنے والوں میں اِس کا شمار ہو جب کہ یہ حقیقت بھی اظہر من الشمس ہو کہ، من فسر القرآن برائیہ فقد کفر۔

بعض حضرات کے لئے یقیناً یہ امر خالی از استعجاب نہیں کہ شاہ صاحب قبلہ اصولِ تفسیر سے کافی حد تک واقف ہونے اور فقیہانہ طرز استدلال کو جاننے کے باوجود اس مقام پر اس قدر گھسے پٹے دلائل دینے پر کیوں مجبور ہو کر رہ گئے،

لیکن یہ تحیرّ وتعجب اُس وقت بالکل ختم ہو جاتا ہے جب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ حقائق کو مسخ کرنے کے لئے آپ نے دانستہ طور پر پیچیدگیاں پیدا کی ہیں۔

نواں نکتہ

اب آپ کا نکتہ نمبر ۹ ہی لیجئے آپ فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ (الخ) کا حضرت علیؓ کے حق میں ہونا تواتر سے ثابت نہیں بلکہ اِس بارے میں کوئی مرفوع حدیث بھی ثابت نہیں پھر تواتر کہاں سے آجائے گا۔ اور اِس کے ساتھ ہی اِس تواتر کی نفی میں جو جواز پیش کیا ہے وہ حضرت جابرؓ اور حضرت امام باقر علیہ السلام کے یہ دو قول ہیں۔

(۱) یہ آیت عبداللہ بن سلام کے حق میں ہے،

(۲) یہ آیت عام مومنین کے لئے ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بھی مومن ہیں لہٰذا اِس آیت میں آپ شامل ہیں۔

شاہ صاحب کے نزدیک کسی ایک روایت کو تواتر کے درجے سے گرا دینے کے لئے یہی کافی ہے کہ متعدد مُختلف اسناد سے آنے والی روایات کے ساتھ دو قول ایسے بھی ہیں کہ ایک قول اُن میں بالواسطہ اُسی روایت کی تاکید کرتا ہے۔ یعنی حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یہ آیت حضرت علیؓ کے حق میں ہے؟ تو آپ نے فرمایا ہاں بحیثیت مومن اِس آیت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم شامل ہیں۔ حالانکہ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سائل جانتا تھا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق

میں ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ کے قول میں صرف یہ بات ہے کہ یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ اور انہوں نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ آیت حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نہیں۔ جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مفسرین صحابہ میں سے عبداللہ ابنِ عباس ؓ کی روایت سے صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی۔

علاوہ ازیں اِس آیت کے ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرفوع حدیث بھی موجود ہے جس میں آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ایثار سے خوش ہوکر بارگاہِ خُداوندی میں ان کو اپنا وزیر بنانے کی استدعا کی اور یہی نہیں بلکہ دیگر متعدد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین نے اِس روایت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں بیان کیا ہے جسے ثقہ مفسرین کے علاوہ فقہا کرام نے بھی پورے صدقِ دِل سے قبول کیا اور نماز میں عمل قلیل کے بارے میں جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے انگوٹھی اتروانے کے فعل کو حجت قرار دیا۔

اور یہ معاملہ کسی ایک خاص زمانہ کے لئے محدود نہیں بلکہ طوعاً و کرہاً تقریباً سبھی مفسرینِ کرام کو کسی نہ کسی طریقہ سے اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں ماننا ہی پڑا ہے۔ اب خُدا جانے شاہ صاحب کے نزدیک تواتر کے خاص معنی اور کیا ہیں، بہر حال آئندہ اوراق میں آپ متعدد ثقہ کُتب کی ایسی تحریریں ملاحظہ فرمائیں گے جن میں اقوالِ صحابہ کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرفوع حدیث بھی شامل ہوگی۔

ہمیں یقین ہے کہ اُن عبارات کی موجودگی میں قارئین کو شاہ صاحب کا استدلال واضح طور پر ایک تخیلاتی مفروضہ نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں شاہ صاحب سے یہ پوچھنا تو بھول ہی گئے کہ جنابِ والا! یہ تو فرمایئے کے آپ نے آیتِ سباق کے مفہوم کو آئندہ آنے والی آیات کے مفہوم میں جو زبردستی گڈمڈ کرنے کی کوشش فرمائی ہے، اس کے لئے شرطِ تواتر قائم فرمانے میں پہلوتہی کا کیا نام رکھا جائے۔

دسواں نکتہ

نکتہ نمبر ۱۰ میں شاہ صاحب کی نکتہ شناس طبیعت کی داد دینا پڑتی ہے آپ کا ارشاد ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ لفظ عام سے خاص معنی مراد لینے کی کیا ضرورت پیش آئی جب کہ لفظ جمع کو مُفرد مراد لینا ہو تو ایسی تاویل کے لئے قرینہ قوی ہونا چاہیے لیکن ایسا قرینہ کہاں ہے؟

سُبحان اللہ اور پھر سُبحان اللہ! شاہ صاحب ذرا یہ تو فرمایئے کہ آپ نے تو اِس سے پہلی آیت کی بدولت اِس آیت کریمہ کو بھی جناب ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے حق میں فرما رکھا ہے، پھر اس سے بڑھ کر آپ

کو کس قرینہ قویہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

غور تو فرمائیں کہ قرآنِ مجید کے الفاظ ہیں کہ "پھر ہم ایسی قوم لائیں گے جو اللہ کو پیارے ہونگے اور اللہ اُن کو پیارا ہوگا۔

اور اُس آنے والی قوم کو آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی بنا کر رکھ دیا۔ زیرِ بحث آیت کو بھی آپ جناب ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بیان فرما چکے ہیں۔ اِن حالات میں آپ کو کیسے بتائیں کہ قرینہ قویہ کی تلاش میں تو کوہِ ندا پر ہی جانا پڑے گا، اور یہ کام کوئی حاتم طائی ہی کر سکتا ہے۔

حضورِ والا! اگرچہ اس سے پہلی آیت کریمہ اہلِ یمن وغیرہ کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے جیوش کے حق میں ہی ثابت ہو سکتی ہے مگر وہ اس لئے جناب ابو بکر صدیقؓ کے حق میں بھی بیان کی جاتی ہے کہ اُن جیوش کو مُرتدین کی سرکوبی کے لئے تیار آپ نے کیا تھا۔ اسی طرح اگرچہ یہ آیت جمع کے صیغہ کو متضمن ہے لیکن پہلی آیت سے بدرجہ اولیٰ قرینہ قویہ اِس کا مُفرد کے حق میں ہونے کا یہ ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے نماز میں خیرات کرنے کے موقعہ پر نازل ہوئی تھی۔

اور پھر اِن سب سے قوی تر ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرت علیؓ کے ایثار پر خوش ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دُعا فرمائی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ آیتِ کریمہ نازل فرمائی اور اس پر مختلف اسناد سے آنے والی روایات شاہدِ عدل ہیں۔

گیارہواں نکتہ

نکتہ نمبر گیارہ چونکہ کئی نکتوں پر مشتمل ہے، اس لئے نکتہ در نکتہ میں اُلجھنے کی بجائے اِسے چند شقوں میں تقسیم کر دینا ہی مناسب ہے۔

چنانچہ اس کی شقِ اوّل شاہ صاحب کے اِس فرمان پر مشتمل ہے کہ،

فقیر کا ظن جو کچھ کام کر سکا ہے وہ یہ ہے کہ بعض لوگ بطریق تعریض اِس لفظ سے حضرت مرتضیٰ کو سمجھے ہوں اور تعریض تخصیص عام سے ایک جدا امر ہے، اِس جگہ اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ اس کے باوجود قرائن عام میں صرف فردِ واحد کے داخل ہونے میں دلالت ہے۔

شاہ صاحب کا مرنجان مرنج شخصیت کے مالک ہونا آخر آپ کے اِس فقرہ نے ظاہر کر ہی دیا کہ" فقیر کا ظن جو کام کر سکا ہے،، بہر حال فقیر کے ظن وگمان کا نتیجہ تو زیرِ بحث آ ہی جائے گا، اس مقام پر شاعرِ مشرق کا مصرعہ شدت سے یاد آ رہا ہے کہ!

رہبر ہوں ظن وتخمیں تو زبوں کارِ حیات

شائدظن وتخمیں کی اس زبوں کاری کا ہی یہ اثر ہے کہ زیبِ عنوان آیت کریمہ کو کسی بھی صورت میں حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نہ ماننے کے باوجود یہ فرمادیا کہ بعض لوگ جو اس کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں مانتے ہیں۔

حالانکہ اِس سے پہلے آپ پوری قوت سے اِسی داعیہ پر جمے ہوئے تھے کہ اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کے حق میں کوئی مانتا ہی نہیں، اگر قارئین کو یقین نہ آئے تو بصد شوق شاہ صاحب کی سابقہ عبارت کا مطالعہ فرمائیں آپ پر ثابت ہوجائے گا کہ آپ نے محض اور محض وہی اقوال وآراء بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے جن سے یہ تاثر ملے کہ اس آیت کو متقدمین ومتاخرین اہلسنت سے کوئی بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نہیں مانتا۔

بہرکیف ! شاہ صاحب کا احادیثِ مصطفیٰ اور اقوالِ صحابہ سے اپنے ظن وگمان کے مطابق نتائج اخذ کرنا اُنہی کا حصہ ہے ورنہ ایسی جرأت کوئی عام آدمی تو کر نہیں سکتا کہ ایک تو صحابہ کرام کو "بعض لوگ" کہے اور پھر اُن کے ارشادات کو اپنے ظن وگمان کے معیار پر پرکھنے کا دعویدار بھی ہو۔

شاہ صاحب کے اِس گیارہویں نکتہ کی شق نمبر دو (۲) درحقیقت شق نمبر (۱) ہی کا جزوِ خاص ہے کیونکہ شاہ صاحب یہ اقرار کرنے کے باوجود کہ "بعض لوگوں" نے اِس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں سمجھ رکھا ہے، تخصیص وتعمیم کے ہیر پھیر میں پڑے ہوئے ہیں۔

اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ جو کچھ بیان کر رہے ہیں اُن کا اپنا گمان ہے اور گمان کسی بھی صورت میں قطعیت کے درجہ میں نہیں آسکتا، خواہ مخواہ بات بڑھانے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، حالانکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اُسے سنبھالنا مشکل ہوجاتا ہے بلکہ جب بات بڑھتی ہے تو اکثر بگڑ جاتی ہے اور جب بات بگڑ جاتی ہے تو پھر مشکل ہی سے بنتی ہے، یہی وجہ ہے کہ شاہ صاحب کی بات جس قدر بڑھتی جارہی ہے اُسی قدر زیادہ بگڑتی جارہی ہے اور حال یہ ہے کہ اب یہ بگڑی ہوئی بات بنتی نظر نہیں آتی۔

آپ کا ظن ہے کہ لوگوں نے کنایۃً یعنی بطور تعریض اِس آیت کو حضرت علی المرتضیٰ کے حق میں سمجھ لیا، چونکہ تعریض وتخصیصِ عام دو الگ الگ اُمور ہیں اِس لئے اِس عموم کو کسی بھی صورت میں خاص نہیں کیا جاسکتا اور تعریض بھی اُس وقت صادق آئے گی جب حضرت علی (علیہ السلام) کے متعلق یہ لوگوں کا من گھڑت واقعہ بار بار واقع ہو۔

یعنی لوگوں نے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے سائل کو انگوٹھی عطا کرنے کی اختراع کر رکھی ہے اِس کا بار بار ظہور رہا ہو اور حضرت علی بار بار سائل کو انگوٹھی عطا فرمائیں۔

کاش ! شاہ صاحب ظنیات کے چکر میں پڑنے کی بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فرامین کو اپنی عقل پر ترجیح دیتے تو یقیناً اُن کی بات بھی بنی رہتی مگر آپ تو بہر طور اپنے ظن کے تابع ہو کر رہنا چاہتے ہیں اس لئے قرآنی نصوص پر بھی گرامر کے تجربے کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی درج ذیل تفسیر و تاویل جو قطعی طور پر آپ کے اپنے ظن و گمان کی پیداوار ہے اور قرآن و حدیث کی نصوص سے اِسے قطعی کوئی سروکار نہیں درست تسلیم کر لی جائے تو اِس آیتِ کریمہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں کس طریقہ سے ثابت کیا جا سکے گا جب کہ اُن کے لئے تکرر تو کیا ایک بار بھی حالت رکوع میں خیرات کرنا ثابت نہیں۔

بہر کیف ! قارئین اِس تھکا دینے والی بحث کے ضمن میں نئے باب کا آغاز کریں اور وہ کثیر حوالے دیکھیں جن میں اِس آیت کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ساتواں باب

اپنوں کو کیا کہیں

تفسیر وحدیث اور فقہ وسیرت کی معتبر کتابوں میں یہ روایت تواتر سے منقول ہے کہ ایک روز مسجد نبوی شریف میں ایک سائل کے سوال کرنے پر تاجدار ہل اتی، مرتضٰی، مشکلشاہ سیدنا علی المرتضٰی علیہ السلام نے سوالی کو نماز پڑھتے وقت انگشتری عطا فرمائی حالانکہ آپ اس وقت رکوع کی حالت میں تھے۔

چنانچہ آپ کے اِس ایثار اور ذوقِ سخاوت پر مشیت جھوم گئی اور اللہ تبارک وتعالٰی نے آپ کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی۔

آیت

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾

یعنی نہیں ہیں تمہارے مددگار مگر اللہ ورسول اور مومن اور وہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور رکوع میں ہیں۔

(سورۃ المائدہ آیت ۵۵)

موجودہ دور کے خوارج اور نواصب بالخصوص اور چند پیش رو بالعموم اس بات پر پوری قوت صرف کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں کہ جس طرح بھی ہو سکے اِس آیت کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں داخل نہ ہونے دیا جائے لیکن باوجود سعیِ پیہم کے وہ اپنے اِن مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنانے میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ کیونکہ ان کے معتمد مفسرین بڑی وضاحت سے نقل کر چکے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شان میں ہی نازل ہوئی ہے۔

اِس سے پہلے کہ ہم ان لوگوں کے ذہنی واختراعی استدلال کو موضوعِ سُخن بنائیں، کچھ اپنے اِن بزرگوں کے تخیلات ہدیہء قارئین کرتے ہیں جو اپنے طور پر تردیدِ روافض کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں مگر نادانستگی میں خارجیوں کی ریشہ دوانیوں کے لئے راہ ہموار کر گئے۔

اس صورت حال پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے اس لئے کہ جناب سیدنا حیدر کرار علیہ السلام کی محبت ومودّت شیعوں کے لئے ہی مخصوص نہیں بلکہ ہر مومن پر واجب ہے اور محبوب کی شان میں پہلوتہی کرنا محبت کے تقاضوں کو یقیناً مجروح کرتا ہے۔

بہرحال ! ہمارے ایک بزرگ متذکرہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔
" بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی اور بے عمل کثیر کے نکل گئی، لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیرِ کبیر میں اس کا بہت شد و مد سے رد کیا ہے اور اِس کے بطلان پر بہت وجوہ قائم کئے ہیں۔"

تفسیرِ رازی

اگرچہ درج ذیل روایات دیگر بے شمار ثقہ کتب تفاسیر و سیر میں بھی موجود ہیں اور ہم ان کی قدرے تفصیل بھی ہدیہ قارئین کریں گے مگر سب سے پہلے تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی کی وہ عبارت نقل کریں گے جس میں پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اسوقت نازل ہوئی جب آپ نے نماز پڑھتے ہوئے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی۔

روایت نمبر ۱

روی عطا عن ابن عباس انها نزلت فی علی ابن ابی طالب علیه السلام۔

حضرت عطا حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸)

روایت نمبر ۲

روی عن عبداللہ بن سلام قال لما نزلت هذا الآیته قلت یارسول اللہ انا رائت علیا تصدق بخاتمة علی محتاج وهو راکع فنحن نتولا۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا ! " میں نے دیکھا ہے کہ علی نے رکوع کی حالت میں محتاج کو انگوٹھی عطا فرمائی ہے پس ہم ان سے دوستی رکھتے ہیں۔"

(تفسیر کبیر ۲، ۶۱۸)

روایت نمبر ۳

وروی ابو ذر رضی الله عنه انه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم یوم صلاة الظهر فسأل سائل فی المسجد فلم یعطیه احد فرفع السائل یده الی السماء وقال ! اللهم اشهد انی سألت فی مسجد الرسول (صلی الله علیه وسلم)

فلم یعطنی احد شیئاً وعلی علیه السلام کان راکعاً فاء و الیه بخنصره الیمنی وکان فیها خاتم فاقبل السائل حتی اخذ الخاتم بمرائ النبی صلی الله علیه وسلم۔

فقال ! اللهم انّ انی موسٰی سالک فقال ! ربی شرح لی صدری ویسرلی امری واحلل عقدة من لسانی یفقهو قولی ، وجعل لی وزیرا من اهلی هارون اخی اشدد به ازری واشرکه فی امری . فانزلت علیه قرآنا " سنشد عضدک باخیک ونجعل لکما سلطانا فلا یصلون الیکما۔ " (القصص آیت ۳۵)

اللهم وانا محمد نبیک وصفیک فاشرح لی صدری ویسرلی امری واجعل لی وزیرا من اهلی علیا اشدد به ظهری ،

قال ابو ذر ما اتم رسول الله صلی الله علیه وسلم هذه الکلمة حتی نزل جبریل فقال یا محمد اقرائ انما ولیکم الله ورسوله ...... الخ

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۸)

(لامام الفخر الدین الرازی مطبوعہ مصر)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں ظہر کی نماز ادا کی، اتنے میں مسجد نبوی میں ایک سوالی نے سوال کیا مگر کسی نے اسے کچھ نہ دیا تو اُس نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد میں سوال کیا ہے مگر مجھے کسی نے بھی کوئی چیز عطا نہیں کی۔"

حضرت علی علیہ السلام اسوقت نماز ادا کر رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اسی عالم میں آپ

کے دائیں ہاتھ کی چھنگلی میں انگوٹھی تھی جو سائل کو اُتار کر دے دی حتیٰ کہ سائل نے وہ انگوٹھی لے لی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر تمام ماجرا بیان کیا۔

آرزوئے مصطفیٰ

حضور نے یہ واقعہ سماعت فرما کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی !

''الٰہی جب تجھ سے میرے بھائی موسیٰ (علیہ السلام) نے سوال کیا تھا کہ اے میرے رب میرے سینے کو کھول دے اور میرے امور کو آسان فرمادے اور میری زبان سے بستگی دور فرمادے تا کہ لوگ میری بات کو خوب سمجھ لیں اور میرے گھر والوں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اور میری اس قوت کو اس کے ذریعہ سے مضبوط بنادے اور اسے میرے کام میں شریک فرمادے تو تو نے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو شرفِ قبولیت سے نواز کر قرآن میں فرمایا ہم تمہارے بھائی کو بھی تمہاری قوتِ بازو بنائے دیتے ہیں اور ہم تم دونوں کو خاص شوکت عطا فرماتے ہیں۔''

یا اللہ ! میں تیرا نبی محمد ہوں اور تیرا پسندیدہ ہوں تو میرے سینے کو کھول دے اور میرے امور کو آسان فرمادے اور میرے لئے میرے گھر والوں میں سے میرا وزیر علی کو بنادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوت عطا فرما۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا یہ جملہ ختم ہی فرمایا تھا کہ جبریل علیہ السلام نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پڑھیے !

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ ۶۱۸)

(لامام الفخر الدین الرازی مطبوعہ مصر)

کیسے اوجھل ہو گئی

قارئین ! اندازہ فرمائیں کہ تفسیر کبیر کے حوالہ سے ہمارے بزرگ یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ علی کے رکوع میں خیرات کرنے والی روایت کا امام رازی نے بڑی شد ومد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر متعدد وجوہ قائم کئے ہیں۔

حالانکہ تفسیر کبیر میں نہ صرف یہ کہ انگوٹھی خیرات کرنے کی روایت موجود ہے بلکہ آیت کریمہ '' اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ '' کی واضح طور پر شانِ نزول بتائی گئی ہے کہ حیدرِ کرار علیہ السلام کے اس ایثار پر اظہار

مسرت فرماتے ہوئے تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جس طرح تونے موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کو قبول فرما کر اُن کے بھائی ہارون کو ان کا وزیر اور مددگار بنایا تھا اُسی طرح میرے اہلِ خانہ سے میرے بھائی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو میرا وزیر مقرر فرمادے اور اس کے ذریعہ سے مجھے قوت وشوکت عطا فرما۔

چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو مذکورہ بالا آیت کریمہ تلاوت فرمانے کا اشارہ بذریعہ جبریل کیا۔

حیرت ہے کہ ہمارے محترم بزرگ کی نگاہوں سے تفسیر کبیر کی اتنی طویل عبارت کیسے اوجھل رہ گئی جب کہ اِس روایت کو قطعی طور پر درست تسلیم کرنے اور اس آیت کریمہ کو حضرت علی علیہ السلام کی شان میں بیان کرنے کے بعد روافض کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں جو انہوں نے اس آیت کے متعلق قائم کر رکھا ہے کہ اس آیت کریمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل ثابت ہوتی ہے۔

تردید و بطلان

چنانچہ امام فخر الدین رازی نے جس امر کی تردید اور جس نظریہ کا بطلان کیا ہے اس کی تفصیل تفسیر کبیر میں اس طرح ہے کہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جس شخص کی امامت پر دلالت کرتی ہے وہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

قالت الشیعة هذه لآیة دالت ان الامام بعد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم هو علی ابن ابی طالب۔

(تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۶۲۰)

علاوہ ازیں امام رازی نے مختلف طرائق سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت بلافصل کے بارے میں دلائل پیش کئے ہیں اور آیات وروایات سے استنباط کرنے کے ساتھ ساتھ فلسفیانہ انداز میں بھی آپنے موقف کے بارے میں اِستدلال پیش کیا ہے لیکن کسی مقام پر اشارہ کنایہ کے طور پر بھی یہ نہیں لکھا کہ یہ آیت حضرت علیؓ کی شان میں نازل نہیں ہوئی چہ جائیکہ بڑی شدومد سے اس کی تردید و بطلان کرنے سے متہم کئے جائیں۔ بہرحال جس امر کا رد اور بطلان امامِ رازیؒ نے کیا ہے۔ نمونہ کے طور پر اس کے دو وجوہ ہدیہ قارئین ہیں۔

(ا) قوله " یا ایها الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینه (الیٰ آخر لآیة)

ابوبکر صدیقؓ کی امامت پر مضبوط دلائل میں سے ہے۔

پس اگر یہ آیت (انما ولیکم اللہ ورسولہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی کرم

اللہ وجہہ الکریم کی صحتِ امامت پر دلالت کرتی ہو تو ضروری ہے کہ ہر دو آیات کے مابین تناقض پایا جائے اور یہ امر باطل ہے جس کا قطع کرنا ضروری ہے لہٰذا یہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی کہ حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد امام ہیں۔

فلسفہ اور حدیث

اس سے پہلے کہ ہم امام فخر الدین رازی کے پیدا کردہ ان نکات کی مزید تفصیل ہدیہء قارئین کریں جن کے مطابق وہ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بلافصل کے نظریہ کی تردید کرتے ہیں یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ استدلال آیات واحادیث کی حقیقی روح کو متاثر کر سکتا ہے یا نہیں،

اس مقام پر محدثین کی آراء نقل کرنے کی مہم شروع کردی جائے تو یقینی امر ہے کہ یہ مضمون سینکڑوں صفحات پر پھیل جائے گا۔ اس لئے ہم یہاں منطقی طور پر ہی ایک واضح ترین دلیل قائم کریں گے اور ایک امر واقعہ حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرائیں گے۔

اور وہ یہ ہے کہ امام فخر الدین رازیؒ کو قرآنِ مجید کی جو اتنی ضخیم تفسیر مرتب کرنا پڑی اس کی محرک وہی فلسفیانہ سوچ تھی جو آیات واحادیث کے متعلق اختیار کر کے اہلِ اسلام میں سے ایک نہایت فہیم اور دانشور طبقہ حقیقت سے دور ہوتا گیا اور بالآخر معتزلہ کے نام سے دُنیا میں معروف ہوا۔

امام فخر الدین رازی نے اسی فلاسفر فرقہ کے سرخیل علامہ زمخشری کے فلسفہ کے زور پر پیدا کردہ تخیلات کی بیخ کنی کے لئے تفسیر کبیر تالیف فرمائی ہے۔

چونکہ مشہور ضرب المثل کے مطابق کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے، امام رازی کو بھی وہی راستہ اختیار کرنا پڑا جسے اپنا کر معتزلہ فروعات کے علاوہ اسلام کے بیشتر بنیادی عقائد سے انحراف کرنے سے بھی متہم ہوئے۔

معتزلہ کی خرابی کا باعث یہ ہوا کہ اوّل اوّل تو وہ فلسفہ کو قرآن وحدیث کے تابع رکھ کر غیر مذاہب کے فلاسفروں کو مناظروں اور مباحثوں میں شکست فاش دیا کرتے تھے اور پھر بتدریج فلسفہ اُن پر سوار ہوتا گیا اور وہ پورے طور پر اسی کے غلام ہو کر رہ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُنہوں نے قرآن وحدیث کو فلسفے کے تابع رکھ کر سوچنا شروع کردیا اور بالآخر فرقہ ضالہ سے موسوم ہوئے۔

تفسیر کبیر فی الحقیقت اسی گمراہ فرقہ کے رد میں لکھی گئی ہے اور امام رازی جگہ جگہ زمخشری کو مخاطب کر کے اس کے فلسفیانہ استدلال کو فلسفہ کے زور سے توڑتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے ان بزرگوں کو امام رازیؒ کے فلسفہ کی آغوش میں پناہ لینے کی ضرورت محسوس ہوئی جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ورنہ قدماء مفسرین اہلسنت کی کتابوں میں مختلف اسناد کے ساتھ تواتر کے ساتھ روایت موجود ہے علاوہ ازیں حق یہ تھا کہ تفسیر کبیر

کی وہ روایات بھی نقل کرتے جو انہوں نے زیرِ بحث آیت کے ضمن میں پیش کی ہیں اور اُن پر اصولِ حدیث کے مطابق راویوں وغیرہ پر قطعاً کوئی جرح نہیں کی بلکہ محض فلسفیانہ استدلال پیش کر کے معتزلہ اور شیعوں کے مختلف اقوال کی تردید کی ہے اور روایتِ حدیث کے مقابلہ میں کسی شخص کا منطقی استدلال اور فلسفیانہ نکتہ آفرینیاں کچھ اہمیت نہیں رکھتے۔

علاوہ بریں ہمارا دعوئی ہے کہ امام رازیؒ نے فنِ حدیث کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہرگز ہرگز ان روایات کا رڈ و بطلان نہیں کیا بلکہ جس قدر بھی بحث کی ہے وہ محض تخیلات اور فلسفہ کی مرہُونِ منت ہے۔

مُشتے نمونہ از خروارے

(۱) ولی کے معنی لغات میں یقیناً مددگار اور محب کے آئے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

ان الولی فی اللغة قد جاء بمعنی الناصر و المحب کما فی قوله "والمؤمنون والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض۔"

(تفسیر کبیر ۲۱۹)

(۲) اور لفظ ولی انہی دو معنوں میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُن سے کوئی ایک معنیٰ مراد مقرر نہیں فرمائی اور نہ ہی یہ دونوں معنے ایک دوسرے کہ منافی ہیں۔ تو ضروری ہوا کہ اس آئت میں جن مومنوں کا ذکر ہے ان کے اُمت میں متصرف ہونے پر دلالت کرے۔

ان اللفظ الولی جاء بهذین معنیین ولم یعین اللّٰه مراد ولا منافاة بین المعنیین فوجب دلالة الائة علی ان المئو منین المذکورین فی الآئة متصرفون فی الامة۔

(۳) اور اس آیت میں ولی کا معنیٰ مددگار لینا جائز نہیں تو ضروری ہوا کہ اس کا معنیٰ متصرف لیا جائے اور انما ہم کہتے ہیں کہ اس کا معنیٰ مددگار لینا جائز نہیں مذکورہ ولائت سے جو اس آیت میں ہے سوائے عام کے تمام مومنوں کے لئے ہے۔

الولی فی هذه الآئة لا یجوز ان یکون بمعنی الناصر فو جب ان یکون بمعنی المتصرف و انما قلنا انه' لا یجوز ان یکون بمعنی الناصرلان الولئة المذکورة فی هذه لائة غیر عامة فی کل المئومنین۔

(کبیر جلد دوم ۶۱۹)

(۴) اور اس آیت میں ذکر کی گئی ولایت نصرت کے معنوں میں نہیں ہے اور اگر نصرت کے معنوں میں نہیں ہے تو یقیناً تصرف کے معنوں میں ہوگی اور نہیں ہے واسطے ولی کے سوائے دو معنوں کے، بر تقدیر آیت اے مومنوں تم پر متصرف ہیں اللہ اور رسول اُس کا اور مومنین جو فلاں صفت سے مُتصف ہیں اور یہ مقتضی ہے کہ اس آیت میں ذکر کی گئی صفات سے مُتصف مومنین جمیع اُمت میں متصرف ہیں۔

الولائة المذکورة فی هذه الآیة لیست بمعنی النصرة واذا لم تکن بمعنی الالنصرة کانت بمعنی التصرف فیکم لانه لیس لولی معنی سوی هذین خصار التقدیر الأیته انما المتصرف فیکم ایها المومنون هوالله ورسوله والمؤمنون الموصوفون بالصنعة الفلانیة وهذا بتقفی ان المومنین والموصوفین بالصنعات المذکورة فی هذی الآیة متصرفون فی جمیع الامة۔

(تفسیر کبیر ۶۱۹)

ان کو بھی منظور نہیں

صاحبِ تفسیر کبیر نے لفظ ولی کے معنوں میں جو تقید رُوا رکھی ہے وہ یقیناً ہمارے ان بزرگوں کے لئے بھی قابلِ قبول نہیں ہوگی جن کو آیتِ مذکورہ کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہونا شاق گزرا ہے اور انہوں نے تفسیر کبیر کے مقابلہ میں ان متعدد تفاسیر کو نظر انداز فرما دیا ہے جن کی ثقاہت سے اہلسنت کے کسی بھی بڑے سے بڑے عالم نے انکار نہیں کیا بلکہ اِن بزرگوں کی اپنی تفسیر کا معتدبہ حصہ انہی تفسیروں سے اخذ کیا گیا ہے جن میں واضح طور پر مختلف جید اسناد کے ساتھ اس آیت کا جنابِ حیدرِ کرار علیہ السلام کی شان میں نازل ہونا روزِ روشن کی طرح ثابت ہے۔

بہرحال تفسیر کبیر کے چند مزید فلسفیانہ اقتباسات ہدیہ قارئین ہیں،

(۵) اور اس کے معنی نہیں ہیں سوائے اس ایک انسان کے جو جمیع امت میں متصرف ہو تو ثابت ہوا اس ذکر کے ساتھ کہ یہ آیت اس مذکورہ شخص کے تمام امت پر امام ہونے پر دلالت کرتی ہے مگر دوسرے مقام پر بیان ہے اور وہ یہ کہ جب ثابت کریں واجب ہونا امامت کا اس شخص کے ساتھ اور وہ علی ابن ابی طالب ہیں تو اس بیان میں وجوہات ہیں۔

سیلابِ وجوہات

اور ان وجوہ کا خاکہ یہ ہے کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی یہ آ لت کرتی

ہے جیسا کہ روایت سے ظاہر کہ یہ آیت حضرت علی ابن ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس قول پر اصرار ممکن نہیں جو کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے تو اگر یہ آیت امامتِ علی پر دلالت کرتی ہوتی تو تمام اُمت اس امر پر مجتمع ہوتی چونکہ یہ آیت امامت پر دلالت نہیں کرتی اس لیے یہ قول باطل ہے۔

اس کے آگے ایک اور خود ساختہ سوال کے جواب میں امام فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگر لفظ ''ولی'' کو ایک ساتھ ناصر اور متصرف پر حمل کیا جائے تو یہ جائز نہیں جیسا کہ اُصولِ فقہ کے مطابق مشترک لفظ کو دوسرے مفہوم کے ساتھ حمل کرنا جائز نہیں۔

(تفسیر کبیر جلد ا صفحہ ۶۲۰)

مذکورہ بالا قسم کی طویل بحث کے بعد امام فخر الدین رازیؒ نے خلافتِ بلا فصل کے بارے میں ایک یہ دلیل بھی پیش کی ہے کہ۔

''حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تفسیرِ قرآن کو روافض سے بہتر طور پر جانتے تھے اگر یہ آیت آپ کی خلافت (بلا فصل) پر دلالت کرتی تو آپ کسی مجلس میں اس سے ضرور استدلال کرتے۔''

اور ان لوگوں کے لئے مناسب نہیں جو یہ کہتے ہیں کہ آپ نے تقیہ کی وجہ سے ایسا نہیں کیا جبکہ یہ لوگ خود ہی نقل کرتے ہیں کہ آپ نے شوریٰ کے دن خُمِ غدیر اور مباہلہ کے واقعات سے اور اپنے جمیع فضائل ومناقب سے تمسک کرتے ہوئے استدلال پیش کیا مگر نہیں تمسک کیا آپ نے اس آیت سے اپنی امامت کا۔

متن ملاحظہ کریں۔

ان علی بن طالب کان اعرف بتفسیر القرآن من ھٰولاء الروافض فلو کانت ھذہ الآیۃ دالۃ علی امامۃ لا حتج بھا فی محفل من المحافل ولیس للقوم ان یقولوا انہ ترکتہ للتقیہ عنہ انہ تمسک یوم شوریٰ الخبر الغدیر ومناقبہ ولم یتمسک البتہ بھٰذہ الآئۃ۔

(تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۶۲۲)

یک نہ شُد

مذکورہ بالا وجوہات کی روشنی میں قارئین کرام پر اچھی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ امام فخر الدین رازیؒ زیر بحث آیتِ کریمہ کو جنابِ علی المرتضیٰ علیہ السلام کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے اِس سے خلافتِ بلا فصل ثابت کرنے والی روایات کا بطلان کیا ہے۔

بہر حال ! اب ہم اپنے قارئین کو اپنے ایک اور بزرگ کی نکتہ آفرینیوں سے روشناس کراتے ہیں آپ پہلے تو اپنے نام سے بعض مفسرین کے ان اقوال کا چربہ پیش کرتے ہیں جن کا دعوئی ہے کہ اِس آیتِ کریمہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافتِ بلافصل ثابت نہیں ہوتی بلکہ اِس سے آپ مومنوں کے والی اور مددگار ثابت ہوتے ہیں اور پھر معاً آپ کو کچھ یاد آجاتا ہے اور یوں تحریر فرمادیتے ہیں کہ یہ آیت سرے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہی نہیں ہوئی بلکہ عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

" یہاں ولی بمعنی خلیفہ نہیں ہوسکتا، اور نہ یہ آیت خلافتِ مرتضوی کے لئے مخصوص ہوسکتی ہے چند وجوہ سے ایک یہ کہ اللہ، رسول کسی کے خلیفہ نہیں اور یہاں انہیں بھی ولی فرمایا گیا ہے اور ایک لفظ بیک وقت چند معنیٰ میں استعمال نہیں ہوسکتا۔

دوسرے یہ کہ آیت کے نزول کے وقت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے، اگر آیت میں حضور کے بعد کا زمانہ مُراد لیا جائے تو آپ کی خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔"

تیسرے یہ کہ " انما " حصر کے لئے اگر خلافتِ علی المرتضیٰ میں منحصر ہو جائے تو بقیہ گیارہ اماموں کی خلافت باطل، بہر حال یہاں ولی کے معنی یا دوست ہیں یا مددگار۔

شانِ نزول

یہ آیتِ کریمہ حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی جب انہوں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ہماری قوم نے چھوڑ دیا اور قسمیں کھا لیں کہ ہمارا بائیکاٹ کریں گے انہیں فرمایا گیا کہ تم غمگین کیوں ہوتے ہو ؟ اگر تم سے یہودی چھوٹ گئے تو تمہیں اللہ، رسول اور وہ مسلمان مل گئے جو زکوٰۃ بھی دیتے اور رکوع والی نماز بھی پڑھتے ہیں۔ انتھیٰ "

اِضطراب کیوں ؟

قارئین ! غور فرمائیں کہ اِس قسم کی مضطرب تحریروں سے حاصل کیا ہوتا ہے ؟

کیا حقائق سے چشم پوشی کرلینے سے تردیدِ روافض کا فریضہ ادا ہوجاتا ہے ؟

کیا محبتِ حیدرِ کرار کا تقاضا یہی ہے کہ اُن کی شان وعظمت کو پسِ پردہ کردینے کی سعی وجہد شروع کردی جائے ؟

اہلسنت وجماعت کے صاحبِ علم حضرات کی شان کے ہرگز لائق نہیں کہ وہ خلفاء اربعہ میں سے کسی ایک کے بھی فضائل ومناقب کو خلط ملط کرنے کی کوشش کریں۔

یہ امر انصاف کے سراسر خلاف ہے کہ پہلے تو اس آیتِ کریمہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کر کے خلافتِ بلافصل پر بحث کی جائے اور پھر واشگاف طور پر یہ لکھ دیا جائے کہ یہ آیت تو فلاں شخص کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ آیت فی الواقع حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی تھی تو پھر خلافتِ بلافصل پر بحث کرنے کی ضرورت پیش کیوں آئی ؟ بالکل سیدھی سی بات تھی کہ یہ آیت حضرتِ علی کے حق میں نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام کی شان میں نازل ہوئی ہے اس رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کرنے کا واقعہ بھی وضعی ہے اور اس سے ولایتِ علی کا اثبات بھی نہیں کیا جا سکتا۔

مشہور ہے کہ !

" خطائے بزرگاں گرفتن خطا است "

ورنہ کم از کم یہ سوال تو ضرور پوچھا جا سکتا ہے کہ یہ تو تسلیم کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کسی کے خلیفہ نہیں مگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو خلیفۃ اللہ ہیں آپ کی اس ازلی، ابدی اور سرمدی خلافت کا انکار کر دینا کتنے نئے مسائل کو جنم دینے کا باعث بن سکتا ہے۔

بلاشبہ بعض مفسرین کرام نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ واقعہ کو اس آیت کے ضمن میں پیش کیا ہے مگر اِس آیت کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں کہ یہ آیت اُن کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

بلکہ حضرت عبداللہ بن سلام تو خود روایت بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں خیرات کی ہے اور ہمارے مددگار اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اور وہ مومن ہیں جو رکوع کی حالت میں خیرات کرتے ہیں۔

ضرورت وضاحت

صاحبِ تفسیر کبیر نے طویل ترین فلسفیانہ اور منطقی بحث کرنے کے بعد آخری کوشش یہ فرمائی ہے کہ چند وجوہ کی بناء پر اِس واقعہ میں ضعف پیدا کیا جا سکتا ہے اور یہ وجوہات ہرگز وہ نہیں جو فنِ حدیث کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہوں بلکہ یہ بھی آپ کے اُس فلسفیانہ ذہن کی اختراع ہے جس سے بوقتِ ضرورت ہمارے اُن بزرگوں نے استفادہ کیا ہے جن کا تذکرہ ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں۔

تاہم ہمارے اِن بزرگوں نے اُن سے بھی چند قدم آگے بڑھا کر حقائق کا راستہ بند کرنے کی کوشش کی ہے اور نہ صرف یہ کہ کسی عالم کے فلسفے کو نصِ حدیث پر ترجیح دینے پر اکتفاء کیا ہے بلکہ اُسی عالم کی اخراج کردہ متعدد احادیث کو بھی نظر انداز کر دیا ہے اور یہ امر کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔

بہرکیف ! اب آپ زیب عنوان آیتِ کریمہ کی تفسیر حدیثِ رسول اور اقوالِ صحابہ کی صورت میں

ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر کشاف

علامہ زمخشری تفسیر کشاف میں بالوضاحت لکھتے ہیں۔

"(زکوٰۃ دیتے ہیں) کے معنی یہاں نماز پڑھتے وقت رکوع کی حالت میں عطا کرنے والے ہیں اور یہ آیت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس وقت نازل ہوئی جب سوالی نے سوال کیا اور آپ اس وقت نماز پڑھ رہے تھے اور رکوع کی حالت میں تھے اسی حالت رکوع میں ہی آپ نے اپنی چھوٹی اُنگلی جس میں انگوٹھی تھی،

بغیر کثیر عمل اور تکلیف کے اگر آسانی سے ایسا ہو جائے تو جائز ہے بصورت دیگر نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

پس اگر تو کہے کہ اس آیت کا صرف حضرت علیؑ کے حق میں ہونا کیسے درست ہے جبکہ یہاں لفظ جماعت یعنی جمع کا صیغہ ہے ؟ تو میں کہتا ہوں کہ یہاں جمع کا صیغہ دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے آیا ہے تاکہ دوسرے بھی اس قسم کے کارِ خیر میں حضرت علی علیہ السلام کی طرح حصہ لے کر ثواب حاصل کر سکیں کیونکہ مومنین کی عادت میں یہ بات ہونا چاہیئے کہ وہ احسان کرنے اور فقیروں کی دلجوئی کرنے پر اس قدر حریص ہوں کہ نماز سے فارغ ہونے تک کے وقت کے لئے بھی تاخیر نہ کریں۔

متن ملاحظہ کریں۔

یؤتون الزکوٰۃ بمعنی یؤتونھا فی حال رکوعھم فی الصلوٰۃ وانھا فی علی کرم اللّٰہ وجھہ حین سئا لہ سائل وھو راکع فی صلاتہ فطرح لہ خاتمۃ کأنہ کان مرجا فی خنصرہ فلم یتکلف لخلعۃ کثیر عمل تفسد بمثل صلاتہ۔

فان قلت کیف صح ان یکون لعلی رضی اللّٰہ عنہ واللفظ لفظ جماعۃ ؟

قلت ! جئ بہ علی لفظ الجمع وان کان السبب فیہ رجل واحد الیرغب الناس فی مثل فعلہ فینا لومثل ثوابہ ولینبہ علی أن سجیۃ المؤمنین یجب أن تکون علی ھٰذا الغائۃ من الحرص علی البر والاحسان ونفقد الفقراء حتی ان لزھم ألامرلا یقبل التاخیر ھمٔ فی الصلوٰۃ لم خروہ الی فرغ

منہا۔

(تفسیر کشاف مطبوعہ بیروت جلد دوم صفحہ ۶۴۲)

گھر کی گواہی تفسیر ابنِ کثیر

اب ایک ایسی تفسیر سے استدلال کیا جاتا ہے جسے موجودہ دور کے خوارج بھی مُسترد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے کیونکہ یہ تفسیر ابنِ تیمیہ کے طائفہ کے مطابق ابنِ تیمیہ ہی کے منہاج پر لکھی گئی ہے جبکہ یہ امر بھی ایک واضح حقیقت کی صُورت میں موجود ہے کہ اِس تفسیر کے مؤلف علامہ ابنِ کثیر اپنے اُستاد ابنِ تیمیہ ہی کی طرح شانِ حیدرِ کرار میں آنے والی روایات کو درج کرنے کے بعد مکمل طور پر جرح کا نشانہ بناتے ہیں اور شاید ہی کوئی روایت ایسی ہو جسے وہ مُطاعن کی زد میں نہ لائے ہوں، مگر زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے سلسلہ میں آنے والی مُتعدد روایات نقل کرنے کے باوجود اُنہوں نے اکثر روایات پر مطلقاً جرح نہیں کی گویا یہ ایک ایسی حقیقت ہے جسے کسی بھی طرح دھندلایا نہیں جاسکتا۔

پہلی حدیث

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا ہے کہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی جب میں نے رکوع کی حالت میں سائل کو خیرات میں انگوٹھی عطا کی۔

اِس پر ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی۔

دوسری حدیث

ابنِ ابی حاتم نے روایت بیان کی ربیع بن سلیمان مرادی نے ایوب بن سوید سے انہوں نے عقبہ بن ابی حکیم سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ”انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا“ کے بارے میں کہا کہ اِس سے مراد مومنین اور علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔

(کوئی جرح نہیں کی)

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابوسعید الشیخ، فضل بن دکین، ابونعیم احول موسیٰ بن قیس حضرمی نے سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا حضرت علی علیہ السلام نے رکوع کی حالت میں انگوٹھی خیرات کی تو یہ آیت نازل ہوئی ”انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الآیۃ“

(کوئی جرح نہیں کی)

چوتھی حدیث

اور ابنِ جریر نے کہا ہے کہ حدیث بیان کی حرث نے عبدالعزیز سے اُنہوں نے غالب بن عبید اللہ سے، غالب نے کہا کہ میں نے حضرت مجاہد کو آیت کریمہ انماولیکم اللہ و رسولہ کے بارے میں یہ فرماتے سُنا کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے جبکہ آپؑ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی،

(کوئی جرح نہیں کی)

پانچویں حدیث

کہا عبدالرزاق نے حدیث بیان کی عبدالوہاب بن مجاہدؒ نے اپنے باپ سے انہوں نے کہا کہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد انماولیکم اللہ و رسولہ کے بارے بیان کیا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(جرح عبدالوہاب بن مجاہد لائق احتجاج نہیں)

چھٹی حدیث

روایت بیان کی ابنِ مردویہ نے سُفیان بن ثوری کے طریق پر ابی سنان سے اُنہوں نے ضحاک سے انہوں نے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز پڑھ رہے تھے کہ سائل نے سوال کیا تو آپ نے اُسے انگوٹھی عطا فرمائی، حالانکہ آپ اُس وقت حالتِ رکوع میں تھے اِس پر یہ آیت نازل ہوئی انماولیکم اللہ و رسولہ، الی آخرالایۃ،

(جرح یعنی ضحاکؒ کی ابنِ عباسؓ سے ملاقات نہیں ہوئی اور ابنِ مردویہ نے دیگر روایت محمد بن سائب کلبی کے طریق پر کی ہے اور وہ متروک ہے)

ساتویں حدیث

ابو صالح نے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع وسجود اور قیام وقعود کی حالتوں میں نماز پڑھ رہے تھے سائل کے سوال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے تو آپؐ نے پوچھا! تمھیں کسی نے کوئی چیز دی؟

سوالی نے عرض کی کہ ہاں! آپ نے پوچھا کس نے، سائل نے عرض کی اُس شخص نے جو حالت قیام میں ہے، اِس نے حالتِ رکوع میں مجھے انگوٹھی عطا فرمائی تھی اور کہا وہ علی ابنِ ابی طالب ہیں۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا! اللہ اکبر اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

ومن یتول اللہ ورسولہ والذین آمنو ا فان حزب اللہ

ہم الغالبون.

(جرح : اِس روایت پر ابنِ کثیر کی یہ جرح ہے، وہذا اسناد ولا یفرح بہ، یعنی یہ اسناد فرحت بار نہیں)

اور روایت بیان کی ابنِ مردویہ نے حضرت علیؑ سے بنفسہٖ اور عمار بن یاسر اور ابو رافع سے اور اس میں کوئی چیز بالکلیہ درست نہیں جہالتِ رجال اور ضعف اسناد کی وجہ سے۔

آٹھویں حدیث

روایت کی اسناد کے ساتھ میمون بن مہران نے حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "انما ولیکم اللہ ورسولہ الی الآخر لایت کہ یہ مومنین کے حق میں ہے اور ان میں پہلے مومن علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔

(اس پر ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی)

نویں حدیث

ابنِ جریر نے کہا کہ حدیث بیان کی ہند نے عبدہ سے اُنہوں نے عبدالملک سے کہ ابی جعفر نے فرمایا "اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ رٰكِعُوْنَ۝" کے متعلق سوال کیا تو میں نے کہا وہ لوگ جو ایمان لائے اور میں نے کہا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے فرمایا علی (علیہ السلام) مومنوں میں سے ہیں۔

(اس روایت پر بھی ابن کثیر کی کوئی جرح نہیں)

اور کہا اسباط نے کہ سُدی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے کہ یہ آیت کریمہ جمیع مومنین کے حق میں ہے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو اُس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جب آپ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اور حالتِ رکوع میں تھے۔

(اِس روایت پر بھی ابنِ کثیر نے کوئی جرح نہیں کی)

دُرِ منثور

امام اجل خاتم حفاظ مصر علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اِس روایت کو متعدد اسناد سے بیان کرتے ہوئے تفسیر دُرِ منثور میں رقمطراز ہیں۔

پہلی حدیث

عبدالرزاق نے عبد بن حمید سے ابن جریر نے ابوشیخ سے اور ابنِ مردویہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایۃ کے متعلق روایت بیان فرمائی کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب کے حق میں نازل ہوئی۔

اخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید وا بن جریر و ابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الآیۃ قال نزلت فی علی ابن ابی طالب۔

دوسری حدیث

اوسط میں طبرانی نے اور ابنِ مردویہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت بیان کی فرمایا یہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کے لئے مخصوص ہے اور آپ رکوع میں تھے کہ سائل کے سوال کرنے پر آپ نے اِسی حالت میں اپنی انگوٹھی اُس کی طرف بڑھادی۔

اِسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لے آئے تو آپ کو یہ واقعہ بتایا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آیت کریمہ ''انما ولیکم۔' آخر تک نازل ہوئی۔ چنانچہ آپ نے یہ آیت مُقدسہ صحابہ کو پڑھ کر سنائی اور پھر فرمایا جس کا میں مولا ہوں اُس کا علی مولا ہے، الٰہی علی علیہ السلام کے دوست کو اپنا دوست اور علیؑ کے دشمن کو اپنا دشمن بنا

اخرج الطبرانی فی الاوسط وابن مردویہ عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہٗ قال وقف بعلی سائل وھو راکع فی الصلوٰۃ تطوع فنزع خاتمہ فاعطاہ السائل فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فاعلمہ ذالک فنزلت علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم الآیۃ انما ولیکم الآخرۃ فقرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم علیٰ اصحابہٖ ثم قال من کنت لاہ فعلی لاہ

اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ۔

تیسری حدیث

روایت بیان کی ابوشیخ نے اور ابنِ مردویہ نے حضرت علیؑ سے کہ آپ نے فرمایا کہ آیت "انما ولیکم "تا آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آپ کے بیت الشرف میں نازل ہوئی تو آپ مسجد میں تشریف لے آئے اور لوگوں کو رکوع وسجود اور قیام کی حالت میں دیکھا اور سوالی کو فرمایا کہ کیا تمہیں کسی نے کوئی چیز عطا کی ہے؟ تو سائل نے جواب دیا کہ ہاں علی علیہ السلام نے مجھے انگوٹھی عطا فرمائی جب کہ وہ رکوع کی حالت میں تھے۔

واخرج ابو الشیخ و ابن مردویہ عن علی ابن ابی طالب قال نزلت هذاه الآیة علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی بیتہ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنو الی آخر الآیة۔

فخرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض المسجد وجاء الناس یصلون بین راکع وساجد وقائم یصلی فاذا سائلی فقال یا سائل هل عطاک احد شیأً قال ذات الراکع علی بن ابی طالب اعطانی خاتمة۔

چوتھی حدیث

سلمہ بن کہیل سے روایت ہے کہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے سائل کو انگوٹھی عطافرمائی حالانکہ آپ رکوع کی حالت میں تھے۔

عن سلمه بن کھیل قال تصدق علی بخاتمة وھو راکع فنزلت انما ولیکم اللہ الآیة۔

پانچویں حدیث

ابنِ جریر نے حضرت مجاہدؒ سے روایت نقل کی ہے کہ آیت کریمہ انما ولیکم اللہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے حالتِ رکوع میں خیرات کی۔

اخرج ابن جریر عن مجاھد فی قولہ انما ولیکم اللہ الآیة نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق وھو راکع۔

چھٹی حدیث

اور ابنِ جریر نے حضرت سُدی اور حضرت عتبہ بن حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایسی ہی روایت نقل فرمائی ہے۔

واخرج ابن جریر عن السدی وعتبہ بن حکیم مثلہ

ساتویں حدیث

ظہر کی اذان ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور سوالی سے دریافت فرمائی کہ تمہیں کسی نے کچھ عطا کیا؟ سوالی نے عرض کی ہاں وہ شخص جواب قیام میں ہے اِس نے رکوع کرتے وقت، مجھے انگشتری عطا فرمائی ہے، اور وہ علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حالات پر مطلع ہو کر تکبیر کہی اور یہ آیت تلاوت فرمائی

وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۠

ونو دی بالصلوٰۃ صلوٰۃ الظهر وخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم فقال اعطاف احد شیا؟ قال نعم قال من قال ذات الرجل القائم قال علی ای حال اعطا کہ قال وهو را کع قال و ذات علی ابن ابی طالب فکبر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم عند ذالک وهو یقول وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔

آٹھویں حدیث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے اور آپ نے یت کریمہ انما ولیکم اللہ آخر تک تلاوت کر کے فرمایا تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے علی علیہ السلام پر اتمام حجت اور علی کو اللہ تعالیٰ کا یہ مخصوص انعام وفضل مبارک ہو۔

فاستقیظ النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم هو یقول انما ولیکم اللّٰہ ورسوله والذین آمنوا الآخرة الحمد للّٰہ الذی ا لعلی هنیاً لعلی اللّٰہ یاہ۔

نویں حدیث

ابنِ مردویہ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نماز ادا فرمارہے تھے کہ سائل نے اُس وقت سوال کیا جب آپ رکوع میں تھے، آپ نے اُسی عالم میں اُسے انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیت نازل ہوئی ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا'' اور فرمایا کہ اُن لوگوں کے لئے نازل ہوئی جو ایمان لائے تو علیؑ اُن میں پہلے مومن ہیں۔

واخرج ابن مردویه عن ابن عباس قال کان علی بن ابی طالب قائما یصلی فمر سائل وهو راکع فاعطاه خاتمه فنزلت هذه الآية انما ولیکم الله ورسوله الآية قال نزلت فی الذین آمنوا وعلی بن ابن ابی طالب اولهم۔

دسویں حدیث

ابی جعفر علیہ السلام (امام محمد باقر علیہ السلام) سے اِس آیت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''الذین آمنو'' سے مراد مومن ہیں عرض کیا گیا کہ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ آیت مقدسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا علی علیہ السلام مومنین میں سے ہیں۔

عن ابی جعفر انه سئل عن هذاه الایة من الله الذین آمنو قیل له بلغنا انها نزلت فی علی بن ابی طالب قال علی من الذین آمنوا۔

تلک عشرۃ کاملۃ

(تفسیر در منثور جلد دوم ص ۲۹۳۔ ۲۹۴)

حدیثیں ہیں افسانے نہیں

تفسیر دُر منثور سے نقل کی گئی یہ دس عدد روایات کوئی فرضی افسانہ اور من گھڑت کہانی نہیں جن کو قصہ گو کذاب راویوں کی افسانہ طرازی کا نام دیا جا سکے، بلکہ اِس روایت کا متعدد اَسناد سے نقل کیا جانا اِس اَمر کا واضح ثبوت اور بُرہانِ قاطع ہے کہ آیت فی الواقع جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہی حق میں نازل ہوئی، اگرچہ بالنیابت دوسرے مومنین بھی اِس میں شامل ہیں۔

اِضطراب اعترافِ شکست ہے

اندریں حالات اُن حضرات کو کیا کہا جا سکتا ہے جو اِس قرار واقعی حقیقت کو جانتے ہوئے بھی افسانہ طرازیوں کے جوہر دِکھاتے ہیں اور قرآن وحدیث کی نصوص کو محض اِس لئے تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہیں کہ اِس نصوص سے مخالف فریق کا مطلب پورا ہو جاتا ہے جبکہ اِن لوگوں کا یہ ذہنی اضطراب ہی مخالف فریق کی فتح کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے۔

اور اِن اضطرابی کیفیتوں سے ایک عام شخص یقیناً یہ تاثر لے سکتا ہے کہ جب متنازع فیہ آیت یقیناً حضرت علی علیہ السلام کے لئے نازل ہوئی ہے تو پھر جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ اپنے اِس دعوے میں بھی صادق نہیں ہیں کہ حضرت علیؑ خلیفہ بلافصل نہیں حالانکہ حقیقت اِس کے بالکل برعکس ہوتی ہے اور یہ آیت قطعی طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونے کے باوجود اُن کے خلیفہ بلافصل ہونے کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی بلکہ آپ کی اُس امامتِ کُبریٰ کی قطعی دلیل ہے جو ازل سے اَبد تک اُن کے لئے مخصوص ہے۔

بہرکیف ! اب آپ امام المفسرین امام ابنِ جریر کی تفسیر سے براہِ راست اِس آیت کی تفسیر ملاحظہ فرمائیں۔

تفسیر ابن جریر

جلیل القدر مفسرِ قرآن حضرت امام ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے متعلق مُتعدد اسناد کے ساتھ جو روایات بیان فرمائی ہیں اُن کے چند اقتباسات ملاحظہ ہوں آپ فرماتے ہیں۔

"اہلِ تاویل میں اِس کے معنوں میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ آیتِ مقدسہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہے اور بعض نے کہا ہے یہ جمیع مومنین کے حق میں ہے۔

فان اہل التاویل اختلفوا فی المعنی نہ قال بعضھم عنی
بہ علی ابن ابی طالب وقال بعضھم عنی بہ جمیع المومنین
ذکر من قال ذالک۔

تفسیر ابن جریر کی پہلی روایت

(۱) محمد بن حسین نے احمد بن مفضل سے اُنہوں نے اسباط سے اُنہوں نے حضرت سدیؓ سے روایت بیان کی کہ اُنہوں نے فرمایا کہ آیتِ کریمہ "انما ولیکم اللّٰہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ" اگرچہ اُن تمام مومنوں کے حق میں ہے (جو نماز کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں رکوع کی حالت

میں) مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے لئے مخصوص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے سائل کو اُس وقت انگوٹھی عطا فرمائی جبکہ آپ مسجد میں رکوع کی حالت میں تھے۔

(۱) حدثنا محمد بن الحسین قال حدثنا احمد بن المفضل قال حدثنا اسباط عن السدی قال ثم اخبر ہم یتولاہم فقال ! " انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون " ھولاو جمیع المومنین . ولکن علی ابن ابی طالب مربہ سائل وہو راکع فی المسجد فاعطاہ خاتمہ۔

تفسیر ابن جریر کی دوسری روایت

(۲) روایت بیان کی ہناد بن سری نے عبدہ سے اُنہوں نے عبدالملک سے کہا کہ میں نے حضرت ابی جعفرؓ سے اِس آیت مقدسہ کے شانِ نزول کے متعلق پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ مومنوں کے لئے ہے اور جب آپ سے یہ پوچھا گیا کہ مجھے تو یہ روایت پہنچی ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا علی (علیہ السلام) مومنین میں سے ہیں۔

(۲) حدثنا ھناد بن السری قال حدثنا عبدۃ عن عبدالملک عن ابی جعفر قال سالتہ عن ہذہ لآیت قلنا من الذین آمنوا ؟ قال الذین آمنوا قلنا بلغنا انہا نزلت فی علی ابن ابی طالب ؟ قال علی من الذین آمنوا۔

تفسیر ابن جریر کی تیسری روایت

(۳) روایت بیان کی اسماعیل بن اسرائیل رملی نے ایوب بن سوید سے کہ عتیبہ بن ابی حکیم نے فرمایا کہ آیت مقدسہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا " حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

(۳) حدثنا اسماعیل بن اسرائیل الرملی حدثنا ایوب بن سوید قال حدثنا عتیبہ بن ابی حکیم فی ہذا الآیۃ (انما ولیکم اللہ ورسولہ) قال علی ابن ابی طالب۔

تفسیر ابن جریر کی چوتھی روایت

(۴) روایت بیان کی حارث نے کہا حدیث بیان کی عبدالعزیز نے کہا حدیث بیان کی غالب بن

عبید اللہ نے کہا کہ میں نے آیتِ مقدسہ" انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا " کے متعلق حضرت مجاہدؒ سے سنا آپ فرماتے ہیں تھے کہ یہ آیت حضرت علی ابنِ ابی طالب (علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے رکوع کی حالت میں خیرات کی تھی۔"

(۴) حدثنی الحارث قال حدثنا عبد العزیز قال حدثنا غالب بن عبید اللہ قال سمعت مجاہد! یقول فی قولہ " انما ولیکم اللہ ورسولہ " الآیت قال نزلت فی علی ابن ابی طالب تصدق وہو راکع۔

(تفسیر ابن جریر مطبوعہ بیروت جلد سوم صفحہ ۲۸۸ تا ۲۸۹)

تفسیرِ مظہری

طبرانی نے اوسط میں بسند مجہول حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے رکوع کی حالت میں ہی خیرات کے طور پر سائل کو انگوٹھی عطا فرمائی تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی" انما ولیکم اللہ ورسولہ ...... الیٰ آخر الآیت" اور اس کے لئے شواہد موجود ہیں۔

اخرج الطبرانی فی الاوسط بسندہ مجاہیل عن عمار بن یاسر قال وقف علی علی ابن ابی طالب سائل وہو راکع فی تطوع ونزع خاتمہ واعطا السائل فنزلت " انما ولیکم اللہ ورسولہ " الآیت ولہ شواہد۔

عبد الرزاق بن عبد الوہاب مجاہد نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبد اللہ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان" انما ولیکم اللہ " کے متعلق فرمایا کہ حضرت علی ابنِ ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

قال عبد الرزاق بن عبد الوہاب بن مجاہد عب ابیہ عن ابنِ عباس فی قولہ تعالیٰ " انما ولیکم اللہ ورسولہ " قال نزلت فی علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام۔

اور ابنِ مردویہ نے دُوسری وجہ سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اس کی مثل روایات بیان کی ہیں۔

وروی ابنِ مردویہ عن وجھہ آخر عن ابنِ عباس مثلہ ، واخرج عن علی مثلہ اخرج ا

مجاہد ا ا

حاتم عن سلمة بن کھیل مثلہ۔

نیز ابنِ جریرؒ نے حضرت مجاہدؒ کی روایت سے اور ابنِ ابی حاتم نے حضرت سلمہ بن کہیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اس کے مطابق روایت بیان کی ہے۔

واخرج ابن جریر عن مجاہد وابن ابی حاتم عن سلمۃ بن کہیل مثلہ۔

اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حاکم نے علوم الحدیث میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا خود اپنا قول اسی طرح نقل کیا ہے چنانچہ یہ ایسے شواہد ہیں کہ ایک دوسرے کی تقویت وتائید کا باعث ہیں اور یہ واقعہ نماز میں عملِ قلیل کے وقوع پذیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور اس سے نماز باطل نہیں ہوتی ہے۔

وروی الثعلبی عن ابی ذروالحاکم فی علوم الحدیث عن علی فھذہ شواھد یقوی بعضھا بعضاً وھذہ القصۃ تدل علی ان العمل القلیل فی الصلوٰۃ لایبطلھا وعلیہ انعقد الاجماع علیٰ ان صدقتہ التطوع قسمیٰ زکوٰۃ ونزول ھذا الآیت فی علی علیہ السلام لا یقتضی تخصیص الحکم بہ لان العبرۃ لعموم اللفظ دون خصوص المورد کما یدل علیہ الصیغۃ الجمع ولعل ذکر الرکوع ھٰھنا علی سبیل التمثیل بلامھلۃ وقال البیضاوی ون صح انہ نزل فی علی فلعہ جیٔ بلفظ الجمع لیرغیب الناس فی مثل فعلہ فیندرجہ فی۔

(تفسیر مظہری مطبوعہ دہلی جلد دوم صفحہ ۱۳۸ تا ۱۳۹)

اِس پر اجماع ہو چکا ہے

صاحب تفسیر مظہری قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ مزید فرماتے ہیں،

چنانچہ اِس امر پر اجماع منعقد ہو چکا ہے اور نفلی صدقات کا نام زکوٰۃ ہونے پر اجماع ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اس کا نازل ہونا تخصیص حکم کے مقتضی نہیں۔ اِس عبارت سے کسی کے خصوصیت سے مستحق و رمورد ہونے کے علاوہ عموم پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ جمع کا صیغہ اِس امر پر دلالت کرتا ہے،

اور پیش آنے والا یہ واقعہ بطور تمثیل کے ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے مُراد یہاں بلا تاخیر و مہلت فوراً سوال پورا کرنا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ اگر یہ دُرست ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے

حق میں نازل ہوئی ہے تو جمع کا صیغہ دوسرے لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے۔

تواتر سے بھی آگے ہے

سیّد العلماء والفقہا حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مندرجہ بالا عبارت اِس امر کی غماز ہے کہ زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کا حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہونا تواتر سے بھی آگے بڑھ کر قطعیت کے درجہ میں داخل ہو چکا ہے کیونکہ فقہاء کرام نے نماز میں قلیل عمل کی صورت میں خیرات دینے پر حضرت علی ہی کے عمل سے استدلال کر کے اجماع کیا ہے اندریں حالات شاہ ولی اللہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث تواتر سے ثابت نہیں

بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔

تفسیر ابو سعود

روایت ہے کہ آیت کریمہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ" حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر اپنی چھنگلیا اُس کی طرف بڑھا دی تا کہ وہ اُس میں پہنی ہوئی انگوٹھی اُتار لے اور سائل نے وہ انگوٹھی آسانی سے اُتار لی بغیر ایسا عمل کثیر ادا کئے جو نماز ٹوٹنے کا سبب ہوتا اور جمع کا صیغہ لوگوں کو ترغیب دینے کے لئے ہے تا کہ وہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرح ایثار کریں اور یہ دلیل ہے نفلی صدقہ (تطوع) کا نام زکوٰۃ ہونے پر۔

متن ملاحظہ کریں۔

وروي انها نزلت آية " انما وليكم الله ورسوله " فى على كرم الله وجهه الكريم حين سأله سائل وهو راكع فطرح اليه خاتمته كانه كان مرجانى خنصره غير محتاج فى اخراجه الى عمل كثير عمل يؤدى الى فسادا الصلوٰة ولفظ الجمع حنيئذ لترغيب الناس فى مثل فعله عليه السلام وفيه دلالة على ان صدقته التطوع تسمى الزكوٰة

(تفسیر ابو سعود علی الکبیر الرازی جلد اوّل صفحہ ۲۰۴) (مطبوعہ مصر)

تفسیرِ جُمل

تفسیر جمل میں زیر آیت لکھا ہے!

اور آپ نے اس وقت رکوع کی حالت میں ہی اپنی انگلی جس میں انگوٹھی تھی سائل کی طرف بڑھادی جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہی روایت ہے کہ میں نے اُس وقت انگوٹھی خیرات کی جب میں رکوع میں تھا۔

تفسیر رُوح المعانی

صاحب تفسیر رُوح المعانی سیّد محمود آلوسی علیہ الرحمۃ زیر آیت ''انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا'' رقم طراز ہیں کہ اِس آیت کریمہ میں پہلے تو ولایت کا حصر اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے کیا گیا ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مومنین کے لئے اثبات کیا گیا ہے۔

اور لفظ ولی کا حصر جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے ہے تو وہ اصالت اور حقیقت کے اعتبار سے ہے۔

کذا لک لنا فی حصر الو لایۃ فی اللہ تعالیٰ ثم اثبا تھا للرسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم والمو منین لاَف الحصر باعتبار انہ سبحانہ الولی اصالتہ وحقیقۃ۔

(روح المعانی ج ۴ ص ۱۶۷)

حضرت علی کے لئے

علامہ سیّد محمود آلوسی صاحب نے زیب عنوان آیتِ مُبارکہ کے تحت مزید بھی بے شمار نکات بیان کئے ہیں تاہم آپ ''وھم راکعون'' کے تحت نقل کرتے ہیں کہ یہ فاعل الفاعلین کے حال سے ہے یعنی جو جانتے ہیں کہ جس کا ذکر ہوا نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اور وہ اللہ تعالیٰ کے لئے ڈرنے والے اور عجز کرنے والے ہیں۔

اور فرمایا کہ وہ مخصوص حال ہے زکوٰۃ دینا اور رکوع کرنا، رکوع نماز کا اور اِس بیان سے مُراد اُن کی احسان کی طرف رغبت اور اُس پر مسارعت ہے اور غالب روایات واخبار یہ ہیں کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

''وھم راکعون'' حال من فاعل الفاعلین ای یعلمون ماذکر من اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکاۃ وھم خاشعون ومتواضعون للہ تعالیٰ وقیل ! ھو حال مخصوصۃ بایتاء الزکوٰۃ ، والرکوع ، رکوع الصلوٰۃ والمراد بیان رغبتھم فی الاحسان ومسارعتھم الیہ وغالب الاخبار یین أنھا نزلت فی علی کرم اللہ وجھہ

الکریم۔

حاکم اور ابنِ مردویہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ابنِ سلام اور اُن کی قوم کا ایک شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے اور آپ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ! ہماری منازل یعنی ہمارے گھر دُور ہیں اور آپ کی اِس مجلس کے علاوہ نہ تو ہمارے پاس بیٹھنے کی کوئی جگہ ہے اور نہ کوئی ہمارے ساتھ بات کرتا ہے۔ الخ

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ! " انما ولیکم اللہ ورسولہ " یعنی اللہ اور اُس کا رسول تمہارے ولی ہیں۔

بعد ازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو لوگ رکوع وقیام کی حالت میں تھے وہاں ایک سائل کو دیکھ کر آپ نے پوچھا کیا تجھے کسی نے کچھ عطا کیا ؟

سائل نے کہا ہاں ! چاندی کی انگوٹھی۔

آپ نے فرمایا ! یہ انگوٹھی کس نے عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! یہ جو نماز میں کھڑا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی طرف اشارہ کر دیا

آپ نے فرمایا ! کیا علیؑ نے تجھے اِسی قیام کی حالت میں انگوٹھی عطا کی ہے ؟

سائل نے عرض کیا ! وہ اُس وقت رکوع میں تھے۔

یہ سُن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نعرۂ تکبیر بلند فرمایا اور پھر یہ آیت تلاوت کی تو حضرت حسان بن ثابت نے اِس واقعہ پر یہ شعر کہے۔

متن ملاحظہ ہو !

فقد اخرج الحاکم وابن مردویہ وغیرھما عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما باسناد متصل۔

اقبل ابنِ سلام نفومن قومہ آمنوا بالنبی صلی اللہ رلیہ وآلہ وسلم فقالو ! یارسول اللہ ان منازلنا بعیدۃ ولیس لنا مجلس ولا متحدث دون ھذا المجلس۔

فقال لھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم " انما ولیکم اللہ ورسولہ " ثم انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خرج الی المسجد والناس بین قائم وراکع فبصر بسائل فقال !

ھل اعطاک احد شیأً ؟

فقال نعم ! خاتم نفۃ فقال

فقال ذالک القائم ، واما أنّی علی کرم اللّٰہ تعالیٰ وجھه ،
فقال النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم علی أیّ حال اعطاک ؟
فقال وھو راکع فکبر النبی صلی اللّٰہ علیه وآلہٖ وسلم
ثم تلاوۃ ھذہ الآیة فانشاحسان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه .
اباحسن تفدیک نفسی ومھجتی
وکل بطئٍ فی الھدی
ومسارع ایذھب مدحیک المحبر ضائقاً وما المدح فی جنب الالہ بضائع فانت الذی اعطیت اذکنت راکعاً زکاۃ فدتک النفس یاخیر راکع فانزل فیل اللّٰہ خیر ولایة . واثبتھا اثنا کتاب الشرائع۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۶۷)

تفسیر صاوی

یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے سائل کے سوال کرنے پر نماز ادا کرتے وقت سائل کی طرف انگلی بڑھادی کہ وہ انگوٹھی اُتار لے۔

تفسیرِ خازن

آیت کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ الی آخر الایہ، متعین شدہ شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں، سُدی سے روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام سے مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو آپ نے حالتِ رکوع میں انگوٹھی عطا فرمائی تھی۔

نزلت فی شخص معین وھو علی ابن ابی طالب قال السدی
مر بع سائل وراکع فی المسجد فأعطا خاتمة فعلی

(تفسیر خازن جلد دوم ص ۵۵ مطبوعہ مصر)

تفسیرِ معالم التنزیل

یہ آیت مقدسہ معین شخص کے حق میں نازل ہوئی ہے اور وہ شخص علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام ہیں اور کہا سُدی نے کہ مسجد میں سوالی نے سوال کیا تو حضرت علیؑ اُس وقت نماز ادا کررہے تھے اور رکوع میں ہی آپ

نے سائل کو انگوٹھی عطا کردی۔

نزلت فی شخص معین ہو و علی ابن ابی طالب قال السدی مر بعلی سائل وہو راکع فی المسجد فاعطا خاتمۃ فعلی۔

(تفسیر معالم التنزیل علی الخازن ج ۲ ص ۵۵)

تفسیر نسفی مدارک

کہا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب آپ نے رکوع کی حالت میں سائل کے سوال کرنے پر اپنی انگوٹھی والی چھوٹی اُنگلی اُس کی طرف بڑھادی اور اُس نے وہ انگوٹھی اُتارلی۔

قل انہا نزلت فی علی ابن ابی طالب علیہ السلام حین سئا لہ مسائل وہو راکع فی صلاۃ فطرح لہ خاتمۃ کانہ کان مرجافی خنصرہ۔

(تفسیر مدارک جلد اول ص ۴۷۴)

ریاض النضرہ

آیت کریمہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

ومنہا قولہ "انما ولیکم اللہ ورسولہ" الائۃ نزلت فیہ اخرجہ الواحدی و متانی القصۃ مشروحتہ فی الصدقۃ۔

(ریاض النضرہ مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۷۸)

ایک تفسیر کے کئی حوالے

اگرچہ زیب عنوان آیت کریمہ کی بحث کا سلسلہ انتہائی طوالت اختیار کرگیا ہے تاہم عصرِ حاضر کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہ عمل ناگزیر تھا خوارج کی ریشہ دوانیوں پر نظر رکھنے والے حضرات جانتے ہیں کہ یہ لوگ کسی بھی صاف اور واضح عبارت کو قطع برید کرکے اپنا مقصد پورا کرلیتے ہیں چہ جائیکہ اُن کے سامنے اُلجھی ہوئی یا اُلجھا دینے والی عبارات کا دریا بھی موجزن ہو۔

بہر حال! اب ہم اس بحث کو سمیٹتے ہوئے اِس آ کے حضر علیؑ کے حق میں ہونے کے متعلق

ثقہ کتب کے حوالے درج کرنے پر اکتفاء کریں گے اور صرف ایک ایسی تفسیر کی عبارت پیش کریں گے جو ہمارے مسلک کے ایک بزرگ کی لکھی ہوئی ہے اس تفسیر میں انہوں نے مسلک حقہ کی ترجمانی کرتے ہوئے بتایا ہے کہ پہلی آیت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل ہیں مگر دوسری آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

تفسیر ضیاء القرآن

آپ نے غور فرمایا! حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے جانباز مجاہدوں کو قرآنِ کریم کن الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کر رہا ہے۔

جس کے سپاہیوں کی یہ شان ہو، جس کے لشکری ان اوصافِ حمیدہ سے متصف ہوں۔ جنہیں زبانِ قدرت ان پاکیزہ جملوں سے سرفراز فرما رہی ہو اُس خلیفہ برحق کی شان کتنی رفیع اور اُس کا مقام کتنا بلند ہوگا، ایسے خلیفہ کی خلافت کی حقانیت کے بارے میں کسی ایسے شخص کو تو کوئی شبہ نہیں ہو سکتا جو قرآن کو خدا کا کلام اور اپنے خدا کو علیم بذات الصدور یقین کرتا ہے۔

مالک حقیقی جسے چاہتا ہے اُسے اپنے انعامات سے سرفراز فرماتا ہے اُس کا فضل و کرم بے پایاں ہے، اُس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کس ذرّہ ناچیز کو اپنی رحمت سے مہرِ درخشاں بناتا ہے۔

پہلے دُشمنانِ اسلام سے دوستی اور محبت کرنے سے روکا گیا، اب بتایا جا رہا ہے کہ مسلمان کس سے محبت اور پیار کریں کسے اپنا ناصر اور مددگار بنائیں فرمایا تمہارا دوست اور مددگار اللہ تعالیٰ، اور اس کا رسولؐ اور وہ مومن ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ دیتے ہیں لیکن دُنیا کو دکھانے کے لئے نہیں بلکہ "وہم راکعون" یعنی نہایت خشوع و خضوع سے عبادتِ الٰہی میں مشغول و منہمک رہتے ہیں۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی، ہوا یوں کہ ایک سائل نے آ کر سوال کیا۔ آپ اُس وقت حالتِ رکوع میں تھے آپ نے اپنی انگوٹھی اُتار کر اُسے دے دی۔

بعض صاحبان سے اِس آیت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت بلافصل پر استدلال کیا ہے، الخ لیکن ان کا یہ استدلال کئی وجوہ سے توجہ کے لائق نہیں۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد اوّل ص ۴۸۴)

فساد کہاں سے شُروع ہُوا

چونکہ بحث اپنے آخری موڑ میں داخل ہونے والی ہے اِس لئے مناسب ہے کہ یہاں ابنِ تیمیہ کی

عبارت کا کچھ حصہ بھی نقل کر دیں جسے بعض لوگوں نے حدیثِ مصطفیٰ اور اقوالِ صحابہ پر بھی ترجیح دی ہوئی ہے۔

چنانچہ اُس نے لکھا ہے کہ بعض کذابین نے اِس آیت کریمہ کے سلسلہ میں جھوٹی روایت بنا رکھی ہے کہ یہ حضرت علی علیہ السلام کے حق میں اُس وقت نازل ہوئی جب اُنہوں نے انگوٹھی نماز میں خیرات کی، جبکہ اِس روایت کے جھوٹ ہونے پر اہلِ علم کا نقلاً اجماع ہے۔

قال قد وضع بعض الكذبين حديثاً مفترى أن هذه الآيته .. انما وليكم الله ورسوله والذين آمنو الذين يقيمون الصلوٰة ويوءتون الزكوٰة وهم راكعون۔ تزلت فى على لما تصدق بخاتمهة فى الصلوٰة ، وهذا كذب باءجماع اهل العلم بالنقل۔

(منہاج السنۃ ج ۱ ص ۱۵۶)

ابنِ تیمیہ کی عادت بن چکی ہے کہ وہ اپنے ذہن کی تراشیدہ باتیں نقل کرنے کے بعد اِس امر کا اظہار ضرور کرے کہ جو بات میں نے کی ہے اِس پر صاحبانِ علم کا اجماع ہے مگر یہ آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ اہلِ علم کون ہیں جنہوں نے اس پر اجماع کیا ہے اور کیا وہ اہلِ علم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی زیادہ علم والے ہیں،

بہر حال! ہم متعدد عبارات سے اہلِ علم حضرات کی تحقیق نقل کر چکے ہیں اِس لئے اپنے موقف میں اب اُن چند کتابوں کے نام درج کئے جائیں گے جن میں ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں ہے۔

حوالے ہی حوالے

(تفسیر احکام القرآن (جصاص) ج ۲ ص ۵۴۲)

(المواقف قاضی عضوج ۳ ص ۴۶۱)

(تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۵۲)

(فصول المہمہ ابنِ صباغ مکی ص ۱۳۳)

(تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۴۵)

(جمع الجوامع لیسوطی ت ۶ ص ۳۹۱)

(تفسیر نسفی ج ۱ ص ۴۹۶)

(نورالابصار شبلنجی ص ۷۷)

(تفسیر غرائب القرآن ج ۳ ص ۴۶۱)

(کنزالعمال ج ص ۳۱۹ ج ۷ ص ۳۰۵)

(تفسیر بحرالمحیط ج ۳ ص ۵۱۴)

(تذکرہ سبط ابن الجوزی ص ۹)

(اسباب النزول لیسوطی ص ۵۵)

(المناقب الخوارزمی ص ۹)

(الصواعق المحرقہ ص ۲۴)

(اصول الحدیث ابوعبداللہ الحاکم صاحب مُستدرک ص ۱۰۲)

(تہذیب التہذیب ابن حجر ج ۱۱ ص ۴۳۹)

(ذخائرالعقبیٰ ص ۱۰۲ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۲۲۱)

(تقریب المرام فی شرح تہذیب الکلام تفتازانی ج ص ۳۲۹)

(اسباب النزول الواحدی ص ۱۴۸)

(شرح المقاصد تفتازانی ج ۲ ص ۲۸۸)

(کفایۃ الطالب الکنجی ص ۱۰۶)

(التسہیل العلوم التنزیل الکلبی ج ۱ ص ۱۸۱)

(مطالع انظار بیضاوی ص ۳۷۷)

آغاز وانجام اس بحث کا

منقولہ بالا حوالہ جات کے بعد مزید گفتگو کی ضرورت ہرگز نہیں تاہم اِس بحث کا آغاز شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی نکتہ آفرینیوں سے ہوا تھا لہٰذا اُنہی کے آخری نکتے پر اسے اختتام کے قریب لاتے ہیں ملاحظہ ہو۔

پھر اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ آیت حضرت مُرتضیٰؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ دلالت اس بات پر ہوگی کہ حضرت مُرتضیٰؑ مسلمانوں کو مدد دینے والے ہیں اور یہ بات حسبِ واقعہ ہے، کیونکہ خُدا تعالیٰ نے حضرت مُرتضیٰؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مواقع قتال میں توفیقِ عظیم عطا فرمائی تھی۔

یہاں تک کہ اُن سے امور عجیبہ کا ظہور ہوا جیسا کہ بدر واُحد میں آپ کا جنگ کرنا اور غزوہ خندق میں عمرو بن عبدود کو قتل کرنا اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا، اور اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں کہ آپ نے مسلمانوں

کی امداد کی مگر اِس سے خلافت کہاں مفہوم ہو گئی۔

شاہ صاحب اب تک ابنِ تیمیہ وغیرہ کے افکار کے ساتھ ساتھ خود بھی کافی نکتہ آفرینیاں کرتے رہے ہیں لیکن بالآخر آپ کو دبی زبان سے یہ اقرار کرنا ہی پڑا کہ اگر ہم اس آیت کو تسلیم بھی کر لیں تو اس سے خلافت کے معنی مفہوم نہیں ہوتے اور ولی کے معنی یہاں مددگار کے ہی ہو سکتے ہیں اور یہ درست بھی ہے کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہو کر مسلمانوں کی نُصرت وامداد فرمائی تھی۔

شاہ صاحب کے اس ''لا'' میں تعم کی پوری شدت موجود ہے کیونکہ آپ کا یہ فرمانا کہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے حق میں ہے اور پھر ساتھ ہی اس تسلیم ورضا کا اس مرحلہ میں داخل ہو جانا کہ فی الواقع حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے غزوۂ بدر و اُحد اور احزاب وخیبر میں بے مثال جرأت اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کی امداد ونصرت فرمائی اور آپ سے امورِ عجیبہ کا ظہور رہا، آپ کے حُسنِ تسلیم اور جذبہ ءرضا کی واضح ترین تصویر ہے۔

بہر حال شاہ صاحب کے اس اقرار نما انکار اور انکار نما اقرار کی اگر وضاحت نہ بھی کی جائے تو صاف طور پر واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب قبلہ دل سے تو اس آیت کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں تسلیم کرتے ہیں مگر محض تردید روافض کی وجہ سے آپ کو قلم کاری کے مختلف نمونے دکھانے پڑے، ورنہ لفظ ولی کے معنی مددگار بیان کرتے ہوئے آپ ہرگز یہ بیان نہ کرتے کہ بلاشبہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے مختلف غزوات میں مسلمانوں کی نصرت وحمایت اور امداد واعانت فرمائی۔

اب جبکہ آخر پر شاہ صاحب نے خود ہی دبی زُبان سے یہ تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے حق میں نازل ہوئی ہے اور اس میں آپ کی ولایت کے معنی مسلمانوں کی نصرت وامداد کرنے والے کے ہیں اور اس کے معنی خلافت کے نہیں ہو سکتے تو پھر ہمیں خواہمخواہ مزید بات بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔

اگرچہ ہم آپ کی پوری عبارت سے صرف یہی ایک ٹکڑا لیکر اپنا مطلب پورا کر سکتے تھے اور بتا سکتے تھے کہ شاہ صاحب کی پہلی تمام عبارات کی تکذیب وتغلیط صرف اِسی ایک ٹکڑے سے ہو سکتی ہے، لیکن ہماری مجبوریاں شائد آپ نہ جانتے ہوں، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ موجودہ دور کے خوارج قبلہ شاہ صاحب کی اسی قسم کی تحریروں کا سہارا لیکر حضور تاجدارِ ہل اتی مولائے کائنات شیرِ خُدا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی شانِ اقدس میں آنے والی تمام تر روایات کو واہی اور باطل ثابت کرنے میں یدِ طولیٰ رکھتے ہیں۔

کاش ایسا نہ کرتے

بہر کیف! حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی فلسفیانہ انداز فکر میں ڈوبی ہوئی تحقیق اور اُلجھی ہوئی تحریروں نے عصرِ حاضر کے بے لگام خارجیوں کے لئے مولائے کائنات سیدنا حیدرِ کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخیاں کرنے کی نئی نئی راہیں کھول دی ہیں۔ حالانکہ اس وقت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصور میں بھی یہ بات نہ ہوگی کہ کچھ لوگ اُن کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بڑے بڑے مطلب نکال لیں گے،

کاش اُنہوں نے ابنِ تیمیہ اور امام رازی کی اتباع کرنے کی بجائے تردیدِ روافض کا وہی طریقہ اپنایا ہوتا جو علمائے اہلِ سُنت سلف صالحین کا تھا۔

بہر کیف! شاہ صاحب کی متذکرہ پیچیدہ عبارتوں اور یک طرفہ انداز فکر سے جو نتائج بر آمد ہوئے وہ انتہائی خوفناک ہیں جن کا پورا تعارف مشکل کُشا جلد سوم میں آ رہا ہے تاہم اس کا نمونہ پیش خدمت ہے۔

علی راشد خلیفہ نہیں تھے

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد ارشادات کی رو سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی کی شہادت کے بعد راشدہ خلافت کیا، خلافتِ خاصہ وعلی منہاج النبوت کا زمانہ ہی ختم ہو کر زمانہء شر شروع ہو گیا تھا۔ پھر جس سال حضرت معاویہؓ خلیفہ ہوئے اس سال کو اُمت نے ''عام الجماعت'' کا نام دیا اور اس کے بعد سے پھر زمانِ خیر شروع ہوا اصحابِ نبی کے بارے میں قرآن میں آیات موجود ہیں، علی کے بارے میں ایک آیت بھی نہیں،

(شمائل علی ۲۷۵)

شاہ ولی اللہ شاہ کی رائے

محدث دہلوی ازالۃ الخلفاء جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی نے وعدہ کیا کہ وہ حضرت عثمان شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص ضرور لیں گے، وہ قصاص لینے پر قادر تھے اور حضرت عثمان ذوالنورین کے مظلومانہ قتل کا قصاص ضرور لے سکتے تھے مگر اُنہوں نے قصاص نہیں لیا بلکہ اس کے مانع ہوئے۔ حضرت مرتضیٰ نے خطائے اجتہادی سے کام لیا۔

حضرت علی کے مقاتلات بعد شہادت عثمان اپنی خلافت کی طلب وحصول تھیں نہ کہ باغراض اسلام۔

(شمائلِ علی ص ۳۰۱)

مولا کے معنے، علمائے دین کی ڈیوٹی، نمک حرامی کی سزا

وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوۡلٰىكُمۡ ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰى وَ نِعۡمَ النَّصِيۡرُ ۝

(سورۃ انفال)

ترجمہ، تولائی (یعنی مولا علی، مولا علی چلانے والے مشرکوں اور باغیوں) کو بتادو کے مسلمانوں کو مولا تو صرف اللہ ہے، وہ کیسا اچھا مولا اور کتنا اچھا مددگار اور مشکل کشا ہے۔

نوٹ،، ایک دینی عالم کو جب ہم مولانا کہتے ہیں تو اس کے معنی ہیں اے ہمارے • م کیونکہ ایک عالم دین سب مسلمانوں کا غلام ہوتا ہے۔ اس پر ڈیوٹی لگادی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو علم دین کی تعلیم دیتا پھرے ورنہ اپنی نمک حرامی کی سزا بھگتنے کے لئے تیار رہے۔

(شمائل علی ص ۱۰۲)

کچھ علاج اس کا بھی اے چارہ گراں؟

شاہ صاحب اس زمانے میں ہوتے تو اپنی تحریروں کی یہ تشریحات دیکھ کر یقیناً کانپ اُٹھتے تاہم یہ امر غیر مشکوک ہے کہ اُنہوں نے ازالۃ الخفاء نامی کتاب کو شدید تعصب سے کام لیتے ہوئے ترتیب دیا ہے اور رہی سہی کسر اس کتاب کے مترجم اور محشی نے پوری کردی ہے۔

اگر آپ احتیاط کا دامن تھام کر رکھتے تو یقیناً اُن کے نام پر خوفناک کھیل نہ کھیلا جاتا، اور اگر آپ موقع محل کو نظر انداز کرتے ہوئے ولی اور مولا کے معنوں میں اِس قدر وسعت نہ دیتے تو آج یہ صورت حال نہ ہوتی کہ لفظ ولی اور مولا اللہ تعالیٰ کے لئے تو مددگار اور مُشکل کُشا کے معنوں میں ہے اور دوسرے لوگوں پر اس کا اطلاق غلام کے معنوں میں ہوتا ہے۔

یہ مسئلہ علمائے حقہ اہلِ سُنت وجماعت کے لئے بالعموم اور شاہ ولی اللہ صاحب کی حقیقی اور معنوی اولاد کے لئے بالخصوص توجہ کا مستحق اور لمحہ فکریہ ہے کیونکہ اندریں صورت مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بڑھ کر یہ بات معلم ومقصودِ کائنات مولائے کُل فخرِ رُسل تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچ جاتی ہے۔

قارئین کے لئے

علماء کی خدمت میں اس التماس کے بعد قارئین کی خدمت میں یہ عرض کرنا ہے کہ آپ بھی اپنے طور

پر اپنے دائرہ تحقیق کو وسیع کرتے ہوئے اپنے ایمانوں کے ساتھ ساتھ دوسروں کے ایمانوں کو بھی خارجیوں کے زہر سے بچانے کی کوشش کریں۔

اس بحث کے ساتھ ہی یہ جلد اپنے اختتام کو پہنچ رہی ہے تیسری جلد کا آغاز انشاء اللہ العزیز ان آیات کی تفصیل وتشریح سے ہوگا جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر زیرِ بحث آیت کی تائید میں نازل ہوئیں اور آپ نے وہ پڑھ کر صحابہ کرام کو سنائیں اور اُن کی تفسیر اپنی زُبان فیض ترجمان سے کرتے ہوئے فرمایا کہ علی تمہارا اُسی طرح مولا ہے جس طرح میں تمہارا مولا ہوں اور اس امر کی بھی وضاحت ہوگی کہ حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہ کرام جمیع مومنین کے کس طرح ولی اور مولا ہیں، تاہم یہاں زیبِ عنوان آیتِ کریمہ کے پیشِ نظر کے طور پر چند نکات بیان کرنے کے بعد اس جلد کا خاتمہ کیا جاتا ہے۔

علی مومنوں کے مددگار ہیں

اسلام کے گذشتہ ادوار میں سوائے ابنِ تیمیہ اور اسکی ذریت کے چند معدودے لوگوں کے تمام تر علماء وفقہا اہلِ سُنت اس امر پر متفق ہیں کہ آیتِ کریمہ انما ولیکم اللہ ورسولہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی شرکت محض مومنوں کے دوست اور ناصر ومددگار کے معنوں میں ہے اور یہ کہ اِس سے خلافتِ بلافصل کے معنیٰ مفہوم نہیں ہوتے۔

ہماری تحقیق کے مطابق علمائے وہابیہ اور دیابنہ نے بھی اپنی تفسیروں میں زیرِ آیت یہی معنے بیان کئے ہیں مگر افسوس اور ہزار افسوس اِس پر ہے کہ یہ لوگ اِس قرار واقعی حقیقت کے مقر ہونے کے اور حضرت علیؑ کو ولی کے معنوں میں دوست اور مددگار ماننے کے باوجود نہ تو ان کو دوست تسلیم کرتے ہیں اور نہ مددگار۔

اگر مددگار ہیں

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مومنوں کے مددگار ہیں اور بقول تمہارے بھی قرآنِ مجید کی نصِ صریح اس پر شاہد عدل ہے تو آپ لوگ اس امر کی مخالفت میں کیوں اپنے آپ کو ہلکان کر رہے ہیں۔

کیا آپ اِس آیت کے مفہوم کو صرف صحابہ کرامؓ کے دور تک ہی محصور ومقید کر دینا چاہتے ہیں جبکہ قرآنِ مجید میں اِس اَمر کی ہرگز وضاحت موجود نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم صرف ان چند سالوں کے لئے مومنوں کے دوست اور ناصر ومددگار ہیں۔

اب جبکہ آیتِ کریمہ کے کسی ایک لفظ میں بھی کسی خاص زمانہ کے لئے نُصرت وامداد اور دوستی کو حصر نہیں کیا گیا تو آپ اغثنی یارسول اللہ اور یاعلی مدد جیسے جملوں کو ادا کرنے کی بجائے انہیں شرک میں کیوں داخل

کرتے ہیں اِس صُورتِ حال پر بھی غور کریں اور یہ بھی دیکھیں کہ کہیں آپ ایسا کرنے سے اِس آیتِ کریمہ کے مخاطبین یعنی مومنین کے زُمرہ سے ہی نہ نکل جائیں کیونکہ یہ فرمانِ خُداوندی مومنوں کے ساتھ دوستی اور مومنوں ہی کی نُصرت وامداد سے مشروط ہے۔

حق یہ ہے

حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہ، مومنوں کے حقیقی مددگار اور دوست ہیں جبکہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجازاً بالاصالت ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم مجازاً بالنیابت ہیں اور یہ امداد اور دوستی کسی خاص زمانہ کے لئے محدود ومقید نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی اور اِس امداد اور دوستی کا انکار کر دینا خود کو زُمرۂ مومنین میں شمار نہ کرنے کے مترادف ہے۔

تمت بالخیر

الحمد للّٰہِ علیٰ ذالک والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ خیرِ خلقہٖ
ونُورِ عرشہٖ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔



اقوالِ نبی کریم
انسائیکلوپیڈیا
اقوالِ علی
برکتوں کا تحفہ
عبداللہ اکیڈمی
مشتاق بک کارنر